پندِ تاریخ ۱

تالیف
موسیٰ خسروی

ترجمہ
محمد حسن جعفری

حسن علی بک ڈپو بالمقابل بڑا امام باڑہ۔ کھارادر۔ کراچی فون ۲۴۳۳۰۵۵

વકફ

આ કિતાબ હાજી મહંમદઅલી ભાઇ અલીભાઇ સુંદરજી "સોમાસોક" તનનારીવ માડાગાસ્કરવાળા તરફથી તેમના મરહુમ સગાવહાલાઓની રૂહોના સવાબ અર્થે વકફ કરવામાં આવેલ છે.

લાભ લેનાર ભાઇ - બહેનો મરહુમોની અરવાહોના સવાબ અર્થે એક સુરએ ફાતેહા પઢી બક્ષી આપે એવી નમ્ર અરજ છે.

۱

پندِ تاریخ

اخلاقی ۔ تاریخی ۔ اجتماعی

تالیف : موسیٰ خسروی
ترجمہ : محمد حسن جعفری

حسن علی بک ڈپو
بالمقابل بڑا امام باڑہ کھارادر کراچی - ۷۴۰۰۰

جملہ حقوقِ طبع حق ناشر محفوظ ہیں

کتاب ـــــــ پند تاریخ جلد اول

تالیف ـــــــ موسیٰ خسروی

ترجمہ ـــــــ محمد حسن جعفری

کمپوزنگ ـــــــ محمد جواد کاشف

تصحیح ـــــــ سید حیدر نقوی

عناوین کتاب

پیش گفتار

باب اول ـ خدا پرستی اور ایمان

امام صادق اور ابن ابی العوجاء کی گفتگو ـــــــ ۱۱

انسانی اضطرار بھی دلیل خدا ہے ـــــــ ۱۲

ابوالحسن علی بن میثم اور مادہ پرست کی گفتگو ـــــــ ۱۲

خدا شناس بچہ ـــــــ ۱۴

خدا شناس وزیر ـــــــ ۱۵

خدا شناس بڑھیا ـــــــ ۱۶

ہر موجود کی زندگی وجود خدا کی دلیل ہے ـــــــ ۱۷

ایمان ہمیشہ خالص ہونا چاہئے ـــــــ ۱۸

ایک راہب کی رہنمائی ـــــــ ۱۹

بہلول اور ابو حنیفہ ـــــــ ۲۰

امام صادق وجود خدا کی کیا دلیل بیان کرتے ہیں؟ ـــــــ ۲۲

عظمت افراد کا میزان ـــــــ ۲۳

قابل توجہ موضوع ـــــــ ۲۴

حضرت عبدالعظیم حسنی اپنا عقیدہ سناتے ہیں ـــــــ ۲۵

اس استدلال پر توجہ فرمائیں ـــــــ ۲۷

چند روایات ـــــــ ۲۸

باب دوم ـ ریا کفر و شرک کی مخفی صورت

ایک نادان کا دعویٰ ـــــــ ۳۱

بت پرست کافر کا انجام ـــــــ ۳۲

خدا پرست، معتزلی اور مشبہ ـــــــ ۳۵

شداد اور اس کی جنت ____ ۳۶
ریاکار اور قیامت ____ ۳۹
ریا سے بچنے کی ایک مثال ____ ۴۰
ریا کتنا مخفی ہوتا ہے ____ ۴۱
ریاکار عابد ____ ۴۲
بہت ہی غمگین ہوا ____ ۴۳
ریاکار رسوا ہوتا ہے ____ ۴۴
چند روایات ____ ۴۵

بابِ سوم۔ اطاعت انبیاء کا نتیجہ

عظمت مومن ____ ۴۹
بینا اور نابینا ____ ۵۱
جنت میں مومن کے گھر کا حدود اربعہ ____ ۵۱
سیدؔ رضی اور واقعیات ____ ۵۲
اگر لوگ اللہ کی اطاعت کرتے تو درندے ان کے مطیع ہوتے ____ ۵۳
امامؑ کی پیروکاروں پر شفقت ____ ۵۴
اہل بیتؑ سے رابطہ پیدا کریں ____ ۵۵
پیروان ائمہ کی موت ____ ۵۸
امام موسیٰ کاظمؑ اور طبیب ____ ۵۹
ائمہ کے پیروکار غریب نہیں ہوتے ____ ۶۰
سیاہ امامؑ ____ ۶۱
رشید ہجری کی طاقت ____ ۶۲
قدرت امام کی ہلکی سی جھلک ____ ۶۴
کمیت اور اس کا عقیدہ ____ ۶۶
جب شیر بھیڑوں کا رکھوالا بنا ____ ۶۷
سلمان کو پہچانیں ____ ۷۰
میثم تمار کی عظمت ____ ۷۱
چند روایات ____ ۷۳

باب چہارم۔ اطاعت والدین

والدین کا خدمت گزار ہم نشین انبیاء ____ ۷۵
فضل برمکی کی بیماری اور والد کی ناراضگی ____ ۷۷
والدین کی ناراضگی موت کو دشوار بنادیتی ہے ____ ۷۹
نالائق اولاد ____ ۸۰
کافر والدین کا احترام ____ ۸۱
جہاد یا والدین کی خدمت ____ ۸۳
اطاعت والدین اور وسعت رزق ____ ۸۳
امامؑ کس سے محبت کرتا ہے؟ ____ ۸۶
امام صاحب الزمانؑ کی والد کے لئے سفارش ____ ۸۷
اویس قرنی اور والدہ کی اطاعت ____ ۸۸
باپ کی بددعا کا اثر ____ ۸۹
ماں کا کتنا حق ہے؟ ____ ۹۲
روحانی باپ کا بھی حق ادا کریں ____ ۹۴
چند روایات ____ ۹۶

باب پنجم۔ صلہ رحمی

امام صادقؑ اور منصور دوانقی ____ ۹۹
پیغمبر اسلامؐ کی صلہ رحمی ____ ۱۰۲
اعمال بندگان امام کے سامنے پیش ہوتے ہیں ____ ۱۰۵
رشتہ داروں سے مت جھگڑو ____ ۱۰۶
قطع رحمی سے عمر کم ہوجاتی ہے ____ ۱۰۷
قاطع رحم کو دوست نہ بناؤ ____ ۱۰۸
صلہ رحمی کا زندگی سے براہ راست واسطہ ____ ۱۰۹
رشتہ داروں کو ملنے سے جذبات محبت کو تحریک ملتی ہے ____ ۱۱۱
قاطع رحم کو یہ سزا بھی مل سکتی ہے ____ ۱۱۳
چند روایات ____ ۱۱۷

باب ششم ۔ احترام سادات

ایک تاجر اور حساب سادات ــــ ۱۱۹
نصرانی اور اعانت ــــ ۱۲۱
جب ایک سیدہ سے سیادت کی گواہی طلب کی گئی ــــ ۱۲۳
ایک سیدہ اور عبداللہ بن مبارک ــــ ۱۲۶
متوکل عباسی کی ماں کا سادات سے سلوک ــــ ۱۲۸
سادات کے ساتھ بھلائی ــــ ۱۳۱
نصراللہ بن عثنین اور سادات بنی داؤد ــــ ۱۳۳
سادات سے کیا سلوک کرنا چاہئے ــــ ۱۳۵
سادات بزرگوں کے لئے باعث ننگ نہ بنیں ــــ ۱۳۶
سادات پر جسارت کا نتیجہ ــــ ۱۳۹
امام باقرؑ سے سنیں ــــ ۱۳۹
چند روایات ــــ ۱۴۰

باب ہفتم ۔ کمزوروں اور یتیموں پر شفقت

ائمہ اس طرح سے مدد کرتے تھے ــــ ۱۴۴
سیّد جواد عاملی اور غریب ہمسایہ ــــ ۱۴۵
اسلام غریب کو بڑی اہمیت دیتا ہے ــــ ۱۴۷
بھوکے کتے پر رحم ــــ ۱۴۸
مقدس اردبیلی اور سال قحط ــــ ۱۴۸
علامہ مجلسی کا مقبول عمل ــــ ۱۴۹
ضرورت مند کی مدد درخواست سے پہلے کرنی چاہئے ــــ ۱۵۴
قابل رحم افراد ــــ ۱۵۵
علیؑ سے سبق حاصل کریں ــــ ۱۵۷
یتیم پروری کا ثمر ــــ ۱۵۹
امام حسینؑ اور یتیمان مسلم ــــ ۱۶۰
اسے بھی پڑھیں ــــ ۱۶۱

خاندانی روایت کا احیاء ــــ ۱۶۳
اسوہ رسولؐ ــــ ۱۶۵
جناب زہراؑ سے سخاوت کا درس لیں ــــ ۱۶۷
سیدہ کے گلوبند کی برکت ــــ ۱۶۹
چند روایات ــــ ۱۷۲

باب ہشتم ۔ حقوق العباد

امام زین العابدینؑ کا طرز عمل ــــ ۱۷۶
گلوبند اور علی بن ابی رافع ــــ ۱۷۷
شیر خوار پر دودھ کا اثر ــــ ۱۷۸
ہارون الرشید اور بہلول ــــ ۱۸۰
بہلول کی جرأت و بے باکی ــــ ۱۸۱
خلیفہ کا کھانا ــــ ۱۸۲
حقوق العباد کا ایک نمونہ ــــ ۱۸۲
مقدس اردبیلی کی احتیاط ــــ ۱۸۲
عقیل کی درخواست ــــ ۱۸۳
کیا بہلول واقعی دیوانے تھے ــــ ۱۸۴
قاضی کا منصب اور لوگوں کے حقوق ــــ ۱۸۵
قاضی کو اس طرح سے فیصلہ کرنا چاہئے ــــ ۱۸۶
حقوق العباد میں باریک بینی ــــ ۱۸۷
غریب و بے نوا ــــ ۱۸۸
انگشتری کے حساب سے ڈرنے والا ــــ ۱۸۹
حساب قیامت کی ایک مثال ــــ ۱۹۳
رسول کریمؐ کا کردار ــــ ۱۹۳
محبان علیؑ کو پہچانیں ــــ ۱۹۶
چند روایات ــــ ۱۹۹

باب نہم۔ امانت کی حفاظت

شیخ ابی عثمان کی امانت داری ـــــــ ۲۰۲
ابراہیم اُدہم کی باغبانی ـــــــ ۲۰۴
خائن عطار ـــــــ ۲۰۶
ایک اور خائن ـــــــ ۲۰۸
ہر شخص امین بننے کے لائق نہیں ـــــــ ۲۰۹
ضروری وضاحت ـــــــ ۲۱۰
جتنا جس کا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے ـــــــ ۲۱۱
اسرار حق کے لئے قوت برداشت ـــــــ ۲۱۲
کسی کی امانت میں خیانت نہ کریں ـــــــ ۲۱۳
امام صادقؑ کی نصیحت ـــــــ ۲۱۴
خیانت کی سزا ـــــــ ۲۱۶
ہم کس طرح سے تبلیغ کریں ـــــــ ۲۲۰
چند روایات ـــــــ ۲۲۱

باب دہم۔ جھوٹ کے نقصانات

جھوٹی قسم کھانے کا انجام ـــــــ ۲۲۴
منصور حلاج کے جھوٹ کا پول کھل گیا ـــــــ ۲۲۶
زکریا رازی کی دروغ نویسی ـــــــ ۲۲۷
جھوٹ تمام گناہوں کی جڑ ہے ـــــــ ۲۲۹
"سلونی" کے جھوٹے دعویداروں کی رسوائی ـــــــ ۲۳۰
جھوٹے کو سزا مل ہی گئی ـــــــ ۲۳۳
جھوٹ کی بھاری قیمت ـــــــ ۲۳۵
جھوٹے کا عذاب ـــــــ ۲۳۷
جھوٹا خوشامدی ـــــــ ۲۳۷
آیئے ایک بچے کو پہچانیں ـــــــ ۲۳۹
ابوذر دروغ مصلحت آمیز کے بھی قائل نہ تھے ـــــــ ۲۴۲
خوشامد کمینگی کی علامت ہے ـــــــ ۲۴۳
چند روایات ـــــــ ۲۴۵

پیش گفتار

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم۔ بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

الحمد للّٰہ ربّ العالمین و الصلٰوۃ والسلام علی سیّد الانبیاء و خاتم النبیّن ابی القاسم محمد واهل بیته الطاهرین الذین اذهب اللّٰه عنهم الرجس وطهرهم تطهیرا۔

تاریخ بنی نوع انسان کے لئے قیمتی سرمایہ ہے۔ تاریخ وقائع روزگار کا سچا آئینہ ہے۔ اس آئینہ میں ہمیں لوگوں کے چہرے صحیح صورت میں نظر آتے ہیں۔

انسان کو ہمیشہ آئیڈیل کی ضرورت رہی ہے۔ تاکہ وہ اسے سامنے رکھ کر اپنے عادات و اطوار کو اسی طرح سے ڈھال سکے۔ اور آئیڈیل کی تلاش کے لئے انسان کو تاریخ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

انسان عبرت کا طلب گار ہے اور خوش نصیب ہے وہ شخص جو کہ دوسروں کے انجام سے عبرت حاصل کرے اور خود نشانہ مشق نہ بنے۔ تاریخ کے بغیر ہم عبرت حاصل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ پچھلے لوگوں کی داستانوں میں ہمارے لئے عبرت موجود ہے۔ اسی لئے حکیم مطلق نے قرآن مجید میں امم سابقہ کے حالات بیان فرمائے تاکہ لوگ ان واقعات سے عبرت حاصل کریں اور اپنے افکار کردار کو درست کریں۔

کردار سازی کے لئے اردو زبان میں ایک ایسی کتاب کی ضرورت تھی جس میں

تاریخی واقعات بکثرت موجود ہوں۔ اور اخلاقیات کے مسائل کو تاریخی واقعات کے ذریعہ سے بیان کیا جائے، تاکہ قاری کے ذہن پر بوجھ محسوس نہ ہو۔

اس سلسلہ میں حجتہ الاسلام والمسلمین علامہ موسیٰ خسروی کی کتاب "پند تاریخ" اپنی مثال آپ ہے۔ یہ کتاب پانچ جلدوں پر مشتمل ہے اور ہر جلد میں دس باب ہیں اور ہر باب میں ضرورت کے تحت اچھے خاصے واقعات ہیں اور باب کا خاتمہ متعلقہ موضوع کی احادیث سے کیا گیا۔ یقیناً ایسی کتاب کے لئے عظیم مصنف لائق مبارک ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی خدمت کو قبولیت عامہ کا شرف دیا۔ اور اس کتاب نے برادر ملک ایران میں مقبولیت کے ریکارڈ توڑ دیئے۔ اور چند سالوں میں ہی چودہ ایڈیشن شائع ہوئے۔ اور ہر ایڈیشن پانچ ہزار سے کم نہیں تھا۔

اردو خوان طبقہ کی لئے میں نے اس کتاب کو اردو زبان میں منتقل کیا ہے۔ اور میں اپنی بے بضاعتی سے بھی بخوبی واقف ہوں، کیونکہ میں لکھنؤ یا دہلی کی پیداوار نہیں ہوں اور نہ ہی اردو میری مادری زبان ہے۔ بہر حال مقصد نیک ہے آپ کتاب کو حصول مقصد کے لئے پڑھیں ادبی کتاب سمجھ کر نہ پڑھیں آخر میں دعا کرتے ہیں کہ خداوند عالم اس کتاب کے اردو تراجم کو اخلاق عالیہ کی نشر و اشاعت کا ذریعہ بنائے۔ اور کردار سازی کے لئے اس کتاب کو مدد و معاون قرار دے اور اس کتاب کے مصنف، مترجم اور ان کے والدین اور اساتذہ کی مغفرت فرمائے۔ یقیناً وہ دلوں کے رازوں سے آگاہ اور دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔

ربّنا تقبّل منّا انّك انت السّميع العليم وتب علينا انّك انت التّواب الّرحيم

والسّلام عليكم و رحمة الله

آپ کی دعاؤں کا طالب

محمد حسن جعفری عفااللہ عنہ و عن والدیہ

باب اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدا پرستی اور ایمان

امام صادقؑ اور ابن ابی العوجاء کی گفتگو

بحار الانوار میں علامہ مجلسی رقمطراز ہیں کہ ہشام بن الحکم کہتے ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کچھ دیر بعد مشہور دہریہ ابن ابی العوجاء امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اس نے مسائل توحید کے متعلق آپ سے بحث کی۔ آپؑ نے اس سے فرمایا۔

أمصنوع انت ام غير مصنوع قال ابن ابی العوجالست بمصنوع فقال الصادق فلوكنت مصنوعاً كيف كنت فلم يجد ابن ابی العوجاء جواباً قام و خرج

کیا تیرا کوئی بنانے والا بھی ہے اور کیا تو کسی صانع کی صفت ہے یا تو غیر مصنوع ہے یعنی کیا کسی نے تجھے بنا کر اس جہان میں بھیجا۔ یا کسی کے بنائے بغیر تو خود بخود ہی پیدا ہو گیا؟

ابن ابی العوجاء نے کہا کہ مجھے کسی نے نہیں بنایا۔

یہ سن کر آپؑ نے فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ اگر تمہیں کسی نے بنایا ہوتا تو پھر تمہاری

شکل و صورت رنگ ڈھنگ کیسا ہوتا؟ یعنی تمہاری یہ شکل و صورت میں کیا کچھ تبدیلی ہوتی؟

اس دھریہ سے اس سوال کا کوئی جواب نہ بن سکا اور شرمندہ ہو کر باہر چلا گیا۔

انسانی اضطرار بھی دلیل خدا ہے

علامہ مجلسی بحار الانوار میں لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے امام صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ مولا! مادہ پرست لوگ مجھ سے وجود خدا کے متعلق بہت جھگڑتے ہیں آپ وجود خدا کے لئے ایسی محکم دلیل دیں کہ میں ان کو مطمئن کر سکوں۔

آپؑ نے فرمایا "تو کیا کبھی ایسا اتفاق بھی تمہیں پیش آیا ہے کہ۔ کشتی ڈوبنے کے قریب ہو گئی ہو۔ اور ظاہری طور پر کوئی قوت اسے بچانے کی قدرت نہ رکھتی ہو؟"

اس نے کہا "جی ہاں یہ اتفاق بھی ہوا ہے"

آپؑ نے فرمایا "تو اس مایوسی کے وقت تمہارے دل سے نجات کی بھی کوئی کرن روشن تھی۔ یعنی تم اس وقت بھی یہ سمجھتے تھے کہ کوئی قوت تمہیں اس طوفان بلا سے بھی نکال سکتی ہے؟"

اس نے کہا "جی ہاں" تو آپ نے فرمایا "وہ اللہ کی ذات تھی"

ابوالحسن علی بن میثم اور ایک مادہ پرست کی گفتگو

علی بن میثم جو کہ دو واسطوں کی نسبت سے حضرت میثم تمار کی اولاد تھے۔ اور اپنی زمانہ کے انتہائی دانش مند اور بافضیلت انسان تھے، ایک دن وہ مامون الرشید کے وزیر حسن بن سہل کی مجلس میں گئے۔ تو انہوں نے وہاں دیکھا کہ ایک منکر خدا مادہ

پرست صدر مجلس میں ایک بلند و بالا کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور باقی تمام لوگ اس سے پست تر مقام پر بیٹھے تھے اور وہ شخص اللہ کے وجود کا کھلم کھلا انکار کر رہا تھا۔ اور حاضرین بڑی توجہ سے اس کی باتوں کو سن رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر علی بن میثم کو بہت افسوس ہوا اور اس دہریہ شخص کی قطع کلامی کرتے ہوئے انہوں نے وزیر کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ محترم وزیر آج آپ کے گھر کے باہر میں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔

وزیر نے تعجب سے پوچھا کہ آپ نے کیا دیکھا؟

علی بن میثم نے کہا کہ میں نے ایک کشتی کو دیکھا۔ جس میں کوئی ملاح نہیں تھا۔ مگر وہ کشتی کسی ملاح کی مدد کے بغیر خود بخود گھاٹ پر آ کر لگی۔ اور وہاں سے سواریوں کو اپنے اندر سوار کیا، پھر چل پڑی اور لوگوں کو آپ کے گھر کے قریب اتارا اور پھر یہاں سے اس نے سواریاں بٹھائیں اور منزل مقصود کی جانب چل پڑی، اور اس نے وہاں تمام مسافروں کو اتارا۔

وزیر کے جواب دینے سے پہلے وہ مادہ پرست شخص بول اٹھا، اور کہا محترم وزیر! اس شخص کی عقل میں فتور پیدا ہو گیا ہے یہ شخص دیوانوں کی سی باتیں کر رہا ہے اور یہ شخص محال اور ممتنع امر کا دعویٰ کر رہا ہے۔ آپ خود سوچیں کہ ناخدا کے بغیر کشتی دریا کا سفر کیسے کر سکتی ہے اور ملاح کے بغیر اپنے منزل مقصود پر کیونکر پہنچ سکتی ہے؟

مادہ پرست شخص کی یہ بات سن کر علی بن میثم نے کہا کہ احمق میں نہیں تم ہو۔ جب کوئی کشتی ناخدا کے بغیر ایک دریا کو خود بخود عبور نہیں کر سکتی تو موجودات کا یہ لامتناہی دریا جو تمہیں نظر آتا ہے اس میں موجودات کس طرح سے سفر کر سکتی ہیں۔ ناخدا کے بغیر تو کشتی نہیں چل سکتی تو بھلا خدا کے بغیر یہ کائنات کیسے چل سکتی ہے؟ یہ ہزاروں کہکشائیں اور ستارے سیارے اپنے اپنے مدار میں بغیر کسی خالق و مدبّر

کے کیسے سفر کر رہے ہیں؟
اب تم خود بتاؤ کہ میں نے امر محال کا دعویٰ کیا ہے یا تم نے؟
دھریہ سے اس سوال کا کوئی جواب نہ بن آیا اور سخت شرمندہ ہوا اور اسے یقین ہوگیا کہ علی بن میثم نے اسے مغلوب اور لاجواب کرنے کی غرض سے کشتی کی داستان تیار کی ہے۔ چنانچہ وہ شرمندہ ہو کر باہر چلا گیا۔ وزیر سہل بن حسن یہ گفتگو سن کر بڑا محظوظ ہوا۔ (۱)

خدا شناس بچہ

جب حضرت ابراہیمؑ کی ولادت باسعادت کا زمانہ قریب آیا تو نجومیوں نے نمرود کو اطلاع دی کہ اس سال ایک ایسا بچہ پیدا ہونے والا ہے جو تیری حکومت کو تباہ و برباد کردے گا، اور تجھے رسوا کرے گا۔
نمرود نے یہ خبر سن کر حکم دیا کہ اس سال ملک میں جو بھی بچہ پیدا ہو اسے قتل کردیا جائے۔
حضرت ابراہیمؑ کی ولادت باسعادت ہوئی تو ان کی والدہ ماجدہ نے نمرود کے سپاہیوں کے خوف سے اپنے لخت جگر کو ایک کپڑے میں لپیٹا، اور اسے ایک غار میں لے آئیں۔ بیٹے کو غار میں لٹایا، اور غار کے دروازے کو اچھی طرح سے بند کردیا اور اپنے گھر واپس آگئیں۔
دوسرے دن انہیں موقع ملا تو غار کے پاس آئیں اور غار کے دروازے کو کھول کر بیٹے کو دیکھا تو انہیں اپنا بیٹا صحیح سالم نظر آیا اور بچے نے انگوٹھے کو اپنے منہ میں ڈالا ہوا تھا اور اسے چوس رہا تھا۔ اور قدرت خداوندی سے اس سے دودھ نکل رہا تھا اور بچہ

ا۔ (روضات الجنات ص ۵۶۶)

اس سے سیراب ہو رہا تھا۔
بی بی کو جب بھی موقع میسر آتا۔ غار میں آکر اپنے بچے کو دیکھتی تھیں اور اسے دودھ پلاتی تھیں۔ اسی طرح سے سات برس کا عرصہ بیت گیا۔ ابراہیمؑ مکمل طور پر فہم و فراست رکھتے تھے۔
ایک دن انہوں نے اپنی والدہ سے پوچھا کہ ہمارا پیدا کرنے والا کون ہے؟
ماں نے کہا کہ نمرود دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔
ابراہیمؑ نے ماں سے پوچھا تو پھر نمرود سے یہ پوچھنا چاہئے کہ اسے کس نے پیدا کیا ہے؟
ماں نے جب بیٹے کا یہ استدلال سنا تو سمجھ گئیں کہ نمرود کی حکومت کا خاتمہ انہی کے ہاتھوں ہوگا۔ (۱)

خدا شناس وزیر

ایک بادشاہ کفر و الحاد کی طرف مائل ہوگیا۔ اس بادشاہ کا ایک وزیر توحید پرست تھا اور اسے بادشاہ کی اس حالت پر سخت غصہ آتا تھا، اور ہمیشہ یہ سوچتا تھا کہ بادشاہ کو اس کے کفر و ضلالت سے کس طرح نجات دلائی جائے۔ اور اس مملکت کا یہ دستور تھا کہ ہر سال وزیر اپنے بادشاہ کو ایک مرتبہ کسی صحت افزاء مقام پر دعوت دیا کرتا تھا۔ جیسے ہی دعوت کا زمانہ قریب آیا تو وزیر نے بادشاہ سے کہا کہ اس سال میں آپ کو فلاں بے آب و گیاہ مقام پر دعوت دینا چاہتا ہوں۔
بادشاہ نے کہا کہ وہ جگہ تو رہائش کے قابل نہیں ہے۔ وہاں نہ تو کوئی عمارت ہے اور نہ ہی کسی قسم کا سبزہ ہے۔ ایسی بانجھ زمین پر دعوت اچھی نہیں لگتی۔

ا۔ جوامع الحکایات عوفی

وزیر نے کہا جہاں پناہ! آپ کو یہ سن کر انتہائی خوشی ہوگی کہ وہاں بہترین چشمے پھوٹ چکے ہیں، اور بغیر کسی کے بنانے کے وہاں عالی شان محلات وجود میں آچکے ہیں۔

یہ سن کر بادشاہ مسکرانے لگا اور وزیر سے کہا کہ کیا تم پاگل ہو گئے ہو۔ یہ بات کسی طرح سے بھی قرین عقل نہیں ہے کہ معمار کے بغیر عمارت تعمیر ہو جائے اور کاشت کار کے بغیر کوئی کھیتی از خود وجود میں آجائے اور باغبان کے بغیر باغ از خود بن جائے۔

وزیر نے اس موقع سے استفادہ کرتے ہوئے کہا بادشاہ سلامت! جب معمار کے بغیر ایک چھوٹی سی عمارت از خود نہیں بن سکتی اور باغبان کے بغیر باغ وجود میں نہیں آسکتا۔ تو یہ ہزاروں عالم یہ کہکشائیں یہ چاند و سورج اتنے بڑی اجرام ارضی و سماوی بغیر بنانے والی کے از خود کیسے بن سکتے ہیں؟

بادشاہ نے جب یہ گفتگو سنی تو اسے اپنی فکر غلط نظر آئی اور خدا کے وجود کا اعتراف کر لیا۔

خدا شناس بڑھیا

ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام اپنے پیروکاروں کی ایک جماعت کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں انہیں ایک بڑھیا نظر آئی جو چرخہ پر سوت کات رہی تھی۔

امیر المومنین علیہ السلام نے اس بڑھیا سے پوچھا۔ لماذا اعرفت ربك؟ (تو نے اپنے رب کو کیسے پہچانا؟)

یہ سن کر بڑھیا نے چرخہ سے ہاتھ اٹھا لیا۔ چند ہی ثانیوں میں چرخہ رک گیا۔ بڑھیا نے کہا کہ میں نے اپنے رب کو اس چرخہ کی وجہ سے پہچانا، یہ چھوٹا سا چرخہ

اپنی حرکت کے لئے میرا محتاج ہے۔ اگر میں ہاتھ اٹھالوں تو یہ چرخہ رک جاتا ہے تو جب ایک چرخہ کسی محرک کے بغیر حرکت نہیں کر سکتا تو یہ عظیم اجرام فلکی کسی پیدا کرنے والے محرک کے بغیر کیسے حرکت کر سکتے ہیں؟

ان اجرام کی حرکت ہمیشہ ایک ہی اندازے کی تحت ہوتی ہے۔ سورج اور چاند ہمیشہ اپنے اپنے وقت پر ہی طلوع و غروب کرتے ہیں۔ اس سے میں نے سمجھا کہ اس کائنات کا ایک رب ہے جو کہ بڑا ہی صاحب حکمت ہے۔

حضرت علیؑ نے اپنے پیروکاروں کی طرف رخ کیا اور فرمایا۔ علیکم بدین العجائز (تمہیں ان بوڑھی عورتوں کی طرح خدا کو پہچاننا چاہئے)

ہر موجود کی زندگی وجود خدا کی دلیل ہے

ایک سیاح کسی جنگل سے گزر رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ درخت پر کسی چڑیا کا گھونسلا ہے اور وہ چڑیا بڑی مضطرب ہے۔ اور اضطراب میں چوں چوں کر رہی ہے۔ اسکی آواز سن کر سیاح کو یقین ہو گیا کہ اس وقت س چڑیا کو کوئی خطرہ درپیش ہے۔ جسکی وجہ سے یہ وحشت زدہ ہو چکی ہے۔ چنانچہ سیاح نے درخت کو غور سے دیکھا تو اسے نظر آیا کہ ایک سیاہ سانپ درخت پر چڑھ رہا ہے اب اسے سمجھ آئی کہ چڑیا بے چاری اس لئے واویلا کر رہی ہے کہ یہ سانپ گھونسلے سے اسکے بچوں کو کھا جائے گا۔

اسی اثناء میں سیاح نے دیکھا کہ چڑیا تیزی سے ایک اور درخت کی طرف گئی وہاں سے اس نے پتے کاٹے اور اپنے گھونسلے کے گرد اگرد ان کو رکھ دیا بعد ازاں ایک اور شاخ پر بیٹھ گئی۔

سیاح اس منظر کو بڑی دلچسپی سے دیکھنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ سیاہ سانپ درخت پر چڑھا اس گھونسلے کی طرف لپکا لیکن جب اس نے وہ پتے دیکھے تو گھونسلے سے دور ہو گیا

اور واپس چلا گیا۔

سیاح کو یقین ہوگیا کہ چڑیا نے جو پتے اپنے گھونسلے کے اردگرد پھیلائے تھے وہ سانپ کے لئے زہر قاتل تھے۔ اسی لئے سانپ نے اپنی عافیت اسی میں جانی کہ وہ گھونسلے سے دور ہو جائے۔

تو ان چھوٹے جانوروں کو جڑی بوٹیوں کے پتوں کی تاثیر کا علم کس نے الہام کیا ان چیزوں کو دیکھ کر صاحب عقل یہی فیصلہ کریگا کہ کائنات کے ہر موجد کی زندگی وجود خدا کی دلیل ہے۔ (۱)

ایمان ہمیشہ خالص ہونا چاہئے

حضرت سلیمان علیہ السلام کسی مقام سے گزر رہے تھے۔ کہ انہوں نے ایک نر چیونٹے کو اپنی مادہ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ تو مجھ سے آخر اتنی دور کیوں رہتی ہے حالانکہ میں تنا طاقتور ہوں اگر چاہوں تو سلیمان کے تخت کو تباہ کر کے دریاؤں میں پھینک دوں۔

جناب سلیمان نے اس کی بات سن کر تبسم فرمایا اور اسے اپنی بارگاہ میں طلب کیا اور اس سے پوچھا کہ یہ بتاؤ کیا تمہارے پاس تخت کو دریا میں پھینکنے کی طاقت ہے؟

چیونٹے نے جواب دیا۔ بالکل نہیں میری طاقت تو آپ کو معلوم ہے۔ لیکن نر کو چاہئے کہ اپنی مادہ کو مرعوب کرنے کے لئے اس طرح کی گفتگو ضرور کرے، تاکہ مادہ اس سے مرعوب رہ سکے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ عاشق ہمیشہ مجبور ہوتا ہے، اور عاشق کو قابل ملامت نہیں سمجھنا چاہئے۔

اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے مادہ چیونٹی سے فرمایا تو اپنے شوہر کی

۱۔ (مدرج القرآن) الذی اعطیٰ کل شئی خلقه ثم هدی

اطاعت کیوں نہیں کرتی، جبکہ وہ تجھے بے تحاشا چاہتا ہے؟

مادہ چیونٹی نے کہا۔ یہ اپنے دعوائے عشق میں جھوٹا ہے، یہ مجھ سے عشق و محبت کا دعویٰ تو کرتا ہے۔ لیکن دوسروں کی محبت بھی اس کی دل میں موجود ہے۔

مادہ کی اس گفتگو سے حضرت سلیمان علیہ السلام بہت متاثر ہوئے۔ اور عشق الٰہی میں رونے لگے اور پورے چالیس دن تک انہوں نے لوگوں سے ملنا ترک کردیا۔ اور مسلسل دعا مانگتے رہے کہ پروردگار! میرے دل سے لوگوں کی محبت کو نکال دے اور مجھے اپنا مخلص عاشق بنا۔ (۱)

ایک راہب کی راہ نمائی

آج سے ایک عرصہ قبل مغربی افریقہ میں شدید جنگ ہوئی تھی۔ اور اس میں ہزاروں انسان قتل ہوئے۔ جنگ کے خاتمہ کے بعد ایک عیسائی راہب اپنے گرجا سے باہر نکلا تو اس نے ایک سپاہی کو شدید زخمی حالت میں پایا۔ وہ بہت مشکل سے اسے اپنے گرجا میں لے آیا۔ اور اس کا علاج کرتا رہا۔ کافی عرصہ بعد وہ سپاہی تندرست ہوگیا اور راہب اس کے سامنے ہمیشہ اپنے مذہبی فرائض جا لاتا تھا اور خدا کی حمد وثنا اور عبادت کیا کرتا تھا۔ راہب کو امید تھی کہ زخمی بھی اسی کو دیکھ کر عبادت کرنے لگے گا۔ لیکن سپاہی پر اس کی عبادت کا کوئی اثر نہ ہوا۔

راہب نے سپاہی سے کہا کہ تم اپنے خدا کی عبادت کیوں نہیں کرتے۔ جس نے تمہیں دوبارہ زندگی بخشی؟

سپاہی نے کہا کہ میں ایک موہوم خدا کی ہرگز عبادت نہیں کرسکتا۔ خدا کا کوئی وجود نہیں ہے، یہ سب تمہارا وہم ہے۔

۱۔ انوار المبین علامہ جزائری

راہب نے سپاہی کے جواب کو سنا اور خاموش ہو گیا۔ پھر اس موضوع پر کئی دن تک اس سے کوئی گفتگو نہ کی۔

ایک دن راہب سپاہی کو لے کر سیر و سیاحت کے لئے باہر نکلا، زمین پر انہیں ایک جانور کے قدموں کے نشان نظر آئے۔ راہب نے سپاہی سے پوچھا یہ کیا ہے؟

سپاہی نے کہا یہاں سے کسی جانور کا گزر ہوا ہے اور یہ اسکے قدموں کے نشان ہیں۔

راہب نے کہا مگر ہم نے تو کسی جانور کو نہیں دیکھا ہم کیسے مان لیں کہ یہاں سے کسی جانور کا گزر ہوا ہے؟

سپاہی نے کہا۔ ہمارا دیکھنا ضروری نہیں۔ یہ قدموں کے نشان اس جانور کی دلیل ہیں۔

راہب نے کہا۔ اچھا یہ بتاؤ جب تم نے جانور کو نہیں دیکھا۔ اس کے قدموں کے نشان کو دیکھ کر تم نے فیصلہ کر لیا کہ یہاں سے جانور کا گزر ہوا ہے تو تم نے خدا کو بھی نہیں دیکھا۔ لیکن کیا خدا کی بنئی ہوئی مخلوق کو بھی تم نے کبھی نہیں دیکھا؟ زمین آسمان سورج چاند آخر یہ بھی تو وجود خدا کی دلیل ہیں۔

راہب کا یہ استدلال سن کر سپاہی شرمندہ ہوا۔ اور اللہ پر ایمان لے آیا۔ اور راہب کی راہنمائی کا شکریہ ادا کیا۔ (۱)

بہلول اور ابو حنیفہ

ایک مرتبہ حضرت بہلول کا گزر ابو حنیفہ کی مجلس سے ہوا۔ ابو حنیفہ درس و تدریس میں مصروف تھے۔ اور کہہ رہے تھے کہ مجھے امام جعفر صادق علیہ السلام کے تین مسائل سے اختلاف ہے۔

۱۔ امام صادق علیہ السلام کہتے ہیں کہ قیامت کے دن ابلیس کو دوزخ کی آگ میں

۱۔ طبقات امدریہ

ڈالا جائے گا۔ لیکن میں اس بات سے اتفاق نہیں کرتا کیونکہ ابلیس کی پیدائش آگ سے ہوئی بھلا آگ کو آگ کیا جلائے گی؟

۲۔ امام صادق علیہ السلام کہتے ہیں کہ خدا کا دیدار محال ہے۔ لیکن میں اس مسئلہ میں ان سے اختلاف رکھتا ہوں کیونکہ خدا موجود ہے اور ہر صاحب وجود قابل رؤیت ہے۔

۳۔ امام صادق علیہ السلام کہتے ہیں کہ انسان فاعل مختار ہے۔ جب کہ میں یہ کہتا ہوں کہ بندے اپنے افعال کے خالق نہیں ہیں تمام افعال منجانب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

حضرت بہلول نے ابو حنیفہ کے تینوں مسائل غور سے سنے۔ اور ایک مٹی کا ڈھیلا اٹھا کر ابو حنیفہ کو مارا اور بھاگ نکلے۔

مٹی کا ڈھیلا ابو حنیفہ کی پیشانی پر لگا۔ اور ابو حنیفہ کو سخت تکلیف محسوس ہوئی۔ ابو حنیفہ اپنے شاگردوں کے ساتھ بہلول کے پیچھے دوڑا اور اس تک پہنچ گیا۔ اور اسے پکڑ کر خلیفہ کے دربار میں لے آیا۔

بہلول نے خلیفہ کے دربار میں پوچھا کہ تم مجھے کیوں پکڑ کر یہاں لائے ہو۔ آخر میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟

ابو حنیفہ نے خلیفہ سے کہا کہ اس نے مجھے مٹی کا ڈھیلا مارا ہے اور میں اس سے شدید درد محسوس کر رہا ہوں۔

بہلول نے کہا اگر تو سچا ہے تو مجھے اپنا درد دکھا۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ نادان! درد بھی کوئی دیکھنے کی چیز ہے بس ہے، لیکن میں دکھا نہیں سکتا۔

بہلول نے کہا۔ لیکن چند ثانیے قبل تو تم یہ کہہ رہے تھے کہ جب خدا موجود ہے تو دکھائی کیوں نہیں دے گا ہر موجود قابل رؤیت ہوتا ہے۔ اب تمہیں بھی تو درد ہے

آخر تم اپنا درد مجھے کیوں نہیں دکھاتے؟

بہلول نے خلیفہ سے کہا کہ آپ اس سے پوچھیں میں نے اسے کیا مارا ہے؟

ابو حنیفہ نے کہا جناب اس نے مجھے مٹی کا ڈھیلا مارا ہے۔

بہلول نے کہا ابو حنیفہ! یہ مٹی تجھے کیسے اذیت پہنچا سکتی ہے۔ تو بھی تو خود مٹی سے بنا ہوا ہے۔ اور تم ابھی یہ کہہ رہے تھے کہ ابلیس کو دوزخ کی آگ کیسے جلائے گی کیونکہ ابلیس کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے اور آگ کو آگ کیسے جلائے گی؟

پھر بہلول نے کہا کہ خلیفہ صاحب میں بالکل بے گناہ ہوں یہ لوگ مجھے ناحق سزا دلانا چاہتے ہیں۔

ابو حنیفہ نے کہا کہ تم نے مجھے ڈھیلا مارا تم بے گناہ کیسے قرار پاسکتے ہو۔

بہلول نے کہا۔ لیکن چند لمحے پہلے تو آپ اپنے حلقہ درس میں یہ کہہ رہے تھے کہ بندے از خود کچھ بھی نہیں کرسکتے۔ اس جہان میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ خدا کی طرف سے ہو رہا ہے۔ لہذا اب اگر تمہیں ڈھیلا لگا ہے تو ڈھیلا مارنے والا میں نہیں بلکہ خدا ہے۔

یہ سن کر ابو حنیفہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور سمجھ گیا کہ بہلول کے ایک ڈھیلے نے اس کے تینوں نظریات کو باطل کردیا ہے۔

ہارون الرشید بہلول کی باتیں سن کر مسکرایا۔ اور فریقین کو اپنے دربار سے جانے کی اجازت دی۔ (۱)

امام صادقؑ وجود خدا کی دلیل کیا بیان کرتے ہیں؟

امام صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ کے پاس وجود خدا کی کیا دلیل ہے؟

۱۔ روضت النجات، شجرۂ طوبی

امام صادق علیہ السلام نے جواب دیا۔ میرا وجود اور میری ہستی خدا کی دلیل ہے۔

کیونکہ میں اگر یہ کہوں کہ میں اپنے وجود کا خود ہی بنانے والا ہے تو یہ دعویٰ دو حالتوں میں خالی نہیں۔

۱۔ میں نے اپنے وجود کو اس وقت بنایا جب کہ میں موجود تھا۔ اور یہ لاحاصل ہے۔

۲۔ میں نے اپنے وجود کو اس وقت بنایا جب میں خود موجود نہ تھا تو یہ محال ہے کیونکہ عدم اپنے آپ کو وجود میں تبدیل نہیں کرسکتا۔ اسی لئے مجھے یقین ہے کہ ایک ہستی نے مجھے پیدا کیا ہے، اور اس پر عدم محال ہے۔ (۱)

عظمتِ افراد کا میزان

ایک عالم کے حلقہ درس میں ہر وقت ہزاروں طالب علم حاضر رہتے تھے۔ اور ان میں کچھ طالب علم ایسے بھی تھے۔ جنہوں نے اپنی عمر عزیز کا ایک طویل حصہ اس حلقہ درس میں گزارا تھا۔

انہی طلباء میں ایک کم سن طالب علم بھی تھا۔ استاد صاحب اس پر دوسروں کی بہ نسبت زیادہ شفقت کرتے اور اس کا احترام کرتے استاد کی یہ شفقت بعض قدیم طلباء کو پسند نہ آئی اور انہوں نے استاد سے اس امر کا شکوہ کیا۔

استاد صاحب نے ایک دن تمام طلباء کو اکٹھا کیا۔ اور حکم دیا کہ وہ کل ایک ایک مرغی ایسے مقام پر ذبح کر کے میرے پاس لائیں جہاں انہیں دیکھنے والا کوئی نہ ہو۔

شاگردوں نے استاد کے فرمان کے تحت کسی نہ کسی ویران مقام پر مرغی ذبح کی دوسرے دن ذبح شدہ مرغی سمیت استاد کے پاس حاضر ہوئے۔

مگر وہ نوجوان طالب علم دوسرے طلباء کی بہ نسبت کچھ دیر سے حاضر ہوا اور اس کے ہاتھ میں زندہ مرغی تھی۔

۱۔ لطائف الطوائف ص ۵۰

استاد نے اس سے پوچھا کہ تمام طلباء تو خلوت کے مقام پر مرغیاں ذبح کر کے لائے ہیں لیکن تم نے مرغی ذبح کیوں نہ کی ؟

جوان نے کہا استاد محترم! میری مجبوری تھی آپ نے فرمایا تھا کہ مرغی کو ایسے مقام پر ذبح کیا جائے، جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہو، میں بھی مرغی لے کر کافی دیر تک ادھر ادھر پھرتا رہا لیکن جہاں بھی جاتا تھا وہاں خدا موجود تھا، اور وہ مجھے دیکھ رہا تھا اس لئے میں مرغی ذبح نہ کرسکا۔

استاد نے شاگرد کو شاباش دی اور دوسرے طلباء کو بتایا کہ اس نوجوان کے احترام کا سبب اس کا ایمان واقعی ہے۔(۱)

قابل توجہ موضوع

موجودہ دور میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مادہ پرست افراد نوجوان نسل کو مختلف طریقوں سے گمراہ کرتے ہیں، اور ان کے گمراہ کرنے کا ایک انداز یہ ہے کہ وہ نوجوان کو ان مسائل میں الجھاتے ہیں، جن کا تعلق بعض اعتقادات سے ہوتا ہے اور جن کی کیفیات کا جاننا ضروری نہیں ہے، اور نوجوان نسل کو ان کے متعلق زیادہ معلومات نہیں ہوتیں۔ لہٰذا اس طرح سے وہ انہیں اپنے دام میں پھنسا لیتے ہیں۔ مثلاً وہ ان سے صراط کی کیفیت اور قبر میں سوال وجواب کی تفصیل اور روز محشر جزا و سزا کس طرح سے ملے گی، الغرض اس قسم کے مسائل میں انہیں الجھا کر ان کے اذہان کو زہریلا بناتے رہتے ہیں۔

اسی لئے میں نے یہ ضروری محسوس کی کہ باب کے خاتمہ پر حضرت عبدالعظیم حسنی کی روایت پیش کی جائے تاکہ ہماری نوجوان نسل کو معلوم ہو کہ ہمارے

۱۔ ارشاد، القلوب دیلمی

اعتقادات کیسے ہونے چاہئیں۔

حضرت عبدالعظیم حسنی اپنا عقیدہ سناتے ہیں

شیخ صدوق نے مستقل اسناد سے روایت کی ہے کہ شاہزادہ عبدالعظیم حسنی کہتے ہیں کہ میں امام دہم جناب علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام عالی مقام نے مجھے خوش آمدید کہا اور فرمایا کہ ابو القاسم خوش آمدید! بیشک تم ہمارے دوست ہو۔

میں نے عرض کی فرزند رسول! میں چاہتا ہوں کہ میں اپنا دین آپ کے سامنے پیش کروں۔ اگر وہ درست ہے تو میں اس پر تادم مرگ ثابت قدم رہنا چاہتا ہوں۔

امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا۔ تم اپنا اعتقاد بیان کرو۔

میں نے کہا کہ میرا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ ایک ہے اس کی کوئی مثل و نظیر نہیں ہے میں ذات باری تعالیٰ کو حد ابطال و تشبیہ سے منزہ مانتا ہوں، اور میں یہ اعتقاد رکھتا ہوں کہ ذات باری تعالیٰ نہ تو جسم ہے نہ صورت نہ عرض ہے اور نہ جوہر بلکہ وہ تمام اجسام کو خلعتِ وجود دینے والا ہے اور تمام صورتوں کا بنانے والا ہے۔ اعراض و جواہر کا خالق ہے اور ہر چیز کو پالنے والا اور تمام اشیاء کا مالک و موجد ہے۔ اور میں یہ اعتقاد رکھتا ہوں کہ حضرت محمدؐ مصطفیٰ اللہ کے عبد اور اس کے رسولؐ ہیں، اور آپؐ خاتم الانبیاء ہیں۔ آپؐ کے بعد قیامت تک کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا اور آپؐ کی شریعت پر تمام ادیان و شرائع کا خاتمہ ہو چکا ہے اور قیامت تک کوئی نئی شریعت نہیں آئے گی۔

اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کا جانشین اور ولی امر اور امت کا امام امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب ہے۔ اس کے بعد حسنؑ امام ہیں، پھر حسینؑ امام ہیں۔ ان کے بعد علی بن الحسین زین العابدین امام ہیں۔ پھر امام محمد باقرؑ پھر امام جعفر صادقؑ پھر علی بن موسیٰ الرضاؑ اس کے بعد حضرت محمد بن علی جواد الائمہؑ پھر

آپؑ میرے امام ہیں۔

یہ سن کر امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا میرے بعد میرا بیٹا حسن بن علی امام ہوگا۔ پھر فرمایا میرے بیٹے کے بعد ان کے جانشین کے زمانے میں لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ میں نے عرض کی فرزند رسول! وہ کس لئے ؟

امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا اس لئے کہ وہ نگاہوں سے اوجھل ہوگا۔ اور ان کے ظاہر ہونے تک ان کا نام لینا حرام ہے۔ وہ دنیا کو عدل وانصاف سے آکر پر کرے گا جیسا کہ وہ ظلم وجود سے پر ہوگی۔

میں نے کہا میں ان کی امامت کا بھی اقرار کرتا ہوں۔ اور میرا یہ اعتقاد ہے، کہ آپ کا دوست خدا کا دوست ہے۔ اور آپ کا دشمن خدا کا دشمن ہے۔ اور آپ کی اتباع اللہ کی اتباع ہے، اور آپ کا مخالف خدا کا مخالف ہے۔ علاوہ ازیں میں معراج کا قائل ہوں، سوال قبر، بہشت و دوزخ اور صراط و میزان کا اقرار کرتا ہوں کہ یہ تمام چیزیں حق ہیں اور قیامت کا دن آئے گا اس کے وقوع میں کوئی شک نہیں، اور اللہ تمام قبر والوں کو زندہ کرے گا۔

آپ کی ولایت وامامت کے اعتقاد کے بعد میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج اور جہاد اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو واجب جانتا ہوں۔

یہ سن کر امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا۔ یا ابا القاسم والله هذا دین الله الذی ارتضاه لعباده فاثبت علیه ثبتك الله بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا وفی الاخرة.

ابوالقاسم! خدا کی قسم یہی اللہ کا وہ دین ہے۔ جسے اس نے اپنے بندوں کے لئے پسند کیا ہے۔ تم اسی پر ثابت قدم رہو اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا و آخرت میں اس پر ثابت قدم رکھے۔

اس استدلال پر توجہ فرمائیں

امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں ایک شخص ابو شاکر دیصانی تھا۔ جو کہ خدا اور معاد کا منکر تھا۔ ایک دن وہ امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور کہا۔ جعفر بن محمدؑ! مجھے اپنے پروردگار کی طرف واضح دلیل و برہان سے رہنمائی فرمائیں۔

یہ سوال کر کے امام عالی مقام کی مجلس میں یہ شخص بیٹھا ہی تھا کہ اتنے میں گھر سے ایک بچہ برآمد ہوا اس کے ہاتھ میں مرغی کا انڈہ تھا۔ امام علیہ السلام نے بچہ سے وہ انڈا لیا اور دیصانی کو دکھایا۔ اور فرمایا اس مرغی کے انڈے کو غور سے دیکھو یہ ایک مضبوط قلعہ کی طرح سے محکم ہے۔ اور اس کے تمام اطراف اچھی طرح سے بند ہیں اور اس کے اطراف کو ضخیم پوست سے مستحکم کردیا گیا ہے باہر سے کوئی چیز اس میں داخل نہیں ہو سکتی اور اس کے سخت چھلکے کے نیچے ایک باریک چھلکا بنایا گیا ہے اور اس میں انڈے کی مائع سفیدی ہے اور اس سفیدی کے عین درمیان میں زردی ہے سفیدی اور زردی کے درمیان کوئی رکاوٹ اور کوئی حد فاصل نہیں ہے اس کے باوجود زردی سفیدی میں نہیں ملتی اور سفیدی زردی میں داخل نہیں ہوتی۔ تو کیا تم بتا سکتے ہو کہ وہ کونسی ذات ہے۔ جس نے ان دو رنگوں کو ملنے سے علیحدہ رکھا؟

انڈے کے اندر بچہ کی شکل و صورت بنتی رہی۔ جس کے متعلق تمہیں کوئی علم نہیں ہے کہ انڈے سے برآمد ہونے والا بچہ نر ہوگا یا مادہ۔

اپنے وقت کے مطابق وہی انڈہ شگفتہ ہوا اور اس سے رنگ و صورت سے مزین بچہ برآمد ہوا۔

دیصانی! تمہارا کیا خیال ہے، یہ سب کچھ کسی مدبر اور حکیم کی کاری گری ہے یا صرف اتفاق سے ہی ایسا ہو رہا ہے؟

ابوشاکر نے کچھ دیر کے لئے سر جھکایا اور غور و فکر کرتا رہا پھر اس نے سر بلند کیا اور کہا۔ اشهد ان لا اله الاّ الله وحده لا شريك له واشهد انّ محمد اعبده و رسوله وانّك امام و حجة على خلقه و انا تائب ماكنت فيه ۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ وہ واحدہ لا شریک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ امامؑ ہیں اور خلق خدا پر حجت ہیں اور میں اپنے سابقہ نظریات سے توبہ کرتا ہوں۔" (۱) احتجاج طبرسی ص۔ ۱۷۱

چند روایات

قال له يا امير المومنينؑ بما عرفت ربّك قال بفسخ العزائم و نقض الهمم لمّا همت محال بينى و بين همى و عزمت مخالف القضاء عزجى علمت ان المدّبدى غيرى

"ارشاد القلوب دیلمی"

ذعلب یمانی نے امیر المومنین علیہ السلام سے پوچھا۔ آپؑ نے اپنے رب کو کیسے پہچانا؟ آپؑ نے فرمایا ارادوں کو ٹوٹنے اور ہمتوں کے ختم ہونے سے میں نے اپنے رب کو پہچانا۔ کیونکہ میں نے کسی چیز کے لئے کوشش کی تو میرے اور میری کوشش کے درمیان کوئی چیز حائل ہوگئی اور میں نے کسی امر کے لئے عزم مصمم کیا لیکن قضا میرے عزم وارادہ میں حائل ہوگئی۔ اسی سے میں نے یہ جانا کہ میں زندگی و موت کی تدبیر کرنے والا میرے علاوہ کوئی اور ہے۔

قال رجل لل صادقؑ اى شئى تعبد مقال الله فقال هل راية لم تراه بمشاهده العيان ولكن رائة القلوب بحقائق الايمان لايعوف بحقائق الايمان لايعرف بالقياس ولا يشبه الفاس

موصوف بالآت معروف بالصلامات لايحوز فى حكمه ذلك الله لااله الآ هو ربّى عليه توكّلت واليه منيب

ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا۔ آپ کس چیز کی عبادت کرتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا۔ اللہ کی۔ اس شخص نے پوچھا تو کیا آپ نے اسے دیکھا ہے؟

آپؑ نے فرمایا آنکھیں مشاہدہ کے ذریعہ سے اسے نہیں دیکھ پاتیں، دل حقیقت ایمان کی وجہ سے اسے دیکھتے ہیں۔ موجودات سے قیاس کرکے اس کو پہچانا نہیں جا سکتا اور نہ ہی لوگوں سے اس کی تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ آثار و علامات سے اس کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔ وہ اپنا فیصلہ میں کسی طرح کے ظلم و ستم کو روا نہیں رکھتا۔ وہی میرا پروردگار ہے اسکے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اس پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی جانب میں توجہ کرتا ہوں۔ اثبات الھداۃ ص ۱۱۲۔ محمد بن حسن حر عاملی۔

عن الرّضاؑ فى حديث انه خو ساجو أثم قال سبحانك ماعرفوك وما وحدوك فمن اجل ذلك وصفوك سبحانك لوعرفوك لوصفوك بما وصفت به نفسك اللّهم لااصفك لا بما وصفت به نفسك ثم قال يا محمدؐ ما شهدله الكتاب والسنة متحن القائلون به اثنابة الهلاة ص ١١٦

امام علی رضا علیہ السلام کے متعلق منقول ہے کہ آپؑ نے سجدہ کیا۔ اور پھر فرمایا خدایا تو پاک و منزہ ہے۔ خدایا ان لوگوں نے نہ تو تجھے پہچانا۔ اور نہ ہی تیری توحید کا انہوں نے اقرار کیا۔ اسی لئے تو انہوں نے جوان کے دل میں آیا۔ ان صفات سے تجھے متصف کیا۔ خدایا اگر وہ تجھے پہچانتے ہوتے تو وہ تیرا وہی وصف بیان کرتے جو تو نے خود ہی اپنا وصف بیان کیا ہے۔ خدایا! میں تیرا وہی وصف بیان کرتا ہوں جو تو نے خود اپنا وصف بیان کیا ہے۔ پھر فرمایا۔ اے محمد! (راوی حدیث کا نام) جس وصف کے

قرآن و سنت گواہی دیں ہم اس کے قائل ہیں۔

عن محمد بن عبيد قال دخلت على الرضاؑ فقال لي قل للعباسي يكف عن الكلام في التوحيد ويكلّم الناس بما يعرفون ويكف عما ينكرون واذا سألك عن الكيفية فقل كما قال ليس كمثله شئ واذا سألوك عن السمع فقل كما قال الله وهوا السميع العليم كلم الناس بمايعرفون

محمد بن عبید کہتا ہے کہ میں امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا عباسی سے کہو کہ وہ توحید کے متعلق گفتگو کرنے سے باز رہے۔ لوگوں سے توحید کے متعلق بس وہی کچھ کہے جسے لوگ جانتے ہوں اور جس چیز کا لوگ انکار کرتے ہوں۔ ایسی باتیں نہ کرے۔ اور جب وہ تجھ سے توحید کے متعلق سوال کرے تو تم جواب میں سورۂ اخلاص پڑھ کر سناؤ اور جب وہ تم سے کیفیت کے متعلق دریافت کرے تو اسے قرآن کی یہ آیت لیس کمثلہ شئی (اس جیسی کوئی چیز نہیں ہے) پڑھ کر سناؤ اور وہ جب تم سے اللہ کی صفت سمع کے متعلق پوچھے تو اسے وھوالسمیع العلیم (اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے) کی آیت پڑھ کر سناؤ۔ لوگوں سے توحید کے متعلق وہی باتیں کرو جنہیں وہ جانتے ہوں۔

باب دوم

ریا کفر و شرک کی مخفی صورت

ایک نادان کا دعویٰ

مصر کا رہنے والا ایک شخص انگور کا خوشہ لے کر فرعون کے دربار میں آیا۔ اور اس سے یہ خواہش کی کہ وہ اس خوشہ انگور کو مروارید میں تبدیل کردے۔ فرعون وہ خوشہ لے کر گھر میں لایا اور انتہائی پریشانی کی حالت میں سوچنے لگا کہ وہ اس خوشہ کو مروارید میں کیسے تبدیل کرے۔ جو کہ اس کے لئے قطعی ناممکن ہے۔ اور اگر وہ اسے مروارید میں تبدیل نہ کرسکا تو پھر خدائی دعویٰ کا بھرم کھلتا ہے۔ چنانچہ وہ اس پریشانی میں مبتلا ہو کر گھر میں بیٹھا تھا کہ اس وقت ابلیس اس سے ملنے کے لئے اس کے دروازے پر آیا اور دروازہ پر دستک دی۔

دستک سن کر فرعون نے پوچھا۔ "کون ہے؟"

شیطان نے کہا۔ "ایسے خدا کے سر پر خاک ہو جسے یہ علم نہیں ہے کہ دروازے پر دستک دینے والا کون ہے۔"

ابلیس گھر میں داخل ہوا اور اس سے خوشہ انگور لیا۔ اور اسمائے الٰہی میں سے ایک اسم پڑھا۔ وہ اسم پڑھتے ہی خوشہ انگور۔ خوشہ مروارید میں بدل گیا۔

پھر فرعون سے کہا کہ "فرعون میرے اندر اتنے کمالات ہیں اس کے باوجود بھی میں نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔ جب کہ تو انتہائی بے کار اور کند ذہن شخص ہے، اس

کے باوجود بھی تو نے خدائی کا دعویٰ کیا ہے۔"

فرعون نے پوچھا۔ " تو نے آدم کو سجدہ کیوں نہ کیا اور راندۂ درگاہ ہونا قبول کرلیا؟"

ابلیس نے کہا "میں نے اس لئے آدم کو سجدہ نہیں کیا کیونکہ میں جانتا تھا کہ اس کی پشت سے تجھ جیسا پلید پیدا ہوگا۔ (۱)

بت پرست کافر کا انجام

جس زمانے میں مہدی عباسی "رے" میں رہتا تھا تو اس کی تعلیم و تربیت کے لئے منصور دوانیقی نے شرقی بن قطامی کو اس کا اتالیق مقرر کیا۔

ایک شب مہدی نے اپنے استاد شرقی بن قطامی سے درخواست کی وہ اسے کوئی دلچسپ واقعہ سنائے، جس کے سننے سے طبیعت کا تکدر دور ہو جائے۔

پھر شرقی نے یہ داستان بیان کی کہ "حیرہ" کے ایک بادشاہ کے دو دوست ہوتے تھے۔ بادشاہ کو ان دونوں دوستوں سے بے حد محبت تھی۔ اور انہیں اپنے سے جدا نہ ہونے دیتا تھا۔

ایک رات بادشاہ نے بہت زیادہ شراب پی لی۔ شراب کے نشے میں دھت ہو کر اس نے تلوار اٹھائی اور اپنے دونوں پیارے دوستوں کو قتل کردیا۔ جب صبح ہوئی تو اس نے ہوش میں آتے ہی سب سے پہلے ان دوستوں کے متعلق دریافت کیا۔

اسے بتایا گیا کہ گزشتہ شب ان دونوں کو اس نے اپنی تلوار سے خود ہی قتل کیا ہے۔ اسے یہ سن کر انتہائی افسوس ہوا۔ اور کافی دیر تک روتا رہا اور کئی دنوں تک اس نے ان کے فراق میں کھانا تک نہ کھایا۔ پھر حکم دیا کہ ان کی لاشوں کو دفن کردیا

۱۔ انوار نعمانیہ ص۔ ۸۰

جائے۔ اور ان کی قبروں پر ایک عظیم الشان قبہ تعمیر کیا جائے۔

چنانچہ حکم کے تحت ان کی قبروں پر بہترین قبہ بنایا گیا اور اس جگہ کا نام غریین رکھا گیا۔

پھر بادشاہ نے ان کے دربار پر چند سرکاری محافظ کھڑے کردیئے اور حکم دیا کہ یہاں سے جو بھی شخص گزرے وہ ان قبروں کو لازمی طور پر سجدہ کرے۔ اگر کوئی شخص سجدہ پر آمادہ نہ ہو تو اسے قتل کردیا جائے۔ لیکن قتل سے پہلے اس کی دو حاجات پوری کردی جائیں۔

حکم کی دیر تھی کہ لوگوں نے ان قبروں کو سجدہ کرنا شروع کردیا ایک دن ایک دھوبی کا وہاں سے گزر ہوا۔ اس نے اپنے کاندھے پر میلے کپڑوں کا ڈھیر اٹھایا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں لکڑے سے بنا ہوا وہ ڈنڈا تھا جس سے وہ کپڑوں کو کوٹتا تھا۔

"غریین" کے محافظوں نے جیسے ہی اسے دیکھا تو اسے وہاں سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ لیکن دھوبی خدا پرست تھا اس نے سجدہ کرنے سے انکار کردیا محافظ اسے پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے آئے اور بتایا کہ یہ شخص سجدہ کرنے سے انکاری ہے۔

بادشاہ نے کہا "وائے ہو تجھ پر تو نے سجدہ کیوں نہ کیا؟"

اس نے کہا "میں نے سجدہ کیا تھا یہ محافظ جھوٹ بولتے ہیں"

بادشاہ نے کہا "میں تجھے قتل کرادینا چاہتا ہوں۔ لیکن مرنے سے پہلے تم اپنی دو حاجات پیش کرسکتے ہو۔ ہم انہیں ضرور پورا کریں گے۔"

دھوبی نے کہا "اگر یہ معاملہ ہے تو میری پہلی حاجت یہ ہے کہ مجھے یہ ڈنڈا بادشاہ کی گردن پر مارنے دیا جائے۔"

بادشاہ نے کہا "جاہل نادان اس حاجت کا تجھے کوئی فائدہ نہیں ہوگا بہتر ہے کہ کوئی ایسی چیز طلب کر جو تیرے اور تیرے خاندان کے لئے مفید ہو۔"

دھوبی نے کہا "ہرگز نہیں میری پہلی حاجت یہی ہے۔"

بادشاہ نے حیران ہو کر اپنے وزیروں سے مشورہ کیا اور کہا کہ بتاؤں اس نادان کے ساتھ کیا کیا جائے؟

وزراء نے کہا۔ "عالی جاہ! چونکہ آپ دو حاجات کے لئے کہہ چکے ہیں لہٰذا وعدہ کر کے مکر جانا اخلاقِ سلاطین کے منافی ہے۔ اسے اس کی حاجت پوری کرنے دیں۔"

یہ سن کر بادشاہ نے کہا۔ "تم پر صد حیف تم کسی نہ کسی طرح سے اس دھوبی کو راضی کرو وہ اس کی بجائے کوئی اور حاجت طلب کرے۔ اگر وہ مجھ سے میری آدھی حکومت بھی طلب کرے گا تو بھی میں دینے کو تیار ہوں۔ لیکن دھوبی کے ہاتھوں ڈنڈا کھانا انتہائی مشکل ہے۔"

دھوبی اپنے پہلے والے مطالبہ پر بضد رہا اور کہا کہ بس میری پہلی خواہش یہی ہے کہ بادشاہ کی گردن پر مجھے ڈنڈا مارنے دیا جائے۔

ناچار بادشاہ کو دھوبی کی شرط قبول کرنی پڑی۔ دھوبی نے اپنا ڈنڈا بلند کیا اور پورے زور سے بادشاہ کی گردن پر رسید کیا۔ بادشاہ بے ہوش ہو گیا۔ کئی دن تک وہ ہوش و حواس میں نہ آیا۔ کپاس کو تر کر کے اس کے منہ میں قطرہ قطرہ پانی ڈالا جاتا تھا۔ پورے ایک سال تک وہ سخت بیمار رہا۔ ایک سال بعد وہ تندرست ہوا۔ غسل صحت بجا لایا۔ اور اہل دربار سے دھوبی کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ہم نے اسی دن سے دھوبی کو قید کر کے زندان میں ڈالا ہوا ہے۔

بادشاہ نے کہا دھوبی کو ہمارے سامنے پیش کیا جائے۔ دھوبی کو بادشاہ کے سامنے لایا گیا تو بادشاہ نے بڑے خشمگیں لہجے میں کہا کہ اب تم جلدی سے اپنی دوسری حاجت پیش کرو پھر میں تمہیں قتل کرادوں گا۔

دھوبی نے کہا۔ "میری دوسری خواہش یہ ہے کہ مجھے وہی ڈنڈا بادشاہ کی گردن کی

دوسری جانب مارنے دیا جائے۔ اس کے بعد بے شک مجھے قتل کر دیا جائے۔"

بادشاہ دھوبی کی یہ خواہش سن کر سخت پریشان ہوا۔ اور کہا "نادان! مجھ سے کوئی ایسی چیز طلب کر جو تجھے فائدہ پہنچا سکے۔"

دھوبی نے کہا ہرگز نہیں میری دوسری خواہش صرف یہی ہے۔ اس کے علاوہ میری کوئی خواہش نہیں ہے۔"

بادشاہ نے اپنے وزراء سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا جناب شرط قبول کئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

بادشاہ نے کہا افسوس اس کی ایک ضرب نے تو مجھے ایک سال تک بستر پر لٹایا ہے۔ اب اگر اس نے دوسری ضرب ماری تو میں مر جاؤں گا۔

آخر کار بادشاہ نے دھوبی سے کہا کہ "جس دن تجھے محافظ گرفتار کر کے میرے پاس لائے تھے اس دن تو تو نے کہا تھا کہ تو نے سجدہ کیا ہے محافظ جھوٹ بولتے ہیں۔"

دھوبی نے کہا "جی ہاں میں نے اس دن یہ بات کہی تھی لیکن تم نے میری بات کو تسلیم نہیں کیا تھا۔"

بادشاہ یہ سن کر اٹھا اور دھوبی کو بوسے دینے لگا اور کہا "میں گواہی دیتا ہوں کہ تو سچ کہتا ہے محافظ جھوٹے ہیں۔"

مہدی یہ داستان سن کر بہت خوش ہوا اور اپنے استاد کو انعام سے نوازا۔ (۱)

خدا پرست، معتزلی اور مشبہہ

ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس تین اشخاص آئے۔ ان میں سے

۱۔ تحفۃ المنتہی ص ۱۵۲، خزائن نراقی

ایک شخص معتزلہ فرقہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اور دوسرے کا تعلق مشبہہ فرقہ سے تھا۔ اور تیسرے شخص کا تعلق مذہب شیعہ سے تھا۔

امام جعفر صادق علیہ الاسلام نے معتزلی سے پوچھا۔ "تو کس کی عبادت کرتا ہے؟ اس نے کہا" میں اس خدا کی عبادت کرتا ہوں جو کوئی صفت نہیں رکھتا" اس کے بعد آپؑ نے فرقہ مشبہہ کے فرد سے پوچھا۔ "تو کس کی عبادت کرتا ہے؟" اس نے کہا۔ "میں اس خدا کی عبادت کرتا ہوں جو صفات محسوسہ رکھتا ہے۔ بعد ازاں آپؑ نے مذہب شیعہ کے پیرو سے پوچھا۔ "تو کس کی عبادت کرتا ہے؟" شیعہ نے کہا "میں اس خدا کی عبادت کرتا ہوں جس میں صفات کمالیہ پائے جاتے ہیں اور انسان اپنی عقل و ادراک سے اس کی صفات بیان کرنے سے قاصر ہے۔"

یہ تینوں جواب سن کر امام علیہ السلام نے معتزلی سے فرمایا تو عدم کی عبادت کر رہا ہے اور مشبہہ سے فرمایا تو صنم کی عبادت کر رہا ہے اور شیعہ سے فرمایا تو خدائے وند عالم کی عبادت کر رہا ہے۔ (۱)

شدّاد اور اس کی جنت

شدّاد کے دور حکومت میں حضرت ہود علیہ السلام نبی تھے۔ اور آپؑ ہمیشہ شداد کو ایمان کی دعوت دیتے تھے۔

ایک دن شدّاد نے پوچھا اگر میں تمہارے کہنے پر ایمان لے آؤں تو تمہارا خدا مجھے اس کا کیا بدلہ دے گا؟

ہود علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تجھے جنت دے گا۔ جس میں تو ہمیشہ کی زندگی بسر کرے گا۔

۱۔ لطائف الطوائف ص ۴۹

شدّاد نے ہود علیہ السلام سے جنت کے اوصاف دریافت کئے تو انہوں نے جنت کی خصوصیات بیان فرمائیں۔ یہ سن کر شدّاد نے کہا مجھے اللہ کی جنت کی کوئی ضرورت نہیں ایسی جنت میں خود ہی تعمیر کراؤں گا۔ اس دن سے شدّاد کی مسلسل یہ کوشش رہی کہ وہ ایک ایسا شہر تعمیر کرے جو کہ ہر لحاظ سے جنت کے مشابہ ہو۔ اس نے اپنے بھانجے ضحاک کے پاس پیغام بھیجا اور اس وقت ضحاک کی ایران پر حکومت تھی کہ تم جتنی زیادہ مقدار میں سونا چاندی روانہ کرسکتے ہو روانہ کرو۔ ضحاک جتنا سونا چاندی روانہ کرسکتا تھا اس نے روانہ کیا۔

اور اطراف مملکت میں اس نے اپنے نمائندے روانہ کئے جو کہ بہت بڑی مقدار میں سونا چاندی جمع کر کے لائے۔ اس نے ماہرین تعمیرات کو اپنے ہاں بلایا۔ اس نے جنت کے لئے ملک شام میں ایک صحت افزاء مقام کا انتخاب کیا اور وہاں ایک مضبوط و مستحکم شہر پناہ تعمیر کرائی اس کے درمیان میں اس نے سونے اور چاندی کا محل تعمیر کرایا اس کی دیواروں کو قیمتی جواہر سے مزیّن کیا۔ اس نے شہر کے وسط میں ایک ایسی نہر بنائی جس کے پانی میں سنگریزوں کی بجائے جواہرات بہتے تھے اور اس نے سونے کے خوبصورت درخت لگوائے جن کے خوشوں میں مشک و عنبر کو استعمال میں لایا گیا۔ اور جیسے ہی ہوا چلتی مشک و عنبر کی خوشبو پورے شہر میں پھیل جاتی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ محل کے اردگرد اس نے سونے کے بارہ ہزار کمرے تعمیر کرائے اور ہر طلائی کمرہ کو یاقوت و جواہر سے مرصّع کیا گیا۔ اور اطراف و جوانب سے خوبصورت اور جوان عورتوں کو وہاں لایا گیا۔ الغرض یہ عظیم الشان جنت نما شہر پانچ سو سال میں مکمل ہوا۔ اور شدّاد کو اس کی تکمیل کی اطلاع دی گئی۔ اس وقت شدّاد حضر موت میں تھا یہ اطلاع پاتے ہی اپنے ساتھ بہت بڑا لشکر لے کر اپنی جنت کی جانب روانہ ہوا۔ ابھی شہر سے ایک منزل کے فاصلے پر تھا کہ اس نے ایک ہرن دیکھا

جس کے پاؤں چاندی اور سینگ سونے کے تھے۔ ہرن کو دیکھ کر اس نے اس کے پکڑنے کا فیصلہ کرلیا اور اس کے پیچھے اپنا گھوڑا لگایا کچھ دیر بعد اپنے لشکر سے جدا ہوگیا۔ وہ صحرا میں اکیلا و تنہا گھوڑا دوڑا رہا تھا کہ اچانک اسے ایک سوار نظر آیا جو کہ انتہائی ہیبت ناک شکل و صورت رکھنے والا تھا۔ اس نے شدّاد کو پکار کر کہا "شدّاد! تو نے عالی شان محل تعمیر کر کے یہ سمجھ لیا ہے کہ تو اب موت سے پنجہ سے بھی آزاد ہو چکا ہے۔"

یہ سن کر شدّاد کا رواں رواں کانپنے لگا اور اس سے پوچھا "تو کون ہے؟"

اس نے جواب دیا میں ملک الموت ہوں۔ شدّاد نے کہا اس وقت تمہیں مجھ سے کیا کام ہے اور میرے مزاحم کیوں ہو رہے ہو؟

ملک الموت نے کہا "میں صحرا میں تیری روح قبض کرنے آیا ہوں شدّاد نے کہا مجھے کم از کم اتنی مہلت دے دو تاکہ میں اس شہر کو جاکر اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔ ملک الموت نے اجازت نہ دی۔ چنانچہ شدّاد گھوڑے سے گرا اور صحرا میں مر گیا۔ اور اس کے لشکر نے ایک آسمانی چنگھاڑ سنی تو پورے کا پورا لشکر آنِ واحد میں ختم ہو گیا اور جنت جانے کے بجائے قبرستان چلا گیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ اللہ تعالیٰ نے عزرائیلؑ سے پوچھا "روح قبض کرتے ہوئے کبھی تمہیں کسی پر ترس بھی آیا؟"

ملک الموت نے عرض کی جی ہاں دو دفعہ مجھے بڑا ترس آیا۔ پہلی دفعہ اس وقت مجھے ترس آیا جب سمندر میں ایک ماں اپنے نوزائیدہ بچے کے ہمراہ سفر کر رہی تھی، سمندر میں طوفان آیا، کشتی ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ وہ ماں ایک ٹکڑے پر اپنے نوزائیدہ بچے کو لے کر سمندر میں محو سفر تھی۔ اس وقت مجھے آپ کا حکم ملا کہ اس عورت کی روح قبض کرلی جائے۔ چنانچہ میں نے اس عورت کی روح قبض کرلی اور وہ بچہ اس

تختے پر اکیلا رہ گیا اور وہ تختہ ایک جزیرہ پر جا لگا۔ اور دوسری مرتبہ مجھے شدّاد کی روح قبض کرتے ہوئے ترس آیا اگرچہ وہ یعنی دشمنِ خدا تھا لیکن اس نے بڑی محنت سے جنت تعمیر کرائی تھی اور تو نے اسے دیکھنے کا موقع تک نہ دیا۔

جب ملک الموت دونوں مواقع بیان کرچکا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے صدا آئی کہ ملک الموت تم نے دونوں مرتبہ ایک ہی شخص پر رحم کیا۔ تختے پر جس بچہ کو تم نے دیکھا تھا ہم نے اس کی پرورش کی، اُسے عزت و عظمت دی اسے اقتدار دیا اور وہ بدبخت ہمارا منکر بن بیٹھا۔ اور ہماری جنت کے مقابلہ میں اپنی جنت تیار کرنے لگا۔ در حقیقت شدّاد ہی وہ نوزائیدہ بچہ تھا جس کی ماں کی تم نے روح قبض کی تھی۔ خدا کے انکار کا یہ نتیجہ تو دنیا میں ہے۔ اور آخرت کا عذاب اس سے کہیں زیادہ ہے۔ (۱)

ریاکار اور قیامت

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے تین افراد بارگاہ خداوندی میں پیش کیا جائے گا۔ اور وہ یہ لوگ ہیں۔ (۱) جس نے قرآن حفظ کیا ہوگا (۲) جس نے راہ خدا میں جہاد کیا ہوگا (۳) دولت مند شخص۔

خداوند عالم پہلے قرآن کے قاری کو فرمائے گا میں نے تیرے لئے قرآن کو آسان بنایا تھا تو نے قرآن یاد کرنے کے بعد کیا کیا؟

اس وقت وہ جواب دے گا۔ خدایا! میں دن رات قرآن پڑھا کرتا تھا خداوند عالم فرمائے گا۔ تو جھوٹا ہے اور فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹا ہے۔ تو اس لئے قرآن پڑھا کرتا تھا کہ لوگ تیری تعریف کریں۔ اور کہیں کہ فلاں شخص قاری ہے۔ تجھے تیری نیت کے مطابق دنیا میں اس کا اجر مل چکا ہے۔

۱۔ روضۃ الصفا

اس کے بعد خداوند عالم دولت مند شخص سے فرمائے گا۔ میں نے تجھے وسعت رزق سے نواز تھا تجھے کسی کا محتاج نہیں بنایا تھا۔ تم نے اس دولت سے کیا کیا؟

دولت مند شخص عرض کرے گا پروردگار! تو نے مجھے دولت سے نوازا تھا میں پوری زندگی صلہ رحمی کرتا رہا اور تیری راہ میں دولت خرچ کرتا رہا۔

آواز قدرت آئے گی تو جھوٹا ہے۔ فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹا ہے۔ تو اس لئے فیاضی اور سخاوت کرتا تھا کہ لوگ تیرے متعلق کہیں کہ فلاں شخص بڑا سخی ہے۔ تیری نیت کے مطابق دنیا میں تجھے یہ اجر مل چکا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ جنگجو مجاہد سے خطاب فرمائے گا تو نے دنیا میں کیا کیا؟

وہ عرض کرے گا خدایا! تو نے جہاد کا حکم دیا تھا میں نے تیرے حکم پر جہاد کیا اس وقت اسے آواز قدرت سنائی دے گی تو جھوٹا ہے، اور فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹا ہے۔ تو نے میری رضا کے جذبہ کے تحت جہاد نہیں کیا تھا۔ تو اسلئے جنگوں میں شریک ہوتا تھا کہ لوگ تیری جرأت و شجاعت کی تعریف کریں اور تیرا یہ مقصد دنیا میں تجھے مل چکا۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے انہی گروہوں کے ذریعہ سے آتش جہنم کو بھڑکایا جائے گا۔ (۱)

ریا سے بچنے کی ایک مثال

ایک دن جناب عبداللہ شوستری شیخ بہائی کی ملاقات کے لئے ان کے گھر گئے۔ اور کچھ دیر شیخ بہائی کے ہاں بیٹھے رہے۔ اسی اثناء میں اذان ہوگئی۔

شیخ بہائی نے عبداللہ شوستری سے امامت نماز کی درخواست کی اور شوق ظاہر کیا

۱۔ انوار نعمانیہ ص ۲۵۱۔ اسرار الصلوٰۃ شہید ثانی

کہ وہ ان کی اقتدار میں نماز پڑھنا چاہتے ہیں۔

عبداللہ شوستری نے کچھ دیر غور و فکر کیا۔ اور امامت سے معذوری کا اظہار کر کے اپنے گھر واپس آگئے۔ کسی نے ان سے دریافت کیا تھا کہ آپ نے اس دن شیخ بہائی کی درخواست کو قبول کیوں نہیں کیا تھا؟

تو انہوں نے جواب دیا جب شیخ بہائی نے مجھے امامت نماز کا حکم دیا تو میں نے اپنے نفس میں ایک قسم کا تغیر پایا۔ اور مجھ میں ایک طرح کی خود پسندی پیدا ہونے لگی کہ شیخ بہائی جیسے بزرگ میری اقتدار میں نماز پڑھنے کو اپنے لئے باعث افتخار سمجھتے ہیں۔ چنانچہ میں اسی خود پسندی اور ریا کے ڈر سے اپنے گھر واپس چلا آیا(۱)

ریا کتنا مخفی ہوتا ہے؟

ایک عابد شخص نے اپنی تیس سالہ نماز کا اعادہ کیا۔ اور وہ بھی ایسی تیس سالہ نماز کو اس نے دوبارہ پڑھا جسے وہ جماعت کی صفِ اوّل میں ادا کر چکا تھا۔

جب اس سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ تیس سال تک میں متواتر صف اول میں بجماعت نماز ادا کرتا رہا لیکن ایک دن کسی وجہ سے مجھے دیر ہوگئی جب میں مسجد میں پہنچا تو صف اول پر ہو چکی تھی مجھے دوسری صف میں کھڑا ہونا پڑا۔ اور جیسے ہی میں دوسری صف میں کھڑا ہوا تو مجھے ایک طرح کی شرمندگی سی محسوس ہوئی کہ ہمیشہ صف اول میں کھڑا ہونے والا شخص دوسری صف میں کچھ اچھا نہیں لگتا۔ اسی سے مجھے اندازہ ہوگیا کہ میری تیس سالہ نمازوں میں خود پسندی اور ریاکاری کا عنصر شامل تھا۔ اسی لئے میں نے ان نمازوں کا اعادہ کیا۔ (۲)

۱۔ روضات الجنات ص ۳۶۶

۲۔ کشکول شیخ بہائی ص ۵

ریاکار عابد

بنی اسرائیل میں ایک عابد ہوا کرتا تھا۔ جس نے سالہا سال خداوند تعالیٰ کی عبادت کی تھی۔ ایک مرتبہ اس نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اسے اس کا مقام دکھایا جائے۔ اگر میرے عمل مقبول ہوں گے تو پھر میں اور زیادہ محنت سے نیک عمل بجا لاؤں گا۔ اور اگر وہ تیری رضا کے مطابق نہ ہوئے تو مزید عبادت و زہد کے ذریعہ سے ان کی تلافی کروں گا۔

خواب میں اسے یہ جواب سنائی دیا اللہ کے نزدیک تیرا کوئی نیک عمل موجود نہیں ہے۔ کیونکہ تو نے جب بھی کوئی نیک کام کیا تو لوگوں کو اس سے آگاہ کیا اور تیری جزا بس یہی ہے کہ لوگوں نے تیرے اعمال کی تعریف کردی۔

عابد کو اپنی کوتاہی پر شرمندگی ہوئی چند دن بعد اسے خواب میں بتایا گیا اپنی جان کو دوزخ سے بچانا چاہتے ہو تو اپنے جسم کی تمام رگوں کی مقدار میں روزانہ صدقہ دو۔

اس نے عرض کی خدایا! تو بہتر جانتا ہی کہ میں مفلس انسان ہوں میرے پاس اتنی دولت نہیں ہے کہ اپنی رگوں کی مقدار میں روزانہ صدقہ دے سکوں۔ اسے جواب سنائی دیا کہ ہم کسی کی طاقت سے زیادہ اسے تکلیف نہیں دیتے تم روزانہ تین سو ساٹھ دفعہ۔

سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الاّ اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الاّ باللہ

پڑھا کرو، ہر کلمہ تمہاری ہر رگ کا صدقہ شمار ہوگا۔ عابد یہ سن کر بہت خوش ہوا اور کہا خدایا مجھے اس سے زیادہ پڑھنے کا حکم دیا ہوتا، تو آواز آئی اس مقدار سے جتنا زیادہ پڑھو گے تمہارے اجر میں اضافہ ہوگا۔ (۱)

۱۔ بحار الانوار جلد ۱۸ ص ۵۲۳۔ نقل از دعوات راوندی

بہت ہی غمگین ہوا

سیّد نعمت اللہ جزائری انوار نعمانیہ کے ص ۲۵۱ پر رقم طراز ہیں۔ ایک شخص کو ریاکاری کی عادت تھی۔ وہ اپنی تمام تر عبادت لوگوں کے دکھانے کے لئے کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے اپنے دل میں سوچا کہ پوری زندگی تو میں نے ریاکاری کی عبادت کی ہے۔ ایک رات ریا سے مبرا ہو کر بھی عبادت کرلوں اس نے دل میں فیصلہ کیا کہ فلاں محلّہ میں ایک ویران سی مسجد ہے۔ آج رات میں وہاں جاکر نماز پڑھوں گا جیسے ہی لوگوں کی آمدورفت موقوف ہوئی۔ وہ اس مسجد میں چلا گیا اور وہاں خلوت میں جاکر نمازیں پڑھنے لگا۔

اسی اثنا میں اس نے مسجد کے دروازہ کھلنے کی صدا سنی۔ تو جذبہ ریا سے سرشار ہوا اور دل میں کہا چلو اچھا ہے اس محلّہ والے میری نمازوں سے واقف نہ تھے کوئی نہ کوئی تو اس مسجد میں آہی گیا جو میری نمازیں دیکھے گا اور لوگوں کو میرے زہد و تقویٰ کی اطلاع دے گا۔

چنانچہ اس نے وہ پوری رات عبادت میں صرف کردی۔ جیسے ہی صبح ہوئی اور روشنی پھیلی تو اس نے دیکھا کہ مسجد کے ایک کونے میں سیاہ رنگ کا کتا سویا ہوا ہے جو کہ رات کی بارش سے بھاگ کر اس ویران مسجد میں چلا آیا تھا۔

یہ دیکھ کر وہ انتہائی غمگین ہوا اور اپنے چہرے پر تھپڑ مارے اور اپنے آپ سے کہنے لگا میں کتنا بدنصیب ہوں کہ میں ساری رات ایک سیاہ کتے کی خاطر عبادت کرتا رہا۔ اس سے پہلے میں اپنے جیسے انسانوں کو اپنی عبادت میں شریک کرتا تھا اور آج رات میں نے سیاہ کتے کو اپنی عبادت میں شریک کیا ہے۔

ریاکار رسوا ہوتا ہے

اصمعی کہتے ہیں کہ کوفہ سے بلال بن ابی بردہ نامی ایک شخص عمر بن عبدالعزیز کے پاس شام آیا۔ اور اس شخص نے معمولی علیک سلیک کے بعد مسجد کو ہی اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔ مسجد کے ایک ستون کے قریب بیٹھ کر ہمیشہ ذکر الٰہی میں مصروف رہتا تھا۔

عمر بن عبدالعزیز اس کی ظاہری عبادت سے بڑا متاثر ہوا۔

اس نے ایک دن اپنے ساتھی علاء بن مغیرہ سے کہا کہ میں اس شخص کی عبادت دیکھ کر متاثر ہوا ہوں اگر اس کا باطن اس کے ظاہر کی طرح ہے تو پھر یہ شخص عراق کی گورنری کے قابل ہے۔

علاء بن مغیرہ نے کہا میں اس کو آزماتا ہوں۔ اور اس کے باطن کی آپ کو خبر کردوں گا۔

علاء بن مغیرہ مسجد کے اس ستون کے پاس گیا جہاں وہ مصروف نماز تھا۔ اسے کہا کہ آپ نماز مختصر کریں مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے۔

اس نے نماز مختصر کی تو علاء نے کہا کہ تو بخوبی جانتا ہے کہ میں امیر کا مقرب خاص ہوں اور وہ مجھ پر بے حد اعتماد کرتا ہے۔ اگر میں تیرے لئے سفارش کروں تو وہ تجھے عراق کا والی بنادے گا لیکن پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ تم اس کے عوض میری کیا خدمت کروگے؟

اس شخص نے کہا اگر تم نے مجھے والیِ عراق مقرر کرادیا تو میں تجھے ایک لاکھ بیس ہزار درہم دوں گا۔

علاء بن مغیرہ نے کہا ایسا کرو تم مجھے اس کی تحریر لکھ کر دو تاکہ میں مطمئن ہوجاؤں۔ اس نے ایک لاکھ بیس ہزار درہم کی تحریر لکھ دی۔

اس کے بعد علاء بن مغیرہ وہ تحریر لے کر عمر بن عبدالعزیز کے پاس آیا۔ اور اسے وہ تحریر پڑھائی۔

عمر بن عبدالعزیز نے والیِ کوفہ کو ایک خط لکھا جس میں تحریر کیا۔ اما بعد فان بلالا غرنا بالله فكدنانغتربه ثم سبكناه فوجدناه خبثا كله۔

بلال بن ابی بردہ اپنی عبادت و ریاضت کے ذریعہ ہمیں دھوکا دینا چاہتا تھا اور ہم بھی دھوکا کھانے ہی والے تھے۔ اب جو ہم نے اسے آزمایا تو ہم نے اسے خبیث پایا۔ (۱)

"الاذکیاء" کے مؤلف علامہ ابن جوزی اس حکایت کے بعد لکھتے ہیں کہ ایک شیریں سخن واعظ نے ایک بادشاہ کو وعظ نصیحت کی۔ واعظ کے جانے کے بعد بادشاہ نے بہت سا مال اس کے گھر بھیج دیا۔ مال لے جانے والے ملازم جب واپس آئے تو بادشاہ نے پوچھا کہ واعظ نے ہمارا ہدیہ قبول کیا ہے یا نہیں؟

ملازمین نے بتایا کہ واعظ نے خوش ہوکر سارا مال اپنے پاس رکھ لیا۔ تو بادشاہ نے کہا۔ كلنا صياد و لكن الشباك مختلف "ہم سب کے سب شکاری ہیں لیکن ہر شخص کے پاس جال مختلف ہیں۔"

چند روایات

قال رسول الله ان الله يقول انا اغنى الانبياء من اشرك من عمل عملاً صالحاً فلشرك فيه غيرى فعيبى له فاناالا اقبل الاّ ماكان خالصاًلى "انوار النعمانیہ"

جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں

ا۔ الاذکیاء ابن جوزی ص ۴۱

کسی کو شریک بنانے سے بالکل بے نیاز ہوں۔ جس نے بھی کوئی نیک کام کیا اور اس میں میرے عغیر کو شریک کیا۔ز تو اگر اس عمل میں اس نے کچھ حصہ خالصتاً میرے لئے بھی کیا ہوگا تو میں وہ حصہ بھی اس غیر کو دے دوں گا میں بس صرف وہی عمل قبول کرتا ہوں جو میرے لئے خالص ہو۔

روی عن ابی عبدالله (ع) فی قول الله عزوجل و مایؤمن اکثرهم باالله الاوهم مشرکون قال هوقول الرجل لولا فلان لهلکت ولولا فلان مااصبت کذاوکذا ولولا فلان لضاع عیالی الاتری انه قدجعل لله شریکا فی ملکه یرزقه ویدفع عنه قلت فیقول ماذا یقول لولا ان من الله علّی بفلان هلکت قال نعم لابأس بهذا ونحوه. الوسائل کتاب جہاد

قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ۔ وما یومن اکثرهم بالله الدوهم مشرکون کی تفسیر کرتے ہوئے امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ شرک کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ ایک شخص کسی دوسرے کے متعلق یہ الفاظ کہے کہ اگر فلاں نہ ہوتا تو میں ہلاک ہو جاتا۔ اور اگر فلاں شخص نہ ہوتا تو مجھے وہ چیز نہ ملتی اور اگر فلاں نہ ہوتا تو میرا خاندان تباہ ہو جاتا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس نے ان الفاظ کے ذریعے سے لوگوں کو اللہ کا شریک بنایا جو اس سے ضرر کو بھی دور کرتے ہیں۔اور اسے رزق و روزی بھی فراہم کرتے ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا کہ اگر ایسے مواقع پر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر فلاں شخص کے ذریعہ سے اللہ مجھ پر احسان نہ کرتا تو میں ہلاک ہو جاتا۔ تو کیا اس قسم کے الفاظ کہنے درست ہیں امام علیہ السلام نے فرمایا۔"جی ہاں اس قسم کے الفاظ میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔"

قال ابو عبد الله علیه السلام لو ان قوما عبدو الله وحده لاشریك له واقامو الصلوة واتوا الزکوة وحجوا البیت وصاحواشهر رمضان ثم قالو الشئی صفه الله ارصفه رسول

الله ألاضع بخلاف الذی صنع او وجدو اذلك فی قلوبهم لکا نوابذلك مشرکین ثم تلا هذه الایة فلا وربك لایؤ منون حتّی یحکموك فیما شجر بینهم ثم لایجدوا فی انفسهم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما ثم قال ابوعبدالله فعلیکم باتسلیم

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا" اگر انسانوں کا ایک گروہ خداوند عالم کی عبادت کرے اور نماز پڑھے اور زکوۃ دے، بیت اللہ کا حج اور ماہ رمضان کے روزے رکھے پھر اللہ یا رسولؐ کے کسی حکم کے متعلق یہ کہے کہ ایسا حکم کرنے کی جائے اللہ اور رسولؐ اس طرح کا حکم دیتے تو بہتر تھا۔ یا خدا اور رسولؐ کے فیصلہ کے خلاف اپنے دل میں کوئی تنگی اور ناراضگی محسوس کریں تو وہ مشرک ہو جائیں گے۔ پھر آپ نے فلا وربك ...... کی آیت تلاوت فرمائی۔ حبیبؐ! آپ کے رب کی قسم وہ مؤمن نہیں بن سکتے جب تک اپنے تمام باہمی تنازعات کا آپ کو فیصل تسلیم نہ کرلیں۔ پھر آپ کے فیصلہ کے خلاف اپنے دلوں میں کسی طرح کی تنگی محسوس نہ کریں اور آپ کے فیصلہ کو اس طرح سے تسلیم کریں جیسا کہ تسلیم کرنے کا حق ہے۔

پھر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا تمہیں تسلیم سے کام لینا چاہئے۔

اندافی باب الکفر و اشرك

عن ابی جعفر ان الله تعالیٰ نصب علیّاً علما بینه وبین خلقه فمن عرفه کانه مومناً ومن انکره کان کافر اومن جهله کان ضالا ومن نصب معه شیأ کان مشرکاً ومن جاء بولایة دخل الجنّه ومن جاء بعد امته دخل النّار الوافی باب وجوه انکفر

امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان علی کو پرچم بنایا۔ جس نے اس کی معرفت حاصل کی وہ مؤمن بنا۔ اور جس نے اس کا انکار کیا وہ کافر بنا اور جو اس سے بے خبر رہا وہ گمراہ ہوا۔ اور جس نے علی کے مقام میں کسی غیر کو شریک کیا وہ مشرک ٹھہرا۔ اور جو علی کی ولایت لے کر اللہ

کے حضور پہنچا وہ جنت میں داخل ہوا۔ اور جو کوئی علی علیہ السلام کی عداوت لے کر آیا وہ دوزخ میں داخل ہوا۔

باب سوم

اطاعت انبیاء کا نتیجہ

عظمت مؤمن

ابن شہاب زہری روایت کرتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان نے چند سپاہیوں کو امام زین العابدین علیہ لسلام کی گرفتاری کے لئے مدینہ روانہ کیا۔ سپاہی مدینہ آئے اور امام عالی مقام کو انہوں نے طوق و زنجیر پہنائے۔ اور انہیں اپنے ساتھ شام کی طرف لے کے گئے۔ میں سپاہیوں کے پاس گیا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ مجھے امام سے ملاقات کی اجازت دی جائے۔ انہوں نے مجھے اجازت دی میں امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہیں زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھا۔ امام علیہ السلام کی یہ حالت دیکھ کر میں رونے لگا اور عرض کی کہ کاش یہ زنجیر میری گردن میں ہوتی اور آپؑ آزاد ہوتے۔ یہ سن کر امام علیہ السلام نے تبسّم فرمایا اور ارشاد کیا کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ زنجیر مجھے اذیت دے رہی ہے۔ سنو ایسا ہرگز نہیں ہے اس وقت امام نے اپنے ہاتھ پاؤں کو زنجیر سے باہر نکالا۔ اور فرمایا کہ زہری! تم پر جب بھی کوئی ایسا موقع آئے تو اپنے اللہ کو پکارو اور اس کے عذاب کو یاد کرو۔ اور یہ بھی سن لو کہ میں ان سپاہیوں کے ساتھ دو منزلوں سے زیادہ نہیں رہوں گا۔

اس واقعہ کو تین دن گزرے کہ میں نے ان سپاہیوں کو سراسیمہ ہو کر مدینہ واپس آتے دیکھا۔ اور وہ حضرت کو مدینہ میں تلاش کر رہے تھے۔ مگر حضرت وہاں موجود

نہیں تھے۔ میں نے سپاہیوں سے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہم امام علیہ السلام کے اردگرد بیٹھے تھے کہ یکایک امامؑ کی زنجیر ٹوٹ کر دور جاگری اور حضرت ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوگئے اب ہم انہیں تلاش کر رہے ہیں مگر وہ ہمیں کہیں نظر نہیں آئے۔

زہری کہتے ہیں کہ میں شام گیا اور عبدالملک بن مروان سے ملاقات کی۔ انہوں نے مجھ سے امام زین العابدین علیہ السلام کے متعلق پوچھا تو میں نے ان کے اوجھل ہونے کا واقعہ بیان کیا۔

عبدالملک نے کہا کہ واقعہ یہ ہے کہ امام جیسے ہی سپاہیوں کی نگاہوں سے اوجھل ہوئے اسی وقت میرے پاس شام میں پہنچ گئے اور مجھے فرمایا۔ مالما وانت "تمہارے ساتھ میرا کیا واسطہ ہے؟

میں نے کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ رہیں۔ انہوں نے فرمایا لیکن میں تمہارے ساتھ رہنا نہیں چاہتا۔

یہ کہہ کر میرے پاس سے اٹھ کر چلے گئے۔ اور میں ان کے رعب و دبدبہ سے بہت زیادہ مرعوب ہوا اور ان کی ہیبت سے میرے کپڑے تک نجس ہوگئے۔

میں نے بادشاہ سے کہا کہ تمہیں امام زین العابدین علیہ السلام سے کسی قسم کا خوف کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور انہیں تمہاری حکومت سے کوئی سروکار نہیں ہے وہ تو اللہ کی یاد میں ہر وقت مستغرق رہتے ہیں۔

عبدالملک نے کہا یقیناً ایسا انسان خوش نصیب ہے جو ہر وقت اللہ کی یاد میں رہتا ہو۔ (۱)

۱۔ مجمع النورین و بحار الانوار ج ۱۱

بینا اور نابینا

ابوبصیرؒ کہتے ہیں میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں مسجد نبوی میں گیا مسجد میں لوگوں کی آمدورفت جاری تھی۔ حضرتؑ نے مجھ سے فرمایا کہ ان لوگوں سے پوچھو کہ انہیں میں (امام محمد باقرؑ) نظر آرہا ہوں۔

میں نے لوگوں سے پوچھنا شروع کیا کہ تم نے امام محمد باقر علیہ السلام کو دیکھا؟

تو سب مجھے یہی جواب دیتے کہ ہم نے حضرتؑ کو نہیں دیکھا۔ جبکہ حضرت سب کے سامنے بیٹھے تھے۔ مگر کوئی بھی شخص انہیں نہیں دیکھ رہا تھا۔ اتنے میں ابوہارون نابینا وہاں آیا۔ امام علیہ السلام نے مجھے فرمایا کہ اس سے پوچھو۔ تو میں نے اس نابینا سے پوچھا کہ تم نے امام باقر علیہ السلام کو دیکھا؟ تو اس نے کہا جی ہاں وہ سامنے تو بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا تم نے امام عالی مقام کو کیسے دیکھ لیا جب کہ تم تو نابینا ہو؟

اس نے کہا میں کیسے نہ دیکھوں آپ نور درخشاں اور روشن آفتاب ہیں۔

جنت میں مؤمن کے گھر کا حدود اربعہ

ہشام بن حکم راوی ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں ایک کوہستانی شخص آیا اور آپ کو دس ہزار درہم دیئے۔ اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں اس وقت حج کے لئے جارہا ہوں آپ اس رقم سے میرے لئے ایک مکان خرید لیں میں چاہتا ہوں کہ حج سے واپس آنے کے بعد میں اس مکان میں اپنے اہل و عیال سمیت رہوں۔

وہ شخص حج کے لئے روانہ ہوگیا۔ حج سے فارغ ہو کر وہ شخص امام علیہ السلام کی خدمت میں آیا امام علیہ السلام نے اسے ایک رسید لکھ کر دی، جس میں تحریر تھا کہ

میں نے تمہارے لئے جنت میں ایک مکان خریدا ہے جس کا حد اول جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کے ساتھ ملحق ہے اور اس کی دوسری حد امیر المومنین علیہ السلام کے گھر کے ساتھ ملحق ہے۔ اس کی تیسری حد حسن علیہ السلام کے گھر کے ساتھ ملحق ہے۔ اور اس کی چوتھی حد امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ملحق ہے۔

کوہستانی شخص جنت کے مکان کی رسید لے کر بہت خوش ہوا اور امام علیہ السلام نے اس کی رقم اولاد حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام میں تقسیم کر دی۔

چند دن بعد وہ شخص بیمار ہوا اور اپنے رشتہ داروں کو اپنے پاس بلایا اور ان سے کہا کہ مجھے یقین ہے جو کچھ امام جعفر صادقؑ نے لکھ کر دیا ہے وہ حق ہے میں چاہتا ہوں کہ میں جب مر جاؤں تو اس رسید کو میرے ساتھ قبر میں دفن کر دینا۔

چند دن بعد وہ شخص فوت ہو گیا رشتہ داروں نے اس کی وصیت کے مطابق امام علیہ السلام کی لکھی ہوئی رسید اس کے کفن میں رکھ دی۔ دوسرے دن وہی رسید قبر کے اوپر موجود تھی جس کے دوسری طرف یہ عبارت درج تھی کہ اللہ کے ولی جناب صادق نے جو وعدہ کیا تھا، اسے اللہ نے پورا کر دیا۔ (۱)

سیدّ رضی اور واقعیات

ایک دن سید رضی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے بھائی سید مرتضیٰ علم الھدیٰ کی امامت میں نماز پڑھی۔ جب نماز تمام ہو گئی تو انہوں نے اپنے بھائی سے کہا کہ میں آئندہ آپ کے پیچھے نماز نہیں پڑھوں گا۔ انہوں نے پوچھا وہ کیوں؟ تو سیدّ رضیؒ نے کہا میں نے دیکھا کہ تم عورتوں کے خون میں غلطاں تھے۔

ا۔ بحار الانوار ج ۱۱۔ احوال امام صادقؑ

سیدّ مرتضیٰ نے تصدیق کی۔ اور کہا کہ جو کچھ آپ نے دیکھا ہے درست ہے۔ میں نماز میں خون حیض کے مسائل میں الجھا ہوا تھا۔

یہی روایت ایک اور طرح سے بھی مروی ہے کہ سیدّ رضی، سیدّ مرتضیٰ کی امامت میں نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے کشف کیا کہ ان کا بھائی خون میں غلطاں ہے۔ انہوں نے نماز توڑ دی اور مسجد سے باہر آگئے۔ اور تمام راہ یہی کہتے آئے کہ افسوس جو کچھ میں نے دیکھا۔

سیدّ مرتضیٰؒ نماز پڑھانے کے بعد بڑی جلدی سے گھر تشریف لائے۔ اور اپنے والدہ گرامی سے بھائی کے طرز عمل کی شکایت کی۔ ماں نے اپنے بیٹے رضی کو اس فعل پر ملامت کی تو سیدّ رضی نے کہا۔ اماں جان! میں نے بھائی کو دیکھا کہ وہ عورتوں کے خون میں سراسر غلطاں تھے، اس حالت میں میں ان کی اقتداء میں نماز کیسے پڑھتا۔

یہ سن کر سیدّ مرتضیٰ نے فرمایا۔ آپؑ کی بات درست ہے ایک عورت نے مجھ سے مسائل حیض دریافت کئے تھے اس لئے میں نماز میں بھی ان مسائل میں الجھا ہوا تھا۔ (۱)

اگر لوگ اللہ کی اطاعت کرتے تو درندے ان کے مطیع ہوتے

شیخ ابی حازم بن عبدالغفار رازی ہیں کہ میں اور ابراہیم ادہم منصور دوانقی کے عہد حکومت میں کوفہ گئے۔ انہی دنوں امام جعفر صادق علیہ السلام بھی کوفہ آئے ہوئے تھے۔ چند دن بعد امام نے مدینہ جانے کی تیاری کی تو اہلیان کوفہ بڑی تعداد میں انہیں الوداع کہنے کے لئے جمع ہو گئے۔ مشایعت کرنے والوں میں ابن ثوری اور ابراہیم ادہم بھی شامل تھے۔ اور یہ ایسے گروہ میں شامل تھے جو امام سے آگے آگے چل رہا تھا۔ ناگاہ

۱۔ منتہی الآمال ج ۲ ص ۵۷۷

راستے میں ایک شیر کھڑا نظر آیا۔ تمام قافلہ شیر کی وجہ سے رک گیا اور ابراہیم ادہم نے کہا کہ تم سب اپنے مقام پر ٹھہر جاؤ اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے آنے کا انتظار کرو۔ جب امام جعفر صادق آئے تو لوگوں نے انہیں بتایا کہ راستے میں شیر کھڑا ہوا ہے۔ امام آگے بڑھے اور وہاں آئے جہاں شیر نے قافلہ کا راستہ روکا ہوا تھا۔ امام علیہ السلام نے اسے کان سے پکڑ کر دور ہٹا دیا۔ اور شیر نے کسی قسم کی مزاحمت نہ کی۔ پھر امام علیہ السلام نے فرمایا اگر لوگ اپنے پروردگار کی اطاعت کرتے تو درندے ان کے مطیع ہوتے۔ لوگ اپنا سامان سفر بھی درندوں پر لادا کرتے۔ (۱)

امام کی پیروکاروں پر شفقت

علامہ طبرسیؒ اعلام الوریٰ میں رقم طراز ہیں کہ عبداللہ بن سنان کہتا ہے کہ کچھ فاخرہ لباس ہارون الرشید کو بطور ہدیہ کسی نے دیا۔ ہارون نے وہی فاخرہ لباس اپنے وزیر علی بن یقطین کو دے دیا۔ اس لباس میں ایک کھلے گلے والی ایک قمیض تھی جسے "دراعہ" کہا جاتا ہے، اور وہ قمیض قیمتی ریشم سے بنائی گئی تھی۔ اور بڑی نفاست سے اس پر طلاکاری کی گئی تھی۔ الغرض وہ قمیض ہر لحاظ سے بادشاہ کو ہی زیب دیتی تھی علی بن یقطین نے اس شاہانہ قمیض سمیت تمام فاخرہ لباس مزید ہدایا سمیت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں مدینہ بھیج دیا۔ امام علیہ السلام نے اس وقت وہ مال قبول کرلیا۔ مگر ساتھ ہی ایک اور قاصد کے ہاتھوں آپ نے وہ شاہانہ قمیض علی بن یقطین کو واپس بھجوادی۔ اور ساتھ ہی تحریر فرمایا کہ اسے سنبھال کر رکھو ایک دن تمہیں اس کی ضرورت پڑے گی۔

اتفاق سے ایک مرتبہ علی بن یقطین اپنے کسی غلام پر ناراض ہوا اور اس غلام کو

۱۔ روضات الجنات ص ۴۱

اس امر کا علم تھا کہ علی بن یقطین بادشاہ کا ہدیہ امام موسیٰ کاظم کی نذر کرچکا ہے۔ چنانچہ اس غلام نے ہارون ارشید کے ہاں جاکر چغلی کھائی کہ علی بن یقطین امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی امامت کا قائل ہے۔ اور ہر سال خمس اور دوسرا مال ان کے پاس روانہ کرتا ہے۔ اور سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ وہ شاہی قمیض "دراعہ" جو آپ نے اسے دی تھی اس نے وہ بھی امام موسیٰ کاظمؑ کے پاس بھیج دی ہے۔

یہ سن کر ہارون کو سخت غصہ آیا اور غلام سے کہا اگر تمہاری بات غلط ثابت ہوئی تو تجھے قتل کرادیا جائے گا۔ غلام نے کہا درست ہے۔ میں ہر سزا کے لئے تیار ہوں۔

اس کے بعد علی بن یقطین کو دربار میں طلب کیا گیا۔ ہارون الرشید نے کہا کہ میں نے غلطی سے شاہی قمیض دراعہ تمہاری حوالے کردی تھی مجھے اس کی ضرورت ہے اب وہ کہاں ہے؟

علی بن یقطین نے کہا وہ میرے گھر میں موجود ہے اور میں نے اسے بڑی احتیاط سے خوشبو لگاکر الماری میں رکھا ہوا تھا۔ اور بطور تبرک میں اس کو روزانہ بوسہ دیتا ہوں۔ ہارون نے کہا جلدی سے منگواؤ۔

علی بن یقطین نے اپنے ایک غلام کو حکم دیا کہ تم میرے گھر جاؤ فلاں الماری کے فلاں صندوق میں وہ قمیض موجود ہے۔ اسے لے آؤ، غلام گیا اور مذکورہ قمیض لے آیا۔

ہارون یہ دیکھ کر خوش ہوا اور کہا کہ اب میں تمہارے خلاف کسی کی بات کا اعتبار نہیں کروں گا۔ چغل خور غلام کے متعلق ہارون نے حکم دیا کہ اسے ایک ہزار تازیانے مارے جائیں۔ پانچ سو تازیانے کھانے کے بعد اس غلام کی موت واقع ہوگئی۔

اہل بیت علیہم السلام سے رابطہ کریں

یہ روایت بھی علامہ طبرسیؒ نے اعلام الوریٰ میں نقل کی ہے کہ محمد بن فضیل

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمارے محدثین میں یہ اختلاف ہوا کہ پاؤں کا مسح پاؤں کی انگلیوں سے شروع کر کے ٹخنے پر ختم کرنا چاہئے۔ یا ٹخنے سے شروع کر کے پاؤں کی انگلیوں پر ختم کرنا چاہئے۔

علی بن یقطین نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے نام ایک خط لکھا۔ جس میں تحریر کیا کہ ہمارے محدثین کا پاؤں کے مسح میں اختلاف ہو چکا ہے۔ آپؑ سے درخواست ہے کہ آپ اس کی وضاحت کریں۔

چند دن بعد امام عالی مقام کی طرف سے جواب موصول ہو۔ جس میں تحریر تھا، علی بن یقطین! جب تم وضو کا ارادہ کرو تو تین مرتبہ کلی کرو، تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالو، تین مرتبہ اپنے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے دھوؤ، پھر اپنے ہاتھوں کو دھوؤ بعد ازاں اپنے سر اور گردن کا مسح کرو اور آخر میں اپنے پاؤں دھو ڈالو۔ اور خبردار میرے حکم کی مخالفت نہ کرنا۔

امام عالی مقام کا یہ مکتوب جیسے ہی علی بن یقطین کو ملا تو وہ سخت متعجب ہوا کیونکہ یہ طریقہ مذہب عامۃ کا تھا۔ جس کا مذہب اہل بیت سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ بہر نوع علی بن یقطین نے کہا کچھ ہو، میرے امام کا فرمان ہے۔ مجھے اس کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔ چنانچہ اس نے مذہب عامہ کے مطابق وضو شروع کر دیا۔

اسی اثنا میں ایک درباری نے ہارون کے پاس علی بن یقطین کی شکایت کی کہ وہ مذہب شیعہ رکھتا ہے۔ ہارون نے اپنے درباریوں سے کہا پہلے بھی مجھے اس قسم کی شکایات موصول ہوتی رہی ہیں لیکن میں نے جب بھی تحقیق کی تو وہ شکایت ہمیشہ غلط ثابت ہوئی۔

ایک درباری نے کہا شیعہ مسئلہ وضو میں ہماری مخالفت کرتے ہیں آپ کسی وقت اس کے اس طریقے کی نگرانی کریں۔ کہ وہ آپ کو نہ دیکھتا ہو اور آپ اسے دیکھ سکیں

تو اس وقت اس کا تشیع کھل کر سامنے آجائے گا۔ کیونکہ شیعہ ہمیشہ آخر میں پاؤں دھونے کے بجائے پاؤں کا مسح کرتے ہیں۔ ہارون موقع کی تلاش میں رہا حتیٰ کہ اسے وہ موقع جلد ہی مل گیا۔ جیسے ہی وقت نماز ہوا علی بن یقطین اپنے گھر میں بیٹھ کر وضو کرنے لگا اور اس کے ساتھ ہی ایک بلند و بالا منزل کی چھت پر بیٹھ کر ہارون اس کا وضو دیکھنے لگا۔ اس نے فرمان امام کے تحت بالکل وہی وضو کیا جیسا کہ سواد اعظم کے افراد کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر ہارون نے کہا کہ میں پھر کبھی اس کے خلاف کسی شکایت پر کان نہ دھروں گا۔ ہارون کے دربار میں علی بن یقطین کے مرتبہ اور درجہ میں اضافہ ہو گیا اس واقعہ کے دوسرے دن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا ایک خط علی بن یقطین کو ملا جس میں تحریر تھا۔ اے علی! آج کے بعد اسی طرح سے وضو کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکم دیا ہے۔ چہرہ کو ایک مرتبہ واجب اور ایک مرتبہ سنت کی نیت سے دھوؤ اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سے انگلیوں تک دھوؤ، بعد ازاں سر کا مسح کرو، پھر پاؤں کی انگلیوں سے ٹخنوں تک مسح کرو۔ مجھے تمہارے متعلق جو خوف تھا وہ زائل ہو چکا ہے۔ والسلام۔ (۱)

علی بن یقطین وہ شخصیت ہیں کہ انکے متعلق داؤد رقی بیان کرتے ہیں کہ میں عید قربان کے دن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا میں نے جتنا وقت عرفات میں بسر کیا علی بن یقطین میرے دل و دماغ میں موجود رہا۔

یہ وہی علی بن یقطین ہے کہ ایک سال مقام عرفات میں اس کی جانب سے تلبیہ کرنے والوں کی گنتی کی گئی تو وہ پچاس افراد تھے۔ جو اس کی طرف سے رقم لے کر اس کی نیابت میں حج کرنے آئے تھے۔ (۲)

۱۔ کشکول بحرانی ج ۲ ص ۱۳۳
۲۔ تحفۃ المنتہیٰ ص۔ ۱۶۹

پیروان ائمہ کی موت

شیخ صدوق نے اپنے استاد سے امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت کی ہے اور انہوں نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مومن کو اپنے انجام کی ہمیشہ فکر رہتی ہے اور وہ ہمیشہ اس امر کی تمنا رکھتا ہے کہ اس کا انجام بخیر ہو اور رضائے الٰہی کے مطابق ہو۔ جب اس کی موت کا وقت پہنچتا ہے اور ملک الموت کو دیکھتا ہے تو تقاضائے بشریت کے تحت اپنے مال و اولاد کی جدائی کی وجہ سے سخت غمگین ہوتا ہے۔ تو اس وقت ملک الموت اسے ندا کرکے کہتا ہے کیا کوئی عقل مند ایسے مال و دولت کے لئے پریشان ہوسکتا ہے۔ جو اس کے لئے فائدہ مند نہ ہو۔ اور جب کہ خداوند عالم نے اس بے فائدہ مال و دولت کے عوض ہزاروں گنا زیادہ دولت و ثروت دی ہو۔ تو مومن کہتا ہے نہیں اس حالت میں غمگین نہیں ہونا چاہئے۔ تو اس وقت ملک الموت اشارہ کرکے کہتا ہے کہ اوپر نگاہ اٹھا کر دیکھو۔ جب مومن اوپر نظر کرتا ہے اسے جنت کے عالی شان مکانات نظر آتے ہیں۔ جو کہ اس کی آرزو کی حدود سے بھی زیادہ بہتر ہوتے ہیں۔ ملک الموت کہتا ہے یہ جنت میں تیرا مکان ہے اور تیرے خاندان کے صالح افراد کو بھی اللہ عنقریب تیرا ہمسایہ بنادے گا۔ تو کیا دنیا معمولی سے مال و دولت کے بدلے میں جنت کی یہ نعمات تمہارے لئے بہتر نہیں ہیں؟

اس وقت مومن کہے گا خدا کی قسم میں راضی ہوں۔ بعد ازاں ملک الموت مومن سے کہتا ہے کہ ایک دفعہ دوبارہ اوپر نگاہ کرو۔ اب جو مومن اوپر دیکھے گا تو مجھے یعنی رسول کریم، امیر المومنین، حسن مجتبیٰ اور حسین علیہ السلام کو مقام اعلیٰ علیین

میں دیکھے گا۔ ملک الموت اسے کہے گا کہ یہ ہستیاں تیری دمونس غمگسار ہیں۔ اب جن لوگوں کو تم اپنے پیچھے چھوڑ کر جارہے ہو تمہیں وہ زیادہ عزیز ہیں یا یہ ذوات طاہرہ عزیزہ ہیں؟

مومن کہے گا مجھے یہ ذواتِ طاہرہ تمام لوگوں سے زیادہ عزیز ہیں۔ میں ان کی رفاقت میں راضی ہوں۔

امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام اور طبیب

کتاب ریاض القدس میں ایک ہزار حکایات درج ہیں۔ ان میں سے ایک حکایت یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بیمار ہوئے اور ان کے علاج کے لئے ایک یہودی طبیب کو بلایا گیا۔ آپ علیہ السلام نے طبیب سے فرمایا علاج میں جلدی نہ کرو میرا ایک دوست ہے مجھے پہلے اس سے مشورہ کرنے دو۔ اس کے بعد آپ نے طبیب سے رخ موڑا اور قبلہ کی طرف منہ کرکے یہ دو شعر پڑھے۔

انت امرضتنی وانت طبیبی
فتفضل بنظرۃ یا حبیبی
واسقنی من شراب ودك كأسا
ثم زدنی حلاوۃ التقريب

خدایا تو نے مجھے بیمار کیا ہے۔ اور تو ہی میرا طبیب ہے اپنا فضل کرتے ہوئے، اس بندہ پر نظر کرم فرما۔ اپنی محبت والفت کا مجھے جام پلا۔ اور مقام قربت کی شیرینی کا اس میں اضافہ فرما۔

امام علیہ السلام نے ان اشعار کو ابھی ختم ہی کیا تھا کہ صحت کے آثار طاری ہونے لگے اور طبیب بڑی حیرت سے دیکھتا رہا تھوڑی دیر کے بعد امام علیہ السلام مکمل طور پر

تندرست ہو چکے تھے۔

جب یہودی طبیب نے یہ منظر دیکھا۔ اور امام کے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔ اور کہا کہ پہلے میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں طبیب ہوں اور آپؑ بیمار ہیں۔ لیکن اب مجھے پتہ چلا کہ میں بیمار ہوں اور آپؑ طبیب ہیں۔ مہربانی فرما کر میرا علاج فرمائیں۔

امام علیہ السلام نے اسے اسلام کی دعوت دی اور وہ مسلمان ہو گیا۔

ائمہ کے پیروکار غریب نہیں ہوتے

ایک شیعہ امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور امام علیہ السلام کے حضور اپنے فقر و فاقہ کی شکایت کی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا تو ہمارا شیعہ ہو کر مفلسی کا دعویٰ کرتا ہے۔ جب کہ ہمارے تمام شیعہ تو بے نیاز اور غنی ہیں۔ تمہارے پاس تو ایک فائدہ مند تجارت ہے جس نے تجھے بے نیاز کر دیا ہے۔

اس نے عرض کی بھلا میرے پاس کونسی تجارت ہے ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ اگر کوئی دولت مند شخص تجھے کہے کہ میں پوری روئے زمین کو چاندی سے بھر کر تجھے اس شرط پر دوں گا کہ تو اہل بیت پیغمبر کی محبت کو اپنے دل سے نکال دے۔ اور ان کے دشمنوں سے دوستی پیدا کر لے۔ تو کیا تو ہماری مودت کے بدلہ میں یہ دولت قبول کرو گے ؟

تو اس نے کہا فرزند رسول ہرگز نہیں اگر پوری روئے زمین سونے سے بھر کر بھی مجھے دی جائے تو بھی میں قبول نہیں کروں گا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا پھر تو تو غریب نہیں ہے۔ دنیا میں بے نوا وہ ہے جس کے پاس وہ دولت نہ جو تمہارے پاس ہے۔ بعد ازاں امام نے اس مومن کو کچھ مال و

دولت دے کر رخصت کر دیا۔ (۱)

سپاہِ امام

ایک مرتبہ متوکل نے اپنی تمام فوج کو حکم دیا کہ وہ فلاں روز میرے سامنے حاضر ہو متوکل امام علی نقی علیہ السلام کو لے کر شہر سے باہر آیا۔ متوکل نے فوج کو حکم دیا کہ ہر فوجی مٹی کا ایک ٹوکرا بھر کر ایک مخصوص مقام پر ڈالتا جائے۔

چنانچہ متوکل کی فوج نے صبح سے عصر تک ایک مقام پر ایک ایک مٹی کا ٹوکرا ڈالنا شروع کیا وہاں بہت بڑا پہاڑ نما ٹیلہ وجود میں آگیا اس ٹیلہ کو "تل المخالی" کہا جاتا تھا یعنی ٹوکروں والا ٹیلا۔

متوکل امام علی نقی علیہ السلام کو لے کر اس ٹیلہ پر چڑھا۔ اور کہا کہ آپؑ نے میرا لشکر دیکھا ؟ اس لشکر کی موجودگی میں کوئی شخص میری کیا مخالفت کر سکے گا ؟

دراصل وہ اس فوجی مظاہرہ اور اپنے ان الفاظ سے امام علی نقی علیہ السلام کو مرعوب کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اسے ہمیشہ یہ اندیشہ دامن گیر رہتا تھا کہ ممکن ہے امام علیہ السلام کسی وقت اس کے خلاف خروج نہ کر لیں۔

امام علیہ السلام نے متوکل سے فرمایا۔ بہت اچھا تم نے تو ہمیں اپنا لشکر دکھایا ہے کیا تم بھی ہمارا لشکر دیکھنا چاہو گے ؟

اس نے کہا کیوں نہیں، اگر آپ کے پاس بھی لشکر ہے تو ہمیں بھی دکھائیں۔

اس کے کہنے کی دیر تھی کہ امام نے اپنے ہاتھ دعا کے لئے بلند فرمائے اس وقت متوکل نے دیکھا کہ مشرق سے مغرب تک اور زمین سے آسمان تک ملائکہ کے لشکر کے لشکر ہیں۔

ا۔ انوار نعمانیہ ص ۳۴۹

یہ منظر دیکھ کر متوکل اتنا سراسیمہ ہوا کہ غش کر گیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا متوکل! مت گھبراؤ ہم تمہارے ساتھ کسی طرح کی جنگ نہیں چاہتے۔ ہم امر آخرت میں مشغول ہیں ہم تم سے کسی قسم کی مزاحمت پسند نہیں کرتے۔ (۱)

رُشید ہَجَری کی طاقت

علامہ مجلسی بحار الانوار کی جلد نہم میں رقم طراز ہیں کہ رُشید را کی پیش سے پڑھا جاتا ہے اور ہَجَری، ہَجَر کی طرف نسبت کی وجہ سے ہے اور "ہجر" بحرین کا دارالحکومت ہے اور لفظ ہجر میں ہ اور ج پر زبر پڑھی جاتی ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام اسے "رشید البلایا والمنایا" کہا کرتے تھے۔ اور امیر المومنین علیہ السلام نے اسے علم المنایا والبلایا عطا کیا تھا۔ اس علم کے اثر کی وجہ سے وہ جس شخص کو دیکھتے تو بتا دیتے تھے اسے فلاں بیماری لاحق ہوگی۔ یا فلاں شخص اسے قتل کرے گا۔ اور جیسا وہ کہتے ویسے ہی حالات رونما ہوا کرتے تھے۔

کتاب اختصاص میں ہے کہ ابن زیاد لعین نے رشید ہجری کی تلاش کا حکم دیا تو رشید ہجری اس کے خوف سے پوشیدہ ہو گئے۔ ایک دن ابواراکہ کے گھر وارد ہو گئے۔

ابواراکہ کا تعلق امیر المومنین کے اصحاب خاص سے تھا۔ اور بعض علماء اسے اصبغ بن نباتہ، مالک اشتر اور کمیل بن زیاد کی طرح امیر المومنین کے صحاب خاص میں شمار کرتے ہیں۔ اور رجال شیعہ میں آل ابی اراکہ کو خاص مقام حاصل ہے۔

ابواراکہ بہت سے دوستوں سمیت اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ رشید ہجری اس کے گھر میں وارد ہوئے۔ رشید کو دیکھ کر ابواراکہ سخت پریشان ہوئے

۱۔ انوار نعمانیہ ص ۳۰۴

اور گھر میں داخل ہو کر اس کمرے میں آئے جہاں رشید بیٹھے ہوئے تھے۔ اور آتے ہی رشید پر ناراضی کا اظہار فرمایا اور کہا کہ رشید بہت ہی افسوس ہے۔ تم مجھے قتل اور میرے بچوں کو یتیم کرانا چاہتے ہو۔

رشید نے کہا اس کی کیا وجہ ہے؟

ابواراکہ نے کہا شاید تجھے معلوم ہی نہیں ہے کہ ابن زیاد لعین تمہاری تلاش میں ہے۔ اس کے جاسوس قدم قدم پر تمہیں تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ اب جو تو میرے گھر میں داخل ہوا ہے اور تجھے اور لوگوں نے بھی داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا ہے۔ تو مجھے یقین ہے کہ تو اپنے ساتھ مجھے بھی قتل کرائے گا۔

یہ سن کر رشید نے کہا کہ آپ بالکل نہ گھبرائیں۔ آپ کے علاوہ مجھے کسی نے آپ کے گھر داخل ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔

ابواراکہ نے کہا تو گویا اب تم میری بے بسی کا مذاق اڑا رہے ہو؟

ابواراکہ نے ازراہ احتیاط ایک کمرے میں اسے بند کر کے اوپر تالا لگا دیا۔

مقصد یہ تھا کہ اور لوگوں کو رشید کے متعلق علم نہ ہو۔ اور اگر بالفرض ابن زیادؒ کو پتہ چل بھی جائے تو بھی ابواراکہ یہ کہہ سکیں کہ میں نے اسے گرفتار کر لیا ہے۔

اس کے بعد ابواراکہ اپنے ان دوستوں کے پاس آئے جو گھر کے باہر دروازے پر جمع تھے ان سے ابواراکہ نے اس خدشہ کا اظہار کیا کہ کیا آپ لوگوں نے کسی سفید ریش بزرگ کو ہمارے مکان میں داخل ہوتے ہوئے تو نہیں دیکھا؟

سب نے نفی میں سر ہلایا۔ اور کہا نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم نے کسی بزرگ کو آپ کے گھر میں داخل ہوئے نہیں دیکھا۔

یہاں سے مطمئن ہو کر ابواراکہ ابن زیاد کے دربار میں یہ دیکھنے کے لئے گئے کہ دربار میں تو رشید ہجری کا کوئی تذکرہ نہیں ہو رہا۔

ابوارا کہ کہتے ہیں کہ میں وہاں جاکر ایک کرسی پر ابھی بیٹھا ہی تھا کہ میں نے دیکھا رشید ہجری میرے خچر پر سوار ہو کر دارالامارہ آرہے ہیں۔ یہ دیکھ کر میرے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

ابن زیاد نے جیسے ہی انہیں دیکھا ان کے استقبال کے لئے دوڑا آیا اور انہیں گلے سے لگایا ان کے چہرے کے بوسے لئے، اور بار بار ان سے پوچھ رہا تھا کہ آپ کب تشریف لائے اور کون سے ذریعے سے یہاں پہنچے؟ اور آپ نے رہائش کہاں رکھی ہوئی ہے؟

کچھ دیر بعد رشید دار الامارہ سے اٹھ کر چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد میں نے ابن زیاد سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون تھے؟

ابن زیاد نے کہا یہ میرے ایک شامی بزرگ ہیں۔ اور ہماری ملاقات کے لئے یہاں کوفہ تشریف لائے ہیں۔

اب جو ابوارا کہ اپنے گھر واپس آئے تو رشید ہجری کو اسی مقفل کمرہ میں بند پایا۔ ابوارا کہ نے بے ساختہ کہا۔ رشید! اللہ نے تمہیں یہ مقام دیا ہے۔ اب تم جب بھی چاہو میرے گھر آسکتے ہو۔ میں ہمیشہ آپ کے استقبال کے لئے آمادہ رہوں گا۔

قدرتِ امام کی ہلکی سی جھلک

ایک دن حضرت جابر بن عبداللہ انصاری حضرت امام باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اپنی تنگ دستی اور فاقہ کشی کی شکایت کی، امام علیہ السلام نے فرمایا اس وقت ہمارے پاس ایک درہم تک موجود نہیں ہے۔

اس وقت کمیت جو کہ آل محمد کے مخلص شیعہ اور قادر الکلام شاعر تھے۔ وہ بھی اظہار ارادت کے لئے امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی

فرزند رسول! میں نے آپ کی مدح میں نظم لکھی ہے اگر آپ اجازت دیں تو آپ کو سناؤں؟

امام علیہ السلام نے اجازت دی، کمیت نے اپنی نظم سنائی۔

امام علیہ السلام نے غلام کو حکم دیا کہ ساتھ والے کمرے میں جاؤ اور وہاں سے ایک تھیلی لاؤ۔ جس میں دس ہزار درہم ہیں، غلام وہ تھیلی لایا آپؑ نے وہ تھیلی کمیت کو عطا فرمائی۔

کمیت نے عرض کی اگر آپ کی اجازت ہو تو میں آپ کو اپنی دوسری نظم بھی سناؤں؟ آپؑ نے اجازت دی۔ کمیت نے اجازت پاکر دوسری نظم بھی امام علیہ السلام کو سنائی۔ امام علیہ السلام نے غلام کو پھر حکم دیا کہ جاؤ اسی کمرے سے ایک اور تھیلی لاؤ۔ اس میں دس ہزار درہم ہیں۔ غلام تھیلی لے کر آیا اور آپ نے وہ تھیلی بھی کمیت کو عطا فرمائی۔

کمیت نے عرض کی مولا! اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کو اپنی ایک اور نظم بھی سناؤں؟

امام علیہ السلام نے اجازت دی۔ کمیت نے تیسری نظم بھی آپ کو سنائی۔
امام نے یہ نظم سن کر غلام کو حکم دیا کہ جاؤ اسی کمرہ سے ایک اور تھیلی لاؤ جس میں دس ہزار درہم ہیں۔

غلام حسب حکم ایک اور تھیلی لایا۔ آپؑ نے وہ تھیلی بھی کمیت کو عطا فرمائی۔
کمیت نے کہا مولا! میں نے یہ اشعار مال دنیا کی غرض سے نہیں لکھے تھے میں نے حق مودت کی ادائیگی کے لئے یہ اشعار کہے ہیں۔ مجھے اس رقم کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر امام علیہ السلام نے وہ رقم واپس لینے سے انکار کر دیا کمیت چلے گئے۔ بعد ازاں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری نے عرض کی مولا! میں نے تو اپنی تنگ دستی کی

آپکے پاس شکایت کی تھی لیکن آپؑ نے مجھے یہ فرمایا کہ آج ہمارے پاس ایک درہم تک نہیں ہے۔ لیکن آپؑ نے کمیت کو تیس ہزار درہم عطا کئے ہیں۔ یہ سنکر امام علیہ السلام نے فرمایا۔ جابر! تم اس کمرے میں جاؤ اور جاکر دیکھو کہ وہاں کچھ درہم ہیں۔

جابر کہتے ہیں میں اس کمرے میں گیا تو اس میں ایک درہم بھی نہیں تھا۔

جابر یہ منظر دیکھ کر حیران ہوئے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا جابر! حیران مت ہو یہ جو کچھ تم نے دیکھا یہ ہماری قدرت کی ایک ہلکی سی جھلک تھی۔ ہم نے چاہا کہ تمہیں بھی کچھ جھلک دکھادی جائے۔ (۱)

کمیت اور اس کا عقیدہ

محمد بن سہل کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ کمیت کے ہمراہ امام جعفر صادق کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کمیت نے عرض کی میں نے چند شعر لکھے ہیں اگر آپ اجازت دیں تو میں سنادوں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ بڑے باعظمت دن ہیں (ان میں شعر پڑھنا مناسب نہیں ہے)

کمیت نے عرض کی مولا! یہ اشعار آپ کے خاندان کے متعلق میں نے لکھے ہیں۔امام نے فرمایا تو اچھا سناؤ۔ کمیت نے شعر پڑھنے شروع کئے۔ امام صادق علیہ السلام نے اشعار سن کر بہت گریہ کیا۔ اور جب کمیت اپنی اس شعر پر پہنچے۔

یعیب به الرامون من توس غیرهم

فیا آخر اسدی له الغی اول

۱۔ الغدیر ج ۲ ص ۱۹۸

ان کے اغیار ان کے تیر سے صحیح نشانہ لگا رہے ہیں۔ اور ان کے پہلے شخص نے ہی آخری شخص تک گمراہی پھیلائی ہے۔

تو امام صادق علیہ السلام نے دعا کے لئے اپنے ہاتھ بلند کئے اور فرمایا۔ خدایا کمیت کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما اور اس کے پوشیدہ اور علانیہ گناہوں سے درگزر فرما۔ اور اسے اپنے لطف و کرم سے اتنا حصہ عطا کر کہ وہ راضی ہو جائے۔ اس کے بعد آپ نے ہزار دینار رقم عطا فرمائی اور اس کے ساتھ نئے کپڑے بھی عطا فرمائے۔

کمیت نے کہا۔ آقا! خدا کی قسم میں دنیا کی وجہ سے آپ کو دوست نہیں رکھتا اگر دنیا کا حصول ہی میرا مطمع نظر ہوتا تو میں ان لوگوں کے پاس جاتا جن کے ہاتھ میں دنیا ہے۔ میں اپنی آخرت کے سنوارنے کے لئے آپ سے محبت کرتا ہوں مہربانی فرمائیں۔ آپ یہ تمام زر و دولت مجھ سے واپس لے لیں اور اس کے بدلہ میں اپنا استعمال شدہ کوئی کپڑا عنایت فرمائیں جو میرے لئے تبرک کا کام دے۔ امام علیہ السلام نے اس کے اصرار پر مال و دولت واپس لے لیا۔ اور اپنا ایک استعمال شدہ قمیض ان کے حوالے کر دیا۔

جب شیر بھیڑوں کا رکھوالا بنا

شیخ صدوق امالی میں فرماتے ہیں کہ امام صادق علیہ السلام نے ابوذر کے ایمان لانے کے واقعہ کو اس طرح سے بیان فرمایا۔

ابوذر مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر اپنی بھیڑیں چرا رہے تھے کہ دائیں جانب سے ایک بھیڑیئے نے ان کے ریوڑ پر حملہ کیا۔ ابوذر نے اپنی لاٹھی کے ذریعہ سے اسے دور کیا۔ کچھ دیر بعد پھر اسی بھیڑیئے نے ریوڑ کے بائیں جانب حملہ کیا۔ ابوذر نے اسے پھر دور کیا۔ اور کہا خدا کی قسم میں نے اپنی زندگی میں اس سے بدترین بھیڑیا

کبھی نہیں دیکھا۔ بھیڑیئے نے زبان فصیح میں جواب دیا۔ کہ میں نے مکہ کے لوگوں سے زیادہ برا کوئی شخص نہیں دیکھا، اللہ نے ان میں ایک عظیم شخص کو نبی بنا کر بھیجا اور وہ اسے گالیاں دیتے ہیں۔ اور اس کے مقام کو نہیں جانتے۔ بھیڑیئے کی اس گفتگو نے ابوذر کے دل میں گہرا اثر ڈالا۔ انہوں نے اپنی بہن سے کہا کہ وہ ان کے لئے زادِ راہ اور پانی کا ایک برتن تیار کرے۔ میں مکہ جاکر امر واقعہ کی تحقیق کرنا چاہتا ہوں۔

موسم انتہائی گرم تھا۔ گرم لو کے جھونکے چل رہے تھے کہ ابوذر مکہ میں وارد ہوئے اور پانی پینے کے لئے چاہ زمزم پر آئے انہوں نے جیسے ہی ڈول کو کنوئیں میں ڈالا تو ان کے ڈول میں پانی کی بجائے دودھ آیا۔ انہوں نے دودھ دیکھ کر کہا یہ بھیڑیئے کی صداقت کی پہلی دلیل ہے۔

اس کے بعد وہ خانہِ خدا میں آئے اور انہوں نے دیکھا کہ مسجد الحرام کی ایک جانب بہت سے افراد جمع ہیں اور پیغمبر کو برا بھلا کہہ رہے ہیں۔ اتنے میں دور سے ابوطالب آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ اور ابوطالب کو دیکھ کر یہ لوگ کہنے لگے کہ بات کو مختصر کرو کہ اس کا چچا آرہا ہے۔

ابوطالب آئے اور کافی دیر تک ان سے گفتگو کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کی مجلس برخاست ہوگئی اور تمام افراد اپنے اپنے گھروں کو چل دیئے ابوذر، ابوطالب کے پیچھے چل دیئے۔

راستے میں ابوطالبؑ نے ان سے پوچھا۔ تمہیں مجھ سے کوئی کام ہے؟

ابوذر نے کہا میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے کا خواہش مند ہوں اور میں ان پر ایمان لانا چاہتا ہوں۔

ابوطالبؑ انہیں رسول کریم کی خدمت میں لے گئے۔ ابوذر نے بھیڑیئے کا قصہ سنایا اور پھر مسلمان ہوگئے۔ جناب رسول خدا نے فرمایا اب تم واپس اپنے قبیلے میں چلے

جاؤ تمہارا چچا زاد بھائی فوت ہوگیا ہے۔ اس کے مال و دولت کی جاکر حفاظت کرو اور جب تک ہمارا امر ظاہر نہ ہو تم وہاں رہو۔

ابوذر واپس آئے اور آکر دیکھا کہ ان کا چچا زاد بھائی فوت ہوچکا تھا۔ انہوں نے اس کے مال کو جمع کیا اور اپنے قبیلہ میں تبلیغ اسلام کرتے رہے۔

جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو ابوذر نے بھی ہجرت کی اور مسجد قبا میں رسول خداؐ سے ملاقات کی اور عرض کی کہ یارسول اللہؐ! میرے پاس اس وقت ساٹھ بھیڑیں ہیں، میں نہیں چاہتا کہ میں سارا دن انہیں چراتا رہوں، لیکن مجبور ہوں، میرے پاس اتنی دولت نہیں ہے، کہ کسی کو ریوڑ کا چرواہا مقرر کرسکوں۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تم جاؤ اور اپنا ریوڑ چراؤ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی سبب فرمائے۔ ابوذر گئے اور چھے دن تک واپس نہ آئے اور جب ساتویں دن حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا بھیڑیں کس کے حوالہ کرکے آئے ہو؟

انہوں نے عرض کی کہ میں صحرا میں مشغول نماز تھا کہ ایک بھیڑیا آیا اور میری ایک بھیڑ کو اٹھا لیا۔ میں نے نماز نہ توڑی۔ اور اس دوران شیطان میرے دل میں وسوسہ ڈالتا رہا کہ اگر تو اس طرح سے نماز پڑھتا رہا تو تیرا تمام ریوڑ بھیڑیئے کھا جائیں گے۔ مگر میں نے ابلیس کے اس وسوسہ کو نظر انداز کردیا۔ پھر وہ بھیڑیا دوبارہ آیا اور ایک اور بھیڑ کو اٹھا لیا، میں نے اپنی نماز کو پھر بھی قطع نہ کیا۔ میں نماز میں مصروف تھا کہ میں نے دیکھا ایک شیر آیا۔ جس نے بھیڑیئے کے ٹکڑے کردیئے۔ اور میری بھیڑوں کو ساتھ لے کر ریوڑ میں لے آیا اور فصیح زبان میں مجھ سے خطاب کرکے کہا۔ اے ابوذر! نماز میں مشغول رہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تیری بھیڑوں کا چرواہا بنایا

ہے۔ نماز کے بعد شیر میرے پاس آیا اور کہا میں تیرے ریوڑ کی گلہ بانی کروں گا اور تم حضور اکرمؐ کے پاس جاؤ اور وہاں جاکر میرا سلام عرض کرو۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ یااباذرانك احسنت طاعة الله فسخرلك من يطيعك فى كف العوادى عنك۔ ابوذر! تو نے اچھی طرح سے اللہ کی، اطاعت کی تو اللہ نے تمہارے لئے وہ حیوان مسخر کردیا، جو تجھے اور مصائب سے نجات دلاتا ہے۔ (۱)

سلمان کو پہچانیں

ایک دن حضرت سلمانؓ اور حضرت ابوذرؓ اکٹھے بیٹھے باتیں کر رہے تھے اور درمیان میں ایک دیگچی آگ پر چڑھی ہوئی تھی اور جوش مار رہی تھی۔ اچانک وہ دیگچی پتھروں سے نیچے گری۔ لیکن اس میں سے ایک دانہ بھی نہ باہر آیا۔ حضرت سلمانؓ نے اپنے خالی ہاتھوں سے اسے پکڑ کر دوبرہ پتھروں پر رکھ دیا۔ کچھ دیر بعد وہ دیگچی پھر دوبارہ الٹ گئی مگر اس دفعہ بھی اس میں سے کچھ بھی باہر نہ نکلا۔ حضرت سلمانؓ نے خالی ہاتھوں سے اسے پکڑ کر دوبارہ پتھروں پر رکھ دیا۔

حضرت ابوذرؓ یہ دیکھ کر سخت حیران ہوئے۔ اور وہاں سے اٹھ کر سیدھے سرکار امیر المومنین علیہ السلام کے پاس آئے۔ اور تمام ماجرا آپؑ کو سنایا امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا۔ ابوذر! جو کچھ سلمانؓ جانتا ہے اگر وہ اپنا تمام علم تمہارے سامنے بیان کردے تو تم کہو گے کہ اللہ سلمان کے قاتل پر رحم فرمائے۔

یاد رکھو سلمان اللہ کا دروازہ ہے جس نے اسے پہچانا وہ مومن ہے اور جس نے اس کا انکار کیا وہ کافر ہے۔

۱۔ روضۃ الواعظین، محمد بن فتال نیشاپوری

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت مقداد جناب سلمانؓ کے پاس گئے تو وہاں ایک عجیب منظر دیکھا کہ ایک دیگچی پتھروں پر رکھی ہوئی ہے۔ اور وہ بغیر کسی آگ کے کھول رہی ہے۔ مقدادؓ نے متعجب ہوکر سلمان سے کہا۔ بندہ خدا! دیگچی کے نیچے آگ نہیں ہے پھر بھی دیگچی کھول رہی ہے۔ سلمانؓ نے یہ سن کر دو پتھر اٹھائے اور دیگچی کے نیچے ڈال دیئے تو وہ انگاروں کی طرح سے دہکنے لگے۔ اور دیگچی زیادہ کھولنے لگی۔ سلمانؓ نے مقدادؓ سے کہا کہ دیگچی کے جوش کو کم کرو۔ مقدادؓ نے کہا میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہے جسے میں دیگچی میں ماروں۔ یعنی کوئی چمچہ و کفگیر نہیں ہے۔ سلمان نے اپنے ہاتھ کو چمچ کی طرح دیگچی میں مارا۔ جس سے اس کے جوش میں کمی واقع ہوگئی۔ اور ہاتھ سے کچھ مقدار نکال کر مقداد کے سامنے رکھی اور دونوں نے مل کر کھایا۔

اس واقعہ کو دیکھ کر مقدادؓ سخت وحشت زدہ ہوگئے۔ اور رسول کریمؐ کو یہ داستان جاکر سنائی۔ (۱)

میثم تمار کی عظمت

جس سال حضرت امام حسین علیہ السلام نے مدینہ سے ہجرت فرمائی۔ حضرت میثم تمار بھی اسی سال مکہ گئے تھے۔ پھر مکہ سے مدینہ گئے اور حضرت امّ سلمٰی امّ المومنین کے در دولت پر حاضری دی۔ حضرت امّ سلمٰی رضی اللہ تعالٰی عنہا نے پوچھا کون ہو؟

انہوں نے کہا میں میثم تمار ہوں۔ حضرت امّ سلمٰی رضی اللہ تعالٰی عنہانے فرمایا خدا کی قسم میں نے کئی دفعہ تاریکی شب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

۱۔ منتہی الآمال ج ص ۱۰

تیرا ذکر کرتے ہوئے سنا۔ اور حضور اکرمؐ امیر المومنین کو تمہاری سفارش فرماتے تھے۔

میثم نے امّ المومنین سے حضرت امام حسین علیہ السلام کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا وہ اس وقت اپنے ایک باغ میں تشریف لے گئے ہیں۔

میثم نے کہا جب آپؑ تشریف لائیں تو ان کی خدمت میں میرا اسلام عرض کرنا اور ان سے کہنا کہ عنقریب بارگاہ رب العزت میں ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے۔ جناب امّ سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی کنیز کو حکم دیا کہ عطر لے کر میثم کی داڑھی پر لگاؤ کنیز نے ان کے چہرہ پر عطر لگایا تو میثم نے کہا آپ نے ابھی میرے چہرے پر عطر سے معطر کیا ہے۔ چند روز بعد یہی چہرہ آپ اہل بیت کی محبت میں خون سے رنگین ہوگا۔

حضرت امّ سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ امام حسین علیہ السلام تمہیں بہت یاد کرتے ہیں۔ میثم نے جواب میں کہا۔ میں بھی ہمیشہ انہیں یاد کرتا ہوں۔ لیکن اس وقت مجھے جلدی ہے۔ لہذا میں ٹھہر نہیں سکتا، مجھے بھی ایک کام درپیش ہے اور میرے مولا کو بھی ایک کام درپیش ہے ہم دونوں نے اپنے اپنے حصہ کے کام کو سر انجام دینا ہے۔ پھر امّ سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس سے چلے آئے۔ راستے میں عبداللہ بن عباس کو بیٹھا ہوا دیکھا تو میثم نے کہا۔ ابن عباس! تم نے جو تفسیر قرآن پوچھنی ہو مجھ سے پوچھ لو میں نے امیر المومنین علیہ السلام سے قرآن پڑھا تھا اور تاویل قرآن بھی انہی سے حاصل کی تھی۔

ابن عباس نے کاغذ اور قلم منگایا یا چیدہ چیدہ مقامات کی تفسیر میثم سے پوچھ کر لکھتے گئے۔ پھر حضرت میثم نے کہا ابن عباس! اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی۔ جب مجھے نو افراد کے ہمراہ صلیب پر لٹکایا جائے گا۔ یہ سنکر ابن عباس نے لکھے ہوئے اوراق

پھاڑ دیئے اور کہا کہ تم کاہن اور جادوگر ہو۔ میثم نے کہا ان اوراق کو مت پھاڑو اگر مستقبل قریب میں میری بات غلط ثابت ہو جائے تو تم ان اوراق کو بے شک پھاڑ دینا۔ (۱)

چند روایات

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

رب اشعث اغبر ذی طمرین مدفع بالابواب لواقسم علی اللہ

الوسائل کتاب الحج ص ۲۹۹

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ بہت سے پریشان بالوں والے اور غبار آلود چہروں اور پرانے کپڑے پہننے والے اور مخلوق کے دروں پہ خوار ہونے والے ایسے بھی ہیں اگر انہیں درگاہ بے نیاز میں کوئی حاجت درپیش ہو اور وہ خدا کو قسم دے دیں۔ تو اللہ ان کی حاجات پوری کردے۔ اور ان کی دعاؤ کو رد نہ فرمائے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یقول لایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل مخلصاً لی حتیٰ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ بصرہ الّذی یبصر بہ ویدہ الّتی یبطش بہا ان سئلنی اعطیتہ ان استعاذ نی لعذتہ

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ کہ اللہ فرماتا ہے کہ بندہ ہمیشہ خالص میرے لئے نوافل ادا کرنے کے ذریعہ سے میرے قریب ہوتا رہتا

۱۔ منتہی الآمال ج ۱ ص ۱۵۸، مقتل خوارزمی بدون ذکر ابن عباس

ہے۔ یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا وہ کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں۔ جس سے چیزوں کو پکڑتا ہے اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو اسے عطا کرتا ہوں۔ اور اگر مجھ سے پناہ کی درخواست کرے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں۔ ارشاد القلوب دیلمی ص ۱۲۰

قال ابو عبداللہ علیہ السلام

امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے ہمارے شیعہ کتنے خوش نصیب ہیں۔ اور خدا کے نزدیک ہمارے شیعہ کتنے مقرب بارگاہ ہیں۔ اور قیامت کے روز اللہ ان کے ساتھ کتنا ہی اچھا ہی سلوک کرے گا اگر لوگ اس بات کو عظیم نہ گردانتے۔ یعنی اگر لوگوں کی گمراہی کا اندیشہ نہ ہوتا یا اس بات کی فکر نہ ہوتی کہ وہ ایک دوسرے پر فخر کریں تو فرشتے ظاہر ہو کر ہمارے شیعوں پر سلام کرتے۔

قال الباقر علیہ السلام۔

حبذا شیعتنا ما اقربهم من عرش الله عزوجل واحسن ضع الله الیهم یوم القیامة والله
لولا ان یتعظم الناس ذلك اویدخلهم زهولسلمت علیهم الملائكة قلاً

(روضۂ کافی ص ۲۱۴)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔ اگر روئے زمین پر ہمارے دوست نہ ہوتے تو خدا کی قسم تو زمین سے کبھی سبزہ نہ اگتا۔ اور اگر دنیا میں تم لوگ نہ ہوتے تو اللہ تعالی تمہارے مخالفین و منحرفین کو ذرہ برابر بھی کوئی نعمت عطا نہ فرماتا۔ اور وہ لذائذ زندگی سے دنیا و آخرت میں کبھی لطف اندوز نہ ہوتے۔

باب چہارم

اطاعت والدین

وقضی ربك ان لاتعبدو الاّ اياه وبالوالدين احساناً۔ القرآن

"اور تیرے رب نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس کے علاوہ
کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے بھلائی کرو"

والدین کا خدمت گزار ہم نشین انبیاء

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ اللہ تعالی سے درخواست کی کہ مجھے میرے جنت کے ساتھی کی زیارت کرائی جائے۔ تاکہ میں اسے دیکھ سکوں کہ وہ کیسا انسان ہے۔

جناب جبریل امین نازل ہوئے۔ اور کہا کہ موسیٰ! فلاں قصاب جو فلاں محلہ میں رہتا ہے وہ جنت میں آپ کا ہم نشین ہوگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے ملنے کے لئے اس کی دکان پر گئے۔ اور دیکھا وہ دوسرے قصابوں کی طرح گوشت فروخت کرنے میں مصروف تھا۔

عصر کے وقت وہ جوان فارغ ہوا۔ اور اپنے حصے کا گوشت اٹھا کر اپنے گھر کی طرف چل پڑا حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے پیچھے اس کے دروازے پر آئے اور اسے کہا کہ میں آج تمہارا مہمان ہوں۔ جوان نے خوش آمدید کہا۔ وہ آپ کو ساتھ لے کر اندر آگیا۔ اس نے پہلے تو کھانا تیار کیا بعد ازاں گھر کی دوسری منزل پر گیا

جہاں سے وہ ایک بڑی زنبیل کو اٹھا کر نیچے لایا۔

جناب موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ اس زنبیل میں ایک بوڑھی عورت تھی۔

جوان نے اس عورت کو زنبیل سے نکالا۔ اسے اپنے ہاتھوں سے نہلایا بعد ازاں اپنے ہاتھوں سے اس بوڑھیا کو کھانا کھلایا پھر اس نے بڑھیا کو زنبیل میں لٹایا اور اسے سابقہ مقام پر رکھنے کے لئے اٹھا تو اس عورت نے کچھ کلمات ادا کئے جو کہ پیرانہ سالی کے باعث قابل فہم نہ تھے۔

بعد ازاں جوان موسیٰ علیہ السلام کے لئے طعام لایا۔ حضرت موسیٰ نے جوان سے پوچھا کہ اس عورت سے تمہارا کیا تعلق ہے؟

جوان نے بتایا کہ یہ میری بوڑھی ماں ہے اور میں مالی طور پر کمزور ہوں اس کی خدمت کے لئے نوکرانی کا انتظام نہیں کر سکتا۔ اسی لئے میں خود ہی اس کی خدمت کرتا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ تمہاری ماں کھانا کھانے کے بعد کیا کہہ رہی تھی؟

جوان نے جواب دیا کہ میری ماں کا اصول ہے جب بھی میں اسے نہلاتا اور کھانا کھلاتا ہوں تو وہ ہمیشہ دعا دے کر کہتی ہے۔ غفراللہ لك وجعلك جليس موسىٰ يوم القيامة في قبته ودرجته۔ خدا تیری مغفرت فرمائے اور روز قیامت تجھے موسیٰ کا ہم نشین بنائے، تجھے اسی جنت اور اسی درجہ میں جگہ دے جہاں موسیٰ ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ جوان تجھے خوشخبری دیتا ہوں اللہ تعالیٰ نے تیری ماں کی دعا کو قبول کر لیا ہے۔ مجھے جبریلؑ نے یہ خبر سنائی ہے کہ تو جنت میں میرا ہم نشین ہوگا۔

فضل برمکی کی بیماری اور والد کی ناراضگی

فضل بن یحییٰ برمکی کے سینہ پر برص کا نشان نمودار ہوا اور وہ اس سے سخت پریشان ہوا۔ اسی وجہ سے اس نے دن کے وقت حمام جانا ترک کر دیا تاکہ کوئی شخص اس کے اس داغ سے واقف نہ ہو جائے۔

ایک مرتبہ اس نے اپنے درباریوں سے پوچھا کہ اس دور کا سب سے بڑا طبیب کون ہے؟ تو تمام درباریوں نے جاثلیق پارسی کا نام لیا جو کہ شیراز میں رہتا تھا۔

اس نے اس طبیب کو شیراز سے بغداد بلایا۔ اور اس کے امتحان کی غرض سے اس نے طبیب کو بتایا کہ میرے پاؤں میں درد رہتا ہے آپ اس کا علاج کریں۔

طبیب نے کہا کہ اس کے لئے سب سے پہلے تو آپ کو دودھ کی بنی ہوئی تمام اشیاء اور ترش اشیاء سے پرہیز کرنا ہوگا۔ اور چنے کو سادہ پانی میں پکا کر کھانا چاہئے۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک سالہ مرغ، حلوہ اور انڈے کی زردی کو شہد میں ملا کر دوا تیار کی اور فضل کو کہا کہ وہ ایسی دوا کو استعمال کرے۔

فضل نے دوا تو کھائی لیکن اس کے ساتھ اس نے پرہیز نہ کیا اور ترش اشیاء کا استعمال جاری رکھا۔

دوسرے دن طبیب آیا اور فضل کے قارورہ دیکھنے کا تقاضا کیا، جیسے ہی اس کے سامنے اس کا قارورہ پیش کیا گیا۔ تو اس نے کہا کہ میں آپ کا علاج نہیں کروں گا کیونکہ آپ نے بدپرہیزی کی ہے۔ اور میرے کہنے پر آپ نے ترش اشیاء کا استعمال ترک نہیں کیا۔

یہ دیکھ کر فضل کو یقین ہوگیا کہ وہ واقعی ایک بہترین طبیب ہے۔ اس نے اسے خلوت میں کہا کہ میں نے یہ سب کچھ آپ کی آزمائش کی غرض سے کیا تھا۔ اصل

مسئلہ یہ ہے کہ میرے سینے پر برص کے داغ نمودار ہوئے ہیں میں آپ سے ان کا علاج کرانا چاہتا ہوں۔

جاثلیق نے کہا۔ میں اس کا علاج کروں گا اور آپ چند ہی دنوں میں تندرست ہو جائیں گے۔ چنانچہ اس نے فضل کا علاج شروع کیا وہ اس مرض کے جتنے بھی علاج جانتا تھا۔ اس نے سب علاج کر ڈالے مگر فضل کو کوئی افاقہ نہ ہوا۔

طبیب انتہائی پریشان ہوا کہ آخر یہ مرض ختم ہونے میں کیوں نہیں آتا۔

اور فضل بھی فکرمند تھا کہ اتنا بڑا طبیب اس کے علاج کرنے میں کیوں ناکام ہو گیا۔

ایک دن فضل نے علاج کی ناکامی کا شکوہ کیا تو طبیب نے کہا آپ پہلے اپنے والد کو راضی کریں جب تک وہ آپ سے راضی نہیں ہوتے میری دوا کارگر نہیں ہو گی۔

فضل اپنے والد یحییٰ کے پاس گیا اور ان سے معافی مانگی۔ والد نے خلوص دل سے اسے معاف کر دیا۔ اور انہی دواؤں سے چند ہی دنوں میں فضل شفایاب ہو گیا۔

فضل نے طبیب سے دریافت کیا کہ آخر آپ کو کس نے بتایا تھا کہ میرے والد مجھ سے ناراض ہیں؟

طبیب نے کہا کہ میں نے ہر ممکن طریقہ سے آپ کا علاج کیا۔ مگر کوئی بھی علاج کارگر نہ ہوا تو مجھے یقین ہو گیا کہ بندگان خدا میں سے کوئی بندہ آپ سے ناراض ہے۔ اور ادھر میں نے آپ کے دربار میں یہ مشاہدہ کیا کہ آپ کے دروازے سے کوئی سائل خالی ہاتھ نہیں لوٹتا۔ بس مجھے یقین ہو گیا کہ باقی تمام لوگ آپ سے راضی ہیں شاید آپ کے والد ہی آپ سے ناراض ہیں جس کی وجہ سے میری کوئی دوائی آپ پر اثر نہیں کر رہی۔

اب جب کہ آپ نے والد کو راضی کر لیا تو انہی دواؤں کی وجہ سے اللہ نے آپ کو

صحت عطا فرمائی۔ (۱)

والدین کی ناراضگی موت کو دشوار بنا دیتی ہے

ایک شخص پر وقت نزع طاری تھا اور احتضار کی گھڑی تھی۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے سرہانے پہنچے۔ اس شخص کو سکرات الموت لگی ہوئی تھی مگر اس کی جان نہیں نکل رہی تھی۔

رسول کریمؐ نے اسے آواز دی۔ اس نے جواب دیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اس وقت تمہیں کیا دکھائی دیتا ہے؟

اس نے کہا یا رسول اللہؐ! مجھے دو ڈراؤنے شخص اپنے سامنے نظر آتے ہیں وہ اس وقت میرے سامنے کھڑے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا۔ کہ اس جوان کی ماں زندہ ہے؟

لوگوں نے بتایا کہ جی ہاں اس کی ماں زندہ ہے۔ فرمایا۔ اسے یہاں لے آؤ جب وہ آئی تو آپ نے فرمایا۔ ضعیفہ! کیا تم اپنے بیٹے سے ناراض ہو۔ اور اگر ناراض ہو تو اسے معاف کر دو۔

ضعیفہ نے کہا۔ رسول اللہ! واقعی میں اس سے ناراض تھی اور اب آپؐ کے فرمان کے تحت اسے معاف کر رہی ہوں۔

اس وقت جوان بے ہوش ہو گیا اور جب ہوش میں آیا تو آپؐ نے اسے پھر صدا دی اور پوچھا اس وقت تمہیں کیا دکھائی دیتا ہے؟

جوان نے کہا یا رسول اللہ! وہ سیاہ چہرے چلے گئے ہیں۔ اب مہربان اور شفیق چہرے والے دو شخص میرے پاس آئے ہیں۔ انہیں دیکھ کر میں بہت خوش ہوں۔ پھر

۱۔ ارشاد القلوب دیلمی ص ۱۲۰

اس کی روح پرواز کرگئی۔ (۱)

نالائق اولاد

دنیا میں نالائق اولاد بھی ہوتی آئی ہے ایک شخص کی نالائقی ملاحظہ فرمائیں۔

کتاب الکلام یجر الکلام کے مؤلف اپنی کتاب کے صفحہ ۷۹ پر تحریر کرتے ہیں کہ ایک شخص علمائے زنجان میں سے ایک عالم دین کے پاس آیا اور آکر کہا کہ آپکا بھائی والدہ کے نان و نفقہ کے لئے اس کی مدد نہیں کرتا۔

اس عالم دین نے ایک شخص کو اس کے ہمراہ روانہ کیا تاکہ اس کے بھائی کو سرزنش کرکے والدہ کے نان و نفقہ میں اسے شریک کرے۔

وہ شخص کہتا ہے کہ میں اس شخص کے پاس گیا اور اسے پیار سے سمجھایا کہ تم والدہ کے نان و نفقہ کے لئے اپنے بھائی کی مدد کرو۔

اس نے جواب دیا کہ مجھ پر والدہ کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ میں نے پوچھا۔ وہ کیوں؟

تو اس نے کہا آج سے چند برس قبل سخت قحط آیا اس وقت ہمارے والدین دونوں زندہ تھے ہم دو بھائیوں نے آپس میں طے کیا کہ ہمیں ان کی خدمت کرنی چاہئے۔ چنانچہ والد کی خدمت میرے حصے میں آئی اور والدہ کی خدمت میرے بھائی کے حصے میں آئی۔ میری خوش نصیبی کہ والد جلد فوت ہوگئے۔ اور اس کی بد نصیبی کہ ماں زندہ ہے۔

اب معاہدہ کے تحت والدہ کی خدمت بھائی کے ذمہ ہے۔ میرا اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

۱۔ انوار نعمانیہ

اس نالائق بیٹے کی یہ بات سن کر میں ہنسا اور اسے کہا کہ شرم کرو تم نے آپس میں مال نہیں بانٹا تھا۔ بلکہ والدین کی خدمت گزاری اپنے اپنے ذمہ لی تھی لہذا جب تک تمہاری والدہ زندہ ہے تم پر اس کا حق ہے۔ تم اس کی خدمت کرو اور نان و نفقہ کے لئے اپنے بھائی کا ہاتھ بٹاؤ۔

کافر والدین کا احترام

کافی میں زکریا بن ابراہیم سے روایت ہے وہ کہتا ہے۔ کہ میں پہلے نصرانی مذہب سے تعلق رکھتا تھا۔ مجھ پر اللہ کا فضل ہوا۔ میں مسلمان ہوگیا اور کچھ عرصہ بعد حج کے لئے مکہ گیا اور وہاں میں نے امام صادق علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں پہلے نصرانی تھا اور بعد میں مسلمان ہوا آپؑ نے فرمایا۔ تو کس چیز سے متاثر ہو کر مسلمان ہوا؟

میں نے بتایا کہ میں قرآن مجید کی اس آیت سے متاثر ہو کر مسلمان ہوا۔ ماکنت تدری ماالکتاب ولاالایمان ولکن جعلناه نوراتهدی به من نشاء پیغمبر! تو نہ جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے لیکن ہم نے اسے نور بنایا اس کے ذریعہ ہم جسے چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا۔ بلا شبہ اللہ نے تم پر احسان کیا ہے بعد ازاں آپؑ نے تین مرتبہ فرمایا۔ (اللهم اهده) خدایا اسے راہ ایمان کی ہدایت فرما اور فرمایا۔ مجھ سے تمہیں جو پوچھنا ہو پوچھ لو۔

میں نے کہا کہ میرے والدین اور خاندان نصرانی ہیں اور میری ماں نابینا ہے۔ کیا میں ان کے ساتھ گزر بسر کرسکتا ہوں؟ اور کیا ان کے برتنوں میں کھانا کھا سکتا ہوں؟

آپ نے پوچھا تو کیا وہ خنزیر کا گوشت کھاتے ہیں؟

میں نے عرض کی۔ نہیں وہ تو اسے ہاتھ لگانا بھی پسند نہیں کرتے۔

آپ نے فرمایا۔ تم ان کے ساتھ رہ سکتے ہو۔ اور مجھے حکم دیا کہ آج کے بعد اپنی ماں کے ساتھ شفقت سے پیش آنا اور جب وہ مرجائے تو تم خود ہی اس کی تجہیز و تدفین کرنا۔ اور منیٰ میں مجھ سے دوبارہ ملاقات سے پہلے کسی کو یہ نہ بتانا کہ تم مجھ سے مل چکے ہو۔

جب میں نے منیٰ میں امامؑ سے ملاقات کی تو میں نے دیکھا کہ لوگ طفلِ مکتب کی طرح امامؑ کے سامنے موجود ہیں اور ان سے سوال کر رہے ہیں۔

جب میں کوفہ آیا تو میں نے فرمان امامؑ کے تحت اپنی ماں سے حسن سلوک سے پیش آنے لگا اور ان کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے لگا۔ اپنے ہاتھ سے انہیں غذا کھلاتا اور ان کا لباس صاف کرتا اور ان کا سر دھویا کرتا تھا۔ یہ حسن سلوک دیکھ کر میری ماں نے مجھے کہا۔ بیٹا جب تک تو ہمارے دین پر تھا تو اس وقت تو میری اتنی خدمت نہیں کرتا تھا اب تو میری اتنی خدمت کس جذبہ کے تحت کر رہا ہے؟

میں نے کہا۔ ہمارے پیغمبر کے خاندان میں سے ایک بزرگ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔

میری ماں نے پوچھا۔ تو کیا وہ بھی نبی ہے؟

میں نے کہا۔ نہیں وہ نبی نہیں ہے اولاد پیغمبر میں سے ہے۔ اسلامی عقیدہ کے مطابق نبوت ختم ہو چکی ہے۔ وہ بزرگ رسول خداؐ کے جانشین ہیں۔

یہ سن کر میری ماں نے کہا۔ بیٹا تمہیں مبارک ہو تم نے اچھے دین کا انتخاب کیا ہے۔ مجھے بھی اس دین کی تعلیم دو۔ میں بھی مسلمان ہونا چاہتی ہوں۔

میں نے اپنی والدہ کو کلمۂ شہادت پڑھایا اور اسے نماز کی تعلیم دی۔ میری والدہ

نے زندگی میں پہلی بار ظہر، عصر، مغرب و عشاء کی نمازیں پڑھیں اور اسی رات ان کی وفات ہوگئی۔ صبح میں نے انہیں غسل دیا۔ ان کی نماز جنازہ پڑھ کر انہیں دفن کیا۔ (۱)

جہاد یا والدین کی خدمت؟

شیخ صدوق امالی میں نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! مجھے جہاد کا بڑا اشتیاق ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرو اگر جہاد میں تم قتل ہوگئے تو تمہیں ہمیشہ کی زندگی ملے گی اور اللہ تمہیں بہترین جزا دے گا اور اگر تم جہاد سے زندہ سلامت اپنے وطن لوٹے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ اور تم اپنے گناہوں سے ایسے پاک قرار پاؤ گے جیسا کہ تم پیدائش کے وقت گناہوں سے پاک تھے۔

اس شخص نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! میرے والدین ضعیف ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ میں جہاد کے بجائے ان کے ساتھ رہوں۔

رسول خداؐ نے فرمایا۔ فوالذينفسى بيده لانسهمابك يوماوليلته خيرمن جهاد سينته اس ذات برحق کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ والدین کے ساتھ ایک شب و روز کا انس ایک سالہ جہاد سے بہتر ہے۔ (۲)

اطاعت والدین اور وسعت رزق

عیون اخبار الرضا میں بزنطی امام علی رضاؑ سے روایت کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل

۱۔ بحار الانوار ج ۱۶ ص ۱۸

۲۔ بحار الانوار ج ۱۶ ص ۲۱

میں سے ایک شخص نے اپنے رشتہ دار کو قتل کر کے اس کی میت کو بنی اسرائیل کی راہ میں ڈال دیا۔ اور پھر اس کے خون کا اس نے مطالبہ کیا، اسرائیلی جناب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے۔ اور درخواست کی کہ وہ قاتل کا پتہ چلائیں۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ ایک گائے ذبح کریں اور اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا مقتول کے جسم کو لگائیں۔ وہ زندہ ہو کر اپنا قاتل خود بتادے گا۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اگر اسرائیلی کوئی سی گائے لے کر ذبح کر دیتے تو ان کا مطلب پورا ہو سکتا تھا لیکن وہ جتنی جزئیات میں داخل ہوتے گئے اللہ تعالیٰ بھی ان پر سختی کرتا گیا۔

اسرائیلیوں نے کہا کہ گائے کیسی ہونی چاہئے؟

تو اللہ نے فرمایا۔ **انها بقرة لافارض ولابكر عوان بين ذلك.** گائے نہ تو چھوٹی ہو اور نہ ہی بڑی ہو درمیانی عمر کی ہو۔

پھر ان لوگوں نے پوچھا کہ بھلا گائے کس رنگ کی ہونی چاہئے؟

اللہ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا **صفراء فاقع لونها تسرالناظرين.** زرد رنگ کی گائے ہونی چاہئے جو نہ تو سفیدی کی طرف مائل ہو اور نہ ہی سیاہی کی جانب مائل ہو۔

انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے التجا کی کہ اس سے بھی زیادہ وضاحت فرمائیں چونکہ اس طرح کی تو بہت سی گائیں ہیں۔

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **انها بقرة لاذلول تثير الارض ولاتسقى الحرث مسلمة لاشية فيها.** ایسی گائے ہو زمین پہ ہل نہ چلاتی ہو اور کھیتوں کو پانی نہ پلاتی ہو۔ بے عیب گائے ہو اس میں اس کے اصلی رنگ کے علاوہ کوئی دوسرا رنگ نہ ہو۔

یہ قطعی حکم سن کر اسرائیلی گائے کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ اور مذکورہ صفات کی حامل گائے ایک نوجوان کے پاس موجود تھی۔

جب لوگوں نے اسے گائے بیچنے کے لئے کہا تو اس نے کہا کہ میری گائے کی قیمت یہ ہے کہ اس کی کھال کو تم سونے سے بھر دو گے۔

اسرائیلی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے اور منہ مانگی قیمت کی شکایت کی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے کیونکہ مطلوبہ صفات صرف اسی جوان کی گائے میں پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس جوان کو منہ مانگی قیمت ادا کی اور اس سے خریدلی۔

گائے کو ذبح کیا گیا اور اس کی دم کو مقتول کے جسم پر لگایا گیا تو وہ زندہ ہو گیا اور کہا کہ پیغمبر خدا مجھے میرے چچا زاد بھائی نے قتل کیا ہے۔ جن کے خلاف یہ دعویٰ کر رہا ہے، بالکل غلط ہے۔ اس طرح سے بنی اسرائیل کو قاتل کا علم ہوا۔

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک پیروکار نے کہا کہ اس گائے کا بھی دلچسپ واقعہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس کا قصہ کیا ہے؟

اس شخص نے بتایا کہ جس جوان کی یہ گائے تھی۔ وہ جوان اپنے والدین کا انتہائی فرماں بردار تھا اور اپنے والد کی بے تحاشا عزت کیا کرتا تھا۔

ایک دن اس جوان نے کسی جنس کا سودا کیا اور رقم ادا کرتے کے لئے اپنے والد کے پاس آیا چابیاں والد کے تکیہ کے نیچے تھیں اور اس وقت اس کا والد سویا ہوا تھا۔ نوجوان نے باپ کو نیند سے بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اور جنس کا سودا ختم کر دیا۔ جب اس کا والد بیدار ہوا تو اس نے اسے تمام ماجرا کہہ سنایا۔ باپ نے کہا تم نے اچھا کیا اس معاملہ میں تجھے کچھ نفع ملنے کا امکان تھا۔ لہذا اس امکانی منافع کی جگہ میں تجھے یہ گائے دیتا ہوں۔ اور یہ وہی گائے تھی جس کی اتنی زیادہ قیمت حاصل ہوئی تھی۔

یہ واقعہ سن کر جناب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ لوگو تم نے دیکھا ماں باپ سے نیکی کرنے سے کتنا بڑا مادی فائدہ حاصل ہوا۔ (۱)

امامؑ کس سے محبت کرتا ہے؟

عمار بن حبان کہتا ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ میرا بیٹا اسماعیل میرے ساتھ بھلائی کرتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا۔ میں اسے دوست رکھتا ہوں۔ اور اب میری محبت میں اضافہ ہوگیا ہے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک رضاعی بہن تھی۔ ایک دن وہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے جیسے ہی اسے دیکھا بے حد خوش ہوئے۔ اور آپ نے اس کے لئے اپنی چادر بچھادی اور خندہ پیشانی اور احترام کے ساتھ آپ اس سے پیش آئے اور شفقت کی وجہ سے آپ اس کے سامنے تبسم کرتے رہے۔ کچھ دیر بعد وہ رخصت ہوکر چلی گئی۔ اور اتفاق ایسا ہوا کہ اس کے جانے کی تھوڑی دیر بعد اس کا بھائی آپؐ کی خدمت میں آیا۔ لیکن رسول کریمؐ سے اسے وہ شفقت و توجہ حاصل نہ ہوسکی۔ جو اس کی بہن کو حاصل ہوئی تھی۔

بعض صحابہ نے آپؐ سے اس عدم التفات کی وجہ دریافت کی تو آپؐ نے فرمایا۔ میں نے اس عورت کا اس لئے زیادہ احترام کیا کہ وہ اپنے ماں باپ کی زیادہ خدمت کیا کرتی تھی۔ (۲)

۱۔ بحار الانوار ج ۱۶ ص ۲۱

۲۔ منتہی الامال ج ۲ ص ۳۲۳

امام صاحب الزمان (عج) کی والد کے لئے سفارش

آقائے سید محمد موسوی نجفی المعروف ہندی ایک انتہائی متدین عالم تھے۔ اور حرم امیر المؤمنین میں امامت کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ انہوں نے یہ روایت شیخ باقر فرزند شیخ ہادی کاظمینی سے کی، انہوں نے ایک ثقہ شخص سے روایت کی۔ وہ شخص حمام میں لوگوں کی مالش کیا کرتا تھا، اس شخص کا بوڑھا باپ تھا اور وہ اس کی خدمت گزاری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا تھا۔ حتیٰ کہ وہ اپنے بوڑھے باپ کے لئے بیت الخلا میں پانی تک بھی خود رکھتا تھا۔

پورا ہفتہ وہ اسی طرح سے باپ کی خدمت بجالاتا تھا۔ مگر بدھ کی شب وہ باپ کی خدمت بجا نہیں لاتا تھا۔ کیونکہ اس شب وہ مسجد سہلہ جاتا تھا اور ساری رات وہاں خداوند تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا۔ لیکن ایک مدت بعد اس نے مسجد سہلہ جانا ترک کردیا۔

میں نے اس سے اس کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ مسلسل چالیس شب تک بدھ کی رات کو مسجد سہلہ جایا کرتا تھا۔ اور چالیسویں شب مجھے وہاں پہنچنے میں تاخیر ہوگئی۔ اور دن غروب ہونے والا تھا مجھے وہاں پہنچنے میں اچھی خاصی دیر ہوئی اور چاند نکل آیا۔ جس کی وجہ سے کچھ نہ کچھ رات کی تاریکی کم ہوگئی اور میں اپنی دھن میں مگن ہوکر مسجد سہلہ کی طرف چلتا رہا اسی اثنا میں میں نے دیکھا کہ ایک اعرابی شخص گھوڑے پر سوار ہوکر میری جانب آرہا ہے۔ میں نے دل میں کہا کہ ہو نہ ہو یہ راہزن ہے اب یہ مجھے میرے لباس سے محروم کردے گا۔

وہ شخص جیسے ہی میرے قریب آیا اس نے بدوی زبان میں مجھ سے پوچھا۔ کہاں جارہے ہو؟

میں نے کہا۔ میں مسجد سہلہ جارہا ہوں۔ اس نے پوچھا کہ تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟

میں نے جواب دیا نہیں میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے۔ اس نے کہا اپنا ہاتھ جیب میں ڈالو۔ میں نے کہا کہ کچھ بھی میری جیب میں نہیں ہے۔

اس نے تھوڑے سخت لہجے میں کہا کہ اپنا ہاتھ جیب میں ڈالو۔ میں نے اس کے کہنے کے مطابق اپنا ہاتھ جیب میں ڈالا تو اس میں کچھ کشمش موجود تھی۔ دراصل میں نے دن کے وقت کشمش اپنے بچوں کے لئے خریدی تھی۔ اور اس وقت میں اسے بھول چکا تھا۔ میں نے وہ کشمش سوار کے حوالے کی۔

اس وقت سوار نے مجھے تین مرتبہ کہا (اوصیك بالعود) بدوی عربی زبان میں "عود" بوڑھے باپ کو کہا جاتا ہے تو ان کی گفتگو کا ترجمہ یہ بنتا تھا کہ میں تجھے بوڑھے باپ کی وصیت کرتا ہوں اس کے بعد اچانک سوار میری نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔

مجھے یقین ہوگیا کہ وہ امام صاحب الزمانؑ تھے۔ اور میں سمجھ گیا کہ وہ ہر بدھ کی شب میرے یہاں آنے پر راضی نہیں ہیں۔ اس کے بجائے مجھے والد کی خدمت کا انہوں نے حکم دیا۔ اسی لئے میں نے مسجد سہلہ جانا ترک کردیا ہے۔

اویس قرنی اور والدہ کی اطاعت

حضرت اویس قرنی اجرت پر لوگوں کے اونٹ چرایا کرتے تھے اور اس اجرت سے اپنی والدہ کی کفالت کیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ انہوں نے والدہ سے اجازت طلب کی کہ اسے مدینہ طیبہ جانے کی اجازت دی جائے تاکہ وہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار زیارت سے مشرف ہوسکیں۔

ماں نے کہا کہ میں تمہیں اس شرط پر اجازت دیتی ہوں کہ آدھے دن سے زیادہ دیر تم مدینہ میں نہ ٹھہرو گے۔

اویس روانہ ہوئے اور مدینہ منورہ میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکان پر آئے۔ اور اس وقت حضور کریمؐ اپنے بیت الشرف میں موجود نہ تھے انہوں نے وہاں دو ساعت قیام کیا اور پھر یمن کی طرف روانہ ہوگئے۔ انکے جانے کے بعد حضور کریمؐ اپنے گھر تشریف لائے۔ اور فرمایا یہ کس کا نور ہے جس سے ہمارا گھر روشن ہے۔

آپؐ کو بتایا گیا کہ ایک شتربان آیا تھا جس کا نام اویس تھا۔

آپؐ نے فرمایا۔ بلاشبہ یہ نور اویس یہاں چھوڑ کر گیا ہے۔

رسول کریمؐ اویس کے متعلق فرمایا کرتے تھے "ینوح روائح الجنة من قبل القرن واشوقاه الیك یااویس القرن" قرن کی جانب سے جنت کی خوشبوئیں آتی ہیں۔ اے اویس قرنی میں تمہارے دیدار کا مشتاق ہوں۔ (۱)

باپ کی بددعا کا اثر

سیدّ ابن طاؤس اپنی کتاب مہج الدعوات میں لکھتے ہیں کہ حضرت سیدّ الشہداء علیہ السلام نے فرمایا۔ ہم اپنے والد گرامی قدر علیہ السلام کے ساتھ تاریکی شب میں خانہ کعبہ کے طواف میں مصروف تھے۔

اسی اثناء میں ہم نے ایک دلسوز آواز سنی۔ کوئی شخص رب العالمین کے حضور گڑگڑا کر دعا کررہا تھا اور دعا کے ساتھ وہ زاروقطار رو رہا تھا۔

میرے والد علیہ السلام نے فرمایا۔ حسینؑ! تم نے گناہ گار کے نالہ کو سنا جو بارگاہ

۱۔ منتہی الامال ج ۱ ص ۱۴۲

احدیت میں فریاد کر رہا ہے اور اشکِ ندامت سے وضو کر رہا ہے۔ جاؤ اسے تلاش کر کے میرے پاس لے آؤ۔

امام حسینؑ فرماتے ہیں میں اس تاریک شب میں لوگوں کو ایک طرف ہٹاتا ہوا اس تک جا پہنچا وہ شخص رکن اور مقام کے درمیان آہ وزاری میں مصروف تھا۔ میں اسے اپنے والد ماجد علیہ السلام کی خدمت میں لے آیا۔ وہ ایک خوبصورت نوجوان تھا۔

حضرت علیؑ نے پوچھا۔ تو کون ہے؟

اس نے جواب دیا میں عربوں میں سے ایک شخص ہوں۔ آپؑ نے فرمایا۔ تمہارے پرسوز نالے کس لئے ہیں؟

اس نے کہا۔ مولا! آپ مجھ سے پوچھ کر کیا کریں گے۔ گناہ کے بوجھ نے میری پشت کو جھکا دیا ہے۔ اور والد کی نافرمانی اور اس کی بد دعا نے میری زندگی کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اور میری سلامتی و تندرستی مجھ سے چھین لی گئی ہے۔

آپؑ نے فرمایا۔ تم اپنا واقعہ بیان کرو۔

اس جوان نے کہا۔ میرا بوڑھا باپ تھا جو مجھ پر بڑا مہربان تھا۔ لیکن میں دن رات برے اور بے ہودہ کاموں میں لگا رہتا تھا۔ وہ بے چارہ مجھے جتنی نصیحت کرتا تھا میں نے اسے کبھی قبول نہیں کیا تھا بلکہ بعض اوقات میں اپنے والد کو اذیت دیتا، اور اسے گالیاں دیتا تھا۔

مجھے معلوم ہوا کہ میرے باپ کے پاس ایک صندوق ہے۔ جس میں کچھ رقم موجود ہے، میں وہ رقم لینے کے لئے صندوق کے قریب گیا۔ میرے والد نے مجھے روکا میں نے زور سے اس کا بازو پکڑ کر اسے جھٹکا اور زمین پر دھکا دیا۔ بوڑھا شخص تھا بے چارہ زمین پر گرا۔ دوبارہ اٹھنے کی اس نے کوشش کی لیکن درد کی وجہ سے نہ اٹھ سکا۔ میں نے صندوق سے رقم نکالی اور باہر چلا گیا۔

اس وقت میرے باپ نے کہا۔ میں خانہ کعبہ جا کر تمہیں بد دعا دوں گا۔

پھر میرے باپ نے چند دن روزے رکھے اور نمازیں پڑھیں پھر سامان سفر اکٹھا کیا اور اونٹ پر سوار ہو کر مکہ چلا گیا اور خانہ کعبہ پہنچا۔ میں اس وقت موجود تھا میرے والد نے میرے سامنے غلاف کعبہ کو پکڑا اور رو رو کر مجھے بد دعا دی۔

خدا کی قسم میرے والد کی بد دعا ابھی پوری طرح سے ختم نہیں ہوئی تھی کہ میری تندرستی سلب ہو گئی۔ پھر اس جوان نے اپنی قمیض اٹھا کر ہمیں اپنا جسم دکھایا اس کے بدن کا ایک حصہ لکڑی کی طرح خشک ہو چکا تھا اور حرکت کے قابل نہیں تھا۔

جوان نے کہا مولا! اس واقعہ کے بعد میں سخت پشیمان ہوا اور کئی دفعہ اپنے والد سے معافی مانگی لیکن اس نے مجھے معاف نہ کیا اور اپنے گھر واپس چلا گیا۔

تین سال کا عرصہ اسی طرح سے گھر گیا میں والد سے مسلسل معافی مانگتا رہا لیکن وہ معاف کرنے پر آمادہ نہ ہوا۔ آخر تین برس کے طویل عرصہ کے بعد وہ کچھ نرم ہوا میں نے اس سے درخواست کی کہ وہ کعبہ شریف پہنچ کر میرے لئے اسی جگہ پر دعا کرے جہاں اس نے بد دعا کی تھی۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا کی وجہ سے میری غلطیوں کو معاف کر دے۔

میرے والد نے میری درخواست قبول کی میں والد کو اونٹ پر سوار کر کے اونٹ پر سوار ہوا۔ سفر کرتے ہوئے ہم وادی اراک میں پہنچے۔ رات انتہائی تاریک تھی اور ہم محوِ سفر تھے۔ اچانک ایک پرندہ اڑا اس کے اڑنے سے میرے والد کا اونٹ دوڑنے لگا اور میرا والد اونٹ سے گرا۔ اس کا سر نیچے دو پتھروں سے ٹکرایا اور وہ وہیں جاں حق ہو گیا۔ میں نے والد کو اسی جگہ دفن کیا۔ اور خود اکیلا بیت اللہ پہنچ کر اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہا ہوں۔ نجانے مجھے میرے گناہوں کی معافی ملے گی یا نہیں؟

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا۔ میں تمہاری مدد کے لئے پہنچ گیا ہوں۔ جناب

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک دعا تلقین فرمائی تھی۔ میں تجھے وہی دعا بتاؤں گا اس دعا میں اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم موجود ہے۔ اس دعا کو جو شخص بھی پڑھے گا اس کی پریشانی دور ہوگی اور اس کے درد، مرض، فقر و تنگدستی کا خاتمہ ہوگا۔ اور اس کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ اس کے علاوہ بھی مولائے کائنات نے اس دعا کی خصوصیات بیان فرمائیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں جوان سے زیادہ دعا کی خصوصیات سن کر خوش ہوا۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ذی الحج کی شب دہم اس دعا کو پڑھنا اور صبح کے وقت میرے پاس آنا۔ اس کے بعد آپؑ نے دعا کا لکھا ہوا نسخہ جوان کو دیا۔

دس ذی الحج کو صبح وہ جوان ہمارے پاس آیا اور وہ مکمل طور پر تندرست تھا اور جوان کہنے لگا خدا کی قسم۔ اس دعا میں اسم اعظم پوشیدہ ہے۔ پروردگار کی قسم میری دعا مستجاب ہوگئی۔ میں نے جیسے ہی دعا کو پڑھا مجھے نیند آگئی اور عالم خواب میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ اور آپؐ نے میرے بدن پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا۔ "احتفظ باللّٰہ العظیم فانك علی خیر" خدائے بزرگوار کو یاد کرو تمہیں اچھائی ملے گی۔ میں خواب سے بیدار ہوا تو اپنے آپ کو صحیح وسالم پایا۔ (۱)

امیر المومنین علیہ السلام نے جو دعا اس جوان کو تعلیم دی تھی وہ وہی دعائے مشلول ہے جو کہ مفاتیح الجنان میں درج ہے۔

ماں کا کتنا حق ہے؟

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک شخص پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

۱۔ بحار الانوار ج ۹ ص ۵۶۲

میرے والدین بہت بوڑھے ہوچکے ہیں۔ میرا والد فوت ہوگیا۔ البتہ اس وقت میری ماں زندہ ہے۔ اور وہ اس وقت اتنی بوڑھی ہوچکی ہے کہ وہ سخت غذا نہیں کھاسکتی۔ اسی لئے میں غذا نرم کرکے اپنے ہاتھوں سے اسے چھوٹے بچوں کی طرح کھلاتا ہوں۔ اور بچوں کی طرح میں اسے کپڑے میں لپیٹ کر پنگوڑے میں سلاتا ہوں اور پنگوڑے کو ہلاتا رہتا ہوں یہاں تک کہ اسے نیند آجاتی ہے۔ اور اب وہ اتنی بوڑھی ہوگئی ہے کہ مجھے اس کی بات کی بھی سمجھ نہیں آتی۔

اس لئے میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھے ایسا پستان عطا کرے جس میں دودھ برآمد ہو تاکہ میں اپنی ماں کو اپنے پستان سے لگا کر دودھ پلاؤں۔

اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی اور میرے پستان میں دودھ اتر آیا۔ پھر اس شخص نے اپنا پستان دکھایا جسے زور دینے سے دودھ برآمد ہوتا تھا۔

یہ دیکھ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا بیٹا! تو نے کامیابی حاصل کی۔ تو نے خداوند عالم سے پاک دل ہوکر خالص نیت سے دعا مانگی اور رب العزت نے تیری دعا قبول فرمائی۔ اس شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میں نے اپنے والدہ کے حقوق ادا کردیئے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہرگز نہیں۔ تمہاری پیدائش کے وقت دردِ زہ سے مجبور ہوکر تمہاری ماں نے جو فریاد کی تھی۔ تم نے تو ابھی تک ایک فریاد کا حق بھی ادا نہیں کیا۔ (۱)

جی ہاں دنیا میں ایسی بھی بہت سی مائیں گزری ہیں۔ جو بچے کی پیدائش کے بعد وفات پاگئیں۔ اور اپنے بچے کا منہ تک دیکھنا انہیں نصیب نہیں ہوا۔ (۲)

۱۔ مستدرک الوسائل ج ۲ ص ۶۳۱
۲۔ مستدرک الوسائل ج ۲ ص ۶۳۱

روحانی باپ کا بھی حق ادا کریں

انیس ماہ رمضان المبارک کی صبح کو ابن ملجم لعین نے مولائے کائنات امیر المومنین علیہ السلام کے سر مبارک پر ضرب ماری۔ لوگ آپؑ کو اٹھا کر آپ کے گھر لے گئے اور گھر کے قریب کھڑے ہو کر زارو قطار رونے لگے۔

اتنے میں امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام گھر سے برآمد ہوئے۔ اور تمام سوگواروں کو حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں۔ اس وقت ابن ملجم ہماری قید میں ہے اگر میرے والد صحت یاب ہو گئے تو اس کے متعلق وہی خود فیصلہ فرمائیں گے۔

یہ سن کر تمام لوگ گھروں کو چلے گئے مگر اصبغ بن نباتہ وہیں کھڑے رہے۔ اور زور زور سے روتے رہے۔ اس کے رونے کی آواز سن کر امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام دوبارہ باہر تشریف لائے اور فرمایا۔ اصبغ! تم نے میرے والد کا فرمان نہیں سنا؟

اصبغ نے کہا۔ مولا! سنا ہے میں اپنے آقا و مولا کو دیکھنا چاہتا ہوں اور ان سے حدیث سننا چاہتا ہوں۔

امام حسن مجتبیٰ گھر گئے اور امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں اصبغ کی خواہش پیش کی مولائے کائنات نے اجازت دی۔

اصبغ کہتے ہیں کہ میں داخل ہوا میں نے دیکھا کہ امیر المومنین علیہ السلام کے سر پر زرد رنگ کا رومال بندھا ہوا ہے مگر امیر المومنین کا چہرہ مبارک اس رومال سے بھی زیادہ زرد تھا۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ تم نے میرا پیغام نہیں سنا تھا؟

میں نے کہا مولا! سنا تھا لیکن میں چاہتا تھا کہ آپؑ سے کوئی حدیث سنو۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ اصبغ ضرور مجھ سے حدیث سنو پھر تمہیں مجھ سے

حدیث سننی نصیب نہ ہوگی۔ آپؑ نے فرمایا۔ اصبغ! جیسا کہ تم اس وقت میرے سرہانے بیٹھے ہو میں بھی اسی طرح سے حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرہانے بیٹھا تھا۔

رسول کریم نے مجھے حکم دیا کہ علیؑ! مسجد میں جاؤ میرے منبر کی ایک سیڑھی چھوڑ کر منبر پر بیٹھ جاؤ اور لوگوں کو جمع کر کے میرا یہ پیغام سناؤ کہ جو شخص اپنے والدین کو ترک کرے اور ان کی نافرمانی کرے اور جو غلام اپنے آقا کو چھوڑ کر بھاگ جائے اور جو شخص مزدور پر ظلم کرے اور اس کی اجرت اسے نہ دے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر عمل کیا اور منبر سے نیچے اترا تو مسجد کے ایک کونے سے ایک شخص نے پکار کر کہا علیؑ تم نے حکم سنا دیا لیکن اس کی تم نے وضاحت نہیں کی۔

میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس شخص کو درخواست آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچائی اصبغ کہتے ہیں اتنے میں مول علی علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے جانب کھینچا اور میری ایک انگلی کو اپنے ہاتھ کے درمیان میں رکھا۔ اور فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسی طرح سے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کھینچا تھا اور میری انگلی کو اپنے ہاتھ کے درمیان رکھا تھا اور فرمایا تھا۔

یا علی الانی وانت ابواهذه الامته فمن عقنا فلعنة اللّٰه علیه الانی وانت
مولیا هده الامة فعلی من ابق عنا لغة الله الانی دانت اجیراهنده الامة فمن
ظلمنا اجرتنا فلغة الله علیه ثم قال آمین

"میں اور تو امت کے باپ ہیں جس نے ہماری نافرمانی کی۔ اس پر اللہ کی لعنت

ہے۔ خبردار میں اور تو اس امت کے آقا اور مولا ہیں جو ہم سے بھاگ جائے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ اور خبردار میں اور تو اس امت کے مزدور ہیں اور جو شخص ہماری اجرت ادا نہ کرے تو اس پر اللہ کی لعنت ہے" پھر فرمایا "آمین"۔ (۱)

چند روایات

عن الصادقؑ قال ان رجلاً اتی النبیؐ فقال اوصنی یا رسول اللّٰہ فقال لاشرک باللّٰہ وان حرقت بالنّار وعذبت الاوقلبك مطمئن بالایمان و والایك فاطعهما و برهما حیسیس کان اومیتین وان امواك ان تخرج من اهلك ومالك فافعل فانّ ذلك من الایمان

"تفسیر صافی سورہ لقمان"

امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک شخص جناب رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔ یارسول اللہؐ! مجھے نصیحت کیجئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا اگرچہ تمہیں اس کے لئے آگ سے کیوں نہ جلایا جائے اور تجھے تکلیفیں دی جائیں۔ مگر یہ کہ تمہارا دل ایمان پر مطمئن ہو۔

اور اپنے والدین کی اطاعت کرنا اور ان سے نیکی کرنا خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ ہوں اور اگر والدین تجھے حکم دیں کہ تم اپنے اہل و عیال اور مال و دولت کو چھوڑ کر چلے جاؤ تو ایسا ہی کرنا، یہ چیز ایمان کا حصہ ہے۔

عن ابی جعفر (ع) قال انّ العبدلیکون بارألو الیدیه فی حیاتهما ثم عوقان فلایقضی عنهما الدّین ولا ستفر لهما ملکتسه اللّٰه عاقاً

"کتاب العریف ص ۳۹"

۱۔ بحارالانوار ج ۹ ص ۳۳۷

امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے کہ بعض افراد ماں باپ کی زندگی میں ان کے فرماں بردار ہوتے ہیں۔ اور جب والدین کی وفات ہو جائے تو وہ ان کا قرض ادا نہیں کرتے اور ان کے لئے دعائے مغفرت نہیں کرتے۔ تو اللہ انہیں والدین کا نافرمان لکھ دیتا ہے۔

عن علی ابن الحسین جاء اله جلی ابی النبیؐ فقال یارسول اللّٰہؐ ماس عمل القیح الاقد عملة فهل لی من توبه فقال رسول اللّٰہؐ فهل من والدیك احدحی قال ابی قال فاذهب فبرّه قال فلما ولّی قال رسول اللّٰہؐ لوکانت امه .

"مستدرک الوسائل کتاب النکاح"

امام علی زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک شخص جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی یارسول اللہ! دنیا کا کوئی ایسا برا عمل نہیں جو میں نے نہ کیا ہو۔ کیا میرے لئے بھی توبہ کی کوئی گنجائش ہے؟

آپؐ نے فرمایا۔ کیا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟

اس نے کہا۔ میرا باپ زندہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو جاؤ اور اس سے نیکی کرو۔ جب وہ پشت پھیر کر چلنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر اس کی ماں زندہ ہوتی تو اس کے گناہ جلد معاف ہو جاتے۔

ابی جعفرؑ قال انّ نظرابی رجل ومعه ابنه یمشی و الدبن متکی علی ذراع الاب قال فما کلمه ابی فقاله حتّی فارق الدنیا.

"وسائل الشیعہ کتاب النکاح"

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ میرے والد امام زین العابدین علیہ

السلام نے ایک شخص کو دیکھا اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی چل رہا تھا اور بیٹے نے باپ کے ہاتھ پر تکیہ کیا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر والد عیہ السلام اتنے رنجیدہ ہوئے کہ اس سے پوری زندگی کبھی بات نہ کی۔

عن النبی قال انّ موسیٰ بن عمر ان قال یارب ابن صدیقی فلان شهید قال تعالیٰ فی النّار قال الیس قد وعدت الشهد اء الجنّة قال بلی ولکن کان مصرا علی حقوق الوالدین وانالا اقبل مع الحقوق عملا۔

"لباب الالباب قطب راوندی"

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک مرتبہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ خدایا میرا فلاں شہید دوست کہاں ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وہ دوزخ میں ہے۔

موسیٰؑ نے عرض کی پروردگار! کیا تو نے شہداء سے جنت کا وعدہ نہیں فرمایا؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ہاں میں نے شہداء سے جنت کا وعدہ کیا ہے۔ مگر وہ ماں باپ کی نافرمانی پر اصرار کرتا تھا۔ اور میں حقوق والدین کی موجودگی میں، میں کوئی عمل قبول نہیں کرتا۔

قال علی بن موسی الرضاؑ امایکره احدکم ان ینفی عن ابیه وامه الذین ولداه قالوابلی قال فلیجهد ان لاینفی عن ابویه اللذین هما افضل من ابوی نفسه۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کیا یہ بات تمہارے لئے ناگوار نہ ہوگی کہ تمہارے والدین تمہارے لئے یہ کہیں کہ یہ ہماری اولاد نہیں ہے؟

سب نے کہا۔ جی ہاں یہ بات ہمارے لئے ناگوار ہے۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا پھر کوشش کرو تمہارے وہ والدین (محمدؐ و علیؑ) جو تمہارے جسمانی والدین سے افضل ہیں کہیں وہ تمہاری روحانی فرزندی کا انکار نہ کردیں۔

باب پنجم

صلہ رحمی

امام صادق اور منصور دوانقی

علامہ مجلسیؒ الانوار میں یونس بن ابی یعفور کی زبانی امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا۔ جب ابراہیم بن عبداللہ بن حسن مثنی باخمرا میں شہید ہوئے تو منصور دوانقی نے ہم سب کو کوفہ طلب کیا اور کسی کو بھی مدینہ رہنے کی اجازت نہ دی۔ ہم ایک ماہ کوفہ میں قید رہے دن رات اپنے قتل ہونے کا انتظار کرتے تھے۔

ایک دن اس کا وزیر ربیع حاجب ہمارے پاس آیا اور کہا کہ سادات و علویین کہاں ہیں؟

تم میں سے ایک دانا شخص منصور کے پاس جائے۔ چنانچہ میں (امام صادق علیہ السلام) اور حسن بن زید اس کے دربار میں گئے۔

مجھے دیکھتے ہی منصور نے کہا۔ ان میں سے غیب جاننے کا دعویٰ تو کرتا ہے؟

میں نے کہا۔ "لا یعلم الغیب الاھو" اللہ کے علاوہ کوئی غیب نہیں جانتا۔

اس نے کہا۔ تمہارے لئے دور دراز سے خراج لایا جاتا ہے؟

میں نے کہا۔ نہیں خراج آپ کے لئے ہی لایا جاتا ہے۔

منصور نے کہا۔ آپ کو علم ہے کہ میں نے آپ کو کیوں بلایا؟

میں نے کہا۔ نہیں۔ اس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ تمہارے مکانات گرادیئے

جائیں اور تمہارے پانی دینے والے چشموں اور کنوؤں کو ختم کرادوں اور تمہارے تمام باغات کو اجاڑدوں اور "شراہ" کی طرف تمہیں جلاوطن کردوں۔ (۱)

اور کسی بھی عراقی و حجازی کو تم سے ملنے نہ دوں۔ کیونکہ تمہاری ملاقات فتنہ و فساد کا موجب ہے۔

میں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ پیغمبر کو سلطنت دنیا عطا فرمائی تو انہوں نے شکر کیا۔ اور ایوبؑ کو مصائب میں مبتلا کیا انہوں نے صبر کیا۔ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے ان پر ستم کیا۔ انہوں نے معاف کردیا اور تمہارا بھی اسی خاندان سے تعلق ہے۔

یہ سن کر منصور نے تبسم کیا اور کہا ان بات کو دوبارہ بیان کرو۔

اور جب میں نے ان کلمات کو دہرایا تو منصور نے کہا۔ جس قوم کا رہبر و رہنما آپؑ جیسا ہو وہ قوم واقعی خوش بخت ہے۔ میں نے آپؑ کو معاف کیا اور آپؑ کی وجہ سے اہل بصرہ کو بھی معاف کیا۔ اور میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے صلہ رحم کی وہ حدیث سنائیں جو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے۔

میں نے کہا۔ میرے بزرگوں نے اس حدیث کو میرے دادا امیر المؤمنین سے نقل کیا اور انہوں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ صلہ رحمی سے شہر آباد ہوتے ہیں اور عمریں طویل ہوتی ہیں۔ رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔ اگرچہ صلہ رحمی کرنے والا کافر بھی کیوں نہ ہو۔

منصور نے کہا نہیں میں ایک اور حدیث سننا چاہتا تھا۔

میں نے کہا۔ میرے آباء نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن ارحام عرش سے معلق

۱۔ شراہ، عفان کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے

ہوں گے اور ندا کریں گے بارالہا! جس نے ہمیں جوڑا تو اس پر رحمت فرما اور جس نے ہمیں جوڑا تو اس پر رحمت فرما اور جس نے ہمیں قطع کیا تو اس سے اپنے رحمت قطع فرما۔

منصور نے کہا۔ نہیں یہ حدیث میرا مقصود نہ تھی۔

میں نے کہا۔ میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ فرماتا ہے میں رحمٰن ہوں اور رحم کو میں نے پیدا کیا اور اس کے نام کو بھی اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔ جو بھی صلہ رحمی کرے گا، میں بھی اس سے اپنے رحمت کا تعلق قائم کروں گا اور جو کوئی قطع رحمی کرے گا میں اس سے اپنے رحمت قطع کرلوں گا۔

منصور نے کہا۔ نہیں یہ حدیث بھی میرا مقصود نہیں ہے۔

میں نے کہا۔ میرے والد نے اپنے آباء کی سند سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی زندگی فراموش کردی جائے (یعنی اس کی عمر لمبی ہو) اور اس کے بدن کو سلامتی نصیب ہو اسے چاہئے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔

منصور نے کہا۔ میں یہ حدیث اس وقت آپ سے سننا نہیں چاہتا تھا۔

میں نے کہا۔ میرے والد ماجد نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ایک شخص صلہ رحمی کیا کرتا تھا جب اس کی موت کا وقت آیا اور ملک الموت اس کے سرہانے پہنچا۔ اس کے پڑوس میں قطع رحمی کرنے والا شخص رہتا تھا۔ پروردگار عالم نے ملک الموت کو حکم دیا کہ قاطع رحم کی کتنی عمر باقی ہے؟

ملک الموت نے عرض کی تیس سال اس کی عمر باقی ہے۔

خداوند عالم نے فرمایا۔ قاطع رحم کی زندگی کے تیس سال اس کو دے دو۔ اور قاطع رحم کی روح قبض کرلو۔

منصور نے کہا۔ میرا مقصود یہ حدیث بھی نہ تھی۔

میں نے کہا۔ میرے آباء نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ایک بادشاہ کی عمر تین سال باقی رہتی تھی۔ اس نے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی عمر کو تین سال کے بجائے تیس سال میں بدل دیئے۔

منصور نے کہا۔ میں بھی یہی حدیث سننے کا مشتاق تھا۔ خدا کی قسم میں آپ سے صلہ رحمی کرنا چاہتا ہوں۔ منصور نے کہا آپ کو کون سی زمین پسند ہے؟

میں نے کہا۔ ہمیں مدینہ کی سرزمین ہی سب سے زیادہ پیاری ہے۔

اس نے ہمیں مدینہ روانہ کیا اور یوں اللہ تعالیٰ نے ہمیں مصائب سے نجات دی۔ (۱)

پیغمبر اسلام کی صلہ رحمی

جنگ بدر میں ابو بشر انصاری نے عباس بن عبدالمطلب اور عقیل بن ابو طالب کو گرفتار کرکے حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ان کی گرفتاری میں کسی نے تمہاری مدد کی تھی؟

ابو بشر انصاری نے کہا۔ جی ہاں ایک سفید لباس والے شخص نے ان کی گرفتاری میں میری مدد کی تھی۔

۱۔ شجرہ طوبیٰ ج ۲ ص ۱۹۶

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ وہ فرشتہ تھا۔ بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا عباس کی جانب رخ کرکے فرمایا۔ اپنا فدیہ اور خون بہا اور اپنے بھتیجے عقیل کا فدیہ ادا کرو۔

عباس نے کہا۔ یا رسول اللہ! میں تو مسلمان ہو چکا تھا مکہ والے مجھے اپنے ساتھ جبراً لائے تھے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تمہارے اسلام سے بخوبی واقف ہے اگر اس میں حقیقت ہوئی تو اللہ تعالیٰ تمہیں ایمان کا بدلہ دے گا۔ مگر تم نے ظاہری طور پر ہمارے خلاف چڑھائی کی اور تم نے خدا سے جنگ کی اور تم نے خدا کو اپنا مخالف بنایا۔

پھر آپ نے دوسری مرتبہ فرمایا کہ تم اپنا اور اپنے بھتیجے عقیل کا فدیہ ادا کرو، اس جنگ میں مسلمانوں نے مالِ غنیمت کے طور پر عباس سے چالیس اوقیہ سونا حاصل کیا تھا۔ (۱)

عباس نے کہا۔ آپ اس چالیس اوقیہ کو ہمارا فدیہ قرار دیں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ عباس! یہ ناممکن ہے وہ تو مال غنیمت تھا جو اللہ نے ہمارے لئے مباح فرمایا ہے۔ تمہیں اپنا اور عقیل دونوں کا فدیہ دینا ہوگا۔

عباس نے کہا۔ میرے پاس اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ عباس اس دولت کو تم کیوں فراموش کر رہے ہو جو تم نے روانہ ہوتے وقت اپنی بیوی ام الفضل کے حوالہ کی تھی اور کہا تھا کہ اگر میں مارا جاؤں تو اسے تقسیم کرلینا۔

۱۔ اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور ایک درہم اٹھارہ چنوں کے برابر ہوتا ہے

عباس نے کہا۔ آپ مجھے اس حالت میں دیکھنا چاہتے ہیں کہ میں لوگوں سے بھیک مانگتا پھروں۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے یہ آیت مجیدہ نازل فرمائی "یاایھا النبی قل عن فی ایدیکم من الاسری ان یعلم اللّٰہ فی قلوبکم خیرا یؤتکم خیرا مما اخذ منکم و یغفر لکم واللّٰہ غفور رحیم"۔

"اے نبی ان لوگوں سے کہہ دو۔ جو تمہارے پاس قید ہیں اگر اللہ نے تمہارے دلوں میں کوئی خیر و خوبی ملاحظہ کی تو وہ تمہیں اس فدیہ سے بہتر عطا کرے گا جو تم سے لیا گیا ہے۔ اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے"۔

بعد ازاں رسول خداؐ نے عباس کے متعلق حکم دیا کہ اسے بھی دوسرے اسیران قریش کے ساتھ قید کردیا جائے۔ جیسے ہی رات گزری تمام مجاہدین اسلام سو گئے اور بعض مجاہدین جو کہ جاگ رہے تھے انہوں نے دیکھا حضور اکرم کو نیند نہیں آرہی۔ اور بے چین ہوکر کبھی دائیں اور کبھی بائیں کروٹیں بدل رہے ہیں۔

لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی آپ جنگ سے تھکے ماندے واپس آئے ہیں آپ کو آرام کرنا چاہئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "کیف انام واستقروانا اسمع ایبن عمی العباس فی الحبل و نشیجه" میں کیونکر نیند کرسکتا ہوں جبکہ میں اپنے چچا عباس کے گریہ و نالہ کی صدا سن رہا ہوں۔

مسلمان عباس کے پاس گئے۔ اور اس کی رسیاں کھول دیں اور اسے بتایا کہ تمہارے گریہ و نالہ کی وجہ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے چین ہیں۔

عباس کی آہیں جیسے ہی خاموش ہوئی رسول خدا کو نیند آگئی۔ (۱)

۱۔ شجرہ طوبیٰ ج ۱ ص ۸۲

اعمال بندگان امام کے سامنے پیش ہوتے ہیں

داؤد رقی کہتے ہیں کہ میں امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام علیہ السلام نے مجھے فرمایا۔ داؤد! تمہارے عمل جمعرات کی دن میرے سامنے پیس کئے گئے۔ میں نے تمہاری صلہ رحمی کو ملاحظہ کیا جو تو نے اپنے فلاں چچازاد کے ساتھ کی تھی۔ میں تمہارے اس عمل سے خوش ہوا۔ اور میں یہ جانتا ہوں کہ تیری یہ صلہ رحمی اس کی جلد موت کا سبب بنے گی۔

داؤد رقی بیان کرتا ہے کہ میرا ایک چچازاد انتہائی بدسیرت اور خاندان نبوت کا دشمن تھا۔ میں نے اس کے متعلق سنا کہ وہ سخت تنگدستی کا شکار ہے۔ اسی لئے مکہ جانے سے پہلے میں نے اس کی مدد کی تھی۔ (۱)

میسرہ (راوی حدیث) امام باقر یا امام صادق میں سے کسی امام کے حوالہ سے بیان کرتا ہے کہ مجھے انہوں نے فرمایا۔ میرا گمان ہے تم اپنے رشتہ داروں سے نیک سلوک روا رکھتے ہو۔

میں نے کہا۔ جی ہاں یہ تو میری بچپن سے عادت رہی ہے۔ جب میں بچہ تھا اور بازار میں جاکر مزدوری کیا کرتا تھا تو اس وقت مجھے دو درہم مزدوری مل کرتی تھی تو میں ایک درہم اپنے خالہ کو دیتا تھا اور ایک درہم اپنے پھوپھی کو دیا کرتا تھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ خدا کی قسم! رشتہ داروں سے حسن سلوک کی وجہ سے دو مرتبہ اللہ نے تمہاری موت کو تم سے دور کیا ہے۔ (۲)

۱۔ شجرہ طوبیٰ ج ۱ ص ۸۲

۲۔ بحار الانوار ج ۱۶ ص ۲۹

رشتہ داروں سے مت جھگڑو

الکافی میں صفوان جمال سے روایت ہے کہ امام صادقؑ اور عبداللہ بن حسن میں ایک مرتبہ جھگڑا ہوا۔ یہاں تک کہ لوگ جمع ہوگئے اور دونوں بزرگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

جب میں صبح کے وقت کام کے لئے گھر سے باہر نکلا تو میں نے دیکھا امام صادق علیہ السلام عبداللہ بن حسن کے دروازے پر کھڑے ہیں اور کنیز سے کہہ رہے ہیں کہ عبداللہ بن حسن کو باہر بھیجو۔

عبداللہ بن حسن جیسے ہی باہر نکلا تو اس نے پوچھا کہ اتنی صبح سویرے آپؑ نے آنے کی زحمت کیسے فرمائی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ رات میں نے قرآن مجید کی یہ آیت مجیدہ تلاوت کی

"الذین یصلون ما امر اللہ بہ ان یوصل و یخافون سوء الحساب"۔

"وہ لوگ اسے ملاتے ہیں جس کے ملانے کا اللہ نے حکم دیا ہے
اور روز حساب کی سختی سے ڈرتے ہیں"

یہ آیت پڑھ کر میں ساری رات بے چین رہا۔ اسی لئے صبح سویرے تمہارے پاس آگیا۔

عبداللہ بن حسن نے کہا۔ آپ سچ کہتے ہیں اور میں بھی یہ آیت بھول چکا تھا۔ اس وقت دونوں ایک دوسرے کے گلے ملے اور رونے لگے۔ اس واقعہ کی تشریح کرتے ہوئے علامہ مجلسی بحار الانوار کی سولہویں جلد کے صفحہ ۳۷ پر رقم طراز ہیں۔ امام صادق علیہ السلام کی طرف سے درحقیقت عبداللہ بن حسن کو یاد دہانی کرانا مقصود تھی۔ امام صادق علیہ السلام عبداللہ بن حسن سے قطع رحمی پسند نہیں کرتے تھے۔

بلکہ امام عالی مقام اس کی اصلاح کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ عبداللہ اپنے بیٹے کے لئے بیعت امامت کا خواہش مند تھا۔ اور ہر وہ امر جس میں امام کی مخالفت ہو وہ شرک کی حدود میں داخل ہوتا ہے۔ اسی لئے امام علیہ السلام کی شفقت کا تقاضا تھا کہ انہیں اس غلط اقدام سے باز رکھا جائے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ امام عالی مقام آیت مجیدہ سے کبھی بھی غافل نہ تھے یا ہرگز نہیں ہے کہ انہیں تلاوت کے دوران حکم خدا یاد آیا ہو۔

اس عملؑ سے امام علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ عبداللہ بن حسن کو عقوبت الٰہی سے خبردار کیا جائے اور اسے امام زمانہ کی مخالفت اور قطع رحمی سے بچایا جائے۔

قطع رحمی سے عمر کم ہو جاتی ہے

علامہ کلینی الکافیؒ میں رقم طراز ہیں کہ امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی۔ مولا! میرے چچا کی اولاد نے مجھ پر زندگی تنگ کر دی ہے۔ اور مجھے اتنا مجبور کر دیا ہے کہ اب میں صرف ایک کمرے میں رہنے پر مجبور ہوگیا ہوں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں حاکم کے پاس جاکر ان کی شکایت کروں اور ان سے اپنا حق وصول کروں؟

آپؑ نے فرمایا۔ صبر سے کام لو عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں اس مشقت سے رہائی دلائے گا۔ بس چند دن گزرے کہ ۱۳۱ھ کی وبا پھیل گئی اور میرے چچا زاد بھائیوں میں سے کوئی بھی زندہ باقی نہ بچا اور سب کے سب ہلاک ہوگئے۔

چند دنوں بعد وہ شخص خدمت امام علیہ اسلام میں حاضر ہوا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا۔ تمہارے رشتہ داروں کا کیا حال ہے؟

اس نے کہا۔ وہ سب کے سب مر گئے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ ان کی موت

اسی لئے واقع ہوئی کہ انہوں نے تجھ سے قطع رحمی کی تھی۔ اور کیا تم یہ پسند نہیں کرتے چاہے وہ تم پر ظلم کریں پھر بھی زندہ رہیں؟

اس نے کہا۔ جی ہاں میں ان کی موت پر خوش نہیں ہوں۔ (۱)

قاطع رحم کو دوست نہ بناؤ

الکافی میں ابوحمزہ کی زبانی حضرت صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میرے والد نے اپنے والد امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا۔ بیٹا پانچ قسم کے لوگوں کو دوست نہ بنانا ان کے ساتھ انس و الفت کے روابط نہ رکھنا اور انہیں کبھی اپنا رفیق سفر نہ بنانا۔

میں نے دریافت کیا وہ کون لوگ ہیں؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ (۱) جھوٹے کو دوست نہ بنانا۔ کیونکہ جھوٹا آدمی سراب کی طرح ہے جو دور سے تو پانی نظر آتا ہے لیکن جب پیاسا اس کے قریب جائے تو اسے گرم ریت کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔ (۲) فاسق کو دوست نہ بنانا وہ تجھے ایک لقمہ یا لقمہ سے بھی کم قیمت پر فروخت کردے گا (نہج البلاغہ میں ہے کہ وہ تجھے ایک کوڑی کے بدلہ فروخت کردے گا)۔ (۳) بخیل کو دوست نہ بنانا کیونکہ جب تجھے اس کے مال کی شدید ضرورت ہوگی تو وہ تجھے محروم رکھے گا۔ (۴) احمق کو دوست نہ بنانا کیونکہ وہ تجھے فائدہ پہنچانا چاہے گا اور اپنے حماقت کی وجہ سے تمہیں نقصان پہنچائے گا (نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہے)۔ (۵) قطع رحمی کرنے والے کو دوست نہ بنانا۔ میں نے قرآن مجید کی تین آیات میں اسے ملعون پایا ہے۔

"فهل عسيتم ان توليتم ان تفسدوا فی الارض و تقطعوا ارحامکم اولئك

۱۔ بحار الانوار ج ۱۶ ص ۲۹

الذین لعنهم الله فاصمهم و اعمى ابصارهم"

"قریب ہے کہ تم حاکم بن جاؤ زمین میں فساد کرو اور قطع رحمی کرو، ایسے لوگوں پر اللہ نے لعنت کی اور انہیں بہرہ بنایا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کردیا"

"الذین ینقضون عهدالله من بعد میثاقه ویقطعون ماامرالله به ان یوصل ویفسدون فی الارض اولئك لهم اللعنة ولهم سوء الدار"

"وہ لوگ جو پہچان کے بعد اللہ کے عہد کو توڑتے ہیں اور جسے اللہ نے ملانے کا حکم دیا اسے قطع کرتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں۔ انہی کے لئے لعنت ہے اور انہی کے لئے (دوزخ کا) برا گھر ہے"

"الذین ینقضون عهدالله من بعد میثاقه ویقطعون ماامر الله به ان یوصل ویفسدون فی الارض اولئك هم الخاسرون"

"جو میثاق کے بعد خدا کے عہد کو توڑتے ہیں اور جسے اللہ نے ملانے کا حکم دیا اسے قطع کرتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں۔ وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں"۔

صلح رحمی کا زندگی سے براہ راست واسطہ

شعیب عقر قوقی، امام کاظم علیہ السلام کے معتمد ساتھیوں میں ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایام حج تھے۔ اور ہم حج کے لئے گئے ہوئے تھے ایک دن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے مجھے فرمایا۔ شعیب! کل تم سے ایک شخص ملاقات کرے گا جس کا تعلق مراکش کے علاقہ سے ہوگا۔ اور تجھ سے وہ میرے متعلق دریافت کرے گا تو تم اسے جواب میں کہنا۔ خدا کی قسم موسیٰ بن جعفر امام ہیں اور امام صادق علیہ السلام نے ان کی امامت پر نص فرمائی ہے۔ اور اگر وہ تم سے حلال و حرام کے مسائل دریافت کرے تو میری طرف سے اسے جواب دینا۔

میں نے عرض کی مولا! میں آپ پر قربان جاؤں اس مغربی شخص کی کیا علامت ہے؟ آپؑ نے فرمایا۔ وہ بلند قامت اور درشت خدوخال کا مالک ہے اس کا نام یعقوب ہے۔ اور جب تمہاری اس سے ملاقات ہو تو بالکل نہ گھبرانا اور تم سے وہ جو چیز بھی پوچھے اس کا جواب دینا اور اگر وہ میرے پاس آنا چاہے تو اسے میرے پاس لے آنا۔

شعیب کہتا ہے۔ خدا کی قسم دوسرے دن میں مصروف طواف تھا کہ ایک جیم شخص نے میری طرف رخ کیا اور کہا میں تجھ سے تیرے آقا و مولا کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں۔

میں نے کہا۔ آپ میرے کس آقا و مولا کی بات پوچھنا چاہتے ہیں؟

اس نے کہا۔ میں موسیٰ بن جعفر کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں۔

میں نے پوچھا۔ تمہارا نام کیا ہے اور کہاں کے رہنے والے ہو اور تم نے مجھے کیسے پہچانا؟

اس نے کہا۔ میرا نام یعقوب ہے اور میں مغرب کا رہنے والا ہوں اور مجھے عالم خواب میں ایک شخص نے حکم دیا تھا کہ شعیب سے ملاقات کرو اور جو کچھ پوچھنا ہو اس سے پوچھو۔ اور جب میں بیدار ہوا تو میں نے تمہیں تلاش کرنا شروع کیا۔ اور آخر کار تمہیں ڈھونڈ نکالا۔

میں نے کہا۔ آپ یہاں کچھ دیر انتظار کریں تاکہ میں طواف مکمل کرلوں پھر آپ سے گفتگو کروں گا۔ طواف مکمل کرنے کے بعد میں نے اس سے ملاقت کی اور اس سے گفتگو ہوئی تو وہ شخص مجھے دانا اور عاقل نظر آیا۔ اس نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ میں اسے امام علیہ السلام کی خدمت میں لے آیا۔

امام علیہ السلام نے اسے دیکھ کر فرمایا۔ تو کل سرزمین مکہ میں وارد ہوا اور فلاں مقام پر تمہارے اور تمہارے بھائی کے درمیان جھگڑا ہوا اور تم نے ایک دوسرے کو

گالیاں دیں۔ یاد رکھو یہ ہمارا کردار نہیں ہے۔ میرے آباء و اجداد اور میرا دین اس چیز کا مخالف ہے اور ہمارا دین ہمیں ایسا کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ خدا سے ڈرو اور پرہیزگاری اختیار کرو۔ اور عنقریب موت تمہارے اور تمہارے بھائی کے درمیان جدائی ڈال دے گی۔ اور تمہارا بھائی اس سفر میں مرجائے گا۔ اور اسے وطن کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔ تم نے چونکہ قطع رحمی کی ہے اسی لئے اللہ نے تمہاری عمر قطع کردی ہے۔

اس شخص نے پوچھا۔ مولا! تو میں کب مروں گا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ تمہیں بھی موت آنے ہی والی تھی کہ تم نے فلاں منزل پر اپنے پھوپھی سے مہربانی کی اور صلہ رحمی کی۔ اسی لئے تمہاری عمر میں بیس سال کا اضافہ کردیا گیا۔

شعیب عقر قوقی بیان کرتے ہیں کہ ایک سال بعد مکہ کے راستے میں میری یعقوب سے ملاقات ہوئی اور میں نے اس سے پچھلے سال کی سرگزشت دریافت کی تو اس نے بتایا کہ پچھلے سال میرا بھائی وطن پہنچنے سے پہلے ہی مرگیا تھا اور راستے میں میں نے اسے دفن کیا تھا۔ (۱)

رشتہ داروں کو ملنے سے جذباتِ محبت کو تحریک ملتی ہے

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں۔ جب میں ہارون الرشید کی مجلس میں وارد ہوا تو میں نے سلام کیا اور اس نے سلام کا جواب دیا اور کہا موسیٰ! دنیا میں ایک نئی صورت حال نے جنم لیا ہے۔ ایک ملک میں دو خلیفہ بیک وقت رہتے ہیں اور عوام دونوں کو خراج دیتے ہیں۔

۱۔ منتہی الامال ج ۲ ص ۱۳۸

میں نے کہا۔ رحلتِ پیغمبر کے بعد سے لوگ مسلسل ہمارے خلاف دروغ گوئی کرتے آئے ہیں اور پہلی مرتبہ ایسا نہیں ہوا۔ خلیفہ کو اصل حالات کا بخوبی علم ہے۔ مجھے امید ہے کہ خلیفہ ہمارے دشمنوں کی باتوں پر یقین نہیں کرے گا۔ اور اگر تم مجھے اجازت دو تو میں پیغمبرؐ خدا کی تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں۔

ہارون الرشید نے کہا۔ ہاں میری طرف سے تمہیں اجازت ہے۔

میں نے کہا۔ میرے آبائے طاہرین نے پیغمبر خدا سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا۔ انّ الرحم امست الرحم تحرکت واضطربت جب دو رشتہ دار ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو محبت کے جذبات و احساسات متحرک ہوتے ہیں۔

تم میرے رشتہ دار ہو آؤ ہم دونوں ایک دوسرے سے ملیں اور دیکھیں کہ ہماری محبت کے جذبات بھی برانگیختہ ہوتے ہیں یا نہیں؟ (۱)

یہ سن کر ہارون الرشید میرے پاس آیا۔ اور ہم نے ایک دوسرے کو کافی دیر تک گلے لگائے رکھا۔ ہارون نے کہا۔ آپ مت گھبرائیں اور جب میں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں رواں تھیں۔

ہارون الرشید کہنے لگا۔ موسیٰ! آپ نے بالکل درست کہا ہے اور پیغمبرؐ خدا نے بھی بالکل بجا فرمایا ہے۔ جب میں نے تمہیں گلے لگایا تو میری رگوں اور شریانوں میں خون تیزی سے دوڑنے لگا اور بے ساختہ میرے آنسو بہنے لگے۔

اگر تم اجازت دو تو میں تم سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ اور وہ سوال مدتِ دراز سے میرے دل میں کھٹک رہا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ تم جواب میں تقیہ سے کام نہ لوگے۔

میں نے کہا میں ضرور جواب دوں گا لیکن مجھ سے وعدہ کرو کہ تم مجھ پر کسی طرح

۱۔ منتہی الامال ج ۲ ص ۱۳۸

کا ظلم و ستم روا نہ رکھو گے۔

اس نے پوچھا کہ آپؑ یہ بتائیں کہ ہمارے دادا عباس اور تمہارے دادا ابوطالب دونوں بھائی تھے۔ اور دونوں کا باپ عبدالمطلب تھا۔ تمہیں ہم پر کونسی فضیلت حاصل ہے؟

میں نے کہا۔ یہ درست ہے ہم سب کا دادا ایک تھا۔ لیکن ہمیں پیغمبرؐ خدا سے خصوصی قربت حاصل ہے اور وہ تمہیں حاصل نہیں ہے۔ جناب رسول خداؐ کے والد حضرت عبداللہ اور ہمارے دادا جناب ابوطالب ایک دوسرے کے سگے بھائی تھے۔ جب کہ عباس دوسری ماں سے تھے۔

ہارون الرشید نے پھر پوچھا۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ لوگ تمہیں اولاد رسولؐ کیوں کہتے ہیں۔ جب کہ تم رسول خداؐ کی اولاد نہیں ہو۔ حضرت علیؑ کی اولاد ہو۔ یہ سچ ہے کہ تمہاری دادی رسالت مآبؐ کی دختر تھیں لیکن سلسلۂ نسب تو باپ سے چلا کرتا ہے ماں سے نہیں چلتا۔

میں نے کہا۔ بادشاہ! مجھے یہ بتاؤ اگر پیغمبرؐ خدا زندہ ہوتے اور وہ تم سے تمہاری لڑکی کا رشتہ طلب کرتے تو بتاؤ تم ان کو رشتہ دیتے یا نہ دیتے؟

ہارون نے کہا۔ یہ رشتہ میرے لئے باعثِ افتخار ہوتا۔

یہ سن کر میں نے کہا۔ بادشاہ! یہی ہمارا اور تمہارا فرق ہے۔ تم حبیبؐ خدا کو اپنی لڑکی کا رشتہ دے سکتے ہو اور رسول خداؐ مجھ سے میری بیٹی کا رشتہ طلب نہیں کر سکتے اور میں انہیں رشتہ نہیں دے سکتا۔ کیونکہ میری بیٹیاں حضور اکرمؐ کی نواسیاں ہیں۔

یہ سن کر ہارون نے کہا۔ آپ نے بہت اچھا استدلال کیا ہے۔ (۱)

۱۔ بحار الانوار ج ۱۱ ص ۲۶۹

قاطع رحم کو یہ سزا بھی مل سکتی ہے

ہارون الرشید کے چودہ بیٹے تھے۔ اس نے اپنے ولی عہدی کے لئے ان میں سے تین بیٹوں کا انتخاب کیا۔ اور اپنے تمام عمال کو مکہ طلب کیا اور اپنے تینوں بیٹوں امین، مامون اور مؤتمن کو بالترتیب اپنا ولی عہد نامزد کیا۔

امین کی ماں زبیدہ تھی۔ اور اس کا اتالیق جعفر بن محمد بن اشعث تھا اور وہ ساتویں امام کا عقیدت مند تھا۔

مامون کا اتالیق یحیٰ بن خالد برمکی تھا۔ اس نے سوچا کہ ہارون کے بعد خلافت امین کو منتقل ہو جائے گی اور اس کے نتیجہ کے طور پر اس کے معلم و اتالیق کی قدر و منزلت میں اضافہ ہو جائے گا۔ اسی لئے اس کی ہر ممکن کوشش تھی کہ امین کے اتالیق جعفر بن محمد کو کسی طرح سے ہارون کی نظروں سے گرا دیا جائے۔

یحیٰ برمکی جانتا تھا کہ جعفر شیعہ ہے۔ اس نے جعفر کے ساتھ اپنے تعلقات قائم کئے اور اسے بتایا کہ میں بھی امام موسیٰ کاظمؑ کا ارادت مند ہوں اور اس طرح سے اس نے بہت سے اسرار سے آگاہی حاصل کر لی۔

اسی نے ہارون کے سامنے جعفر بن محمد پر کئی مرتبہ تنقید کی لیکن ہارون نے کوئی توجہ نہ دی۔ آخر کار ایک مرتبہ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ امام موسیٰ کاظم کے متعلقین میں سے کسی ایسے فرد کو تلاش کیا جائے جو امام علیہ السلام کی مخالفت کرے اور ہارون کے سامنے ان کی شکایت کرے۔

جعفر کے دوستوں نے کہا کہ یہ کام محمد بن اسماعیل بن امام جعفر صادق سر انجام دے سکتا ہے۔ اور اس کام کے لئے وہی موزوں ترین شخص ہے۔ کیونکہ وہ امام علیہ السلام کا بھتیجا ہے۔

یحیٰ بن خالد برمکی نے محمد بن اسماعیل کو خط لکھ کر بغداد طلب کیا۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے بھتیجے پر ہمیشہ شفقت فرمایا کرتے تھے۔

اور جب امام عالی مقام نے سنا کہ وہ بغداد جا رہا ہے تو آپ نے اسے بلا کر فرمایا۔

میں نے سنا ہے کہ تم بغداد جا رہے ہو؟

اس نے کہا۔ جی ہاں

آپؑ نے فرمایا۔ تم بغداد کیوں جانا چاہتے ہو؟

اس نے کہا کہ میں اس وقت قرض اور تنگ دستی میں مبتلا ہوں۔ ممکن ہے بغداد جانے کی وجہ سے میرا قرض ادا ہو سکے۔

آپؑ نے فرمایا۔ میں تمہارا قرض ادا کر دیتا ہوں مگر وہ آمادہ نہ ہوا۔ اس کے باوجود آپ نے اسے تین ہزار دینار اور چار ہزار درہم عطا فرمائے۔

جب وہ آپ کے بیت الشرف سے نکلنے لگا تو آپؑ نے فرمایا۔ میرے بچوں کو یتیم بنانے کی کوشش نہ کرنا اور میرے خون میں ہاتھ رنگین نہ کرنا۔

جب وہ آپ کے پاس سے اٹھ کر چلا گیا تو آپؑ نے فرمایا۔ میں جانتا ہوں یہ بغداد جا کر مجھ پر چغل خوری کرے گا اور میرے لئے مصائب کا سامان فراہم کرے گا۔

آپؑ کے ساتھیوں نے عرض کی تو پھر آپ نے ایسے شخص کی مدد کیوں فرمائی؟

آپؑ نے فرمایا۔ میرے آبائے طاہرین نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا ان الرحم اذا قطعت فوصلت قطعھا اللہ جب ایک رشتہ دار دوسرے پر جفا کرے اور دوسرا اس سے نیکی کرے تو ستم گار تباہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

علی بن اسماعیل مدینہ سے بغداد گیا۔ یحیٰ بن خالد نے اس کا پرتپاک استقبال کیا۔

علی بن اسماعیل نے امام موسیٰ کاظم کی شکایتیں کیں۔

یحییٰ برمکی اسے ہارون الرشید کے پاس لے گیا۔ جاتے ہی علی بن اسماعیل نے ہارون سے کہا۔ مجھے تعجب ہے کہ ایک وقت میں دو خلیفہ موجود ہیں۔ مدینہ میں موسیٰ کاظمؑ خلیفہ ہیں، مشرق و مغرب سے ان کے پاس خراج آرہا ہے۔ اور ادھر بغداد میں آپ خلیفہ ہیں۔

ہارون الرشید نے بیس ہزار درہم کی اسے رسید لکھ کر دی اور علی بن اسماعیل نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ رقم کا خط مشرقی علاقے کے کسی حکمران کے نام لکھ کر دیا جائے تاکہ مجھے وہاں سے لے جانے میں آسانی رہے۔

ابھی اسے انعام کی رقم نہیں ملی تھی کہ وہ قضائے حاجت کے لئے بیت الخلا گیا۔ بیت الخلا سے اس کی زور دار چیخیں سنائی دیں۔ لوگ اسے وہاں سے اٹھا کر لائے تو اس کی انتڑیاں اور ہاضمہ کا نظام باہر آچکا تھا۔

طبیبوں نے اس کے بچانے کی سرتوڑ کوششیں کیں۔ وہ بستر پر تڑپ رہا تھا کہ حکومت کے ملازمین اس کے انعام کی رقم لیکر آئے اور کہا کہ تمہارا انعام حاضر ہے۔ اس نے کہا۔ اب میں اس انعام کو لے کر کیا کروں گا میں تو چند لمحات میں مرنے والا ہوں۔ چند ساعات بعد وہ مر گیا۔

اسی سال ہارون الرشید حج کے بہانے مکہ آیا اور وہاں سے مدینہ آیا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر اطہر پر کھڑے ہو کر اس نے کہا۔ یا رسول اللہ! مجھے معاف کرنا میں تیرے بیٹے موسیٰ کاظمؑ کو گرفتار کر رہا ہوں۔ کیونکہ اس کی وجہ سے میرا آرام و سکون ختم ہو چکا ہے۔ اس کے بعد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو گرفتار کر لیا گیا اور زندان میں ہے امام علیہ السلام کی شہادت واقع ہوئی۔ (۱)

۱۔ بحار الانوار ج ۱۱ ص ۳۰۲

چند روایات

قال رسول اللّٰہؐ من ضمن لی واحدة ضمنت له ربعة یصل رحمه فیحبه اهله ویوضع علیه رزقه ویزید فی عمره ویدخله اللّٰه تعالی الجنه التی وعده

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ جو ایک کام کرنے کی مجھے ضمانت دے میں اسے چار چیزوں کی ضمانت دیتا ہوں۔ اور وہ عمل صلہ رحمی اور رشتہ داروں کے حقوق کی نگہداشت ہے۔

۱۔ اس کا خاندان اس سے محبت کرے گا۔

۲۔ اسے فراخیِ رزق نصیب ہوگی۔

۳۔ اس کی عمر میں اضافہ ہوگا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے جس بہشت کا وعدہ فرمایا ہے، اسے اس بہشت میں داخل فرمائے گا۔ (کتاب مستدرک الوسائل ج ۲ ص ۶۴۱)

عن ابی عبداللّٰه قال انّ صله الرحم تزکی الاعمال وتنمی الاحوال وتیسر الحساب وتدفع البلویٰ وتزید فی العمر

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے صلہ رحمی سے نیک اعمال میں اضافہ ہوتا ہے اور دولت میں فراوانی پیدا ہوتی ہے۔ اور قیامت کے دن کے حساب کی آسانی نصیب ہوتی ہے۔ اور صلہ رحمی سے سختیاں دور ہوتی ہیں۔ اور عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔ (مستدرک الوسائل ج ۲ ص ۶۳۹)

عن ابی الحسن الرضؑ عن ابائه قال رسول اللّٰهؐ لمّا اسری بی اِلی السماء رایت رحما متعلقه بالعرش تشکو رحمها اِلی ربها فقلت لها بینك وبینها من اب فقالت تلتقی فی اربعین ابا

امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں نے شب معراج ایک شخص کو دیکھا۔ جس نے عرش الٰہی کے سامنے اپنے ایک رشتہ دار کو پکڑ کر اس کی شکایت کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔ تیرے اور اس کے درمیان کتنی پشتوں کا فاصلہ ہے؟
اس نے کہا۔ ہم ایک دوسرے سے چالیسویں پشت میں جاکر ملتے ہیں۔ (الصدوق فی الخصال)

عن رسول اللہؐ انه قال مامن ذنب اجور ان یجعل اللہ یصاحبه العقوبة فی الدنیا مع مارفده فی الاخده من البقی وقطیعة الرحم

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ دو گناہ ایسے ہیں اللہ تعالیٰ دنیا میں جن کی بہت جلدی سزا دے دیتا ہے۔ اور آخرت کی سزا دنیاوی سزا کے علاوہ ہے اور وہ گناہ یہ ہیں۔ (۱) ستم گری (۲) قطع رحمی۔ (۱)

عن ابی جعفرؑ فی کتاب امیر المومنین ثلاث خصال لایموت صامبهن حتیٰ یریٰ وبالهن البغی وقطیعة والیمن الکاذبة

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا۔ امیر المومنین نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ تین عادات و خصائل ایسی ہیں کہ ان عادات کا مالک مرنے سے پہلے ان کا وبال دیکھ لیتا ہے۔ ظلم، قطع رحمی اور جھوٹی قسم۔ (امالی شیخ مفید)

قال رسول اللہؐ صلو ارحامکم فی الدنیا ولوباسلام

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ دنیا میں رشتہ داروں سے بھلائی کرو اگرچہ سلام کے ذریعہ سے ہی کیوں نہ ہو۔ (مستدرک الوسائل نقلاً عن البحار)

۱۔ مستدرک الوسائل ص ۶۲۹

باب ششم

احترامِ سادات

ایک تاجر اور حسبِ سادات

کتاب شرائع کا مؤلف جن کا شمار مشہور شیعہ فقہاء و علماء کے زمرہ میں کیا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب فضائل علیؑ بن ابی طالبؑ میں یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ابراہیم بن مہران راوی ہیں کہ کوفہ شہر میں ایک تاجر تھا۔ جس کا نام ابو جعفر تھا اور وہ انتہائی نیک دل تاجر تھا۔ اس کا مقصد اپنی تجوری کو پر کرنا نہ تھا بلکہ وہ ہمیشہ رضائے الٰہی کو مد نظر رکھتا تھا۔

اور جب بھی کوئی سیدؔ اس سے کوئی سودا لیتا اور اس کے پاس سودے کی رقم نہ ہوتی تو وہ بڑی خوشی سے انہیں سودے دیا کیا کرتا تھا۔ اور اپنے غلام سے کہتا تھا کہ اس رقم کو علیؑ بن ابی طالبؑ کے کھاتے میں لکھ دو۔ اسی طرح سے کچھ عرصہ گزرا کہ اس کی دکان آہستہ آہستہ ختم ہونے لگی۔

ایک دن اس نے غلام کو آواز دے کر کہا کہ دکان کا یہی کھاتہ لاؤ اور قرض کا حساب کرو۔ اور ہمارے جو مقروض وفات پا گئے ان کا نام کاٹ دو اور جو زندہ ہیں ان سے قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کرو۔ مگر ایسا کرنے سے بھی اس کی دکان کا خسارہ پورا نہ ہو سکا۔

ایک دن وہ اپنے گھر کے دروازے پر حیران و پریشان بیٹھا تھا کہ اس کے ایک

ہمسائے نے اس سے مذاق کرتے ہوئے کہا۔ اس مقروض سے رقم کیسے وصول کرو گے۔ جس کا نام اپنے رجسٹر میں تم لکھ کر خوش ہوا کرتے تھے؟ تاجر یہ طعنہ سن کر غمگین ہوا اور سارا دن مغموم رہا۔ رات کو جیسے ہی بستر پر سویا تو عالم خواب میں اسے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسنؑ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ تمہارے والد کہاں ہے؟ اتنے میں علی علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ علیؑ! تم اس شخص کا ادھار واپس کیوں نہیں کرتے؟ حضرت علیؑ نے عرض کی۔ مولا! میں ابھی اور اسی وقت اس کا ادھار واپس کرتا ہوں۔

یہ کہہ کر مولائے کائنات نے ایک سفید تھیلی اس کے حوالے کی۔ جس میں ایک ہزار اشرفی تھی۔ اور فرمایا یہ تمہارا حق ہے تم مجھ سے لے لو اور لینے سے انکار نہ کرو۔ اور اس کے بعد میری اولاد میں سے جو بھی غریب سیدّ تجھ سے قرض مانگے تو اسے قرض دے دینا۔ انشاء اللہ تم پھر کبھی مفلس نہیں ہو گے۔

ابو جعفر خواب سے بیدار ہوا اور دیکھا کہ سفید تھیلی اس کے ہاتھ میں ہے۔ اس نے اپنی بیوی کو جگا کر تمام واقعہ سنایا۔ اس کی بیوی کو اعتبار نہ آیا اور کہا۔ بندہ خدا! خدا کا خوف کر اور کسی طرح کی چالاکی اور مکاری نہ دکھا۔

تاجر نے قسم کھا کر اسے یقین دلانے کی کوشش کی تو بیوی نے کہا میں اس صورت میں یہ بات تسلیم کروں گی کہ تم اپنے رجسٹر منگاؤ اور مولا کے نام کے کھاتے کی رقم گنو۔ جب رجسٹر منگایا گیا تو قرض کی رقم ایک ہزار اشرفی کے برابر تھی۔ اور

کھاتے کے نیچے لکھا ہوا تھا کہ یہ رقم علی بن ابی طالب نے ادا کر دی۔

نصرانی اور اعانتِ اہل بیت

بلادربیعہ میں ایک قادر الکلام اور دولت مند نصرانی رہتا تھا جس کا نام یوسف بن یعقوب تھا۔ متوکل عباسی کے پاس کسی نے اس کی چغل خوری کی۔ متوکل نے اسے اپنے دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔

یوسف حکم حاکم مرگ مفاجات کے تحت ناچار ہو کر سامرا کی جانب چل پڑا اور سامرا وارد ہونے سے پہلے اس نے دل میں منت مانی کہ اگر میں متوکل کے شر سے محفوظ رہا تو میں ایک سو اشرفی امام محمد تقیؑ کی خدمت میں نذر کروں گا۔ اس وقت امام محمد تقی علیہ السلام سامرا میں نظر بندی کی زندگی بسر کر رہے تھے اور مالی طور پر پریشان تھے۔ یوسف جیسے ہی سامرا شہر کے دروازہ پر پہنچا تو دل میں سوچا کہ متوکل کے پاس جانے سے پہلے ہی اگر میں فرزند رضاؑ سے مل لیتا تو زیادہ بہتر تھا۔ لیکن اس کے لئے پریشانی یہ تھی کہ وہ امام محمد تقی علیہ السلام کے مکان سے لاعلم تھا اور پوچھنے میں یہ اندیشہ تھا کہ ممکن ہے اس ملاقات کی اطلاع متوکل کو ہو گئی تو وہ اور زیادہ ناراض ہو جائے گا۔

اس نے ایک عجیب فیصلہ کیا اس نے اپنی سواری کی رسی اپنے ہاتھ سے چھوڑ دی۔ اور سواری کو اس کے حال پر جانے دیا اور دل میں کہا اگر اللہ کو میری اعانت مطلوب ہو گی تو میری سواری خود بخود امام کے دروازے پر جا پہنچے گی۔ یوسف کی سواری جیسے ہی آزاد ہوئی اس نے بازاروں اور کوچوں کو عبور کیا اور ایک دروازے پر آکر رک گئی۔

اس نے سواری کو چلانے کیلئے جتنی بھی کوشش کی سواری اپنی جگہ سے نہ ہلی۔

یوسف کہتا ہے کہ میں نے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ کس کا گھر ہے؟ اس نے مجھے بتایا یہ رافضیوں کے نویں امام ابن الرضا علیہ السلام کا گھر ہے۔ میں نے دل میں سوچا یہ امامؑ کی عظمت کی پہلی نشانی ہے۔ کہ میں کسی سے پوچھے بغیر ان کے دروازے پر پہنچ گیا۔

ابھی میں یہ بات دل میں سوچ رہا تھا کہ ایک سیاہ رنگ کا غلام اس گھر سے برآمد ہوا اور کہا۔ تو یوسف بن یعقوب ہے؟

میں نے کہا۔ جی ہاں۔ غلام نے کہا سواری سے اترو اور وہ مجھے لے کر ایک مکان میں داخل ہوا اور وہ مجھے باہر صحن میں کھڑا کر کے خود اندر چلا گیا۔

میں نے دل میں سوچا یہ عظمتِ امامؑ کی دوسری نشانی ہے۔ اس غلام نے مجھے کیونکر پہچان لیا کہ میں یوسف بن یعقوب ہوں۔ جبکہ میں اس سے پہلے کبھی سامرا نہیں آیا تھا۔

کچھ دیر بعد وہی غلام دوبارہ آیا۔ اور کہا تم نے جو ایک سو اشرفی اپنی آستین میں رکھی ہیں وہ مجھے دے دو۔

میں نے دل میں کہا یہ عظمتِ امامؑ کی تیسری نشانی ہے۔

غلام اشرفیاں لے کر روانہ ہوا اور تھوڑی دیر بعد میرے پاس آیا۔ اور مجھ سے کہا تم اپنی سواری کو یہاں باندھ دو۔ اور میرے ساتھ میرے آقا و مولا کی خدمت میں حاضری دو۔

میں غلام کے ساتھ اندر داخل ہوا تو میں نے وہاں ایک باوقار شخصیت کو بیٹھے ہوئے دیکھا اور انہوں نے مجھے کہا یوسف! اتنے دلائل دیکھ کر بھی تم ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے؟

میں نے کہا۔ جی ہاں میں کافی دلائل مشاہدہ کر چکا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا۔ مجھے معلوم ہے تو مسلمان نہیں ہوگا اور تیرا بیٹا اسحاق عنقریب مسلمان ہوگا اور وہ ہمارا جانثار شیعہ بنے گا۔

یوسف سنو! کچھ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہماری محبت اور دوستی فائدہ نہیں دیتی۔ خدا ایسا ہرگز نہیں۔ جو بھی ہم سے محبت اور دوستی کرے خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم اسے اس محبت کا اجر ضرور ملے گا۔

اس کے بعد امامؑ نے فرمایا۔ یوسف! تم مطمئن رہو۔ متوکل کی جانب سے تمہیں کوئی اذیت نہیں پہنچے گی۔ جس وقت تو شہر سامرا میں داخل ہوا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر کیا تھا۔ جو تمہاری سواری کی باگ تھام کر ہمارے دروازے پر تمہیں لایا تھا۔ روز قیامت تیرا یہ جانور باغ بہشت میں داخل ہوگا۔

اسحاق بن یوسف کچھ عرصہ بعد مسلمان ہوگیا۔ اس نے امام علیہ السلام سے اپنے باپ کے انجام کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ تمہارے باپ نے اسلام قبول نہیں کیا تھا اسی لئے اسے دوزخ میں ڈالا گیا۔ لیکن اس نے اپنی زندگی میں میری مدد کی تھی اسی لئے دوزخ کی آگ اس پر اثر انداز نہیں ہوئی۔ (۱)

جب ایک سیّدہ سے سیادت کی گواہی طلب کی گئی

سبط بن جوزی مشہور مؤرخ ہیں۔ وہ تذکرۃ الخواص میں رقم طراز ہیں کہ ایک سیّد زادہ بلخ شہر میں زندگی بسر کرتا تھا۔ اس کی ایک بیوی اور چند بیٹیاں تھیں۔ قضائے الٰہی سے وہ سیّد زادہ فوت ہوگیا اور پسماندگان مالی پریشانی کا شکار ہوگئے۔

اپنی غربت و تنگدستی کی وجہ سے وہ بلخ میں رہنے کے قابل نہ رہے۔

اس کی بیوی جو کہ خود بھی سیدانی تھی۔ اپنی بیٹیوں کو ساتھ لے کر سمرقند شہر

۱۔ مجمع النورین ص۔ از خرائج و بحار ج ۱۲

آگئی۔ یہاں آکر اس نے اپنی بیٹیوں کو ایک مسجد میں بٹھایا۔ اور خود نان و نفقہ کی جستجو میں شہر میں آئی۔

ایک جگہ آکر سیدانی نے دیکھا کہ ایک شخص کو لوگ چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں اور اس کا بے حد احترام کر رہے ہیں۔

سیدانی نے اس کے متعلق دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟

لوگوں نے بتایا کہ یہ شہر کا سردار ہے۔ یہ سن کر سیدانی اس کے قریب گئی اور اپنی غربت و افلاس کا حال سنایا۔

اس نے کہا۔ اگر آپ واقعی سیدہ ہیں تو اپنی سیادت کے گواہ پیش کریں۔

پھر اس نے اس سیدانی کی طرف کوئی توجہ تک نہ کی۔

بے چاری سیدانی وہاں سے مایوس ہو کر چل پڑی۔ ایک اور جگہ پہنچ کر اس نے دیکھا کہ ایک شخص کو لوگوں نے گھیرا ہوا ہے۔

سیدانی نے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟

کسی نے بتایا یہ شہر کا داروغہ ہے اور مجوسی مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔

سیدّہ اس کے پاس گئی۔ اور اپنا حال اسے کہہ سنایا۔ اس نے ایک خادم کو بلا کر کہا۔ جاؤ میری بیوی سے کہو کہ وہ یہاں آجائے۔

تھوڑی دیر بعد اس کی بیوی کنیزوں کے جھرمٹ میں باہر آئی۔

اس کے شوہر نے کہا۔ اس سیدّہ کے ہمراہ فلاں محلّہ کی مسجد میں جاؤ وہاں اس کی بیٹیاں بیٹھی ہوئی ہیں، انہیں بڑے احترام سے اپنے گھر لے آؤ۔

مجوسی کی بیوی سیدانی کے ہمراہ اس ویران مسجد میں آئی اور یتیم بچیوں کو بڑی شفقت سے اپنے گھر لے آئی۔

انہوں نے سید زادیوں کو رہنے کے لئے کمرہ دیا۔ اور انہیں نہلایا اور عمدہ لباس

پہنایا گیا اور بہترین کھانوں سے انکی تواضع کی گئی۔ اور سیّد زادیاں آرام سے سوگئیں۔

جب آدھی رات گزری تو اس شہر کے مسلمان سردار نے خواب دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اطہر پر پرندہ پھڑ پھڑا رہا ہے اور سبز زمرّد کا عظیم الشان محل بھی وہاں موجود ہے۔

اس مسلمان سردار نے عالم خواب میں کسی سے پوچھا یہ کس کا محل ہے؟

اس نے کہا یہ محل کسی مسلمان اور خدا پرست انسان کو ملے گا۔

یہ سن کر وہ رسالت مآب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب گیا۔ اور آپؐ سے محل میں داخلہ کی اجازت طلب کی۔ مگر آپؐ نے اس سے اپنا چہرہ مبارک پھیر لیا۔

اس نے عرض کی یارسول اللہؐ! آپؐ مجھ سے روئے مبارک نہ پھیریں میں مرد مسلمان ہوں۔

یہ سن کر رسول خدا خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تو مسلمان ہے تو اپنے مسلمان ہونے کے گواہ پیش کر۔ وہ یہ سن کر پریشان ہوگیا۔ حضور اکرم خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تم نے سیدّزادی کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا تو کیا تم اتنی جلدی سے اپنا سلوک بھول چکے ہو؟

یہ محل اس کا ہے جس نے آج رات اس سیدّہ کو پناہ دی ہے۔

یہ شخص نیند سے بیدار ہوا اور بے ساختہ رونے لگا اور اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ وہ پورے شہر میں پھر کر یہ پتہ چلائیں کہ اس سیدانی کو کس نے پناہ دی ہے۔

کچھ دیر بعد غلاموں نے آکر اسے اطلاع دی کہ اس سیدانی کو شہر کے مجوسی داروغہ نے پناہ دی ہے۔

یہ شخص مجوسی کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں سیدانی کی کوئی خبر ہے؟

داروغہ نے کہا۔ جی ہاں وہ سیدّہ اپنی بچیوں سمیت میری مہمان ہے اور میرے گھر میں ہے۔

سردارِ شہر نے کہا۔ تم وہ بی بیاں میرے حوالے کرو۔ تمہیں ان کے رکھنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

مجوسی نے کہا آپ بھی مجھ سے اس طرح کا مطالبہ نہیں کر سکتے۔

سردار نے کہا۔ میں تمہیں ایک ہزار دینار دیتا ہوں تم وہ سیّد زادیاں میرے حوالے کر دو۔

داروغہ نے کہا۔ ناممکن ہے اگر تم مجھے ایک لاکھ دینار بھی دینا چاہو تو بھی میں نہیں لوں گا۔ جب سردار نے زیادہ اصرار کیا تو داروغہ نے کہا۔ جو خواب دیکھ کر تو یہاں آیا ہے میں بھی وہی خواب دیکھ چکا ہوں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے زمرّد کا وہ محل عطا کیا ہے جس سے تجھے روکا گیا تھا۔

جس وقت میں نے یہ خواب دیکھا تو اپنے تمام اہل خانہ کو بیدار کیا اور ہم سب نے اس سیّدہ کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا ہے۔ اسی سیّدہ کی برکت سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ زمرّد کا محل مجھے اور میرے اہل خانہ کو دیا ہے۔ (۱)

ایک سیّدہ اور عبداللہ بن مبارک

سبط بن جوزی تذکرۃ الخواص میں نقل کرتے ہیں۔ کہ عبداللہ بن مبارک کا اصول تھا کہ وہ ہر دوسرے سال حج پر جاتا تھا۔ اور یوں اس نے پچاس برس میں پچیس حج ادا کیئے۔

ایک سال وہ حج کے لئے جارہا تھا کہ راستے میں اس نے دیکھا۔ کہ ایک عورت مردہ مرغی کے پر جدا کر رہی ہے۔

یہ دیکھ کر عبداللہ بن مبارک اس عورت کے قریب گئے اور کہا۔ بی بی اس کا کھانا

۱۔ کشکول بحرانی نقل از منہاج الیقین و شجرہ طوبیٰ

شریعتِ اسلام میں حرام ہے۔

عورت نے کہا۔ آپ جائیں جس چیز کا آپ سے کوئی تعلق نہیں آپ اس کے متعلق کیوں گفتگو کرتے ہیں۔

عبداللہ نے جب زیادہ اصرار کیا تو اس عورت نے کہا۔ اب جب تم اتنا اصرار کر رہے ہو تو سنو میں سیّد زادی ہوں اور میری چار بیٹیاں ہیں۔ میرے شوہر کی وفات ہو چکی ہے۔ اور آج ہمیں فاقہ کیئے چوتھا دن ہے۔ اس وقت ہم مضطر ہیں اور ہمارے لئے مردار حلال ہو چکا ہے، آج اتفاق سے یہ مردہ مرغی میرے ہاتھ لگی ہے۔ میں اسے صاف کر کے خود بھی کھاؤں گی اور اپنی بچیوں کو بھی کھلاؤں گی۔

عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں۔ یہ سن کر میں نے دل میں کہا۔ عبداللہ! وائے ہو تجھ پر اگر تو نے اس موقع کو ہاتھ سے جانے دیا۔

میں نے اس سیّد زادی کو اشارہ کیا کہ وہ اپنا دامن پھیلائے۔ جب اس نے اپنا دامن پھیلایا تو میں نے حج کے زادِ راہ کے طور پر جو درہم ساتھ لئے ہوئے تھے وہ سب کے سب اس کی جھولی میں ڈال دیئے۔ سیّدہ نے مجھ سے وہ رقم لے لی مگر اس کے چہرے پر شرمندگی اور ندامت کے آثار ظاہر تھے۔

سیّد زادی رقم لے کر اپنے گھر روانہ ہوئی اور میں حج کیئے بغیر اپنے گھر آگیا۔ اور اللہ نے اس سال میرے دل سے مکہ جانے کی خواہش اٹھالی۔

جب حاجی مکہ سے واپس آئے تو میں اپنے اہل شہر کو مبارک دینے کے لئے گیا۔ اور جو بھی حاجی مجھے ملتا تو وہ بھی مجھے حج کی مبارک دیتا تھا اور کہتا تھا کہ تم فلاں مقام پر میرے ساتھ تھے۔ اللہ تعالیٰ تمہارا حج بھی قبول فرمائے۔

میں حجاج کی یہ باتیں سن کر انتہائی غمگین ہوا۔ اور اس رات میں نے ایک عجیب خواب دیکھا۔ عالم خواب میں جناب رسالت مآب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ عبداللہ! تو نے میری اولاد میں سے ایک بچی کی مدد کی ہے۔ میں نے اللہ سے تمہارے لئے دعا مانگی تو اللہ نے تیری شکل وصورت کا ایک فرشتہ پیدا کیا۔ جو ہر سال قیامت تک تیرے لئے حج کرتا رہے گا۔ اب تمہاری مرضی حج پر جاؤ یا نہ جاؤ۔ (۱)

متوکل عباسی کی ماں کا سادات سے سلوک

فضائل السادات میں ابن جوزی نے اپنے دادا ابو الفرج سے نقل کیا ہے احمد بن خصیب کہتا ہے کہ میں متوکل عباسی کی ماں کا خزانچی تھا۔

ایک دن میں اپنے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک غلام آیا۔ اس نے مجھے ایک تھیلی دی جس میں ایک ہزار اشرفی تھی۔ اور کہا کہ خلیفہ کی ماں نے کہا ہے کہ یہ میرا حلال ترین مال ہے جو میں تیرے پاس بھیج رہی ہوں۔ اسے غرباء و مساکین میں تقسیم کرو۔

میں نے اپنے دوستوں سے مشورہ کیا کہ وہ مجھے غرباء و مساکین کی ایک فہرست بنا کر دیں تاکہ میں اس رقم کو ان میں تقسیم کرسکوں۔

دوستوں نے مجھے چند غرباء کے نام لکھوائے میں نے ان میں تین سو اشرفیاں تقسیم کیں۔ سات سو اشرفی میرے پاس باقی تھیں۔

رات کا ایک حصہ گزرا کہ کسی نے میرے دروازے پر دستک دی۔ میں نے دروازہ کھولا اور اس کے آنے کا مقصد دریافت کیا۔

اس نے کہا میں ایک بے نوا اور مفلس سید زادہ ہوں اور ضرورت مند ہوں میں نے ان اشرفیوں میں سے اسے ایک اشرفی دی۔ اور جب میں واپس اپنے بستر پر آیا تو میری بیوی نے پوچھا۔ دستک دینے والا کون تھا؟

۱۔ شجرہ طوبیٰ ص ۱۱۔ ریاحین الشریعۃ میں پانچ سال لکھا ہے۔

میں نے بتایا کہ ایک غریب سید زادہ تھا اور معاونت کا طالب تھا۔ میں نے اسے ایک اشرفی دے کر رخصت کردیا۔

میری بیوی نے جیسے ہی میرے الفاظ سنے زارو قطار رونے لگی۔ اور مجھ سے کہنے لگی۔ تجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرم نہ آئی کہ اس کی اولاد میں سے ایک شخص تیرے دروازے پر آیا اور تو نے اسے صرف ایک اشرفی دے کر رخصت کردیا؟

جلدی کرو۔ اس سید زادے کو تلاش کرکے باقی رقم اس کے حوالے کردو۔ میں بیوی کے کہنے پر اٹھا اور اس سیدزادہ کو پکڑ کر باقی تمام رقم بھی اس کے حوالی کردی۔

جب میں گھر آیا تو سخت پریشان ہوا۔ اگر متوکل کو کسی طرح سے اس بات کا پتہ چل گیا تو وہ مجھے سخت اذیت دے گا۔

بیوی نے کہا۔ مت گھبرا اس سید زادے کا نانا تمہاری خود حفاظت فرمائے گا۔ ابھی میں جاگ ہی رہا تھا اور میری آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی کہ اسی دوران زور زور سے میرے دروازے پر دستک ہوئی اور میں گھبرا کر اٹھا باہر نکل کر میں نے دیکھا کہ بہت سے شاہی غلام اپنے ہاتھوں میں مشعلیں لئے کھڑے ہیں اور انہوں نے کہا کہ اس وقت تجھے خلیفہ کی ماں نے یاد کیا ہے۔ یہ سن کر میرے دل میں ہزاروں وسوسے اٹھنے لگے۔ میں ان کے ساتھ روانہ ہونے لگا۔

ابھی ہم جانے کی تیاری کر رہے تھے کہ خلیفہ کی ماں کا ایک اور قاصد آگیا کہ جلدی کرو احمد بن خصیب کو خلیفہ کی ماں یاد کر رہی ہے۔

جب میں پہنچا تو پردے کی اوٹ سے متوکل کی ماں کی صدا بلند ہوئی۔ مجھے مخاطب کرکے اس نے کہا۔

احمد بن خصیب! اللہ تعالیٰ تجھے اور تیری بیوی کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

میں نے تجاہل عارفانہ کرتے ہوئے کہا۔ مگر ہم نے ایسا کون سا نیک کام کیا ہے؟

مادرِ متوکل نے کہا۔ یہ تو میں بھی نہیں جانتی کہ تم نے کون سی نیکی کی ہے۔ ابھی ابھی میں جب بستر پر سوئی تو عالمِ خواب میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تجھے اور احمد بن خصیب کی بیوی کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

میں نے تمہیں اس لئے بلایا کہ تم مجھے بتاؤ کہ تم نے کیا کیا ہے؟

میں نے اسے غریب سید زادے کی ساری داستان سنائی۔ متوکل کی ماں یہ سن کر بہت خوش ہوئی اور مجھے ایک لاکھ درہم اور قیمتی لباس دے کر کہا کہ اس میں سے کچھ حصہ تم اپنی اور اپنی بیوی کیلئے رکھ لو اور باقی تمام رقم اس سید زادے کے گھر پہنچاؤ۔

میں یہ تمام رقم لے کر سید زادے کے مکان پر گیا۔ اور دروازے پر دستک دی تو اندر سے سید کی آواز آئی احمد بن خصیب جو کچھ تمہارے پاس ہے اسے لے کر اندر آجاؤ۔ اور وہ سید زادہ روتے ہوئے باہر آیا۔ میں نے پوچھا کہ تمہیں کیسے اندازہ ہوا کہ اس وقت تمہارے دروازے پر میں کھڑا ہوں اور یہ بھی بتاؤ کہ تم کیوں رو رہے ہو؟

سید زادے نے کہا۔ جب میں اشرفیاں لے کر اپنی گھر آیا تو میری بیوی نے پوچھا اتنی ڈھیر ساری اشرفیاں تم کہاں سے لے کر آئی ہو؟

میں نے اسے تمام واقعہ سنایا۔ میری بیوی نے کہا بہتر یہ ہے کہ ہم نماز شکرانہ پڑھ کر احمد بن خصیب کی بیوی کی لئے دعا کریں۔

چنانچہ ہم نے نماز پڑھ کر تمہاری بیوی کے لئے دعا مانگی اور پھر ہم سوگئے۔ خواب میں مجھے جناب رسول خداؐ کی زیارت نصیب ہوئی۔ انہوں نے فرمایا۔ تم نے اس نعمت کا شکر ادا کیا ہے لہذا وہی شخص تمہارے لئے ایک بڑی عطا لے کر آرہا ہے۔

اسی وجہ سے مجھے تمہارے آنے کا یقین تھا۔ اور جیسے ہی تم نے دستک دی میں سمجھ گیا کہ اس وقت ہمارے دروازے پر آنے والے تم ہی ہو۔ (۱)

سادات کے ساتھ بھلائی

سبط بن جوزی تذکرۃ الخواص میں ابن ابی الدنیا سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپؐ نے اسے فرمایا۔ فلاں مجوسی کے پاس جاؤ اور اسے جاکر کہو کہ وہ دعا قبول ہوچکی ہے۔ خواب دیکھنے والا شخص بیدار ہوا۔ مجوسی کے پاس جانے سے اسے حیاء محسوس ہوئی کیونکہ مجوسی دولت مند شخص تھا اور خواب دیکھنے والا غریب تھا اور سوچنے لگا کہ مجھ جیسے مفلس کی بات کا اس پر کیا اثر ہوگا۔

دوبارہ اسے خواب میں یہی حکم ملا لیکن وہ نہ گیا۔ تیسری مرتبہ آپؐ نے پھر حکم دیا کہ فلاں مجوسی کے پاس جاؤ اور اسے جاکر کہو کہ وہ دعا قبول ہوچکی ہے۔

وہ شخص صبح کے وقت اس مجوسی کے پاس گیا اور اسے کہا۔ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد ہوں۔ انہوں نے مجھے تمہارے پاس یہ بتانے کے لئے بھیجا کہ وہ دعا قبول ہوگئی ہے۔

مجوسی نے کہا۔ تم مجھے اور میرے دین ومسلک کو بھی جانتے ہو؟

اس نے کہا۔ جی ہاں

مجوسی نے کہا۔ میں اب تک دین اسلام اور پیغمبر اسلام کا منکر تھا اور اب دل کی گہرائیوں سے (کلمہ اشهد ان لا اله إلاّ الله واشهد انّ محمداً عبده ورسوله) پڑھ رہا ہوں۔

۱۔ ریاحین الشریعہ ج ۲ ص ۱۳۹

پھر اس نے تمام خاندان کو جمع کیا اور کہا۔ میں اب تک گمراہ تھا، اور اب اللہ نے مجھے صحیح راستے کی ہدایت فرمائی ہے۔ میرا جو رشتہ دار مسلمان ہوتا جائے گا تو اس کے ہاتھ میں میرا جتنا مال ہے۔ میں اسے اس کے حوالے کردوں گا۔ اور جو مسلمان نہ ہوگا میں اس سے ایک ایک پائی وصول کروں گا۔ اسکے تمام رشتہ دار بھی مسلمان ہوگئے۔ اس نے دین مجوسی کے تحت اپنی بیٹی کی شادی اپنے بیٹے سے کردی تھی۔ انکے درمیان اس نے جدائی کرادی پھر اس نے قاصد سے کہا۔ جانتے ہو وہ دعا کیا تھی؟

قاصد نے کہا۔ خدا کی قسم مجھے علم نہیں ہے۔

اس نو مسلم نے بتایا کہ چند روز قبل جب میں نے اپنی بیٹی کی شادی اپنے بیٹے سے کی تھی تو بہترین ولیمہ کا انتظام کیا اور اپنے تمام دوستوں کو اس ولیمہ میں شریک کیا۔

میرے گھر کی دیوار کے ساتھ ایک گھر سادات کا بھی ہے جو انتہائی قلاش اور مفلس ہیں۔ میں نے نوکروں سے کہا کہ وہ قالین پر دسترخوان لگادیں۔ جب میں دسترخوان پر بیٹھا تو ایک سیّد زادی کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی وہ اپنی ماں سے کہہ رہی تھی۔ امی جان! مجوسی کے کھانوں کی خوشبو نے ہمیں تکلیف پہنچائی ہے۔

جیسے ہی میں نے بچی کے یہ الفاظ سنے تو فوراً اچھے اچھے کھانے اور نئے کپڑے اور کچھ درہم و دینار ان کے گھر روانہ کئے۔

اس بچی نے جب تمام چیزیں دیکھیں تو باقی افراد خانہ سے کہا غذا کھانے سے پہلے میں اس کے لئے دعا مانگتی ہوں اور تم آمین کہو۔

اس وقت بچی نے اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور کہا خدایا! اس شخص کو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محشور فرما۔ اور باقی افراد نے آمین کہا۔ اور اب تم جو پیغمبر اسلام کا پیغام لے کر آئے ہو وہ اسی دعا کے متعلق ہے۔ (۱)

۱۔ شجرہ طوبیٰ ج ۱ ص ۱۵، بحار الانوار

نصر اللہ بن عنین و سادات بنی داؤد

ابو المحاسن نصر اللہ بن عنین ایک قادر الکلام شاعر تھے وہ مکہ جارہے تھے اور ان کے پاس کچھ کپڑے اور دیگر سامان بھی تھا۔ راستے میں سادات بنی داؤد نے اس کا راستہ روکا اور اس کا تمام سامان لوٹ لیا اور وہ خود بھی مقابلہ میں زخمی ہوا۔ اس زمانے میں حجاز کے علاقہ کا انتظام اور انصرام بادشاہ یمن عزیز بن ایوب کے پاس تھا۔ اور اس کے بھائی ناصر کی خواہش تھی کہ وہ یمن کو چھوڑ کر ساحل کے علاقہ کو سنبھالے۔ کیونکہ ساحل کا علاقہ تازہ فتح ہوا تھا اور وہاں شورش کا زیادہ خطرہ تھا۔

ابوالمحاسن نے عزیز بن ایوب کو خط لکھا کہ اسے یمن چھوڑ کر ساحل نہیں جانا چاہئے اور اسے سادات بنی داؤد کی سرکوبی کرنی چاہئے۔ اور اس نے اپنے خط میں ایک نظم بھی لکھی جس میں اس نے یہ اشعار بھی لکھے تھے۔

وان اردت جهاداً فارق سيفك من — قوم رضا عوا فروض الله والنسنا

ولا تقل انهم اولاد فاطمة — لوادركوا آل حرب حاربو الحسنا

اگر آپ نے جہاد کرنا ہے تو اس قوم سے جہاد کریں جس نے فرائض و سنن کو ضائع کردیا ہے۔

یہ نہ کہو کہ یہ لوگ اولاد فاطمہؑ ہیں۔ اگر یہ معاویہ کے دور میں ہوتے تو حسن علیہ السلام سے بھی جنگ کرتے۔

جس دن اس نے یہ قصیدہ لکھا۔ اسی رات اس نے حضرت فاطمہؑ زہرا کو خواب میں دیکھا۔ آپ مشغول طواف تھیں۔ ابوالمحاسن نے انہیں سلام کیا تو سیدہ سلام اللہ علیہا نے جواب نہ دیا۔ اور ابو المحاسن نے رو کر جناب سیدہؑ سے اس بے اعتنائی کا سبب پوچھا تو جناب سیدہؑ نے جواب میں اس کے قصیدہ کے وزن پر یہ شعر پڑھے۔

حاشا بنی فاطمه کلّهم   من خسة معرض او من خنا

وانّما الآیام فی عذدها   وفعلها السوء اسائت بنا

فرزندان فاطمہ پستی اور بدزبانی سے منزہ ہیں۔ گردش روزگار نے آج ہمیں اس حال پر پہنچا دیا ہے۔ اور میری اولاد کو تنگدستی نے اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ اگر ہماری اولاد میں سے ایک نے غلطی سے یہ کام کیا تو تم نے جان بوجھ کر ہماری طرف اس کی نسبت کی ہے۔ تم اپنے اس فعل سے توبہ کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ گناہ کرنے والوں کو ہمارے واسطہ سے بخش دیتا ہے۔ تم ان کے جد نامدار محمد مصطفیٰ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ان کا احترام کرو اور کسی کی توہین نہ کرو اور اولاد فاطمہ کی طرف سے تمہیں جو بھی تکلیف ملی ہے۔ قیامت میں ہم تجھے اس کا اجر دلائیں گے۔

ابو الحاسن نصر اللہ بن عنین کہتے ہیں کہ میں خواب سے بیدار ہوا تو انتہائی نادم تھا اور میں نے اپنے جسم کے زخموں کو دیکھا تو زخم بھر چکے تھے اور میں مکمل طور پر شفایاب ہو چکا تھا۔

میں نے اپنے سابقہ قصیدہ کو پھاڑ ڈالا اور جناب سیدہ سلام اللہ علیھا سے معذرت کے لئے یہ شعر کہے۔

عوذ الی بنت بنی الهدی   تصفح عن ذنب سیئی حنا

والله لو قطبعنی واحد   منهم بسیف البغی اوبالقنا

لم أرما یعطه سیأ   بل اره فی اتفعل قد احسنا

پیغمبر اکرمؐ کی دختر سے میں اپنی غلطی کی معذرت کرتا ہوں۔ خدا کی قسم آج کے بعد آپؐ کی اولاد میں سے کوئی فرد مجھے تلوار یا نیزے سے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دے تو میں ایسے اپنے حق میں برا نہ سمجھوں گا۔ بلکہ اسے اپنے حق میں نیکی تصور کرونگا۔ (۱)

۱۔ [illegible]

ساداتؑ سے کیسا سلوک کرنا چاہئے؟

حسین بن حسن بن جعفر بن محمد بن اسماعیل بن امام جعفر صادقؑ قم میں رہتا تھا۔ اور کھلم کھلا شراب نوشی کیا کرتا تھا۔

ایک دن وہ وکیلِ اوقاف احمد بن اسحاق کے پاس اپنے احتیاج کے سلسلہ میں گیا۔ وکیلِ اوقاف نے ملنے سے انکار کر دیا اور وہ انتہائی مغموم ہو کر اپنے گھر آیا۔

اس واقعہ کے چند روز بعد احمد بن اسحاق حج کے لئے روانہ ہوا اور جب وہ سامرا پہنچے تو امام حسن عسکری علیہ السلام کی زیارت کے لئے آپؑ کے بیت الشرف گیا۔ اور امام سے ملاقات کی درخواست کی۔ امام علیہ السلام نے ملنے انکار کر دیا۔

اس نے درِ اطہر پر بیٹھ کر کافی دیر تک گریہ کیا۔ آخر کار امام علیہ السلام نے اسے اجازت دے دی۔

جب وہ امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو عرض کی مولا! مجھ سے ناراضگی کی وجہ کیا ہے؟ جب کہ میں تو آپ کا دوست اور شیعہ ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ تم نے میرے چچازاد کو اپنے دروازے سے لوٹایا تھا۔

احمد نے رو کر کہا۔ خدا کی قسم وہ شرابخوار ہے میں نے اسی لئے اس سے ملاقات نہیں کی تھی تاکہ اسے کچھ تنبیہ ہو سکے۔

امام عسکری علیہ السلام نے فرمایا۔ تم سچ کہتے ہو۔ لیکن اس کے باوجود اس کا احترام پھر بھی ضروری تھا۔ اور خبردار کبھی بھی سادات کی اہانت اور ہتک نہ کرنا ورنہ تم خسارہ اٹھاؤ گے۔ کیونکہ ان کی نسبت ہماری طرف ہے۔

احمد قم آئے تو قم کے معززین ان کو ملنے کے لئے آئے اور ملنے والوں میں حسین بن حسن بھی تھا۔ احمد کی نگاہ جیسے ہی اس سید زادے پر پڑی تو اپنی جگہ سے اٹھا اور اس

کا شایانِ شان احترام کیا اور اسے اپنے ساتھ بٹھایا۔

اس احترام کو دیکھ کر حسین بن حسن متعجب ہوا اور اس کا سبب پوچھا تو احمد نے بتایا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔

جب حسین بن حسن نے یہ واقعہ سنا تو اپنے کردار پر بے حد نادم ہوا فوراً تمام برے کاموں سے توبہ کی۔ اور اپنے گھر آکر تمام شراب انڈیل دی اور شراب کے تمام برتن توڑ ڈالے اور اس کے بعد اس کی تمام عمر مسجد اور حرم معصومہ میں گزری اور جب اس نے وفات پائی تو معصومہ قم کے حرم میں اسے دفن کیا گیا۔ (۱)

سادات بزرگوں کے لئے باعثِ ننگ نہ بنیں

علی بن یحییٰ وزیر کہتا ہے سادات سے نیکی اور بھلائی کیا کرتا تھا۔ اور مدینہ میں ہر سیّد کو ہر سال ایک معقول وظیفہ اور لباس دیتا تھا اور میرا اصول یہ ہوتا تھا کہ ماہِ رمضان کے آغاز سے ہی سادات میں وظیفہ دینا شروع کرتا تھا اور رمضان کے آخری ایام تک میں اپنے اس کام کو مکمل کرلیتا تھا۔

انہی سادات میں سے ایک موسوی سیّد تھا جسے میں ہر سال پانچ ہزار درہم دیا کرتا تھا۔

ایک دفعہ موسم سرما میں میں نے اسے سڑک کے کنارے اوندھا پڑا ہوا دیکھا جب میں اس کے قریب گیا۔ تو وہ اس وقت شراب کے نشہ میں دُھت تھا۔ اور تمام لباس اس کا خاک آلود ہوچکا تھا۔ اور پاس گزرنے والے اس کی حالت پر مذاق اڑا کے وہاں سے چلے جاتے۔

میں نے یہ منظر دیکھ کر اپنے دل میں کہا۔ ایسے فاسق شرابی کی مدد نہیں کرنی

۱۔ مستدرک الوسائل ج ۲ ص ۵۰۰

چاہئے۔ میں اسے سالانہ پانچ ہزار درہم دیتا ہوں مگر وہ میری رقم کو اللہ کی نافرمانی میں خرچ کردیتا ہے۔

الغرض ماہ مبارک آگیا میں نے اپنے دستور کے مطابق سادات کرام کے وظیفے دینے شروع کئے۔ ایک دن وہی سیّد میرے دروازے پر اپنا وظیفہ لینے کے لئے آیا۔ میں نے کہا۔ میں تجھے کچھ نہیں دوں گا کیونکہ تو میری رقم کو معصیت خداوندی میں صرف کرتا ہے۔ میں شراخواری کے لئے تیرا مددگار بننا پسند نہیں کرتا۔

رات ہوئی مجھے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت کا شرف حاصل ہوا میں نے دیکھا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد لوگوں کا ہجوم ہے۔ میں بھی آپؐ کے قریب گیا لیکن آپ نے توجہ نہ فرمائی۔ اور مجھ سے اپنے چہرے کو موڑ لیا۔

میں نے عرض کی۔ حضور! آپؐ مجھ سے چہرہ نہ موڑیں میں آپؐ کی اولاد کی تکریم کرتا ہوں اور ان کے سالانہ اخراجات کے لئے وظائف دیتا ہوں۔ میری اس بھلائی کا اجر یہی ہے کہ آپ مجھ سے منہ موڑ رہے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تو نے میرے فلاں بیٹے کو ذلیل کرکے اپنے دروازے سے محروم کیوں لوٹایا؟

میں نے عرض کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ فاسق و فاجر ہے میں نے اپنی آنکھوں سے اسے شراب کے نشے میں مدہوش دیکھا ہے۔ اسی لئے میں نے اس کی مدد نہیں کی تاکہ اس کے گناہ میں شریک نہ ہوں۔

آپؐ نے فرمایا۔ اچھا یہ بتاؤ تم جو اس کی مدد کرتے تھے اس کی وجہ سے کرتے تھے یا میری وجہ سے کرتے تھے؟

میں نے عرض کی۔ آپ کی وجہ سے۔

آپؑ نے فرمایا۔ تو اسے میری اولاد سمجھتے ہوئے اس کی کوتاہیوں سے درگزر کردو تو بہتر ہے۔

میں نے عرض کی۔ بسر و چشم مجھ سے جتنا ممکن ہوا اس کی مدد کروں گا۔

میں خواب سے بیدار ہوا اور ایک نوکر سے کہا کہ آج شام تک فلاں سید کو تلاش کرکے میرے پاس لاؤ۔

شام کے وقت وہ سید میرے پاس آئے تو میں نے ان کا احترام کیا اور دس ہزار درہم ان کی نذر کیئے۔

اب جو سید نے دیکھا کہ وظیفہ دگنا دیکھا تو اس نے مجھ سے اس کا سبب دریافت کیا۔ میں نے اسے خواب سنایا۔ خواب سننے کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ سید زور زور سے آنسو بہا رہا ہے اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم آئندہ میں کوئی غلط کام نہیں کروں گا تاکہ رسالت مآبؐ کو تم سے جھگڑے کی ضرورت پیش نہ آ۔ اس طرح سید نے گناہوں سے توبہ کی اور چند عرصہ بعد اس کا شمار مشہور صالحین میں ہونے لگا۔ (۱)

ہم ان سطور کے ذریعہ سے سادات کرام سے بھی عرض کرتے ہیں کہ خدارا وہ بھی اپنے آپ پر رحم کریں اور غلط کردار سے باز رہیں۔ اور اپنے بزرگوں کے لئے باعثِ ننگ و عار نہ بنیں۔ سادات کو دینی اعتبار سے لوگوں کی رہنمائی کرنی چاہئے۔ اور تمام غلط حرکتوں سے باز رہنا چاہئے۔ بالخصوص اس دور میں جب کہ ائمہ کرام کے مخالف پوری دنیا میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ وہ سادات کے غلط اعمال کو پیش کرکے پوری نسلِ سادات کو بدنام نہ کریں۔ لہٰذا سادات کو چاہئے کہ وہ اپنی قدر و قیمت کو پہچانیں اور بزرگوں کے لئے باعثِ عار نہ بنیں۔

۱۔ منتہی الآمال ص ۲۶۸ ج ۲

سادات پر جسارت کا نتیجہ

۱۲۲۹ ہجری قمری کا واقعہ ہے۔ کہ حکومت کے واجبات وصول کرنے والے ایک تحصیلدار نے ایک سید کو بلایا اور اس سے سرکاری واجبات کی ادائیگی کا مطالبہ کیا۔ سید بے چارہ غریب انسان تھا۔ اس نے فوری ادائیگی سے معذرت کی اور تحصیلدار سے درخواست کی کہ اسے چند دن کی مہلت دی جائے۔ مگر تحصیلدار نے سختی سے کہا کہ میں کچھ نہیں جانتا اپنے واجبات فوراً ادا کرو۔

غریب سید نے کہا۔ میں سید ہوں تمہیں خدا اور رسول سے شرم کرنی چاہئے؟

تحصیلدار نے کہا اگر تمہارا نانا تمہاری مدد کرسکتا ہے تو اسے اپنی مدد کے لئے بلاؤ اور اسے کہو کہ وہ تجھے میرے شر سے محفوظ رکھے۔ تجھے آج رات کی مہلت دیتا ہوں اگر کل صبح تو نے رقم کی ادائیگی نہ کی تو تیرے حلق میں نجاست ڈالوں گا۔ اور اپنے نانا سے کہنا وہ جو کچھ بھی کرسکتے ہوں کرلیں۔

تحصیلدار رات کو اپنے گھر آیا اور گرمی کا موسم تھا۔ سونے کیلئے چھت پر آگیا۔ آدھی رات کے وقت پیشاب کی غرض سے پرنالے کے قریب گیا رات تاریک تھی اسکا پاؤں پھسلا اور اتفاق یہ ہوا کہ وہ غلاظت کے کنوئیں میں الٹا جاگرا۔ اسکے گرنے کا کسی کو علم نہ ہوا۔ صبح ہوئی اسے تلاش کیا گیا تو وہ غلاظت کے کنوئیں میں الٹا کھڑا تھا۔ اسے وہاں سے نکالا گیا تو منہ سے لے کر ناف تک اسکے اندر غلاظت چلی گئی تھی اور اس کا پیٹ پھول کر پھٹ چکا تھا۔ (۱)

امام باقر علیہ السلام سے سنیں

زرارہ عبدالملک سے روایت کرتا ہے۔ کہ امام باقر علیہ السلام اور فرزندان امام

۱۔ خزائن نراقی

حسن میں کچھ تلخی ہوئی۔ میں نے چاہا کہ میں اصلاح کے لئے کچھ بولوں تو امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا تم ہمارے درمیان کچھ نہ کہو۔ تمہاری مثال بنی اسرائیل کے اس شخص کی سی ہے جس کی دو بیٹیاں تھیں۔ ایک بیٹی ایک کسان سے بیاہی گئی اور دوسری بیٹی کی شادی کوزہ گر (کمہار) سے ہوئی۔ ایک دفعہ وہ بیٹیوں سے ملنے گیا تو کسان کی بیوی نے کہا میرے شوہر کے کافی کھیت ہیں اگر ان ایام میں بارش ہو جائے تو ہم خوش حال ہو جائیں گے۔ پھر وہ دوسری بیٹی کے ہاں گیا۔ اس نے کہا۔ میرے شوہر نے مٹی کے بہت سے برتن بنا کر سوکھنے کے لئے رکھے ہیں، خدا کرے کہ چند روز تک بارش نہ آئے ورنہ ہم تباہ ہو جائیں گے۔

یہ حال دیکھ کر باپ نے کہا خدایا تو ہی اپنی مصلحت کو بہتر جانتا ہے میں کسی کے لئے درخواست نہیں کروں گا۔

اسی طرح سے تم بھی ہمارے درمیان مداخلت سے باز رہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی کی بے ادبی کر بیٹھو۔ تمہارا کام صرف یہی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ہمارا احترام کرو۔

چند روایات

عن ابی عبدالله ؑ قال رسول الله ؐ اناشا فع يوم القيامه لاربعة اصناف ولو جاؤ بذنوب اهل الدنيا رجل ذرّيتي بذل ماله يذدينى عندرا الصيق ورجل احبّ ذريتي باللسان والقلب ورجل سعي فى حوائج دنيا اذاطردو اوشردو

"کتاب وسائل باب الامر بالمعروف ص ۵۶۰"

امام صادق علیہ السلام نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔ انہوں

نے فرمایا۔ قیامت کے دن میں چار قسم کے لوگوں کی شفاعت کروں گا اگرچہ وہ روئے زمین کے گناہ کے مرتکب ہوں۔

۱۔ وہ شخص جو میری اولاد کی مدد کرے۔
۲۔ وہ شخص جو تنگی کے وقت اپنے مال سے میری اولاد کی مدد کرے۔
۳۔ وہ شخص جو دل و زبان سے میری اولاد سے محبت کرے۔
۴۔ وہ شخص جب میری اولاد ظالموں کے ہاتھوں جلاوطن ہو، تو ان کی ضروریات کو پورا کرے۔

قال الصادق ؑ اذاكان يوم القيامة نادى مناد ايها الخلائق انعتوا فان محمداً يكلّمكم مسصت الحلائق فيقوم النبىؐ فيقول. يا معشر الخلائق من كانت له عندى يداومنة اومعروف فليقم حتّى اكافيه فيقولون بابائنا وامهاتنا واى يدومنة واى معروف لنابل اليد والمنة والمعروف لله ولرسوله على جميع الخلائق فيقول لهم بلى من اوى احدامن اهل بيتي اوبرهم اوكساهم من عرى اواشبع جائمهم فليقم حتى اكافيه فيقوم اناس قدفعلو اذلك فيأتي النداء من عندالله تعالى يا محمّدؐ ياحبيبى قدجعلت مكافاتهم اليك فأسكنهم من الجنة حيث شئت قال. فيسكنهم فى الوسيلپ حيث لايحجبون عن محمد واهل بيته

"وسائل الشیعہ ص ۵۶۰"

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی ندا دے گا۔ اے مخلوق خدا خاموش ہو جاؤ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

تمام مخلوق خاموش ہو جائے گی۔ اس وقت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے۔ اے گروہ مخلوقات! تم میں سے کسی کا مجھ پر کوئی احسان ہو تو وہ کھڑا ہو جائے

آج میں اسے اس کے احسان کا بدلہ دوں گا۔

لوگ کہیں گے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ ہمارا آپ پر کوئی احسان نہیں ہے بلکہ ہم پر اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے۔ جی ہاں جس نے میرے اہل بیت میں سے کسی ایک کو پناہ دی ہو یا بھلائی کی ہو۔ یا کسی برہنہ کو لباس پہنایا ہو یا ان میں سے کسی بھوکے کو کھانا کھلایا ہو۔ تو وہ کھڑا ہو جائے میں اسے اس کے احسان کا بدلہ دینا چاہتا ہوں۔

یہ سن کر کافی لوگ کھڑے ہو جائیں گے۔ جنہوں نے ایسا کیا ہوگا۔

اس وقت اللہ کی طرف سے ندا آئے گی۔ محمدؐ میرے حبیب! میں نے ان تمام لوگوں کی جزا کا آپ کو مالک و مختار بنایا ہے۔ آپؐ جہاں پسند کریں انہیں جنت میں ٹھہرائیں۔

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے لوگوں کو جنت کے مقام وسیلہ میں ٹھہرائیں گے جہاں انہیں ہر وقت محمد و آل محمد کا دیدار نصیب ہوگا۔

قیل للرضاؑ ألا نخبرك بالخاسر المتخلّف قال من هو قالو افلان باع دنانیره بدراهم فرد ماله من عشرة الاف دینار الی عشره الاف درهم قال بدرپ باعها بالف درهم ألم یكن اعظم تخلّفا و اعظم من هذا تخلفا وحسرة قالو ابلی قال أفلا انبئكم باشد من هذا حسرة قالو ابلی قال من اثرمبالبر و المعروف قرابه ابوی نسبه علی قرابة ابوی دینه محمدؐ و علیؑ صلوات اللّه علیهما لأنّ فضل قرابات محمد و علیؑ علی قرابات ابوی نفسه افضل من فضل الف جبل ذهب علیٰ الف حبة ذائف

"مستدرک الوسائل ج ۲۔ ص ۴۰۱"

رضا علیہ السلام کی خدمت میں کسی نے کہا کہ فلاں شخص سخت خسارے میں رہا۔ آپؑ نے فرمایا کس نے خسارہ اٹھایا؟

لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص نے دینار کو درہم کے بدلے میں فروخت کردیا۔ اس نے ایک ہزار دینار کی تھیلی کا ایک ہزار درہم سے تبادلہ کرلیا۔

آپؑ نے فرمایا۔ میں تمہیں اس سے بھی زیادہ خسارہ اٹھانے والے شخص کے متعلق نہ بتاؤں؟

لوگوں نے کہا جی ہاں ضرور بتائیں تو آپؑ نے فرمایا۔ وہ شخص اس سے بھی زیادہ خسارے میں رہا۔ جس نے نیکی اور بھلائی کے لئے اپنے قرابت داروں کو محمدؐ و علیؑ کے قرابت داروں پر ترجیح دی۔ کیونکہ سادات کے ساتھ بھلائی کرنا ایک ہزار سونے کے پہاڑ کے برابر ہے۔ جب کہ اپنے رشتہ داروں سے بھلائی کرنا گندم کے ہزار فاسد دانوں کے برابر ہے۔

MAMOD... RJEE
Merch...
...
TSARALALANA-ANTANANARIVO

SOMASOC
ANTANANARIVO
( )

باب ہفتم

کمزوروں اور یتیموں پر شفقت

ائمہ علیہم السلام اس طرح سے مدد کیا کرتے تھے

مؤلفِ کتاب کلمہ طیّبہ نے کشف الغمہ سے نقل کیا ہے۔ ایک دن امام علی نقی علیہ السلام کسی کام کے سلسلہ میں شہر سامرا سے باہر گئے۔ آپؑ کے جانے کے بعد ایک اعرابی آپؑ کے بیت الشّرف پر حاضر ہوا۔ اور مولا سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔

اسے بتایا گیا کہ آپؑ شہر سے باہر فلاں مقام پر گئے ہوئے ہیں۔ وہ آپ کو تلاش کرتے ہوئے اس جگہ پر پہنچا۔ اور عرض کی میرا تعلق اعرابِ کوفہ سے ہے۔ اور میں آپؑ کے خاندان کا ارادت مند ہوں۔ اور میں نے بھاری قرض دینا ہے۔ آپؑ کے علاوہ مجھے کسی سے ادائیگیِ قرض کی امید نہیں تھی۔ لہذا میں آپکی خدمت میں چلا آیا۔

آپؑ نے فرمایا۔ مت گھبراؤ اور یہاں میرے پاس بیٹھ جاؤ۔ میں تمہیں ایک سند لکھ دیتا ہوں جس میں میں اقرار کرتا ہوں کہ میں اسکا مقروض ہوں اور جب میں شہر پہنچ جاؤں تو تم میرے دروازے پر آنا اور اپنے قرض کا مجھ سے مطالبہ کرنا اور میں تم سے جتنی بھی مہلت طلب کروں تم مجھے مہلت نہ دینا اور ادائیگی پر اصرار کرنا۔ اور خبردار میری بات کی ہرگز مخالفت نہ کرنا۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس طرح سے تمہارا قرض ادا کردے۔

جب آپؑ واپس سامرا تشریف لائے تو کچھ دیر بعد وہ اعرابی بھی وہاں پہنچ گیا۔ اس وقت امامؑ کے پاس بہت سے عقیدت مند اور خلیفہ کے معتمد موجود تھے۔

اس نے آتے ہی قرض کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ آپؑ اس سے مہلت طلب کرتے رہے لیکن وہ سختی سے قرض کی واپسی کا مطالبہ کرتا رہا۔ خلیفہ کے معتمد افراد نے خلیفہ کو اس واقعہ کی خبر سنائی۔ اس نے تیس ہزار درہم آپ کے پاس روانہ کئے اور آپ نے تمام درہم اس شخص کے حوالے کردیئے۔

اعرابی نے کہا مولا! مجھے اتنی رقم کی ضرورت ہرگز نہیں ہے۔ میرے لئے تو اس مال کی تہائی بھی کافی ہے آپ ایک تہائی (1/3) حصہ مجھے عطا فرمائیں اور باقی اپنے پاس رکھ لیں۔ آپؑ نے فرمایا۔ نہیں یہ ساری رقم تمہاری ہے۔ آپ کا یہ سلوک دیکھ کر وہ بے ساختہ چلا اٹھا۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ اللہ خود بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کہاں قرار دے۔

سیّد جواد عاملی اور غریب ہمسایہ

کتاب مفتاح الکرامہ کے مولف سیّد جواد عاملی کہتے ہیں کہ میں ایک شب کھانا کھانے میں مصروف تھا۔ کہ کسی نے میرے دروازے پر دستک دی۔ میں سمجھ گیا کہ دستک دینے والا سیّد بحر العلوم کا نوکر ہے۔ میں نے جلدی سے دروازہ کھولا۔ تو نوکر نے کہا کہ بحر العلوم کا نوکر ہے۔ میں نے جلدی سے دروازہ کھولا۔ تو نوکر نے کہا بحر العلوم کھانے پر تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ میں نوکر کے ہمراہ ان کے گھر گیا انہوں نے مجھے دیکھتے ہی غصہ سے کہا۔ تمہیں خدا کا خوف نہیں آتا؟

میں نے کہا کہ آقا جان! آخر کیا بات ہے؟

انہوں نے فرمایا۔ تمہارا ایک ہمسایہ جو کہ تمہارا ہم مذہب بھی ہے روزانہ شام کے وقت کھجوریں ادھار پر لے کر گھر جاتا ہے۔ اس کے مالی حالات کسی اور خوراک کی اسے اجازت نہیں دیتے۔ اور پورا ایک ہفتہ وہ بے چارہ ادھار پر کھجوریں لے کر کھاتا رہا۔ اور آج جب وہ دکاندار سے کھجور لینے گیا تو دکاندار نے کہا تمہارے ذمے اتنا

ادھار ہو چکا ہے۔ شرمندگی کی وجہ سے اس نے کھجوریں نہ لیں اور اپنے گھر واپس چلا گیا۔ اور آج شب ان کے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ آج رات وہ اپنے خاندان سمیت فاقہ کرے گا۔

وہ تمہارا ہمسایہ اور ہم مذہب ہے۔ وہ تو فاقہ سے رہے اور تمہیں اس کی خبر تک نہیں اور تم خوب سیر ہو کر کھاؤ۔ یاد رکھو اسلام ہمیں اس غفلت کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ ما امن بی من بات شبعان و جارہ جائع "وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جس نے شکم سیر ہو کر رات گزاری ہو اور اس کا ہمسایہ بھوکا ہو"۔

یہ برتن کھانے سے بھرے ہوئے ہیں۔ نوکر کے ساتھ تم اس کے دروازے پر جاؤ۔ اور اسے کہو کہ آج رات کا کھانا ہم مل کر کھائیں۔ اور یہ کچھ رقم ہے۔ اس رقم کو چٹائی کے نیچے رکھ کر آؤ کھانا کھالینے کے بعد یہ برتن اسی کو دے دینا۔ سید جواد عاملی کہتے ہیں۔ میں نے نوکر کے ساتھ غذا کے برتن اٹھائے اس شخص کے دروازے پر پہنچا اور اس کو صدا دی۔ وہ شخص باہر آیا تو میں نے کہا میں چاہتا ہوں کہ آج رات کا کھانا ہم دونوں اکٹھے کھائیں۔

جیسے ہی اس نے برتنوں کو کھولا تو اس میں انواع واقسام کے کھانے پکے ہوئے تھے۔ اس نے مجھ سے کہا۔ یہ غذا تمہارے گھر کی مجھے نہیں لگتی۔ کیونکہ اس طرح کے امیرانہ کھانے کے تم عادی نہیں ہو۔ مجھے بتاؤ کہ یہ غذا کہاں سے لائے ہو۔

میں نے اسے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ تو اس نے کہا خدا کی قسم! ابھی تک میں نے کسی کو بھی اپنی حالت سے آگاہ نہیں کیا۔ حتیٰ کہ میرے قریبی ہمسائے تک بھی اس بات سے بے خبر ہیں۔ یہ سید بحر العلوم کا روحانی کرشمہ ہے کہ انہیں میری حالت کا علم ہو گیا۔

کھانا کھانے کے بعد میں نے سید کی دی ہوئی تھیلی اس کی چٹائی کے نیچے رکھی۔ اس

نے میرے سامنے اسے کھول کر دیکھا تو اس میں ایک سو پچاس ریال تھے۔ (۱)

اسلام غریب کو بڑی اہمیت دیتا ہے

ابوبصیر کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ آپؑ کا ایک شیعہ ہے جو بڑا پرہیزگار ہے اس کا نام عمر ہے۔

ایک دن وہ عیسیٰ بن اعین کے پاس امداد کی درخواست لے کر گیا۔

عیسیٰ نے کہا۔ میرے پاس زکوٰۃ کی رقم موجود ہے۔ لیکن میں اس میں سے تجھے کچھ نہیں دوں گا۔ کیونکہ میں نے چند دن قبل تمہیں گوشت اور خرما خریدتے ہوئے دیکھا ہے اور یہ سراسر اسراف ہے۔

اس شخص نے کہا۔ معاملہ یہ ہے کہ چند روز قبل مجھے ایک درہم ملا۔ میں نے ایک تہائی (1/3) کا گوشت دوسری تہائی (1/2) کی کھجوریں خرید لیں اور ایک تہائی (1/3) کو اپنی دیگر ضروریات میں خرچ کیا۔

حضرت صادقؑ یہ سن کر افسردہ ہوئے۔ اور کئی دن تک اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر فرمایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دولت مندوں کی دولت میں غریبوں کا حصہ رکھا ہے تاکہ وہ اچھے طریقہ سے زندگی بسر کر سکیں۔ اور اگر اس حصہ سے ان کی کفالت نہ ہو تو انہیں اس سے بھی زیادہ دینا چاہئے۔ تاکہ ان کی خوراک و پوشاک، شادی اور تصدق اور حج کی ضروریات پوری ہو سکیں۔ غرباء پر سختی نہیں کرنی چاہئے خاص کر عمر جیسے افراد پر تو بالکل سختی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ وہ پرہیزگار انسان ہے۔ (۲)

۱۔ تحفہ طیبہ ص ۱۱۱

۲۔ شرح من لا یحضرہ الفقیہ۔ کتاب زکوٰۃ ص ۳۶

بھوکے کتے پر رحم

ایک سال قحط پڑا۔ جس سے لوگوں کی زندگی اجیرن ہو کر رہ گئی۔ ایک دینی طالب علم جو کہ راستے سے گزر رہا تھا۔ اس نے ایک کتیا کو دیکھا۔ جس کے پلے اس کے پستانوں سے چمٹے ہوئے تھے۔ کتیا اٹھنا چاہتی تھی۔ لیکن بھوک کی وجہ سے اس پر قدر نقاہت طاری تھی کہ وہ اٹھ تک نہ سکتی تھی۔ طالب علم کو اس بے زبان پر ترس آیا اور اس کے پاس کوئی رقم بھی نہیں تھی کہ جس سے کوئی روٹی خرید کر اسے کھلاتا۔ آخر کار اس نے اپنی ایک کتاب فروخت کردی۔ اس کی قیمت سے اس نے روٹی خرید کر کتیا کو ڈالی۔ کتیا نے روٹی کھائی اور اپنا رخ آسمان کی طرف کیا۔ گویا اس کے لئے دعا کر رہی ہو۔ اور اس کی آنکھوں سے شکریہ کے دو آنسو بھی گرے۔

رات کو وہ طالب علم سویا۔ تو اسے خواب میں یہ آواز سنائی دی۔ تم نے ایک کمزور مخلوق پر رحم کیا اب تجھے کتابوں کے پڑھنے کی زحمت اٹھانے کی ضرورت نہیں رہی انّا اعطیناک من لدنا علما ہم نے تجھے اپنی طرف سے علم عطا کیا ہے۔ (۱)

مقدس اردبیلی اور سالِ قحط

سیّد نعمت اللہ جزائری اپنے استاد محترم مقدس اردبیلی کے متعلق کہا کرتے تھے کہ جب قحط ہوا تو مقدس اردبیلی کے پاس جتنی گندم تھی۔ انہوں نے فقراء میں تقسیم کردی اور اپنے گھر کے لئے بھی اتنا ہی حصہ رکھا۔ جتنا کہ انہوں نے ایک ایک غریب کو دیا تھا۔

قحط کی سختی میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ ایک دن استادِ محترم کی بیوی نے ناراض

۱۔ مجمع النورین ص ۲۷

ہو کر کہا آپ نے اپنے بچوں کی پرواہ نہیں کی اور جو کچھ بھی آپ کے پاس تھا فقراء میں تقسیم کردیا۔

بیوی کی اس گفتگو سے استادِ محترم کو صدمہ پہنچا اور تین روز کی نیت سے مسجد کوفہ میں اعتکاف کی نیت سے بیٹھ گئے۔

آپ کو اعتکاف میں بیٹھے دوسرا دن تھا کہ کسی نے آکر ان کا دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کہ مقدس اردبیلی نے آٹے اور گندم کی چند بوریاں مجھے دے کر روانہ کیا ہے آپ یہ اپنے گھر میں رکھ لیں۔

مقدس اردبیلی کی زوجہ نے گندم اور آٹے کی بوریاں اپنے گھر میں رکھیں۔ اور بوریوں کو کھول کر دیکھا۔ تو ان میں بہترین آٹا اور گندم موجود تھی۔

مقدس اردبیلی اعتکاف سے واپس آئے۔ تو بیوی نے خوش ہو کر شوہر کا شکریہ ادا کیا تو وہ حیران رہ گئے اور فرمایا خدا کی قسم میں نے یہ بوریاں نہیں بھیجیں اور نہ ہی بھیجنے والے کو پہچانتا ہوں۔ (۱)

علامہ مجلسیؒ کا مقبول عمل

سیّد نعمت اللہ جزائری فرماتے ہیں۔ کچھ علم حاصل کرنے اور سیر سیاحت کرنے کے بعد دل میں خواہش ہوتی کہ کہیں بہت بڑے عالم دین سے کسبِ فیض کرنا چاہئے۔

میں مسلسل اس جستجو میں رہا۔ یہاں تک کہ اصفہان میں علامہ مجلسیؒ کی زیارت نصیب ہوئی۔ میں نے ان سے شاگردی کی درخواست کی جو کہ خوش قسمتی سے انہوں نے قبول فرمائی۔

۱۔ روضات الجنات ص ۳۷

میں ایک طویل عرصہ تک ان کی خدمت میں رہا۔ اور ان کے انوارِ علم سے کسبِ ضیاء کرتا رہا۔ اور آپ مجھ پر بڑی شفقت فرماتے تھے اور مجھے اپنے گھرانے کا ایک فرد سمجھتے تھے۔

علامہ موصوف ہمیشہ بہترین لباس پہنا کرتے تھے۔ اور اپنے اہل خانہ کو بھی بہترین لباس سلوا کر دیتے تھے۔ حتیٰ کہ ان کے نوکر اور خادمائیں بھی کشمیری دوشالے پہنتے تھے۔

مجھے یہ دیکھ کر انتہائی صدمہ ہوا۔ کہ اتنا بڑا عالم زاہدانہ زندگی پر عمل کیوں نہیں کرتا اور آرائش دنیا کو اس قدر اہمیت کیوں دے رہا ہے؟

جب کہ ائمہ ہدیٰ علیہم السلام پیوند لگے کپڑے پہنا کرتے تھے۔

میں اس وقت کے انتظار میں رہا جب کبھی فرصت اور خلوت کے لمحات میسر ہوں تو میں ان سے اس مسئلہ پر گفتگو کروں۔

ایک روز اتفاق سے مجھے ایسا موقع مل ہی گیا۔ ہم کافی دیر تک مختلف مسائل پر تبادلہ خیالات کرتے رہے۔ اور میں نے اس مسئلہ پر بھی گفتگو کی۔ لیکن میں نے یہ محسوس کیا میں علامہ سے بحث کرنے کے لائق نہیں۔ اور علامہ موصوف دلائل سے مجھے خاموش کرادیں گے۔

میں نے ان سے گزارش کی۔ میں آپ سے مناظرہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی میری یہ حیثیت ہے۔ اگر آپ آمادہ ہوں تو ہم دونوں ایک دوسرے سے عہد و پیماں کر لیتے ہیں کہ ہم میں جو بھی پہلے فوت ہو وہ عالم خواب میں آکر دوسرے کو پیش آنے والے حالات سے باخبر کرے۔

استاد محترم نے قبول کرلیا۔ چند دن بعد اتفاق سے استاد محترم بیمار ہوئے اور اسی بیماری کی وجہ سے انہوں نے رحلت فرمائی۔

علامہ صاحب کی رحلت سے ہر شخص مغموم ہوگیا۔ اور اصفہان شہر ان کے سوگ میں پورے ایک ہفتہ بند رہا۔ لوگ علامہ مرحوم کے لئے فاتحہ خوانی اور دعا میں معروف رہے۔

استاد محترم کی بے وقت موت نے مجھ سے تو میرے ہوش و حواس تک چھین لئے۔ وفات کے ایک ہفتہ بعد میں ان کے فراق میں بیٹھ کر تلاوت قرآن کر رہا تھا کہ مجھے اونگھ آگئی۔ میں نے علامہ مرحوم کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر کے قریب بہترین لباس زیب تن کئے بیٹھے ہیں۔

اچانک میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ آپ تو وفات پاچکے ہیں۔ میں ان کے سامنے گیا سلام کیا اور ان کے ہاتھ کا بوسہ لے کر کہا۔

عالم برزخ میں آپ سے کیا سلوک ہوا اور آپ نے موت کو کیسا پایا؟

انہوں نے فرمایا۔ پیارے فرزند! جیسے ہی میری بیماری میں شدت آئی اور درد میں ناقابل برداشت اضافہ ہوا۔ تو میں نے اس درد والم کی اللہ کے پاس شکایت کی اور عرض کی۔

پروردگار! تو نے قرآن مجید میں خود فرمایا ہے۔ لایکلّف الله نفسا الّا وسعها. کہ اللہ کسی کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

خدایا! درد سے میرا برا حال ہے۔ اور میں اس درد کو برداشت کرنے کے لائق نہیں۔ مجھ پر اپنی رحمت فرما اور مجھے اس مرض کی شدت سے نجات عطا فرما۔ اس وقت میں نے ایک جلیل القدر شخص کو دیکھا۔ جو آکر میری پائنتی کے پاس بیٹھ گیا اور مجھ سے میرا حال پوچھا۔ میں نے اس کے سامنے بھی شدت درد کی شکایت کی۔

اس نے اپنا ہاتھ میرے پاؤں پر رکھا۔ اور پوچھا کہ اب اس میں درد ہے؟

میں نے کہا جہاں آپ نے ہاتھ رکھا وہاں سے درد ختم ہوگیا لیکن اس سے اوپر

والے حصے میں درد کی شدت میں اضافہ ہوگیا۔ وہ شخص پھر باری باری اوپر ہاتھ رکھتا آیا جہاں جہاں وہ ہاتھ رکھتا وہاں درد ختم ہوجاتا۔ یہاں تک کہ اس نے میرے دل پر ہاتھ رکھا۔ پھر اچانک میں نے محسوس کیا کہ میں اس بدنِ خاکی کی قید سے آزاد ہوچکا ہوں۔ میں کمرے کی ایک سمت میں کھڑا ہوگیا۔ اور میرا بے جان جسم زمین پر پڑا تھا۔ میں نے بڑے تعجب سے اس جسم کو دیکھا۔

اس وقت کمرے میں میرے جتنے بھی رشتہ دار کھڑے تھے۔ سب نے رونا شروع کر دیا اور شدت غم سے میرے جسم سے چمٹنے لگے۔

میں نے ان سے اصرار کیا۔ تم لوگ مت روؤ مجھے درد والم سے چھٹکارا حاصل ہوگیا ہے مگر کسی نے بھی میری بات نہ سنی۔ میرے جسد خاکی کو غسل دیا گیا، کفن پہنایا گیا، اور جنازہ پڑھایا گیا۔ اس پورے عرصہ میں یہ سب مناظر میں خود دیکھتا رہا۔ اور یہ دیکھنے کے لئے میرے جنازے کو کس طرح سے دفن کرتے ہیں۔ میں خود اپنے جنازے کے آگے چلتا رہا۔

قبر تیار ہوگئی اور اب انہوں نے دفن کرنے کا ارادہ کیا۔ تو میں اپنے آپ سے کہنے لگا کہ میں قبر میں داخل ہوں گا۔ لیکن جیسے ہی انہوں نے میرے جسم کو لحد میں داخل کیا تو اس وقت کچھ بھی دکھائی نہیں دیا۔ میں خود اس قبر میں کیسے داخل ہوگیا۔ بس یہی سمجھو کہ قبر بند ہوگئی اور میں نے اپنے آپ کو اس تنگ مقام میں پایا۔ پھر میں نے اس وقت ایک آواز سنی۔

میرا بندہ محمد باقر! آج کے دن کے لئے تو کونسا زادِ راہ لے کر آیا ہے؟

میں نے اپنے تمام نیک اعمال بتائے لیکن کوئی بھی عمل قبول نہ ہوا۔ اور میری وحشت میں لحہ بہ لحہ اضافہ ہوتا گیا اور مجھے کوئی راہِ فرار نظر نہ آتی تھی۔

آخر میں نے یہ عرض کیا۔ پروردگار! ایک دن میں گھوڑے پر سوار ہوکر اصفہان

کے مرکزی بازار سے گزر رہا تھا وہاں میں نے دیکھا کہ لوگ جمع ہیں اور ایک شخص کو مار پیٹ رہے ہیں اور اسے بے تحاشا گالیاں دے رہے ہیں پتہ چلانے پر معلوم ہوا کہ یہ شخص ان کا مقروض ہے۔ اور وہ ان کے قرض کی ادائگی سے قاصر ہے۔ وہ بے چارہ مہلت مانگتا تھا۔ لیکن کوئی بھی اسے مہلت دینے پر آمادہ نہ تھا۔ اسی اثنا میں ایک دکاندر نے اس کے سر پر جوتا دے مارا اور کہا مجھے علم ہے کہ تجھے قرض ادا کرنے کی سکت نہیں ہے۔ مگر اس طرح سے میرے دل کو ایک گونہ تسلی مل رہی ہے۔

میں نے دل میں کہا مجھے ان لوگوں سے ڈرنے کی بجائے خدا سے ڈرنا چاہئے۔

خلاصہ یہ کہ میں نے کہا جس شخص نے اس سے قرض لینا ہے۔ وہ میرے پاس آجائے میں اسکا قرض ادا کردوں گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اس بے چارے کو چھوڑ دیا جائے۔ میں اس شخص کو لیکر اپنے گھر آگیا میں نے اسکی دلجوئی کی اور اس کا تمام قرض ادا کیا۔

اس وقت میں نے قبر میں یہ آواز سنی کہ ہم نے تیرے اس عمل کو قبول کیا پھر مجھ سے مزید کوئی سوال جواب نہیں ہوا۔

اسکے بعد میری قبر میں جنت کا دریچہ کھل گیا۔ جس سے نسیم جنت میری قبر میں آنے لگی اور میری قبر تا حد نظر وسیع ہوگئی۔ جہاں مجھے ہر قسم کی نعمات میسر ہیں۔

جو شخص میری زیارت کیلئے آتا ہے۔ میں اس سے محبت کرتا ہوں اور میرے لئے جو قرآن پڑھا جاتا ہے یا دعائیں پڑھی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے ان کا ثواب عطا کرتا ہے۔

پھر علامہ مجلسیؒ نے مجھے خطاب کرکے فرمایا۔ سیدّ! اب تم ہی بتاؤ اگر دنیا میں میرے پاس مال و دولت نہ ہوتی تو میں اس مقروض کا قرض کیسے ادا کرتا؟

مجھے اس وقت معلوم ہوا کہ استاد محترم اپنی زندگی میں جو کچھ کرتے تھے اس میں مصلحت ہوتی تھی اور استادِ معظم ہمیشہ اسلام و مسلمین کے فائدہ کیلئے کام کرتے تھے۔ (۱)

۱۔ روضات الجنات ص۔ ۱۲۳

تیرہ روزان جہاں رابچراغی دریاب
کہ پس از مرگ ترا شمع مزاری باشد

ضرورت مند کی امداد درخواست سے پہلے کرنی چاہئے

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ امیر المومنین علیہ السلام نے ایک شخص کے گھر پانچ اونٹ خرما روانہ فرمائے۔

ایک شخص نے کہا امیر المومنینؑ آپ کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس شخص نے آپ سے مدد کی درخواست نہیں کی تھی۔ اور اگر اس کی مدد کرنی مقصود تھی تو اس کیلئے ایک خرما کا اونٹ ہی کافی تھا۔ یک وقت پانچ اونٹ روانہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

آپؑ نے فرمایا۔ مومنین میں خدا کرے تجھ جیسے اور پیدا نہ ہوں۔ میں سخاوت کرتا ہوں اور تو بخل کرتا ہے۔ اگر میں کسی شخص کے سوال کے بعد ہی اسے کچھ عطا کروں تو یہ اس کی اس آبرو کی قیمت ہوگی جو اس نے میرے سامنے ضائع کی ہے۔ تمہیں مومن کے سوال کا منتظر نہیں رہنا چاہئے۔ سخاوت وہ ہے جو سوال سے پہلے ہو اور سوال کے بعد دینا تو اپنے آپ کو شرمندگی سے بچانا ہے۔

جو شخص اپنے مومن بھائی کی مالی مدد نہیں کرتا تو وہ جھوٹا ہے۔ کیونکہ ہر مومن اپنی دعا میں اکثر اوقات یہ کہتا ہے۔ اللهم اغفر للمومنين والمؤمنات

خدایا مومن مرد اور عورتوں کی مغفرت فرما۔ مقصد یہ ہے کہ عذاب سے انہیں محفوظ رکھ اور انہیں جنت عطا فرما۔

ایسی دعا مانگنے والے شخص کی گفتار و کردار میں تضاد پایا جاتا ہے۔ کیونکہ جو شخص مومن بھائی کو چند درہم دے کر راضی نہیں وہ اس کی جنت پر راضی کیسے ہوسکتا ہے۔(۱)

ا۔ انوار نعمانیہ ص۔ ۳۴۳

قابل رحم افراد

غزوہ حنین کے بعد بنی طے کے افراد قید ہوکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آئے۔ اور انہی قیدیوں میں حاتم طائی کی بیٹی سفانہ بھی تھی۔ لوگ اس کے حسن و زیبائی سے متاثر ہوئے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جب اس نے بولنا شروع کیا تو لوگ اس کی فصاحت و بلاغت کو دیکھ کر اس کے حسن کو بھول گئے۔ سفانہ دختر حاتم طائی نے کہا۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا باپ مرگیا ہے۔ اور بھائی وطن چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ اگر تم مجھے آزاد کردو تاکہ دشمن سرزنش نہ کریں اور قبائل عرب طعنہ زنی نہ کریں تو یہ بہت ہی بجا اور بہتر سلوک ہوگا۔ کیونکہ میرا باپ اخلاقِ عالیہ کا طرفدار تھا۔ وہ بھوکوں کو کھانا کھلاتا اور برہنوں کو لباس پہنایا کرتا تھا۔ اس کے پاس جو بھی ضرورت مند جاتا وہ اسے خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا تھا۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بیٹی تم نے جو صفات بیان کیں ہیں۔ یہ مومن کی صفات ہیں۔ اگر تمہارا باپ زندہ ہوتا تو ہم اس کے لئے بخشش و رحمت کی دعا مانگتے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا۔ کہ اس بچی کو اس کے باپ کی شرافت کی وجہ سے آزاد کردیا جائے۔

دختر حاتم نے عرض کی۔ میں درخواست کرتی ہوں کہ میرے قبیلہ کے تمام قیدیوں کو بھی آزاد کیا جائے۔

رسول کریمؐ نے فرمایا۔ ہم نے تیرے باپ کی شرافت کی وجہ سے تجھے آزاد کیا۔ اور تیری شرافت کی وجہ سے تیری قوم کو آزاد کیا۔

پھر آپ نے فرمایا۔ تین قسم کے لوگ قابل رحم ہیں۔

۱۔ وہ معزز شخص جو عزت کے بعد خوار ہو جائے۔

۲۔ دولتمند جو غریب ہو جائے۔

۳۔ وہ عالم جو جاہلوں میں ضائع ہو جائے۔

سفانہ نے عرض کی آپؐ اجازت دیں میں آپ کے لئے دعا مانگتی ہوں۔

آپؐ نے فرمایا ہاں اجازت ہے۔

سفانہ نے کہا۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کی مدد اور نصرت کو حاجت مندوں کے ہمیشہ شاملِ حال رکھے۔ اور جس قوم اور گروہ سے بھی اللہ کوئی نعمت واپس لے لے تو اللہ آپؐ کو اس نعمت کی واپسی کا ذریعہ بنائے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آمین کہی۔

بعد ازاں آپ نے حکم دیا کہ درہ حنین میں مال غنیمت کے طور پر جو اونٹ اور بھیڑ بکریاں پکڑی گئیں ہیں وہ بھی دختر حاتم کو واپس کر دی جائیں۔

دختر حاتم یہ حسن سلوک دیکھ کر بڑی متاثر ہوئی اور کہنے لگی۔ اس طرح کی سخاوت صرف وہی کر سکتے ہیں جو فقر و پریشانی سے نہ گھبرائیں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میرے پروردگار نے میری تربیت ہی ایسی کی ہے۔

اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گھر جانے کی اجازت طلب کی۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ تم ہماری مہمان ہو جب تک تمہارا قابل اعتماد کوئی رشتہ دار نہیں آتا۔ تم ہمارے پاس رہو گی۔

دختر حاتم چند دن آپ کے پاس رہی اس کے رشتہ دار اس کو لینے کے لئے آئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی سواری کے لئے محمل تیار کروائی جس پر ریشم کے پردے پڑے ہوئے تھے۔

یوں دختر حاتم کو اس کے رشتہ دار بڑی عزت کے ساتھ لے کر گئے۔ اور جب بھی حاتم کی بیٹی محمل سے سر اٹھا کر دیکھتی۔ تو اسے برہنہ شمشیریں لئے نوجوان نظر آتے۔ جو اس کی حفاظت پر مامور تھے۔

سفانہ بنت حاتم جب اپنے گھر پہنچی تو اپنے بھائی عدی بن حاتم سے کہا کہ تم فوراً مدینہ جاؤ۔ اور پیغمبر خدا سے ملاقات کرو۔ جب تم ان سے ملاقات کرو گے تو تمہیں یقین ہو جائے گا کہ وہ اللہ کے نبیؐ ہیں۔

عدی بن حاتم مدینہ آئے اور مسجد نبوی میں حاضر ہوئے۔ جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھا تو پوچھا کہ تم کون ہو؟

انہوں نے کہا۔ میں عدی بن حاتم ہوں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے استقبال کے لئے اپنی مسجد چھوڑ دی۔ اور اس کے بیٹھنے کے لئے اپنی عبا بچھائی۔ اسے عبا پر بٹھایا اور خود اس کے سامنے بیٹھ گئے۔ آپ کا بلند اخلاق دیکھ کر عدی مسلمان ہو گئے۔ (۱)

امام علی علیہ السلام سے سبق حاصل کریں

درر المطالب کے مؤلف لکھتے ہیں کہ راستے میں علی علیہ السلام کو ایک مفلس عورت نظر آئی۔ اس کے بچے بھوک کی وجہ سے رو رہے تھے۔ اور عورت نے بچوں کو بہلانے کے لئے ایک دیگچی کو چولہے پر رکھا ہوا تھا اور اس کے نیچے آگ جلادی تھی۔ تاکہ بچے یہ سمجھیں کہ ان کی ماں ان کے لئے کچھ پکا رہی ہے۔ جب کہ دیگچی میں پانی کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔

حضرت علی علیہ السلام نے یہ رقت آمیز منظر دیکھا۔ فوراً گھر تشریف لائے کچھ

۱۔ شجرہ طوبیٰ ج ۲۔ ص ۲۲۲

چاول، آٹا اور گھی کی مقدار کو اٹھایا اور اس عورت کے گھر کی طرف چلنے لگے۔ آپ علیہ السلام کے غلام قنبر نے عرض کی آپ وزن نہ اٹھائیں۔ آپ علیہ السلام کی طرف سے میں یہ وزن اٹھالوں گا۔

مولا علی علیہ السلام نے وہ بوری قنبر کے حوالے نہ فرمائی۔ اور اپنے کاندھے پر رکھ کر اس عورت کے دروازہ پر پہنچ گئے۔

دروازہ پر دستک دی۔ اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ جب اجازت ملی تو آپ علیہ السلام نے وہ سامان اس عورت کے حوالے فرمایا۔ عورت نے فوراً غذا تیار کی اور بچوں کو بیدار کر کے انہیں کھانا کھلایا۔

جب بچے سیر ہوگئے۔ تو علی علیہ السلام نے ان بچوں کے ساتھ کھیلنا شروع کیا بچے خوب ہنسے۔

بعد ازاں آپ واپس تشریف لائے۔ قنبر نے عرض کی مولا! آپ نے دو کام کئے ہیں ایک کام کی وجہ تو میری سمجھ میں آتی ہے۔ لیکن دوسرے کام کی وجہ میں نہیں سمجھا۔

آپؑ نے جو بوری خود اٹھائی تو میں سمجھ سکتا ہوں۔ کہ آپؑ کا مقصد ثواب میں اضافہ تھا۔ لیکن آپؑ آج بچوں کے ساتھ کھیلتے رہے اور انہیں ہنساتے رہے آخر اس کا مقصد کیا تھا؟

آپؑ نے فرمایا قنبر! میں نے بچوں کی دو حالتیں دیکھیں تھیں۔ (۱) انہیں بھوکا دیکھا۔ (۲) انہیں روتا ہوا دیکھا۔

غذا کے ذریعہ سے انکی بھوک دور ہوئی۔ اور میں بچوں کے ساتھ اس لئے کھیلا کہ میں انہیں روتے ہوئے دیکھ چکا تھا اور چاہتا تھا کہ انہیں ہنستے ہوئے بھی دیکھ لوں۔ (۱)

۱۔ شجرہ طوبی ج ۲ ص ۲۲۲

یتیم پروری کا ثمر

شیخ بہائی کشکول میں لکھتے ہیں۔ کہ بصرہ کے اطراف میں ایک شخص فوت ہوگیا۔ اور وہ معصیت خداوندی کی شہرت رکھتا تھا۔ اور وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے اتنا بدنام ہوگیا تھا کہ اس کے جنازے کو کندھا دینے کے لئے بھی کوئی تیار نہ ہوا۔

اس کی بیوی نے مجبور ہو کر چار مزدور مقرر کئے۔ کہ وہ اس کا جنازہ اٹھا کر جنازہ گاہ لے جائیں۔ لیکن کسی نے وہاں اس کی نماز جنازہ تک نہ پڑھی اس کے جسم کو دفن کرنے کے لئے شہر سے باہر لے گئے۔

اس علاقے میں عابد و زاہد شخص رہتا تھا۔ اور علاقے کے تمام لوگ اس کے صدق و صفا اور نیک نیتی کے قائل تھے۔

لوگوں نے دیکھا کہ زاہد اس کے جنازہ کا منتظر ہے۔ میت کو جیسے ہی زمین پہ رکھا گیا تو وہ زاہد آیا۔ اور کہا جنازہ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ وہاں تو کوئی موجود ہی نہ تھا لہذا اس نے تنہا اس کی نماز ادا کی۔

زاہد کو دیکھ کر لوگ فوج در فوج آکر اس کی نماز جنازہ پڑھنے لگے۔

زاہد سے پوچھا گیا۔ کہ یہ شخص مشہور بدکار تھا۔ پورے شہر میں سے کسی نے اس پر نماز جنازہ ادا نہیں کی آپ کو اس کی کیا ضرورت تھی؟

زاہد نے جواب دیا۔ مجھے خواب میں حکم ملا تھا کہ تم فلاں مقام پر جاؤ وہاں ایک جنازہ آئے گا۔ اور اس کے ساتھ صرف ایک عورت ہوگی۔ اس کا جاکر نماز جنازہ پڑھو۔ اس کے گناہ رب العزت نے معاف کردیئے ہیں۔

زاہد نے اس شخص کی بیوی سے پوچھا کہ اس نے کونسا کام کیا۔ جو اس کی بخشش کا ذریعہ بن گیا؟

عورت نے جواب دیا میرے شوہر کا زیادہ وقت برائی اور شراب نوشی میں صرف ہوتا تھا۔

زاہد نے پوچھا تو کیا کبھی وہ کوئی نیک کام بھی کرتا تھا؟

بیوی نے کہا۔ رات کو جب وہ ہوش و حواس میں آتا تو روتا تھا اور رو رو کر کہتا تھا بار الہا! تو مجھے دوزخ کے کس حصہ میں ڈالے گا۔

جیسے ہی صبح ہوتی وہ اٹھ کر نہاتا اور صاف لباس پہن کر نماز فجر ادا کرتا تھا۔

اس کا گھر دو یا تین یتیموں سے کبھی خالی نہ ہوتا تھا۔ وہ اپنے بچوں سے بھی زیادہ یتیموں پر شفقت کرتا تھا۔ (۱)

امام حسین علیہ السلام اور یتیمانِ مسلمؑ

جب امام حسین علیہ السلام نے حضرت مسلم کی شہادت کی خبر سنی۔ تو آپ اپنے مخصوص خیمہ میں تشریف لائے۔ اور مسلمؑ کی بیٹی کو طلب کیا۔ اس وقت دختر مسلم کی عمر تیرہ برس تھی۔ اور وہ ہمیشہ امام حسین علیہ السلام کی بیٹیوں کے ساتھ رہتی تھیں۔

جب مسلمؑ کی بچی آئی۔ تو آپ نے اس پر نوازش فرمائی اور سابقہ نوازشات کی بہ نسبت آپؑ نے بچی پر خصوصی شفقت فرمائی۔

خداندان طاہرین کی بچی تھی رو کر کہنے لگی ۔ ماموں جان! آج آپ خصوصی شفقت فرمارہے ہیں اور مجھ سے یوں پیار کر رہے ہیں جیسے یتیموں سے کیا جاتا ہے یہ بتائیں کہ میرے والد تو خیریت سے ہیں، کیا انہیں شہید تو نہیں کردیا گیا؟

امام حسین علیہ السلام رو دیئے اور فرمایا۔ میری بیٹی غم نہ کر مسلم کی جگہ میں

۱۔ شجرۂ طوبیٰ ج ۲ ص ۲۷۸

تیرا باپ ہوں اور میری بہن تیری ماں ہے۔ اور میری بیٹیاں تمہاری بہنیں اور میرے بیٹے تمہارے بھائی ہیں۔

مسلم کی شہزادی یہ سن کر رونے لگی۔ اور مسلم کے بیٹے سر برہنہ رونے لگے۔ خاندان حسینؑ بھی اس عزاداری میں ان کے ساتھ شریک تھا۔ (۱)

اسے بھی پڑھیں

ایک شخص روٹی لئے جارہا تھا۔ کہ اس نے ایک فقیر کو گلی میں بیٹھ کر روتے ہوئے پایا۔ اسے اس پر رحم آیا اور اسکے قریب بیٹھ کر رونے کا سبب دریافت کیا۔

فقیر نے کہا میں کئی دن سے متواتر بھوکا ہوں۔ اب بھوک نے مجھے بے تاب کردیا ہے۔ اسی لئے رو رہا ہوں۔

یہ سن کر دوسرے آدمی نے بھی رونا شروع کردیا۔ فقیر نے کہا بندہ خدا! تو کس لئے روتا ہے؟

اس نے کہا میں تیری بے چارگی اور غربت پر رو رہا ہوں۔ کہ تو نے کئی دن سے متواتر روٹی نہیں کھائی۔

فقیر نے کہا تمہیں رونے کی کیا ضرورت ہے۔ تمہارے پاس روٹی موجود ہے۔ اس میں سے مجھے کچھ حصہ کھلا دو۔ میری بھوک دور ہوجائیگی۔

اس شخص نے کہا جناب میں آپ کے ساتھ رو سکتا ہوں لیکن روٹی کا ایک لقمہ نہیں دے سکتا۔

اس واقعہ کی طرح بعینہ آج ہمارے معاشرے کی بھی یہ کیفیت ہے۔ کسی کی پریشان حالی پر صرف آنسو تو بہادیں گے لیکن عملی مدد نہیں کریں گے۔ آنسو بھی

۱۔ بحار الانوار۔ ج ۱۰، منتہی الامال۔ ج ۱ ص۔ ۲۳۸

وہی کار آمد ہوتے ہیں جن کے ساتھ جذبہ ہمدردی ہو ورنہ یہ سب دکھاوا ہے۔ اور یہ آنسو دراصل مگرمچھ کے آنسو ہیں۔

شیخ سعدیؒ نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

بنی آدم اعضای یک دیگر ند
کہ در آفرینش زیک گوہرند
چو عضوی بدرد آورد روزگار
دگر عضوہا را نماند قرار
توکز محنت دیگراں بے غمی
نشاید کہ نامت نہند آدمی

بنی آدم ایک دوسرے کے اعضاء کی طرح ہیں۔ ان کی تخلیق ایک ہی جوہر سے ہوئی ہے۔

جب زمانہ کسی عضو کو درد میں مبتلا کرے۔ تو دوسرے اعضاء کو قرار نہیں آتا کر دوسروں کی تکلیف دیکھ کر بھی تجھی اس پر رحم نہیں آتا۔ تو تجھے آدمی کہنا ہی مناسب نہیں ہے۔

کسی ناہنجار شاعر نے سعدیؒ کے اس شعر کے تضاد میں یہ قطعہ لکھا تھا۔

بنی آدم اعداء یک دیگرند
کہ در آفرینش بداز بدترند
چو عضوی بدرد آورد روزگار
جہنم، دیگر عضوہا راچکار
توکز محنت دیگراں بی غمی
حقیقت کہ تو نطفہ آدمی

بنی آدم ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ اور خلقت میں بد سے بدتر ہیں۔ جب زمانہ کسی عضو کو درد پہنچائے۔ تو بے شک وہ عضو جہنم میں چلا جائے۔ دوسرے اعضاء کا اس سے کیا واسطہ؟ تو کہ دوسرے کی تکالیف دیکھ کر بھی بے غم ہے تو حقیقت یہ ہے کہ تو آدمی کا نطفہ ہے۔

خاندانی روایت کا احیاء

کلمہ طیبہ کے مؤلف لکھتے ہیں کہ سید حیدر کا تعلق مشاہیر علمائے امامیہ سے تھا۔ ان کی زوجہ نیک سیرت سید زادی تھیں۔

ماہ رجب و شعبان میں مسلسل روزہ رکھتی تھیں۔ ایک مرتبہ ماہ رجب یا شعبان میں ان کے ہاں بہت سے مہمان آگئے۔

خاتون خانہ نے ان کے لئے کھانا تیار کیا۔ اور اس وقت گھر میں آٹا اتنا ہی تھا جس سے مہمانوں کا کھانا تیار ہوا۔ خاتونِ خانہ نے پانی سے روزہ افطار کیا اور مہمانوں کے کھانے سے تھوڑا سا طعام بچ کر آیا تو خاتونِ خانہ نے اسے اپنی سحری کے لئے رکھ لیا۔

ان کا ایک ہمسایہ انتہائی غریب تھا۔ کچھ دیر بعد اس کی بیوی آئی اور کہا کہ ہمارے بچے بھوکے ہیں اگر ممکن ہو تو ان کے لئے کچھ خوراک عنایت کریں۔

بی بی نے اپنی سحری کی خوراک اٹھا کر ان کی حوالے کر دی۔ صبح اٹھ کر پانی سے سحری کی اور نماز شب ادا کی۔ کمرے میں چراغ جلا کر سوگئیں۔

ابھی پوری طرح سے انہیں نیند نے اپنی لپیٹ میں نہیں لیا تھا۔ کہ اس کو دو جلیل القدر خواتین نظر آئیں۔

ایک جلیل القدر خاتون نے بی بی سے پوچھا میری بیٹی اس پیری کے عالم میں افطار و سحر کے بغیر کیسے روزہ رکھ رہی ہو؟

بی بی نے کہا غریب ہمسائی آئی تھی میں نے سحری کی خوراک اس کے حوالے کردی تھی۔ پھر اس جلیل القدر خاتون نے پوچھا کیا چاہتی ہو؟

بی بی نے کہا۔ مجھے اس وقت آلو، مصری اور کچھ چینی کی ضرورت ہے۔

اس وقت اس عظیم القدر بی بی نے اسے سبز رنگ کے دو تھیلے دیئے ایک میں آلو تھے اور دوسرے میں مصری اور چینی تھی۔ اس کے بعد دونوں خواتین اس کے گھر سے روانہ ہوگئیں۔

بی بی جیسے ہی نیم خواب کی حالت سے اٹھیں تو ان بی بیوں کے پیچھے دوڑیں مگر ان بی بیوں کا وہاں کوئی نام و نشان تک نہ تھا۔ اور دروازہ بدستور بند تھا بی بی نے جلدی سے دروازہ کھولا تو سیّد حیدر نے جو دوسرے کمرے میں بیٹھے تھے، آواز دے کر کہا کیا بات ہے؟

خاتونِ خانہ نے انہیں تمام واقعہ سنایا۔ اور دو تھیلے جانماز پر موجود تھے وہ انہیں دکھائے۔

سیّد حیدر نے آلو کا تھیلا دوستوں اور ہمسایوں میں تقسیم کردیا۔ اور مصری کا تھیلا اپنے پاس رکھا اور پھر انہیں خیال آیا کہ ہو نہ ہو یہ دونوں تھیلے حضرت سیدۃ النساء العالمین سلام اللہ علیہا نے عطا فرمائے ہیں۔

اس وقت فقیہ عالی قدر ملّا زین العابدین سلماسی بیمار تھے۔ سیّد حیدر نے انہیں تھوڑی سے مصری بطور تبرک دی۔ جسے کھا کر وہ فوراً صحت یاب ہوگئے۔ اور اس وقت نجف اشرف میں نواب غلام محمد خان ہندی رہتے تھے۔ اور وہ بے نظیر انسان تھے۔ اتفاق سے وہ بھی بیمار تھے اور کسی دوا سے انہیں افاقہ نہیں ہورہا تھا۔

سیّد حیدر نے انہیں بھی تھوڑی سے مصری بطورِ تبرک دی۔ جس سے وہ بھی شفا یاب ہوگئے۔

اس واقعہ کی خبر دور دور تک پھیل گئی۔ لوگ دور دراز کا سفر کرکے وہاں آئے۔ اور اپنے بیماروں کے لئے تھوڑی سی مقدار میں مصری حاصل کرتے۔ اور اللہ کے حکم سے مریض شفایاب ہوجاتے۔ اور سیدہؑ کی برکت یہ تھی کہ اتنی مقدار میں تقسیم کرنے کے باوجود قند ختم نہ ہوئی۔

اور جو دو تھیلے انہیں ملے تھے۔ انہوں نے ایک تھیلا اپنے کفن میں رکھ دیا تھا اور دوسرا تھیلا بیوی کے کفن میں رکھا تھا۔

چند روز بعد ایک معزز شخص فوت ہوا تو اس کے ورثاء نے سیّد حیدر سے اس تھیلے کی درخواست کی۔ سیّد حیدر نے اپنا کفن کھولا تو یہ دیکھ کر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ کفن میں وہ تھیلا موجود نہ تھا۔ اور بیوی کے کفن کو کھول کر دیکھا تو اس میں سے بھی تھیلے کو غائب پایا۔

اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیراہن پرانا ہوگیا۔ ایک شخص نے بارہ درہم آپ کی خدمت میں نذر کئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام سے فرمایا کہ یہ رقم لے کر بازار جائیں اور میرے لئے ایک پیراہن لائیں۔

حضرت علی علیہ السلام بازار گئے اور بارہ درہم کا پیراہن خرید کر لائے۔ جب آپ نے پیراہن دیکھا تو فرمایا۔ علیؑ یہ تو بہت قیمتی پیراہن ہے۔ اگر دوکاندار رقم واپس کرنے پر آمادہ ہو۔ تو یہ پیراہن اسے واپس کرکے رقم لے آئیں۔

حضرت علیؑ اسی دوکاندار کے پاس گئے اور فرمایا۔ میرے آقا و مولا کو یہ پیراہن پسند نہیں ہے۔ تم پیراہن واپس لے لو اور رقم مجھے واپس کردو۔

دوکاندار نے پیراہن رکھ لیا۔ اور رقم واپس لوٹا دی۔ حضرت علیؑ وہ رقم لے کر

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ رقم لی۔ اور علی کو ساتھ لے کر بازار گئے راستے میں ایک کنیز کو روتے ہوئے دیکھا۔ رونے کا سبب دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ میرے مالک نے مجھے چار درہم دے کر بازار سے سودا لانے کے لئے بھیجا۔ لیکن وہ رقم میرے ہاتھوں سے گم ہوگئی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار درہم اس کنیز کو دیئے اور پھر بازار آئے۔ اور چار درہم کا پیراہن خریدا ایک مفلس شخص آپ کے پاس آیا اور کہا یا رسولؐ اللہ! میرے پاس پہننے کے لئے قمیض نہیں ہے۔ آپؐ نے وہ قمیض اسے دے دی۔ پھر آپؐ نے چار درہم کی ایک اور قمیض خرید کر پہنی۔

جب واپس آرہے تھے تو اسی کنیز کو اسی جگہ پر پھر روتے ہوئے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رونے کی وجہ دریافت کی۔ تو اس نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! مجھے گھر سے نکلے ہوئے کافی وقت گزر چکا ہے۔ اب اندیشہ ہے کہ گھر والے مجھے سزا دیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تم ہمارے آگے چلو اور ہمیں اپنے مالک کا گھر دکھاؤ، ہم تمہاری سفارش کریں گے۔

کنیز آپؐ کے آگے چلتی ہوئی اپنے مالک کے گھر داخل ہوگئی۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دروازے پر تشریف لائے۔ اور سلام کیا لیکن گھر والوں نے سلام کا جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ آپؐ نے تین بار انہیں سلام کیا۔

صاحبِ خانہ باہر آیا آپؐ نے سلام کا جواب نہ دینے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا یا رسولؐ اللہ! دراصل میں یہ چاہتا تھا کہ آپ زیادہ سے زیادہ ہم پر سلام کریں۔ کیونکہ

آپؐ جتنی بار سلام کریں گے۔ اللہ کی رحمتوں کا ہم پر اضافہ ہوگا۔

پھر آپؐ نے اس کنیز کی سفارش کی۔ صاحبِ خانہ نے کہا۔ یا رسول اللہؐ! جب آپ اس کی سفارش بن کر آئے ہیں تو میں نے اسے راہ خدا میں آزاد کردیا۔ چنانچہ کنیز کو آزادی مل گئی۔

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے ان بارہ درہموں سے زیادہ پر برکت اور درہم نہیں دیکھے۔ کیونکہ ان دراہم سے دو اشخاص نے اپنا جسم ڈھانپا اور ایک کنیز کو آزادی ملی۔ (۱)

جناب زہرا سلام اللہ علیہا سے سخاوت کا درس لیں

جب حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا وقت وفات قریب آیا۔ تو حضرت علی علیہ السلام نے ان کے بستر کے قریب ایک صندوقچی رکھی ہوئی دیکھی۔

حضرت علی علیہ السلام نے حضرت سیدہؑ سے پوچھا یہ کیا ہے؟

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے عرض کی یہ حریر سبز کی بنی ہوئی صندوقچی ہے اس میں ایک سفید صفحہ ہے اور اس صفحہ پر چند سطریں لکھی ہوئی ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا اس میں کیا لکھا ہوا ہے؟

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے عرض کی۔ میں اپنی عروسی کی شب عبادت کی جگہ پر بیٹھی تھی کہ ایک ضرورت مند فقیر آیا۔ اور اس نے اپنے اہل و عیال کے لئے مجھ سے لباس کا سوال کیا۔

اس وقت میرے پاس دو پیراہن تھے ایک نیا تھا اور دوسرا پرانا تھا۔ اور میں نے اس وقت نیا پیراہن پہنا ہوا تھا۔ میں نے نیا پیراہن اتار کر پرانا پیراہن لیا اور نیا

۱۔ حیات القلوب ج ۲ ص۔ ۱۱۲

پیراہن اس ضرورت مند کے حوالے کردیا۔

جب صبح ہوئی تو والد محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری ملاقات کے لئے تشریف لائے اور فرمایا۔ تمہارے پاس نیا پیراہن نہیں تھا؟

میں نے عرض کی جی ہاں ابو جان! موجود تھا۔

والد محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ پھر تم نے وہ کیوں نہ پہنا؟

میں نے عرض کی آپ کا ہی فرمان ہے انسان جو چیز ضرورت مند کو بطور صدقہ دے تو اسکا اجر ہمیشہ کیلئے باقی رہتا ہے۔ اسی لئے میں نے نیا لباس ایک ضرورت مند کو دے دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جان پدر! اگر تم فقیر کو پرانا لباس دے دیتیں اور نیا خود پہنتیں تو یہ تمہارے شوہر کیلئے بہتر ہوتا اور ایک غریب کو بھی پوشاک مل جاتی۔

میں نے عرض کی۔ اس کام میں میں نے آپ کی پیروی کی ہے۔ کیونکہ جب آپؐ نے میری ملیکۃ العرب ماں سے شادی کی تھی۔ اور میری والدہ نے اپنی تمام دولت آپؐ کے دست تصرف میں دی تھی تو آپؐ نے بھی تو ساری دوست راہ خدا میں قربان کردی تھی۔ اور معاملہ یہاں تک آپہنچا کہ ایک سائل نے آپؐ سے قمیض کا سوال کیا تو آپ نے اپنی قمیص اتار کر اسکے حوالے کردی تھی اور خود کمبل اوڑھ کر گھر تشریف لائے تھے۔ سخاوت میں آپؐ کی برابری کوئی نہیں کرسکتا۔ تاہم میں نے آپ کی پیروی کا شرف حاصل کیا ہے۔

یہ سن کر والد محترم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے سینے سے لگایا۔ اور فرمایا۔ جبریلؑ آئے ہیں اور پروردگار کی طرف سے تمہیں سلام کہتے ہیں۔ اور یہ پیغام لائے ہیں کہ رب العزت فرماتا ہے۔ فاطمہؑ ہم سے جو کچھ مانگے گی ہم اسے عطا کریں گے۔ ہم فاطمہؑ کو دوست رکھتے ہیں۔

میں نے عرض کی یا ابتاہ قدشغلتنی عن المسئلة لذة خدمته لاماجة لی غیر لقاء ربی الکریم فی دارالسلام مجھے خدمت کی لذت نے سوال سے بے نیاز کردیا ہے پروردگار کی ملاقات کے علاوہ میری کوئی حاجت نہیں ہے۔

میرے والد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کے لئے ہاتھ بلند فرمائے۔ اور مجھے بھی ہاتھ بلند کرنے کا حکم دیا۔ اور کہا (اللھم اغفرلامتی) خدایا میری امت کی مغفرت فرما۔

اس وقت جبریل آئے۔ اور عرض کی آپ کا پروردگار فرماتا ہے آپؐ کا جو بھی امتی فاطمہؑ زہرا، ان کے شوہر اور ان کی اولاد سے محبت کرے گا۔ میں اسے بخش دوں گا۔

جبریل حریر سبز کی صندوقچی لائے جس میں ایک سفید ورق پر یہ تحریر تھی۔ (کتب ربکم علی نفسه الرحمة) تمہارے رب نے اپنے ذمہ رحمت لے لی ہے اور اس تحریر پر جبریل ومیکائیل کی گواہی درج تھی۔

میرے والد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اس کی حفاظت کرنا۔ اور اپنی وفات کے وقت وصیت کرنا۔ کہ اسکو بھی تمہارے ساتھ تمہاری قبر میں دفن کردیا جائے۔

یا علیؑ! میں یہ چاہتی ہوں کہ قیامت کے دن جب کہ آتش دوزخ شعلہ ور ہو میں یہ تحریر دکھا کر اپنے گناہ گار محبوں کی شفاعت کروں۔ (١)

سیدہؑ کے گلوبند کی برکت

عمادالدین طبری اپنی کتاب بشارۃ المصطفیؐ میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کی زبانی نقل کرتے ہیں۔ کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عصر پڑھا کر

١۔ ریاحین الشریعہ نقل ازابن جوزی ص ١٠٦

صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ایک بوڑھا اور کمزور شخص مسجد میں آیا اس نے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور پیدل چلنے کی وجہ سے اس کے پاؤں سوج ہوئے تھے۔

اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی ۔ میں پریشان حال شخص ہوں آپ مجھے بھوک اور برہنگی سے نجات دلائیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اس وقت میرے پاس دینے کے لئے کوئی چیز نہیں ہے۔ البتہ میں ایک دروازے کی طرف تیری رہنمائی کرتا ہوں جہاں سے تیری حاجات پوری ہوسکتی ہیں۔ اور نیکی کی رہنمائی کرنے والا بھی نیکی کرنے والے کی مانند ہوتا ہے۔ میں تمہیں اس دروازے پر بھیج رہا ہوں جو کہ اللہ اور رسول کا محبوب اور محبّ ہے۔

پھر آپ نے بلالؓ کو حکم دیا۔ کہ وہ اس پیر مرد کو درِ فاطمہؑ پر لے جائے۔ جب بوڑھا علیؑ کے دروازہ پر آیا تو سلام کر کے کہا السلام علیکم یا اھل بیت النبوۃ۔ خاندانِ نبوت آپ پر سلام ہو۔

حضرت سیدہ سلام اللہ علیھا نے اسے سلام کا جواب دیا۔ اور پوچھا کون ہو؟

اس نے کہا۔ میں ایک عربی ہوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا تھا۔ اور ان سے مدد کی درخواست کی تھی۔ انہوں نے مجھے آپؑ کے دروازے کی رہنمائی فرمائی۔ ادھر اتفاق سے علیؑ اور بتولؑ کا گھرانہ بھی تین دن سے بھوکا تھا اور پیغمبر خدا کو بھی اس کا علم تھا۔

دختر پیغمبرؐ نے گوسفند کی کھال اٹھا کر اسے دی۔ جس پر حسنؑ اور حسینؑ سویا کرتے تھے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سے تمہاری مشکلات حل فرمائے گا۔

بوڑھے عربی نے کہا۔ سیدہؑ میں اس وقت بھوک کی وجہ سے بے تاب ہوں۔ اور

آپؑ نے مجھے بھیڑ کی کھال تھمادی ہے؟

پھر حضرت سیدہؑ نے اپنا گلوبند اتارا جو عبدالمطلب کی بیٹی نے انہیں ہدیہ کیا تھا۔ وہ گلوبند آپؑ نے عربی کو دیا۔

عربی وہ گلوبند لے کر مسجد میں آیا۔ اور کہا یارسول اللہ! آپؐ کی دختر نے مجھے یہ گلوبند عنایت فرمایا ہے۔ اور کہا ہے کہ میں اسے فروخت کردوں تاکہ اس کے ذریعہ سے اللہ میری مشکل آسان بنادے۔

یہ سن کر رسولؐ اکرم رو دیئے۔ اور فرمایا تمہاری مشکل کیونکر آسان نہ ہوگی۔ جبکہ تجھے اولین و آخرین کی بہترین عورت نے گلوبند عطا کیا ہے۔

عمار یاسرؓ نے عرض کی۔ اگر آپؐ اجازت دیں تو میں یہ گلوبند خریدلوں؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ اس گلوبند کے خریدار کو عذاب نہ دے گا۔

عمار نے عرب سے پوچھا اس گلوبند کو کتنے میں فروخت کروگے؟

عرب نے کہا اس کی قیمت یہ ہے کہ مجھے سیر ہو کر کھانا کھلایا جائے اور ایک یمنی چادر دی جائے۔ اور اتنے دینار بھی دیئے جائیں جس سے میں گھر پہنچ سکوں۔

عمار نے کہا۔ میں اس گلوبند کی قیمت میں تجھے دو سو درہم دوں گا اور تجھے گوشت سے سیر کروں گا اور تجھے پوشاک پہناؤں گا۔ اور اپنے اونٹ پر تجھے تیرے گھر تک چھوڑ آؤں گا۔ اس وقت عمار کے پاس خیبر کی غنیمت کا حصہ موجود تھا۔ وہ بوڑھے کو اپنے ساتھ لے گیا۔ اور اس سے کیا ہوا وعدہ وفا کیا۔

عربی دوبارہ حضور کی خدمت میں مشرف ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تمہیں لباس مل گیا اور گوشت کھا کر سیر ہوگئے؟

عربی نے کہا جی ہاں۔ پھر آپؐ نے مسجد میں بیٹھ کر فضائل فاطمہؑ بیان فرمائے جنہیں ہم بقصد اختصار ترک کر رہے ہیں۔

فضائل فاطمہؑ بیان کرتے ہوئے آپؐ نے یہ جملے بھی فرمائے۔ جب میری بیٹی کو لحد میں اتارا جائے گا اور اس سے سوال ہوگا تیرا رب کون ہے؟ فاطمہؑ کہیں گی اللہ میرا رب ہے۔ پھر سوال ہوگا۔ تیرا پیغمبرؐ کون ہے؟ فاطمہؑ جواب دیں گی۔ میرا باپ میرا نبی ہے۔ پھر اس سے سوال ہوگا۔ تیرا امامؑ اور ولی کون ہے؟ میری بیٹی کہے گی ھذا القائم علی شفیر قبری۔ تو میرا امام ہے جو میری قبر کے کنارے کھڑا ہوا ہے۔

عمار نے گلوبند کو خوشبو لگائی اور ایک یمنی پوشاک اپنے غلام سہم کو دے کر کہا کہ تم یہ گلوبند اور پوشاک لے کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ نے فرمایا۔ میں نے تجھے فاطمہؑ زہرا کی غلامی میں دیا۔ تم یہ چیزیں لے کر ان کی دروازے پر جاؤ۔

جناب سیدہ سلام اللہ علیھا نے گلوبند لے لیا اور غلام کو آزاد کر دیا۔

غلام ہنسنے لگا۔ سیدہؑ نے غلام سے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا میں اس گلوبند کی برکت پر ہنس رہا ہوں اسکی وجہ سے بھوکے کو کھانا ملا۔ ضرورت مند کی ضرورت پوری ہوئی۔ برہنہ کو لباس ملا۔ غلام کو آزادی ملی۔ اور پھر اپنے مالک کے پاس بھی پہنچ گیا۔ (۱)

چند روایات

قال رسول اللہؐ مرعیسیٰ بن مریم بقبر یعذّب صاحبه ثم مرّبه من قابل فاذا هوليس يعذّب فقال يارب مررت بهذا القبر العام الاوّل وهويعذّب و مررت به العام وهوليس يعذّب فاوحى الله جل جلاله يا روح الله قدادرك له ولد صالح فاصلح فاصلح طريقا واوىٰ يتيماً فغفرت له بما عمل ابنه

"وسائل امربالمعروف ص ۵۶۱"

۱۔ ریاحین الشریعہ ص ۱۸۰

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ کا ایک قبر سے گزر ہوا تو اس مردے کو عذاب ہورہا تھا۔ اور جب وہ دوسرے سال اسی قبر سے گزرے تو صاحبِ قبر کو عذاب نہیں ہورہا تھا۔

حضرت عیسیٰ نے عرض کی۔ بارالہا! میں ایک سال قبل یہاں سے گزرا تو اس قبر والے کو عذاب ہورہا تھا اور اب آیا تو اسے عذاب نہیں ہورہا۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی۔ روح اللہ! اس کا نیک بیٹا جوان ہوگیا۔ اس نے برائی کی اصلاح کی اور ایک یتیم کو پناہ دی۔ میں نے اس کے بیٹے کی نیکی کی وجہ سے اسے معاف کیا۔

قال رسول اللہؐ من اطعم مؤمنا اطعمه الله من ثمار الجنة ومن سقاه من ظمأ سقاه الله من الرحيق المختوم ومن كساه ثو بالم يزل في ضمان الله عزوجل مادام على ذلك المؤمن من ذلك الثوب سلك والله لقفاء حاجة المؤمن خيرمن صيام شهر و اعتكافه

"وسائل امربالمعروف ۵۶۲"

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جو مومن کو کھانا کھلائے تو اللہ اسے میوہ ہائے جنت کھلائے گا۔ اور جو کسی پیاسے مومن کو پانی پلائے تو اللہ تعالیٰ اسے بوئے مشک ملا جنت کا پانی پلائے گا۔ اور جو مومن کو پوشاک پہنائے تو جب تک اس لباس کا ایک دھاگہ بھی اس مومن کے جسم پر ہوگا۔ تو وہ اللہ کی امان میں رہے گا۔ خدا کی قسم! مومن کی ایک حاجت پوری کرنے کا ثواب ایک ماہ کے روزے اور اعتکاف سے زیادہ ہے۔

عن مفضل بن عمر عن ابي عبداللهؑ قال ان الله خلق خلقا انتجبهم لقفاء حوائج فقراء شيعتنا ليبيحهم على ذلك الجنة فان استطعت ان تكون منهم فكن

"وسائل امربالمعروف۔ ص ۵۶۳"

مفضل بن عمر کہتے ہیں۔ کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ نے ایک گروہ پیدا کیا۔ جو ہمارے غریب شیعوں کی حاجات پوری کرتا ہے۔ اور اللہ اس گروہ کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ اور اگر تمہیں طاقت ہو تو کوشش کر کے اس گروہ میں شامل ہو جاؤ۔

فی وصیة النبیؐ لعلی علیه السلام قال یا علی اربع من کن فیه بنی الله له بیتا من الجنة من اوٰی الیتیم ورحم الضعیف واشفق علی والدیه ورفق مملوکه ثم قال یا علی من کفی یتیماً فی نفقته بماله حتّی یستغنی وجبت له الجنة یا علی من مسح یده علی راس یتیم ترحماله اعطاه الله بکّل شعرة نورا یوم القیامة

"وسائل امر بالمعروف ص ۵۶۱"

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو بہت سی وصیتیں فرمائیں۔ ان میں یہ بھی فرمایا۔ علیؑ ! جو شخص یہ چار کام کرے اللہ اسے جنت عطا فرمائے گا۔

۱۔ جو یتیم کو پناہ دے گا۔
۲۔ جو کمزور اور ناتواں پر رحم کرے۔
۳۔ جو ماں باپ سے شفقت کرے۔
۴۔ جو اپنے غلام یا ماتحت پر نرمی کرے۔

یا علیؑ ! جو شخص یتیم کی اتنی مالی مدد کرے کہ وہ کسی دوسرے کا محتاج نہ رہے۔ تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ اور جو کسی یتیم کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرے تو۔اس کے ہر بال کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اسے نور عطا فرمائے گا۔

عن ابی عبداللهؑ انّ النبیؐ قال من اصبح ولا یهتم بأمور المسلمین فلیس منهم ومن سمع رجلا ینادی یاللمسلمین فلم یجبه فلیس بمسلم

"وسائل امر بالمعروف ص ۵۶۱"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا۔ جو شخص مسلمانوں کے امور کی پرواہ نہ کرتا ہو، وہ مسمان نہیں۔ اور جس کسی نے کسی فریادی کو یہ فریاد کرتے سنا کہ مسلمانو میری مدد کرو۔ لیکن وہ اس کی فریاد نہ سنے یعنی اس کی مدد کو نہ پہنچے تو وہ مسلمان نہیں ہے۔

باب ہشتم

حقوق العباد

لوگوں کے مال سے پرہیز کرنا
امام زین العابدین کا طرز عمل

امام زین العابدین علیہ السلام نے مدینہ کا اپنا ایک باغ احاطہ کے لئے ایک غلام کے حوالے کیا۔

ایک دن آپؑ باغ کی چار دیواری دیکھنے کے لئے گئے تو انہیں یہ دیکھ کر غصہ آیا کہ غلام نے ان کے کہنے کے مطابق چار دیواری تعمیر نہیں کی تھی۔ بلکہ اس نے کچھ اس طرح سے دیواریں کھڑی کی تھیں۔ کہ پورا احاطہ ہی خراب ہو چکا تھا۔

آپؑ کو یہ دیکھ کر غصہ آیا۔ اور آپؑ نے غلام کو ایک تازیانہ مارا۔

تازیانہ مارنے کے بعد آپؑ سخت پریشان ہوئے۔ اور اپنے گھر پہنچنے کے بعد اس غلام کو طلب فرمایا۔ اور اس کے ہاتھ میں تازیانہ دے کر فرمایا۔ میں نے تمہیں تازیانہ مارا تھا اس کے قصاص میں تم مجھے ایک تازیانہ مارو۔

غلام نے کہا مولا یہ ناممکن ہے آپؑ نے تو غلط کام سرانجام دینے پر تازیانے کے ذریعہ تنبیہ کی تھی۔ آپؑ نے مجھ پر کوئی ظلم نہیں کیا۔ تھا اور آپکے اس اقدام کو میں بالکل حق بجانب اور درست سمجھتا ہوں۔ لہذا میں آپؑ سے کوئی قصاص نہیں لوں گا۔

امام علیہ السلام نے کئی مرتبہ اصرار کیا۔ لیکن غلام نے ہر مرتبہ انکار کیا۔ تو آپؑ نے فرمایا۔ میں نے وہ باغ تجھے بخش دیا۔ (۱)

گلوبند اور علی بن ابی رافع

علی بن ابی رافع حضرت علی علیہ السلام کے زمانہ حکومت میں بیت المال کے خزانچی تھے۔ بصرہ سے مروارید کا ایک ہار بیت المال میں آیا۔

عید کے دن قریب تھے۔ امیر المومنین علیہ السلام کی ایک صاحبزادی نے ان کے پاس کہلا بھیجا کہ میں نے سنا ہے۔ کہ آپ کے پاس بیت المال میں مروارید کا ایک ہار موجود ہے۔ آپ مجھے چند دنوں کے لئے عاریۃً عنایت فرماں دیں۔ انشاء اللہ عید گزرنے کے بعد میں آپ کو واپس کر دوں گی۔

علی بن ابی رافع نے عاریت پر ضمانت لی۔ اور وہ ہار انکے پاس بھیج دیا۔ صاحبزادی نے عید کے دن وہ ہار پہنا۔ اتفاق سے مولا علی علیہ السلام کی نظر اس پر جا پڑی۔

آپؑ نے علی بن ابی رافع کو بلا کر فرمایا۔ ابن ابی رافع! کیا تم مسلمانوں کے بیت المال میں خیانت کرتے ہو؟

علی بن ابی رافع نے کہا۔ خدا کی پناہ میں تو ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔

آپؑ نے فرمایا تو پھر تم نے میری بیٹی کو بصرہ سے آنے والا ہار کیسے دے دیا؟

علی بن ابی رافع نے عرض کی مولا! آپؑ کی بیٹی امین ہے اور میں نے ضمانت پر وہ ہار دیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا۔ بہتر ہوا کہ تم نے ضمانت پر عاریۃً ہار دیا ورنہ میری بیٹی پہلی ہاشمیہ خاتون ہوتی جسکے میں ہاتھ قطع کرتا۔ یہی بات صاحبزادی کے بھی گوش گزار ہوئی اس نے بابا کی خدمت میں عرض کی۔ ابو جان! میں آپ کی صاحبزادی ہوں اور کیا بیت المال پر میرا اتنا حق بھی نہیں ہے۔ کہ میں چند دن ایک ہار استعمال کر سکوں۔

۱۔ بحار الانوار ج ۱۱۔ احوال امام زین العابدین

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا۔ انسان کو خواہش نفسانی سے مغلوب ہو کر حق کا راستہ نہیں چھوڑنا چاہئے۔ کیا عید کے دن تمام مہاجرین کی لڑکیاں اس جیسا ہار پہنتی ہیں۔ جو تم نے پہن رکھا ہے؟ (۱)

شیر خوار پر دودھ کا اثر

ہمارے قارئین امام الحرمین ابوالمعالی کے نام سے واقف ہوں گے۔

یہ وہی ابو المعالی ہیں۔ جو مکہ و مدینہ میں ایک طویل عرصہ رہنے کے بعد جب نیشاپور آئے۔ تو اس وقت الپ ارسلان سلجوقی کی حکومت تھی۔ اور خواجہ نظام الملک ان کا وزیر باتدبیر تھا۔ خواجہ نظام الملک نے امام الحرمین کے لئے مدرسہ تعمیر کرایا اور خطابت و تدریس کا فریضہ ان کے سپرد کیا۔

ابوالمعالی کے والد شیخ ابو محمد عبداللہ اپنے دور کے فاضل انسان تھے اور بڑے اچھے کاتب تھے۔ کتابت کو انہوں نے ذریعہ معاش بنایا تھا اور رزق حلال جمع کر کے انہوں نے ایک کنیز خریدی تھی۔

کنیز انتہائی پرہیزگار اور خوش اخلاق تھی۔ جب وہ حاملہ ہوئی۔ تو شیخ رزقِ حلال کے لئے اور حساس ہوگئے۔ اور خوراک و لباس میں کسی طرح کے مشتبہ مال سے مکمل احتراز کرنے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے اس عورت کے بطن سے بچہ پیدا فرمایا۔ تو شیخ نے تاکید کی کہ ماں کے دودھ کے علاوہ بچہ کو کسی دوسری عورت کا دودھ ہرگز نہ پلایا جائے۔

بچہ اپنی ماں کا دودھ پیتا رہا۔ ایک دفعہ جب کہ ماں بیمار تھی اور ایک ہمسائی گھر میں آئی ہوئی تھی۔ بچہ دودھ کے لئے رونے لگا تو ہمسائی نے ازراہِ رحم بچہ کو اپنے سینہ سے لگایا

ا۔ بحار الانوار ج ۹ ص ۵۰۳

اور بچہ نے اس کا دودھ پیا۔

شیخ بھی اتفاق سے اسی وقت گھر آئے۔ انہوں نے یہ منظر دیکھا تو سخت پریشان ہوئے۔ بچے کے منہ میں انگلیاں ماریں۔ کہ کسی طرح سے وہ قے کردے آخر کار بچہ نے قے کی تو شیخ مطمئن ہوگئے۔ یہ بچہ ابوالمعالی تھا۔

اور کبھی کبھی ابوالمعالی بحث و مناظرہ میں سست ہو جاتا تو کہتا تھا۔ یہ اس دودھ کا اثر ہے جو کوشش کے باوجود بھی نہیں نکل سکا تھا۔ (۱)

اسلام نومولود کی تربیت کو بڑی اہمیت دیتا ہے۔ اور والدین کے لئے لازم قرار دیتا ہے کہ وہ رزق حلال کھائیں تاکہ نطفہ رزقِ حلال سے تیار ہو۔ اور بچے کو ہمیشہ رزقِ حلال کھلائیں تاکہ اس میں رزق حرام کی آمیزش نہ ہو۔ اور ماؤں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے بچوں کی خود پرورش کریں۔ انہیں اپنا دودھ پلائیں تاکہ بچے کے دل میں ماں باپ کی محبت پیدا ہو۔

ماں کا دودھ بچے کی اخلاقی قدروں میں موثر ہوتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سینکڑوں عورتوں کو ٹھکرا کر اپنی امین اور باشرافت ماں کا دودھ پیا۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چار سو عورتوں نے دودھ پلانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن آپؐ نے کسی عورت کا دودھ قبول نہ کیا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ کو ان کی شرافت کی وجہ سے اللہ نے یہ شرف دیا۔ کہ اسی رسول کریمؐ کی دایہ ہونے کا اعزاز نصیب ہوا۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ (الرضاع یغیّر الطباع) دودھ بچہ کی طبیعت و فطرت کو بدل دیتا ہے۔ اور ماں کے دودھ کا نومولود کے اخلاق و کردار سے براہ راست واسطہ ہے۔

ہمیں یہ دیکھ کر انتہائی افسوس ہوتا ہے۔ کہ آج کی مائیں اپنے بچوں کو اپنے دودھ

ا۔ روضات الجنات

سے محروم رکھ رہی ہیں اور اس کیلئے اپنی صحت کی سلامتی کا بہانہ بنایا جاتا ہے۔ حالانکہ طبی طور پر یہ حقیقت مسلّم ہے۔ کہ بچے کو دودھ پلانے والی عورت زیادہ صحتمند ہوتی ہے۔

یا پھر ڈبہ کے دودھ سے بچوں کو پالا جارہا ہے۔ پہلے تو خدا جانے کہ وہ دودھ حلال اجزا سے تیار کیا گیا ہے یا اس میں حرام کی بھی آمیزش ہے۔

اگر ہم اسے حلال و طیب بھی مان لیں۔ تو جو بچہ گائے کا دودھ پی کر جوان ہوگا۔ اس کے دل میں ماں کی محبت کیسے آئے گی۔

ان سطور کے ذریعہ سے ایمان دار خواتین سے ہماری درخواست ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اپنا ہی دودھ پلائیں۔ بازاری دودھ سے بہر صورت پرہیز کریں۔

ہارون الرشید اور بہلول

ایک دن ہارون کی سر راہ بہلول سے ملاقات ہوگئی۔ ہارون نے کہا مجھے بڑی مدت سے تمہاری ملاقات کی خواہش تھی۔

بہلول نے کہا۔ لیکن مجھے تیری ملاقات کی ہرگز کوئی خواہش نہ تھی۔

ہارون نے بہلول سے فرمائش کی۔ کہ اسے وعظ و نصیحت کرے۔

بہلول نے کہا میں تجھے کیا نصیحت کروں۔ یہ بلند عمارتیں ہیں اور یہ قبرستان ہے۔ بلند و بالا مکان بنانے والے آج تنگ و تاریک قبروں میں ہیں۔ اس دن کو ہمیشہ یاد رکھو جب تم نے احکم الحاکمین کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے۔ جہاں بڑی باریک بینی سے ایک ایک ذرے کا حساب لیا جائے گا۔ جہاں کسی طرح کی سفارش اور فدیہ کام نہ آئے گا۔ بتاؤ اس دن خالی ہاتھ ہو کر خدا کو کیا جواب دو گے۔ ایسا نہ ہو کہ تیرے تہی دامن پر اہل محشر ہنسیں۔

بہلول کی نصیحت سن کر ہارون رونے لگا۔ اور اسکے آنسوؤں سے اسکا دامن بھیگ گیا۔

بہلول کی جرأت و بے باکی

ہارون الرشید سفر حج سے واپس آرہا تھا۔ بہلول راستے میں کھڑے تھے اور اسے دیکھ کر تین مرتبہ زور سے صدا دی۔ ہارون۔ ہارون۔ ہارون۔ ہارون نے پوچھا یہ کون بے ادب ہے۔ جو اس طرح سے ہمیں صدا دے رہا ہے؟ لوگوں نے کہا بہلول دیوانہ ہے۔

ہارون نے بہلول کی طرف رخ کر کے کہا۔ تجھے پتہ ہے کہ میں کون ہوں؟

بہلول نے کہا ہاں میں جانتا ہوں۔ تو وہ مظلوم ہے اگر ظلم مشرق میں ہو۔ اور تو اگر اس وقت مغرب میں ہو تو بھی تجھ سے اس کے متعلق ضرور پوچھا جائے گا۔

یہ سن کر ہارون رونے لگا۔ اور کہا تمہاری کوئی حاجت ہو تو بیان کرو۔

بہلول نے کہا۔ میری حاجت یہ ہے کہ حکم دو کہ میرے گناہ بخش دیئے جائیں اور مجھے بہشت میں داخل کیا جائے۔

ہارون نے کہا یہ کام تو میرے بس میں نہیں ہے۔ میں تیرا قرض ادا کر سکتا ہوں۔

بہلول نے کہا قرض کی ادائیگی اپنے ذاتی مال سے کرنی چاہئے۔ دوسروں کے مال سے قرض ادا نہیں ہوتا۔ آپ صرف یہی کریں کہ لوگوں کا مال انہیں واپس لوٹا دیں۔

ہارون نے کہا میں تیرے لئے وظیفہ کا حکم جاری کرتا ہوں۔ جو تمہیں پوری زندگی ملتا رہے گا۔

بہلول نے کہا ہم سب خدا کے بندے ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تجھے یاد رکھے اور ہمیں بھلا دے۔ (۱)

۱۔ زہرالربیع

خلیفہ کا کھانا

ایک دفعہ ہارون الرشید نے اپنا مخصوص کھانا غلام کے ہاتھ بہلول کے پاس روانہ کیا بہلول نے خلیفہ کا کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ اور غلام سے کہا۔ سامنے حمام ہے حمام کے پچھواڑے چلے جاؤ وہاں کتے ہوں گے۔ یہ کھانا جاکر کتوں کو ڈال دو غلام ناراض ہوا اور کہنے لگا۔ احمق! یہ خلیفہ کا کھانا ہے اگر میں یہ کھانا وزراء اور اعیان سلطنت کے پاس لے کر جاتا تو وہ مجھے انعام دیتے۔

بہلول نے کہا آہستہ بات کرو۔ اگر کتوں نے سن لیا تو وہ بھی نہیں کھائیں گے۔ (۱)

حقوق العباد کا ایک نمونہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک قبر سے ہوا۔ انہوں نے اللہ سے درخواست کی کہ وہ اس مردہ کو زندہ فرمائے۔ چنانچہ مردہ زندہ ہو کر قبر سے باہر آگیا۔

حضرت عیسیٰؑ نے پوچھا قبر میں تمہاری کیسی گزر رہی ہے؟

اس نے کہا۔ میں مزدور تھا اور لوگوں کا وزن اٹھایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ میں کسی شخص کا ایندھن اٹھائے جارہا تھا۔ میں نے اس سے ایک تنکا خلال کرنے کے لئے نکالا۔ مرنے کے بعد مجھے آج تک اس ایک تنکے کی سزا مل رہی ہے۔ (۲)

مقدس اردبیلی کی احتیاط

حضرت مقدس اردبیلی حقوق العباد کے معاملے میں بڑے محتاط تھے۔ آپ اکثر

۱۔ مجمع النورین ص ۷۷

۲۔ کبریت احمر ص ۷۲

نجف اشرف سے کرایہ کا گدھا یا گھوڑا لے کر کاظمین جاتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ نے ایک شخص سے کرایہ پر گدھا حاصل کیا۔ اور اسی اثناء میں ایک شخص ایک خط ان کے پاس لایا۔ اور عرض کی کہ آپ یہ خط کاظمین میں فلاں شخص کے حوالے کردیں۔

مقدس اردبیلی نے کہا کہ میں نے گدھے کے مالک سے خط کی اجازت نہیں لی۔ آؤ اس کے مالک سے اجازت لیتے ہیں۔ مگر تلاش بسیار کے باوجود گدھے کا مالک نہ مل سکا تو مقدس اردبیلی نے تمام راستہ پیدل طے کیا۔ اور خط دینے کے بعد واپسی پر گدھے پر سوار ہوئے۔ (۱)

خداوند عالم حق امیر المؤمنین تمام اہل ایمان کو ایسا دیانت دار بنائے۔

عقیل کی درخواست

ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ عقیل حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں آئے۔ اور ان سے عرض کی میں تنگ دست ہوں مجھے بیت المال سے کچھ عنایت فرمائیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ بھائی صبر کریں میں مسلمانوں میں جیسے ہی ان کے وظائف تقسیم کروں گا تمہیں بھی تمہارا حصہ مل جائے گا۔

عقیل نے جب زیادہ اصرار کیا۔ تو آپ نے فرمایا بازار چلے جاؤ۔ اور کسی دکان کا تالا توڑ کر اس کا سامان اٹھالو۔

عقیل نے کہا تو کیا آپ مجھے چور بنا کر اپنی عدالت میں لانا چاہتے ہیں؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ عقیل تم تو ایک مسلمان کے چور نہیں بنتا

۱۔ روضات الجنات ص ۲۳

چاہتے اور مجھے تمام مسلمانوں کے مال کا چور بنانا چاہتے ہو؟

عقیل نے کہا اگر یہ بات ہے تو میں معاویہ کے پاس چلا جاؤں گا۔

آپؑ نے فرمایا۔ تم جانو اور معاویہ جانے۔

چنانچہ عقیل معاویہ کے پاس چلے گئے۔ اور اس سے امداد کا تقاضا کیا۔ معاویہ نے انہیں ایک لاکھ درہم دیئے۔ اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ منبر پر جاکر لوگوں کو بتائیں کہ ان سے علیؑ نے کیا سلوک کیا۔ اور معاویہ نے کیا سلوک کیا؟

عقیل منبر پر گئے اور کہا لوگو! میں نے علیؑ سے اس کا دین چھیننا چاہا مگر علی نے مجھے اپنا دین نہ چھیننے دیا تو میں معاویہ کے پاس چلا آیا اس نے مجھے اپنے دین پر مقدم رکھا۔

روضات الجنات کے مؤلف لکھتے ہیں کہ معاویہ نے ان سے کہا کہ تم منبر پر جاکر علی پر لعنت (نعوذباللہ) کرو۔

عقیل نے کہا لوگو! مجھے معاویہ نے حکم دیا ہے۔ کہ علی پر لعنت کرو تم لوگ معاویہ پر لعنت کرو۔ (۱)

کیا بہلول واقعی دیوانہ تھے؟

سیّد نعمت اللہ شوستری اپنی کتاب غرائب الاخبار میں لکھتے ہیں۔ کہ ہارون چاہتا تھا کہ کسی کو بغداد کا قاضی مقرر کرے۔ اس نے اپنے مشیروں سے مشورہ کیا تو سب نے بہلول کا نام پیش کیا۔

ہارون نے بہلول کو دربار میں طلب کیا اور اسے بغداد کی قضاوت کی پیشکش کی۔ اور کہا کہ اس کام میں آپ میری مدد کریں۔

بہلول نے کہا۔ میں اپنے اندر اس کام کی صلاحیت نہیں پاتا۔

۱۔ روضات الجنات ص ۹۰

ہارون نے کہا۔ بغداد کے تمام لوگ کہتے ہیں۔ کہ تم اس کے حقدار ہو مگر تم انکار کر رہے ہو۔

بہلول نے کہا بادشاہ! میں اپنے متعلق لوگوں سے زیادہ بہتر جانتا ہوں۔ اور میری یہ بات دو حال سے خالی نہیں ہے۔

۱۔ یا تو میں سچا ہوں کہ میرے اندر قاضی بننے کی صلاحیت نہیں ہے۔ تو آپ ایک نااہل شخص کو ایسا اہم عہدہ کیوں دینا چاہتے ہیں۔

۲۔ یا پھر میں اپنے اس قول میں جھوٹا ہوں۔ اگر بالفرض میں جھوٹا ہوں تو آپ ایک جھوٹے شخص کو قاضی بنانے پر کیوں تلے ہوئے ہیں؟

ہارون نے کہا۔ مگر تجھے ہر قیمت پر یہ عہدہ قبول کرنا ہوگا۔

بہلول نے اس سے ایک رات کی مہلت طلب کی۔

اور جیسے ہی صبح ہوئی بہلول نے اپنے آپ کو دیوانہ بنالیا اور لکڑی کے گھوڑے پر سوار ہو کر بازار بغداد میں کہنے لگے لوگو! ہٹو کہیں میرے گھوڑے کے سُموں تلے نہ آجاؤ۔

لوگوں نے کہا ہائے افسوس بہلول تو دیوانہ ہوگیا۔ یہ خبر ہارون کو سنائی گئی۔ کہ بہلول دیوانہ ہوگیا تو ہارون الرشید نے کہا میں خوب جانتا ہوں وہ دیوانہ نہیں ہے۔ لیکن اس نے اس بہانے سے اپنے دین کی حفاظت کی ہے۔ (۱)

قاضی کا منصب اور لوگوں کے حقوق

ابو حمزہ ثمالی نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا۔ قومِ بنی اسرائیل میں ایک عالم تھا جو ان کے تنازعات کے فیصلے کیا کرتا تھا۔

جب اس کی موت کا وقت قریب آیا۔ تو اس نے اپنی بیوی سے کہا۔ جب میں

۱۔ روضات الجنات ص ۳۶

مرجاؤں تو مجھے غسل و کفن دے کر میرے منہ پر کپڑا ڈال دینا۔ عورت نے اس کی وصیت پر عمل کیا۔ پھر شوقِ تجسس سے مجبور ہو کر اس کے منہ سے کپڑا ہٹایا تو دیکھا کہ اس کے شوہر کی ناک پر ایک کیڑا بیٹھا ہوا ہے اور اس کی ناک کو کھا رہا ہے۔

عورت یہ منظر دیکھ کر خوف زدہ ہو گئی۔ خواب میں اس کے شوہر نے اسے کہا۔ کیڑا دیکھ کر تم ڈر گئیں؟

عورت نے کہا۔ جی ہاں میں کیڑا دیکھ کر خوف زدہ ہو گئی تھی۔ قاضی نے کہا جانتی ہو کہ یہ کیڑا مجھ پر کیوں مسلط ہوا؟

بیوی نے کہا۔ نہیں مجھے کوئی علم نہیں ہے۔

قاضی نے کہا۔ یہ تیرے بھائی کی محبت والفت کی وجہ سے ہوا ہے۔

بیوی نے دریافت کیا وہ کیسے؟

تو اس نے کہا۔ میں قاضی تھا ایک مرتبہ تیرے بھائی اور ایک شخص میں تنازعہ ہوا۔ فیصلہ میں نے کرنا تھا۔ میں نے دل میں کہا کہ خدا کرے تیرا بھائی بچ جائے۔ اور بے گناہ ثابت ہو۔ چنانچہ بعد کی گواہیوں سے بھی تیرا بھائی بے قصور ثابت ہوا۔ مجھے یہ سزا صرف اسی لئے ملی کہ میں نے فریقین میں سے ایک کے لئے اپنے دل میں محبت محسوس کی۔ جب کہ میرے سامنے دونوں فریق برابر ہونے چاہئے تھے۔ (۱)

قاضی کو اس طرح سے فیصلہ کرنا چاہئے

عالم جلیل ملا محمد کذازی قم شہر کے قاضی تھے۔ اور اسی دوران ان کے بھائی نے کسی شخص کو قتل کردیا۔

مقتول کے ورثاء نے ان کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا۔ اور ان کے بھائی کے

۱۔ انوار نعمانیہ ص ۱۵

خلاف اپنے شبہات کا اظہار کیا۔ مگر دعویٰ کی سچائی کے لئے وہ کافی گواہ پیش نہ کر سکے۔ قاضی نے شک کا فائدہ دیتے ہوئے اپنے بھائی کو رہا کردیا۔

کافی دنوں کے بعد جب قاضی کے بھائی نے یہ محسوس کیا کہ اب اس مقدمہ کو خارج ہوئے ایک عرصہ بیت گیا ہے۔ تو اس نے ایک دن اپنے بھائی کے سامنے قتل کا اقرار کیا۔

قاضی صاحب نے جیسے ہی بھائی کی زبان سے قتل جیسے جرم کا اعتراف سنا تو انہوں نے مقتول کے ورثاء کو پیغام بھیجا کہ مجھے تمہارا قاتل مل چکا ہے۔ اور انہوں نے مقتول کے ورثاء کو قصاص کا حق دے دیا۔

مقتول کے وارث قاضی کے فرمان کو لے کر حاکم کے پاس گئے۔ تاکہ وہ اس کے فرمان پر دستخط ثبت کردے اور قاضی کے فرمان پر عمل ہو سکے۔

حاکم نے کہا ایسے منصف شخص کے بھائی کو قتل کر کے تم اسے صدمہ نہ پہنچاؤ۔ اس نے اپنی دیانت کے تحت تمہارے حق میں فیصلہ دے دیا ہے۔ تمہیں بھی ہمت سے کام لیتے ہوئے خون معاف کردینا چاہئے۔

چنانچہ انہوں نے خون معاف کردیا۔ (۱)

حقوق العباد میں باریک بینی

سید نعمت اللہ جزائری انوار نعمانیہ کے حالات بعد الموت کے باب میں لکھتے ہیں۔ کہ ایک نیک شخص کی وفات ہوئی۔ لوگوں کی بڑی تعداد نے اس کے جنازے میں شرکت کی۔ ایک شخص کو خواب میں اس کی زیارت ہوئی۔ تو اس نے پوچھا کہ خدا نے تم سے کیا سلوک کیا؟

۱۔ الکلام یجر الکلام ص ۲۲۴

متوفی نے کہا کہ رب العزت نے مجھ پر کرم کیا۔ اور اپنے لطف و احسان سے مجھے نوازا لیکن حساب بہت سخت تھا۔ میں اپنی زندگی میں ایک بار حالت روزہ سے تھا۔ اور میں اپنے ایک گندم فروش دوست کی دوکان پر جابیٹھا۔ اور کچھ دیر وہاں بیٹھ کر باتیں کرتا رہا۔ اسی اثنا میں گندم کا ایک دانہ میں نے اٹھایا اور اپنے دانتوں سے اس کے دو حصے کئے، پھر سوچا کہ گندم میری نہیں ہے۔ میں وہ دانہ گندم کے ڈھیر پر ڈال دیا بعد ازاں گھر چلا گیا۔

مرنے کے بعد قبر میں مجھ سے اس دانے کا بھی حساب لیا گیا۔ اور اس دانے کے نقصان کے برابر میری نیکیاں کم کردی گئیں۔

سیّد نعمت اللہ جزائری مزید لکھتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر شخص کو ایک بلند مقام پر کھڑا کردیا جائے گا۔ اور منادی ندا دے گا لوگو! آج حساب کا دن ہے۔ اس شخص کو دیکھو اور جس نے اس سے کچھ لینا ہو تو مطالبہ کرے۔ عرصہ محشر میں بلند مقام پر کھڑا ہونے والا شخص اپنے ہر واقف کار سے گھبرائے گا۔ کہ مبادا وہ کسی حق کا مطالبہ نہ کرے۔ اور روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر درہم کے چھٹے حصے (1/6) کے بدلہ میں سات سو قبول نمازیں کاٹ کر صاحبِ حق کو دی جائیں گی۔

غریب و بے نوا

ایک دن جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے پوچھا کہ غریب اور بے نوا کون ہے؟

صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ! وہ شخص غریب و بے نوا ہے۔ جس کے پاس مال و دولت نہ ہو۔

رسولؐ خدا نے فرمایا۔ ایسا شخص غریب نہیں ہے۔ حقیقی غریب وہ ہے کہ قیامت

کے دن اس حالت میں آئے کہ اسکی گردن پر لوگوں کے حقوق ہوں۔ یعنی کسی کو ناحق مارا پیٹا ہو۔ کسی کو گالیاں دی ہوں اور کسی اور کا حق غصب کیا ہویا کھایا ہو۔ اگر ایسے شخص کے نامۂ اعمال میں نیکیاں ہوں گی تو اسکی نیکیاں دوسروں کے حوالے کردی جائیں گی۔ اگر اس کے نامۂ اعمال میں نیکیاں نہ ہوں گی تو صاحبانِ حق کے گناہ اسکے نامۂ اعمال میں منتقل کردیئے جائیں گے۔ چنانچہ یہ حقیقی بے نوا اور غریب ہے اور قرآن کریم کی اس آیت کا اشارہ بھی اسی جانب ہے۔ (ولیحملن اثقالھم واثقالا مع اثقالھم) وہ اپنے بوجھ کو اٹھائیں گے اور اپنے بوجھ کے ساتھ دوسروں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے۔ (۱)

انگشتری کے حساب سے ڈرنے والا

ہارون الرشید عباسی کے بہت سے بیٹے تھے۔ ان میں سے ایک بیٹے کا نام قاسم مؤتمن تھا۔ اسے دنیا کی رنگینیوں سے کوئی سروکار نہ تھا۔ وہ اکثر اوقات نماز اور تلاوت قرآن میں مصروف رہتا تھا۔ اور نہایت ہی سادہ لباس پہنتا تھا۔

ہارون کے ایک مصاحب نے اسے اس حال میں دیکھا تو ہنسنے لگا۔

ہارون نے ہنسنے کی وجہ پوچھی۔ تو اس نے کہا آپ کا یہ بیٹا اس طرح کا کم قیمت لباس پہن کر لوگوں میں جاتا ہے اور یہ آپ کی بدنامی کا موجب ہے۔

ہارون نے کہا۔ نہیں اصل بات یہ ہے کہ ہم نے ابھی تک کسی علاقہ کی ولایت اس کے حوالے نہیں کی ہے اور جب بھی ہم اسے کسی علاقہ کا والی مقرر کریں گے۔ تو یہ بھی سلاطین کا سا لباس زیب تن کرے گا۔

ہارون نے قاسم کو بلا کر کہا۔ فرزند! میں تمہیں کسی علاقے کا والی بنانا چاہتا ہوں تم وہاں جاکر شاہی رعب و دبدبہ سے رہو اور خدا کی عبادت بھی کرو۔

۱۔ انوار نعمانیہ ص ۳۴۹

قاسم نے کہا۔ ابا جان! میرے علاوہ آپ کے بہت سے فرزند ہیں۔ آپ اس خدمت سے مجھے معاف رکھیں۔ اور دوستانِ خدا کے سامنے مجھے شرمندہ نہ کریں۔

لیکن ہارون نے بیٹے کی ایک نہ سنی۔ اور حکومتِ مصر کی ولایت اس کے نام لکھ دی۔ اور حکم دیا کہ کل صبح تم نے مصر جانا ہے۔

قاسم راتوں رات بغداد سے بصرہ فرار ہوگیا۔ صبح اسے تلاش کیا گیا تو وہ بغداد میں موجود نہ تھا۔ اس کے قدموں کے نشانات سے اس کا تعاقب کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ دجلہ کے کنارے تک آیا ہے۔

قاسم نے اس رات بغداد سے فرار کیا۔ اور اپنے آپ کو بصرہ پہنچایا۔

عبداللہ بصری کہتا ہے کہ میرے مکان کی دیوار خراب ہوچکی تھی۔ اور مجھے ایک مزدور کی ضرورت تھی۔ میں مزدور لینے کیلئے بازار آیا۔ میں نے مسجد کے ایک کونے میں ایک جوان کو دیکھا جو قرآن کی تلاوت کر رہا تھا۔ اور اسکے سامنے چھینی اور بیلچہ رکھا ہوا تھا۔

میں نے پوچھا کام کرو گے؟

اس نے کہا کیوں نہیں اللہ نے ہمیں کام کے لئے پیدا کیا ہے۔ کہ محنت کر کے رزق حلال کھائیں۔

میں نے کہا۔ پھر آؤ اور میرا کام کردو۔ اس نے کہا کام سے پہلے آپ میری اجرت کا تعین کر دیں۔ میں نے ایک درہم مزدوری بتائی۔ اور اسے لے کر اپنے گھر آگیا۔ شام ہونے تک اس نے دو مزدوروں جتنا کام کیا۔

میں نے شام کے وقت اسے دو درہم دیئے۔ لیکن اس نے صرف ایک درہم اٹھایا اور دوسرا درہم مجھے واپس کردیا۔ اور کہا میں طے شدہ مزدوری سے زیادہ رقم نہیں لونگا۔

میں دوسرے دن اسے لینے کے لئے گیا۔ تو وہ وہاں پر موجود نہیں تھا۔ میں نے

ایک شخص سے اس کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ صرف ہفتہ کے دن مزدوری کرتا ہے۔ اور باقی ایام میں وہ اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ میں نے پورا ہفتہ صبر کیا پھر ہفتہ کے دن میں وہاں گیا تو اسے موجود پایا۔ میں پھر اسے اپنے کام کے لئے لے آیا۔ اس نے بڑی لگن اور محنت سے کام کیا۔ ظہر کے وقت اس نے ہاتھ پاؤں دھوئے اور وضو کر کے نماز ظہر ادا کی۔ اور پھر شام تک اپنے کام میں لگا رہا۔ شام کے وقت اس نے مجھ سے اپنی اجرت لی اور چلا گیا۔

میری دیوار کا کام ابھی نامکمل تھا تیسرے ہفتہ میں پھر اسے لینے کے لئے گیا تو پتہ چلا کہ وہ دو تین دن سے بیمار ہے۔ میں نے اس کے گھر کا پتہ پوچھا تو بتایا گیا کہ وہ فلاں کھنڈر نما ویران سے گھر میں رہتا ہے۔

میں اس کے پاس گیا بخار سے اس کی حالت غیر ہورہی تھی اور اس کا پورا وجود شدتِ بخار سے کانپ رہا تھا۔

میں نے اسکے سر کو اپنی گود میں رکھا۔ اس نے آنکھ کھول کر پوچھا کہ تم کون ہو؟

میں نے کہا میں وہی عبداللہ بصری ہوں جس کے پاس تم نے دو دن کام کیا تھا۔

یہ سن کر اس نے کہا کہ ہاں اب میں نے تجھے پہچان لیا ہے۔

اور کہا۔ تو مجھے بھی پہچانتا ہے؟

میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا تو کیا تم مجھے پہچاننا پسند کرتے ہو؟

میں نے کہا۔ کیوں نہیں۔

اس نے کہا تو پھر سنو۔ میں ہارون الرشید کا بیٹا قاسم ہوں۔

یہ سن کر میرے بدن پر لرزہ طاری ہوگیا۔ اور سوچنے لگا اگر ہارون کو پتہ چل گیا کہ اس نے میرے بیٹے سے مزدوری کرائی ہے تو نہ جانے وہ میرے ساتھ کیا سلوک کر بیٹھے۔

قاسم سمجھ گیا کہ میں ڈر گیا ہوں۔ اس نے کہا مت گھبراؤ اس شہر میں ابھی تک

کسی نے مجھے نہیں پہچانا۔ اور اگر اس وقت میری موت کا وقت قریب نہ آیا ہوتا تو میں تجھے بھی اپنے متعلق کچھ نہ بتاتا۔ میری ایک خواہش ہے کہ میرے مرنے کے بعد میرا بیلچہ اور چھینی کسی مزدور کو دینا وہ اس سے میری قبر بنائے گا اور قبر بنانے کی اجرت میں یہ سامان اسے دے دینا۔ میرے پاس قرآن مجید ہے میں اس سے بڑا مانوس تھا میرے مرنے کے بعد کسی ایسے شخص کو یہ قرآن دینا جو اس سے عشق رکھتا ہو۔

پھر اس نے اپنی انگلی سے انگشتری اتار کر مجھے دی اور کہا۔ تم یہ لے کر بغداد چلے جانا وہاں میرا والد ہر پیر کے دن کھلی کچہری لگاتا ہے، وہاں ہر عام و خاص کو جانے کی اجازت ہوتی ہے۔ تم بھی بلا خوف و خطر چلے جانا اور میرے والد کو یہ انگشتری دینا وہ انگشتری کو فوراً پہچان لے گا کیونکہ اس نے خود یہ انگشتری مجھے دی تھی۔ اور اس سے کہنا کہ تمہارا بیٹا قاسم بصرہ میں فوت ہو گیا ہے۔ اور مجھے یہ وصیت کر کے مرا ہے کہ یہ انگوٹھی میں تمہارے پاس لے جاؤں۔ کیونکہ تمہیں ہمیشہ مال و دولت جمع کرنے کی حرص رہتی ہے۔ اور اس انگوٹھی کو بھی اپنے مال میں شامل کر لینا تاکہ تمہارے مال میں اضافہ ہو جائے۔ میں قیامت کے دن اس انگوٹھی کا حساب دینے سے ڈرتا ہوں۔

وصیت مکمل کرنے کے بعد اس نے اچانک اٹھنا چاہا لیکن کمزوری کی وجہ سے اٹھ نہ سکا۔ پھر اس نے دوبارہ اٹھنا چاہا لیکن اس مرتبہ بھی نہ اٹھ سکا۔ پھر اس نے مجھے کہا مجھے اپنے بازو کا سہارا دے کر کھڑا کرو۔ میرے مولا علی بن ابی طالب آگئے ہیں۔

میں نے اسے سہارا دیا۔ اس کے بعد اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ (۱)

۱۔ خزینۃ الجواہر ص ۱۵۰

حسابِ قیامت کی ایک مثال

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان و ابوذر رضی اللہ عنہما کو بلا کر انہیں ایک ایک درہم دیا۔ حضرت سلمانؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درہم لے کر ایک غریب کو دے دیا اور حضرت ابوذرؓ نے اس درہم سے گھر کا کچھ سامان خریدا۔

دوسرے دن دونوں صحابی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ایک پتھر گرم کروایا۔ اور سلمانؓ کو حکم دیا کہ وہ اس پتھر پر کھڑا ہو کر ایک درہم کا حساب دے۔ سلمانؓ فوراً پتھر پر چڑھے اور کہا آپؐ نے درہم دیا تھا۔ میں نے خدا کی راہ میں دے دیا۔ یہ کہہ کر سلمانؓ فوراً پتھر سے اتر آئے۔

پھر آپؐ نے ابوذرؓ کو حکم دیا۔ کہ وہ درہم کا حساب دے۔ ابوذرؓ ایک درہم کو متفرق ضروریات میں خرچ کر چکے تھے لہذا جھجکنے لگے۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ابوذرؓ اگر تم نہیں کھڑے ہو سکتے تو بے شک مت کھڑے ہو۔ میں تمہیں اس مثال کے ذریعہ سے صرف یہ بتانا چاہتا تھا کہ صحرائے محشر اس پتھر سے زیادہ گرم ہو گا۔ اور وہاں تمہیں حساب دینا ہے۔ لہذا زندگی اس طرح بسر کرو کہ حساب دینا آسان ہو۔ (۱)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کردار

رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرض الموت میں تھے۔ آپؐ نے بلال کو حکم دیا کہ لوگوں کو مسجد میں جمع کرو۔ بلال نے لوگوں کو مسجد میں جمع کیا۔ آپؐ مسجد تشریف

۱۔ خزینۃ الجواہر ص ۳۵۶

لے گئے۔ اور منبر پر رونق افروز ہوئے۔ پھر آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا۔

"کیا میں نے تم سے بنفس نفیس جہاد نہیں کیا؟ اور کیا تم لوگوں نے میرے سامنے کے دانت نہیں توڑے؟ اور میری جبین کو تم نے خاک آلود نہیں کیا؟ اور کیا ضربت کی وجہ سے میرے چہرے پر خون جاری نہیں ہوا؟ اور کیا اس سے میری ریش رنگین نہیں ہوئی؟ اور کیا میں لوگوں کے ظلم و ستم کا نشانہ نہیں بنا؟ اور کیا میں نے لوگوں کو سیر کرنے کے لئے اپنے شکم پر پتھر نہیں باندھے؟"

حاضرین نے کہا بے شک آپؐ سچ کہتے ہیں۔ آپؐ پر بہت زیادہ مصائب آئے اور آپؐ نے صبر کیا اور پوری جانفشانی سے آپؐ نے حق کو پھیلانے کا فریضہ سرانجام دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزا عطا فرمائے۔

آپؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی جزائے خیر عنایت فرمائے۔

پھر آپؐ نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر اپنے اوپر یہ لازم کیا ہے کہ جو کسی پر ستم کرے اللہ اسے نہیں بخشے گا۔ میں تمام حاضرین کو قسم دیتا ہوں اگر میرے ذمے کسی کا حق ہو تو وہ اٹھ کر اپنے حق کا مطالبہ کرے۔ اگر میں نے کسی پر ستم کیا ہو تو وہ اٹھ کر مجھ سے قصاص کا مطالبہ کرے کیونکہ آج قصاص دینا آسان ہے اور قیامت کے دن انبیاء و ملائکہ کے سامنے حساب دینا بہت مشکل ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اعلان سن کر ایک صحابی جس کا نام سوادہ بن قیس تھا۔ اٹھا اور کہا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ایک دن طائف سے واپس آرہے تھے۔ اور آپؐ اس وقت ناقہِ عصبا پر سوار تھے اور آپ کے ہاتھ میں عصائے ممشوق تھا۔

میں اس وقت آپؐ کے استقبال کے لئے آیا تھا۔ آپؐ نے عصاء اٹھا کر اپنے ناقہ کو مارنا چاہا تھا۔ لیکن وہ اتفاق سے مجھے لگ گیا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ ایسا ارادی طور

پر ہوا تھا یا غیر ارادی طور پر ہوا تھا۔

آپؐ نے فرمایا۔ میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں ارادی طور پر ایسا ہرگز نہیں ہوا۔

پھر آپؐ نے بلال کو حکم دیا کہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا کے گھر سے وہ عصاء لے کر آئیں۔ بلال حضرت سیدہؑ کے دروازے پر آئے اور عصاء طلب کیا۔

جناب سیدہؑ نے فرمایا۔ اس وقت میرے بابا جان عصاء کیوں طلب کر رہے ہیں؟

بلال نے سیدہؑ کو واقعہ سنایا کہ ایک مسلمان اس وقت آپؐ سے قصاص لینا چاہتا ہے۔ یہ سن کر حضرت سیدہؑ بہت روئیں اور بلال کو عصا دے دیا۔ بلال عصاء لے کر خدمتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔

آپؐ نے سوادہ بن قیس کو آواز دے کر فرمایا اور اس عصاء سے اپنا قصاص لے لو۔ اور مجھ سے راضی ہو جاؤ۔

سوادہ آگے بڑھا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب آپؐ نے مجھے عصاء مارا تھا تو اس وقت میرے بدن پر قمیض نہ تھی، آپؐ اپنے بدن سے قمیض ہٹائیں۔

آپؐ نے قمیض ہٹائی۔ تو اس نے عرض کی آپؐ اجازت دیں۔ کہ مقام قصاص کو پہلے میں بوسہ دے لوں۔

آپؐ نے اجازت دی۔ سوادہ نے بڑھ کر بدن اطہر کا بوسہ لیا۔ اور کہا میں اپنے لب آپؐ کے جسم سے ملا چکا ہوں اب مجھے امید ہے کہ خدا مجھے عذاب جہنم سے محفوظ رکھے گا۔

آپؐ نے فرمایا۔ قصاص لینا چاہتے ہو یا معاف کرنا چاہتے ہو؟

سوادہ بن قیس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے معاف کیا۔ پھر رسول کریمؐ نے دعا کے لئے دونوں ہاتھ بلند کئے۔ اور کہا خدایا! جس طرح سوادہ نے تیرے رسولؐ کو معاف کیا تو بھی سوادہ کے گناہ معاف فرما۔

یہ کہہ کر آپ منبر سے نیچے تشریف لائے۔ اور ام سلمیٰؓ کے گھر کی جانب روانہ ہوئے۔ اور راستے میں یہی کہہ رہے تھے۔ خدایا میری امت کو دوزخ سے شعلوں سے بچا۔ اور روز قیامت کا حساب ان کے لئے آسان فرما۔ (۱)

محبانِ علیؑ کو پہچانیں

علامہ امینی رحمتہ اللہ علیہ نے الفرید کی جلد دہم میں عقد الفرید کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ابو سہل تمیمی کہتے ہیں کہ معاویہ بن ابی سفیانؓ ایک سال حج کرنے آیا، اس نے دارمیہ حجونیہ کے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ یہ خاتون مقامِ حجون میں قیام پذیر تھی۔ معاویہؓ کے قاصد اس خاتون کو معاویہ کے سامنے لائے۔

اس خاتون کا چہرہ سیاہ تھا۔ اور جسم بے حد موٹا تھا۔

معاویہ نے اس سے کہا اے موٹی دارمیہ تو کس چیز پہ سوار ہو کر میرے پاس آئی ؟

خاتون نے کہا۔ میں اتنی موٹی نہیں ہوں اگر پھر بھی تو مجھے اس موٹاپے پر سرزنش کرنا چاہتا ہے۔ تو میرے لئے یہ کوئی عیب نہیں ہے کیونکہ میرا تعلق بنی کنانہ سے ہے اور میرا پورا قبیلہ ہی موٹا تازہ ہے۔

معاویہ نے کہا۔ تجھے علم ہے کہ میں نے تجھے کیوں بلوایا ؟

خاتون نے کہا۔ غیب کا علم اللہ کے پاس ہے۔ میں لوگوں کے دلوں کی باتیں نہیں جانتی۔

معاویہ نے کہا۔ میں نے تجھے اس لئے یہاں بلایا ہے کہ مجھے بتاؤ کہ تم علیؑ سے محبت اور مجھ سے نفرت کیوں کرتی ہو ؟

خاتون نے کہا۔ بہتر ہوگا کہ آپ اس سوال سے مجھے معذور ہی رکھیں۔ لیکن

۱۔ حیات القلوب ج ۲ ص ۶۹۱

معاویہ نے اپنا اصرار جاری رکھا۔

خاتون نے کہا۔ میں علیؑ سے اس لئے محبت کرتی ہوں کہ علیؑ عادل تھے۔ وہ ہمیشہ عدل و مساوات کا خیال رکھتے تھے۔ اور تجھ سے مجھے اس لئے نفرت ہے کہ تو نے اس سے جنگ کی جو تجھ سے خلافت کا زیادہ حقدار تھا۔ اور تو نے اس مقام پر قبضہ کیا جسکے تو لائق نہ تھا۔ میں علیؑ سے اس لئے محبت کرتی ہوں کہ پیغمبر خدا نے اسے خلافت کے لئے نامزد کیا تھا۔ اور میری محبت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ علیؑ غرباء و مساکین سے محبت کرتے تھے۔ اور خدا کے نیک بندوں کا احترام کرتے تھے۔ میں تجھ سے اس لئے دشمنی رکھتی ہوں کہ تو ناحق خون بہانے کا عادی ہے۔ اور تیرے فیصلے انصاف پر مبنی نہیں ہیں۔ تو خدا کے حکم کی جائے اپنی خواہشات پر عمل کرتا رہتا ہے۔

خاتون کی یہ کڑوی باتیں سن کر معاویہ نے کہا۔ پھر اسی لئے تیرا پیٹ ہوا۔ اور پھول گیا اور تیرے پستان لڑھکنے لگے۔

دارمیہ نے کہا۔ معاویہ جس چیز کی تو میری طرف نسبت دے رہا ہے۔ ان خصوصیات میں تو تیری جگر خوار ماں ہندہ اپنے دور میں ضرب المثل تھی۔

معاویہ نے پھر کہا خاتون آپ برا مان گئیں۔ میرے کہنے کا ہرگز یہ مطلب نہ تھا۔ جو آپ نے سمجھا۔ اصل بات یہ ہے جب عورت کا پیٹ وسیع ہو تو بچے کامل الخلقت پیدا ہوتے ہیں۔ اگر عورت کے پستان بڑے ہوں تو بچے سیر ہو کر دودھ پیتے ہیں۔ اور جب عورت موٹی ہو تو وہ باوقار ہوتی ہے۔

معاویہ نے پوچھا۔ کیا تو نے علیؑ کو دیکھا ہے ؟

خاتون نے کہا۔ ہاں میں نے علیؑ کی زیارت کی تھی۔

معاویہ نے کہا۔ پھر تو نے علیؑ کو کیسا پایا؟

خاتون نے کہا۔ میں نے دیکھا کہ علیؑ تمہاری طرح سے سلطنت پانے کی وجہ سے

خود فریبی کا شکار نہیں تھے۔ اور اپنے آپ سے علیؑ بے خبر نہ تھے۔ اور نہ ہی دولت کی چمک سے مرعوب تھے۔ جیسا کہ تو مرعوب ہے۔

معاویہ نے کہا۔ کیا تو نے علیؑ کی تقریر بھی سنی تھی؟

خاتون نے کہا۔ جی ہاں علی کی گفتگو بڑی صاف ستھری ہوتی تھی۔ اور سیدھی دل کی گہرائیوں میں اتر جاتی تھی۔ علی کی گفتگو دلوں کو جلا بخشتی تھی۔ اور دل کی تشنگی کو صاف کر دیتی تھی۔

معاویہ نے کہا۔ تو نے سچ کہا اور تمہاری کوئی حاجت اور مطالبہ ہو تو بیان کرو۔ میں پورا کروں گا۔

خاتون نے کہا۔ پھر میں چاہتی ہوں کہ مجھے ایک سو مادہ اونٹ اور کچھ نر اونٹ دیدو۔

معاویہ نے کہا یہ سب لے کر کیا کروگی؟

خاتون نے کہا۔ اسکے دودھ سے ہم اپنے بچوں کی پرورش کریں گے۔ اور غرباء و مساکین کی مدد کریں گے۔ اور قبائل عرب کے تنازعات اسکے ذریعہ سے دور کریں گے۔

معاویہ نے کہا اگر میں ایسا کروں۔ تو کیا تم اپنے دل میں مجھے وہی مقام دو گی۔ جو تم نے علیؑ کو دے رکھا ہے؟

خاتون نے بڑے تعجب سے کہا۔ سبحان اللہ! یہ تو ناممکن ہے اگر تم علیؑ کی محبت کے ہزارویں حصے کا بھی مطالبہ کرو تو بھی میں تمہیں نہیں دے سکتی۔

پھر معاویہ نے دو شعر پڑھے۔ اور کہا اگر آج علیؑ زندہ ہوتے تو وہ تجھے ایک اونٹ بھی نہ دیتے۔

خاتون نے کہا خدا کی قسم یہ سچ ہے "لاواللّٰہ ولا وبرة واحدةً من مال المسلمین" خدا کی قسم علی بڑے محتاط تھے وہ مسلمانوں کے مال سے اونٹ تو جائے خود اس کا ایک بال بھی مجھے نہ دیتے۔

چند روایات

عن ابی جعفرؑ قال مامن احدیظلم مظلمة الذ اخذه اللّٰه بها فی نفسه وماله فاصا الظلم الّذی بینه وبین اللّٰه فاذاتاب غفرله

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔ جو کسی کے حق کو پامال کرے۔ یا کسی پر ظلم و ستم کرے تو ناممکن ہے کہ اللہ اسے معاف کرے اللہ اس کے مال و جان سے اس کا بدلہ ضرور لے گا لیکن ایسا گناہ جو بندے اور خدا کے درمیان ہے۔ بشرطیکہ اس کا حقوق العباد سے تعلق نہ ہو تو جب بندہ توبہ کرے تو اللہ معاف کردیتا ہے۔(۱)

عن جعفر بن محمدؑ من ارتکب احدا بظلم بعث اللّٰه من ظلمه مثله اوعلی ولده اوعلی عقبه من بعده

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ جو شخص کسی پر ظلم کرے تو اللہ تعالیٰ اس ظلم کے بدلہ کے لئے ایک شخص کو مسلط کرتا ہے۔ جو اس پر ظلم کرتا ہے۔ یا اس کی اولاد پر ظلم کرتا ہے یا پھر اس کی اولاد کی اولاد پر ظلم کرتا ہے۔

عن شیخ من النخع قال قلت لابی جعفرؑ انی لم ازل والیا منذزمن الحجاج الی یومی هذا فهل لی من توبة قال فسکت ثم اعدت علیه فقال لا حتّٰی لؤدی الٰی کلّ ذی حق حقه

"وسائل ص ۵۲۴"

قبیلہ نخع کے ایک شخص نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی۔ میں حجاج بن یوسف کے دور سے لے کر آج تک والی رہا۔ تو کیا میری بھی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟

۱۔ وسائل جهاد النفس ص ۵۲۳

یہ سن کر امام خاموش رہے اس نے اپنی بات پھر دہرائی۔ تو آپؑ نے فرمایا اس شرط پر تمہاری توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ جب تم ہر صاحبِ حق کو اس کا حق واپس کر دو۔

فی تفسیر الامامؑ قال علی بن ابی طالب علیه السّلام فی قوله تعالی فاتّقوا النّار الّتی وقودها النّاس والحجارة یا معاشر شیعتنا تقوا اللّه واحذروا ان تکونوا التلك النّار حطبا و ان لم تکونو اباللّه کافرین فتوقوها بتوقی ظلم احوانکم وانّه لیس من اخوانکم من ظلم اخاه المؤمن المشارك له فی موالاتنا الاّ ثقل اللّه فی تلك النّار سلا سله واغلاله ولایقاله منها الاّ شفا عتنا ولن نشفع له الی اللّه إلاّبعد ان نشفع فی اخیه المؤمن فانّ عفی عنه شفعنا والا طال فی النّار مکثه

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپ نے فاتّقو النّارالّتی وقودها النّاس والحجارة (اس آگ سے بچو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے) کی آیت تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا۔

اے ہمارے شیعوں کے گروہ! اللہ سے ڈرو اور اس دوزخ کا ایندھن بننے سے بچو۔ اگرچہ تم کافر بھی نہ ہوئے۔ اس آگ سے بچنے کی سبیل یہی ہے کہ اپنے بھائیوں پر ظلم کرنے سے پرہیز کرو۔ کیونکہ جس شخص نے بھی ایسے مومن پر ظلم کیا جو ہماری ولایت میں اس کے شریک ہو تو اللہ تعالیٰ دوزخ کی زنجیر اس کے لئے سخت کردے گا۔ اور دوزخ کی زنجیروں سے نجات صرف ہماری شفاعت کے ذریعہ سے ہی ممکن ہوگی۔ لیکن ہم اس کی اس وقت تک شفاعت نہ کریں گے۔ جب تک اس کا بھائی راضی نہ ہوگا اگر اس کا مومن بھائی راضی ہوا تو ہم شفاعت کریں گے۔ ورنہ اسے دوزخ میں لمبے عرصہ تک رہنا ہوگا۔ (۱)

عن ابی عبداللّهؑ فی حدیث فمن نال من رحل شیئاً من عرض اومال وجب علیه الاستحلال من ذلك والا انفعال من کل ماکان منه الیه وان کان قدمات فلیتصل

۱۔ مستدرک الوسائل جہاد نفس ص ۳۴۲۔

من المال الی ورثته ولیتب الی اللّه حماأتی الیه حتّی یطلع علیه عزوجل بالندم والتّوبة والا نفصال

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے۔ جو شخص کسی شخص کو مالی طور پر یا ہتک عزت کے طور پر نقصان پہنچا چکا ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ متاثرہ فریق سے اسکی معافی مانگے۔ اور اپنے فعل قبیح سے باز آئے۔ اور اگر فریق ثانی مر چکا ہو تو اس کے ورثاء کو مال دے کر راضی کرے۔ اور اپنی برائیوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسکی ندامت اور توبہ سے راضی ہو جائے۔ (۱)

۱۔ مستدرک الوسائل ص ۳۴۳

باب نہم

امانت کی حفاظت

والذین ہم لعہدہم و امانتہم راعون (القرآن)

مومن اپنے عہد اور اپنی امانتوں کا خیال رکھتے ہیں

شیخ ابی عثمان کی امانت داری

نیشا پور شہر کے ایک تاجر نے کہیں جانا تھا اس نے جاتے ہوئے اپنی کنیز کو بطور امانت شیخ ابی عثمان حمیری کے پاس لے گیا۔

اتفاق سے ایک دن شیخ کی نظر کنیز کے چہرے پر جا پڑی۔ کنیز انتہائی خوبصورت تھی۔ شیخ نے بے اختیار ہو کر کنیز کو دل دے بیٹھا اور شعلہ عشق روز بروز بڑھتا گیا۔

شیخ نے اپنے استاد ابو حفص حداد کو اس معاملہ سے باخبر کیا استاد نے کہا کہ اس مسئلہ کے لئے تم شیخ یوسف سے ملاقات کرو۔ وہ رے میں رہائش پزیر ہیں۔

شیخ ابی عثمان رے گیا۔ اور وہاں لوگوں سے شیخ یوسف کا پتہ پوچھا۔ لوگ بڑی حیرت سے اسے دیکھتے۔ اور کہتے کہ تم شکل و صورت سے تو شریف انسان لگتے ہو۔ تمہیں شیخ یوسف جیسے بدنام اور رسوائے زمانہ شخص سے کیا کام ہے؟ لوگوں کی ملامت اور شیخ یوسف کے متعلق ان کے نظریات سن کر شیخ ابی عثمان اپنے استاد کے پاس واپس گئے اور انہیں بتایا کہ میں ان سے ملاقات کئے بغیر اس لئے واپس آگیا۔ کہ تمام اہل شہر اسے فاسق و فاجر سمجھتے ہیں۔ استاد نے پھر زور دے کر کہا کہ تمہارے مرض

کا علاج صرف شیخ یوسف کے پاس ہے۔ تمہیں ہر حال میں اس سے ملنا چاہئے اور اس کی روحانیت کے انفاسِ قدسیہ سے استفادہ کرنا چاہئے۔

الغرض شیخ استاد کا حکم مان کر رے آئے اور اس دفعہ بھی لوگوں نے اسے شیخ یوسف کا پتہ پوچھنے پر خوب ملامت کی۔ مگر وہ ہر ملامت سے بے نیاز ہو کر شیخ یوسف کے گھر پہنچ گیا۔ شیخ کا گھر شہر کے ایک بدنام محلّہ میں تھا جسے محلّہ بادہ فروشاں کہا جاتا تھا۔

شیخ ابی عثمان جیسے ہی شیخ یوسف کے کمرہ میں داخل ہوئے۔ تو دیکھا کہ ایک خوبصورت نوخیز لڑکا شیخ کے پہلو میں بیٹھا ہے اور اس کے سامنے ایک شراب کی بوتل رکھی ہوئی ہے۔

یہ دیکھ کر شیخ ابی عثمان سخت متعجب ہوئے۔ اور پوچھا کہ آپ اس بدنام محلّہ میں رہائش رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ جہاں سارا دن جام پہ جام لنڈھائے جاتے ہیں؟

شیخ یوسف نے جواب دیا دراصل بات یہ ہے کہ یہ گھر اور مکانات ہمارے چند دوستوں کے تھے ایک ستم گر نے ان سے تمام مکانات خرید لئے اور بادہ فروشی کا کاروبار شروع کرادیا۔ لیکن میرا گھر کسی نے نہ خریدا اسی لئے میں اپنے گھر رہنے پر مجبور ہوں۔

پھر شیخ ابی عثمان نے سوال کیا کہ آپ نے اپنے پہلو میں خوبصورت لڑکا اور سامنے شراب کی بوتل کیوں رکھی ہوئی ہے؟

شیخ یوسف نے کہا۔ آپ جس لڑکے کو دیکھ کر حیران ہو رہے ہیں۔ اور بدگمانی کا شکار ہو رہے ہیں۔ تو یہ آپ کا وہم ہے۔ کیونکہ یہ میرا اپنا بیٹا ہے۔ اور بیٹے کو پہلو میں بٹھانا گناہ نہیں ہے۔ اور آپ جو بوتل دیکھ رہے ہیں۔ تو یقین جانئے کہ اس میں بھی سرکہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ جب کہ اسلام میں شراب حرام اور امّ الخبائث ہے اور سرکہ حلال ہے۔

شیخ ابی عثمان نے پوچھا۔ کہ پھر آپ نے یہ محلّہ میں رہائش رکھ کر اور سرکہ کو شراب کی بوتل میں رکھ کر اپنے آپ کو بدنام کیوں کر لیا ہے؟

شیخ یوسف نے کہا دراصل بات یہ ہے کہ میں لوگوں کو اپنے متعلق نیک ہونے کا تاثر نہیں دینا چاہتا۔ اور میں یہ بات ہرگز پسند نہیں کرتا کہ لوگ مجھے مقدس شخصیت سمجھ کر اپنی کنیزوں تک کو میرے پاس امانت کے طور پر رکھیں اور میں ان سے عشق کرتا پھروں اور پھر شعلہ عشق کے بجھانے کیلئے کسی پیر طریقت کو تلاش کرتا رہوں۔

یہ سن کر ابی عثمان رونے لگے اور یوں انہیں اپنے درد کی دوا مل گئی۔ (۱)

ابراہیم ادہم کی باغبانی

ابراہیم ادہم بیان کرتے ہیں۔ کہ جب میں نے امارت و سلطنت کو ترک کیا تو اپنا لباس اپنے والد کے چرواہے کو دیا اور اس کا لباس خود پہنا اور عراق چلا آیا۔

میں چند دن بغداد میں رہ کر محنت مزدوری کرتا رہا۔ لیکن مجھے جو اجرت ملتی تھی میں اس کے حلال ہونے پر پوری طرح سے مطمئن نہیں تھا۔

میں نے بغداد کے علماء سے اس مسئلہ پر گفتگو کی تو انہوں نے کہا۔ اگر تمہیں رزق حلال کی تلاش ہے تو پھر شام چلے جاؤ۔

میں ملک شام آیا اور شہر منصورہ میں چند روز تک محنت مزدوری کرتا رہا۔ لیکن اس شہر میں ملنے والی اجرت سے بھی میں مطمئن نہ ہوا۔

میں نے وہاں کے علماء و مشائخ سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا اگر تم خالص رزق حلال کی تلاش میں ہو تو پھر طرسوس چلے جاؤ۔ وہاں حلال و مباح رزق کی فراوانی ہے۔

۱۔ کشکول شیخ بہاؤ زہر الربیع

میں مشائخ کا فرمان مان کر طرسوس گیا۔ اور چند روز وہاں محنت و مزدوری کی میں ایک دن باغ کے دروازے پر کھڑا تھا کہ ایک شخص نے کہا۔ مزدوری کرو گے؟

میں نے کہا۔ ہاں۔ تو اس نے کہا۔ یہاں سے تھوڑے فاصلے پر ایک باغ ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ تم میرے باغ کی باغبانی کرو۔

میں کافی عرصہ تک اس باغ میں باغبانی کرتا رہا۔ ایک دن باغ کا مالک اپنے دوستوں کو لے کر باغ میں آیا۔ اور کچھ دیر باغ میں بیٹھنے کے بعد اس نے مجھے مالی کہہ کر صدا دی۔ میں اس کے پاس گیا تو اس نے کہا کہ تم باغ میں سے کچھ میٹھے میٹھے انار چن کر لاؤ میں اپنے دوستوں کو کھلانا چاہتا ہوں۔ میں نے کچھ انار درختوں سے توڑے اور اس کے پاس لے گیا۔ اتفاق سے یہ ہوا کہ میرے توڑے ہوئے سارے انار ترش ثابت ہوئے۔

باغ کے مالک نے جھڑک کر کہا۔ میں نے کہا تھا کہ میٹھے انار لاؤ اور تم یہ کھٹے انار لائے ہو۔ اور باغ میں اتنا عرصہ گزرنے کے بعد بھی تمہیں آج تک میٹھے اور کھٹے اناروں کا علم نہیں ہوا۔

میں نے کہا جناب! میرا کام باغ کی نگہبانی کرنا تھا۔ میں نے آج تک کبھی کوئی انار توڑ کر نہیں چکھا لہٰذا مجھے معلوم نہیں ہے۔ کہ ان میں سے کس پودے کے انار میٹھے ہیں اور کس کے کھٹے ہیں۔

باغ کے مالک نے کہا۔ سبحان اللہ اگر تو ابراہیم ادہم بھی ہوتا تو اس سے زیادہ احتیاط کبھی نہ کر سکتا۔

دوسرے دن باغ کے مالک نے مسجد جا کر میری امانت و دیانت کا تذکرہ کیا تو لوگ مجھے دیکھنے کیلئے جمع ہو گئے اور چند افراد نے مجھے پہچان لیا کہ یہ ابراہیم ادہم ہے۔

جب میرے مالک کو میری اصلیت کی خبر ہوئی تو وہ دوستوں کا گروہ لے کر مجھے

ملنے کے لئے آیا۔ اور میں درختوں کی آڑ لے کر وہاں سے بھاگ نکلا۔

خائن عطار

عضدالدولہ دیلمی کے زمانہ حکومت میں ایک مسافر بغداد آیا اور اس کے پاس سونے کا قیمتی گلوبند تھا۔ وہ گلوبند فروخت کرنے کے لئے بازار گیا۔ مگر اسے مناسب قیمت کہیں سے بھی نہ مل سکی تو اس نے سوچا کہ اس وقت اسے بیچنا مناسب نہیں ہے۔ وہ شخص حج کے لئے مکہ جانا چاہتا تھا اس نے لوگوں سے پوچھا کہ میں نے ایک امانت رکھنی ہے مجھے کسی امین کا پتہ بتائیں۔

لوگوں نے کہا کہ فلاں بازار میں ایک عطار ہے جو کہ نہایت امین ہے۔ اگر تمہیں کچھ امانت رکھنی ہے تو اسی کے پاس رکھو۔

لوگوں کی باتیں سن کر مسافر اس عطار کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میں سونے کا یہ گلوبند آپ کے پاس بطور امانت رکھنا چاہتا ہوں۔ اور حج بیت اللہ سے فارغ ہونے کے بعد اپنی امانت واپس لے لوں گا۔ عطار نے گلوبند اپنے پاس رکھ لیا۔

مسافر حج پر چلا گیا۔ واپسی پر اس نے کچھ تحفے تحائف خریدے اور بغداد آکر اس عطار کو وہ تحائف دیئے اور اپنی امانت کا مطالبہ کیا۔

عطار کی نیت خراب ہوگئی اور کہا۔ کیسی امانت اور کہاں کی امانت؟

میں تو تجھے پہچانتا تک نہیں اور نہ ہی کبھی تو نے میرے پاس امانت رکھی ہے۔

اس بے چارے نے بڑی نشانیاں دیں۔ اور منتیں کیں لیکن عطار بدستور انکار کرتا رہا۔ وہ شہر کے چند معززین سے ملا اور عطار کی خیانت کی شکایت کی۔ تو سب لوگوں نے اسے جھوٹا قرار دیا اور عطار کو سچا کہا۔ غرضیکہ پورے بغداد میں کسی نے بھی اس کی حمایت نہ کی۔

مجبور ہو کر اس نے عضدالدولہ کے نام درخواست لکھی۔ جس میں اس نے عطار کی خیانت کی شکایت کی۔ اور اس نے اپنے لئے دادرسی کی درخواست کی۔

عضدالدولہ نے اسے لکھا کہ تم تین دن تک روزانہ اس کی دوکان پر جاؤ اور چوتھے روز میں وہاں سے لاؤ لشکر سمیت گزروں گا اور تم سے اس دوکان پر ملاقات کروں گا۔

لٹا ہوا مسافر تین دن تک عطار کی دوکان پر جاتا رہا۔ لیکن ہر دفعہ عطار اسے پہچاننے سے انکار کردیتا تھا۔ چوتھے دن وہ عطار کی دکان پر بیٹھا تھا کہ عصد الدولہ اپنے لاؤ لشکر سمیت وہاں سے گزرا اور شکوہ کرنے لگا کہ مجھے بڑا افسوس ہے کہ آپ بغداد میں آئے ہوئے ہیں۔ لیکن آپ نے مجھ سے ملاقات تک نہیں کی۔ جب کہ میں آپ کو دل میں ہمیشہ یاد کرتا ہوں۔ آپ ہم پر ایسا ظلم تو نہ کریں۔

مسافر نے کہا کہ میں کچھ مصروف تھا لہذا ملاقات نہ کرسکا۔ چند دنوں کے اندر ہی آپ سے ملنے کے لئے آؤں گا اور آپ کے تمام گلے شکوے دور کردوں گا۔

عطار یہ سب کچھ سنتا رہا اور حیران ہوا کہ یہ شخص تو عضدالدولہ کا قریبی دوست ہے جبکہ میں اسے کئی بار اپنی دوکان سے دھتکار چکا ہوں۔ عضدالدولہ جیسے ہی وہاں سے روانہ ہوا تو عطار نے کہا کہ بھائی آپ اپنی امانت کی کوئی نشانی بتلائیں تاکہ میں دوبارہ ڈھونڈ سکوں۔

مسافر نے گلوبند کی نشانی بتائی تو عطار تھوڑی دیر کے بعد وہ گلوبند لے کر آیا اور کہا آپ یقین رکھیں میں خائن نہیں ہوں۔ مگر آپ کی امانت میرے ذہن سے اتر چکی تھی۔

مسافر نے گلوبند لیا اور سیدھا عضدالدولہ کے پاس چلا گیا اسے تمام ماجرا سنایا۔

عضدالدولہ نے خائن عطار کی گرفتاری کا حکم دیا۔ جب کہ وہ گرفتار ہو کر آیا تو

عضدالدولہ نے وہ گلوبند اس کی گردن میں ڈالا اور حکم دیا کہ اسے سرعام پھانسی دی جائے۔ چنانچہ اس خائن کو بغداد کے مرکزی چوراہے پر پھانسی دے دی گئی۔ اور تین دن تک طلائی گلوبند بھی اس کی گردن میں آویزاں رہا۔

چوتھے دن وہ گلوبند اس کی گردن سے اتار کر مسافر کے حوالے کیا اور کہا کہ امین خیانت نہیں کرتا لیکن بعض اوقات لوگ اپنی نادانی سے خائن کو امین تصور کر لیتے ہیں۔(۱)

ایک اور خائن

قاضی ایاس ایک مشہور قاضی تھے۔ انہوں نے ایک شخص کو اپنے پاس بطور امین مقرر کیا۔ ایک شخص نے ایک مرتبہ کافی مال اس شخص نے امین کے پاس جمع کرایا اور چند ماہ بعد اس سے اپنی امانت طلب کی۔ مگر امین منکر ہو گیا۔

امانت رکھنے والا شخص قاضی ایاس کے پاس گیا اور اس کے مقرر کردہ امین کی بددیانتی کی شکایت کی۔

قاضی نے پوچھا کہ میرے علاوہ تم نے کسی اور کے پاس بھی شکایت کی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔

قاضی نے پھر پوچھا۔ کہ کیا تم نے امین کو یہ بتایا ہے کہ تم اس کی شکایت میرے پاس کرنے جارہے ہو؟

اس نے کہا نہیں۔

قاضی نے کہا۔ دو دن بعد آپ میرے پاس دوبارہ آئیں امید ہے۔ کہ آپ کو اپنی امانت ضرور مل جائے گی۔

ا۔ مستطرف ج ا ص ۱۱۸

اس کے بعد قاضی نے امین کو بلایا اور اس سے کہا کہ میرے پاس بہت سا مال ہے۔ میں بدنامی کے ڈر سے اسے اپنے گھر میں نہیں رکھ سکتا۔ کیا تمہارے پاس گھر میں کوئی محفوظ جگہ موجود ہے جہاں وہ مال رکھا جاسکے؟ امین نے کہا جی ہاں میرے گھر میں ایک محفوظ ترین کمرہ موجود ہے جہاں آپ اپنی امانت رکھ سکتے ہیں۔

قاضی نے کہا دو دن بعد آنا پھر میری تمام خفیہ دولت وہاں جمع کر دینا۔

ادھر دو دن بعد سائل آیا تو قاضی نے کہا کہ تم امین کے پاس جاکر اپنی امانت کا مطالبہ کرو اگر وہ انکار کرے تو اس سے کہنا کہ میں قاضی کے پاس تمہاری شکایت کرنے جارہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اس مرتبہ وہ تمہاری امانت تمہیں لوٹا دے گا۔

سائل امین کے پاس گیا اور اس سے اپنی امانت طلب کی مگر اس نے اس مرتبہ بھی انکار کیا تو سائل نے کہا میں قاضی ایاس کے پاس جاکر تمہاری شکایت کرتا ہوں۔

یہ سن کر امین نے کہا کہ خدارا تم قاضی کے پاس مت جاؤ اور اپنی امانت مجھ سے لے لو۔

اس شخص نے اپنی امانت حاصل کی اور قاضی کو جاکر امانت کی وصولی کی خبر دی۔ کچھ دیر بعد امین، قاضی ایاس کے پاس گیا اور کہا کہ کمرہ آمادہ ہے، آپ اپنا مال میرے حوالے کریں۔ تو قاضی نے اسے ڈانٹ کر کہا۔ اے خیانت کار خبیث! میرے پاس سے دفع ہو جاؤ میں نے تجھے ملازمت سے برخاست کر دیا ہے۔(۱)

ہر شخص امین بننے کے لائق نہیں

بیان کیا جاتا ہے کہ ذوالنون مصری کے پاس اسم اعظم تھا۔

یوسف بن حسن کہتا ہے کہ مجھے یقین ہو گیا کہ ذوالنون کے پاس باری تعالیٰ کا اسم

ا۔ مستطرف ج ا ص ۱۱۸

اعظم موجود ہے۔ میں مصر گیا اور پورا ایک سال ذوالنون کی خدمت کرتا رہا۔ اور سال کے بعد میں نے ان سے کہا۔ میں نے پورا سال آپ کی خدمت کی ہے۔ آخر آپ پر میرا کچھ حق بنتا ہے اور آپ سے میری یہی درخواست ہے کہ آپ مجھے اسم اعظم کی تعلیم دیں۔ آپ کو مجھ جیسا خدمت گزار شاگرد اور کوئی نہیں ملے گا۔ انہوں نے سر کا اشارہ کیا۔ میں سمجھ گیا کہ استاد مجھے اسم اعظم ضرور سکھائیں گے۔

میں چھ ماہ بعد میں بھی خدمت کرتا رہا۔ ایک مرتبہ انہوں نے ایک ڈھکا ہوا برتن میرے حوالے کیا اور کہا کہ فلاں شخص کے گھر چلے جاؤ اور میری یہ امانت اسے پہنچا آؤ۔

میں نے وہ برتن اٹھایا اور تمام راہ یہ سوچتا رہا کہ آخر ذوالنون مصری نے کیا چیز بھیجی ہے۔ آخر کار مجھ پر میرا تجسس غالب آیا۔ میں نے برتن کو کھولا تو اس میں ایک زندہ سلامت چوہا تھا۔ برتن کا ڈھکن جیسے ہی اٹھا تو چوہا اچھل کر باہر نکل گیا۔

مجھے اپنے استاد پر شدید غصہ آیا کہ اس نے مجھے چوہا پہنچانے پر مامور کیا ہے۔ میں ناراض ہو کر ذوالنون کے پاس واپس آیا تو اس نے میری شکل و صورت دیکھ کر اندازہ لگا لیا کہ میں ان سے کیا کہنے والا ہوں۔ میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی انہوں نے کہا۔

اے نادان و احمق! میں نے تجھے ایک چوہے کا امین بنایا تو نے اس میں بھی خیانت کی بھلا میں ایسے شخص کو اللہ کے اسم اعظم کا امین کیسے بنا سکتا ہوں؟ (۱)

ضروری وضاحت

اسی کتاب میں آپ کو مشائخ صوفیہ مثلاً ذوالنون مصری، ابراہیم ادہم، بشر حافی وغیرہ کی چند داستانیں نظر آئیں گی۔

۱۔ منکرف ج ۱ ص ۱۲۴

ان داستانوں کا یہ مقصد نہیں ہے کہ ہم مسلکِ تصوف کو درست تسلیم کرتے ہیں۔ ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ تشیع اور ہے اور تصوف اور ہے۔

یہ تمام تر حکایات جنبہ اخلاقی کے لئے بطور تمثیل و نظیر ہیں۔

اخلاقی نتائج کے لئے حیوانات کی زبانی بھی داستانیں نقل کی جاتی ہیں۔ اس کا مقصد صرف اخلاقی احساسات کو اجاگر کرنا ہوتا ہے۔ موسیٰ فردی

جتنا جس کا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

ایک شخص کے متعلق مشہور تھا کہ اس کے پاس اسم اعظم ہے۔

ایک شخص اس کے پاس گیا اور اسم اعظم سکھانے کی درخواست کی۔

اس نے کہا کہ تم صبح سویرے شہر کے دروازہ پر جانا اور وہاں جو کچھ بھی دیکھو بلا کم و کاست مجھے آکر بتانا۔

مرشد کے حکم کے تحت مرید صبح سویرے شہر کے دروازہ پر گیا تو دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی سر پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے دروازہ میں داخل ہوا۔ دروازے پر متعین سپاہی نے کہا کہ یہ گٹھا تم میرے حوالے کردو۔

بوڑھے نے کہا اس شرط پر یہ گٹھا تمہیں دے سکتا ہوں کہ تم مجھے اس کی قیمت ادا کرو۔

سپاہی نے کہا میں تمہیں کچھ نہیں دوں گا۔ بوڑھے نے لکڑیاں دینے سے انکار کردیا۔ سپاہی نے زبردستی وہ گٹھا بوڑھے سے چھین لیا اور بوڑھے نے تھوڑی بہت مزاحمت کی تو سپاہی نے اسے بے تحاشا پیٹا۔ اس کے سر سے خون نکل کر اس کے چہرے پر بہنے لگا۔

بوڑھے کی مظلومیت دیکھ کر اس شخص کو بڑا رحم آیا اور دل میں کہا کہ کاش اس

وقت میرے پاس اسم اعظم ہوتا تو میں اس کے اثر سے ظالم سپاہی کو جلا کر بھسم کر دیتا۔

مرید کی زبانی مرشد نے یہ واقعہ سنا۔ اور مرید کے جذبات بھی سنے تو کہا۔ برخوردار! ہر شخص کے پاس امانت نہیں رکھنی چاہئے اور ہر شخص امین بننے کے قابل نہیں ہوتا۔ امانت کے لئے بھی وسیع الظرف شخص کی ضرورت ہوتی ہے۔ صبح سویرے جس بوڑھے کو تم نے سپاہی کے ہاتھوں لہولہان ہوتے ہوئے دیکھا وہ بوڑھا اسم اعظم میں میرا استاد ہے۔ میں نے اسی سے اسم اعظم سیکھا تھا۔ اس نے سپاہی کے ظلم کو برداشت کیا اور اس کے ستم کو نظر انداز کر دیا جب کہ اس کے پاس اسم اعظم بھی تھا۔ مگر اس نے سپاہی کو بددعا دینے سے احتراز کیا۔ (۱)

ہر کہ را اسرار حق آموختند
قفل کردند و دھانش دوختند

جسے بھی اسرارِ حق کی تعلیم دی گئی تو اس کے منہ کو بند کر کے اس کے لبوں کو سی دیا گیا۔

اسرارِ حق کے لئے قوتِ برداشت

عمر بن حنظلہ نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میرا خیال ہے کہ آپؑ کی نظر میں میری ایک قدر و منزلت ہے۔ اور میں ہمیشہ آپ کے زیر التفات رہا ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ ہاں درست ہے۔ تو اس نے عرض کی۔ پھر آپ مجھ پر احسان کریں اور مجھے اسم اعظم کی تعلیم دیں۔

۱۔ خزینۃ الجواہر ص ۱۱

یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا۔ کیا تم اسم اعظم کو برداشت کر سکو گے؟ عمر بن حنظلہ نے کہا۔ جی ہاں۔

امام عالی مقام نے فرمایا۔ سامنے والے کمرے میں چلے جاؤ۔ عمر کہتا ہے کہ میں کمرے میں گیا۔ چند لمحات کے بعد امام علیہ السلام بھی اس کمرے میں تشریف لائے اور آپؑ نے ہاتھ زمین پر مارا تو پورا کمرہ اچانک تاریک ہو گیا اور کہیں سے روشنی کی ہلکی سی لکیر بھی نظر نہ آتی تھی۔ اس وقت میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا اور میرے بدن کا رواں رواں کانپنے لگا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ اب بتاؤ اسم اعظم کو برداشت کر لو گے؟ تو میں نے کہا فرزند رسول! میں برداشت نہیں کر سکتا۔

پھر آپؑ نے زمین سے ہاتھ اٹھایا تو کمرہ میں روشنی پھیل گئی۔ اور میرے اعضاء و جوارح کا اضطراب بھی ختم ہو گیا۔ (۱)

کسی کی امانت میں خیانت نہ کریں

عبداللہ بن سنان کہتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپؑ نماز عصر سے فارغ ہو کر تعقیبات میں مصروف تھے۔ میں نے ان کی خدمت میں عرض کی۔

فرزندِ رسولؐ! بعض امراء و سلاطین ہمارے پاس اپنا مال بطور امانت رکھتے ہیں اور ہمیں معلوم ہے کہ وہ لوگ۔ آپؑ کا خمس ادا نہیں کرتے اگر ہم ان کی امانت میں خیانت کریں تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

امام صادق علیہ السلام نے یہ سنکر تین مرتبہ فرمایا۔ خدا کی قسم! اگر میرے باپ

۱۔ خزینۃ الجواہر حوالہ بصائر الدرجات ص ۱۱۱

علیؑ کا قاتل ابن ملجم بھی میرے پاس امانت رکھے تو میں اس کی امانت میں بھی خیانت نہیں کروں گا۔ اس کی امانت اسے واپس کروں گا۔ (۱)

امام صادق علیہ السلام کی نصیحت

عبدالرحمان بن سیابہ کا بیان ہے۔ میرے والد کی وفات کے بعد میرے والد کا ایک دوست میرے پاس آیا تعزیت کے بعد اس نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارے والد نے کوئی مال و دولت چھوڑی یا نہیں؟

میں نے کہا نہیں۔

اس نے ایک ہزار درہم مجھے دیئے اور کہا کہ تم اس سے تجارت کرو۔ اور جب تم اس کی ادائیگی کے قابل ہو جاؤ تو مجھے رقم واپس لوٹا دینا۔

میں رقم لے کر ماں کے پاس گیا۔ میری ماں بہت خوش ہوئی اور میں نے اس رقم سے کپڑے کی دوکان کرلی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے کاروبار میں ترقی دی اور ٹھیک ایک سال بعد میں نے حج کا ارادہ کیا تو میری ماں نے کہا کہ بیٹا حج سے پہلے اپنے محسن کا قرض ادا کرو۔

میں ایک ہزار درہم لے کر اپنے اس مہربان کے پاس گیا اور اس کا شکریہ ادا کرکے اس کی رقم واپس کی۔ پھر میں حج بیت اللہ کی لئے چلا گیا۔ مناسکِ حج سے فراغت پانے کے بعد میں مدینہ طیبہ گیا اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں مجلس کے آخر میں بیٹھا۔ جب تمام اہل مجلس اٹھ گئے تو امامؑ نے مجھے قریب کرکے پوچھا کہ تم کون ہو؟

میں نے عرض کی میں سیابہ کا بیٹا عبدالرحمان ہوں۔ امام علیہ السلام نے مجھ سے

۱۔ بحار الانوار ص ۱۳۹

میرے والد کا پوچھا تو میں نے بتایا کہ وہ فوت ہوگئے ہیں۔ امام علیہ السلام نے اس کی مغفرت کی دعا کی اور مجھ سے پوچھا کہ تمہارے والد کتنی دولت چھوڑ کر رخصت ہوئے تھے؟

میں نے بتایا کہ وہ کچھ بھی چھوڑ کر نہیں گئے۔ تو امام علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا تو تم پر حج فرض کیسے ہوا؟

میں نے عرض کی۔ میرے والد کے ایک دوست نے مجھے ایک ہزار درہم بطور قرض حسنہ دیئے تھے میں نے ان سے کپڑے کا کاروبار کیا۔

میری گفتگو ختم ہونے سے پہلے آپؑ نے فرمایا کیا تم نے اس کی رقم واپس کردی ہے یا نہیں؟

میں نے کہا۔ جی ہاں میں نے وہ رقم واپس کردی ہے تو امام علیہ السلام بہت خوش ہوئے اور مجھے فرمایا میں تجھے نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔

میں نے عرض کی آپؑ ضرور نصیحت کریں اور میں اس پر عمل کروں گا۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا۔

علیك بصدق الحديث واداء امانة تشرك الناس فی اموالهم

هكذا وجمع بين اصابعه

میں تجھے سچ بولنے اور امانت کی ادائیگی کی نصیحت کرتا ہوں۔ اس چیز پر عمل کرکے تم لوگوں کے اموال میں اس طرح شریک ہو جاؤ گے۔

اور آپؑ نے اپنی انگلیوں کو اکٹھا کرکے دکھایا۔ مقصد یہ ہے کہ جس طرح سے یہ انگلیاں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں۔ اسی طرح سے تم بھی سچ بولنے اور امانت کی ادائیگی کی وجہ سے لوگوں کے مال میں ان انگلیوں کی طرح سے شریک ہو جاؤ گے۔

میں نے امام علیہ السلام کے فرمان پر عمل کیا۔ یہاں تک کہ ایک سال کی زکوٰۃ

مجھ پر تیس ہزار درہم بنتی تھی۔

خیانت کی سزا

ابوصلت ہروی نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے اپنے والد ماجد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ میں ایک دن اپنے والد ماجد امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ہمارے ایک دوست نے آکر کہا کہ دروازے کے باہر کچھ لوگ جمع ہیں جو آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔

میرے والد نے مجھے حکم دیا کہ باہر جاکر دیکھو کہ یہ کون لوگ ہیں۔ میں باہر آیا تو دیکھا کہ کچھ اونٹ ہیں جن پر کچھ سامان لدا ہوا ہے اور ایک شخص اونٹ پر سوار ہے۔ میں نے سوار سے پوچھا تو کون ہے؟

اس نے کہا میں ہندوستان سے آیا ہوں اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملنا چاہتا ہوں۔

میں نے واپس آکر والد ماجد کی خدمت میں آکر ہندی کے آنے کا ذکر کیا تو میرے والد ماجد علیہ السلام نے فرمایا۔ اس ناپاک خائن کو اندر آنے کی اجازت نہ دو۔

وہ کافی دیر تک دروازے پر کھڑا ہوکر انتظار کرتا رہا۔ پھر یزید بن سلیمان اور محمد بن سلیمان کی سفارش سے اسے اندر آنے کی اجازت ملی۔

ہندی نے دو زانو ہوکر امام علیہ السلام کو سلام کیا اور کہا میں ہندوستانی شخص ہوں میرے بادشاہ نے کچھ ہدایا و تحائف دے کر مجھے آپؑ کی خدمت میں بھیجا لیکن آپؑ نے مجھے اپنے پاس آنے کی اجازت تک نہ دی۔ کیا اولادِ انبیاء اپنے مہمانوں سے یہی سلوک کرتی ہے؟

میرے والد نے کچھ دیر اپنا سر جھکایا اور فرمایا۔ تمہیں ابھی اس کا علم ہو جائے گا۔

پھر میرے والد نے فرمایا۔ تم اس سے خط لے کر پڑھو۔ میں نے خط لیا تو اس میں بادشاہ ہند نے تحریر کیا تھا۔

میں نے آپؑ کی برکت سے ہدایت پائی۔ مجھے ایک کنیز بطور ہدیہ ملی ہے اور میں اسے بطور ہدیہ آپ کے پاس بھیج رہا ہوں اور اس کے ساتھ کچھ لباس اور زیورات اور عطر بھی روانہ کر رہا ہوں۔ میں نے ایک ہزار امین افراد کا انتخاب کیا۔ پھر ان میں سے ایک سو امین افراد کو چنا۔ سو میں سے دس امین چنے اور دس میں سے ایک امین کا انتخاب کیا جس کا نام میزاب بن حباب ہے۔ چنانچہ اس کنیز کے ہمراہ میں اسے روانہ کر رہا ہوں اس سے بڑھ کر لائق اعتماد شخص میری نظر میں کوئی نہیں تھا لہذا میں اسے ہی آپؑ کے پاس بھیج رہا ہوں۔

میرے والد ماجد امام صادقؑ نے اسکی طرف رخ کر کے فرمایا۔ اے خبیث و خائن میں اس امانت کو کبھی بھی قبول نہیں کر سکتا جس میں تو نے خیانت کی ہے۔

ہندوستانی شخص نے کئی مرتبہ قسم کھائی کہ میں نے ہرگز خیانت نہیں کی۔

میرے والد نے فرمایا۔ اگر تیرا یہ لباس تیری خیانت کی گواہی دے تو کیا تو مسلمان ہو جائے گا؟

اس نے کہا۔ مجھے مسلمان بننے سے معاف رکھیں۔

بعد ازاں میرے والد نے فرمایا۔ پھر تو نے جو خیانت کی ہے وہ خیانت بادشاہ ہند کو لکھ کر بھیج دے۔

ہندی نے کہا اگر آپؑ کو اس کے متعلق علم ہے تو آپؑ ہی بادشاہ کو لکھ بھیجیں ہندی کے کاندھے پر اونی شال تھی۔ میرے والد ماجد علیہ السلام نے فرمایا یہ چادر زمین پر رکھو۔ پھر انہوں نے دو رکعت نماز ادا کی اور نماز سے فارغ ہوکر سر سجدے میں رکھا تو میں نے سنا وہ کہہ رہے تھے۔

اللهم انی اسئلك بماقد العزمن عرشك ومنتهی الرحمة ان تصلّی علی محمّد و ال محمّد عبدك و رسولك وامينك فی خلقك ان نأذن لغرو هذا الهندی ان يتطق بلسان عربی مبين يسمعه من فی المجلس من اوليا ئناليكون زلك عندهم اية من زيات اهل البيت فيزدا دو ايمانا مع ايمانهم

خدایا تجھے عرش کے ستون اور اپنی انتہائے رحمت کا واسطہ دیتا ہوں اور سوال کرتا ہوں کہ تو اپنے بندے اور رسول اور اپنی مخلوق میں اپنے امین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل پر درود بھیج۔ خدایا اس ہندی کی چادر کو اجازت دے کہ وہ فصیح وبلیغ عربی میں گفتگو کرے۔ جسے اس مجلس میں بیٹھے ہوئے ہمارے دوست سن سکیں تاکہ یہ اہل بیت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار پائے اور ان کے ایمان میں اضافہ کا سبب ہو۔

پھر آپؑ نے اونی چادر کو حکم دیا کہ تجھے جو کچھ علم ہے بیان کر۔ امام علیہ السلام نے جونہی یہ فرمایا تو ایک دنبہ نمودار ہوا اور کہا کہ۔ فرزند رسول! بادشاہ نے اسے امین سمجھ کر کنیز اور تحائف کے متعلق بہت زیادہ نصیحت کی۔ جب ہم نے کچھ راہ طے کی تو بارش برسنے لگی۔ بارش سے ہمارا تمام سامان بھیگ گیا۔ کچھ دیر بعد بادل ہٹ گئے اور سورج نکل آیا۔ کنیز کے پاس ہمارا ایک خادم تھا جسے اس نے آواز دے کر بلایا اور اسے کچھ سامان لانے کے بہانے قریبی شہر روانہ کیا۔ پھر اس نے کنیز کو صدا دی اور کہا کہ ہم نے یہ خیمہ دھوپ میں لگایا ہے۔ تم اس خیمے میں آکر اپنا جسم اور لباس خشک کرو۔ کنیز خیمہ میں گئی۔ اس کی نگاہ اس کے پاؤں پر پڑی تو اس کی نیت میں فتور آگیا اور کنیز کو خیانت پر راضی کرلیا۔

ہندی یہ دیکھ کر انتہائی پریشان ہوا اور اس نے اپنے گناہ کا اقرار کیا اور معافی طلب کرنے لگا۔ چادر اپنی اصل حالت پر آگئی۔ آپؑ نے فرمایا کہ چادر اٹھاؤ اور اپنے

گلے میں ڈالو۔ اس نے جیسے ہی چادر اٹھا کر گلے میں ڈالی تو چادر اس کے گلے میں اس طرح سے لپٹ گئی کہ اس کی روح نکلنے کے قریب آگئی اور اس کا چہرہ سیاہ ہوگیا۔

اس وقت امام علیہ السلام نے فرمایا۔ چادر تم اسے چھوڑ دو تاکہ یہ اپنے بادشاہ کے پاس جائے اور وہی اسے سزا دے۔

چادر نے اس کے گلے کو چھوڑ دیا۔ پھر ہندی نے کانپتے ہوئے ہدیہ قبول کرنے کی درخواست کی۔ آپؑ نے فرمایا۔ اگر تو مسلمان ہو جائے تو میں کنیز تجھے دے دوں گا۔ لیکن اس نے مسلمان ہونے سے معذرت کی۔ پھر امام علیہ السلام نے کنیز کے علاوہ باقی تحائف قبول فرمائے اور وہ شخص سر زمین ہند کی طرف لوٹ گیا۔

ایک ماہ بعد بادشاہ ہند کا خط ملا۔ جس میں اس نے تحریر کیا تھا کہ آپؑ نے معمولی ہدایا و تحائف تو قبول کئے لیکن کنیز کو آپؑ نے قبول نہیں کیا۔ میں اس کی وجہ سے بہت پریشان ہوا اور دل میں سوچا کہ شاید ان دونوں سے خطا سرزد ہوئی ہے جس کی وجہ سے آپؑ نے اسے قبول نہیں کیا۔ پھر میں نے اپنی جانب سے ہی ایک جھوٹا موٹا لکھ کر انہیں بلایا اور کہا کہ امام صادق علیہ السلام نے مجھے یہ خط روانہ کیا ہے جس میں تمہاری خیانت کا ذکر کیا ہے۔ لہٰذا اس مرحلہ پر تمہیں سچ بولنا چاہئے اور میں سچ کے علاوہ کچھ سننا پسند نہیں کرونگا۔

اس کے بعد ان دونوں نے مجھے تمام واقعات بلا کم وکاست سنائے اور اپنی خیانت کا اقرار کیا اور چادر کا واقعہ بھی سنایا جسے سن کر میرے یقین و ایمان میں اضافہ ہوا اور میں اب اسلام کی صداقت سے متاثر ہوکر مسلمان ہوتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں۔ اشهدان لا اله اِلاّ اللّه و انّ محمد اعبده ورسوله میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی لائق عبادت نہیں ہے اور محمدؐ اللہ کے عبد اور رسولؐ ہیں۔ اور اس خط کے پیچھے میں خود بھی آرہا ہوں۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا۔ چند روز بعد بادشاہ نے تخت و تاج کو چھوڑ دیا اور مدینہ آگیا اور وہ اچھا مسلمان ثابت ہوا۔ (۱)

ہم کس طرح سے تبلیغ کریں

اہالی کوفہ میں سے چند افراد کچھ دن مدینہ منورہ میں رہے اور اپنی مدت اقامت کے دوران روزانہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے استفادہ کرتے۔

جب انہوں نے واپسی کا ارادہ کیا تو امام علیہ السلام کے سلام کی لئے آئے۔ ان میں سے ایک شخص نے درخواست کی کہ امام علیہ السلام انہیں چلتے وقت کچھ نصیحت فرمائیں تو آپؑ نے فرمایا۔

علیکم بتقوی اللّٰه والعمل بطاعته واجتناب معاصیه واداء الا مانة لمن ائتمنکم وحسن الصحابة لمن صبحتمو وان تکونوادعاة صامتین

میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کی اطاعت بجا لاؤ اور اس کی نافرمانی سے پرہیز کرو اور جو تمہیں امین بنائے اس کی امانت اسے واپس کرو اور جو تم سے دوستی رکھے اس کے اچھے دوست بنو اور تمہیں خاموش مبلغ بننا چاہئے۔

انہوں نے عرض کی۔ مولاؑ! بھلا خاموش رہ کر ہم تبلیغ کیسے کرسکتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا۔ میں نے تمہیں جو کچھ کہا ہے اس پر عمل کرو اور خدا کی نافرمانی سے بچو اور کسی بھی حالت میں صدق و امانت کو اپنے ہاتھوں سے نہ جانے دو۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ پر عمل کرو جب لوگ تمہارے کردار کو دیکھیں گے تو بے ساختہ کہیں گے کہ اہل بیتؑ کی محبت کی وجہ سے ان کا کردار بلند ہوا ہے۔

۱۔ بحار الانوار ج ۱۱ ص ۱۳۶ نقل از خرائج و مناقب

اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ لوگ ہماری حقانیت کو تسلیم کرلیں گے اور ہم سے محبت کریں گے۔ میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میرے والد حضرت محمد باقر علیہ السلام فرماتے تھے کہ ہمارے شیعہ بہترین لوگ ہوا کرتے تھے۔ کسی قبیلہ میں اگر کوئی امام مسجد یا مؤذن ہوتا تو ہمارا شیعہ ہی ہوتا تھا۔ اگر کسی کو اپنی امانت رکھنی مقصود ہوتی تو وہ جس کے پاس امانت رکھتا وہ ہمارا شیعہ ہی ہوتا تھا۔ لہٰذا تمہیں چاہئے کہ اپنے عمل و کردار کے ذریعہ سے لوگوں کو ہماری طرف دعوت دو اور بے عمل بن کر لوگوں کو ہم سے متنفر نہ کرو۔ (۱)

چند روایات

عن ابی حمزة الثمالی قال سمعت سیّد العابدین علی بن الحسینؑ یقول لشیعنه علیکم باداء الامنته فوالّذی بعث محمّداً بالحق نبیاً لو ان قاتل ابی الحسین بن علی بن ابی طالب ائتمنی علی السیف الذّی قتله به لادیته الیه

ابو حمزہ ثمالی روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام زین العابدینؑ سے سنا وہ اپنے شیعوں سے فرماتے تھے۔ تمہیں امانت ادا کرنی چاہئے۔ مجھے اس ذات کی قسم! جس نے محمدؐ کو نبی بنا کر مبعوث کیا۔ اگر میرے والد امام حسین علیہ السلام کا قاتل میرے پاس وہ تلوار آکر امانت رکھے جس سے اس نے میرے والد کو قتل کیا تھا تو میں اس کی وہ امانت بھی اسے واپس کردوں گا۔ (۲)

عن معاویة بن وهب قال قلت لابی عبداللّٰهؑ کیف ینبغی لنا ان نضع فیما بیننا و بین قومنا و فیما بیننا و بین خلطائنا من الناس قال فقال تؤدون الامنة وتقیمون الشهادة لهم و علیهم و تعودون مرضاهم و تشهدون جنائزهم.

۱۔ مستدرک الوسائل کتاب حج ص ۷۹

۲۔ امالی صدوق ص ۱۴۹

معاویہ بن وہب کہتے ہیں کہ میں نے امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی۔ مولا! یہ بتائیں ہم اپنے رشتہ داروں سے اور رشتہ داروں کے علاوہ دوسرے لوگوں سے کس طرح کا سلوک روا رکھیں؟

آپ نے فرمایا۔ تمہیں امانت ادا کرنی چاہئے اور تمہیں حق کی گواہی دینی چاہئے۔ خواہ ان کے مفاد میں ہو یا ان کے نقصان میں ہو۔ اور بیماروں کی عیادت کے لئے جانا چاہئے اور ان کے جنازوں میں شریک ہونا چاہئے۔(۱)

عن ابی اسامة زید الشحام قال قال لی ابو عبداللهؑ اقرأ علی من تری ان یطیعنی منهم ویأخذ بقولی السّلام و اوحیکم بتقوی الله عزّوجل والورع فی دینکم والا جتهادلله و صدق الحدیث واداء الامنة وطول السجود و حسن الجوار مبهدا جاء محمدؐ وادو الامنة الی من ائتمنکم علیها برّاً کان اوفاجرا فان رسول الله کان یأمربادا، الحیط وصلوا عشائر کم و اشهدو ا جنائزهم وعودوا مرضا هم وادو احقوقهم فان الرجل اذاورع فی دینه و صدق الحدیث وادی الا مانة و حسن خلقه مع الناس قیل هذا جعفری فیسری ذلك ویدخل علّی منه السرور و قیل هذا ادب جعفر و اذا کان علی غیر ذلك دخل علّی بلاؤه وعاره وقیل هذا ادب جعفر الخ

ابو اسامہ زید شحام کہتے ہیں کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا جہاں کہیں تمہیں میرا پیروکار نظر آئے جو میرے فرمان پر عمل پیرا ہو تو اسے میرا سلام کہو۔ میں تمہیں پرہیزگاری، پاکدامنی اور راہ خدا میں کوشش، راست گوئی اور ادائے امانت اور لمبے سجدوں اور ہمسایوں سے نیک سلوک کی تاکید کرتا ہوں۔ پیغمبر خدا ہی دین لے کر آئے تھے۔

تمہارے پاس جو شخص بھی امانت رکھے تم اس کی امانت واپس کرو۔ خواہ امانت

۱۔ وسائل کتاب عشرہ ص ۲۶۵

رکھوانے والا نیک ہو یا بد ہو۔ پیغمبر خداؐ امانت داری کی تاکید کرتے تھے حتیٰ کہ باریک دھاگہ تک واپس کرتے تھے۔ اپنے رشتہ داروں کے ہاں آمدورفت رکھو اور ان سے نیک سلوک کرو ان کے جنازوں میں شرکت کرو ان کے مریضوں کی عیادت کرو۔ کیونکہ اگر تم میں سے کوئی پرہیزگار اور راست گو اور لوگوں سے نیک سلوک روا رکھتا ہے، تو لوگ اسے دیکھ کر کہتے ہیں یہ شخص جعفر بن محمد علیہ السلام کے پیروکاروں میں سے ہے۔ اور میں یہ دیکھ کر خوش ہوتا ہوں اور ایسے شخص کے طرز معاشرت کو دیکھ کر مسرور ہوتا ہوں۔ کیونکہ لوگ کہیں گے کہ یہ جعفر صادقؑ کی تربیت کا اثر ہے۔ اور جو میرے احکام کی مخالفت کرتا ہے۔ ایسا شخص ہمارے لئے ننگ و عار کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ لوگ اسے دیکھ کر کہیں گے یہ جعفر صادق علیہ السلام کا پیروکار ہے اس کا کردار تو دیکھو۔(۱)

۱۔ وسائل کتاب عشرہ ص ۲۶۶

باب دہم

جھوٹ کے نقصانات

جھوٹی قسم کھانے کا انجام

بنی عباس کے ابتدائی دور میں دو بھائیوں محمد بن عبداللہ بن امام حسنؑ اور ابراہیم بن عبداللہ بن امام حسنؑ نے غاصب حکومت کے خلاف خروج کیا اور شہید ہو گئے۔ ان کا بھائی یحییٰ بن عبداللہ گرفتاری کے خوف سے دیلم کی طرف نکل گیا۔

دیلم کے لوگوں نے اس سیّد زادے کی شایانِ شان تعظیم و توقیر کی اور پورے علاقے میں ان کا دائرہ اثر وسیع تر ہوتا گیا۔

مخبروں نے ہارون الرشید کو اطلاع دی کہ اس علاقہ میں سیّد یحییٰ بن عبداللہ بن امام حسنؑ کا اثر روز بروز وسیع ہوتا جارہا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ مستقبل میں تمہاری حکومت کے لئے خطرہ ثابت ہو لہٰذا خطرہ بننے سے پہلے ہی اس کی سرکوبی کردو۔

ہارون نے پچاس ہزار کا لشکر فضل بن یحییٰ کی سرکردگی میں دیلم کی جانب روانہ کیا۔ جب یہ لشکر دیلم کی قریب پہنچا تو سیّد زادے نے کہا کہ میں جنگ کر کے اس علاقہ کو تباہ و برباد نہیں کرنا چاہتا۔ اور میں جنگ کے بجائے مذاکرات کروں گا۔

آخرکار سیّد یحییٰ بن عبداللہ اور فضل بن یحییٰ کے درمیان مذاکرات ہوئے۔ اور مذاکرات کے نتیجہ میں یہ طے پایا کہ اگر ہارون امان نامہ لکھ دے جس میں علماء و فقہا اور بزرگان بنی ہاشم کی گواہی موجود ہو تو سیّد یحییٰ اپنے آپ کو فضل بن یحییٰ کے سپرد

کردیں گے۔

چند دن بعد ہارون الرشید کی طرف سے امان نامہ آیا اور اس کے ساتھ کچھ تحفے تحائف بھی روانہ کئے۔

امان نامہ ملنے کے بعد سیّد یحییٰ نے اپنے آپ کو فضل بن یحییٰ کے حوالے کردیا۔

ہارون نے سیّد یحییٰ کا پرتپاک طریقے سے استقبال کیا۔ لیکن بعد میں ہارون نے اپنے عہد کو توڑ کر یحییٰ بن عبداللہ کو زندان میں ڈال دیا۔

ہارون چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طریقے سے سیّد یحییٰ کو قتل کر ڈالے لیکن اسے کوئی معقول بہانہ نظر نہیں آیا تھا۔

ایک دن نسلِ زبیر میں سے ایک شخص نے ہارون الرشید کے پاس چغلی کھائی کہ سیّد یحییٰ زندان جانے سے قبل خفیہ طور پر لوگوں کو اپنی خلافت کی دعوت دیتے تھے اور لوگوں سے اپنے لئے بیعتِ خلافت لیتے تھے۔

ہارون کو تو ایک بہانہ چاہئے تھا اس نے سیّد یحییٰ کو زندان سے نکالا اور کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو نے اپنے عہد کی خلاف ورزی کی اور لوگوں کو اپنی خلافت کی دعوت دی۔

سیّد یحییٰ نے واقعہ کی صحت سے انکار کیا تو ہارون الرشید نے زبیر کو اس کے سامنے آنے کا حکم دیا اور زبیر نے ان کے سامنے اپنے الزامات دہرائے۔

سیّد یحییٰ نے فرمایا اگر یہ سچا ہے تو قسم اٹھائے۔ زبیری نے کہا مجھے اس خدائے واحد کی قسم ہے جس کے قبضہ میں تمام کائنات ہے، میں سچا ہوں۔

سیّد یحییٰ نے فرمایا۔ نہیں اس طرح سے قسم مت کھاؤ۔ کیونکہ جب کوئی شخص اس طرح کی قسم کھائے جس میں رب العزت کی تعریف ہو تو اللہ تعالیٰ عذاب کو مؤخر کردیتا ہے۔ اگر تو سچا ہے تو اس طرح سے قسم کھا کر اپنی سچائی بیان کر اور اپنی

قسم اس طرح سے کھا۔ میں اللہ کی قوت و نصرت سے اپنے آپ کو خارج کر کے اپنی قوت و نصرت خدا کے حوالے کر کے کہتا ہوں کہ میرا ایمان صدق پر مبنی ہے۔ قسم کے عجیب الفاظ سن کر زبیر پریشان ہوا اور کہنے لگا کہ یہ کیسی قسم ہے جو تم مجھ سے اٹھوانا چاہتے ہو؟

ہارون الرشید نے زبیر سے کہا اگر تو واقعی سچا ہے تو تجھے یہی قسم کھانا ہوگی۔ مجبوراً زبیر نے وہی قسم اٹھائی جو سیدؑ یحییٰ چاہتے تھے۔

ابھی قسم کھا کر وہ دربار سے باہر نکلا کہ اس کا پاؤں اس طرح سے پھسلا کہ وہ سر کے بل زمین پر آیا۔ اس کی سر پر شدید چوٹ آئی اور تھوڑی دیر بعد مر گیا۔ اس کے جنازہ کو قبرستان لیا گیا اور قبر پر جتنی بھی مٹی ڈالی گئی قبر پر ہونے میں نہ آئی۔ مجبور ہو کر اس کی قبر پر چھت بنائی گئی اور یوں اس کا نجس بدن زیر خاک ہوا۔ (۱)

منصور حلاج کے جھوٹ کا پول کھل گیا

شیخ طوسی رحمتہ اللہ علیہ کتاب غیبت میں لکھتے ہیں کہ امام صاحب الزمانؑ کی نیابت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں میں منصور حلاج بھی شامل ہے۔

منصور نے مشہور شیعہ عالم دین اسماعیل بن علی نوبختی کو خط لکھا جس میں اس نے تحریر کیا کہ امام صاحب الزمانؑ نے مجھے اپنا وکیل مقرر کیا ہے اور انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے خط لکھوں لہذا تمہارا حق ہے کہ تم میری مدد کرو اور میری نیابت پر ایمان لاؤ۔ اور شک سے پرہیز کرو۔

دراصل منصور یہ سمجھتا تھا کہ اسماعیل بن علی نوبختی لوگوں کی توجہ کا مرکز ہیں اور اگر میں انہیں فریب دینے میں کامیاب ہو گیا تو میری کامیابی یقینی ہو جائے گی۔

۱۔ الفخری لابن طقطقی

لیکن وہ ان کے ایمانی درجہ سے بالکل باخبر تھا۔

منصور کا خط جیسے ہی انہیں ملا تو انہوں نے جواب میں یہ تحریر کیا۔ آپ چونکہ امام علیہ السلام کے مقرر کردہ نائب ہیں! لہذا آپ سے میری ایک چھوٹی سی استدعا ہے اگر آپ نے میری استدعا قبول کر لی تو میں سمجھوں گا کہ آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں۔ اور وہ استدعا یہ ہے کہ میرے پاس کافی کنیزیں ہیں۔ اور اس وقت میں بوڑھا ہو گیا ہوں اپنی ضعفِ پیری کو چھپانے کے لئے مجھے خضاب کا سہارا لینا پڑتا ہے اور مجھے اس سے خاصی تکلیف ہوتی ہے۔ آپ مہربانی فرما کر اللہ سے دعا مانگیں کہ وہ امام صاحب الزمانؑ کے انفاس قدسیہ کے تصدق میں میری سفیدی کو سیاہی سے بدل ڈالے اور مجھے بار بار خضاب کی زحمت سے محفوظ رکھے۔

اگر آپ کی دعا سے ایسا ہوا تو میں آپ کا مرید بن جاؤں گا اور آپ تو بخوبی جانتے ہیں کہ جب میں آپ کا مرید ہوں گا تو اکیلا نہیں ہوں گا میرے ساتھ ہزاروں دوسرے افراد بھی آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو جائیں گے۔

منصور نے جب ابوالسہل اسماعیل بن علی نوبختی کا خط پڑھا تو اس کے پاؤں سے زمین نکل گئی اور اسے یقین ہو گیا کہ یہ میرے دام میں پھنسنے والے نہیں ہیں۔ لوگ آہستہ آہستہ منصور سے متنفر ہونے لگے اور اس کا انجام یہ ہوا کہ خلیفہ کے حکم کے تحت منصور کو ایک ہزار تازیانہ مارا گیا اور اسے صلیب پر لٹکایا گیا اور اس کے بدن کے ٹکڑوں کو آگ میں جلایا گیا۔ پھر اس کی خاکستر کو دریائے دجلہ کے حوالے کیا گیا۔

زکریا رازی کی دروغ نویسی

ابوبکر محمد بن زکریا رازی مشہور طبیب گزرا ہے۔ اس نے کیمیا گری میں ایک کتاب لکھی تھی جس میں کم قیمت دھاتوں کو ملا کر سونا بنانے کی مختلف تراکیب لکھی تھیں۔

پھر اس نے وہ کتاب سامانی بادشاہ منصور کی خدمت میں پیش کی۔ بادشاہ کتاب پڑھ کر بہت خوش ہوا اور کتاب کے مصنف کو ایک ہزار دینار بطور انعام دیئے۔

اور اس نے محمد بن زکریا رازی سے درخواست کی کہ اس نے سونا بنانے کی جو ترکیبیں درج کی ہیں اس کے مطابق سونا تیار کر کے دکھائے۔ تاکہ کتاب کی صداقت تجربہ سے ثابت ہو جائے۔

زکریا رازی نے کہا کہ اس کے لئے تو لاکھوں دینار اور مخصوص آلات اور صحیح جڑی بوٹیوں کی ضرورت ہے۔

بادشاہ نے کہا۔ آپ مت گھبرائیں ہم آپ کو تمام چیزیں یہاں فراہم کر دیں گے۔ بادشاہ نے تمام ضروری لوازمات جمع کر دیئے اور زکریا سے کہا کہ اب تمام ضروری سامان جمع ہو چکا ہے۔ لہذا آپ ہمیں سونا تیار کر کے دکھائیں زکریا رازی سونا نہ بنا سکا تو بڑا شرمندہ ہوا۔

بادشاہ نے کہا تمہیں جھوٹ لکھنے کی کیا ضرورت تھی اور اگر ہم اس کا تجربہ نہ کراتے تو آنے والی نسلیں بھی تمہارے جھوٹ کے دائرے میں گرفتار رہتیں ہم نے تجھے تالیف کتاب کا حق ایک ہزار دینار دے دیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ضروری ہے کہ تمہیں تمہارے جھوٹ کی سزا بھی ملنی چاہئے۔

پھر اس نے حکم دیا کہ اس کی لکھی ہوئی کتاب کو اس کے سر پر اتنی دیر تک مارا جائے جب تک کتاب پھٹ نہ جائے۔ چنانچہ اس کی کتاب کو اس کے سر پر اتنی دیر تک مارا گیا۔ جب تک کتاب پھٹ نہ گئی۔ اور اس کی وجہ سے اس کی آنکھ میں عیب پیدا ہو گیا اور اس سے ہمیشہ پانی بہتا رہتا تھا اور یہ عیب مرتے دم تک اس کے ساتھ رہا۔

زکریا ایک مرتبہ بیمار ہوا تو کسی طبیب کے پاس دوا لینے کے لئے گیا تو طبیب

نے اس سے پچاس دینار لے لئے اور زکریا سے کہا۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔

کیمیاگری وہ نہیں جس کے پیچھے تم ذلیل ہو رہے ہو۔ کیمیاگری یہ ہے۔

طبیب کی بات سن کر زکریا بڑا متاثر ہوا اور اس نے علم طب پڑھنا شروع کیا اور محنت کر کے اس مقام پر پہنچ گیا کہ اس نے علم طب میں کتابیں لکھیں اور اپنے دور کا ممتاز طبیب کہلایا۔ (۱)

جھوٹ تمام گناہوں کی جڑ ہے

ایک شخص جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے رہنمائی طلب کی تو آپؐ نے فرمایا۔ اصدق ولا تکذب واذنب من المعاصی بشئت۔ سچ بولو جھوٹ نہ بولو اس کے بعد جو بھی چاہے گناہ کرتے رہو۔ یہ سن کر وہ شخص بہت خوش ہوا اور جی میں کہا کہ مجھے آپؐ نے جھوٹ سے منع کیا ہے اور سچ بولنے کا حکم دیا ہے۔ اس کے علاوہ تمام گناہوں کی رخصت دے دی ہے۔ اب میں فلاں بدکار عورت کے پاس جاؤں گا اور جنسی لذت حاصل کروں گا۔ وہ برائی کے لئے تیار ہو ہی رہا تھا کہ اس نے دل میں سوچا۔ اگر کسی نے پوچھ لیا کہ کیا کرنے گئے تھے تو جواب میں مجھے سچ بولنا ہو گا اور سچ بولنے کی صورت میں سنگسار ہونا پڑے گا۔ وہ یہ سوچ کر اپنے فیصلے سے باز آگیا۔ پھر اس نے اپنے دل میں چوری، ڈاکے کا خیال کیا اور اس کے ساتھ سوچا کہ جھوٹ میں نے بولنا نہیں ہے سچ بولنے کی صورت میں میرا ہاتھ کٹ سکتا ہے اور مجھے پھانسی ہو سکتی ہے۔ یہ سوچ کر وہ اس فعل بد سے بھی رک گیا۔ اور آخر کار سچ کی بدولت سے اس نے تمام گناہوں سے توبہ کر لی۔ (۲)

۱۔ روضات الجنات

۱۔ انوار نعمانیہ ص ۲۷۳

سلونی کے جھوٹے دعویداروں کی رسوائی

تاریخ میں ابن جوزی کے نام سے دو صاحبان علم کا تذکرہ ملتا ہے۔ ایک ابن جوزی ہیں یہ اپنے دور کے مشہور محدث تھے۔ اور دوسرے سبط ابن جوزی ہیں اور وہ اہل بیت طاہرین کے عقیدت مند تھے اور تذکرۃ الخواص ان کی مشہور تالیف ہے۔ اور یہ دوسرے بڑے حاضر جواب تھے۔

ایک مرتبہ وہ منبر پر بیٹھے خطبہ دے رہے تھے تو کسی نے پوچھ۔ علیؑ و ابوبکر میں سے افضل کون ہے؟

تو انہوں نے کہا۔ افضلهما بعده من كانت ابنته تحته اس جملے کے دو مطالب ہوسکتے ہیں۔

ا۔ ان دونوں میں سے وہ افضل ہے جس کے گھر حضور کی بیٹی ہے۔

۲۔ اس جملہ کا دوسرا مفہوم یہ ہوسکتا ہے کہ ان دو میں سے افضل وہ ہے جس کی بیٹی حضور کے گھر میں ہے۔

چنانچہ یہ ذو معنی سن کر شیعہ اپنی جگہ اور سنی اپنی جگہ خوش ہوگئے۔ علامہ سبط ابن جوزی ایک مرتبہ خطبہ دے رہے تھے کہ کسی نے پوچھا خلفاء کی تعداد کتنی ہے؟ انہوں نے کہا۔ چار۔ چار۔ چار۔

چنانچہ شیعہ اس لئے خوش ہوئے کہ انہوں نے لفظ چار کو تین مرتبہ دہرایا، تو یہ تعداد بارہ بنتی ہے۔ جو ان کے عقیدہ کے مطابق ہے اور سنی اس لئے خوش ہوئی کہ انہوں نے لفظ چار کو تین مرتبہ مکرر کہہ کر خلفا کی تعداد چار بیان کی ہے اور یہ سنی عقیدہ کے مطابق ہے۔

عبدالرحمان ابن جوزی اپنے دور کے مشہور محدث تھے۔ اور انہوں نے مولا علی

علیہ السلام کے جملے "سلونی قبل ان تفقدونی" کہنے کی جرأت کی تھی۔

ابن جوزی نے جیسے ہی سلونی کا دعویٰ کیا تو ایک خاتون نے دریافت کیا تمہارا کیا خیال ہے کہ امیر المومنین سلمان فارسی کی خبر مرگ سن کر ایک ہی رات میں مدائن پہنچ گئے اور ان کی تجہیز و تکفین کی۔ فرمایا کہ ہاں درست ہے پھر اس نے پوچھا اس روایت کے متعلق کیا کہتے ہو کہ خلیفہ ثالث تین دن تک دفن نہ ہوسکے حالانکہ امیر المومنین مدینہ ہی میں تشریف فرما تھے۔ کہا ہاں یہ بھی درست ہے۔ اس نے پھر کہا ان میں سے امیر المومنین کا کونسا اقدام درست اور کونسا غلط تھا؟

یہ سن کر ابن جوزی چکرا سا گیا اور پھر سنبھل کر بولا اے خاتون اگر تو شوہر کے اذن سے آئی ہے تو اس پر لعنت ہو ورنہ تجھ پر کہ تو بے جھجک یہاں چلی آئی ہے۔

خاتون نے کہا اے ابن جوزی کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ ام المومنین کا نکلنا کس ذیل میں آتا ہے۔ اس کے لئے ابن جوزی کے لئے جواب کی کوئی گنجائش نہ تھی۔

مقاتل بن سلیمان نے زندگی میں تین مرتبہ سلونی کا دعویٰ کیا اور ہر دفعہ اسے رسوائی اٹھانی پڑی۔

چنانچہ ایک مرتبہ اس نے کہا سلونی عمادون العرش۔ عرش سے ادھر کی جو بات چاہو پوچھ لو۔

ایک شخص نے یہ دعویٰ سن کر کہا۔ جب حضرت آدم نے حج کیا تھا تو انہوں نے سر کس سے منڈوایا تھا؟

مقاتل نے کہا اللہ نے تیرے دل میں یہ سوال اس لئے ڈالا ہے کہ مجھے اس نخوت و غرور پر ذلیل کرے۔ بھلا مجھے اس کا علم کہاں ہوسکتا ہے۔

دوسری دفعہ اسی مقاتل نے پھر یہی دعویٰ کیا کہ مجھ سے عرش کے نیچے کی تمام اشیاء کے متعلق جو چاہو پوچھ لو۔

ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا میں تجھ سے عرش اور تحت الثریٰ کی بات دریافت نہیں کرتا مجھے بس یہی بتادو کہ اصحاب کہف کے کتے کا کیا رنگ تھا؟

مقاتل نے سنا تو شرمندگی سے سر جھکا لیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔ تیسری مرتبہ اس نے یہی دعویٰ کیا تو ایک شخص نے پوچھ یہ بتاؤ کہ چیونٹی کی انتڑیاں جسم کے اگلے حصہ میں ہوتی ہیں یا پچھلے حصے میں ؟

مقاتل سے کوئی جواب نہ بن سکا اور آئندہ اس دعویٰ سے توبہ کرلی۔

کوفہ میں یہی دعویٰ قتادہ نے بھی کیا تھا اور کہا تھا لوگوں اسی مسجد میں علیؑ نے بھی سلونی کا دعویٰ کیا تھا اور آج میں بھی اسی مسجد میں دعویٰ کر رہا ہوں۔ ہذا تم نے جو پوچھنا ہو پوچھ لو۔

ایک شخص نے کہا اچھ یہ بتاؤ حضرت سیمان کے واقعہ میں ایک چیونٹی کا ذکر ہے وہ چیونٹی نر تھی یا مادہ تھی؟

قتادہ سے کوئی جواب نہ بن آیا اور شرمندگی سے سر جھکالیا۔

ایک مرتبہ امام شافعی نے مکہ میں کہا سلونی ماشئتم احدثکم عن کتاب اللّٰہ وسنته رسوله جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔ میں کتاب و سنت سے اس کا جواب دوں گا۔

اس پر ایک شخص نے پوچھا اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے جس نے حالتِ احرام میں زنبور کو مار دیا ہو؟ مگر وہ کتاب و سنت سے کوئی جواب نہ دے سکے۔

سیدّ نعمت اللہ جزائری انوار نعمانیہ میں لکھتے ہیں کہ امیر المومنین نے متعدد دفعہ دعویٰ فرمایا۔ سلونی قبل ان تفقدونی انی بطرق السماء اعرف منی بطرق الارض مجھ سے پوچھ لو۔ قبل اس کے کہ تم مجھے نہ پاؤ میں زمین کے راستوں کی بہ نسبت آسمان کے راستے زیادہ بہتر جانتا ہوں۔

آپؑ کے دعویٰ کے بعد ایک شخص اٹھا اور کہا کہ یہ بتائیں کہ جبریل اس وقت

کہاں ہے؟ آپؑ نے فرمایا مجھے ذرا دیکھ لینے دو۔ پھر آپ نے اوپر، نیچے، دائیں اور بائیں نگاہ دوڑائی اور فرمایا تو جبریل ہے۔

اسی وقت جبریل نے لوگوں کی موجودگی میں پرواز کی۔ اور حاضرین نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اور پھر مولا سے لوگوں نے پوچھا کہ آپؑ نے کیسے جانا کہ یہ جبریل ہیں؟

آپؑ نے فرمایا۔ جب میں نے آسمان کی جانب نگاہ کی تو آسمان اول سے لے کر بالائے عرش تک میں نے نگاہ ڈالی۔ مجھے جبریل وہاں نظر نہیں آئے۔ پھر میں نے زمین کا تحت الثریٰ تک مشاہدہ کیا تو بھی مجھے جبریل نظر نہ آئے۔ غرضیکہ میں نے تمام اطراف کو بغور دیکھا تو جبریل کہیں بھی موجود نہ تھے۔ اسی لئے مجھے یقین ہو گیا کہ سوال کرنے والا ہی جبریل ہے۔

اس کے بعد سیدّ نعمت اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اضافہ یقین کے لئے آسمان و زمین کے اسرار دیکھنے کی خواہش کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی درخواست قبول فرمائی۔ انہیں ایک مرتبہ زمین و آسمان کا ارتباط دکھایا گیا۔ لیکن شان امیر المومنینؑ کے کیا کہنے آپ آسمان و زمین کے ارتباط دیکھنے کے محتاج نہ تھے اور آپ ارتباط ارض و سما دیکھے بغیر فرمایا کرتے تھے۔ لوکشف الغطاء لماازودت یقینا اگر حجاب ہٹادیئے جائیں تو بھی میرے یقین میں اضافہ نہیں ہوگا۔

جھوٹے کو سزا مل ہی گئی

احمد بن طولون ایک مشہور فرمانروا گزرا ہے۔ وہ اپنے بچپن کی ایک داستان سنایا کرتا تھا کہ میں بچہ تھا۔ ایک دن اپنے والد امیر طولون کی خدمت میں گیا اور ان سے کہا کہ دروازے پر بہت سے غرباء و مساکین جمع ہیں۔ آپ ان کے لئے کچھ رقم لکھ کردیں تاکہ خزانہ دار سے رقم لے کر ان میں تقسیم کی جائے۔

یہ سن کر میرے باپ نے کہا کہ تم کاغذ قلم دوات لاؤ۔ میں ابھی لکھ کر دیتا ہوں۔ میں کاغذ قلم لینے کے لئے گھر میں گیا تو میں نے ایک کنیز کو ایک غلام کے ساتھ ناشائستہ فعل میں مصروف دیکھا۔ میں قلم دوات لے کر امیر کے پاس گیا لیکن میں نے کنیز اور خادم کے متعلق ایک لفظ تک ان کے سامنے نہ کہا۔

کنیز کو ڈر تھا کہ کہیں میں ان کی بدکاری کی خبر نہ کردوں لہذا اس نے حفظ ماتقدم کے طور پر میرے باپ کے پاس شکایت کی کہ میں نے اس سے دست درازی کی کوشش کی ہے۔

میرے باپ کو کنیز کی بات کا یقین ہوگیا اور ایک خادم کے نام پر ایک رقعہ تحریر کیا جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ حامل رقعہ ہذا کو فوراً قتل کردو اور اس کا سر میرے پاس لاؤ۔ رقعہ کو لفافہ میں بند کیا اور وہ لفافہ مجھے دیا۔ میں لفافہ لے کر مذکورہ شخص کے پاس جارہا تھا کہ اتفاق سے مجھے وہی کنیز راستے میں ملی اور پوچھا کہاں جارہے ہو؟

میں نے بتایا امیر نے فلاں خادم کے نام رقعہ دیا ہے۔ میں رقعہ پہنچانے جارہا ہوں۔ اس نے کہا یہ خط مجھے دے دو۔ میں تم سے جلد خط پہنچادوں گی۔ میں نے خط اسے دیا اور اس نے وہ خط اپنے آشنا کو دیا۔ وہ آشنا بھی میری طرح سے خط کے مضمون سے ناواقف تھا۔ چنانچہ وہ خط لے کر تیزی سے اس خادم کے پاس گیا۔

خادم نے جیسے ہی رقعہ پڑھا تو اس نے بے دریغ اس کا سر قلم کردیا اور سر لے کر امیر کے پاس آگیا۔

امیر سر دیکھ کر حیران ہوا اور انہوں نے مجھے بلایا اور پورا واقعہ سننے کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے انہیں تمام حالات سنائے تو انہوں نے حکم دیا کہ کنیز کو فی الفور حاضر کیا جائے۔ جب کنیز حاضر ہوئی تو انہوں نے حکم جاری کیا کہ اسکا سر قلم کردیا جائے۔ چنانچہ اس کنیز کو بھی جلاد نے قتل کردیا۔ اس طرح سے جھوٹا اپنے کیفر کردار کو پہنچ گیا۔

جھوٹ کی بھاری قیمت

صفوان ساربان روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن حسن کے دو فرزندوں میں محمد نفس زکیہ اور ابراہیم کی شہادت کے بعد ایک شخص منصور دوانقی کے پاس گیا۔ کہا آپ بنی فاطمہ سے مطمئن ہو کر نہ بیٹھیں کیونکہ جعفرؑ بن محمدؑ (امام صادقؑ) نے اپنے غلام معلّی بن خنیس کو حکم دیا ہے کہ وہ شیعوں کو جمع کرے اور زیادہ سے زیادہ ہتھیار اکٹھے کرے۔ اس طرح وہ آپ کے خلاف عنقریب مسلح خروج کرنے والے ہیں اور محمد بن عبداللہ بن حسنؑ اس کام میں ان کے شریک ہیں۔

یہ خبر سن کر منصور کو بہت غصہ آیا۔ اور اس نے اپنے چچا کو جو اس وقت والیِ مدینہ تھا، خط لکھا کہ جعفرؑ بن محمدؑ کو میرے پاس روانہ کرو۔

والی مدینہ نے وہ خط امام صادق کے پاس بھیجا اور کہا کہ آپ کل تک یہاں سے روانہ ہو جائیں۔

صفوان کہتا ہے کہ امام علیہ السلام نے مجھے حکم دیا کہ تم اونٹ تیار کرو ہمیں کل عراق جانا ہے۔

امام علیہ السلام سفر طے کرنے کے بعد منصور کے دربار میں پہنچے تو اس نے پہلے تو آپؑ کی خوب خاطر مدارات کی پھر آہستہ آہستہ شکوے ظاہر کرنے لگا اور کہا کہ آپنے اپنے غلام معلّی بن خنیس کو اسلحہ کی جمع آوری پر مامور کیا ہوا ہے اور آپؑ ہمارے خلاف خروج کرنا چاہتے ہیں۔

یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا۔ خدا کی پناہ یہ مجھ پر جھوٹ و افتراء ہے۔ منصور نے کہا اگر یہ جھوٹ ہے تو آپؑ قسم کھائیں۔

آپؑ نے قسم کھائی۔ منصور نے کہا کہ آپ طلاق و عتاق کی قسم کھائیں (۱)

۱۔ (دور جاہلیت میں قسم اس طرح سے کھائی جاتی تھی کہ اگر یہ بات سچ ثابت ہوتی تو میری بیوی کو طلاق ہوجائے گی اور میرے غلام آزاد ہوجائیں گے)

آپؑ نے فرمایا۔ منصور! عجیب بات ہے میں نے خدا کی قسم کھائی ہے لیکن تجھے اس پر یقین نہیں آیا اور اب زمانہ جاہلیت کی قسم اٹھوانا چاہتے ہو؟

منصور نے غصہ سے کہا آپؑ میرے سامنے اپنے علم کا اظہار کر رہے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا میں علم کا اظہار کیوں نہ کروں جب کہ اللہ نے ہمیں علم و حکمت کی کان بنایا ہے۔

منصور نے کہا میں ابھی آپؑ کے سامنے وہ شخص ظاہر کرتا ہوں جس نے مجھے تمہارے متعلق یہ اطلاع دی ہے۔ اطلاع دینے والا دربار میں پیش ہوا اور کہا کہ میں نے جو کچھ کہا ہے درست ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ قسم کھاؤ۔ اس نے فوراً قسم کھاتی ہوئے کہا۔ واللہ الّذی لااله إلّاهوالطالب الغالب الحیّ القیّوم اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں جو طالب ہے اور جو غالب اور حی و قیوم ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا نہیں میں تم سے اس طرح کی قسم قبول نہیں کروں گا۔ کیونکہ جو شخص اللہ کی صفات کمالیہ کے ساتھ قسم اٹھائے تو اللہ اس کی جد گرفت نہیں کرتا۔ تم میرے بتائے ہوئے الفاظ کے ساتھ قسم کھاؤ اور کہو کہ میں اس وقت اللہ کی قدرت و سلطنت سے اپنے آپ کو اپنی قوت و طاقت کے حوالے کر کے کہتا ہوں کہ میں سچا ہوں۔

الغرض اس بدبخت نے انہی الفاظ میں قسم کھائی۔ وہ اسی وقت گرا اور مر گیا۔ اور یوں جان دے کر اس نے جھوٹ کی بھاری قیمت چکائی۔

اس کا یہ انجام دیکھ کر منصور گھبرا گیا اور کہا میں آئندہ آپ کے متعلق کسی کی باتوں پر یقین نہیں کروں گا۔ (۱)

۱۔ منتہی الآمال ج ۲ ص ۱۰۲

جھوٹے کا عذاب

ایک دن جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں کل رات سویا ہوا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص نے مجھے کہا اٹھیں۔ میں اٹھا تو دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور دوسرے شخص کے ہاتھ میں لوہے کا ڈنڈا ہے، اور وہ ڈنڈا لئے بیٹھے ہوئے شخص کے منہ میں داخل کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے شانوں کے درمیان سے وہی ڈنڈا نکالتا ہے۔ پھر دوبارہ اسی عمل کو دہراتا ہے۔ میں نے ساتھ کھڑے ہوئے شخص سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟

اس نے مجھے بتایا کہ یہ جھوٹا شخص ہے اور اسے عذاب دیا جا رہا ہے۔ قبر میں جھوٹے کو اسی طرح سے عذاب دیا جاتا ہے۔ (۱)

جھوٹا خوشامدی

تاریخ حبیب السّیر میں مرقوم ہے کہ جس زمانے میں سلطان حسین بأیقرا نے خراسان وزابل میں حکومت قائم کی۔ اس وقت آذربائیجان کے علاقے پر یعقوب مرزا کی حکومت تھی۔

ان دونوں بادشاہوں میں بڑی دوستی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کو قیمتی تحائف بھیجا کرتے تھے۔

ایک دفعہ سلطان حسین بأیقرا نے یعقوب مرزا کو خط لکھا اور خط کے ساتھ کچھ قیمتی تحائف بھی شامل کئے۔ اور اپنے ایک درباری کو بلایا جس کا نام امیر حسن ابیوردی تھا۔ اسے بلا کر خط اور تمام تحائف اس کے حوالے کئے اور کہا کہ تم اسے سلطانِ

۱۔ منتہی الآمال ج ۱ ص ۳۳۸

آذربائیجان کے پاس لے جاؤ اور جاتے وقت کہا کہ تم ہمارے کتب خانہ جاؤ اور وہاں سے مولانا جامی کا مجموعہ کلام کلیات جامی بھی لے لو اور وہ کتاب بھی ہماری طرف سے امیر کو بطور ہدیہ پہنچاؤ۔

امیر حسین لہوردی کتب خانہ گیا اور کتب خانہ کے مدیر کو سلطان کا حکم سنایا تو اس نے غلطی سے کلیات جامی کی بجائے ابن عربی کی فتوحات مکیۃ اٹھ کر اسکے حوالے کر دی۔ دونوں کتابوں کا حجم ایک تھا۔ قاصد نے بھی کتاب کھولنے کی زحمت نہ کی۔

الغرض ایک طویل اور اکتا دینے والا سفر طے کر کے وہ سلطان آذربائیجان کے پاس پہنچا۔ سلطان نے قاصد کی بڑی عزت و تکریم کی اور اس سے سلطان بایقرا کی خیریت دریافت کی پھر اس کی اولاد اور اس کے تمام مصاحبین کی فرداً فرداً خیریت دریافت کرتا رہا اور آخر میں اس نے قاصد سے خود اس کی خیریت دریافت کی۔ تو اس نے کہا۔ الحمد اللہ میں بالکل ہشاش بشاش ہوں۔

سلطان آذربائیجان نے کہا۔ سفر طویل ہے دو ماہ کا سفر ہے مجھے یقین ہے کہ تم ضرور تھکے ہوئے ہوگے۔

قاصد نے خوشامدی لہجہ میں کہا۔ جناب میں بالکل نہیں تھکا، کیونکہ جس منزل پر بھی مجھے تھکن کا احساس ہوتا تھا تو میں کلیات جامی کو اٹھ کر پڑھنے لگ جاتا تھا اور اس سے میری تمام تکان دور ہو جاتی تھی۔ سلطان بایقرا نے آپ کے لئے کلیات جامی کا نسخہ روانہ کیا ہے اور میں بھی تمام راہ اسی سے لطف اندوز ہوتا رہا۔

یہ سن کر یعقوب مرزا بے حد خوش ہوا اور کہنے لگا میں بھی ایک مدت سے یہ کتاب تلاش کر رہا تھا لیکن یہ کتاب مجھے نہیں مل سکی تھی اور اب سلطان بایقرا کا احسان ہے کہ انہوں نے یہ کتاب مجھے روانہ کی ہے۔ آپ مجھے جلدی سے وہ کتاب لادیں۔

قاصد نے نوکر کو حکم دیا کہ سامان کی فلاں بوری میں وہ کتاب موجود ہے، لے آؤ۔

قاصد جب کتاب لے کر آیا تو سلطان یعقوب نے جیسے ہی کتاب کا سرورق الٹایا تو وہ کلیات جامی کی بجائے ابن عربی کی فتوحات مکیۃ تھی۔

سلطان نے قاصد سے کہا تمہیں جھوٹ بولتے ہوئے حیا آنی چاہئے تھی یہ کلیات جامی نہیں بلکہ فتوحات مکیۃ ہے۔

یہ دیکھ کر قاصد کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور انتہائی شرمندہ ہوا۔ اور اسی شرمندگی کی وجہ سے سلطان کے پاس سے اٹھ کر چلا آیا اور جواب کا انتظار کئے بغیر وہاں سے واپس چل دیا اور کہا کرتا تھا کہ کاش اس رسوائی سے پہلے میں مرگیا ہوتا تو بہتر تھا۔(۱)

آیئے ایک سچے کو پہچانیں

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم المرتبت صحابی کو والی شام معاویہ نے خلیفہ عثمان کے فرمان کے تحت شام سے مدینہ روانہ کیا۔

تیز اونٹ پر مسلسل سفر کرنے کی وجہ سے ان کی رانیں زخمی تھیں۔ ان میں کھڑے ہونے کی سکت نہ تھی۔ زخمی حالت میں اپنے عصا پر ٹیک لگائے دربار عثمان میں پیش ہوئے۔ انہوں نے ملاحظہ کیا کہ خلیفہ کے سامنے درہم و دینار کا بہت بڑا ڈھیر لگا ہوا ہے اور لوگ بھی اس نیت سے آن کھڑے ہوئے ہیں کہ شاید یہ دولت تقسیم ہو تو انہیں بھی کچھ حصہ مل جائے۔

جب ابوذرؓ کی نظر اس دولت پر پڑی تو خلیفہ سے پوچھا یہ کس کی دولت ہے؟

خلیفہ نے کہا اطراف کے گورنروں نے ایک لاکھ درہم روانہ کئے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ ایک لاکھ درہم مزید آجائیں تو اسے مسلمانوں میں تقسیم کروں۔

۱۔ خزینۃ الجواہر چاپ سنگی تہران ص ۳۳۲

ابوذرؓ نے کہا۔ ایک لاکھ درہم زیادہ ہیں یا چار درہم؟

خلیفہ نے کہا۔ ایک لاکھ درہم زیادہ ہیں۔

ابوذر نے کہا۔ تمہیں اچھی طرح سے یاد ہوگا کہ ہم اکٹھے مل کر ایک رات رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گئے تھے آپؐ اس وقت بہت اداس تھے، آپؐ نے ہم سے کوئی خاص گفتگو نہ فرمائی اور جب ہم صبح آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ بڑے خوش تھے۔ ہم نے آپؐ سے پوچھا یا رسول اللہؐ! رات آپؐ اداس کیوں تھے؟

آپؐ نے فرمایا۔ رات میرے پاس مسلمانوں کے مال میں سے چار دیناچ گئے تھے ان کی وجہ سے میں ساری رات بے چین رہا کہ کہیں ان کی تقسیم سے پہلے موت نہ آجائے اور اب میں نے وہ چار دینار تقسیم کر دیئے ہیں اسی لئے خوش ہوں۔

خلیفہ نے کعب الاحبار کی طرف دیکھا اور کہا تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر خلیفہ کچھ مال تقسیم کرے اور کچھ مال اپنے پاس رکھ لے تو اس میں کوئی مضائقہ ہے؟

کعب الاحبار نے کہا اگر خلیفہ ایک ایسا محل تعمیر کرائے جس کی ایک اینٹ سونے کی ہو اور دوسری چاندی کی ہو تو بھی اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

ابوذر کو غصہ آیا اپنا عصا کعب الاحبار کے سر پر مار کر کہا یہودی عورت کے بیٹے! احکامِ اسلام سے تجھے کیا واسطہ؟ تو سچا ہے یا اللہ؟ اللہ کا واضح ترین فرمان ہے۔

الّذین یکنزون الذھب والفضة ولا ینفقونھا فی سبیل اللّٰہ فبشرھم بعذاب الیم
یوم یحمی علیھا فی نار جھنّم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا
ماکنزتم لانفسکم فذوقوا بما کنتم تکنزون

وہ لوگ جو سونا چاندی اکٹھی کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے توانہیں دردناک عذاب کی بشارت دیں۔ جس دن اس سونا چاندی کو دوزخ کی آگ

میں گرم کیا جائے گا اور اس سے ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا (انہیں کہا جائے گا) یہ وہی تو ہے جسے تم اپنے لئے جمع کرتے تھے تو اپنے جمع کردہ مال کا مزہ چکھو۔

خلیفہ نے ناراض ہو کر کہا۔ تو بوڑھا اور پاگل ہو چکا ہے۔ اگر مجھے تمہارے متعلق صحبت رسول کا خیال نہ ہوتا تو میں تجھے قتل کر دیتا۔

ابوذرؓ نے کہا۔ تو جھوٹ کہتا ہے تو مجھے قتل نہیں کر سکتا۔ مجھے پیغمبر اسلام نے فرمایا تھا۔ ابوذرؓ! لوگ تجھے نہ تو دین سے نکال سکیں گے اور نہ ہی تجھے قتل کر سکیں گے۔

آج بھی مجھ میں اتنی عقل باقی ہے کہ میں تجھے وہ حدیث سنا سکتا ہوں جو رسولؐ خدا نے تمہارے متعلق فرمائی تھی۔

خلیفہ نے کہا۔ تو رسولؐ خدا نے کیا کہا تھا؟

ابوذرؓ نے کہا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب ابوالعاص کے گھرانے کے افراد تیس ہو جائیں گے تو وہ مالِ خدا میں ناجائز تصرف کریں گے اور مال خدا کو اپنے ہاتھوں میں ہی گردش دیں گے۔ لوگوں کو اپنا غلام بنائیں گے اور ظالموں کو اپنا مددگار بنائیں گے اور مردانِ خدا اور صحابہ پیغمبر پر ظلم و ستم کریں گے۔

خلیفہ نے حدیث سن کر اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے کہا کیا تم میں سے کسی نے بھی یہ حدیث سنی ہے؟

سب نے کہا۔ ہم نے یہ حدیث نہیں سنی۔ اس کے بعد حضرت علیؑ کو بلایا گیا۔ اور ان سے کہا گیا دیکھیں ابوذرؓ نے رسول کریمؐ پر کتنا بڑا جھوٹ باندھا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا۔ ابوذر کو جھوٹا نہ کہو کیونکہ میں نے رسالت مآب صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم سے خود سنا آپ نے فرمایا۔ ماأظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء علی ذی الحجة اصدق من ابی ذرؓ۔

"آسمان نے کسی شخص پر سایہ نہیں کیا اور زمین نے کسی ایسے شخص کو اپنی پشت پر نہیں اٹھایا جو ابوذرؓ سے زیادہ سچا ہو"

وہ تمام مجمع جو چند منٹ پہلے ابوذرؓ کو جھٹلا چکا تھا۔ سب نے بیک زبان ہو کر کہا۔ کہ ہم نے پیغمبر اکرم کو ابوذرؓ کے متعلق یہ کہتے ہوئے سنا ہے اور علیؑ سچ کہہ رہے ہیں۔

ابوذرؓ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے اور کہا لوگو! تم پر افسوس تم نے مال دنیا کے لئے اپنی گردنوں کو دراز کیا ہوا ہے اور مجھے جھوٹا کہتے ہو اور یہ سمجھتے ہو کہ میں اس بڑھاپے میں پیغمبر اسلام پر جھوٹ بولتا ہوں۔ پھر ابوذرؓ نے خلیفہ سے خطاب کر کے کہا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ ہم میں سے کون بہتر ہے؟

خلیفہ نے کہا تو تمہارا کیا خیال ہے کہ تم ہم سے بہتر ہو۔

ابوذر نے کہا جی ہاں ایسا ہی ہے۔ کیونکہ وفات پیغمبرؐ سے لے کر آج تک میں نے ایک جبہ میں گزارا کیا ہے اور میں نے دینار کے بدلے اپنا دین فروخت نہیں کیا جبکہ تم نے دین میں کئی بدعتیں داخل کی ہیں اور دنیا کی محبت کی وجہ سے تم نے اپنا دین خراب کرلیا ہے۔ تم نے مال خداوندی میں ناجائز تصرفات کئے ہیں اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لے گا اور مجھ سے کوئی حساب نہیں لے گا۔ (۱)

ابوذرؓ جھوٹی مصلحت کے بھی قائل نہ تھے

ایک مرتبہ کفار کا ایک گروہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا ارادہ

۱۔ حیات القلوب ج ۲ ص ۶۷۴

کر کے راہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس مذموم ارادہ سے اپنے حبیبؐ کو باخبر کردیا۔ تو حضرت ابوذرؓ نے ایک کپڑے میں آپؐ کو چھپا کر اپنی پشت پر اٹھالیا۔ راستے میں گروہ کفار نے ابوذرؓ سے پوچھا تم نے پشت پر کیا اٹھایا ہوا ہے؟

انہوں نے کہا میں نے پشت پر محمدؐ کو اٹھایا ہوا ہے۔ کفار نے خیال کیا کہ ابوذرؓ ہم سے مذاق کر رہا ہے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ہمیں محمدؐ کا پتہ بتائے اس لئے انہوں نے ابوذرؓ سے کوئی تعرض نہ کیا اور وہ رسولؐ خدا کو سلامت لے گئے۔ (۱)

خوشامد کمینگی کی علامت ہے

کریم خان زند ایک مشہور فرماں روا تھے۔ وہ روزانہ صبح سے چاشت تک دربار عام کیا کرتے تھے جس میں مظلوم اور ستم رسیدہ افراد سے ملاقات کرتے اور سائلین کی درخواستیں سنا کرتے تھے۔

ایک دن ایک مکار شخص ان کے دربار میں آیا اور آتے ہی بے ساختہ رونے لگا کہ کسی طور سے اس کا سیلابِ اشک تھمنے میں نہیں آتا تھا اور کثرتِ گریہ کی وجہ سے کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔

کریم خان نے کہا اس مظلوم کو فی الحال ہماری آرام گاہ میں بٹھاؤ اور جب اس کی طبیعت سنبھل جائے تو اسے ہمارے پاس پیش کرو۔

کچھ دیر بعد اس کی طبیعت بحال ہوئی تو اسے کریم خان کے پاس لایا گیا۔

بادشاہ نے پوچھا کہ آپ پر کس نے ظلم کیا ہے کہ آپ اتنا رو رہے تھے؟

اس نے کہا مجھ پر کسی نے کوئی ظلم نہیں کیا۔ اصل بات یہ ہے کہ میں شکمِ مادر سے ہی نابینا پیدا ہوا تھا اور پوری زندگی اندھیروں میں بسر ہوئی۔

۱۔ اخلاق روحی

کل میں آپ کے والد مرحوم کے مزار پر گیا اور میں نے وہاں رو رو کر دعا مانگی یہاں تک کہ روتے ہوئے مجھے نیند آگئی۔ خواب میں ایک بزرگ شخصیت کی زیارت نصیب ہوئی اور انہوں نے مجھ سے فرمایا۔ میں کریم خان زند کا والد ابوالوکیل ہوں۔ میں نے تجھے شفا بخشی اور تجھے بینا کردیا ہے۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنا دستِ شفقت میری آنکھوں پر پھیرا۔ پھر میں بیدار ہوگیا۔ جیسے ہی میں بیدار ہوا تو میں نے اپنے آپ کو بینا پایا اب میں آپ کے پاس کسی کے ظلم کی شکایت کرنے نہیں آیا بلکہ آپ کے والد مرحوم کے روحانی تصرف کا عرض کرنے آیا ہوں اور یہ جو آپ نے سیلابِ اشک دیکھا یہ دراصل شکریہ کے آنسو تھے۔

آپ کے والد ماجد کے روحانی تصرف کی وجہ سے میں آج دیکھنے کے لائق ہوا تو آپ کے دربار میں چلا آیا تاکہ میں یہ عرض کرسکوں کہ یہ بندہ ہمیشہ آپ پر فدا رہے گا اور کسی قسم کی خدمت سے دریغ نہ کرے گا۔

یہ سن کر کریم خان نے حکم دیا کہ جلاد کو بلایا جائے۔ انہوں نے جلاد کو حکم دیا کہ اس کی آنکھیں نکال لے۔ دربار میں موجود تمام لوگوں نے عفو و رحم کی درخواست کی۔ کریم خان نے لوگوں کے کہنے پر اس کی آنکھیں تو نہ نکلوائیں البتہ حکم دیا کہ اسے خوب پیٹا جائے۔

جب وہ پٹ رہا تھا تو کریم خان زند نے کہا یہ شخص جھوٹا اور مکار ہے اور اس کمینہ کے پاس خوشامد کا ہتھیار ہے۔ یہ بدبخت اسی ہتھیار سے مجھ پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ میرا باپ جب تک زندہ رہا وہ چوریاں کیا کرتا تھا۔ اور جب میں اپنی ہمت سے اس مقام پر پہنچا تو کسی خوشامدی نے اس کا مقبرہ تعمیر کردیا۔ اور آج بہتر تو یہی ہوتا کہ میں اس کی آنکھیں نکال لیتا اور یہ میرے باپ کے مقبرہ سے آنکھیں دوبارہ حاصل کرتا۔ (۱)

۱۔ اخلاق روحی ص ۷۴

چند روایات

جاء رجل الی رسول اللّٰہؐ فقال یا رسول اللّٰہ ماعمل اھل النّار قال الکذب اذا اکذب العبد فجر واذا فجر کفر واذا کفر دخل النّار

ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا یارسول اللہؐ! اہل دوزخ کا کردار کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جھوٹ بولنا۔ کیونکہ جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو وہ حق سے دور ہوجاتا ہے اور جب کوئی حق سے دور ہوتا ہے تو کافر ہوجاتا ہے۔ اور جب کافر ہوتا ہے تو دوزخ میں داخل ہوتا ہے۔ (۱)

قال رجل لہؐ المؤمن یزنی قال قدیکون ذلک قال المؤمن یسرق قال قدیکون ذلک قال یارسول اللّٰہ المؤمن یکذب قال لا قال اللّٰہ انما یفتری الکذب الّذین لایؤمنون

ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کیا مومن زنا کرتا ہے آپؐ نے فرمایا ایسا ہونا ممکن ہے۔ اس نے عرض کی تو کیا مومن چوری کرتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں ایسا بھی ممکن ہے۔ اس نے عرض کی تو کیا مومن جھوٹ بولتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے جھوٹ وہی بولتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے۔ (۲)

قال امیر المؤمنینؑ لایجد عبد طعم الایمان حتّی یترک الکذب ھزلہ وجدہ وقال ایضا لا یصلح الکذب جدولا ھذل ولا ان یعد احدکم صبیتہ ثمّ لایفی لہ انّ الکذب یھدی الی الفجور والفجور یھدی الی النّار

۱۔ مستدرک الوسائل کتاب حج ص ۱۰۱
۲۔ مستدرک الوسائل کتاب حج ص ۱۰۰

امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان ہے کہ انسان اس وقت تک ایمان کا مزہ چکھ نہیں سکتا جب تک کہ وہ جھوٹ کو نہ چھوڑے۔ خواہ وہ ہنسی مذاق میں ہو یا جان بوجھ کر ہو۔ آپؑ نے فرمایا جھوٹ کسی طور بھی زیبا نہیں نہ جان بوجھ کر اور نہ ہنسی مذاق میں اور کبھی بھی اپنے بچوں سے وعدہ کر کے وعدہ خلافی نہ کرنا۔ جھوٹ برائی کی راہ دکھاتا ہے اور برائی دوزخ کی راہ دکھاتی ہے۔ (۱)

فی وصیّۃ النبیؐ لعلیؑ قال یا علیؑ انّ اللّٰہ یحب الکذب فی الصلاح وابغض الصدق فی الفساد الی ان قال یا علیؑ ثلاث یحسن فیھن الکذب المکیدۃ فی الحرب وعدتك لزوجتك، والا صلاح بین النّاس

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو جو وصیتیں فرمائیں۔ ان میں یہ بھی تھی کہ اے علیؑ! اللہ اصلاح وآمیزش کے لئے اللہ جھوٹ کو پسند کرتا ہے اور اللہ اس سچ کو ناپسند کرتا ہے جو فساد کا موجب ہو۔ پھر فرمایا یا علیؑ! تین مواقع پر جھوٹ بولنا درست ہے۔

۱) جنگی چال کے لئے
۲) بیوی سے وعدہ کرنے میں
۳) لوگوں کی اصلاح کے لئے۔ (۲)

ان گزارشات پر جلد اول تمام ہوئی اور امید ہے کہ یہ حقیر ترین رسالہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت حاصل کرے گا اور اس حقیر کا شمار دین کے

۱۔ وسائل کتاب حج ص ۲۷۷
۲۔ وسائل کتاب حج ص ۲۹۷

خدمت گزاروں میں ہوگا اور یہ حقیر، عالمِ انسانیت کے رہبر کی توجہ کا حق دار قرار پائے گا۔

حسن علی بک ڈپو کی

بچوں کیلئے باتصویر اسلامی کہانیاں

- حضرت حرؑ
- حضرت عباس علمدارؑ
- حضرت علی اکبرؑ
- حضرت مسلم بن عقیلؑ
- حضرت قاسم بن حسنؑ
- ننھے علی اصغرؑ
- محمد بن ابی سعیدؑ
- عبداللہ بن حسنؑ
- حضرت ابو طالبؑ
- حضرت جعفر طیارؑ
- حضرت مصعب بن عمیرؓ
- حضرت ابوذر غفاریؓ
- حضرت مقداد ابن عمروؓ
- حضرت سلمان فارسیؓ
- حضرت عمار ابن یاسرؓ
- حضرت مالک اشترؓ
- حضرت حبیب ابن مظاہرؓ
- حضرت میثم تمارؓ
- حضرت کمیل ابن زیادؓ
- حضرت سعید ابن جبیرؓ
- امیر مختارؒ
- حضرت حمزہؑ
- صدقہ کی برکت
- روٹی کی برکت

حسن علی بک ڈپو کی مطبوعہ دیدہ زیب

علمی کتابیں

سورہ [illegible]	باترجمہ	شرح قرآن	جلداوّل
سورہ یسٓ سات مبین	باترجمہ	پندِ تاریخ	۵ جلدیں
پنج سورہ	باترجمہ	قلبِ سلیم	۲ جلدیں
دعائے کمیل	باترجمہ	گناہان کبیرہ	۲ جلدیں
حدیث کساء	باترجمہ	کیفر گناہان کبیرہ	
دعائے [illegible]	باترجمہ	معراج	
[illegible]	باترجمہ	ہدیۃ الشیعہ	
دعائے نور	باترجمہ	درسِ اخلاق	
دعائے مشلول	باترجمہ	گلدستہ مناجات	
دعائے عرفہ	باترجمہ	جواب حاضر ہے	
دعائے سمات/توسل	باترجمہ	زیارات چہاردہ معصومین	
اعمال ماہ رمضان	باترجمہ	زیارت آل یٰسٓ	
تعقیبات نماز	پاکٹ سائز	گھر ایک جنت	
تحفۃ المومنین	پاکٹ سائز	مشقِ خواتین	

حسن علی بک ڈپو بالمقابل بڑا امام باڑہ، کھارادر، کراچی۔ فون ۲۳۳۳۰۵۵
E-mail. hassanalibookdepot@yahoo.com

پندِ تاریخ ۲

تالیف

موسیٰ خسروی

ترجمہ

محمد حسن جعفری

حسن علی بک ڈپو بالمقابل بڑا امام بارہ۔ کھارادر۔ کراچی فون ۲۴۳۳۳۰۵۵

વકફ

આ કિતાબ હાજી મહમદઅલી ભાઇ
અલીભાઇ સુંદરજી "સોમાસોક"
તનનરીવ માડાગાસ્કારવાળા તરફથી
તેમના મરહુમ સગાવહાલાઓની
રૂહોના સબ્બવાબ અર્થે
વકફ કરવામાં આવેલ છે.
લાભ લેનાર ભાઇ બહેનો મરહુમોની
અરવાહોના સવાબ અર્થે એક
સુરએ ફાતેહા પઢી બક્ષી આપે
એવી નમ્ર અરજ છે.

۲

پندِ تاریخ

اخلاقی ⊙ تاریخی ⊙ اجتماعی

تالیف : موسیٰ خسروی

ترجمہ : محمد حسن جعفری

حسن علی بک ڈپو

بالمقابل بڑا امام باڑہ۔ کھارادر کراچی فون ۲۴۳۳۰۵۵

جملہ حقوقِ طبع بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب ---------------- پند تاریخ جلد دوم

تالیف ---------------- موسیٰ خسروی

ترجمہ ---------------- محمد حسن جعفری

کمپوزنگ ---------------- محمد جواد کاشف

تصحیح ---------------- سید فیضیاب رضوی

طبع سوم ---------------- ۲۰۰۲ء

مطبع ---------------- عمار پرنٹرز کراچی

عناوین کتاب

مقدمہ : علم اخلاق کی ضرورت

باب اوّل ۔ وعدہ وفائی

صفوان بن یحییٰ کی وعدہ وفائی ۱۷

عورت کی وعدہ خلافی ۱۸

جہاں جنسی خواہشات غالب ہوں ۱۹

ایک صحرانشین کی وفا ۲۱

ائمہ ہدیٰ علیہم السلام نذورات کا ایفا چاہتے ہیں ۲۵

وعدہ وفائی ، دلیل جواں مردی ۲۶

معاہدہ لکھ لینا چاہئے ۳۱

اسماء بنت عمیس کا خدیجۃ الکبریٰ سے وعدہ ۳۲

وعدہ خلافی جائز نہیں ہے ۳۴

حکام اس واقعہ سے سبق حاصل کریں ۳۵

خدا سے کیا ہوا وعدہ ۳۶
پابندیِ عہد یا بقائے نعمت ۳۸
ثعلبہ بن حاطب کی پیمان شکنی ۳۸
خاندان نبوت کی وعدہ وفائی ۴۰
اسماعیل صادق الوعد ۴۱
چند روایات ۴۲

باب دوم ۔ ہمسایوں اور دینی بھائیوں کے حقوق

سمرہ بن جندب کا ہمسائے سے سلوک ۴۵
سمرہ بن جندب کو پہچانیں ۴۶
حق ہمسائگی ۴۷
حدودِ ہمسائیگی ۴۸
اس داستان سے عبرت حاصل کریں ۴۸
چنگیز خان کا قانون ۵۰
ہمسائے کے مالی حقوق کا لحاظ رکھیں ۵۲
ہمسائے کے ستم سے کیسے بچایا ۵۴
برادران ایمانی کے حقوق ۵۴
مومن کو خوش کرنے کی جزا ۵۶
دل بدست آور کہ حج اکبر است ۵۷

حق مومن کی اہمیت ۵۹
اہل ایمان کے لئے دعا ۶۱
خدا کے لئے کسی کو دوست بنانا بہترین عمل ہے ۶۲
مومن کو خوش کرنا بہترین عمل ہے ۶۳
جب حسن رفاقت اسلام کا سبب بنی ۶۴
امام کی نظر میں حسنِ معاشرت کی اہمیت ۶۵
ایک بوڑھے سے امام کاظمؑ کا حسن سلوک ۶۵
پیغمبرؐ اکرم کی حسن رفاقت ۶۶
آدابِ سفر سیکھیں ۶۶
چند روایات ۶۷

باب سوم ۔ مہمان نوازی

صحرا نشین کی مہمان نوازی ۷۱
لباس کو مہمان نوازی کا معیار مت بنائیں ۷۲
مہمان کتنا حساس ہوتا ہے؟ ۷۵
امام حسنؑ مجتبیٰؑ کی مہمان نوازی ۷۵
انسان کتنے دن مہمان رہ سکتا ہے؟ ۷۶
مہمان کا احترام ہر شخص پر واجب ہے ۷۹
اس عالم میں بھی مہمان کو کھانا کھلایا ۸۰

انداز مہمانی ۸۱
مہمان نوازی کا خرچ ولی العصر (عج) نے دیا ۸۲
بادیہ نشین کیسے مہمانی کرتے ہیں ۸۲
سلمان فارسیؓ کی مہمان نوازی ۸۵
افضل کون؟ مہمان یا میزبان ۸۸
مہمان نوازی سے نہ کترائیں ۸۸
چند روایات ۹۱

باب چہارم ۔ عفو و درگزر

بنی ہاشم اور بنی امیہ کا فرق ۹۴
پیغمبرؐ اسلام کا ایک دشمن سے درگزر ۹۵
فتح مکہ پر آپؐ کا درگزر ۹۷
علیؑ کا عفو و درگزر ۹۹
علیؑ کے کردار کی ایک اور جھلک ۱۰۰
امام حسینؑ لشکرِ حر کو پانی پلاتے ہیں ۱۰۰
عفوِ سلطانی کی وجہ ۱۰۳
امیر اسماعیل سامانی کا درگزر ۱۰۳
حضرت یوسفؑ کا بھائیوں سے حسنِ سلوک ۱۰۵
خدا کی بخشش کو بہانہ چاہیئے ۱۰۷

سب لوگ معصوم کیوں نہیں ہیں؟ ۱۰۸
دنیاوی عذاب دور کرنے کی وجہ ۱۰۹
دوزخ میں کون جلے گا؟ ۱۱۰
میزان اعمال اور رحمتِ خداوندی ۱۱۱
کیا تمہیں اپنے لئے بخشش کی ضرورت نہیں؟ ۱۱۲
لوگوں سے درگزر کرو ۱۱۳
چند روایات ۱۱۵

باب پنجم ۔ مذمت حرص

بہلول اور حریص چور ۱۱۸
اللہ ہزار وسیلوں سے رزق پہنچاتا ہے ۱۲۰
حرص سے رزق میں اضافہ نہیں ہوتا ۱۲۱
حرص بے وقوف بنادیتی ہے ۱۲۲
ابراہیم بن ادہم کی توبہ ۱۲۳
ان دو میں سے بہتر کون ہے؟ ۱۲۵
غرباء کے قاصد کو جواب ۱۲۶
حضرت عیسیٰؑ اور مرد حریص ۱۲۷
قناعت کیا ہے؟ ۱۳۰
افزائشِ مال کی حرص ۱۳۱

رسول خداؐ ہمارے لئے کیسی زندگی پسند کرتے تھے؟ ۱۳۲
رزقِ حلال کی تلاش اور تلوار سے جنگ ۱۳۴
حقیقی بادشاہ ۱۳۵
جابر بن عبداللہ انصاری اور معاویہ ۱۳۸
ابوذرؓ کا فقر غیور ۱۳۹
آتا ہے دھن جاتا ہے دھن ۱۴۰
چند روایات ۱۴۱

باب ششم ۔ حسد کی تباہ کاریاں

حاسد کا انجام ۱۴۴
امام علی نقیؑ پر حسد ۱۴۶
حسد نے آدمؑ کو جنت سے بے دخل کیا ۱۴۸
حضرت عیسیٰؑ اور حاسد ۱۵۰
حسد میں کتنی قوت موجود ہے؟ ۱۵۱
دنیا میں پہلا قتل حسد کی وجہ سے ہوا ۱۵۳
امام محمد تقیؑ کو حسد کی وجہ سے شہید کیا گیا ۱۵۵
عورتوں میں حسد ۱۵۹
حضرت علی علیہ السلام کا فیصلہ ۱۶۱
غیر محتاط خوشامدی ۱۶۵

ابلیس فرعون کے دروازہ پر ۱۶۸
چند روایات ۱۶۹

باب ہفتم ۔ صبر و تحمل

صبر و تحمل کامیابی کی کلید ہے ۱۷۲
حصول آرزو کے لئے صبر و تحمل کی ضرورت ہے ۱۷۴
نوشیروان اور لکڑہارا ۱۷۶
تکالیف پر صبر و تحمل ۱۷۸
غربت پر صبر کرنا شہادت سے بھی بہتر ہے ۱۷۹
جلد بازی اور رزق حرام ۱۸۰
مصیبت پر صبر کرنے کا اجر ۱۸۰
جوان بیٹے کی موت پر صبر ۱۸۲
شہادت حمزہؓ و صبر پیغمبرؐ ۱۸۳
ہر تکلیف مؤمن کے لئے باعثِ اجر ہے ۱۸۵
بیماری خدائی تحفہ ہے ۱۸۶
امام صادق علیہ السلام کا خط ۱۸۶
صحرائی خاتون کا صبر ۱۸۹
دو صابر خواتین کا موازنہ ۱۹۰
چند روایات ۱۹۳

باب ہشتم۔ خوش اخلاقی کے فوائد اور بد اخلاقی کے مفاسد

اخلاق پیغمبرؐ کا ایک نمونہ ۱۹۶
کیا اخلاق پیغمبرؐ کی گنتی ممکن ہے؟ ۱۹۷
آپ کا اخلاق موجبِ جسارت بھی بنا ۱۹۸
آپ کو اعلیٰ اخلاق کتنا پسند تھا؟ ۱۹۹
بد خلقی فشارِ قبر کا سبب ہے ۲۰۳
جب آقا بد خلق ہو تو غلام بھی بد خلق ہوتے ہیں ۲۰۴
علیؑ نے مذاق اڑانے والے سے کیا سلوک کیا؟ ۲۰۵
میر کارواں کا رختِ سفر ۲۰۶
پیغمبر اسلامؐ نے اپنے عمل سے تبلیغ کی ۲۰۷
فرزندانِ اسلام سے دردمندانہ گزارش ۲۰۸
چند روایات ۲۱۰

باب نہم ۔ پیروی نفس کا نتیجہ

جب اطاعت نفس شرمندگی میں تبدیل ہوئی ۲۱۳
خواہشیں مجسم ہوگئیں ۲۱۴
خواہشات کی پیروی نے زلیخا کو کتنا ذلیل کیا؟ ۲۱۵
جذبہ شہوت کتنا قوی ہے؟ ۲۱۷
خواہش قوی ہے یا تربیت؟ ۲۱۹

شہوت رانی کا انجام ۲۲۰
بنی امیہ کی اسلام دشمنی کی ایک جھلک ۲۲۱
وہ جسے مرتے دم کلمہ نصیب نہ ہوا ۲۲۴
بڑے میاں سبحان اللہ ۲۲۵
حسن مجتبیٰؑ کا کردار ۲۲۸
ہوس پرستی یا بت پرستی ۲۳۰
ہوس پرستی کا بدترین انجام ۲۳۱
چند روایات ۲۳۴

باب دہم ۔ مخالفتِ نفس

مخالفت نفس کا ثمر ۲۳۸
مخالفت نفس کی وجہ سے کافر کو اسلام کی دولت نصیب ہوئی ۲۳۹
ایک عابد کی مخالفت نفس ۲۴۱
علمائے حقیقی کی روش ۲۴۲
ایک عالم ربانی کا کردار ۲۴۳
خواہش نفس پر غلبہ پانے والا غلام ۲۴۴
عشق و عقل کی جنگ میں سرخرو کون ہوا؟ ۲۴۶
نفس امارہ کی شکست ۲۴۸
جسے گرم لوہا نہیں جلاتا تھا ۲۴۹
حجلۂ عروسی سے میدان جنگ تک ۲۵۱
چند روایات ۲۵۳

مقدمہ

علم اخلاق کی ضرورت

قارئین کرام!

حجۃ الاسلام والمسلمین جناب موسیٰ خسروی کی یہ کتاب علم اخلاق پر مبنی ہے اور اس کے لئے انہوں نے سنگین اخلاقی مباحث کے بجائے تاریخی واقعات کا سہارا لیا ہے۔ تاکہ یہ ثابت کیا جا سکے کہ مذکورہ مباحث حکمت نظری سے نہیں بلکہ حکمت عملی سے تعلق رکھتے ہیں۔

اس مقام پر ایک اہم سوال یہ ہے کہ کیا لوگوں کے اخلاق اور روحیں تربیت کی وجہ سے قابل تغیر ہیں یا نہیں؟

اور اس سوال کی بنیاد پر علم اخلاق کی سرنوشت کا دارومدار ہے۔ اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ لوگوں کے اخلاق اور روحیں ان کے جسم اور روح کی اٹھان کے تابع ہوتے ہیں تو اس صورت میں علم اخلاق بے ہودہ اور لغو قرار پائیگا۔ کیونکہ اگر لوگوں کے اخلاق میں تبدیلی ناممکن ہے تو پھر اس علم کی چنداں ضرورت ہی نہیں ہے۔

اس کے برعکس اگر ہم دوسرا نظریہ قبول کریں یعنی تعلیم و تربیت کا اخلاق و کردار پر اثر مرتب ہوتا ہے تو پھر اس علم کی قدر و قیمت بخوبی واضح ہو سکتی ہے۔ بعض دانشوروں نے پہلے نظریہ کو قبول کیا ہے اور ان کا موقف یہ ہے کہ جس طرح سے کچھ درختوں کا پھل کڑوا ہوتا ہے اگرچہ باغبان لاکھ کوشش کرے تو بھی ان کا ثمر میٹھا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح سے ناپاک دلوں پر بھی تربیت کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا۔ اگر بالفرض کچھ تغیر پیدا ہو جائے تو وہ بھی فقط وقتی اور عارضی نوعیت کا ہوگا چند دنوں

کے بعد وہ اثر ختم ہو جائے گا۔

اس قنوطی نظریہ کے برعکس علم اجتماع کے مفکرین کی اکثریت کا نظریہ یہ ہے کہ تربیت سے اخلاق و روح میں تبدیلی ممکن ہے اور انہوں نے مسلسل تجربات سے اس حقیقت کو ثابت کیا ہے۔ اگر تعلیم و تربیت انسانی نفوس کے لئے غیر موثر ہوتی تو اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کو **مبعوث** نہ فرماتا۔

ہمارا مشاہدہ اس بات کا گواہ ہے کہ تربیت سے وحشی جانوروں کو بھی رام کیا جاسکتا ہے اور ان سے اپنے احکام پر عمل کرایا جاسکتا ہے۔ انسانی جسم متضاد قوتوں سے عبارت ہے۔ انسان میں ایک طرف سرکش خواہشات اور حیوانی جبلتیں موجود ہیں تو دوسری طرف انسان میں عقل و ادراک، عواطف انسانی اور وجدان کی قوتیں بھی موجود ہیں۔ اور یہ قوتیں انسان سے عدالت، نوعِ بشر سے الفت، پاکدامنی اور تقویٰ کا مطالبہ کرتی ہیں۔ اور انہی متضاد اوصاف کی وجہ سے ہر انسان میں نیکی اور بدی کی کشمکش ہمیشہ جاری رہتی ہے اور اسی وجہ سے انسانوں کی قدر و قیمت میں **فرق** پایا جاتا ہے، اس لئے "اعلی علیین" کے مقام پر بھی انسان فائز ہے اور "اسفل السافلین" کی اتھاہ گہرائیوں میں بھی انسان نظر آتا ہے۔ یہی انسان کبھی مقرب فرشتوں کا بھی مخدوم بن جاتا ہے اور کبھی جانوروں سے بھی بدتر دکھائی دیتا ہے۔ بالفاظ دیگر انسان اپنی عظمت پہ آئے تو اسے فرشتے سجدہ کرتے ہیں اور اگر انسان اپنی خباثت پہ آئے تو یہ خود بتوں کو سجدہ کرنے لگ جاتا ہے۔

تہذیب نفس یا جہاد اکبر

اپنے نفس کو رذائل سے پاک کرنا تہذیب نفس کہلاتا ہے اور اس کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ اسے "جہاد اکبر" سے تعبیر کیا گیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور اقدس میں جب مجاہدین کا گروہ فاتحانہ شان سے مدینہ منورہ میں پہنچا تو

آپؐ نے ان کا استقبال کرتے ہوئے فرمایا:

مرحبا بقوم قضو الجهاد الاصغر و بقی علیهم الجهاد الاکبر

فقیل یا رسول الله ماالجهاد الاکبر فقال جهاد بالنفس

"میں ان افراد کو خوش آمدید کہتا ہوں جو چھوٹا جہاد کر کے آئے اور جنہوں نے ابھی بڑا جہاد کرنا ہے۔" آپؐ سے پوچھا گیا کہ بڑا جہاد کیا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا "اپنے نفس سے جہاد کرنا بڑا جہاد ہے۔"

حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک مشہور حدیث ہے:

ان افضل الجهاد من جاهد نفسه التی بین جنبیه

یاد رکھو! سب سے افضل جہاد ان سرکش خواہشات کے خلاف جہاد کرنا ہے جو انسان کے سینہ میں موجود ہیں۔

واضح رہے کہ اس جہاد کو جہادِ اکبر اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ جہاد وقتی اور عارضی نہیں ہے یہ ابدی اور سرمدی جہاد ہے۔

علاوہ ازیں داخلی جنگ بیرونی جنگ سے زیادہ صبر آزما ہوتی ہے، کیونکہ اگر کوئی شخص ظاہری جہاد میں کفار کے ہاتھوں قتل ہوجائے تو اسے شہادت کا بلند رتبہ نصیب ہوتا ہے لیکن اگر انسان اپنے نفس امارہ کے ہاتھوں سے مارا جائے تو اسے شقاوت نصیب ہوتی ہے۔ اس لئے بیرونی جنگ مومن کے لئے زیادہ مشکل نہیں ہے جہاد بالنفس بہت مشکل ہے۔

اور یاد رکھیں جہاد بالنفس کا مرحلہ انسان کی پوری زندگی پر محیط ہوتا ہے یہ جہاد اگرچہ تھکا دینے والا ہے لیکن انسان کو شرفِ انسانیت عطا کرتا ہے۔ جو انسان اپنی پوری زندگی اپنے نفس کے خلاف رزم آرائی میں مصروف رہے تو اس میں استقلال و پامردی کی صفاتِ جلیلہ پیدا ہوتی ہیں۔ جیسا کہ جنگلی درخت جو کہ ہمیشہ تند ہواؤں

اور پیاس سے نبرد آزما رہتے ہیں ان میں پختگی پیدا ہوتی ہے، اور اس کی طرف خطیب منبر سلونی امیر المومنین علیہ السلام نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: جنگلی درختوں کی لکڑی زیادہ مضبوط اور ان کی آگ زیادہ دیرپا ہوتی ہے: (نہج البلاغہ)

اس سے زیادہ میں کتاب اور قارئین کے درمیان حائل نہیں ہونا چاہتا۔ بس یہی التماس ہے کہ کتاب کے قصص و امثال سے عبرت حاصل کریں اور نصائح پر عمل کر کے نفس امارہ کو شکست دیں۔

آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اس رزمِ حق و باطل میں خداوند عالم آپ کا اور ہمارا حامی و ناصر ہو۔ اور اپنی سب سے پیاری مخلوق محمد و آل محمد علیہم السلام کے صدقہ میں قدم قدم پر ہماری رہنمائی فرمائے۔

بے شک وہ جستجو کرنے والوں کو راہِ حق کی ہدایت عطا کرتا ہے۔ والسلام

آپکی دعاؤں کا طالب

محمد حسن جعفری

باب اوّل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعدہ وفائی

صفوان بن یحیٰی کی وعدہ وفائی

شیخ طوسی کہتے ہیں کہ صفوان یحیی اپنے دور کے قابل وثوق شخص تھے وہ روزانہ ایک سو پچاس رکعت نماز پڑھتے سال میں تین ماہ روزہ رکھتے اور تین دفعہ زکوۃ ادا کرتے تھے۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے عبداللہ بن جندب اور علی بن نعمان کے ساتھ خانہ خدا میں عہد کیا تھا کہ ہم میں سے پہلے مرنے والے افراد کی نماز، روزہ اور زکوۃ بعد میں زندہ رہنے والا شخص ادا کرتا رہے گا۔

اتفاق یہ ہوا کہ عبداللہ اور علی پہلے فوت ہوگئے۔ صفوان اپنے وعدے کے مطابق جب تک زندہ رہے اپنے دونوں دوستوں کی نماز، روزہ اور زکوۃ ادا کرتے رہے۔

۲۱۰ھ میں ان کی وفات ہوئی تو امام محمد تقی علیہ السلام نے ان کے لئے کافور اور کفن روانہ کیا اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے فرزند اسماعیل کو حکم دیا کہ وہ ان کی نماز جنازہ پڑھیں۔

ان کی پرہیزگاری کی انتہا یہ تھی کہ ان کے ایک مکی ہمسایہ نے انہیں دو دینار بطور امانت دیئے کہ یہ رقم آپ کوفہ میں فلاں شخص تک پہنچا دیں۔ تو انہوں

نے کہا میں نے اونٹ کرایہ کا لیا ہوا ہے اور اونٹ کے مالک سے میں نے اس کی اجازت نہیں لی۔ اس کے بعد وہ اونٹ کے مالک سے ملے اور اس سے اجازت لینے کے بعد انہوں نے دو دینار بطور امانت لئے۔ (تمت المنتہی)

عورت کی وعدہ خلافی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک قبرستان سے گزر ہوا۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک بوڑھا ایک قبر پر خیمہ لگائے بیٹھا ہے۔

انہوں نے بوڑھے سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا: یہ میری بیوی کی قبر ہے ہم نے ایک دوسرے سے وعدہ کیا تھا کہ ہم میں سے جو بھی پہلے مرے گا، تو دوسرا اپنی پوری زندگی اس کی قبر پر بیٹھ کر بسر کرے گا۔ چنانچہ میری بیوی فوت ہوئی تو میں اس سے اپنا کیا ہوا عہد نبھا رہا ہوں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں اسے زندہ کردوں؟

بوڑھے نے کہا: اگر آپ ایسا کریں تو آپ کا عظیم احسان ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی۔ فوراً قبر شگافتہ ہوئی ور عورت زندہ ہو کر قبر سے باہر آگئی۔

بوڑھا بہت خوش ہوا اور اپنی بیوی کو لے کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ اس کا گھر قبرستان سے کافی دور تھا۔ راستہ میں ایک صحرا پڑتا تھا۔ وہ اپنی بیوی کو لے کر صحرا سے گزر رہا تھا کہ اسے نیند کا شدت سے احساس ہوا۔ چنانچہ وہ بیوی کی ران پر سر رکھ کر سو گیا۔

اسی اثنا میں ایک شہزادے کا ادھر سے گزر ہوا اس نے بوڑھے کو جوان و حسین عورت کی آغوش میں آرام کرتے ہوئے دیکھا تو اس کی نیت میں فتور آگیا۔ اس نے عورت سے کہا کہ تو جوان اور حسین ہے اس بوڑھے کے ساتھ زندگی کیسے بسر کر

رہی ہے؟

عورت نے کہا: میں مجبور ہوں یہ مجھے چرا کر لایا ہے۔

شہزادے نے کہا: پھر تم احتیاط سے اس کا سر اپنی جھولی سے اتار کر زمین پر رکھ دو اور میرے ساتھ چلی آؤ۔

عورت نے بوڑھے کا سر آرام سے زمین پر رکھ دیا اور خود شہزادے کے ساتھ روانہ ہوگئی۔

جب بوڑھا نیند سے بیدار ہوا تو بیوی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ قدموں کے نشان سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے آخر کار وہ بیوی کے ٹھکانے پر پہنچ گیا پس شہر کے قاضی کے پاس گیا اور اس کے سامنے بیوی کی شکایت کی۔

قاضی نے عورت کو بلایا اور نصیحت کی کہ اگر بوڑھا سچا ہے تو اسے اس کے ساتھ چلے جانا چاہئے۔ مگر عورت نے اسے شوہر تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔

بوڑھے نے قاضی سے کہا کہ یہ مر کر قبر میں چلی گئی تھی اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اسے نئی زندگی ملی ہے۔ آپ جناب عیسیٰ علیہ السلام کو بلائیں وہ میری تائید فرمائیں گے۔

جناب عیسیٰ علیہ السلام آئے اور عورت کو نصیحت کی کہ بوڑھے کی ساتھ چلی جائے مگر عورت نے واقعہ کی صحت سے انکار کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم میاں بیوی آپس میں مباہلہ کرو تم میں سے جو جھوٹا ہوگا وہ فوراً مر جائے گا۔ بیوی نے بوڑھے کو بددعا کی لیکن اسکی بددعا کا کوئی اثر نہ ہوا۔ پھر بوڑھے نے اپنی بیوی کو بددعا کی تو وہ فوراً مر گئی۔ (ملوک الطوائف)

جہاں جنسی خواہشات غالب ہوں

دریائے فرات کے کنارے اساطرون نامی ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا اور

اس کی حکومت اس قدر مضبوط تھی کہ شاپور ذوالاکتاف اس کا لحاظ کرتا تھا لیکن جب رومیوں سے شاپور کی صلح ہوگئی تو اس نے اپنی بد فطرتی کی وجہ سے اساطرون کے شہر کی تسخیر کا ارادہ کیا۔

شاپور نے اساطرون کی مملکت کے چھوٹے شہر فتح کر لئے اور آخر کار اس کی دارالحکومت کا محاصرہ کرلیا۔

اساطرون قلعہ بند ہوگیا جہاں کئی سالوں کی ضرورت کے مطابق غلہ اور خشک چارہ وغیرہ موجود تھا۔

شاپور نے تمام حربے آزما ڈالے لیکن وہ کسی طرح سے بھی قلعہ میں داخل نہ ہو سکا۔ ایک دن اساطرون کی بیٹی قلعہ کے حصار پر کھڑی دشمن کی فوج کا نظارہ کر رہی تھی کہ اس کی نظر شاپور پر پڑی۔ وہ اس کی مردانہ وجاہت سے بے حد متاثر ہوئی اور اسے پیغام بھیجا اگر تم مجھ سے شادی کرنے کا وعدہ کرو تو میں تمہارے لئے قلعہ کے دروازے کھلوادوں گی۔

شاپور نے وعدہ کیا کہ شہر کے تسخیر کی فورا بعد میں تم سے شادی کرلونگا۔

لڑکی نے ایک رات قلعہ بانوں کو دروازہ کھولنے کا حکم دیا۔ جیسے ہی دروازہ کھلا تو شاپور کی فوج ٹڈی دل کی طرح قلعہ میں داخل ہوگئی اور چند ہی گھنٹوں میں قلعہ پر قبضہ کرلیا۔ مقابلہ میں اساطرون قتل ہوگیا۔

شاپور نے اساطرون کی بیٹی سے شادی کرلی۔ چند دن گزرے کہ شاپور نے اپنی بیوی کی پشت پر ایک نشان دیکھا۔ تو اس نے بیوی سے اس نشان کے متعلق دریافت کیا تو اس کی بیوی نے کہا: بات دراصل یہ ہے کہ میں رات جس بستر پر سوئی تھی اس پر درخت کا ایک پتہ تھا۔ اسی پتہ کا نشان میری پشت پر ثبت ہوگیا۔

یہ سن کر شاپور بڑا متعجب ہوا اور کہا: تم نے تو بڑی نرم و نازک جلد پائی ہے

اس کی بیوی نے کہا: جی ہاں میرے باپ نے بڑے ناز و نعم سے مجھے پالا تھا اور وہ مجھے ہمیشہ کھانے میں مغز گوسفند اور انڈے کی زردی اور شہد کھلایا کرتا تھا اسی لئے میری جلد اتنی نرم و نازک ہے۔

یہ سن کر شاپور نے اپنی گردن جھکالی اور کافی دیر تک گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے سر اٹھا کر کہا: جب تو نے اتنے مہربان باپ سے وفا نہ کی تو پھر مجھ سے تو کیسے وفا کرے گی؟

پھر اس نے حکم دیا کہ اس کے بالوں کو گھوڑے کی دُم سے باندھ کر خاردار مقام پر اس وقت تک دوڑایا جائے جب تک یہ مرنہ جائے۔ کامل ابن اثیر جلد اول

پیر پیمانہ کش ما کہ روانش خوش باد
گفت پرہیز کن از صحبت پیمان شکنان

حافظ

ایک صحرانشین کی وفا

نعمان بن منذر کا تعلق ملوک حیرہ سے تھا۔ اور جس دور میں ایران پر ساسانیوں کی حکومت تھی اسی دور میں جزیرہ نمائے عرب پر ملوک حیرہ حکومت کرتے تھے۔ نعمان بن منذر اس خاندان کا مشہور حکمراں تھا۔

ایک مرتبہ وہ اپنے چند ساتھیوں کو لے کر شکار کے لئے نکلا۔ جنگل میں ایک گورخر اسے نظر آیا۔ اس نے اپنا گھوڑا اس کے پیچھے لگادیا اور گھوڑے کو اتنا دور لے گیا کہ تمام ساتھی بہت پیچھے رہ گئے اب وہ جنگل میں تن تنہا ہوگیا۔ شام ہونے والی تھی۔ اس نے سوچا کہ اب جب کہ رات ہونے والی ہے میں رات کہاں بسر کروں۔ ایک ٹیلے پر چڑھ کر ادھر ادھر دیکھا اسے صحرا میں دور ایک خیمہ نظر آیا۔ چنانچہ اس نے گھوڑے کو اسی طرف دوڑادیا۔

وہاں پہنچا تو ایک بوسیدہ سا خیمہ لگا ہوا تھا اور خیمہ میں ایک مرد اور ایک عورت بیٹھے تھے۔

نعمان نے کہا: کیا شب بسری کے لئے مجھے یہاں جگہ مل سکتی ہے؟

مرد خیمہ سے نکلا اور کہا: مہمان پر میری ہزار جانیں قربان، آپ گھوڑے سے اتر آئیں۔

نعمان گھوڑے سے اترا اور اس مرد کا نام پوچھا تو اس نے بتایا کہ میرا نام حنظلہ ہے اور میرا تعلق بنی طے قبیلہ سے ہے۔

حنظلہ نے نعمان کے گھوڑے کو ایک میخ سے باندھا اور اس کے سامنے چارہ ڈالا۔

ان صحرا نشینوں کے پاس صرف ایک بھیڑ تھی اور وہی بھیڑ ان کی کل کائنات تھی۔ اس کا دودھ پی کر وہ گزارا کیا کرتے تھے۔

حنظلہ نے بیوی سے کہا کہ یہ شخص مجھے معزز انسان نظر آتا ہے اور اتفاق سے آج ہمارا مہمان ہوا ہے اس کے لئے ہم کیا پکائیں؟

بیوی نے کہا: میرے پاس آٹے کی کچھ مقدار موجود ہے۔ لہذا آپ بھیڑ کا دودھ دوہ لیں اور پھر اسے ذبح کرلیں۔

حنظلہ نے بھیڑ ذبح کی اور اس کا دودھ اور گوشت، روٹی کے ساتھ مہمان کو پیش کیا۔ مہمان نے ساری رات وہاں بسر کی۔ صبح ہوئی تو اس نے میزبان سے کہا کہ میں سلطانِ عرب نعمان بن منذر ہوں۔ آپ لوگوں نے میری بہترین مہمان نوازی کی ہے میں بھی تمہیں اپنے ہاں آنے کی دعوت دیتا ہوں۔

اس واقعہ کو کافی دن گزر گئے۔ حنظلہ کی غربت اور فاقہ کشی نے اسے بادشاہ کے پاس جانے کے لئے مجبور کردیا۔

نعمان بادشاہ کا اصول تھا کہ سال کا ایک دن وہ یومِ غم کے طور پر منایا کرتا تھا چونکہ وہ دن اس کے ندیموں کی موت کا دن تھا۔ اس دن وہ اس قبرستان میں آتا تھا جہاں اس کے دونوں ندیم دفن تھے۔ اس دن باہر سے جو شخص بھی آتا تو نعمان اسے قتل کرادیتا تھا۔

اتفاق یہ ہوا کہ تقدیر حنظلہ کو اسی دن نعمان کے پاس لے گئی جو اس کے لئے یومِ غم تھا۔

اس نے جیسے ہی حنظلہ کو دیکھا تو بہت پریشان ہوا کیونکہ وہ اپنے محسن کو قتل کرنا بھی پسند نہیں کرتا تھا۔ اس نے حنظلہ سے کہا: میں بھولتا ہوں یا تم میرے میزبان حنظلہ ہو؟

حنظلہ نے جواب دیا: آپ درست کہتے ہیں میں وہی حنظلہ ہوں۔

بادشاہ نے کہا: آج کا دن میرے لئے سوگ کا دن ہے۔ کاش تو اس دن یہاں نہ آیا ہوتا۔ کیونکہ میرا اصول یہ ہے کہ اس دن جو بھی شخص باہر سے یہاں آتا ہے تو میں اسے قتل کرادیتا ہوں۔ بہر نوع تمہاری جو بھی خواہش ہو مجھ سے طلب کرو پھر میں تمہیں قتل کراؤں گا۔

حنظلہ نے کہا: دولت زندگی کا نعم البدل نہیں ہے۔ اگر تو نے بہر صورت مجھے قتل ہی کرنا ہے تو پھر مجھے مہلت دے تاکہ میں ایک دفعہ اپنے گھر جاؤں اور قوم قبیلہ کے افراد سے الوداع کرلوں۔

بادشاہ نے کہا: اس شرط پر تجھے اجازت دوں گا کہ کوئی تیری ضمانت دے۔

نووارد صحرائی نے ایک ایک درباری کو دیکھا لیکن کوئی بھی ضامن بننے کے لئے تیار نہ تھا آخرکار ایک درباری نے اس کی ضمانت کا اعلان کیا۔ اس درباری کا نام قراد بن اجدع تھا اور اس کا تعلق بنی کلب سے تھا۔

قراد بن اجدع نے بادشاہ سے کہا: آپ اس کو جانے دیں اگر اگلے سال اسی مقام پر سورج غروب ہونے تک وہ نہ آیا تو آپ اس کی بجائے مجھے قتل کر دینا۔

بادشاہ نے ضمانت قبول کی اور حنظلہ کو پانچ سو اونٹ دیئے۔ اور وہ اونٹ لے کر روانہ ہو گیا۔

سال گزر گیا اور پھر بادشاہ کا یومِ غم آگیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ضامن کو ہتھکڑیاں پہنادی جائیں اور اس کی نگہداشت کی جائے۔

بادشاہ قبرستان گیا اور جیسے جیسے سورج ڈھلتا گیا لوگوں کی بے قراری میں اضافہ ہوتا گیا۔ سورج ڈوبنے کے قریب آیا۔ جلاد تلوار لے کر قراد بن اجدع کے سر پر پہنچ گیا۔ اور بادشاہ نے جلاد سے کہا کہ اب تم اس کا سر قلم کردو۔

مگر چند وزراء نے بادشاہ سے درخواست کی کہ آپ جلدی نہ کریں، ابھی سورج اچھی طرح سے غروب نہیں ہوا جیسے ہی سورج کی آخری کرن غروب ہو تو آپ اپنے فیصلہ پر عمل درآمد کرائیں۔

اتنے میں لوگوں نے دیکھا کہ ایک شخص دور سے دوڑتا ہوا آرہا ہے۔ اور زور زور سے چلا کر کہہ رہا ہے کہ جلدی نہ کرو میں آگیا ہوں۔

وہ شخص قریب آیا تو وہ حنظلہ تھا۔ بادشاہ کو اس کے آنے کا قلق ہوا کیونکہ بادشاہ ذہنی طور پر یہ چاہتا تھا کہ ضامن قتل ہو جائے اور حنظلہ کسی طرح سے بچ جائے۔ دراصل وہ اپنے میزبان کو قتل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ جیسے ہی حنظلہ آیا تو بادشاہ نے کہا: تو موت کے آہنی پنجوں سے نکل چکا تھا، پھر تجھے اس وعدہ وفائی کی کیا ضرورت تھی جس کا انجام بہر صورت موت ہے؟

حنظلہ نے جواب دیا: میرا دین مجھے وعدہ وفائی کا حکم دیتا ہے۔

بادشاہ نے پوچھا: تمہارا دین کونسا ہے؟

حنظلہ نے کہا: میں عیسیٰ علیہ السلام کا پیروکار ہوں۔

بادشاہ نے کہا: اس دین کے ضروری احکام مجھے بتلاؤ۔ جب حنظلہ نے دینِ مسیحا کے ضروری احکام سنائے تو بادشاہ نے کہا کہ ہم اب تک غافل تھے ہمیں بھی اپنے ساتھ دینِ عیسیٰؑ میں داخل کرو اور یوں ایک شخص کی وعدہ وفائی کی وجہ سے بادشاہ اپنے متعلقین سمیت ایمان لایا۔ اور یومِ غم کی رسم بد ہمیشہ کیلئے ختم کر دی۔

ائمہ ہدیٰ نذورات کا ایفا چاہتے ہیں

کتاب تذکرہ دولت شاہی میں جناب حسن کاشی کے متعلق مرقوم ہے کہ موصوف ایک قادر الکلام شاعر تھے اور ان کی خصوصیات یہ تھیں مدح آل محمد علیہم السلام کے علاوہ انہوں نے دیگر موضوعات پر کبھی طبع آزمائی ہی نہیں کی تھی۔

ایران سے حج و زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ مکہ و مدینہ کی زیارات مکمل کر کے نجف اشرف آئے اور امیر المومنین علیہ السلام کے مرقد مطہر کے سامنے کھڑے ہو کر انہوں نے ایک قصیدہ پڑھا جس کا مطلع یہ تھا......

اے زبدو آفرینش پیشوائے اہل دین
وی زعزت مادح بازوئے تو روح الامین

اے اہل دین کے رہبر و رہنما! آپ کی وجہ سے کائنات کی تخلیق ہوئی اور آپ وہ ذات پاک ہیں کہ روح الامین آپ کی قوت بازو کی مدح کرتا ہے۔

قصیدہ مکمل ہوا، رات کو سوئے، خواب میں مولائے کائنات امیر المومنین علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپؑ نے فرمایا: کاشی دور سے آئے ہو اور ہم پر تمہارے دو حق بنتے ہیں۔ پہلا تمہارا حق تو یہ ہے کہ تم ہمارے مہمان ہو۔ اور دوسرا حق یہ ہے کہ تم نے ہمارے حضور شعر پڑھے ہیں۔

تم بصرہ چلے جاؤ وہاں ایک مشہور تاجر رہتا ہے جس کا نام مسعود بن افلح ہے،

تم اس سے ملو اور اسے ہمارا سلام پہنچاؤ اور اس سے کہو کہ امیر المومنین فرماتے ہیں کہ جب تم نے مالِ تجارت عمان لے جانے کی تیاری کی تھی تو تم نے منت مانی تھی کہ اگر تمہاری کشتی خیر و عافیت سے منزل مقصود پر لنگر انداز ہوگئی تو تم ایک ہزار دینار ہماری راہ میں خرچ کرو گے۔

کاشی! اس تاجر سے ایک ہزار دینار لے کر اپنی ضروریات پوری کرنا۔

حسن کاشی کہتے ہیں کہ میں بصرہ گیا اور اس تاجر سے ملا اور اسے امیر المومنین علیہ السلام کا پیغام سنایا تو وہ خوشی کی وجہ سے بے ہوش ہوتے ہوتے بچا اور کہنے لگا: خدا کی قسم کوئی بھی فرد میری اس منت سے آگاہ نہیں تھا۔ اس نے مجھے ایک ہزار دینار دیئے اور بہترین پوشاک میری نذر کی اور بصرہ کے غرباء و مساکین کے لئے دعوت کا انتظام کیا۔ (روضات الجنات۔ ص ۱۷۱)

ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے دوستوں سے ہماری درخواست ہے کہ وہ جب بھی کوئی منت مانیں تو اسے ادا کریں کیونکہ معصومین علیہم السلام نے منت و نذر کی ادائیگی کی نصیحت فرمائی ہے۔

وعدہ وفائی دلیل جواں مردی

عباس نامی ایک شخص مامون الرشید عباسی کے دور حکومت میں پولیس کا سربراہ تھا۔ وہ کہتا ہے کہ میں ایک دن مامون کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص ہتھکڑیاں اور طوق پہنے اس کے دربار میں پیش ہوا۔

مامون نے مجھے کہا: عباس! یہ شخص بہت بڑا مجرم ہے میں اسے تیری تحویل میں دیتا ہوں اور اس کا خیال رکھنا کہیں یہ بھاگ نہ جائے۔

میں نے ماتحت ملازمین کو کہا کہ تم اسے میرے گھر لے جاؤ اور وہاں ایک کمرہ میں اسے بند کر کے تالا لگادو۔ میں خود اس سے تحقیقات کرتا رہوں گا۔

ملازمین نے قیدی کو میرے گھر پہنچادیا۔ کچھ دیر بعد میں اپنے گھر گیا۔ میں نے قیدی کو اپنے سامنے بلایا۔

سب سے پہلے میں نے اس سے اس کے شہر کا نام پوچھا تو اس نے کہا کہ میرا تعلق دمشق شہر سے ہے۔

میں نے دمشق کا نام سن کر اس سے پوچھا کہ کیا تو فلاں آدمی کو پہچانتا ہے؟ اس نے میرا سوال سن کر الٹا مجھ پر سوال کردیا کہ آپ اسے کیسے جانتے ہیں؟ میں نے کہا کہ وہ میرے برے وقتوں کا ساتھی ہے۔ لیکن اب تم اپنا نام پتہ اور جرم بتاؤ۔

اس نے کہا: آپ صبر سے کام لیں۔ میں آپ کے تمام سوالات کا جواب دوں گا لیکن پہلے آپ اپنی شام کی داستان مجھے سنائیں۔

میں نے کہا کہ میں کئی سال پہلے والی شام کا مصاحب تھا۔ لوگوں نے اس کے خلاف بغاوت کردی۔ اور بغاوت اتنی کامیاب ہوئی کہ والیِ شام کو محل چھوڑ کر فرار کرنا پڑا۔ حاکم کے فرار کے ساتھ ہم نے بھی محل چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی۔ لوگ ہمارا تعاقب کر رہے تھے اور ہمیں یقین تھا کہ اگر ہم پکڑے گئے تو مشتعل ہجوم ہمارے جسموں کے ٹکڑے کردے گا۔

فرار کے دوران میں نے ایک شخص کو اس کے دروازے پر کھڑا دیکھا تو اس سے درخواست کی کہ وہ مجھے امان دے اور مشتعل ہجوم کے شر سے مجھے نجات دلائے اور یہ کہ میں اس کا یہ احسان تازیست یاد رکھوں گا۔

اس شخص نے مجھے اپنے گھر میں داخل کیا۔ مجھے ایک کمرے میں لے گیا اور اپنی بیوی کو حکم دیا کہ وہ بھی میرے ساتھ اسی کمرے میں آجائے۔ اپنے شوہر کا کہنا مان کر اس کی بیوی بھی اسی کمرے میں آگئی جہاں میں موجود تھا۔

تھوڑی دیر بعد مشتعل ہجوم اس گھر میں داخل ہوگیا اور صاحبِ خانہ سے کہا

کہ ہمارا مجرم تمہارے گھر میں داخل ہو گیا ہے اسے ہمارے حوالے کرو۔

میرے میزبان نے کہا: میرا سارا گھر تمہارے سامنے ہے اس کی تلاشی لے لو۔ میرے گھر میں کوئی مجرم داخل نہیں ہوا۔

مجمع بپھرے ہوئے طوفان کی طرح گھر میں داخل ہوا انہوں نے تمام کمروں کو کھول کر دیکھنا شروع کیا۔ اور جب وہ اس کمرے کے دروازے پر پہنچے جس میں میں موجود تھا تو اس کی بیوی نے چلا کر کہا: تمہیں شرم آنی چاہئے تم میرے کمرے میں داخل ہونا چاہتے ہو؟

عورت کی آواز سن کر مجمع واپس چلا گیا اور یوں میری جان میں جان آئی۔

میں چند دن اس شخص کے گھر میں رہا اس نے میری بڑی خاطر مدارات کی۔ ایک دن میں نے کہا کہ میں بھیس بدل کر باہر جانا چاہتا ہوں تاکہ کسی واقف کار شخص کو تلاش کر سکوں۔ اس نے کہا میں اس شرط پر تمہیں باہر جانے دوں گا کہ تم دوبارہ ہمارے ہاں واپس آؤ گے۔

میں باہر گیا اور واقف کار افراد کو تلاش کرتا رہا لیکن مجھے کوئی بھی واقف شخص نہ مل سکا۔ میں دوبارہ اپنے محسن کے گھر واپس آیا اور اس سے کہا کہ میں بغداد جانا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا کہ بغداد کا قافلہ تین روز بعد یہاں سے روانہ ہوگا پس جیسے ہی قافلہ کوچ کرے گا تم کو قافلہ تک پہنچادوں گا۔

روانگی کی شب میں ساری رات سوچتا رہا کہ میں سواری اور زادِ راہ کے بغیر بغداد کا طویل سفر کس طرح سے طے کروں گا۔

صبح ہوئی تو میرے میزبان نے مجھے قافلہ کی روانگی کی خبر دی۔ اس اثنا میں اس کی بیوی آئی۔ اس نے مجھے ایک جوڑا کپڑوں کا اور ایک نیا جوتا دیا اور ایک تلوار بھی میرے حوالہ کی پھر ایک صندوق لے کر آئی جس میں پانچ ہزار درہم تھے۔ اس کے

بعد ایک گھوڑا اور ایک گدھا بھی لے کر آئی اور اس کے ساتھ ایک غلام بھی تھا۔

میرے میزبان نے کہا: میرا غلام آپ کے ساتھ بغداد تک جائے گا۔ واپسی پر وہ گھوڑے اور گدھے کو لیتا آئے گا اب آپ مطمئن ہو کر جائیں اور اگر ہماری طرف سے مہمانی میں کوئی کمی ہوئی ہو تو اس کے لئے ہمیں معاف کردیں۔

میں نے اپنے محسن کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ اگر اللہ نے اچھے دن دکھائے تو میں اس کے احسان کا بدلہ ضرور چکاؤں گا۔

پھر میں بغداد آگیا اور یہاں خلیفہ کی پولیس میں ملازمت کرلی اور اپنی دیانت و محنت سے آج میں پولیس کا سربراہ بن چکا ہوں۔ مجھے آج بھی اپنے محسن کے دیکھنے کی شدید آرزو ہے۔

میرا قیدی میری تمام داستان کو توجہ سے سنتا رہا اور جب میری داستان پوری ہوئی تو اس نے کہا کہ اللہ نے کسی محنت و مشقت کے بغیر تمہیں تمہارا میزبان ملا دیا۔ میں نے کہا: وہ کیسے؟

تو اس نے بتایا کہ میں ہی دمشق میں تمہارا میزبان تھا اور تم میرے پاس ہی ٹھہرے تھے، پھر اس نے مجھے چند نشانیاں یاد د. یں جس سے مجھے اس کی صداقت کا یقین آگیا۔

میں نے اس سے پوچھا کہ اب تم پر کونسی افتاد آن پڑی جس کی وجہ سے تم اس حالت پر پہنچ گئے؟

تو اس نے بتایا: جیسا کہ تمہارے زمانے میں ایک بغاوت ہوئی تھی اسی طرح سے چند روز پہلے دمشق میں بغاوت ہوئی۔ خلیفہ کی فوج نے بغاوت کو ناکام اور باغی سرغنوں کو گرفتار کیا کسی حاسد نے انہیں میرے متعلق بتایا کہ میں بھی بغاوت کرانے والوں میں شامل تھا، جب کہ خدا جانتا ہے کہ اس بغاوت سے میرا دور کا بھی

واسطہ نہیں تھا۔ بس اس کے بعد مجھے قید کر کے یہاں بغداد روانہ کر دیا گیا اور آج میں تمہارا قیدی ہوں۔

میں نے لوہار کو بلایا اور اس کی ہتھکڑیاں کٹوائیں۔ پھر میں نے اسے پانچ جوڑے کپڑے اور دس ہزار درہم اور گھوڑا دے کر کہا کہ میں تمہیں مزید ایک لمحہ بھی قید نہیں رکھ سکتا۔ رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھاؤ اور یہاں سے نکل جاؤ۔

قیدی نے کہا: یہ جواں مردی کے اصولوں کے خلاف ہے میں بھاگ گیا تو خلیفہ میرے بدلے تمہیں قتل کرادے گا۔

میں نے کہا: چاہے کچھ بھی ہو جائے تم چلے جاؤ۔ اس نے کہا: اگر آپ اتنا ہی مہربان ہیں تو مجھے کسی دوسری جگہ منتقل کر دیں۔ صبح جب آپ خلیفہ کے پاس جائیں تو اسے اپنی اور میری داستان سنائیں اور اسے یقین دلائیں کہ بغاوت میں میرا کوئی ہاتھ نہیں تھا اگر اسے یقین آجائے تو بہتر پھر میں کہیں باہر چلا جاؤں گا اور اگر وہ مجھے اپنے سامنے بلانے پر اصرار کرے تو تم مجھے اس جگہ سے دربار میں بلوا لینا۔

صبح ہوئی میں خلیفہ کے دربار میں حاضر ہوا خلیفہ نے مجھ سے قیدی کے متعلق دریافت کیا تو میں نے اسے ساری داستان سنائی۔ خلیفہ یہ سن کر بہت متاثر ہوا اور کہا: خدا کی قسم وہ شخص جواں مرد ہے۔ میں اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔

میں نے اسے دربار میں بلوایا تو وہ آگیا۔ خلیفہ نے اس کی عزت کی اور اپنے قریب بٹھایا اور اسے دمشق کا عامل بننے کی پیش کش کی۔ اس نے عامل بننے سے معذرت کی تو خلیفہ نے کہا پھر آپ ہمیں شام کے حالات سے آگاہ کرتے رہیں۔ اس نے خلیفہ کی یہ بات مان لی۔ مامون نے اسے دس گھوڑے، دس غلام اور دس ہزار دینار بطور انعام دیئے۔ اور شام کے والی کو لکھا کہ آئندہ اس سے خراج وصول نہ کیا جائے۔ (ثمرات الاوراق ابن حجت حموی)

معاہدہ لکھ لینا چاہئے

امام باقر علیہ السلام کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو عالم ذر میں ان کی اولاد میں سے ہونے والے انبیاء دکھائے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام نے جناب داؤد علیہ السلام کی عمر دیکھی تو انہیں سخت افسوس ہوا اور عرض کی: پروردگار! مجھے اپنا یہ بیٹا بڑا عزیز ہے لیکن اس کی عمر بہت ہی کم ہے اور میں اسے اپنی عمر کے تیس سال دیتا ہوں۔ میری عمر کے تیس سال کاٹ کر اس کی عمر میں ان ایام کا اضافہ فرما۔

خداوند عالم نے حضرت آدم کی درخواست قبول فرمائی اور ان کی زندگی کے تیس سال داؤد علیہ السلام کی زندگی میں ثبت فرمادیئے۔ اور (یمحو اللہ مایشآء ویثبت وعندہ ام الکتاب) کا بھی یہی مفہوم ہے۔

دن گزرتے رہے یہاں تک کہ آدم علیہ السلام کی وفات کا وقت آن پہنچا، ملک الموت ان کے پاس پہنچے تو آدم علیہ السلام نے فرمایا: ابھی تو میری زندگی کے تیس سال باقی ہیں عزرائیل علیہ السلام نے کہا: آپ نے وہ تیس سال اپنے بیٹے داؤد علیہ السلام کو بخش دیئے تھے، اور اس وقت آپ وادی "دخنا" میں تھے۔

آدم علیہ السلام نے فرمایا: مجھے تو ایسی کوئی بات یاد نہیں ہے۔

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم آدم جھوٹے نہ تھے انہیں درحقیقت اپنا وعدہ بھول چکا تھا۔ اس کے بعد اللہ تبارک تعالیٰ نے حکم دیا کہ جب بھی معاہدہ کیا جائے تو اسے رشتۂ تحریر میں لایا جائے تاکہ کوئی فریق معاہدہ کو بھول نہ سکے۔ (انوار نعمانیہ۔ علل الشرائع)

اسماء بنت عمیس کا خدیجۃ الکبریٰ سے وعدہ

حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ بیمار ہوئیں اور ان کے مرض میں شدت ہوئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سرہانے آبیٹھے۔

خدیجۃ الکبریٰ نے عرض کی: یارسول اللہ! میری چند وصیتیں ہیں آپ انہیں سنیں۔ میری پہلی وصیت یہ ہے کہ اگر خدمت میں کوتاہی ہوئی ہو تو کنیز کو معاف کر دیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم سے کوئی کوتاہی نہیں ہوئی تم نے پوری طرح سے میری خدمت کی، اپنا مال راہِ خدا میں خرچ کیا اور میرے گھر میں تم نے پیوند زدہ کپڑے پہنے جب کہ تم ملیکۃ العرب تھیں۔

بی بی خدیجہ نے کہا: میری دوسری وصیت یہ ہے کہ میری بیٹی فاطمہ زہرا (سلام اللہ علیہا) چھوٹی ہے۔ میرے بعد یتیم ہو جائے گی، اسے کوئی ستانے نہ پائے۔

میری ایک تیسری وصیت بھی ہے لیکن میں آپ کے سامنے کہنے سے شرماتی ہوں میں وہ وصیت اپنی بیٹی فاطمہ کو سناتی ہوں اور وہی آپ کو سنائے گی۔

رسول خدا کمرہ سے باہر چلے گئے اور اپنی بیٹی کو جناب خدیجہ کے پاس روانہ کیا۔

جناب خدیجہ نے اپنی بیٹی فاطمہ سلام اللہ علیھا سے کہا: بیٹی! اپنے بابا سے کہو کہ میری ماں کہتی ہیں کہ میں قبر سے بہت ڈرتی ہوں آپ وحی کے وقت جو لباس پہنتے ہیں مجھے بطور کفن اپنی وہی چادر پہنا دیں۔

حضرت فاطمہؑ نے ماں کی وصیت والد محترم کو سنائی۔ رسول خدا نے اپنی ردا اتار کر فاطمہؑ کو دی اور کہا ماں کے پاس لے جاؤ۔ حضرت خدیجہؑ ردائے رسولؐ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔

جب ان کی وفات ہوئی تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں غسل دیا۔ کفن پہنانے کا ارادہ کیا تو جبرئیلؑ نازل ہوئے اور کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ خدیجہ نے اپنا مال ہماری راہ میں صرف کیا آج اس کے لئے ہم خود کفن بھیجتے ہیں۔ یہ کہہ کر جبرئیل امین نے بہشتی کفن حضور کے ہاتھ میں دیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے اپنی ردا کا کفن دیا پھر بہشتی کفن پہنایا۔

جن دنوں حضرت خدیجہ بیمار تھیں تو اسماء بنت عمیس ان کی عیادت کے لئے آئیں تو دیکھا خدیجہ رو رہی ہیں۔

اسماء بنت عمیس نے کہا: آپ کیوں روتی ہیں۔ آپ کا شمار بہترین زنانِ عالم میں کیا جاتا ہے، آپ نے اپنی تمام دولت راہِ خدا میں قربان کی ہے، آپ خاتم الانبیاء کی زوجہ ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو جنت کی بشارت دے چکے ہیں۔

حضرت خدیجہ نے فرمایا: اسماء! میں اس لئے نہیں روتی۔ میں صرف اس لئے روتی ہوں کہ میں دنیا سے جارہی ہوں۔ میری بیٹی یتیم ہو رہی ہے اور شادی کی رات ہر لڑکی کو کسی بزرگ عورت کی ضرورت ہوتی ہے۔ میرے جانے کی وجہ سے میری بیٹی کے پاس کوئی سن رسیدہ عورت نہیں رہ جائے گی۔

اسماء بنت عمیس نے کہا: میں وعدہ کرتی ہوں اگر خدا نے مجھے اس وقت تک زندہ رکھا تو میں آپ کے بدلے فاطمہؑ کی ماں بنوں گی۔

اسماء کہتی ہیں کہ جب حضرت سیدہؑ کی شادی ہوئی تو کمرے میں بہت سی عورتیں موجود تھیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تمام عورتیں یہاں سے چلی جائیں۔ یہ سن کر سب عورتیں چلی گئیں مگر میں بیٹھی رہی۔

کچھ دیر بعد رسول خدا تشریف لائے تو مجھے بیٹھا ہوا دیکھ کر فرمایا تم کون ہو؟

میں نے کہا: میں اسماء ہوں۔

آپؐ نے فرمایا: تو کیا تم نے ہمارا حکم نہیں سنا کہ تمام عورتیں میری بیٹی کے کمرے سے چلی جائیں؟

میں نے عرض کی: میں نے آپ کا فرمان سنا، لیکن میں نے خدیجہؓ کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ میں سیدہؓ کی شادی کی رات ان کے قریب بسر کروں گی اور ان کی ضروریات کو پورا کروں گی اور یہ رات خدیجہؓ بن کر فاطمہؓ کے پاس رہوں گی۔ یہ سن کر آپ رو دیئے اور بارگاہ احدیت میں ہاتھ بلند فرمائے اور میرے لئے دعا کی۔

(شجرہ طوبیٰ)

وعدہ خلافی جائز نہیں ہے

ایران کے آخری شہنشاہ یزدگرد کے دورِ حکومت میں اہواز کا گورنر ہرمزان تھا۔

جب مسلمانوں نے اہواز کو فتح کیا تو ہرمزان کو گرفتار کر کے حضرت عمر کے پاس مدینہ روانہ کیا گیا۔

خلیفہ نے ہرمزان سے کہا: اگر زندگی چاہتے ہو تو مسلمان ہو جاؤ ورنہ میں تمہیں قتل کرادوں گا۔

ہرمزان نے کہا: اچھا قتل سے پہلے مجھے پانی پلاؤ۔ میں سخت پیاسا ہوں۔

حضرت عمر نے کہا: اسے پانی پلاؤ۔ لکڑی کے پیالے میں اسے پانی پیش کیا گیا۔

ہرمزان نے کہا: میں اس پیالے سے پانی نہیں پیوں گا میں تو ہمیشہ جواہرات لگے پیالے سے پانی پینے کا عادی ہوں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں اسے جواہرات سے مرصع کسی پیالے میں پانی دیا جائے چنانچہ جواہرات سے مرصع پیالے میں پانی لا کر ہرمزان کے ہاتھ پر

رکھا گیا۔ مگر ہرمزان نے اسے لبوں سے نہ لگایا۔

حضرت عمر نے کہا: جلدی سے پانی پی لو کیونکہ میں وعدہ کر چکا ہوں کہ پانی پلانے سے پہلے تجھے قتل نہیں کروں گا۔

یہ سن کر ہرمزان نے پیالہ زمین پر دے مارا اور پیالہ تڑاخ سے ٹوٹ گیا۔ اور سارے کا سارا پانی بہہ گیا۔

حضرت عمر اس کا حیلہ دیکھ کر متعجب ہوئے اور حضرت علیؑ سے کہنے لگے: آپ بتائیں اس کے ساتھ کیا کیا جائے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: تم وعدہ کر چکے ہو کہ پانی پلانے سے پہلے اسے قتل نہیں کروگے، اپنے وعدہ پر قائم رہو تمہیں اس کی قتل کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ البتہ اس پر جزیہ نافذ کردو۔

ہرمزان نے کہا: میں جزیہ دینے پر راضی نہیں ہوں۔ البتہ اب میں بے خوف اور مطمئن ہو کر مسلمان ہوتا ہوں۔ چنانچہ اس نے کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

حضرت عمر نے مدینہ میں اس کو ایک گھر دیا اور سالانہ دس ہزار درہم اس کا وظیفہ مقرر کیا۔ (الکلام یجر الکلام نقل از ناسخ التواریخ)

حکام اس واقعہ سے سبق حاصل کریں

نیشاپور اور اس کے اردگرد محمد طاہر کی حکومت تھی۔ یعقوب لیث سے اس کی مخالفت تھی۔ ایک موقعہ پر یعقوب لیث ایک بھاری لشکر لے کر نیشاپور کی طرف روانہ ہوا۔

نیشاپور کے موقع پرست وزراء و امراء نے یعقوب لیث کو خط لکھ کر اپنی وفا کا یقین دلایا۔ لیکن محمد طاہر کے وزیر دربار ابراہیم حاجب نے اسے کوئی خط نہ لکھا۔

آخر کار محمد طاہر نے شکست کھائی اور یعقوب لیث فاتحانہ طور پر نیشاپور میں داخل ہوا۔ اس نے محمد طاہر کے تمام امرائے دربار کو بلایا۔ ان میں ابراہیم حاجب بھی شامل تھا۔ فاتح بادشاہ نے ابراہیم حاجب سے کہا کہ تمام امراؤ وزرا نے خطوط لکھ کر میری حوصلہ افزائی کی اور مجھے اپنی وفاؤں کا یقین دلایا۔ لیکن مجھے تم پر افسوس ہے کہ تم نے مجھے کوئی خط نہیں لکھا اور آخر وقت تک تم محمد طاہر کے وفادار رہے۔

ابراہیم حاجب نے جواب دیا: بادشاہ! اس سے پہلے آپ کی اور میری آشنائی نہ تھی کہ میں خط لکھ کر تعلقات میں تجدید پیدا کرتا۔ اور اپنے آقا سے نمک حرامی کرنے کی ضمیر بھی مجھے اجازت نہ دیتا تھا۔ اسی لئے میں اپنے حاکم کا آخری وقت تک ساتھ دیتا رہا۔

بادشاہ یعقوب لیث یہ جواب سن کر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا: واقعی تم نے نمک کا حق ادا کیا ہے۔ پھر اسے وزارت کا عہدہ تفویض کیا اور تمام نمک حرام امراء کو سخت ترین سزائیں دیں۔ (اخلاق محسنی۔ ص ۱۱۰)

خدا سے کیا ہوا وعدہ

واعظ کاشفی مرحوم اخلاقِ محسنی میں لکھتے ہیں کہ کسی بادشاہ کو ایک مہم درپیش ہوئی اور بادشاہ نے منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اسے اس مہم میں کامیابی عطا کی تو حکومت کے خزانے میں جتنی دولت ہے وہ سب اللہ کے نام پر غرباء و مساکین میں تقسیم کردے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کی نصرت فرمائی اور وہ اپنی مہم میں سرخرو ہو کر لوٹا۔ اس نے خازن کو طلب کیا اور خزانہ کی مالیت کے متعلق دریافت کیا۔ جب حساب لگایا گیا تو خزانے میں بہت زیادہ دولت موجود تھی۔

بادشاہ نے کہا کہ یہ ساری دولت غرباء اور مساکین میں تقسیم کردی جائے۔

مگر وزراء نے بادشاہ کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ بادشاہ کو ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس سے معاشی بحران پیدا ہوگا اور فوج کو تنخواہ دینے کے لئے رقم موجود نہ ہوگی اور ویسے بھی خزانہ فوج کا پیدا کردہ ہے۔ اور قرآن کی آیت "والعاملین علیھا" کے تحت وہ بھی غرباء و مساکین میں شامل ہے اور خزانے سے اس کی تنخواہ کی ادائیگی بھی منت میں شامل ہے۔

بادشاہ بڑا پریشان ہوا۔ ایک دن وہ اسی پریشانی کے عالم میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ ایک پریشان حال اور بال بکھرے شخص کا وہاں سے گزر ہوا۔ بادشاہ نے اسے بلا کر کہا کہ تم میرے اس مسئلہ کے متعلق کیا کہتے ہو؟

اس شخص نے کہا: جب بادشاہ منت مان رہا تھا اور اس وقت اس کے ذہن میں غرباؤ مساکین کے ساتھ فوج کا بھی تصور تھا تو اس منت میں فوج کو بھی شامل کرے۔ بادشاہ نے کہا: نہیں اس وقت میرے ذہن میں فوج کا کوئی تصور نہیں تھا۔

تب اس شخص نے کہا: پھر بادشاہ کو اپنی منت غرباء و مساکین تک ہی محدود رکھنی چاہئے اس میں کسی طرح کا تجاوز نہیں کرنا چاہئے۔

ایک درباری نے کہا: احمق! فوجی بھی غریب و مسکین ہوتے ہیں انہیں اس منت میں کیوں نہ شامل کیا جائے؟

اس شخص نے درباری کی طرف سے منہ موڑ کر بادشاہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا: بادشاہ نے جس کے حضور منت مانی ہے اگر آئندہ بادشاہ کو اس کی ضرورت ہے تو اپنی منت اسی طرح سے ادا کرے جیسے مانی تھی اور اگر اسے مستقبل میں خدا کی ضرورت نہیں ہے تو پھر منت ادا نہیں کرنی چاہئے۔

فقیر کی اس بات کا بادشاہ کے دل پر گہرا اثر ہوا اور اس نے اسی وقت تمام خزانہ غرباء و مساکین میں تقسیم کردیا۔

پابندیٔ عہد بقائے نعمت

کسی شخص کے پاس ایک پرہیزگار غلام تھا۔ ایک دفعہ وہ شخص سخت بیمار ہوا اور خدا کے حضور منت مانی کہ اگر وہ صحت یاب ہو گیا تو اس غلام کو آزاد کردے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اسے شفاء دی اور وہ چلنے پھرنے لگا لیکن اس کا دل غلام کو آزادی دینے پر مائل نہ ہوا۔ چنانچہ اس منت کے بعد بھی غلام بدستور غلام ہی رہا۔

چند دنوں کے بعد وہ شخص دوبارہ بیمار ہوا جب اس میں چلنے پھرنے کی سکت نہ رہی تو اس نے غلام سے کہا کہ جاؤ طبیب کو بلالاؤ۔

غلام کچھ دیر بعد آیا اور کہا طبیب کہتا ہے کہ میں اس کا علاج نہیں کروں گا کیونکہ یہ اپنے وعدہ پر قائم نہیں رہتا یہ شخص وعدہ شکن ہے۔

یہ الفاظ سن کر مالک اصل حقیقت کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ تم طبیب سے کہو کہ میں اب وعدہ خلافی نہیں کروں گا۔

غلام نے کہا: اچھا تو پھر سنو طبیب کہتا ہے اگر اس نے وعدہ وفائی کی تو ہم بھی اسے شربتِ شفا پلائیں گے۔ (اخلاقِ محسنی۔ ص ١٠٦)

انسان کو چاہئے کہ وہ جب بھی خدا سے کوئی وعدہ کرے تو اس وعدہ کی پاسداری کرے اور خدا سے کئے ہوئے وعدہ پر بہر صورت قائم رہے۔ ثعلبہ کی طرح پیمان شکن نہ بنے۔

ثعلبہ بن حاطب کی پیمان شکنی

ثعلبہ بن حاطب انصاری جو کہ بڑا عابد و زاہد تھا۔ ایک دن فقر و فاقہ سے تنگ آکر حضرت رسول کریمؐ کے پاس آیا اور عرض کی: آپ دعا فرمائیں خدا مجھے مال و دولت دے۔ آپؐ نے فرمایا: اس سے درگزر کر۔ مگر اس نے ایک نہ مانی اور کہنے لگا

کہ میں نے خدا سے عہد کیا ہوا ہے کہ اس کے تمام حقوق ادا کروں گا اور قرابت داروں کا خیال رکھوں گا اور کسی بات میں کمی نہ کروں گا۔

بالآخر آپؐ نے اس کی خواہش کے مطابق دعا کی۔ دعا مستجاب ہوئی۔ اس کی دولت دن رات بڑھنے لگی۔ اس نے جو دبلی پتلی بکریاں پالی ہوئی تھیں ان میں اتنی افزائش ہونے لگی کہ مدینہ میں ان کے رہنے کی جگہ نہ رہی چنانچہ صحرا میں رہنے لگا اور اس کے پاس اتنی فرصت نہ رہی کہ نماز جماعت میں حاضر ہو۔ پھر وہ نماز جمعہ سے بھی غائب رہنے لگا اور آخر میں نماز عید میں بھی وہ حاضر نہ ہوا۔

آپؐ نے دو آدمیوں کو اس کے پاس حصولِ زکوٰۃ کے لئے بھیجا اور ایک خط بھی لکھ دیا۔ یہ لوگ پہنچے، خط دیا اور زکوٰۃ کی آیت پڑھی تو اس نے کہا رسول ہم سے جزیہ مانگتے ہیں۔ تم ابھی دوسرا دروازہ دیکھو تب تک میں غور کرتا ہوں۔ یہ لوگ دوبارہ پلٹ کر اس کے پاس گئے اس نے پھر وہی جواب دیا۔ آخر یہ لوگ رسول خداؐ کے پاس واپس آئے اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی "ومنهم من عاهدالله لئن اتانا من فضله لنصدقن ولنكونن من الصالحين فلما اتاهم من فضله بخلوا به وتولوا وهم معرضون فاعقبهم نفاقا في قلوبهم الى يوم يلقونه بما اخلفوا الله ماوعدوه وبما كانوا يكذبون" (التوبہ) اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو خدا سے قول و قرار کر چکے تھے کہ اگر ہمیں اپنے فضل و کرم سے کچھ مال دیگا تو ہم ضرور خیرات کیا کرینگے اور نیکوکار بندے ہو جائینگے پس جب خدا نے اپنے فضل و کرم سے انہیں عطا فرمایا تو اس میں بخل کرنے لگے اور منہ پھیر کر کترانے لگے۔ چنانچہ اللہ نے ان کے دلوں میں روز قیامت تک نفاق ڈال دیا کیونکہ انہوں نے اللہ سے وعدہ کر کے وعدہ خلافی کی اور اس لئے بھی کہ انہوں نے جھوٹ بولا۔

یہ آیات سن کر رسول مقبولؐ نے فرمایا: ثعلبہ پر وائے ہو اور ایک شخص کو

آپ نے یہ آیت دے کر بھیجا کہ جا کر ثعلبہ کو یہ آیات سناؤ۔ جب ثعلبہ نے اپنے متعلق یہ آیات سنیں تو رسول خداؐ کے پاس حاضر ہو کر کہا کہ میں اب زکوۃ دینے کو تیار ہوں۔ آپ نے اس سے زکوۃ لینے سے انکار کردیا۔ اور پھر یہی ثعلبہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان کے ادوار حکومت میں بھی ان کے پاس گیا کہ اس سے زکوۃ لی جائے مگر کسی نے بھی اس سے زکوۃ وصول نہ کی۔ (مجمع البیان)

خاندان نبوت کی وعدہ وفائی

ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حسنین علیہما السلام بیمار ہوئے چنانچہ حضرت رسولؐ کچھ لوگوں کے ساتھ عیادت کو تشریف لائے اور جناب امیرؑ سے فرمایا: بہتر ہوتا اگر تم اپنے بچوں کی صحت کے واسطے نذر کرتے۔

جناب امیر، حضرت فاطمہ زہرا علیہما السلام اور ان کی خادمہ فضہ نے تین تین روزوں کی نذر کی۔

جب دونوں صاحب زادے اچھے ہوئے اور نذر کے پورا کرنے کا وقت آیا تو گھر میں کچھ نہیں تھا۔

حضرت علیؑ نے شمعون یہودی سے تین صاع جو قرض لئے جناب سیدہؑ نے ایک صاع جو پیسا پانچ روٹیاں پکائیں اور شام کو افطار کرنا چاہتے تھے کہ ایک سائل نے آواز دی: اہل بیت محمدؐ تم پر سلام، میں ایک مسلمان مسکین ہوں مجھے کھانا دو۔ خدا تمہیں جنت کا خوان عطا کرے گا۔

یہ آواز سن کر سب نے اپنے حصے کی روٹیاں دے دیں اور فقط پانی سے افطار کر کے رات کو سو رہے۔

دوسرے دن پھر روزہ رکھا۔ حسب دستور جناب سیدہ نے پھر پانچ روٹیاں پکائیں اور کھانے بیٹھے کہ ایک یتیم نے آواز دی اور سب نے اپنی اپنی روٹی اس کو دے

ڈالی اور پانی سے افطار کیا۔

تیسرے دن پھر روزہ افطار کرنے بیٹھے تو ایک قیدی نے آواز دی۔ آواز سن کر سب نے اپنی اپنی روٹی دے دی۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح و ثنا میں سورہ دہر نازل فرمائی جس میں ان کی ایفائے عہد کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: "یوفنون بالنذر ویخافون یوما کان شره مستطیرا ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا و یتیما و اسیرا انما نطعمکم لوجه الله لانرید منکم جزاء ولا شکورا"

"یہ وہ لوگ ہیں جو نذریں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی ہر طرف پھیلی ہوگی۔ اور اس کی محبت میں مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم تو تم کو بس خاص خدا کے لئے کھلاتے ہیں۔ نہ تم سے بدلہ کے خواستگار ہیں اور نہ شکر گزاری کے۔ (تفسیر کشاف زمخشری)

اسماعیلؑ صادق الوعد

اسماعیل نام کے دو نبی گزرے ہیں ایک تو اسماعیل فرزند خلیل علیہما السلام ہیں اور ان کے علاوہ ایک اور نبی بھی اسماعیلؑ نام کے گزرے ہیں۔ اور قرآن مجید میں انہیں صادق الوعد کے نام سے یاد کیا گیا ہے" واذکر فی الکتاب اسماعیل انه کان صادق الوعد" کتاب میں اسماعیلؑ کا ذکر کرو بے شک وہ صادق الوعد تھے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک شخص نے انہیں ایک جگہ کھڑا کر کے کہا آپ یہاں میرا انتظار فرمائیں اور میں ابھی آجاؤں گا۔

حضرت اسماعیلؑ اسی مقام پر پورا ایک سال انتظار فرماتے رہے جب کہ اس شخص کو اپنا وعدہ بھول گیا۔ ان کی امت کے افراد انہیں تلاش کرتے ہوئے اس مقام

پر پہنچے اور عرض کی: ہم تو آپؐ کے بعد یتیم ہوگئے ہیں اور مدت سے آپؐ کو تلاش کررہے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا کہ اہل طائف میں سے فلاں شخص نے مجھے یہاں انتظار کرنے کا کہا ہے اور میں اس سے وعدہ کر چکا ہوں۔ مگر ایک سال گزر گیا وہ یہاں نہیں آیا۔ لوگ اس شخص کے پاس گئے اور اس سے کہا۔ دشمن خدا تیری وجہ سے نبی کو اتنی زحمت اٹھانی پڑی ہے۔ اس نے کہا بخدا مجھے اپنا وعدہ بھول گیا تھا چنانچہ وہ آیا اور آپ اپنے مقام سے ہٹے۔ اسی لئے اللہ نے آپؐ کو صادق الوعد کا لقب عطا فرمایا۔

چند روایات

فی عهد امیر المومنینؑ الی الاشتر ایاك والمن علی رعیتك باحسانك اوالتزید فیماکان من فعلك او ان تعدهم فتتبع موعودك بخلفك فان المن یبطل الاحسان والتزید یذهب بنور الحق والخلف یوجب المقت عند الله وعندالناس قال الله سبحانه کبر مقتا عند الله ان تقولوا مالا تفعلون۔

(مستدرک الوسائل نقل از نہج البلاغہ)

امیر المؤمنین علیہ السلام نے مالک اشتر کو تحریری طور پر دستور حکومت لکھ کردیا۔ اس میں آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا: رعیت پر احسان جتلانے سے پرہیز کرو، اپنے کسی اچھے کام کو زیادہ نہ سمجھو اور ان سے وعدہ کرکے وعدہ خلافی نہ کرو، کیونکہ احسان جتانے سے احسان ختم ہوجاتا ہے اور اپنے کسی اچھے فعل کو زیادہ سمجھنے کی وجہ سے نورِ حق رخصت ہوجاتا ہے اور وعدہ خلافی اللہ اور انسانوں کی ناراضگی کا ذریعہ بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں ارشاد فرمایا اللہ کو یہ بات سخت ناپسند ہے کہ تم وہ بات کہو جس پر عمل نہ کرو۔

عن ابن الخمیسا قال بایعت النبیؐ قبل ان یبعث فواعدیته مکانا فنسیته یومی والغد فاتیته یوم الثالث فقال لقد شققت علیّ انا ههنا منذ ثلاثة ایام۔

(مستدرک الوسائل۔ ص ۷۵)

ابن الخمیسا کہتے ہیں کہ میں نے اعلان نبوت سے قبل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خرید و فروخت کا معاملہ کیا۔ میں نے معاملہ کے لئے ایک جگہ متعین کی، اور میں اس واقعہ کو فراموش کر بیٹھا۔ جب میں تیسرے دن وہاں گیا تو رسول خداؐ وہاں پر موجود تھے اور میرا انتظار کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر انہوں نے فرمایا: تم نے میرے لئے دشواری پیدا کردی۔ میں تین دن سے مسلسل تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔

قال رسولؐ الله ثلاث من کن فیه کان منافقاوان صام وصلّی وزعم انه مسلم من اذا اؤ تمن خان واذاحدّث کذب واذا وعداخلف ان الله قال فی کتابه ان الله لایحب الخائنین وقال لعنة الله علی الکاذبین وفی قوله واذکر فی الکتاب اسماعیل انه کان صادق الوعد۔

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس میں تین نشانیاں پائی جائیں گی تو وہ منافق ہے اگرچہ نماز روزہ کی پابندی کرے اور اپنے آپ کو مسلم سمجھے۔

۱) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

۲) جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔

۳) جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: "بے شک اللہ خیانت کاروں کو پسند

نہیں کرتا۔" اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کتاب میں اسماعیلؑ کا ذکر کرو وہ وعدہ کے پابند تھے۔

(وسائل۔ کتاب جہاد۔ ص ۵۱۳)

عن ابی عبد اللّٰہؑ قال قال رسول اللہؐ من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلیف اذاوعد.

(وسائل کتاب حج ۔ ص ۲۸۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: جو اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ وعدہ وفائی کرے۔

عن ابی عبد اللّٰہؑ قال عدۃ المؤمن اخاہ نذر لا کفارۃ لہ فمن اخلف فخلف اللّٰہ بدأ ولمقتہ تعرض.

(وسائل ص ۲۸۶)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: برادر مؤمن سے وعدہ کرنا ایسی نذر ہے جس کا کفارہ نہیں ہے۔ جو مؤمن سے وعدہ خلافی کرے تو اس نے اللہ سے وعدہ خلافی کی اور اپنے آپ کو اس کے غضب کا حق دار بنادیا۔

باب دوم

ہمسایوں اور دینی بھائیوں کے حقوق

سمرہ بن جندب کا ہمسائے سے سلوک

زرارہ بن اعین نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک انصاری کے باغ میں سمرہ بن جندب کا ایک کھجور کا درخت تھا۔

سمرہ اچھا انسان نہیں تھا وہ انصاری کی اجازت کے بغیر کھجور کے درخت پر چڑھ جاتا انصاری کا گھر اس درخت کے قریب تھا جس سے اس کے گھر کی پردہ دری ہوتی تھی۔

اس نے کئی مرتبہ سمرہ سے کہا کہ جب بھی آپ کو درخت پر چڑھنے کی ضرورت ہو تو پہلے اجازت طلب کریں تاکہ ہمارے گھر کی پردہ داری متاثر نہ ہو۔ مگر سمرہ نہ مانا۔

مجبور ہو کر انصاری نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی۔

آپؐ نے سمرہ کو بلایا اور فرمایا کہ تمہیں درخت پر چڑھنے سے قبل انصاری سے اجازت لینی چاہئے۔ سمرہ نے انکار کیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: تم درخت بیچ ڈالو۔

آپؑ نے اسے درخت کی قیمت کئی گنا زیادہ لگائی مگر وہ بیچنے پر راضی نہ ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم یہ درخت انصاری کو دے دو اس کے بدلے جنت میں کھجور کا درخت لے لو۔ سمرہ پھر بھی راضی نہ ہوا۔

پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصاری سے فرمایا۔ "اذهب فاقلعها وارمِ بها اليه فانه لاضرر ولا ضرار في الاسلام" جاؤ اور درخت کو کاٹ کر پھینک دو کیونکہ اسلام میں نقصان دینا اور نقصان اٹھانا جائز نہیں ہے۔ (مکاسب قاعدہ نفی ضرر)

سمرہ بن جندب کو پہچانیں

ابن ابی الحدید معتزلی شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں کہ معاویہ نے سمرہ بن جندب کو ایک لاکھ درہم انعام کا وعدہ کیا بشرطیکہ وہ لوگوں میں یہ بیان کرے کہ یہ آیت علی بن ابی طالبؑ کے لئے نازل ہوئی تھی۔

ومن الناس من يعجبك قوله فی الحياة الدنيا و يشهد الله على مافی قلبه وهوالدا الخصام واذا تولّى سعى فی الارض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل والله لايحب الفساد واذا قيل له اتق الله اخذته العزة بالاثم فحسبه جهنم وبئس المهاد.

"لوگوں میں ایسا شخص بھی ہے جس کی دنیاوی زندگی کی گفتگو تجھے متعجب کرتی ہے اور جو کچھ اس کے دل میں ہے اس پر اللہ کو گواہ بناتا ہے۔ جبکہ وہ سخت جھگڑالو ہے۔ اور جب وہ حاکم بنے گا تو زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرے گا اور کھیتی اور نسل کو ہلاک کرے گا اور اللہ کو فساد پسند نہیں ہے۔ اور جب اسے کہا جاتا ہے کہ خدا سے ڈرو تو گناہ کی عزت اسے خوفِ خدا سے روک دیتی ہے پس اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے۔"

اس کے ساتھ معاویہ نے سمرہ سے یہ بھی کہا کہ تم لوگوں میں بیان کرو کہ یہ آیت علیؑ کے قاتل عبدالرحمان بن ملجم (لعین) کے حق میں نازل ہوئی۔

ومن الناس من يشرى نفسه ابتغاء مرضات الله والله رؤف بالعباد

اور لوگوں میں ایسا شخص بھی ہے جو اپنی جان بیچ کر اللہ کی رضا کو تلاش کرتا ہے اور اللہ بندوں پر مہربان ہے۔

معاویہ کی ایک لاکھ درہم کی پیشکش سمرہ بن جندب نے قبول نہ کی پھر اس نے دو لاکھ کی پیشکش کی وہ بھی سمرہ نے قبول نہ کی۔ پھر اس نے تین لاکھ کی پیشکش کی وہ بھی سمرہ نے ٹھکرا دی۔ آخرکار معاویہ نے چار لاکھ درہم کی پیشکش کی جو سمرہ نے قبول کرلی اور منبر پر کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ پہلی آیت (نعوذ باللہ) حضرت علیؑ کے حق میں نازل ہوئی اور دوسری آیت ان کے قاتل عبدالرحمان بن ملجم کے بارے میں نازل ہوئی۔

حق ہمسائیگی

سعید بن جبیر سے منقول ہے کہ عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر کے پاس گئے۔ ابن زبیر نے کہا کہ ابن عباس تم ہمیشہ مجھے پست ہمت اور بخیل کہتے ہو۔

ابن عباس نے کہا: جی ہاں میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے جو شکم سیر ہو کر سوئے اور اس کا ہمسایہ بھوکا ہو۔

ابن زبیر نے کہا: ابن عباس! میرے دل میں تم اہل بیت کا بغض چالیس سال سے پروان چڑھ رہا ہے۔ ان دونوں کے درمیان اور بھی باتیں ہوئیں۔ آخرکار ابن عباس اس کے شر سے بچنے کیلئے مکہ چھوڑ کر طائف چلے گئے۔ (تتمۃ المنتہیٰ ص ۵۱)

حدودِ ہمسائیگی

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک انصاری جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی میں نے فلاں محلہ میں مکان خریدا ہے۔ میرا قریبی ہمسایہ ایسا ہے کہ مجھے اس سے خیر کی توقع نہیں اور اس کے شر سے میں محفوظ نہیں ہوں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ و سلمانؓ و ابوذرؓ و مقدادؓ کو حکم دیا کہ وہ مسجد میں باآواز بلند اعلان کریں "ولا ایمان لمن یامن جوارہ بوائقہ" جس کے شر سے ہمسایہ محفوظ نہ ہو وہ ایماندار نہیں ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حدود ہمسائیگی چالیس گھر تک ہے۔ یعنی چالیس گھر سامنے، چالیس گھر پیچھے، اور چالیس گھر دائیں اور چالیس گھر بائیں تک ہمسائگی کا دائرہ کار وسیع ہے۔ (بحار الانوار۔ ج ۱۶۔ ص ۴۳)

اس داستان سے عبرت حاصل کریں

کتاب اعلام الناس میں درج ہے کہ عباسی خلیفہ معتصم کے وزیر نے ایک بلند وبالا محل تعمیر کرایا۔ وہ اس محل کے جھروکوں سے بیٹھ کر ہمسایوں کی عورتوں اور لڑکیوں کو دیکھا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ اس کی نظر ایک حسین و جمیل لڑکی پر پڑی۔ پہلی نظر پڑتے ہی وہ اسے اپنا دل دے بیٹھا۔ اور لڑکی کے متعلق معلومات جمع کرنے لگا۔

اسے معلوم ہوا کہ لڑکی کنواری ہے اور اس کا باپ ایک تاجر ہے۔

اس نے تاجر کے پاس خواستگاری کا پیغام بھیجا، مگر تاجر نے یہ کہہ کر اس کا پیغام رد کر دیا کہ میں متوسط طبقہ کا تاجر ہوں۔ میں وزیر سے رشتہ کرنا پسند نہیں کرتا۔ میں جب بھی رشتہ کروں گا تو اپنے جیسے لوگوں سے کروں گا۔

وزیر نے بڑی کوشش کی مگر تاجر کسی طور بھی راضی نہ ہوا۔

ادھر وزیر عشق کے ہاتھوں مجبور تھا اس نے ایک بااعتماد شخص کو بلا کر اپنے راز سے مطلع کیا اور اس سے کوئی راہ نکالنے کی درخواست کی۔

اس شخص نے کہا: اگر آپ مجھے ایک ہزار دینار دے دیں تو میں آپ کا کام کردوں گا۔ وزیر نے کہا: ایک ہزار تو کچھ بھی نہیں میں تو کئی لاکھ خرچ کرنے کے لئے آمادہ ہوں۔

اس شخص نے وزیر سے ایک ہزار دینار لئے اور دس ایسے افراد کو تلاش کیا جن کی گواہی قاضی کی عدالت میں قابل قبول تھی اور انہیں بتایا کہ آپ گواہی دیں کہ تاجر نے اپنی بیٹی کا عقد وزیر سے اتنے حق مہر کے عوض کردیا ہے۔ اور حق مہر کی ادائیگی رخصتی تک مؤخر رکھی گئی ہے۔

اس چارہ گر نے گواہوں سے کہا کہ ایسی گواہی میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ کیونکہ وزیر دن رات آتشِ عشق میں جل رہا ہے اس سے اس کی آتشِ عشق ٹھنڈی ہوجائے گی۔ تاجر کو بہت اچھا داماد مل جائے گا اور لڑکی کو حق مہر کی گراں قدر رقم مل جائے گی۔

اس تیاری کے بعد وزیر نے قاضی کی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا اور دس گواہوں نے قاضی کے ہاں گواہی دی کہ ہماری موجودگی میں اتنے حق مہر کے عوض نکاح ہوا تھا مگر اب تاجر رخصتی میں لیت ولعل سے کام لے رہا ہے۔

قاضی نے تاجر کو عدالت میں طلب کیا اور کہا کہ تم اپنی لڑکی وزیر کے گھر کیوں روانہ نہیں کرتے؟

تاجر نے بہتیرا انکار کیا لیکن قاضی نے اس کی ایک نہ سنی اور اس کی لڑکی کو زبردستی وزیر کے گھر بھیج دیا۔

تاجر بڑا پریشان تھا اور وہ کسی طرح سے خلیفہ سے ملاقات کرنا چاہتا تھا، لیکن خلیفہ سے ملاقات بڑی مشکل تھی۔ آخر ایک دوست نے اسے مشورہ دیا کہ خلیفہ کا محل تعمیر ہو رہا ہے۔ تم اگر اسے ملنا چاہتے ہو تو مزدوروں کا سا باس پہن کر صبح سویرے محل میں چلے جاؤ۔ خلیفہ روزانہ نمازِ فجر کے بعد اپنے زیر تعمیر محل کو دیکھنے آتا ہے۔

تاجر نے مزدور کا سا لباس پہنا اور صبح سویرے خلیفہ کے زیر تعمیر محل میں داخل ہو گیا۔ خیفہ حسب معمول محل کو دیکھنے کے لئے آیا تو تاجر نے اس کے سامنے اپنی فریاد پیش کی۔

خلیفہ نے دربار میں وزیر اور اس کے گواہوں کو طلب کیا۔ اور گواہوں کے متعلق اس نے حکم دیا کہ انہیں صلیب پر لٹکا دیا جائے اور وزیر کے متعلق حکم دیا کہ اسے بیل کی کھال میں لپیٹ کر لوہے کی سلاخوں سے اتنا مارا جائے کہ اس کی ہڈیاں اور گوشت ایک ہو جائیں۔ پھر تاجر سے کہا کہ تم اپنی بیٹی کو اپنے گھر لے جاؤ اور جو حق مہر کی رقم وزیر نے دی ہے وہ اسی لڑکی کی ہے۔ (اعلام الناس۔ ص ۱۸۱)

چنگیز خان کا قانون

چنگیز خان نے اپنے دور حکومت میں قانون بنایا تھا کہ کوئی شخص سرعام جانور کو چھری سے ذبح نہ کرے اور جسے گوشت کھانا مطلوب ہو وہ جانور کا گلہ گھونٹے یہاں تک کہ جانور مر جائے۔ اس قانون سے مسلمان بڑے پریشان ہوئے کیونکہ اسلام میں ایسا گوشت کھانا حرام ہے۔

ایک منگول کا گھر مسلمان کے گھر سے متصل تھا وہ منگول اس سے شدید نفرت کرتا تھا۔ ایک دن منگول نے اپنے مکان کی چھت سے دیکھا کہ اس کا مسلمان ہمسایہ اپنے گھر کے صحن میں بیٹھ کر گوسفند ذبح کر رہا ہے۔ اس نے موقع کو غنیمت جانا اور اپنے قبیلہ کے چند افراد کو لے کر مسلمان کے گھر میں داخل ہو گیا اور اسے

ذبح شدہ گوسفند اور چھری سمیت پکڑ کر چنگیز خان کے سامنے پیش کیا اور چنگیز سے کہا کہ اس شخص نے آپ کے قانون کی مخالفت کی ہے۔ لہٰذا اسے سزا ملنی چاہئے۔

چنگیز خان نے پوچھا کہ تم نے اسے کہاں ذبح کرتے ہوئے دیکھا؟

اس نے کہا کہ ہم نے اسے اپنے گھر میں ذبح کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

چنگیز خان نے کہا: جب یہ اپنے گھر میں دنبہ ذبح کر رہا تھا تو تم اس وقت اس کے گھر میں بیٹھے تھے؟

انہوں نے کہا: نہیں ہم نے اپنی چھت سے اسے ذبح کرتے ہوئے دیکھا تو اسے پکڑ کر آپ کے پاس لائے۔

چنگیز خان نے کہا کہ دو مرتبہ اپنے اس فقرے کو دہراؤ۔ اس نے دو مرتبہ اپنے فقرے کو دہرایا۔

چنگیز خان نے کہا کہ اس نے میرے حکم کی مکمل تعمیل کی ہے کیونکہ میں نے حکم دیا تھا کہ سر عام کوئی شخص ایسا نہ کرے۔ اس شخص نے سر عام گوسفند ذبح نہیں کیا اور میرا کوئی قانون خدا کے قانون سے تو بالا نہیں ہے۔ اللہ نے کئی چیزوں سے لوگوں کو منع کیا ہے مگر لوگ اپنے گھروں میں چھپ کر وہ کام کرتے ہیں انہیں پھر بھی سزا نہیں دی جاسکتی کیونکہ انہوں نے لوگوں کے سامنے وہ کام سرانجام نہیں دیئے ہوتے۔

اصل مجرم وہ نہیں ہے اصل مجرم تو ہے کیونکہ تو اپنے مکان کی چھت پر بیٹھ کر لوگوں کے گھروں میں تاک جھانک کرتا ہے۔

پھر چنگیز خان نے جلاد کو حکم دیا کہ اس کا سر تن سے جدا کر دیا جائے تاکہ اس کے بعد کسی کو دوسروں کے گھروں میں تاک جھانک کرنے کی جرأت نہ ہو۔ (خزینۃ الجواہر۔ ص ۳۲۲)

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے ہمسایوں کے گھروں کے تقدس کا خیال رکھیں اور انہیں تاک جھانک نہیں کرنی چاہئے۔ اسلام کا قانون یہ ہے کہ اگر کوئی کسی کے گھر تاک جھانک کر رہا ہو اور صاحبِ خانہ اسے روکنے کے لئے کوئی پتھر وغیرہ اس کی آنکھ پر مارے جس سے اس کی آنکھ ضائع ہو جائے تو یہ اس کے لئے مباح ہے۔

ہمسائے کے مالی حقوق کا لحاظ رکھیں

موسیٰ بن عیسیٰ انصاری کہتے ہیں کہ ہم نماز عصر پڑھ کر امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے آکر عرض کی مولا! آپ مہربانی فرما کر میرے ساتھ چلیں کیونکہ مجھے آپ سے ایک کام ہے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نے مجھے بھی اپنے ساتھ لیا اور اس شخص سے پوچھا: تمہارا کیا کام ہے؟ اس نے کہا کہ فلاں شخص میرا ہمسایہ ہے اس کے گھر میں کھجور کا درخت ہے۔ جب ہوا چلتی ہے تو کھجور کے کچھ پکے اور کچھ کچے دانے میرے گھر میں آکر گرتے ہیں۔ آپ اس سے ہماری سفارش کریں کہ ہم جو اپنے گھر میں گرے ہوئے دانے کھاتے ہیں وہ ہمیں مباح کردے اور ہم خود کبھی بھی پتھر یا لکڑی مار کر کھجور کے دانے نہیں گراتے۔

امیر المومنین علیہ السلام اس شخص کے پاس گئے۔ سلام کیا اور اس نے سلام کا جواب دیا اور امیر المومنین نے اس شخص سے کہا کہ تم اپنے کھجور کے دانے اپنے ہمسائے کے لئے حلال و مباح کردو جو ہوا سے یا پرندوں کی وجہ سے اس کے صحن خانہ میں گرتے ہیں۔

اس شخص نے انکار کردیا۔ آپؑ نے دوبارہ اسے یہی کہا مگر اس نے دوبارہ بھی مباح کرنے سے انکار کردیا۔

پھر آپؑ نے فرمایا کہ میں پیغمبر خدا کی طرف سے ضمانت دیتا ہوں کہ اس

کے بدلہ میں اللہ تجھے جنت کا ایک باغ دے گا۔

مگر اس نے پھر بھی قبول نہ کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ پھر تم ایسا کرو کہ تم اپنا یہ پورا مکان اپنی اس ہمسایہ کو دے دو اور اسکے بدلے میں مجھ سے میرا فلاں باغ لے لو۔

اس نے کہا مجھے یہ سودا قبول ہے۔ میں خدا اور موسیٰ بن عیسیٰ کو گواہ کرکے کہتا ہوں کہ میں نے اپنا یہ پورا مکان فلاں باغ کے بدلے میں فروخت کیا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے قریبی ہمسایہ سے فرمایا کہ تمہیں یہ مکان مبارک ہو۔ اتنے میں نماز مغرب کی اذان ہوئی۔ ہم سب نماز ادا کرنے کے لئے مسجد نبوی میں گئے اور رات گزرنے کے بعد جب صبح ہوئی تو رسول خداؐ نے نماز فجر پڑھائی اور نماز سے فارغ ہوکر آپ تعقیبات میں معروف تھے کہ آپ پر وحی نازل ہوئی۔

آپؐ نے اپنے اصحاب کی طرف رخ کرکے فرمایا: کل شام تم میں سے کس نے نیک کام کیا۔ تم خود بتاؤ گے یا میں بتاؤں؟

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کی: آپؐ ہی بتائیں۔ آپؐ نے فرمایا: ابھی جبرئیلؑ نے آکر مجھے خبر دی ہے کہ تم نے بہت اچھا کام کیا ہے اور اللہ نے تمہارے حق میں یہ سورۃ نازل فرمائی ہے:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

واللیل اذا یغشٰیO والنھار اذا تجلّٰیO فاما من اعطی واتقٰیO و صدّق بالحسنٰیO فسنیسرہٗ للیسرٰیO

آپؐ نے علیؑ کی طرف رخ انور کرکے دریافت فرمایا: علیؑ! تم نے جنت کی تصدیق کی اور گھر اس مؤمن کو دیا اور اس گھر کے بدلہ میں اپنا باغ دیا؟ حضرت علیؑ نے عرض کی۔ جی ہاں۔ تو آپؐ نے فرمایا: تمہیں مبارک ہو اللہ نے تمہارے حق میں یہ سورۃ نازل فرمائی ہے۔ پھر آپؐ نے اٹھ کر علیؑ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور فرمایا: میں

تیرا بھائی ہوں اور تو میرا بھائی ہے۔ (بحار الانوار۔ ج نہم۔ ص ۵۱۶)

ہمسائے کے ستم سے کیسے بچایا؟

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ایک شخص نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے ہمسائے کی ایذا رسانی کی شکایت کی۔

آپؐ نے اسے صبر کرنے کا حکم دے کر واپس کیا۔ کچھ دنوں بعد وہ دوبارہ ہمسائے کی شکایت لے کر آپؐ کے پاس آیا۔ آپ نے پھر اسے صبر کرنے کا حکم دیا۔

تیسری مرتبہ وہ شخص پھر ہمسائے کی شکایت لے کر آپؐ کے پاس آیا۔

اس مرتبہ آپ نے فرمایا کہ تم جمعہ کے دن نماز جمعہ سے پہلے گھر کا تمام اسباب نکال کر گلی میں رکھ دو۔ جب لوگ تم سے پوچھیں کہ تم نے گھر کا تمام اثاثہ باہر کیوں نکالا؟ تو انہیں کہنا کہ فلاں شخص کی مسلسل ایذا رسانی سے مجبور ہو کر میں نے سامان نکالا ہے۔ اس شخص نے آپؐ کے فرمان پر عمل کیا۔ جب لوگوں نے اس کے سامان کو باہر نکلا ہوا دیکھا تو اس کی وجہ پوچھی۔ اس نے بتایا کہ میں نے اپنے ہمسائے کی مسلسل ایذا رسانی سے تنگ آکر اپنا سامان نکالا ہے۔ اب میں یہ گھر چھوڑ کر کہیں اور مکان تلاش کروں گا۔

تھوڑی دیر گزری تھی کہ اذیت دینے والا ہمسایہ آیا اور اپنے ہمسایہ کو منت کر کے کہا: تمہیں خدا کا واسطہ اپنا سامان اندر رکھو۔ مجھے مزید شرمندہ نہ کرو میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ اب تمہیں مجھ سے دوبارہ شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔ (سفینۃ البحار۔ ج ا۔ ص ۲۶)

برادرانِ ایمانی کے حقوق

الکافی میں مرقوم ہے کہ معلّی بن خنیس نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے

دریافت کیا کہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر کیا حق ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ہر مسلمان کے دوسرے مسلمان پر سات حقوق واجب ہیں۔ اگر ان میں سے کسی ایک کی ادائیگی میں بھی کوتاہی کی تو خدا کی اطاعت و سرپرستی سے خارج ہو جائے گا۔

معلّی نے آپؑ سے اس کی تفصیل پوچھی تو آپؑ نے فرمایا: معلّی تو مجھے پیارا ہے ڈرتا ہوں کہ جاننے کے بعد کہیں اپنے فرائض انجام نہ دے سکے۔

معلّی نے کہا: میں اللہ سے ان کی ادائیگی کے لئے نصرت و قوت طلب کروں گا۔ آپؑ نے فرمایا: تو سنو!

۱۔ تمہارا ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے دوسرے مسلمان پر ہلکے سے ہلکا حق یہ ہے کہ جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اپنے بھائی کیلئے وہی کچھ پسند کرو اور جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو اپنے بھائی کیلئے بھی وہی چیز ناپسند کرو۔

۲۔ اپنے بھائی کو ناراض مت کرو۔ بھائی کی رضاجوئی کی کوشش کرو اور اس کی بات کی پیروی کرو۔

۳۔ اپنی جان و مال اور زبان، ہاتھ اور پاؤں سے اس کی مدد کرو۔

۴۔ اپنے مسلمان بھائی کے لئے آئینہ کی مانند ہو۔ اور اس کے عیوب دور کرنے کی کوشش کرو۔

۵۔ اپنے بھائی کو بھوکا، پیاسا اور بے لباس نہ رہنے دو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارا شکم تو غذا سے بھرا ہوا ہو اور وہ بھوکا ہو اور لباس تمہارے زیب تن ہو اور وہ بے لباس ہو۔

۶۔ اگر تمہارے پاس خدمت گار اور نوکر ہو اور تمہارے بھائی کے پاس خدمت گار نہ ہو تو اس کی غذا پکانے اور کپڑے دھونے اور دوسرے کاموں کے لئے اپنے نوکر کو اس کے گھر روانہ کرو تاکہ اس کی ضروریات بھی سر انجام دی جاسکیں۔

۷۔ اس کی قسم کو پورا کرو اور تصدیق کرو۔ جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو اور جب فوت ہو جائے تو جنازہ میں جاؤ اور اگر تم سمجھتے ہو کہ اسے کسی چیز کی ضرورت ہے تو اس کے سوال کے منتظر نہ رہو۔ سوال سے پہلے اسکی ضرورت کو پورا کرو۔ اور اگر تم نے ایسا کیا تو تم نے مسلمانوں کے باہمی رابطے کو برقرار رکھا اور ایمانی رشتے کو مضبوط کیا۔ (بحار۔ ج ۱۶۔ ص ۶۶۔ نقل از الکافی)

مؤمن کو خوش کرنے کی جزا

الکافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی فرمائی میں نے اپنے کچھ بندوں کے لئے جنت روا رکھی ہے اور انہیں حساب کے بغیر جنت میں داخل کروں گا۔

حضرت موسیٰ نے عرض کی: پروردگار وہ خوش نصیب کون ہیں؟

ندا آئی: جو مؤمن کو خوش کرے۔ جو کسی ایسے مؤمن کو پناہ دے جو کسی ظالم بادشاہ کے خوف سے بھاگا ہوا ہو۔

اگر کسی مؤمن کو ایک کافر بھی پناہ دے تو اس کی موت کے وقت میں اس سے خطاب کر کے کہوں گا مجھے اپنی عزت و جلالت کی قسم اگر تجھ جیسے افراد کی جنت میں جگہ ہوتی تو میں ضرور تجھے بھی جنت میں داخل کرتا۔ میری جنت ان لوگوں کے لئے حرام ہے جو بوقت موت کافر مریں۔ اب دوزخ اپنی مہیب آواز سے تجھے ڈرائے گی ضرور لیکن تجھے اذیت نہیں پہنچائے گی۔ تجھے صبح و شام خوراک پہنچائی جائے گی۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے پوچھا: تو کیا اسے جنت سے خوراک پہنچائی جائے گی؟

امام نے فرمایا: جہاں سے خدا چاہے گا اسے رزق فراہم کرے گا۔ (بحار۔ ج ۱۶۔ ص ۸۱۔ انوار نعمانیہ)

دل بدست آور کہ حج اکبر است

شہر رے کا ایک شخص بیان کرتا ہے کہ یحییٰ بن خالد برمکی کی طرف سے ایک شخص ہمارے شہر کا والی بن کر آیا۔ مجھے حکومت کا خراج و واجبات اس قدر دینا تھا کہ اگر مجھ سے تمام واجبات وصول کئے جاتے تو میں مفلس ہو جاتا۔ مجھے ہر وقت یہی اندیشہ ستاتا تھا کہ عنقریب میری باری آنے والی ہے۔ مجھے بعض دوستوں کے ذریعہ سے علم ہوا کہ والی شہر شیعہ ہے۔ مگر میری ہمت نہ پڑتی تھی کہ اس سے ملاقات کروں کیونکہ میں ڈرتا تھا کہ ممکن ہے وہ شیعہ نہ ہو اور مجھے گرفتار کر کے زندان بھیج دے۔

میں نے دل میں سوچا مجھے اپنے خدا سے پناہ مانگنی چاہئے اور امام زمانہ سے توسل کرنا چاہئے۔

یہ سوچ کر میں حج بیت اللہ کے لئے مکہ مکرمہ چلا گیا اور حرم میں میری ملاقات امام صابر موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ہوئی۔

میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں اپنی بے نوائی اور سرکاری واجبات کا تذکرہ کیا اور آپ سے چارہ سازی کی درخواست کی۔

امام علیہ السلام نے والی کے نام ایک رقعہ تحریر کر کے مجھے دیا اور فرمایا: میرا رقعہ والی تک پہنچانا۔ اس رقعہ میں آپ نے صرف یہ سطریں تحریر کی تھیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اعلم ان اللہ تحت عرشہ ظلاً، لایسکنہ الا من اسدی الی اخیہ معروفاً اونفس عنہ کربۃ اوادخل علی قلبہ سروراً وھذا اخوک والسلام

"جان لو کہ عرش کے نیچے اللہ نے سایہ رحمت قائم کیا ہے اس میں صرف

وہی رہ سکتا ہے جس نے اپنے بھائی سے نیکی کی ہو یا اس سے تکلیف ہٹائی ہو یا اس کے دل میں خوشی داخل کی ہو۔ یہ تمہارا بھائی ہے والسلام۔"

میں حج سے فراغت پا کر اپنے شہر پہنچا اور ایک رات امام عالی مقام کا خط لے کر اس کے گھر گیا اور اس کے ملازمین سے کہا کہ امام صادق کی طرف سے ایک قاصد تمہیں ملنے آیا ہے۔

ملازمین نے اسے جیسے ہی جا کر میرے متعلق بتایا تو وہ پابرہنہ دوڑتا ہوا دروازے پر آیا اور مجھے گلے لگا کر میرا منہ چومنے لگا اور بار بار میری پیشانی کو چومتا رہا۔

پھر مجھے اپنے گھر میں لے گیا صدرِ مجلس میں مجھے بٹھایا اور خود نیچے بیٹھ کر مجھ سے امام علیہ السلام کی خیریت دریافت کرنے لگا۔ میں جیسے جیسے امام کی خیریت کی اسے اطلاع دیتا گیا اس کا چہرہ پھول کی طرح کھلتا گیا پھر میں نے امام علیہ السلام کا خط اسے دیا۔ اس نے بار بار امام کے خط کو بوسے دیئے اور خط پڑھا۔ پھر نوکر کو صدا دی کہ میری تمام پوشاکیں لاؤ۔ نوکر اس کی تمام پوشاکیں لایا تو اس نے آدھی مجھے دیں اور آدھی اپنے پاس رکھیں۔ اور اس کے گھر میں جتنے بھی درہم و دینار تھے اس نے سب میرے اور اپنے درمیان برابر تقسیم کئے۔ اور جو اشیاء قابل تقسیم نہ تھیں اس نے ان کی آدھی قیمت میرے حوالے کی اور واجبات سرکاری کا رجسٹر منگا کر میرے تمام واجبات معاف کر دیئے اور مجھے معافی کی تحریر لکھ کر دی آخر میں مجھ سے پوچھا کہ کیا میں نے تمہیں خوش کیا ہے؟

میں نے کہا: بے شک تم نے مجھے خوش کر دیا۔

میں اس کے پاس سے چلا آیا اور دل میں سوچا کہ والی کی نیکی کا میں کوئی بدلہ نہیں دے سکتا۔ بہتر ہے کہ اس کے لئے حج کروں اور امام علیہ السلام سے اس کے حق میں دعا کراؤں۔

اگلے سال میں پھر حج کے لئے روانہ ہوا اور امام علیہ السلام سے ملاقات کی میں نے والیِ رَے کی پوری داستان آپ کے گوش گزار کی۔ امام علیہ السلام اس کے حُسنِ سلوک کو سن کر بے حد خوش ہوئے۔ میں نے امام علیہ السلام سے پوچھا: کیا آپ خوش ہوئے ہیں تو امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم اس نے مجھے خوش کیا میرے جد نامدار امیر المؤمنین علیہ السلام کو خوش کیا، پروردگار کی قسم اس نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوش کیا، اس نے رب العزت کو بھی خوش کیا۔

(بحار الانوار۔ ج ۱۱۔ احوال موسیٰ بن جعفر علیہ السلام)

حقِ مؤمن کی اہمیت

ابراہیم ساربان آل محمدؐ کا پیروکار اور ان کا مخلص شیعہ تھا۔ اسے کسی کام کے سلسلہ میں علی بن یقطین کے پاس جانا پڑا جو اس وقت ہارون الرشید کا وزیر تھا۔

علی بن یقطین نے اسے ملاقات کی اجازت نہ دی۔ وہ بے چارہ مایوس ہو کر اپنے گھر کوفہ لوٹ آیا۔

اسی سال علی بن یقطین حج کے لئے مکہ گیا۔ اور مناسک حج سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ گیا۔ اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے درِ اطہر پر حاضری کے لئے پہنچا۔ امام علیہ السلام نے اس سے ملاقات کرنے سے انکار کر دیا۔

علی بن یقطین نے غلام کے ذریعہ سے سوال کیا کہ آخر مجھ سے کون سی خطا سرزد ہوئی ہے کہ میرے مولا مجھ سے ملاقات پسند نہیں کرتے؟

امام علیہ السلام نے جواب میں کہلا بھیجا کہ تم نے اپنی وزارت کے غرور میں ہمارے غریب شیعہ سے ملاقات نہیں کی تو ہمیں بھی تم سے ملاقات کرنے کی کوئی خواہش نہیں ہے۔ اگر تم اپنی حج کی قبولیت چاہتے ہو تو پہلے اپنے ایمانی بھائی ابراہیم ساربان کو راضی کرو۔

علی بن یقطین نے عرض کی: بھلا اس وقت یہ کیسے ممکن ہے میں مدینہ میں ہوں اور اس کا گھر کوفہ میں ہے؟

امام عالی مقام نے کہلا بھیجا: اگر تیرا ارادہ اس کے راضی کرنے کا ہو چکا ہے تو اس کے اسباب ہم خود فراہم کئے دیتے ہیں۔ آج رات نماز عشاء کے بعد تم تن تنہا جنت البقیع جاؤ۔ وہاں تمہیں ایک اونٹ بیٹھا ہوا نظر آئیگا جس پر پالان رکھی ہوئی۔ تم اس پر سوار ہو جانا پھر خداوند تعالیٰ کا معجزہ دیکھنا۔ علی بن یقطین رات کو جنت البقیع گئے وہاں پر اونٹ آمادہ تھا وہ اس پر سوار ہوئے اور تھوڑی دیر بعد اونٹ ایک کچے گھر کے سامنے جا بیٹھا اب جو علی بن یقطین متوجہ ہوئے تو انہوں نے محسوس کیا کہ یہ دوسرا شہر ہے انہوں نے کسی راہ گیر سے شہر کا نام پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ کوفہ ہے۔

پھر علی بن یقطین نے پوچھا کہ یہ کس کا گھر ہے تو اسے بتایا گیا کہ یہ ابراہیم ساربان کا گھر ہے۔

علی بن یقطین نے ابراہیم کے دروازے پر دستک دی۔ اس نے پوچھا: کون؟ تو انہوں نے بتایا: میں علی بن یقطین ہوں۔

ابراہیم نے جلدی سے دروازہ کھولا اور متعجب ہو کر کہا کہ میری نگاہیں کیا دیکھ رہی ہیں، اتنا باوقار وزیر مجھ جیسے غریب ساربان کے دروازے پر کیسے آگیا؟ علی بن یقطین نے کہا: تیرے پاس آنا میرے لئے ضروری ہو گیا کیونکہ جب تک تو مجھ سے راضی نہیں ہوتا میرا امام بھی مجھ سے راضی نہیں ہوتا اور میرا حج بھی قبول نہیں ہوتا۔

ابراہیم ساربان نے کہا: میں نے تمہیں معاف کیا۔ خدا تمہیں معاف فرمائے۔

علی بن یقطین نے اپنا رخسار زمین پر رکھا اور ابراہیم سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ اپنا قدم اس کے رخسار پر رکھے تاکہ خاک آلود رخسار کو سند رضا کے طور پر امام کے سامنے پیش کر سکے۔

ابراہیم نے رخسار پر پاؤں رکھنے سے معذرت کی مگر علی بن یقطین نے بڑے واسطے دے کر آخرکار راضی کر لیا۔ ابراہیم نے اس کے رخسار پر اپنا پاؤں رکھا تو علی بن یقطین نے کہا: "اللھم اشھد" خدایا گواہ رہنا۔

پھر علی بن یقطین اونٹ پر سوار ہوا۔ معجزہ امامت سے تھوڑی دیر بعد وہ مدینہ پہنچ گیا۔ پھر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اس سے راضی ہوگئے اور ملاقات کا شرف بخشا۔ (بحارالانوار۔ ج ۱۱۔ احوال موسیٰ بن جعفر۔ منتہی الامال۔ ج ۲۔ ص ۱۶۵)

اہل ایمان کے لئے دعا

ابراہیم بن ہاشم کہتے ہیں کہ میں نے عرفات میں عبداللہ جندب سے زیادہ دعا مانگنے والا کسی کو نہ دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ ہر وقت ان کے ہاتھ سوئے آسمان اٹھے ہوئے ہیں اور ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات ہو رہی ہے۔

میں نے ان سے کہا کہ میں نے عرفات میں کسی اور کو اس طرح سے مناجات نہیں دیکھا جس طرح سے میں نے تمہیں دیکھا ہے۔

عبداللہ جندب نے کہا: خدا کی قسم میں نے اس مقام پر اپنی ذات کے لئے کوئی دعا نہیں کی میں نے جتنی بھی دعا کی تو اپنے برادران ایمان کے لئے کی۔ کیونکہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے سنا تھا انہوں نے فرمایا۔ جو اپنی ایمانی بھائیوں کے لئے پس پشت دعا کرے تو عرش سے آواز آتی ہے کہ ہم نے تیرے لئے ایک لاکھ دعائیں قبول کیں۔ اور ہمارے ملائکہ نے تمہارے لئے دعا مانگی اور ملائکہ نے آمین کہی ہے۔ اسی لئے میں یہ بہتر سمجھتا ہوں کہ اپنی ذات کے لئے دعا کرنے سے بہتر ہے کہ انسان اپنے بھائیوں کے لئے دعا کرے تاکہ اس کی اپنی حاجات بھی پوری ہوں اور برادران ایمانی کی بھلائی طلب کرنے کا ثواب بھی نصیب ہو۔ (منتہی الامال۔ ج ۲۔ ص ۱۶۳)

خدا کیلئے کسی کو دوست بنانا بہترین عمل ہے

خداوند عالم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: موسیٰ! تو نے اپنی زندگی میں کوئی کام میرے لئے بھی سرانجام دیا ہے؟

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: پروردگار! میں نے تیرے لئے نمازیں پڑھیں اور روزے رکھے، تیری راہ میں صدقات دیئے اور تیرا بکثرت ذکر کیا۔

خدا کی طرف سے ندا آئی: موسیٰ! نماز جنت کی رہنما ہے اور روزہ دوزخ سے بچنے کی ڈھال ہے۔ زکوٰۃ و صدقات روشنی ہیں۔ یادِ الٰہی جنت کے محلات ملنے کا سبب ہے۔ یہ بتاؤ کہ تم نے میرے لئے کیا کیا؟

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: پروردگار! تو خود ہی میری رہنمائی فرما کہ وہ کون سا عمل ہے جو خالص تیرے لئے ہے؟

رب العزت نے فرمایا: موسیٰ! کبھی تم نے میرے دوست کو اپنا دوست اور میرے دشمن کو اپنا دشمن سمجھا؟

یہ سن کر موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ خدا کیلئے کسی سے محبت کرنا اور خدا کے لئے کسی سے بغض رکھنا افضل ترین عمل ہے۔

امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے آپؑ نے فرمایا: قیامت کے روز ایک شخص کو حساب کے لئے پیش کیا جائے گا اس کے نامہ اعمال میں کوئی نیکی نہیں ہوگی۔

فرشتے کہیں گے: سوچو کبھی تم نے کوئی نیکی کی ہو تو بیان کرو۔ وہ شخص عرض کرے گا کہ میں نے زندگی میں اور نیکی تو نہیں کی البتہ فلاں شخص ایک دن میرے گھر سے گزر رہا تھا اس نے مجھ سے وضو کے لئے پانی طلب کیا۔ میں نے اسے پانی دیا جس سے اس نے وضو کر کے نماز پڑھی۔ اس شخص کو گواہی کے لئے پیش کیا جائے گا تو وہ کہے گا: پروردگار! تیرا بندہ سچ کہتا ہے۔

اس وقت آواز قدرت سنائی دے گی: میں نے اپنے اس بندہ کو معاف کیا۔ اسے جنت میں داخل کیا جائے۔

قیامت کے دن مؤمن سے کہا جائے گا کہ ان لوگوں کو غور سے دیکھو تم نے کبھی کسی کو پانی پلایا ہو یا کبھی کسی کو روٹی کھلائی ہو یا کسی کے ساتھ تم نے کوئی بھلائی کی ہو تو پھر تم اس مؤمن کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں چلے جاؤ۔ اس کے بعد وہ مؤمن بہت سے ایسے مومنین جن کے ساتھ اس نے بھلائی کی ہوگی کو لے کر پل صراط سے گزرے گا تو ملائکہ کہیں گے: ولی خدا کہاں جانا چاہتے ہو؟

آواز قدرت آئے گی: میرے فرشتو! اسے پل صراط سے گزرنے دو۔ ملائکہ اسے گزرنے کی اجازت دے دیں گے۔ (دارالسلام۔ ج ٣۔ ص ٣٢٨، ٣٣٢)

مؤمن کو خوش کرنا بہترین عمل ہے

حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے جد نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: نماز کے بعد بہترین عمل یہ ہے کہ مؤمن کو ایسے ذرائع سے خوش کیا جائے جو خدا کی نافرمانی میں شمار نہ ہوتے ہوں۔ میں اپنے نانا کے اس فرمان کا تجربہ کر چکا ہوں۔ میں نے ایک دن ایک غلام کو دیکھا کہ وہ روٹی کھا رہا تھا ایک لقمہ وہ خود کھاتا اور ایک لقمہ کتے کو ڈالتا تھا۔ میں نے اس سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا: فرزند رسول! میں مغموم انسان ہوں اور چاہتا ہوں کہ مجھے خوشی نصیب ہو اسی لئے اس جاندار کو کھلا کر مجھے کچھ خوشی سی محسوس ہوتی ہے۔ میں نے اس سے پوچھا: تم کیوں مغموم ہو؟

اس نے بتایا کہ میں ایک یہودی کا غلام ہوں اور چاہتا ہوں کہ اس سے نجات حاصل کروں۔ پس میں اس کے یہودی مالک کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ تم اپنا غلام مجھے فروخت کر دو اور ، ، سو دینار مجھ سے اس کی قیمت لے لو۔

یہودی نے کہا: غلام آپ کے نام پر قربان میں اسے آزاد کرتا ہوں اور یہ باغ بھی اس کی ملکیت قرار دیتا ہوں اور دو سو دینار آپ کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کرتا ہوں۔ میں نے کہا کہ تم مجھ سے دو سو دینار لے لو۔ تو اس نے دو سو دینار لے کر غلام کے حوالے کر دیئے۔

یہودی کی بیوی نے کہا: میں اسلام قبول کرتی ہوں اور اپنا حق مہر بھی اپنے شوہر کو معاف کرتی ہوں۔ یہودی نے یہ سن کر کہا کہ میں بھی مسلمان ہوتا ہوں اور اپنی بیوی کو حق مہر کے عوض یہ مکان دیتا ہوں۔ (بحارالانوار۔ ج ۱۰۔ ص ۱۴۵، دارالسلام ج ۳۔ ص ۳۵۰)

جب حسنِ رفاقت اسلام کا سبب بنی

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: امیر المؤمنین علیہ السلام کوفہ جا رہے تھے۔ راستے میں ایک اہل کتاب ذمی ان کا ہم سفر بنا جو امیر المؤمنین علیہ السلام کو نہیں پہچانتا تھا۔ اس نے آپؑ سے پوچھا: آپ کہاں جائیں گے؟ آپؑ نے فرمایا: میں کوفہ جاؤں گا۔ جب کچھ دیر چلنے کے بعد دوراہے پر پہنچے تو ذمی نے دوسرا راستہ اختیار کیا کیونکہ اسے کوفہ نہیں جانا تھا۔

امیر المؤمنین بھی اس کے ساتھ اسی راستے پر چل پڑے۔ اس نے تعجب سے کہا: آپ کو تو کوفہ جانا تھا آپ اس راستے پر کیوں چلے آئے جبکہ یہ راہ کوفہ نہیں جاتی۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: میں جانتا ہوں یہ راستہ کوفہ نہیں جاتا۔ تم کچھ دیر تک میرے ہم سفر رہے ہو اور ہمیں پیغمبر اسلام نے یہ نصیحت کی ہے کہ رفیقِ سفر کو چند قدم تک آگے پہنچانا چاہئے اسی لئے میں تمہاری رفاقت کا حق ادا کرنے کے لئے تمہارے ساتھ چل پڑا۔

ذمی نے کہا کہ اسلام نے واقعی اخلاق عالیہ کا حکم دیا ہے اور میں آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔

پھر اس نے اپنا راستہ چھوڑ کر کوفہ کا رخ کیا، جیسے ہی وہ کوفہ پہنچا تو سے علم ہوا کہ اس کے رفیق سفر امیر المؤمنینؑ ہیں۔ اس نے کفر سے توبہ کی اور آپؑ کے ہاتھ پر بیعتِ اسلام کا شرف حاصل کیا۔ (بحارالانوار۔ ج ۱٦۔ ص ۴۴)

امام کی نظر میں حسن معاشرت کی اہمیت

الکافی میں مذکور ہے کہ ابو حنیفہ رہنمائے حجاج اور اس کے داماد کے درمیان کسی میراث کے متعلق جھگڑا ہوا۔ سسر اور داماد آپس میں جھگڑ رہے تھے کہ امام صادق علیہ السلام کے شاگرد خاص حضرت مفضل بن عمر کوفی کا وہاں سے گزر ہوا اور انہوں نے ان کو ایک دوسرے سے جھگڑتے ہوئے دیکھا تو ان دونوں کو اپنے ساتھ اپنے مکان پر لے آئے۔ ان سے جھگڑے کا سبب پوچھا تو معلوم ہوا کہ چار سو درہم ان کے حساب میں نہیں آ رہے ہیں اسی لئے وہ جھگڑ رہے ہیں۔ تو مفضل بن عمر نے چار سو درہم اپنے گھر سے لا کر ان میں مصالحت کرادی اور کہا کہ یہ رقم میں اپنی جیب سے ادا نہیں کر رہا میرے آقا و مولا امام صادق علیہ السلام نے کچھ رقم میرے حوالے کی تھی کہ اس کے ذریعہ سے میں لوگوں میں مصالحت کرا سکوں۔ (منتہی الامال)

ایک بوڑھے سے امام موسیٰ کاظمؑ کا حُسنِ سلوک

زکریا اعور بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نوافل پڑھ رہے تھے اور ان کے پہلو میں ایک بوڑھا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ بوڑھا اٹھنے لگا اور اٹھ کر اپنی لاٹھی کو تلاش کرنے لگا۔ امام علیہ السلام نے جھک کر اس کی لاٹھی اٹھائی اور اس کے ہاتھ میں پکڑائی۔ اور پھر دوبارہ نیت کر کے نوافل میں مشغول ہو گئے۔ (منتہی الامال۔ ج ۲۔ ص ۱۲۷)

پیغمبر اکرمؐ کی حسنِ رفاقت

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند اصحاب کے ساتھ سفر پر روانہ ہوئے، راستے میں ایک چشمہ پر قیام کیا تو اصحاب نے چاہا کہ بکری کو ذبح کر کے کھانا تیار کریں۔ ایک صحابی نے کہا میں بکری ذبح کروں گا۔ دوسرے نے کہا: میں کھال اتاروں گا۔

رسول کریمؐ نے فرمایا: میں لکڑیاں اکٹھی کر کے لاؤں گا۔

صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہؐ! آپ کے خادم موجود ہیں آپ ہرگز تکلیف نہ کریں۔

آپؐ نے فرمایا میں ساتھیوں پر بوجھ بننا پسند نہیں کرتا۔ میں اپنے ہاتھ سے کام کر کے خوراک کھانا چاہتا ہوں۔ اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام بھی محنت کر کے روٹی کھاتے تھے۔ (منتہی الامال۔ ج ا۔ ص ۱۸)

آدابِ سفر سیکھیں

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے دادا جناب علی زین العابدین علیہ السلام جب سفر کا ارادہ کرتے تو ان لوگوں کے ساتھ سفر کرتے جو ان سے ناواقف ہوتے اور اپنی ذات گرامی کے لئے ان سے یہ وعدہ لیتے کہ وہ بھی دوسرے مسافروں کی طرح کام کریں گے۔

ایک مرتبہ آپؑ ایک ناواقف گروہ کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ ایک شخص نے آپؑ کو پہچان لیا تو اپنے ساتھیوں سے کہا: ہم سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہے کہ ہم امام زین العابدین کو اپنے ساتھ کام میں شریک کرتے رہے۔

یہ سن کر تمام ساتھی آپ کے پاس آئے اور آپ کے ہاتھوں کا بوسہ لینے

لگے اور معذرت کر کے کہنے لگے۔ فرزند رسولؐ! خدارا آپ ہمیں معاف کریں ہم نے آپ کو پہچانا نہیں تھا ورنہ ہم آپ کو کسی کام کے لئے زحمت نہ دیتے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے میں اسی لئے تو سفر کے لئے ناواقف لوگوں کا انتخاب کرتا ہوں تاکہ میں بھی ان کے ساتھ مل کر ان جتنا کام کر سکوں۔ میں دورانِ سفر ہرگز یہ پسند نہیں کرتا کہ میں اپنے ساتھیوں پر بوجھ ہوں۔ (بحار الانوار۔ ج ا۱۔ ص ۱٦)

چند روایات

عن رسول اللهؐ قال من اذى جاره حرّم الله عليه ريح الجنة ومأواه جهنم وبئس المصير و من ضيّع حق جاره فليس منا ومازال جبريل يوحيني بالجار حتى ظننت انه سيورثه ومازال يوحيني بالسواك حتّى ظننت انه سيجعله فريضة ومازال يوحيني بقيام الليل حتّى ظننت ان خيار امتي لم ينا موا.

(وسائل کتاب جہاد۔ ص ۲۸۳)

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے ہمسائے کو اذیت دی تو اللہ نے اس پر جنت کی خوشبو کو حرام قرار دیا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے اور جس نے اپنے ہمسائے کا حق ضائع کیا تو اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں جبرئیلؑ نے ہمسائے کے متعلق مجھے اتنی بار تاکید کی یہاں تک مجھے گمان ہونے لگا کہ وہ ہمسائے کو میراث میں شامل کردیں گے اور جبرئیلؑ نے مجھے مسواک کے متعلق اتنی تاکید کی کہ میں سمجھنے لگا کہ وہ مسواک کو فرض قرار دیں گے اور شب بیداری کی جبرئیلؑ نے مجھے اتنی تاکید کی کہ میں سمجھنے لگا کہ میری امت کے نیک افراد سو نہیں سکیں گے۔

قال رسول اللہؐ هل تدرون ما حق الجار ماتدرون من حق الجار الّا قليلا۔ لايؤمن باللّٰه واليوم الاخرمن لايأمن جاره بوائقه فاذ استقرضه ان يقرضه واذا اصابه خير هناه واذا اصابه شرعزاه ولا يستطيل عليه فى البناء يحجب عنه الريح الاباذنه و اذا اشترى فاكهة فليهد له فان لم يهدله فليد خلها سرا ولا يعطى صبيانه منها شيئا يغا يظون صبيانه ثم قال رسول اللہؐ الجيران ثلاثة منهم من له ثلاثة حقوق حق الاسلام وحق الجوار و حق القرابة ومنهم من له حقان حق الاسلام و حق الجوار ومنهم من له حق واحد الكافرله حق الجوار.

(مستدرک الوسائل۔ ج ۲۔ ص ۹۷)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں تمہیں ہمسائے کے حقوق کا کوئی علم ہے؟ تمہیں ہمسائے کے حقوق سے بہت کم آگاہی حاصل ہے۔ اس شخص کا اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں ہے جسکا ہمسایہ اسکی تکلیف سے مطمئن نہیں ہے۔

جب ہمسایہ قرض مانگے تو اسے قرض دو اور جب ہمسائے کے ہاں کوئی خوشی ہو تو اسے مبارک باد دو اور اگر کوئی غمی ہو جائے تو اسے تعزیت کرو۔ اور اس کی اجازت کے بغیر اپنا مکان بلند نہ بناؤ کہ اس کی ہوا رک جائے۔ اور جب کوئی پھل خریدا کرو تو اس کے گھر بھی بطور ہدیہ روانہ کرو اور اگر تم ہدیہ نہ دے سکو تو پھر پھل کو چھپا کر اپنے گھر لاؤ اور اپنے بچوں کو پھل کھلاؤ تو انہیں سمجھاؤ کہ وہ اس کے بچوں کو چڑانے کے لئے ان کے سامنے نہ کھائیں۔

پھر آپ نے فرمایا: ہمسائے تین طرح کے ہیں پہلا ہمسایہ وہ ہے جس کے تم پر تین حق ہیں اسلام کا حق، ہمسائگی کا حق اور رشتہ داری کا حق، اور دوسرا ہمسایہ وہ ہے جس کے دو حق ہیں۔ اسلام کا حق اور ہمسائگی کا حق اور تیسرا ہمسایہ وہ ہے جس کا ایک حق ہے اور وہ ہے ہمسائگی کا حق اور یہ حق کافر کا ہے۔

عن الصادق فى رسالته الى النجاشى۔ واعلم انى سمعت ابى يحدث عن ابائه عن امير المؤمنينؑ انه سمع النبیؐ يقول لاصحابه يوما ما امن باللّٰه واليوم الاخرمن بات شبعان وجاره جائع فقلنا هلكنا يارسول اللّٰه فقال من فضل طعامكم ومن فضل تمركم ورزقكم وخلقكم وخرقكم تطفؤن بها غضب الرب.

(کشف الریبہ شہید۔ ص ۳۲۹)

امام صادق علیہ السلام نے نجاشی کے خط کے جواب میں تحریر کیا۔ تمہیں علم ہونا چاہئے میں نے اپنے آبائے طاہرین اور انہوں نے امیر المؤمنینؑ سے سنا کہ رسولؐ خدا نے اپنے اصحاب سے خطاب کر کے فرمایا۔ اس شخص کا اللہ اور روز قیامت پر ایمان نہیں جو رات کو خود شکم سیر ہو کر سوئے اور اس کا ہمسایہ بھوکا ہو۔

یہ سن کر صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر تو ہم ہلاک ہوگئے۔

آپ نے فرمایا: اپنی اضافی غذا یا اپنی بچی ہوئی کھجور یا کچھ نقدی یا اپنے پرانے لباس سے ہمسائے کی ضرور مدد کرنی چاہئے۔ یہ تمہیں خدا کے غضب سے بچائیں گے۔

قالوا الرسولؐ فلانة تصوم النهار وتقوم الليل وتؤذى جارها بلسانها قال لاخير فيها هى من اهل النار وفلانة تصلى المكتوبة وتصوم شهر رمضان ولا تؤذى جارها فقال رسول اللہؐ هى من اهل الجنة.

(مستدرک الوسائل۔ ج ۲۔ ص ۹۷)

رسول کریمؐ کی خدمت میں عرض کی گئی کہ فلاں عورت دن کو روزے رکھتی اور رات کو نوافل پڑھتی ہے مگر اپنے ہمسائے کو زبان سے اذیت دیتی ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا: اس میں کوئی بھلائی نہیں وہ عورت دوزخی ہے۔ پھر کہا گیا کہ فلاں عورت صرف نمازِ فریضہ ادا کرتی ہے اور روزے صرف ماہِ رمضان کے رکھتی ہے مگر

وہ اپنے ہمسایوں کو اذیت نہیں پہنچاتی تو آپؑ نے فرمایا: وہ اہل جنت میں سے ہے۔

عن مفضل بن عمر قال دخلت علی ابی عبداللهؑ فقال لی من صحبك فقلت رجل من اخوانی قال فما فعل قلت منذدخلت لم اعرف مكانه فقال اما علمت ان من صحب مؤمنا اربعین خطوة سأله الله عنه یوم القیامة.

(وسائل کتاب حج۔ ص ۲۶۷)

مفضل بن عمر کہتے ہیں کہ میں امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا آپؑ نے مجھ سے پوچھا: تمہارا ہم سفر کون تھا؟

میں نے کہا: میرا ایک دینی بھائی میرا ہم سفر تھا۔

آپ نے فرمایا: پھر وہ کہاں گیا؟

میں نے کہا: جب میں یہاں آیا تو میں نے اس کا پتہ نہیں کیا۔

آپؑ نے فرمایا: جو کسی مؤمن کے ساتھ چالیس قدم ہم سفر رہے تو روز قیامت اللہ تعالیٰ اس سے اس مصاحبت کے متعلق ضرور سوال کرے گا۔

عن ابی جعفرؑ قال صانع المنافق بلسانك واخلص ودك للمؤمن وان جالسك یهودی فاحسن مجالسته.

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: منافق کے ساتھ زبانی مدارات سے پیش آؤ اور برادران ایمانی کے لئے اپنی محبت کو خالص رکھو اور اگر کبھی یہودی تمہرا ہم نشین ہو تو اس سے نیک سلوک کرو۔

آسائش دوگیتی تفسیر این دو حرف ست
بادوستاں تلطف بادشمناں مدارا

حافظ

باب سوم

مہمان نوازی

صحرانشین کی مہمان نوازی

قیس بن سعد بن عبادہ عرب کا مشہور مہمان نواز تھا۔ کسی نے اس سے پوچھا کہ تم نے اپنے سے بڑا کوئی مہمان نواز دیکھا ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں ہم ایک صحرانشین شخص کے مہمان ہوئے۔ گھر کا مالک موجود نہیں تھا اس کی بیوی نے ہمارے لئے مہمان خانے کا دروازہ کھولا۔

جب اس کا شوہر آیا تو اس نے اسے بتایا کہ دو مہمان آئے ہوئے ہیں۔ تو اس نے ایک اونٹ نحر کیا اور ہماری غذا تیار کی۔ پھر دوسرے دن اس نے دوسرا اونٹ نحر کر کے کھانا تیار کیا ہم نے کہا کہ آپ تکلف نہ کریں ابھی تو کل کے اونٹ کا گوشت باقی ہے۔ اس نے کہا نہیں ہم مہمان کو باسی کھانا کھلانے کے عادی نہیں ہیں۔

ہمیں بارش کی وجہ سے چند روز وہاں ٹھہرنا پڑا تو وہ شخص روزانہ ہمارے لئے ایک اونٹ نحر کرتا رہا۔

جب ہم روانہ ہوئے تو اتفاق سے ہمارا میزبان موجود نہیں تھا ہم نے اس کی بیوی کو دو سو دینار دیئے اور کہا ہماری طرف سے یہ معمولی سا ہدیہ ہے۔

ہم رقم دے کر روانہ ہوئے تو اس وقت صبح صادق کا وقت تھا۔ جیسے ہی سورج طلوع ہوا تو ہم نے دیکھا کہ ایک شخص اونٹ پر ہمارے تعاقب میں آرہا ہے اور

اس کے ہاتھ میں نیزہ ہے اور وہ مسلسل ہمیں آوازیں دے رہا ہے۔

ہم رک گئے جیسے ہی وہ قریب آیا تو وہ ہمارا میزبان تھا۔ اس نے کہا کہ آپ نے زیادتی کی ہے اپنی رقم واپس لے لیں۔ ہم روٹی بیچا نہیں کرتے۔ اور اگر تم نے رقم واپس لینے سے پس و پیش کی تو میں اس نیزہ کے ساتھ تم سے جنگ کروں گا۔ چنانچہ ہم نے مجبوراً رقم واپس لے لی۔ (مستطرف)

لباس کو مہمان نوازی کا معیار مت بنائیں

کمال الدین میثم بحرانی ایک مشہور و معروف عالم گزرے ہیں انہوں نے بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں ان کی شرح نہج البلاغہ بڑی مشہور ہے۔ ان کی عظمت کے لئے یہ بات کافی ہے کہ خواجہ نصیر الدین طوسی نے ان کے متعلق یہ جملے تحریر کئے۔ "استاذ بشر عقل حادی عشر سید المحققین" مجالس المؤمنین کے مؤلف ان کے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

انہوں نے اوائل زندگی میں گوشہ نشینی اختیار رکھی تھی۔ علمائے عراق و حلہ نے انہیں بہت سے خطوط تحریر کئے کہ آپ گوشہ نشینی چھوڑ کر ہمارے ہاں تشریف لائیں کیونکہ اتنے بڑے عالم کے لئے گوشہ نشینی مناسب نہیں ہے۔

علماء کے خطوط کے جواب میں انہوں نے یہ شعر لکھ کر روانہ کئے:

طلبت فنون العلم ابغی بها العلا
فقصربی عما سموت به القل
تبین لی ان المحاسن کلها
فروع و ان المال فیها هو الاصل

میں نے صاحبِ مقام بننے کے لئے کئی علوم پڑھے لیکن تنگ دستی اور غربت نے مجھے بلند مقام پر نہ پہنچنے دیا۔ یہ دیکھ کر مجھے معلوم ہوا کہ تمام محاسن فروع ہیں اور

دولت ان سب کے لئے بمنزلہ اصل ہے۔

علمائے حلہ نے جواب میں لکھا کہ آپ کو مغالطہ ہوا ہے دولت ہی سب کچھ نہیں ہوتی انسان کا وقار علم و ادب سے بلند ہوتا ہے۔ لہٰذا آپ کو مفلسی کی وجہ سے بالکل نہیں گھبرانا چاہئے آپکے پاس اللہ کا خصوصی عطیہ علم موجود ہے۔ آپ تشریف لائیں، ہم آپکے منتظر ہیں۔ اسکے جواب میں علامہ میثم بحرانی نے یہ شعر لکھے:

قد قال قوم بغیر علم
ماالمرء الا باکبریه
فقلت قول امرء حکیم
ما المرء الابدر همیه
من لم یکن درهم لدیه
لم یلتفت عرسه الیه

کچھ لوگوں نے علم کے بغیر یہ کہہ دیا کہ انسان کی قدر و منزلت اس کے حسب و نسب سے ہوتی ہے میں کہتا ہوں کہ ایک دانا کا قول ہے کہ انسان کی اہمیت روپے پیسے سے ہے۔ جس کے پاس پیسے نہ ہوں تو اس کی بیوی بھی اس کی طرف توجہ نہیں کرتی۔

لیکن اس تمام تر معذرت کے باوجود بھی علماء کا اصرار جاری رہا تو میثم بحرانی قصد زیارت کر کے عراق روانہ ہوئے اور پھٹے پرانے کپڑے پہن کر ایک مدرسہ میں چلے گئے۔ مدرسہ میں جتنے علماء و فضلا جمع تھے، آپ نے سب کو سلام کیا لیکن کسی نے بھی گرمجوشی سے انہیں سلام کا جواب نہ دیا۔

پھر آپ مباحثہ ہال میں گئے جہاں علماء ایک مسئلہ پر بحث کر رہے تھے، انہیں کسی نے وہاں بیٹھنے کیلئے جگہ تک نہ دی آخرکار وہ مجلس کے آخر میں جا کر بیٹھ

گئے۔ مسئلہ بڑا پیچیدہ تھا کسی طرح سے بھی علماء سے اسکی گتھی سلجھنے میں نہ آتی تھی۔ علامہ بحرانی نے مسئلہ کا جواب دیا جو کہ انتہائی مدلل تھا، مگر کسی نے ان کے جواب کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا۔ پھر روٹی کا وقت ہوا اور دستر خوان بچھایا گیا تو انہیں دستر خوان پر بیٹھنے کی کسی نے دعوت نہ دی بلکہ ایک علیحدہ برتن میں انہیں کھانا دے دیا گیا۔

پھر دوسرے دن آپ نے لباس فاخرہ زیب تن کیا اور ایک بڑا عمامہ سر پر سجایا اور اسی مدرسہ میں تشریف لائے۔ ان کے لباس کو دیکھ کر ہر ایک نے پرتپاک طریقہ سے ان سے ہاتھ ملایا اور خیر خیریت دریافت کی۔ بعد ازاں آپ مباحثہ ہال میں تشریف لائے تو انہیں صدر مجلس میں جگہ دی گئی اور مباحثہ کے دوران انہوں نے اپنی طرف سے بے ربط جملے کہے تو بھی ان پر تحسین کے ڈونگرے برسائے گئے اور جب دستر خوان بچھا تو انہیں بہترین برتن میں کھانا پیش کیا گیا۔

کمال الدین میثم بحرانی نے اپنی آستین کو سالن میں ڈبویا اور آستین سے کہنے لگے کہ کھانا کھاؤ یہ تمہارا حق ہے۔

مدرسہ کے تمام علماء و فضلا یہ دیکھ کر متعجب ہوئے اور اس کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ اچھا کھانا کپڑوں کی وجہ سے ملا ہے۔ لہذا کپڑوں کا حق ہے کہ اسے کھائیں۔ میں تو کل بھی یہاں آیا تھا لیکن کسی نے میری طرف توجہ نہیں کی تھی اور تم لوگوں نے دستر خوان پر مجھے اپنے ساتھ بٹھانا تک گوارا نہیں کیا تھا اور آج جب میں امراء اور اہل علم کا سا لباس پہن کر یہاں آیا تو ہر شخص نے میرا احترام کیا۔ اسی لئے تو میں نے تمہیں لکھا تھا کہ آج کل انسان کی قدر و منزلت کا پیمانہ علم نہیں بلکہ مال و دولت ہے لیکن تم کسی طرح سے بھی میری بات ماننے پر آمادہ نہ تھے۔ آج کے تجربے سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ علم و ادب کی تمہارے ہاں کوئی قدر و منزلت نہیں ہے ہاں اگر تمہارے پاس قدر و منزلت ہے تو وہ صرف اور صرف

کپڑوں اور دولت کی ہے۔

پھر تمام علماء نے ان سے معذرت کی اور اظہار تاسف کیا۔ (کشکول بحرانی۔ ص ۳۰۔ روضات الجنات)

مہمان کتنا حساس ہوتا ہے

معاویہ بن ابی سفیان کے دستر خوان پر ایک شخص بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔ مہمان نے لقمہ توڑا تو معاویہ نے آواز دی کہ اس لقمہ میں بال ہے وہ نکال لو۔ مہمان فوراً دستر خوان چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہا میں ایسے شخص کے دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا نہیں کھا سکتا جو مہمان کے لقمہ کو اتنی غور سے دیکھتا ہو کہ اسے اس میں بال نظر آتے ہوں۔ (ثمرات الاوراق۔ ص ۱۱۵)

امام حسنؑ مجتبیٰ کی مہمان نوازی

سیاہ رنگت رکھنے والا ایک بدصورت شخص امام حسنؑ مجتبیٰ کے دستر خوان پر بیٹھ کھانا کھا رہا تھا اور ندیدوں کی طرح بڑی تیزی سے ہاتھ چلا رہا تھا۔ امام حسن علیہ السلام مہمان کو کھانا کھاتے دیکھ کر محظوظ ہو رہے تھے۔

آپؑ نے فرمایا: اعرابی! تم نے شادی کی ہوئی ہے یا مجرد ہو؟

اس نے کہا: میں شادی شدہ ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: تمہارے کتنے بچے ہیں؟

اعرابی نے کہا: میری آٹھ بیٹیاں ہیں۔ شکل و صورت کے اعتبار سے میں ان سے زیادہ حسین ہوں اور پیٹو ہونے کے اعتبار سے وہ مجھ سے زیادہ پیٹو ہیں۔ امام حسنؑ مجتبیٰ نے یہ سن کر تبسم فرمایا اور اسے دس ہزار درہم عطا فرمائے اور فرمایا: یہ تیرا اور تیری بیوی اور آٹھ بیٹیوں کا حصہ ہے۔ (لطائف الطوائف۔ ص ۱۳۹)

انسان کتنے دن مہمان رہ سکتا ہے

ہارون الرشید عباسی کے ظلم وجور سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے فرزند جناب قاسم نے روپوشی اختیار کی۔ اپنی جان بچانے کے لئے ایک دن وہ فرات کے قریب ایک مقام سے گزر رہے تھے کہ انہوں نے دو چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کو دیکھا جو ایک دوسرے سے کھیل رہی تھیں۔ ایک بچی نے اپنی بات کے اثبات کے لئے اس طرح سے قسم کھائی (بحق الامیر صاحب الغدیر) مجھے جناب امیر کی قسم جن کی امامت کا اعلان غدیر میں ہوا۔

جناب قاسم یہ قسم سن کر دل میں خوش ہوئے کہ یہ بچیاں مؤمن ماں باپ کی اولاد ہیں۔

حضرت قاسم نے ایک لڑکی سے پوچھا کہ تم نے جس امیر کی قسم کھائی وہ کون ہے؟

بچی نے کہا: وہ حسنین کریمین کے والد ماجد ابوالحسن علی بن ابی طالبؑ ہیں۔

بچی کا جواب سن کر آپ بے حد خوش ہوئے کہ اپنے آباء واجداد کے دوستوں کے پاس آئے ہیں۔

حضرت قاسم نے کہا: مجھے اس قبیلہ کے سردار سے ملاؤ۔

بچی نے کہا: میرا باپ قبیلہ کا سردار ہے۔ وہ جناب قاسم کو اپنے والد کے پاس لے گئی۔ جناب قاسم تین دن تک اس کے مہمان رہے چوتھے دن آپ نے قبیلہ کے سردار سے کہا: میں نے پیغمبر اسلام کی ایک حدیث سنی ہے، کہ مہمانی تین دن ہوتی ہے اس کے بعد اگر کوئی کسی کے گھر سے کھانا کھاتا ہے، تو اس گھر کا صدقہ کھاتا ہے۔ اسی لئے میں آپ کی گھر کا صدقہ کھانا پسند نہیں کرتا آپ مجھے کوئی کام ذمے لگادیں تاکہ میں صدقہ کھانے سے بچ جاؤں۔

قبیلہ کے سردار نے کہا میں آپ کے لئے کوئی کام تلاش کروں گا۔ لیکن جناب قاسم نے فرمایا: آپ اپنی مجلس کو پانی پلانے کی ذمہ داری مجھے سونپ دیں۔ اس نے منظور کرلیا۔ بعد ازاں جناب قاسم سردار قبیلہ کی مجلس میں پانی پلایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ سردار قبیلہ آدھی رات کے وقت گھر سے باہر آیا تو اس نے دیکھا قاسم عبادت الٰہی میں مصروف ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اس طرح محو مناجات ہیں کہ انہیں اپنے گردو پیش کی کوئی خبر تک نہیں ہے۔ قاسم کی یہ حالت دیکھ کر سردار بڑا متاثر ہوا۔

جیسے ہی صبح ہوئی اس نے اپنے قبیلہ کے افراد کو جمع کر کے کہا میں اپنی بیٹی کا نکاح قاسم سے کرنا چاہتا ہوں۔ باقی قبیلہ نے اس فیصلہ پر خوشی کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے قاسم کو ایک بیٹی عطا فرمائی۔ بچی تین برس کی ہوئی کہ قاسم بیمار ہوئے اور روز بروز ان کی بیماری میں شدت آتی گئی۔ قبیلہ کا سردار قاسم کے سرہانے بیٹھ کر ان کے حسب و نسب کے متعلق پوچھنے لگا۔ جناب قاسم نے کچھ اس طرح کے جواب دیئے کہ اس نے اچانک کہا۔ بیٹے میں جان گیا تو ہاشمی ہے۔ حضرت قاسم نے فرمایا: جی ہاں میں امام موسیٰ کاظم کا فرزند قاسم ہوں۔

یہ سن کر ان کا سسر اپنا چہرہ پیٹنے لگا کہ ہائے میں اپنی مجلس میں آپ سے سقائی کراتا رہا، میں امام موسیٰ کاظم کو کس طرح سے منہ دکھاؤں گا۔

قاسم نے فرمایا: آپ نے میری بڑی خاطر مدارات کی انشاء اللہ آپ جنت میں میرے ساتھ ہوں گے اور میں آپ کی شفاعت کروں گا۔

سنو! میں دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں۔ میری وفات کے بعد مجھے غسل وکفن دے کر دفن کرنا اور پھر جب حج کے دن آئیں تو میری بیوی اور میری بچی کو ساتھ لے کر خانۂ خدا کی زیارت کے لئے چلے جانا اور واپسی پر مدینہ کی راہ لینا

اور جب تم مدینہ پہنچو تو شہر کے آغاز پر میری بیٹی کو پیادہ کر دینا تم خود اس کے پیچھے چلنا میری بیٹی چلتے چلتے ایک بڑی حویلی کے دروازے پر پہنچ جائے گی اور وہی ہمارا گھر ہے۔ میری بیٹی اس گھر میں چلی جائے گی۔ اس گھر میں سرپرستوں سے محروم مستورات ہیں اور میری ماں بھی وہیں موجود ہو گی۔

قاسم کی وفات ہو گئی اور ان کی تجہیز و تکفین ہوئی اس کے بعد غم زدہ خاندان مکہ گیا۔ حج سے فراغت کے بعد مدینہ پہنچے۔ جیسے ہی مدینہ شہر شروع ہوا سردار نے اپنی نواسی کو محمل سے اتارا اور خود اس کے پیچھے چلنے لگا اور کہا بیٹی تم اپنا گھر تلاش کرو۔ چلتے چلتے بچی ایک بڑی حویلی کے دروازے پر کھڑی ہو گئی وہاں اپنے والد کی خوشبو محسوس کر کے کچھ دیر کھڑی روتی رہی پھر حویلی میں داخل ہو گئی مستوراتِ عصمت نے جب اس بچی کو دیکھا تو پوچھنے لگیں کہ تم کون ہو۔

مگر بچی نے کسی کے سوال کا جواب نہیں دیا، برابر روتی رہی۔ قاسم کی والدہ آئیں اور بچی کو گود میں لے کر رونے لگیں اور بچی کو پیار کرنے لگیں اور فرمایا یہ میرے قاسم کی بیٹی ہے۔

تمام پردہ دار بی بیاں حیران ہو کر کہنے لگیں: آپ کو کیسے پتہ چلا کہ یہ قاسم کی بیٹی ہے؟

بی بی نے فرمایا: تم بچی کو غور سے دیکھو یہ ہو بہو میرے بیٹے قاسم کی شبیہ ہے اس وقت بچی نے بتایا کہ میری ماں اور نانا بھی دروازے پر موجود ہیں۔

جب قاسم کی والدہ نے قاسم کی موت کا حال سنا تو بیمار ہو گئیں اور تین دن بعد ان کی وفات ہو گئی۔

حضرت قاسم کا مزار حلہ شہر سے چھ فرسخ کے فاصلہ پر باخمری میں موجود ہے اور اس شہر کا جدید نام مدینۃ القاسم ہے۔ (شجرۂ طوبیٰ۔ ص ۲۱۰)

مہمان کا احترام ہر شخص پر واجب ہے

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا: کہ ایک مرتبہ ایک باپ بیٹا حضرت علی علیہ السلام کے مہمان ہوئے۔ آپؑ نے انہیں صدر مجلس میں بٹھایا اور خود ان کے سامنے بیٹھے پھر آپؑ نے طعام لانے کا حکم دیا۔ جب دونوں مہمان کھانا کھا چکے تو قنبر طشت اور لوٹا اور تولیہ لے کر ان کے ہاتھ دھلانے کے لئے آئے۔ قنبر چاہتے تھے کہ باپ کے ہاتھ دھلائیں۔ حضرت علی علیہ السلام اپنی جگہ سے اٹھے اور قنبر کے ہاتھ سے آپ نے لوٹا لے لیا اور چاہا کہ آپ اس کے ہاتھ دھلائیں۔ تو مہمان نے بڑی عاجزی سے عرض کی: مولا! خدا کے لئے آپ یہ زحمت نہ فرمائیں۔ میں اپنے خدا کو کیا جواب دوں گا کہ علیؑ نے میرے ہاتھ دھلائے تھے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: تمہیں میرے حق کی قسم آرام سے بیٹھے رہو جس طرح سے تمہیں قنبر کے ہاتھ دھلانے پر اعتراض نہیں تھا اسی طرح سے میرے ہاتھ دھلانے پر بھی اعتراض نہ کرو۔ پھر آپ نے اس کے ہاتھ دھلائے۔

بعد ازاں آپؑ نے لوٹا اپنے بیٹے محمد حنفیہ کو پکڑایا اور فرمایا: کہ میں نے باپ کے ہاتھ دھلائے ہیں تم بیٹے کے ہاتھ دھلاؤ۔ میں خود ہی دونوں کے ہاتھ دھلاتا لیکن یہ چاہتا ہوں کہ باپ بیٹے میں کچھ فرق ضرور ہونا چاہئے۔ پھر محمد حنیفہ نے بیٹے کے ہاتھ دھلائے۔

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا: جو اس کام میں علیؑ کی پیروی کرے گا وہ علیؑ کا حقیقی شیعہ ہو گا۔ (بحار الانوار۔ ج ۱۶۔ ص ۱۴۸)

اس عالم میں بھی مہمان کو کھانا کھلایا

علامہ مجلسی نے بحار الانوار کی جلد نہم میں تفاسیر عامہ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور بھوک کی شکایت کی۔ آپؐ نے اپنی ازواج سے فرمایا کہ کسی کے پاس کچھ کھانے کیلئے ہو تو اس مہمان کو دو۔ تمام ازواج نے عرض کی ہمارے گھر میں پانی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

پھر آپؐ نے مسجد میں فرمایا: کوئی ہے جو اس کو آج کھانا کھلائے؟

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کی: یا رسولؐ اللہ! آج رات یہ ہمارا مہمان ہوگا۔

حضرت علی علیہ السلام مہمان کو ساتھ لے گئے اور گھر میں جناب سیدہ سلام اللہ علیہا سے پوچھا کہ مہمان آیا ہے گھر میں کھانے کے لئے کچھ ہے؟

جناب سیدہ نے عرض کی: بچوں کا تھوڑا سا کھانا موجود ہے لیکن میں مہمان کو اپنے بچوں پر ترجیح دوں گی۔

جناب علی علیہ السلام کھانا لے کر مہمان کے پاس آئے جیسے ہی مہمان نے کھانا شروع کیا تو آپؑ نے چراغ بجھا دیا اور منہ کو حرکت دیتے رہے۔ مہمان یہ سمجھتا رہا کہ میرا میزبان بھی میرے ساتھ کھانے میں شریک ہے۔ مہمان نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔ رات گزری جب صبح ہوئی تو حضرت علی نماز فجر کے لئے مسجد نبوی میں تشریف لائے، پیغمبرؐ اکرم نے آپ کی طرف دیکھا اور آپؐ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے رات کے عمل سے بہت خوش ہوا ہے اور ابھی ابھی جبرئیل میرے پاس یہ آیت لائے ہیں "ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصة" وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود ضرورت مند ہوتے ہیں۔ (بحار الانوار۔ ج ١٦۔ ص ١٤٨)

اندازِ مہمانی

حکیم سعد الدین نزاری، شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی کے ہم عصر تھے اور دونوں بزرگوں میں بڑی پیار و محبت تھی۔ شیخ سعدی حکیم نزاری سے ملنے کے لئے دو مرتبہ قہستان آئے اور حکیم نزاری بھی شیخ سعدی کی ملاقات کیلئے چند مرتبہ شیراز تشریف لے گئے۔

ایک مرتبہ حکیم سعد الدین سعدی کے ہاں مہمان ہوئے۔ شیخ سعدی نے ان کی بہت زیادہ خاطر مدارات کی جس کی وجہ سے حکیم زیادہ عرصہ شیراز میں نہ ٹھہر سکے اور چلتے وقت سعدی سے کہا کہ ہم تو جا رہے ہیں لیکن شرط مہمان نوازی یہ نہ تھی جو آپ بجا لائے۔

شیخ سعدی نے معذرت کی کہ میں آپ کی پوری طرح سے خدمت نہ کر سکا۔

کچھ عرصہ بعد شیخ سعدی، حکیم نزاری سے ملنے کیلئے قہستان آئے اور جب بیرجند پہنچے تو انہوں نے حکیم کو اپنے کھیت میں کام کرتے دیکھا حکیم نے شیخ سعدی کو اپنے گھر روانہ کر دیا اور خود اپنے کام میں مصروف رہے جب فارغ ہوئے تو اپنے مہمان کے پاس آکر بیٹھے اور کھانے میں کسی طرح کا تکلف روا نہ رکھا وہی عام اور سادہ غذا جو معمول کے مطابق انکے گھر پکا کرتی تھی، وہی غذا مہمان کو کھلاتے رہے۔ شیخ سعدی تین ماہ انکے مہمان رہے اور جب حکیم نے محسوس کیا کہ شیخ واپسی کا ارادہ کر رہے ہیں تو انہوں نے خوب خاطر مدارات کی اور دوستوں سے کہا کہ شیخ واپس جانا چاہتے ہیں لہٰذا آپ بھی انکی مہمان نوازی کریں پورا ایک مہینہ شیخ سعدی کو دعوتیں ملتی رہیں۔ جب شیخ روانہ ہونے لگے تو حکیم نزاری نے کہا مہمان نوازی کی شرط یہ ہے کہ تکلف سے خالی ہو تا کہ مہمان چند دن اپنے میزبان کے پاس ٹھہر سکے۔ (تاریخ قہستان)

مہمان نوازی کا خرچ ولی العصر (عج) نے دیا

بحرین کے چند شیعوں نے ایک دوسرے سے معاہدہ کیا کہ وہ ایک دوسرے کی مہمانی کریں گے۔ یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ ایک مفلس شیعہ کی باری آئی۔ اس بے چارے کے پاس مہمانی کے اخراجات نہ تھے، بہت پریشان ہوا۔ اپنی پریشانی کو دور کرنے کے لئے صحرا کا رخ کیا۔ اسی اثنا میں ایک شخصیت نمودار ہوئی اور اس نے کہا کہ شہر میں فلاں تاجر کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ اس نے جن بارہ اشرفیوں کی ہمارے لئے نذر کی تھی وہ دے دو۔ اس سے رقم لے کر دوستوں کی مہمانی کرو۔

اس نے پوچھا کہ اگر تاجر پوچھے کہ تمہیں کس نے بھیجا ہے؟ تو فرمایا تم کہنا کہ مجھے محمد بن حسن بن علی نے بھیجا ہے۔

وہ شخص تاجر کے پاس گیا اور پیغام دیا۔ تاجر نے کہا: یہ الفاظ محمد بن حسن نے خود تم سے کہے تھے؟

اس نے کہا: جی ہاں۔ تاجر نے کہا: تم انہیں پہچانتے ہو کہ وہ کون تھے؟ خدا وہی امام صاحب الزمان تھے۔ میں نے بارہ اشرفی ان کی نذر کے لئے رکھی تھیں۔ آپ چھ اشرفیاں لے لیں اور باقی چھ اشرفیاں مجھے دیں میں ان کو اپنے پاس بطور تبرک رکھوں گا اور ان کے بدلے میں تمہیں اور رقم دوں گا۔

اس طرح سے امام صاحب الزمان نے مہمان نوازی کا خرچ اپنی طرف سے ادا کیا۔ (النجم الثاقب۔ ص ۳۰۶)

بادیہ نشین کیسے مہمانی کرتے ہیں؟

نوری مرحوم دارالسلام کی جلد دوم میں رقم طراز ہیں کہ بصرہ شہر میں ایک عیسائی تاجر رہتا تھا اس کا کاروبار خوب جما ہوا تھا۔ اس کی تجارت نے اس قدر ترقی کی کہ اس کیلئے بصرہ شہر چھوٹا پڑنے لگا۔ بغداد کے تاجروں سے اسکی دوستی تھی۔ انہوں

نے اسے مشورہ دیا کہ بصرہ نسبتاً چھوٹا شہر ہے وہاں تمہاری تجارت کچھ زیادہ فروغ نہیں پائے گی۔ تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم بغداد آجاؤ اور یہاں کاروبار شروع کرو۔

تاجر نے لوگوں سے جو کچھ لینا تھا۔ سب وصول کیا، اپنا تمام سامان فروخت کیا اور دیناروں کی بوریاں بھر کر بغداد کی طرف روانہ ہوا۔

راستے میں ڈاکوؤں نے قافلہ پر حملہ کردیا اور باقی مسافروں کے ساتھ اس کا بھی تمام سامان لوٹ لیا۔ یوں وہ تاجر نانِ شبینہ کا محتاج ہوگیا۔ اس نے سوچا کہ اب بصرہ واپس جانا بے سود ہے اور بغداد جانا باعثِ ندامت ہے۔ پوری زندگی کا وہی سرمایہ تھا جو ڈاکو لوٹ کر لے گئے۔ یہ سوچ کر قافلہ سے علیحدہ ہوگیا اور صحرائی عربوں کا مہمان جا بنا۔

صحرائی عربوں کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنے خیموں کے قریب ایک بڑا خیمہ مہمانوں کے لئے لگاتے ہیں اور جب کبھی ان کے ہاں مہمان آجائے تو اسے اس خیمہ میں ٹھہراتے ہیں۔

بہر نوع عیسائی تاجر مختلف قبیلوں کے ہاں مہمان رہا۔ آخر میں وہ ایک قبیلہ کے پاس جاکر مہمان ہوا۔ اس قبیلہ والوں نے اسے بڑی پیار و محبت دی چند دن رہنے کے بعد وہ کچھ افسردہ سا ہوگیا۔ قبیلہ کے نوجوانوں نے اس سے افسردگی کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا: میں آپ لوگوں پر خواہ مخواہ بوجھ بنا ہوا ہوں لیکن آپ لوگوں کی محبت کو دیکھ کر کسی اور جگہ بھی جانا نہیں چاہتا۔ جوانوں نے کہا کہ آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے ہاں آنے والے مہمان کا خرچ فردِ واحد کو برداشت نہیں کرنا پڑتا۔ ہم سال کے آغاز میں ایک رقم مہمانوں کیلئے مخصوص کردیتے ہیں اور وہ رقم قبیلہ کے سردار کے پاس جمع ہوتی ہے۔ لہٰذا آپ کے یہاں رہنے سے ہمارے اخراجات میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا اور آپ کے جانے سے ہمیں

کسی طرح کی چھت نہیں ہوگی۔ لہٰذا آپ آرام سے ہمارے ہاں رہ سکتے ہیں۔

چند دن گزرے کہ ماہِ محرم کا چاند نظر آگیا اور اطراف کے خیمہ نشین پیدہ پا اس قبیلہ کے پاس آئے پھر اس قبیلہ نے اپنے خیمے اکھاڑے اور مراسم عزاداری کے لئے روانہ ہوگئے، یہ لٹاپٹا تاجر بھی ان کے ساتھ تھا۔ پہلے پہل وہ لوگ نجف اشرف آئے اور امیر المؤمنین علیہ السلام کو ان کی اولاد کا پرسہ دیا۔ پھر نجف اشرف سے کربلا معلّٰی آئے اور شبِ عاشور روضۂ امام حسین علیہ السلام میں داخل ہوئے۔

قبیلہ والوں نے اپنی جوتیاں اور دیگر سامان اس عیسائی مہمان کے حوالہ کیا اور کہا کہ تم ہمارے سامان کا خیال رکھنا ہم آج رات حرم امام حسین علیہ السلام میں بسر کریں گے اور کل ظہر کے بعد ہم یہ سامان تم سے واپس لیں گے۔

عیسائی تاجر امام مظلوم کے صحن کے ایک کونے میں سامان کی حفاظت کیلئے بیٹھ گیا تھکا ہوا تھا اسے نیند آگئی۔ خواب میں دیکھا کہ حرم مطہر سے امام حسین علیہ السلام باہر تشریف لائے اور ان کے ساتھ دو جوان تھے۔ آپ نے جوانوں کو حکم دیا کہ وہ ہاتھ میں قلم دوات اور کاغذ لیں اور ہمارے تمام زائرین کے نام درج کریں۔

جوانوں نے تمام زائرین کے نام لکھ کر امام مظلوم علیہ السلام کی خدمت میں پیش کئے آپ نے زائرین کی فہرست دیکھ کر فرمایا کہ نہیں ابھی کچھ زائرین کے نام لکھنے سے رہ گئے ہیں۔ جاؤ پھر اچھی طرح سے ہمارے زائرین کے نام لکھ کر لاؤ کسی زائر کا نام لکھنے سے رہ نہ جائے۔ دونوں جوان امام علیہ السلام کا حکم مان کر بڑی توجہ سے زائرین کے نام لکھنے لگے اور آخر میں انہوں نے زائرین کی فہرست امام عالی مقام کی خدمت میں پیش کی۔ آپ نے فہرست دیکھ کر فرمایا کہ اب بھی کچھ زائرین کے نام لکھنے سے رہ گئے ہیں۔ یہ سن کر جوانوں نے عرض کی مولا! ہم نے تمام زائرین کے نام لکھے ہیں مگر ہم نے اس شخص کا نام نہیں لکھا کیونکہ یہ عیسائی ہے۔

یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا: سچ ہے کہ یہ عیسائی ہے لیکن یہ تو دیکھو کہ یہ ہمارا مہمان ہے۔ اس کا نام بھی زائرین کی فہرست میں لکھو کیونکہ یہ بھی تو ہمارے صحن میں آگیا ہے۔

جیسے ہی عیسائی خواب سے بیدار ہوا بے ساختہ رونے لگا اور اسی وقت مسلمان ہوگیا۔

سلمان فارسیؓ کی مہمان نوازی

سید محمد باقر قزوینی عراق کے عارف باللہ علماء میں سے تھے۔ آپ صاحب کرامات تھے۔ ہمیں اس کتاب میں ان کی کرامات لکھنا مقصود نہیں بس ان کی ایک دو کرامات ہی ہم اپنے قارئین کی نظر کرتے ہیں۔

سید مہدی قزوینی کہتے ہیں ہم سید باقر قزوینی کے ساتھ تھے پہلے ہم نے کربلا معلّٰی میں امام مظلوم کی زیارت کی پھر وہاں سے کشتی میں بیٹھ کر نجف اشرف کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں برق و باراں کا طوفان شروع ہوا۔ کشتی تنکے کی طرح دریا میں ہچکولے کھانے لگی۔ ہم سب پریشان تھے۔ ہمارے قافلے میں ایک کمزور دل شخص بھی تھا جو سب سے زیادہ پریشان تھا۔ وہ کشتی میں کبھی دائیں گرتا اور کبھی بائیں گرتا اور کبھی ابر بہار کی طرح اشک برساتا اور امیر المؤمنین کی مدح پر مبنی اشعار کہتا۔

جب سید محمد باقرؒ نے اس شخص کی حد سے بڑھی ہوئی بے چینی دیکھی تو فرمایا: بندۂ خدا تو اتنا مضطرب کیوں ہے۔ ہوا اور بادل سب حکم خدا کے محتاج ہیں۔ تجھے اس وجہ سے بالکل گھبرانا نہیں چاہیے۔ پھر آپ نے اپنی عبا کو سمیٹ کر ہوا کی جانب اشارہ کر کے کہا. حکم خدا سے رک جا۔ چند لمحات کے بعد ہوا تھم گئی اور اتنی تھمی کہ ہماری کشتی حرکت نہ کر سکتی تھی۔

سید مرتضٰی نجفی کو سید باقر قزوینی سے بڑی ارادت تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ

میں کاظمین میں تھا کہ مجھے خبر ملی کہ سید باقر امام ہشتم علیہ السلام کی زیارت کر کے واپس آئے ہیں میں ان سے ملنے کیلئے گیا۔ تو انہوں نے مجھے کہا کہ حضرت سلمان فارسی کی زیارت کے لئے کل مدائن جانا چاہتا ہوں۔ لہٰذا کل آپ تین گھوڑے کرایہ پر حاصل کریں ایک میرے لئے اور ایک سید صالح کے لئے اور ایک گھوڑا تمہارے لئے ہونا چاہئے۔ اور کل فلاں مقام پر آپ آجائیں میں بھی وہاں پہنچ جاؤں گا۔

پھر دوسرے دن میں اس مقام پر گیا تو سید باقر گھوڑے پر بیٹھے اور ہم بھی اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہوئے۔ اور مجھے یہ دیکھ کر تشویش ہوئی کہ ان کے پاس خورد و نوش کا کوئی سامان نہیں ہے اور مدائن میں رات گزارنے کے لئے کوئی شمع وغیرہ بھی ان کے پاس نہیں ہے۔ میں دل میں شرمندہ ہوا کہ سید صاحب نے اپنے ذہن کے مطابق ان اشیاء کی فراہمی میرے ذمے لگائی ہوگی مگر چونکہ زبان سے مجھے ان اشیاء کا حکم نہیں دیا تھا لہٰذا میں بھی کوئی چیز اپنے ہمراہ نہیں لیا تھا۔ الغرض ہم مدائن پہنچ گئے۔ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی۔ مقبرہ کے ساتھ متصل ایوان میں ہم بیٹھ گئے اور سید نے کہا چراغ کہاں ہے؟

میں نے معذرت آمیز لہجہ میں کہا کہ میں چراغ لانا بھول گیا تھا۔ سید نے پھر پوچھا تمہارے پاس قہوہ ہے۔ میں نے پھر معذرت کی کہ میں کچھ بھی ساتھ نہیں لایا۔ یہ سن کر انہوں نے کہا اچھا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ سید نے قبر سلمان کی طرف منہ کر کے کہا۔ سلمان آپ کریم اور سخی خاندان کے خادم ہیں اور میں بھی اسی خاندان کی اولاد ہوں۔ میں امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں جا کر شکایت کروں گا کہ ہم سلمان کے مہمان بنے تھے اور اس نے ہماری خاطر تواضع نہیں کی تھی۔

چند لمحات گزرے کہ دربار سلمان کا ایک خادم ایک شمع دان لے کر آیا اور اس کے ساتھ پانچ چھ موم بتیاں بھی تھیں۔ اور کہا کہ یہ شمع دان ایک مؤمن نے

زائرین کے لئے روانہ کیا ہے اور آپ سے زیادہ اور کوئی اس کا مستحق نہیں ہے۔ لہٰذا یہ لیجئے اور کمرے میں جلا لیجئے۔

میں نے شمع دان کو روشن کیا۔ پھر سید نے کہا سلمان! تمہاری مہمانی میں دیر ہو رہی ہے مجھے قہوہ کی ضرورت ہے۔ اتنے میں ایک شخص اندر داخل ہوا اور سید کو پہچان لیا اور کہنے لگا کہ میں آپ کو عجیب داستان سنانا چاہتا ہوں۔

سید نے کہا: داستان سے پہلے یہ بتاؤ کہ تمہارے پاس قہوہ بھی ہے یا نہیں ہے؟

اس نے ایک بڑی سی تھیلی سید کے سامنے رکھی اور کہا: اس تھیلی میں قہوہ، شکر اور کھانے کے لئے نان موجود ہیں۔

ہم نے قہوہ تیار کیا اور بصری نان کھائے تو اس شخص نے بتایا کہ میں ایک ملاح ہوں اور ہمیشہ بصرہ سے سامان تجارت بغداد پہنچاتا رہتا ہوں۔ آج رات میری کشتی دریا کی لہروں پر رواں دواں تھی اور موافق ہوا چل رہی تھی۔ لیکن جیسے ہی میری کشتی مزار سلمان کے سامنے پہنچی تو رک گئی۔ ہم نے اسے چلانے کیلئے بہت جتن کئے لیکن میری کشتی کسی طرح سے بھی چلنے میں نہ آئی۔

مجھے ایسے محسوس ہوا جیسا کہ کوئی کہہ رہا ہو کہ بدنصیب تجھے سلمان کی زیارت کئے ہوئے ایک عرصہ گزرا ہے۔ لہٰذا کشتی یہاں پر رکی رہے گی تم جا کر آج کی رات سلمان کی زیارت کرو اور پھر فجر کے وقت کشتی پر سوار ہو جاؤ۔

اب میری کشتی مزار سلمان کی سامنے رکی ہوئی ہے اور میں یہاں زیارت کیلئے آیا ہوں بہر نوع رات گزری۔ صبح میں اس ملاح کے ساتھ اسکی کشتی تک گیا اور جیسے ہی کشتی والوں نے لنگر اٹھایا کشتی بغداد کی طرف چل پڑی۔ (دارالسلام۔ ج۲۔ ص۲۰۰)

افضل کون؟ مہمان یا میزبان

ثقۃ الاسلام کلینی الکافی میں لکھتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے حسین بن نعیم سے دریافت فرمایا: اپنے دینی بھائیوں سے محبت رکھتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ پھر آپؑ نے فرمایا: تنگ دست مؤمنین کی مدد کرتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ پھر آپ نے فرمایا: ان سے محبت رکھنی ضروری ہے۔

بعد ازاں آپؑ نے فرمایا: تو کیا کبھی غریب و مسکین مؤمنین کو اپنے گھر بلا کر کھانا کھلاتے ہو؟

اس نے کہا: جی ہاں۔ میں اکیلا کھانا کھانے کا عادی ہی نہیں۔ میں ہمیشہ دو تین مومنوں کو ساتھ ملا کر کھانا کھاتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: آگاہ رہو انہیں تم پر فضیلت حاصل ہے۔

حسین بن نعیم نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان میں ان کو دعوت دیتا ہوں۔ اور کھانا کھلاتا ہوں پھر بھی انہیں مجھ پر فضیلت حاصل ہے؟

آپ نے فرمایا: جی ہاں جب مومن تمہارے گھر داخل ہوتے ہیں تو تمہاری مغفرت لے کر آتے ہیں اور جب تمہارے گھر سے روانہ ہوتے ہیں تو تمہارے اور تمہارے خاندان کے گناہ لے کر رخصت ہوتے ہیں۔ (کلمہ طیبہ۔ ص ۲۴۵)

مہمان نوازی سے نہ کترائیں

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے تھے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح و شام بخل سے پناہ مانگا کرتے تھے اور ہم بھی آپؐ کی اس سنت پر عمل کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "ومن یوق شح نفسه فاولئك هم المفلحون" جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے بچالے جائیں تو وہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں۔

تمہیں علم ہونا چاہئے کہ قوم لوط کی بدبختی کی اصل بنیاد بخل تھی کیونکہ یہ

قوم ایک شاہراہ کے کنارے آباد تھی۔ لوگوں کے کاروان وہاں سے گزرا کرتے تھے اور ان سے کھانا مانگتے تھے۔ یہ لوگ اپنے بخل کی وجہ سے مہمان نوازی سے تنگ آگئے۔ مہمانوں سے جان چھڑانے کیلئے ان بدبختوں نے لواطت کے فعل قبیح کو رواج دیا آہستہ آہستہ اس کی خبر تمام شہروں میں پھیل گئی کہ قوم لوط مسافروں سے بدفعلی کرتی ہے۔ یہ سن کر مسافروں نے ان کے ہاں آنا چھوڑ دیا۔

اگرچہ اس عمل بد کی ابتداء انہوں نے مہمانوں سے جان چھڑانے کیلئے کی تھی مگر اس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے عورتوں کی طرف سے منہ موڑ لیا چنانچہ دور دراز سے خوبصورت لڑکوں کو پیسے دے کر اپنے شہر میں لایا کرتے تھے اور ان سے بدفعلی کیا کرتے تھے۔

راوی نے امام سے دریافت کیا: تو کیا تمام اہل شہر اس لعنت میں مبتلا تھے؟

آپؑ نے فرمایا: لوط علیہ السلام کے خاندان کے علاوہ پورا شہر اس لعنت میں مبتلا تھا۔

لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی تھے اور اسحق علیہ السلام کی والدہ حضرت سارہ کے بھائی تھے۔ آپؑ سخی اور مہمان نواز شخص تھے۔ آپؑ کی قوم آپؑ کو مہمان نوازی سے منع کرتی تھی، آپ نے مسلسل تیس سال تک اس بدکار قوم کو تبلیغ فرمائی لیکن نتیجہ کچھ بھی برآمد نہ ہوا جب کبھی حضرت لوط کے ہاں کوئی مہمان آتا تو آپؑ مہمان کو قوم سے مخفی رکھتے تاکہ مہمان کو رسوائی سے بچایا جاسکے۔

اللہ تعالیٰ نے اس بدکار قوم کو برباد کرنے کا ارادہ فرمایا تو جبرئیل علیہ السلام اپنے ساتھ چند فرشتوں کو لے کر خوبصورت لڑکوں کی شکل میں شام کے وقت لوط علیہ السلام کے پاس آئے۔ اس وقت آپ اپنے کھیت میں کام کر رہے تھے۔

فرشتوں نے ان سے درخواست کی کہ آج رات ہمیں اپنے پاس ٹھہرنے کی اجازت دیں ہم آپ کے مہمان ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا: بہتر ہے تم یہاں سے کہیں دور چلے جاؤ اس شہر کے لوگ انتہائی بدکار ہیں مہمانوں کو رسوا کرتے ہیں اور ان کا مال بھی چھین لیتے ہیں۔

فرشتوں نے کہا: اب کافی وقت گزر گیا ہے اس وقت ہم کہیں جانے کے قابل نہیں ہیں، لہٰذا آج ہمیں اپنا مہمان بنالیں۔

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی بیوی سے فرمایا: آج ہمارے ہاں کچھ مہمان آئے ہیں۔ میری تم سے یہی خواہش ہے کہ لوگوں کو ان کے آنے کی اطلاع نہ دینا اگر تم نے میرے کہنے پر عمل کیا تو میں تمہاری سابقہ غلطیاں معاف کردوں گا۔

ان کی بیوی بدسیرت اور پلید تھی۔ قوم لوط نے ایک دوسرے کو مہمانوں کی آمد سے مطلع کرنے کیلئے آگ جلانے کا اشارہ مقرر کیا ہوا تھا۔

گھر میں جیسے ہی مہمان وارد ہوئے حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے گھر کی چھت پر آگ جلادی اور اس طریقہ سے بدکار قوم کو مہمانوں کی آمد سے مطلع کیا۔

آگ کے شعلے دیکھ کر چاروں طرف سے بدکار لوگ لوطؑ کے مکان پر اُمڈ پڑے، انکے گھر کو محاصرہ میں لے لیا اور حضرت لوطؑ سے کہا کہ وہ مہمان انکے حوالے کردیں۔

جناب لوط علیہ السلام نے فرمایا: یہ میرے مہمان ہیں مجھے رسوا نہ کرو۔

بدکار قوم نے کہا: ہم آپ کو پہلے ہی روک چکے تھے کہ آپ اپنے ہاں مہمان مت ٹھہرائیں تو اس ممانعت کے باوجود آپ نے مہمان اپنے پاس کیوں ٹھہرائے۔

جب بدکار قوم کا شور و غوغا زیادہ بڑھا اور کھڑکی توڑ کر لوط کے گھر میں آنے لگے تو جناب جبرئیلؑ نے اشارہ کیا۔ سب کے سب اندھے ہوگئے آخرکار دیواروں کا سہارا لیتے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوگئے۔

جبرئیلؑ نے حضرت لوطؑ سے کہا: آپ اپنے خدان کو لے کر دور نکل جائیں

ہم صبح کے وقت اس شہر کو تباہ وبرباد کردیں گے۔

جناب لوط علیہ السلام خاندان کو لیکر چلے گئے صبح ہوئی تو فرشتوں نے اس خطہ زمین کو الٹ دیا اور پھر آسمان سے ان پر پتھروں کی بارش ہوئی۔ عذاب کی آواز سن کر لوط کی بیوی نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک پتھر اسے آلگا اور وہ وہیں ڈھیر ہوگئی۔

چند روایات

قال النبیؐ اذا اراده الله يقول خیراً اهدی الیهم هدیة قالوا وما تلك الهدیة قال الضیف ینزل برزقه ویر تحل بذنوب اهل البیت.

(بحار الانوار۔ ج ۱۵۔ ص ۲۴۱)

جب اللہ کسی قوم کی بھلائی چاہتا ہے تو ان کی طرف ہدیہ روانہ کرتا ہے۔

لوگوں نے پوچھا: یا رسولؐ اللہ! وہ کون سا ہدیہ ہے جو اللہ عطا کرتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: مہمان ہدیہ خداوندی ہے۔ جب مہمان آتا ہے تو اپنا رزق ساتھ لے کر آتا ہے اور جب جاتا ہے تو گھر والوں کے گناہ ساتھ لے کر جاتا ہے۔

عن امیر المؤمنینؑ قال مامن مؤمن یحب الضیف الاویقوم من قبره ووجهه کالقمر لیلة البدر فینظر اهل الجمع فیقولون ماهذا الا نبی مرسل فیقول ملك هذا مؤمن یحب الضیف ویکرم الضیف ولا سبیل له الا ان یدخل الجنة.

(بحار الانوار۔ ج ۱۵۔ ص ۲۴۲)

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: جو بھی مؤمن مہمان سے محبت رکھتا ہو تو قیامت کے روز جب وہ اپنی قبر سے اٹھے گا تو اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند دمک رہا ہوگا۔ اہل محشر کہیں گے یہ کوئی نبی مرسل ہے۔ اس وقت ایک فرشتہ کہے گا: یہ نبی نہیں ایک مومن ہے جسے مہمانوں سے محبت تھی اور یہ مہمانوں

کی عزت کیا کرتا تھا اور آج یہ جنت کے علاوہ اور کہیں نہیں جائے گا۔

عن الرضاؑ عن ابائه قال دعارجل امیر المؤمنین فقال له قداجبتك علیٰ ان تضمن لی ثلاث حصال قال وما هن یا امیر المؤمنین قال لا تدخل علیّ شیئا من خارج ولا تدخر عنی شیئا فی البیت ولا تجحف بالعیال قال ذلك لك فاجابه امیر المؤمنین علیه السلام و عن ابی عبداللهؑ اذا اتاك احوك فأته بما عندك و اذا دعوة فتكلف له.

(بحارالانوار۔ ج ۱۵۔ ص ۲۴۰)

امام رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین سے روایت کی کہ ایک شخص نے امیر المؤمنین علیہ السلام کو کھانے کی دعوت دی تو آپ نے فرمایا اگر تم مجھے تین باتوں کی ضمانت دو تو میں تمہاری دعوت قبول کروں گا۔

اس نے دریافت کیا: امیر المؤمنین آپ کی تین شرطیں کونسی ہیں؟

آپ نے فرمایا: مجھ سے وعدہ کرو کہ میرے لئے گھر سے باہر کی کوئی چیز نہ لاؤ گے۔ اور گھر کی چیز مجھ سے نہ چھپاؤ گے اور اپنے خاندان کو بھی میری وجہ سے کم خوراک نہ دو گے۔

اس نے کہا: مولا! مجھے آپ کی تینوں شرائط منظور ہیں۔ پھر آپ نے اس کی دعوت قبول فرمائی۔

امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: جب تمہارا بھائی تمہارے ہاں آجائے تو گھر میں جو کچھ بھی پکا ہوا ہے اس کے سامنے رکھو اور اگر تم کسی کو دعوت دو تو پھر اس کے لئے تکلف کرو۔

عن صفوان قال جاء نی عبدالله بن سنان قال هل عندك شئ قلت نعم فبعثت ابنی و اعطیته .رهما یشتری به لحماً وبیضا فقال این ارسلت ابنك فخبرته

فقال رده رده عندك خل، عندك زیت؟ قلت نعم قال فهاته فانی سمعت ابا عبداللهؑ یقول هلك لا مری احتقر لاخیه ماحضر، هلك لامری احتقر من اخیه ما قدم الیه.

(سفینۃ البحار۔ ج ۲۔ ص ۷۶)

صفوان کہتے ہیں کہ عبداللہ بن سنان میرے پاس آئے اور کہا: گھر میں کھانے کے لئے کچھ ہے۔ میں نے کہا: جی ہاں۔ میں نے اپنے بیٹے کو درہم دیا کہ بازار سے گوشت اور انڈے لے کر آئے۔

عبداللہ بن سنان نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے بیٹے کو کہاں بھیجا؟

میں نے بتایا کہ میں نے انڈے اور گوشت لینے کے لئے اسے بازار بھیجا ہے۔

اس نے کہا: اسے واپس بلاؤ میں نے بیٹے کو واپس بلایا تو انہوں نے کہا کہ تمہارے گھر سرکہ اور روغن زیتون نہیں ہے؟

میں نے کہا: موجود ہے۔ کہا: پھر وہی لاؤ۔ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا آپ نے فرمایا: اس شخص کے لئے ہلاکت ہے، جو گھر میں موجود چیز کو اپنے بھائی کے لئے کم تصور کرے اور اس شخص کیلئے بھی ہلاکت ہے جو بھائی کی لائی ہوئی چیز کو حقیر سمجھے۔

عن الصادق عن ابائهؑ اذا دخل احد کم علی اخیه فی رحله فیقعد حیث یامر صاحب الرحل فان صاحب الرحل اعرف بعورة بیته من الداخل علیه.

(سفینۃ البحار، ج ۲۔ ص ۷۶)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کے گھر جائے تو جہاں گھر کا ملک بٹھائے وہیں بیٹھے کیونکہ گھر کا مالک نوواردسے زیادہ بہتر جانتا ہے کہ اس کے گھر کی پردہ داری کیسے قائم رہ سکتی ہے۔

باب چہارم

عفو و درگزر

بنی ہاشم اور بنی امیہ کا فرق

شیخ نصر الدین مجلی معتمدین اہل سنت میں شمار ہوتے تھے، وہ کہتے ہیں کہ میں ایک رات سویا تو خواب میں امیر المؤمنین علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ میں نے عرض کی: مولا! آپ کتنے رحیم و کریم تھے کہ آپ نے فتح مکہ کے وقت لوگوں کو عام معافی دے دی اور آپ نے یہاں تک اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص ابو سفیان کے گھر میں بھی داخل ہو جائے اسے امان ہے۔ لیکن ابو سفیان کی نسل کتنی بے حیا تھی کہ انہوں نے روز عاشور کربلا میں آپ کے خاندان پر رحم نہ کیا۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: تم نے اس سلسلہ میں ابن صیفی کے اشعار سنے ہیں؟

میں نے عرض کی: نہیں میں نے نہیں سنے۔ آپ نے فرمایا: اس کے پاس جاکر اشعار سنو۔

میں خواب سے بیدار ہو کر ابن صیفی کے گھر کی طرف چل پڑا۔ اور میں نے اسے اپنا خواب سنایا اور مذکورہ شعر سننے کی خواہش ظاہر کی۔

ابن صیفی یہ سن کر زار و قطار رونے لگا اور قسم کھا کر کہا کہ خدا کی قسم میں نے یہ اشعار ابھی تک کسی کو نہیں سنائے۔ میں نے یہ اشعار آج ہی لکھے ہیں، پھر اس

نے مجھے اپنے یہ اشعار سنائے ؂

ملکنا فکان العفومنا سجیة
فلما ملکتم سال بالدم ابطح
حللتم قتل الاساری وطال ما
غدونا علی اسری نعف و نصفح
فحسبکم هذا التفاوت بیننا
وکل اناء بالذی فیه ینفح

(خلاصہ اشعار)

جب ہم حاکم تھے تو عفو و درگزر ہماری عادت تھی اور جب تم حاکم بنے تو تم نے خون ناحق کا سیلاب بہا دیا۔

تم نے قیدیوں کو قتل کرنا بھی جائز قرار دیا جبکہ ہم ہمیشہ قیدیوں سے درگزر کرتے رہے۔

یہی ہم بنی ہاشم اور تم بنی امیہ میں فرق ہے اور یہ فرق کیوں نہ ہوتا کیونکہ برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اس میں ہوتا ہے۔ (دارالسلام جلد اول۔ ص ۳۱۵۔ نقل از ابن خلکان)

پیغمبر اسلام کا ایک دشمن سے درگزر

عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ محارب و بنی انمار کے لئے جا رہے تھے۔ راستے میں ایک مقام پر پڑاؤ کیا۔

رسولؐ خدا قضائے حاجت کی غرض سے لشکر سے کافی دور نکل گئے اور اس دوران بہت تیز بارش ہوئی اور پہاڑی نالہ زور شور سے بہنے لگا۔

اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافی دیر کیلئے رک گئے کیونکہ وہ

پہاڑی نالہ کی اس جانب تھے اور آپؐ کا لشکر دوسری جانب تھا۔ اسی اثنا میں ایک کافر حویرث بن حارث محاربی نے آپؐ کو دیکھ لیا اور اپنے دوستوں سے کہنے لگا: یہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے اور اس وقت اپنے دوستوں سے کٹ چکا ہے مجھے خدا مارے اگر میں نے اسے آج قتل نہ کیا۔

چنانچہ وہ تلوار لے کر آپؐ کے سامنے آیا اور تلوار ہوا میں لہرا کر کہا کہ محمد! بتاؤ آج میرے ہاتھ سے تمہیں کون بچائے گا؟

آپؐ نے بڑے سکون و اطمینان سے فرمایا: مجھے اللہ بچائے گا۔ آپ نے زیر لب دعا مانگی خدایا مجھے حویرث بن حارث کے شر سے محفوظ رکھ۔

دشمن نے جیسے ہی آپؐ پر وار کرنا چاہا ایک فرشتہ نے اسے پر مارا اور وہ پشت کے بل زمین پر آن گرا اور اس کی تلوار چھوٹ کر رحمۃ للعالمین کے سامنے آگری۔

آپؐ نے تلوار اٹھائی اور فرمایا: مجھے بتاؤ اس وقت میرے ہاتھ سے تمہیں کون بچائے گا؟

کافر نے کہا: کوئی بچانے والا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: کلمہ پڑھو تاکہ میں تمہیں تمہاری تلوار واپس کردوں۔

اس نے کہا: میں کلمہ نہیں پڑھتا لیکن آپ سے ایک وعدہ کرتا ہوں کہ میں آئندہ آپ اور آپ کے پیروکاروں سے جنگ نہیں کروں گا اور نہ ہی جنگ میں آپ کے دشمنوں کی مدد کروں گا۔

آپ نے اسے تلوار واپس کردی تو اس نے کہا: خدا کی قسم آپ مجھ سے بہتر ہیں۔ کچھ دیر بعد پہاڑی نالہ کا پانی کم ہوا تو آپ اپنے لشکر سے آکر ملے اور انہیں تمام واقعہ کی خبر سنائی۔

فتح مکہ پر آپؐ کا درگزر

فتح مکہ کے موقعہ پر جب اسلامی افواج مکہ میں داخل ہوئیں تو اس وقت پرچم سعد بن عبادہ کے ہاتھ میں تھا اور وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے اليوم يوم الملحمه. اليوم تيسى الحرمه. اذل الله قريشا۔ آج سخت جنگ کا دن ہے آج مکہ والوں کی گرفتاری کا دن ہے، اللہ نے قریش کو ذلیل کیا۔

حضرت سعد کے رجز سن کر ابوسفیان، رحمۃ للعالمین کے پاس آیا اور کہا: کیا آپؐ نے اپنی قوم کو قتل کرنے کا حکم جاری کردیا ہے؟ اگر آپ یہ ارادہ رکھتے ہیں تو خدارا اس ارادہ سے باز آئیں کیونکہ آپ سب سے بڑے رحم دل انسان ہیں۔

آپؐ اس وقت صحابہ کے مجمع میں بیٹھے تھے آپؐ نے کھڑے ہو کر فرمایا: اليوم يوم المرحمه "آج رحم وکرم کا دن ہے۔" آپ نے سعد سے پرچم لے کر حضرت علیؑ کے حوالہ کیا اور فرمایا: علیؑ! تم پرچم لے کر اعلان کرو کہ آج رحم وکرم کا دن ہے۔

پھر آپ نے چند اصحاب سے فرمایا کہ وہ اٹھ کر پورے مکہ میں اس امر کی منادی کریں کہ جو ہتھیار اتار لے اسے امان ہے، جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرکے بیٹھ جائے اسے امان ہے، حتیٰ کہ ابوسفیان کے گھر والوں کو بھی امان ہے۔

آپؐ نے صحابہ کے لشکر سے فرمایا: مکہ میں کسی سے کوئی تعرض نہ کیا جائے ہاں اگر کوئی تم سے جنگ کرے تو اس سے جنگ کرو۔

پھر چشم فلک نے یہ منظر دیکھا کہ مکہ سے تاریکی شب میں نکلنے والا شخص دن کے وقت فاتحانہ شان سے مکہ میں داخل ہوا اور مسجد الحرام پہنچ کر کعبہ کے دروازہ کو پکڑ کر نہایت عجز و انکساری سے اپنے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا: لااله الا الله وحده وحده انجز وعده و نصر عبده واعز جنده وهزم الاحزاب وحده۔

اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ واحد ہے وہ واحد ہے۔ اسی نے اپنے بندہ کی مدد کی اور اپنے لشکر کو عزت دی اور اسی نے تنہا تمام لشکروں کو شکست دی کچھ دیر بعد آپکے تمام دشمن سر جھکائے آپ کے سامنے کھڑے کانپ رہے تھے۔ آج انہیں رہ رہ کر اپنے تمام ظلم یاد آرہے تھے مگر وہ سب بے بس ولاچار تھے اور آج اللہ کا نبی بااختیار تھا تمام اہل مکہ نگاہیں جھکائے اپنے مستقبل کے فیصلہ کے منتظر تھے۔

آپ نے ارشاد فرمایا: اے قبیلہ قریش! بتاؤ آج تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟

قریش کہنے لگے: ہم آپ سے بھلائی کی امید رکھتے ہیں، کیونکہ آپ اچھے بھائی ہیں اور کریم شخص کے فرزند ہیں۔

رسول خدا یہ سن کر رو دیئے اور فرمایا آج میں تمہیں وہی الفاظ کہنے والا ہوں جو جناب یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہے تھے۔ "لا تثريب عليكم اليوم يغفر الله لكم وهو ارحم الراحمين" آج تمہیں کوئی سرزنش نہیں کی جائے گی اللہ تمہیں معاف کرے اور وہی سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ لیکن یہ بھی سنو! تم بہت ہی برے ہمسائے تھے، تم نے مجھے جھٹلایا، مجھے شہر سے نکالا اور مجھے نکالنے پر ہی قناعت نہ کی بلکہ تم نے مجھ سے جنگیں کیں۔

پھر آپؐ نے تاریخی جملہ کہا: "اذهبوا فانتم الطلقاء" جاؤ تم سب ہمارے آزاد کردہ غلام ہو۔

آپؐ کی زبان سے ادا ہونے والا لفظ "طلقاء" ہمیشہ ان کی پیشانیوں پر ثبت ہو گیا۔ شام کے دربار میں یزید لعین نے اپنی فتح کی مستی میں چند طربیہ اشعار پڑھے تو جناب زینب کبریٰ نے اس لعین کو خطاب کر کے اسے اس کی اصل حیثیت یاد دلائی تھی اور حضرت سیدہ نے فرمایا: "امن العدل يابن الطلقاء تحديرك امائك وحرائرك"

ہمارے آزاد کردہ غلاموں کی نسل! کیا یہی انصاف ہے کہ تیری کنیزیں تو

پردے میں رہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہو بیٹیوں کو بازاروں میں لایا جائے۔ (شجرۂ طوبیٰ۔ ص ۱۱۲)

علیؑ کا عفو و درگزر

حضرت علی علیہ السلام کے برسر اقتدار آتے ہی ام المؤمنین عائشہ نے آپؑ کی شدید مخالفت کی اور طلحہ و زبیر کے ساتھ مل کر آپؑ کے خلاف لشکر کشی کی۔ شہر بصرہ کو لوٹا اور آپ کے حامیوں کو قتل کیا۔ آخرکار حضرت علیؑ کو ان کے مقابلہ میں صف آراء ہونا پڑا۔

شدید جنگ ہوئی، فریقین میں سے ہزاروں انسان قتل ہوئے۔ آخر میں اللہ نے حق کو فتح دی۔ طلحہ میدان جنگ میں اپنے ہی ایک حامی مروان بن حکم کے تیر سے قتل ہوا اور زبیر میدان چھوڑ کر وادی سباع سے گزر رہا تھا کہ ایک شخص نے اسے قتل کر دیا۔ بی بی عائشہ کا ہودج گرا تو حضرت علیؑ نے ان کے بھائی محمد سے فرمایا: محمد تمہاری بہن گر رہی ہے جا کر اسے سہارا دو۔

آپؑ نے چند دن بی بی عائشہ کو بصرہ میں رکھا۔ پھر ان کی واپسی کیلئے باپردہ محمل تیار کرایا اور بنی عبدالقیس کی بیس جوان عورتوں کو مردوں کا لباس پہنا کر مسلح کر کے ان کی حفاظت کیلئے ان کے ساتھ کیا اور باعزت طور پر انہیں مدینہ پہنچایا۔

جب بی بی عائشہ اپنے گھر میں پہنچ گئیں تو اپنے بھائی محمد سے شکایت کی کہ علی نے اچھا نہیں کیا۔ بیس جوان سپاہی میری محمل کے ساتھ کر دیئے۔

یہ سن کر محمد گھر سے باہر نکل آئے اور سپاہیوں کو حکم دیا کہ اندر داخل ہو کر انہیں اپنی اصل حقیقت سے باخبر کریں۔

سپاہی اندر داخل ہوئے اور سر سے عمامے اتار کر کہا: ام المؤمنین علیؑ کا شکوہ نہ کرنا علیؑ نے مردوں کو تمہارے ساتھ نہیں بھیجا ہم تمام عورتیں ہیں۔ علیؑ نے

ہمیں مردانہ لباس پہنا کر آپ کی حفاظت کے لئے روانہ کیا تھا۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی)

علی کے کردار کی ایک اور جھلک

صفین میں معاویہ کے لشکر نے دریائے فرات کے گھاٹ پر قبضہ کر کے حضرت علیؑ کی فوج کو پانی لینے سے روک دیا اور کہنے لگے تم عثمان کی طرح پیاسے رہو گے۔ آپؑ نے معاویہ کے پاس قاصد روانہ کئے کہ اپنے لشکر سے کہو۔ وہ گھاٹ کو کھلا چھوڑ دے، پانی پر تمام جانداروں کا حق ہے۔ مگر معاویہ اپنی ضد پر قائم رہا۔

حضرت علیؑ کی فوج سخت پیاسی ہوئی تو آپؑ نے مالک اشتر کو حکم دیا۔ وہ گھاٹ آزاد کرائیں۔ مالک اشتر نے شدید جنگ کے بعد دریا پر قبضہ کر لیا اور شامی لشکر کو وہاں سے مار بھگایا۔ اب شامی لشکر پیاسا ہونے لگا ان کے سپاہی مشکیں لے کر آئے تو حضرت علیؑ کی فوج نے کہا کہ اب گھاٹ پر ہمارا قبضہ ہے ہم تمہیں پانی نہیں دیں گے۔ جب مولا علیؑ کو اس بات کا علم ہوا تو آپؑ نے اپنی فوج کو حکم دیا۔ گھاٹ کا ایک کنارہ ان کیلئے خالی کر دیا جائے تاکہ دنیا دیکھ سکے کہ معاویہ کا کردار کیا تھا اور علیؑ کا کردار کیا ہے۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی)

امام حسینؑ لشکر حر کو پانی پلاتے ہیں

خاندان مصطفیٰ کا وطیرہ رہا ہے کہ وہ ہمیشہ بھوکوں اور پیاسوں پر رحم کرتے تھے اور انہوں نے یہ کبھی نہیں دیکھا تھا کہ ہم جسے کھانا کھلا رہے ہیں یا پانی پلا رہے ہیں وہ اپنا ہے یا بیگانہ، حلیف ہے یا حریف ہے۔ ہاں اگر ان کی نظر تھی تو فقط اس بات پر تھی کہ وہ بھی اللہ کی مخلوق ہے۔ وہ بھی جاندار ہے۔

مولا علیؑ نے میدان صفین میں پیاسا رکھنے والوں کو پیاسا نہیں رہنے دیا اور

ان کے فرزند ارجمند کا کردار یہ ہے کہ مکہ سے کوفہ جا رہے تھے ایک مقام پر قیام کیا جہاں پانی بہ افراط موجود تھا۔ آپ نے بہت سے اونٹوں بروایتے دو سو اونٹوں پر پانی لدوایا۔ آپ کے ساتھی پانی کی اتنی بڑی مقدار کو نگاہ تعجب سے دیکھ رہے تھے کہ ہماری تعداد تو کم ہے لیکن آپ پانی زیادہ جمع کرا رہے ہیں۔ آپ کا قافلہ چلا، گرمی کی شدت تھی تاحد نظر ریت کے ٹیلوں کے علاوہ کچھ اور دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اسی اثناء میں آپ کے ایک ساتھی حجاج بن مسروق نے زور سے تکبیر کہی۔ آپ نے اسے بلا کر فرمایا اللہ واقعی سب سے بڑا ہے۔ لیکن اس وقت تمہیں تکبیر کہنے کی کیا ضرورت محسوس ہوئی؟ ساتھی نے عرض کی۔ فرزند رسول میں نے اپنے گھوڑے کی زین پر بیٹھ کر جو دور افق پر نگاہ کی تو مجھے سیاہ سیاہ سے دھبے نظر آئے میرا خیال ہے کہ صحرا ختم ہونے والا ہے اور نخلستان آنے والا ہے۔ اسی لئے میں نے تکبیر کہی۔

آپؑ نے فرمایا یہاں کسی نخلستان کا وجود نہیں ہے میرا خیال ہے کہ دشمن کی فوج ہم سے لڑنے کیلئے آ رہی ہے۔ پھر آپؑ نے حضرت عباسؑ کو حکم دیا کہ قافلہ کا رخ ایسی طرف کیا جائے جہاں دشمن ہمیں چاروں طرف سے گھیر نہ سکے۔ حضرت عباسؑ نے ذوحسم پہاڑی کی طرف اپنے قافلہ کو موڑا اور دشمن کے آنے سے پہلے خیمے نصب کر دیئے اہل حرم خیام میں بیٹھ گئے۔

اتنے میں دشمن کی فوج جس کی قیادت حر بن یزید ریاحی کر رہے تھے پہنچ گئی حر کے لشکر کی تعداد دو ہزار تھی گرمی کی شدت سے ان کے چہرے مرجھائے ہوئے تھے اور پیاس کی وجہ سے ہونٹوں پر پپڑیاں جمی ہوئی تھیں۔ پورا لشکر پیاس کی وجہ سے مرنے کے قریب تھا۔ دنیا کا کوئی بھی جنگجو ہوتا تو اپنے لشکر کو حکم دیتا کہ ہمارا دشمن پیاسا ہے اس پر حملہ کر دو اگر بالفرض دنیا کا کوئی نہایت رحمدل بادشاہ ہوتا تو یہی کہتا کہ انہیں کچھ نہ کہو یہ کچھ دیر بعد خود ہی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائینگے مگر رحمۃ اللعالمین کا

عفوِ سلطانی کی وجہ

حکومت کے ایک باغی نے حکومت کی خوب مخالفت کی اور بادشاہ سے وابستہ کئی لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ آخر کار ایک دن وہ اپنے پاؤں سے چل کر بادشاہ کے پاس آگیا۔ بادشاہ نے کہا: مجھے تعجب ہے کہ تجھ جیسا مجرم اپنے پاؤں سے چل کر یہاں کیسے آیا؟

اس نے کہا: بادشاہ میں نے سوچا کہ میرا جرم کتنا بھی زیادہ کیوں نہ ہو بادشاہ کی بخشش اس سے زیادہ ہے پس میں آپ کی ملوکانہ فیاضی کے پیش نظر بے دھڑک آپ کے پاس چلا آیا۔

بادشاہ اس کے الفاظ سے متاثر ہوا اور اسے معاف کردیا۔ درباریوں نے بادشاہ سے عرض کی: آپ اتنے بڑے دشمن پر کامیاب ہوئے لیکن اس کے چند الفاظ سن کر آپ موم ہوگئے۔ اسے معاف کرنے کی بجائے اس سے انتقام لینا چاہئے تھا۔

بادشاہ نے کہا: اگر میں آج انتقام لیتا تو میرے دل کو ایک گونہ تسلی ملتی مگر میں نے معاف کردیا ہے تو اس کے دل کو تسلی ملی ہے اور اس سے میری نیک نامی میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ میں ایک دشمن کے عوض اپنی نیک نامی کو نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

در عفو لذتیست کہ در انتقام نیست
بخشنے میں وہ لذت ہے جو انتقام میں نہیں ہے

(اخلاق محسنی)

امیر اسماعیل سامانی کا درگزر

ملوک سامانی میں امیر اسماعیل سامانی پہلا شخص ہے جس نے اس خاندان کی امارت کو مستحکم کیا۔ اس میں بلندی سیرت اور اخلاق عالیہ کے آثار نمایاں تھے۔

نواسہ دشمن کو بھی پیاسا دیکھنا برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ آپؑ نے حکم دیا کہ حر کے لشکر کو پانی پلایا جائے۔ حسینؑ کے ساتھیوں نے پورے لشکر کو پانی پلایا۔ اسی لشکر کا ایک سپاہی علی بن طحان محاربی کہتا ہے کہ میں پیاس کی وجہ سے بے تاب ہوچکا تھا، اور میری آنکھوں کے سامنے دھواں سا چھایا ہوا تھا۔ جب ہماری سواریاں حسینؑ کے سامنے رکیں تو حسینؑ نے مجھے فرمایا: "انخ الراویة" اپنی اونٹنی بٹھاؤ۔ خدا کی قسم مجھے حسینؑ کے لب تو متحرک معلوم ہوتے تھے لیکن پیاس اتنی تھی کہ مجھے حسینؑ کی گفتگو سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ جب اسکی یہ حالت دیکھی تو امام نے خود ہی اسکے ناقہ کی مہار پکڑ کر اسے بٹھایا اور اسے سہارا دے کر ناقہ سے اتارا اور گھونٹ گھونٹ کر کے اس کے حلق میں پانی اتارا۔ جب تمام لشکر سیراب ہوگیا تو آپؑ نے فرمایا: انکے جانور پیاسے ہیں۔ چرمی حوض رکھے گئے اور ان میں پانی انڈیلا گیا آپؑ نے حکم دیا جب تک کوئی جانور تین مرتبہ خود منہ نہ اٹھالیں انہیں پانی سے نہ ہٹایا جائے۔

قارئین کرام! اس مقام پر تھوڑا سا رک جائیے اور ذرا کربلا پر نظر دوڑائیے آپ دیکھیں گے کہ حسینی خیام دریا کے کنارے سے اکھڑوادیئے گئے۔ امام کے خیام میں پیاس ہے۔ امام علیہ السلام خود پیاسے ہیں، آپ کے جوان و نادان بچے اور مہمان سب کے سب پیاسے ہیں۔

آپ پوری کربلا کی تاریخ پڑھیں آپ یہ دیکھیں گے کہ امام علیہ السلام نے فوج یزید سے پانی مانگا مگر یہ کہہ کر مانگا کہ پانی پر ہر جان دار کا حق ہے، تمہیں پانی روکنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ کربلا کی تاریخ میں آپ کو یہ جملہ ہرگز دکھائی نہیں دے گا کہ آپؑ نے فرمایا ہو کہ تمہیں شرم آنی چاہئے۔ کل ہم نے تمہیں پانی پلایا تھا، آج تم ہمیں پانی پلاؤ۔ آپؑ نے وقت شہادت تک فوج یزید کو اپنا احسان یاد دلا کر شرمندہ نہیں کیا۔ (محسن انسانیت)

اس کے بڑے بھائی نصر سامانی نے اسے بخارا کا حاکم بنا کر روانہ کیا۔ اس نے اپنے حسنِ تدبر سے بہت جلد لوگوں کے دلوں کو فتح کیا اور اس کے ساتھ ساتھ حدودِ سلطنت میں بھی توسیع کی۔ حاسد درباریوں کو اس کی ترقی پسند نہ آئی اور انہوں نے دونوں بھائیوں کے درمیان جنگ شروع کرادی۔

امیر نصر اپنے چھوٹے بھائی اسماعیل کی سرکوبی کے لئے سمرقند سے ایک بھاری لشکر لے کر آیا۔ دونوں فوجوں میں جنگ ہوئی جس میں امیر نصر کی فوج کو شکست ہوئی۔ امیر نصر میدان جنگ سے فرار ہوگیا۔

اسماعیل سامانی کے کچھ فوجیوں نے اسے گرفتار کرلیا اور زنجیر پہنا کر اسماعیل کے پاس لائے۔ ہر شخص کو یقین تھا کہ اسماعیل اپنے بڑے بھائی کو قتل کرادے گا۔ لیکن جیسے ہی اسماعیل نے بڑے بھائی کو دیکھا تو اس کی تعظیم کیلئے آگے بڑھا۔ اس کے قدموں کا بوسہ لیا پھر اس کی رانوں پر تعظیم سے دونوں ہاتھ رکھے اور بھائی کے ہاتھوں کو چومنے لگا۔

پہلے پہل تو نصر سامانی نے سمجھا کہ اسماعیل مذاق کر رہا ہے۔ لیکن اس کے عمل سے ثابت ہو رہا تھا کہ وہ بڑے بھائی سے مذاق ہرگز نہیں کر رہا۔

اسماعیل نے حکم دیا کہ میرے بھائی کا خیمہ میرے خیمہ کے روبرو لگایا جائے۔ کچھ دیر بعد اسماعیل اپنے بڑے بھائی کے خیمہ میں گیا اور دوزانو ہو کر اس کے سامنے بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ بھائی جان اگر آپ کو غلام سے ناراضگی تھی تو مجھے اپنے پاس بلا لیتے یہ جنگ کرنے کی آپ کو کیا ضرورت تھی؟

امیر نصر نے اپنے بھائی سے معذرت طلب کی۔ پھر اسماعیل نے بڑے احترام سے اسے سمرقند روانہ کردیا اور جب ۲۷۹ھ میں امیر نصر کی وفات ہوئی تو اسماعیل پورے ماوراء النہر پر متمکن ہوگیا۔ (اخلاق روحی)

حضرت یوسفؑ کا بھائیوں سے حسنِ سلوک

جب حضرت یوسف علیہ السلام عزیز مصر بنے تو قحط کے سال ان کے بھائی ان کا شہرہ سن کر گندم لینے کی غرض سے مصر آئے۔ اس سفر میں بن یامین ان کے ہمراہ نہ تھے۔ حضرت یوسف نے بھائیوں سے فرمایا: میں نے سنا ہے کہ تمہارے دو اور بھائی بھی ہیں۔

انہوں نے کہا: جی ہاں ہمارے ایک بھائی کا نام یوسفؑ تھا اسے صحرا میں بھیڑیا کھا گیا تھا ایک اور بھائی گھر میں ہے اور وہ یوسف کا سگا بھائی ہے۔ ہمارے والد اسے اپنے سے جدا نہیں کرتے۔

جناب یوسفؑ نے انہیں غلہ دیا اور چپکے سے ملازمین کو حکم دیا کہ وہ ان کی رقم ان کی بوریوں میں ڈال دیں، پھر اپنے بھائیوں سے فرمایا اگر تم دوبارہ آؤ تو اپنے بھائی بن یامین کو بھی ساتھ لے کر آؤ۔ اگر تم اسے لے کر نہ آئے تو میں تمہیں گندم نہیں دوں گا۔

برادران یوسفؑ باپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا واقعہ ان کے گوش گزار کیا اور بن یامین کی حفاظت کی قسمیں کھائیں۔

چند دنوں بعد سب بھائی بن یامین کو لے کر ملک مصر کی جانب روانہ ہوئے۔

حضرت یوسفؑ نے تمام بھائیوں کیلئے دستر خوان بچھوایا اور حکم دیا کہ اس دستر خوان پر مادری بھائی اکٹھے ہو کر بیٹھیں۔ تھوڑی دیر بعد سب بیٹھ گئے مگر بن یامین اکیلے رہ گئے۔

حضرت یوسفؑ نے فرمایا: نوجوان تو کسی کے ساتھ کیوں نہیں بیٹھا؟

بن یامین نے کہا کہ آپ ہی نے تو کہا تھا کہ جن کی ماں ایک ہو وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر بیٹھیں۔ ان کی مائیں ایک تھیں۔ لہٰذا وہ بیٹھ گئے اور میری ماں اور ہے لہٰذا میں ان کے ساتھ کیسے بیٹھتا؟

حضرت یوسفؑ نے فرمایا۔ یہاں تمہارا کوئی مادری بھائی موجود نہیں ہے لہٰذا تم میرے ساتھ دوسرے کمرے میں آؤ اور میرے ساتھ دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا کھاؤ۔

یوسفؑ اپنے ساتھ بن یامین کو دوسرے کمرے میں لے گئے اور فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں یوسفؑ کی بجائے تمہارا بھائی بن جاؤں۔

بن یامین نے کہا: آپ بہت ہی اچھے بھائی ہیں لیکن آپ یوسف کی جگہ نہیں لے سکتے کیونکہ آپ کا باپ یعقوبؑ نہیں اور ماں راحیل نہیں ہے۔ یوسف علیہ السلام مزید صبر نہ کر سکے اپنے بھائی کا منہ چوم کر فرمایا غم نہ کرو میں ہی تمہارا گم گشتہ بھائی یوسفؑ ہوں لیکن بھائیوں کو اس کی اطلاع نہ دینا۔

پھر حضرت یوسفؑ نے چوری کے الزام میں اپنے بھائی بن یامین کو اپنے پاس روک لیا اور یوسفؑ کے دوسرے بھائی یہ خبر لے کر اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے۔

جناب یعقوب علیہ السلام نے عزیز مصر کے نام خط تحریر کیا جس میں انہوں نے لکھا تھا: عزیز مصر! ہم ایسے خاندان ہیں کہ اللہ تعالیٰ تکلیف و نعمت کے ذریعہ سے ہمیشہ ہماری آزمائش کرتا رہا۔ بیس سال سے میں مسلسل مصائب میں مبتلا ہوں میرا ایک بیٹا یوسفؑ تھا جو کہ میرا میوۂ دل اور نور نظر تھا، جس کے چہرہ کو دیکھ کر میرے غم دور ہو جاتے تھے، وہ مجھ سے بچھڑ چکا ہے اور اس کی جدائی پر میں اتنا رویا ہوں کہ آنکھیں سفید ہوگئیں۔

یوسفؑ کے بعد اس کا بھائی بن یامین میرا سہارا تھا آپ نے اسے چوری کے الزام میں اپنے پاس روک لیا ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہمارا خاندان چوری نہیں کر سکتا۔ لہٰذا آپ ہم پر مہربانی فرمائیں اور اسے بھائیوں کے ساتھ واپس روانہ فرمائیں اور ہمیں آسان نرخ پر گندم بھی عنایت فرمائیں۔

برادران یوسفؑ آپ کا خط لے کر یوسف علیہ السلام کے پاس آئے انہیں اپنے والد کا خط دیا۔ جناب یوسف علیہ السلام نے اپنے والد کا خط پڑھا تو ضبط کے تمام بندھن ٹوٹنے لگے۔ دوسرے کمرے میں گئے اور کافی دیر تک روتے رہے پھر منہ دھو کر بھائیوں کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ تم نے یوسفؑ اور اس کے بھائی سے کیا سلوک کیا تھا؟

بھائیوں نے بے ساختہ کہا: تو کیا تو یوسفؑ ہے؟

فرمایا: ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ نے ہم پر احسان کیا اور جو بھی تقویٰ اختیار کرے اور صبر کرے تو اللہ نیک لوگوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ بھائیوں نے یوسفؑ سے معافی طلب کی کہ آپؑ ہمیں معاف کر دیں ہم ہی خطاکار تھے۔

جناب یوسف علیہ السلام نے فرمایا: "لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین" آج تمہیں کوئی سرزنش نہیں کی جائے گی۔ اللہ تمہارے گناہ معاف فرمائے اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ (سورۂ یوسف سے ماخوذ)

خدا کی بخشش کو بہانہ چاہئے

سید نعمت اللہ جزائری نوادر الاخبار میں لکھتے ہیں کہ برقی نے بعض اصحاب کی زبانی امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک ریاکار عابد تھا۔ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو وحی کی کہ فلاں عابد ریاکار ہے۔ چند دن بعد عابد کی وفات ہوئی۔ حضرت داؤد اس کے جنازہ میں شامل نہ ہوئے۔ اس کی تجہیز و تکفین کے وقت بنی اسرائیل کی ایک بڑی تعداد جمع ہوئی اور چالیس افراد نے خدا کے حضور یہ گواہی دی "اللھم انا لا نعلموا منه الاخیرا وانت اعلم به منا"

خدایا ہم اس کی بھلائی کے علاوہ اس کے متعلق اور کچھ نہیں جانتے اور تو ہم

سے اس کو بہتر جانتا ہے۔

چالیس افراد کی گواہی کی وجہ سے اللہ نے اس کے گناہ معاف کر دیئے اور جب اسے دفن کیا گیا تو چالیس افراد نے پھر مذکورہ گواہی دی۔

خداوند کریم کی طرف سے داؤدؑ کو وحی ہوئی تو نے فلاں عابد کے جنازہ میں شمولیت کیوں نہ کی؟

انہوں نے عرض کی: بارالہٰی! تو نے خود مجھے خبر دی تھی کہ وہ ریاکار ہے اسی لئے میں اس کے جنازہ میں شامل نہیں ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ درست ہے لیکن چالیس افراد نے اس کی نیکی کی گواہی دی، اسی لئے میں نے اسے معاف کر دیا جب کہ میں اسکے باطن سے باخبر تھا۔

محدث بزرگوار سید نعمت اللہ جزائری لکھتے ہیں کہ شاید حضرت علامہ مجلسی نے بھی اسی حدیث کو مدنظر رکھ کر کفن پر چالیس مؤمنین کی گواہی کو مستحب قرار دیا ہے اور علامہ مجلسی نے اپنی زندگی میں کفن پر چالیس مؤمنین کی گواہی لکھوائی تھی اور ان میں میں بھی شامل تھا۔

ایک دن علامہ مجلسیؒ اصفہان کی جامع مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ کر وعظ فرمایا وعظ کے آغاز میں انہوں نے اپنے عقائد بیان فرمائے، پھر انہوں نے کہا: لوگو! جو کچھ تم نے مجھ سے سنا یہی میرا عقیدہ ہے اور میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ تم نے جو کچھ سنا اس کی گواہی میرے کفن پر لکھ دو اور علامہ صاحب اس وقت کفن اپنے ساتھ لے کر آئے تھے۔ لوگوں نے ان کے کفن پر اپنی گواہی ثبت کی۔

سب لوگ معصوم کیوں نہیں ہیں؟

غزالی احیاء العلوم کے باب رجاء میں لکھتے ہیں کہ ابراہیم ادہم کا بیان ہے کہ میں ایک تاریک رات میں بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا اور اس وقت خانہ خدا دیگر

زائرین سے خالی تھا۔ دوران طواف میں نے غلاف کعبہ کو تھام کر دعا مانگی کہ پروردگار مجھے گناہوں سے بچنے کے لئے مادہ عصمت عطا فرما تا کہ میں کوئی نافرمانی نہ کر سکوں۔ خانہ کعبہ سے ہاتف کی صدا سنائی دی کہ ابراہیم! تو عصمت چاہتا ہے میری باقی مخلوق بھی عصمت کی خواہش مند ہے "فاذ اعصمتهم فعلی من اتفضل ولمن اغفر" اگر میں تمام لوگوں کو معصوم بنا دوں تو میں فضل و کرم کس پر کروں گا۔

شعراء نے اس مضمون پر بہت طبع آزمائی کی ہے ذیل میں خیام کی دو رباعیاں نذر قارئین کی جاتی ہیں۔

(۱)

آباد خرابات ز مے خوردن ما است
خون دوہزار توبہ برگردن ما است
گر من نکنم گناہ رحمت کہ کند
آرائش رحمت از گنہ کردن ما است

(۲)

زاہد بکند گنہ کہ قہاری تو
ما غرق گنہیم کہ غفاری تو
او قہارت خواند و ما غفارت
آیا بکدام نام خوش داری تو

دنیاوی عذاب دور کرنے کی وجہ

فرعون کے دربار میں ایک مسخرہ تھا جو اپنی لوٹ پٹانگ حرکتوں سے فرعون کو ہنسایا کرتا تھا۔

جب موسیٰ علیہ السلام دربار فرعون میں تشریف لاتے تو مسخرہ فرعون کو

ہنسانے کیلئے موسیٰ کی طرح ایک پرانی عبا اپنے کندھے پر ڈالتا ہاتھ میں عصا لے کر جناب موسیٰ کی نقلیں اتارا کرتا تھا اور فرعون اور اس کے درباریوں کو ہنسایا کرتا تھا۔

جناب موسیٰ علیہ السلام کو اس پر نہایت غصہ آتا تھا۔ جب اللہ نے جناب موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی اور فرعون اپنی فوج سمیت غرق ہوا تو وہ مسخرہ ڈوبنے سے بچ گیا۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: پروردگار! تو نے اپنے دشمن کو ہلاک کیا لیکن میرے دشمن کو بچالیا۔ قدرت کی طرف سے آواز آئی۔ اے موسیٰ! یہ بدبخت تیری شبیہ بنا کرتا تھا اور میں نے اپنے کلیم کی شبیہ کو غرق کرنا پسند نہیں کیا۔(انوار نعمانیہ۔ ص ۳۵۴)

دوزخ میں کون جلے گا؟

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر کر رہے تھے۔ راستے میں ایک عورت تنور پر روٹیاں پکا رہی تھی۔ کسی نے عورت کو بتایا کہ یہ رسول کریمؐ جا رہے ہیں۔ عورت اپنی شیر خوار بچی کو اٹھائے ہوئے آپ کی خدمت میں آئی اور عرض کی: یارسول اللہ! میں نے سنا ہے کہ آپ فرمایا کرتے ہیں کہ اللہ ماں سے بھی اپنے بندہ پر زیادہ مہربان ہے۔ آپ نے فرمایا: جی ہاں درست ہے یہ الفاظ میں نے کہے ہیں۔

عورت نے کہا: یارسولؐ اللہ! اگر یہ بات درست ہے تو کوئی بھی ماں اپنے بچے کو جلتی ہوئی آگ میں نہیں ڈال سکتی۔ یہ سن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رو دیئے اور فرمایا: اللہ صرف اسے دوزخ کی آگ میں ڈالے گا جو لا الہ الا اللہ کہنے سے تکبر کرے گا۔

اس حدیث کی شرح میں سید نعمت اللہ لکھتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ صرف

زبان سے کہنا کافی نہیں ہے۔ لا الہ الا اللہ کے تقاضوں پر عمل کرنا بھی اس میں شامل ہے اور ائمہ ہدیٰ کی امامت و ولایت بھی لا الہ الا اللہ کے ضمن میں شامل ہے۔ جیسا کہ امام علی رضا علیہ السلام نے حدیث سلسلۃ الذہب میں ارشاد فرمایا تھا کہ لا الہ کی شرائط میں میں بھی شامل ہوں۔

میزانِ اعمال اور رحمتِ خداوندی

احادیث میں وارد ہے کہ قیامت کے دن ایک بندہ کے اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ ترازو کے ایک پلڑے میں نیکیاں اور دوسرے پلڑے میں برائیاں رکھی جائیں گی۔ لیکن اس کی برائیوں کا پلڑا وزنی ہوگا۔ فرشتے اسے دوزخ لے جانے کا ارادہ کریں گے تو اس وقت انہیں ندائے قدرت سنائی دے گی کہ ابھی فیصلے میں جلدی نہ کرو، اس کا ایک عمل میرے پاس محفوظ ہے جس کی تمہیں اطلاع نہیں ہے اور وہ عمل یہ ہے کہ یہ جب بھی پانی پیتا تھا تو حسینؑ کی پیاس کو یاد کرتا تھا اور ظالموں پر لعنت کیا کرتا تھا۔ اس کے اس عمل کو نیکی کے پلڑے میں رکھو۔ جب اس کا وہ عمل نیکی کے پلڑے میں رکھا جائے گا تو اس کی نیکیوں کا پلڑا وزنی ہو جائے گا اور برائیوں کا پلڑا ہلکا ہو جائے گا۔

وسائل کے ص ۴۹۹، پر روایت درج کی گئی کہ قیامت کے دن ایک شخص کے اعمال کا وزن ہوگا تو اسکی برائیاں زیادہ اور نیکیاں کم ہونگی۔ فرشتے اسے دوزخ کی جانب لیجانے کا ارادہ کرینگے تو وہ پشت کی طرف دیکھے گا۔ آواز آئے گی: اے بندے! پیچھے مڑ کر کیا دیکھ رہا ہے؟ تو وہ کہے گا کہ بارالٰہی! تیری رحمت سے مجھے امید نہ تھی کہ مجھے دوزخ میں ڈالا جائیگا۔ تو اس وقت فرشتوں کو فرمان الٰہی سنائی دیگا کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم زندگی میں اس نے مجھ پر ایک دن بھی حسنِ ظن نہیں رکھا تھا۔ بہرحال اگر آج یہ حسنِ ظن کا دعویٰ کر رہا ہے تو اسے جنت میں داخل کردو۔

کیا تمہیں اپنے لئے بخشش کی ضرورت نہیں؟

امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ میرے دادا جناب علی زین العابدینؑ کا معمول تھا کہ جب بھی ماہ رمضان شروع ہوتا تو آپ اپنے غلاموں اور کنیزوں کو ان کی کسی کوتاہی پر نہیں جھڑکتے تھے۔ اور اس ماہ میں جس سے اطاعت میں کچھ کمی سرزرد ہوتی آپؑ ایک کاپی پر اسے تاریخ وار لکھ لیتے تھے۔ جب ماہ مبارک کی آخری رات ہوتی تو آپؑ تمام غلاموں اور کنیزوں کو جمع کرتے اور خود ان کے درمیان کھڑے ہو کر فرماتے کہ میرے فلاں غلام نے فلاں تاریخ کو کوتاہی کی ہے۔ میری فلاں کنیز نے فلاں تاریخ کو میرے حکم ماننے میں تاخیر کی ہے لیکن میں نے اس کے باوجود انہیں کوئی سرزنش نہیں کی۔

تمام غلام اور کنیزیں جب اپنی غلطیوں کا اعتراف و اقرار کر لیتے تو آپؑ ان کو حکم دیتے کہ تم مل کر بلند آواز سے مجھے مخاطب کر کے کہو علی بن الحسینؑ! جس طرح سے تو نے ہماری غلطیاں لکھ لی ہیں تو اسی طرح سے تیرے رب کے فرشتوں کے پاس بھی کئی دفتر ہیں جس میں انہوں نے بھی تیری تمام کوتاہیاں لکھی ہوئی ہیں اور تیرا کوئی چھوٹا یا بڑا عمل ایسا نہیں جو اس دفتر میں موجود نہ ہو۔ تیرا خدا رائی کے دانے کے برابر بھی کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ لہٰذا تمہیں چاہئے کہ تم ہمیں معاف کر دو تاکہ تمہارا خدا بھی تمہیں معاف کردے "ولیعفوا ولیصفحوا الاتحبون ان یغفرالله لکم" انہیں معاف کرنا چاہئے اور درگزر کرنا چاہئے کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں معاف فرمائے۔

آپؑ کے تمام غلام آپؑ کے تلقین کردہ جملے دہراتے تو آپؑ دل سوز آواز سے گریہ کرتے اور بارگاہِ احدیت میں عرض کرتے: پروردگار تو نے ہمیں عفو و درگزر کا حکم دیا ہے خدایا تو بھی ہم سے عفو و درگزر فرما کیونکہ بندوں کی نسبت تو زیادہ بخشنے

والا ہے۔ خدایا تو نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنے دروازے سے کسی سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹائیں تو اب خدایا ہم بھی بخشش کی امید لے کر تیرے دروازے پر کاسۂ گدائی لے کر حاضر ہوئے ہیں۔ ہماری التجا یہ ہے کہ تو ہمیں بخشش دے اور ہم پر کرم فرما۔ خدایا اپنے بندہ پر احسان فرمانا اور مجھے ناامید نہ کرنا۔ خدایا مجھے ان لوگوں میں سے قرار دینا جو تیری عطاؤں سے بہرہ مند ہوں۔

پھر آپؑ غلاموں کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے: میں تمہاری کوتاہیاں کو معاف کرتا ہوں اور اگر مجھ سے تمہارے حق میں کوتاہی سرزد ہوئی ہو تو تم بھی مجھے معاف کر دینا۔

غلام عرض کرتے: مولا! آپؑ کی طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہوئی۔

پھر آپؑ غلاموں کو حکم دیتے کہ تم سب مل کر بارگاہ احدیت میں میرے لئے یہ دعا کرو۔ "اللھم اعف عن علی بن الحسین کما عفاعنا فاعتقه من النار کما اعتق رقابنامن الرق" خدایا علی بن حسین کو معاف فرما جیسا کہ اس نے ہمیں معاف کیا اور اسے دوزخ کی آگ سے آزاد فرما جیسا کہ اس نے ہمیں غلامی سے آزاد کیا۔

غلام یہ دعا مانگتے اور امام زین العابدینؑ رو رو کر آمین کہتے۔ پھر آپؑ ان سے فرماتے تھے کہ جاؤ میں نے تمہیں آزاد کیا اور اس امید پر میں نے تمہیں آزادی دی کہ اللہ میری مغفرت فرمائے گا۔

پھر آپؑ ہر غلام کو خاصی مقدار میں دولت دے کر اپنے پاس سے رخصت کر دیتے تھے۔ ہر سال عید الفطر کے موقع پر آپ بیس غلاموں اور کنیزوں کو آزاد کیا کرتے تھے۔ (بحار الانوار، ج ۱۱، ص ۲۲)

لوگوں سے درگزر کرو

کتاب نور العیون کے مؤلف نے تفسیر کاشفی سے نقل کیا کہ ایک نیک

شخص ایک آدمی کا بیس ہزار درہم کا مقروض تھا۔ قرض ادا کرنے کے لئے اس کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔

ایک دن قرض خواہ نے مطالبہ میں بڑی سختی سے کام لیا اور اسے اتنا رسوا کیا کہ مقروض کے آنسو بہنے لگے۔ وہ بے چارہ روتے ہوئے اپنے گھر واپس جا رہا تھا کہ اس کے ایک یہودی ہمسائے نے اسے روتے ہوئے دیکھ لیا۔ اور اسے اپنے پاس بلا کر رونے کا سبب دریافت کیا۔

مقروض نے اپنے قرض کا حال سنایا اور قرض خواہ کی شدت بیان کی۔

یہودی کو اس پر رحم آگیا اور کہا کہ اگرچہ ہمارا دین مختلف ہے لیکن ہم دونوں انسانیت کے ناطے ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور تم میرے نیک ہمسائے بھی ہو۔ تم مجھ سے بیس ہزار درہم لے کر اسے دے آؤ۔

مقروض نے یہودی سے بیس ہزار درہم لئے اور قرض خواہ کے دروازہ پر پہنچ گیا اسے بلا کر کہا کہ تم اپنی رقم مجھ سے واپس لو۔

قرض خواہ نے تعجب سے کہا کہ کچھ دیر پہلے تک تو تمہارے پاس کچھ نہ تھا اب اتنی بڑی رقم کہاں سے لے آئے ہو؟

مقروض نے بتایا کہ میں تمہارے مطالبہ کی سختی کی وجہ سے روتا ہوا جا رہا تھا کہ ایک یہودی ہمسائے نے بلا کر مجھے یہ رقم دی ہے اور میں وہی رقم تمہارے پاس لایا ہوں۔

قرض خواہ نے کہا: میں یہودی سے زیادہ گیا گزرا تو نہیں ہوں۔ یہ رقم یہودی کو واپس کردو اور میں نے تمہیں اپنا قرض معاف کیا۔ اس کے ساتھ معافی کی تحریر بھی لکھ دی۔

رات ہوئی تو اس نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہوچکی ہے۔ کچھ

لوگوں کے نامہ اعمال دائیں اور کچھ لوگوں کے نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں ہیں۔ اتنے میں فرشتوں نے اسے اس کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں پکڑایا اور اسے حکم خداوندی سنایا کہ تم حساب کے بغیر جنت میں چلے جاؤ۔

اس نے پوچھا: خدایا آخر کیا وجہ ہے کہ تو نے مجھ سے حساب تک نہیں لیا؟ آواز قدرت آئی: جب تو نے ہمارے بندہ کا حساب نہیں کیا تو ہمیں تیرے حساب کی کیا ضرورت ہے۔ (دار اسلام، ج ۲۔ ص ۱۹۵۔ ۱۹۶)

چند روایات

قال امیر المؤمنینؑ اذا قدرت علی عدوك فاجعل العفوعنه شكراً للقدرة عليه.

(وسائل کتاب حج۔ ص ۲۸۷)

مولا علی علیہ السلام نے فرمایا: جب تو اپنے دشمن پر قدرت پالے تو اس کامیابی کے شکریہ میں اسے معاف کردے۔

قال رسول اللہؐ اذا كان يوم القيامة ينادى مناديسمع اخرهم كمايسمع اولهم فيقول اين اهل الفضل فيقوم عنق من الناس فيستقبلهم الملائكة مافضلكم هذا الذى نوديتم به يقولون كنا يجهل علينا فى الدنيا فنحمل ويسآء الينا فنعفوا فينادى منادمن الله تعالىٰ صدق عبادى خلواسبيلهم ليد خلوا الجنة بغير الحساب.

(وسائل کتاب حج۔ ص ۲۸۷)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک ندا آئے گی جسے تمام اہل محشر سنیں گے۔ ندا کرنے والا کہے گا: برتری و فضیلت والے کہاں ہیں؟ اہل محشر میں سے یہ اعلان سن کر ایک دستہ اٹھے گا اور فرشتے ان کا

ستقبال کریں گے اور ان سے پوچھیں گے تمہاری وہ فضیلت وبرتری کیا تھی جس کی وجہ سے تمہیں یہ امتیاز حاصل ہوا؟

تو وہ کہیں گے کہ بعض اوقات نادانی کی وجہ سے لوگ ہماری توہین کرتے تھے تو ہم برداشت کرتے تھے۔ اور کبھی ہم سے برا سلوک ہوتا تو ہم معاف کردیتے تھے۔ اس وقت خدا کی طرف سے ایک منادی ندا کرے گا: فرشتو! میرے بندے سچ کہتے ہیں ان کی راہ چھوڑو تاکہ حساب کے بغیر وہ جنت میں داخل ہو جائیں۔

فی تحف العقول عن الصادقؑ انه قال لعبد الله بن جندب یا بن جندب صل من قطعك واعط من حرمك واحسن الی من اساء الیك وسلّم علی من سبك وانصف من خاصمك واعف عمن ظلمك کما انك تحب ان یعفی عنك.

(مستدرک الوسائل باب عشرة۔ ص ۷۷)

تحف العقول میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپؑ نے عبداللہ بن جندب سے ارشاد فرمایا: جندب کے بیٹے! جو تجھ سے قطع رحمی کرے تو اس سے صلہ رحمی کر اور جو تجھے محروم رکھے تو اسے عطا کر اور جو تجھ سے برائی کرے تو اس سے اچھائی کر اور جو تجھے گالی دے تو اسے سلام کر اور اگر کوئی تجھ سے جھگڑے تو تو انصاف کر اور جو تجھ پر ظلم کرے تو اسے معاف کر جیسا کہ تو چاہتا ہے کہ خدا تجھے معاف کرے۔

قال الصادقؑ العفو عند القدرة من سنن المرسلین و اسرار المتقین و تفسیر العفوان لاتلزم صاحبك فیما اجرم ظاهرا وتنسی من الاصل مااصبت منه باطنا وتزید علی الاحسان احسانا ولن یجدالی ذلك سبیلا الامن قدعفا الله عنه ماتقدم من ذنبه وماتاخرعنه وزینه بکرامته والبسه من نوربهائه لان العفو والغفران صفة من صفات الله تعالی اودعهما فی اسرار اصفیائه لیتخلقوا مع

الخلق باخلاق خالقهم قال الله تعالی ولیعفوا ولیصفحوا الاتحبون ان یغفر الله لکم والله غفور رحیم ومن لایعفوعن بشر مثله کیف یرجوالعفوعن ملك جبار.

(مستدرک الوسائل، ج ۲۔ ص ۸۶)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: طاقت رکھتے ہوئے معاف کرنا مرسلین کی سنت اور متقین کے اسرار میں سے ہے۔

اور عفو و درگزر کا مفہوم یہ ہے کہ مجرم کے جرم کا ذکر نہ کرے بلکہ دل میں بھی اس کی غلطی کو بھلا دے۔ اور پھر جرم کرنے والے پر مزید احسان کرے اور اپنی نیکی میں اضافہ کرے۔

اور ایسا کرنا صرف انہی کیلئے ممکن ہے جن کے اگلے پچھلے گناہ اللہ نے معاف کردیئے ہوں اور جنہیں اللہ نے اپنے نور کرامت سے مزین کیا ہو اور اپنے جلال کی روشن شعاعوں سے انہیں پیراستہ کیا ہو۔

اور یاد رکھو عفو و بخشش خدائی صفات ہیں۔ اللہ نے اپنی مخلوق میں سے بعض افراد کو ان صفات سے متصف کیا ہے تاکہ وہ مخلوق میں رہ کر صفات خالق کا عکس قرار پائیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے معاف کرو اور چشم پوشی کرو کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کردے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

جو شخص اپنے جیسے ایک انسان کو معاف نہیں کرسکتا وہ خداوند جبار کی بخشش کی امید کیسے کرسکتا ہے؟

TSARALALANA-ANTANANARIVO
SOMASOC

باب پنجم

مذمت حرص

بہلول اور حریص چور

بہلول کی عادت تھی کہ اگر ان کے اخراجات سے کبھی کچھ رقم بڑھ جاتی تو وہ ایک گھڑے میں ڈال دیتے۔ انہوں نے اس گھڑے کو ایک جگہ ویرانے میں چھپایا ہوا تھا۔ گویا یہ بہلول کی گولک تھی۔

بہلول ایک عرصہ تک اپنی بچت اس میں جمع کرتے رہے یہاں تک کہ ان کی بچت تین سو درہم ہوگئی۔

ایک دفعہ وہ دس درہم اس گولک میں ڈالنے گئے کہ ایک موچی کی اس پر نظر پڑگئی اور بہلول نے بھی اسے دیکھ لیا کہ وہ اسے گولک میں رقم ڈالتے ہوئے دیکھ چکا ہے۔

بہلول دس درہم جمع کر کے چلے گئے۔ کچھ دیر بعد موچی وہاں گیا اور بہلول کی تمام جمع پونجی وہاں سے نکال کر اپنے گھر چلا گیا۔

کئی دنوں کے بعد بہلول اس جگہ پر گئے تو دیکھا کہ گولک خالی ہے۔ وہ فورا سمجھ گئے کہ یہ کام اسی موچی کا ہے۔

بہلول اس کے پاس گئے اور کہا: بھائی مجھے کچھ حساب تو کردیں اس نے پوچھا کیسا حساب؟

بہلول نے کہا: میں نے بہت سی جگہوں پر اپنی گولکیں چھپائی ہوئی ہیں ان میں اچھی خاصی رقم ہے۔ آپ ذرا حساب کر کے بتائیں کہ کل جمع پونجی کتنی بنتی ہے۔ پھر بہلول نے حساب شروع کیا کہ اتنے درہم ایک گولک میں ہیں اتنے دوسری گولک میں اور اتنے تیسری گولک میں ہیں۔ موچی حساب لگاتا رہا۔ کل رقم تین ہزار درہم جاکر بنی۔

پھر بہلول نے کہا: بھائی میں چاہتا ہوں کہ تمام گولکوں سے رقم نکال کر فلاں ویرانے والی گولک میں جمع کردوں کیونکہ یہ گولک انتہائی محفوظ ہے اور چوروں کی نگاہ سے دور ہے۔ موچی نے کہا: تو ٹھیک ہے آپ ایسا ہی کریں۔ پھر موچی نے دل میں سوچا کہ میں نے تو جلد بازی سے کام لیا ہے اگر بہلول کو علم ہوگیا کہ اس کی اس گولک میں کچھ نہیں ہے تو باقی رقم وہاں منتقل نہیں کریگا۔ عقل مندی اسی میں ہے کہ میں اس کی یہ رقم اس کی گولک میں جاکر ڈال دوں تاکہ وہ دوسری رقمیں بھی یہاں لے آئے اور یوں مجھے تین سو دس درہم کی بجائے تین ہزار درہم مل جائیں گے۔

پس موچی نے رقم اٹھائی اور اسی گولک میں جاکر ڈال دی۔

دوسرے دن بہلول نے جاکر چپکے سے اپنی رقم اس میں سے نکال لی اور اس گھڑے میں پاخانہ کر کے اسے دوبارہ بند کر کے وہاں چھپادیا۔

موچی نے اس بار بھی بہلول کو اس سمت جاتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ سمجھا کہ بہلول اپنی باقی رقم بھی یہاں ڈال کر جارہا ہے۔

بہلول کے روانہ ہونے کے بعد موچی بھی چپکے سے وہاں گیا اور گھڑے سے مٹی ہٹا کر اس میں ہاتھ ڈالا تو اس کا ہاتھ پاخانے سے جا ٹکرایا۔

موچی سمجھ گیا کہ بہلول نے اس کے ساتھ چال چلی ہے۔ چند دن بعد بہلول پھر اسی موچی کے پاس آئے اور فرمایا: بھائی ذرا حساب تو کردیں۔ موچی نے

کہا بتاؤ۔ بہلول نے کہا اگر اتنے درہم ہوں اور پھر اتنے درہم ہوں انہیں جمع کیا جائے اور اس کے ساتھ تمہارے ہاتھ کی اس بدبو کو جمع کیا جائے تو کل کتنی رقم بنے گی۔ یہ سن کر موچی ان کے پیچھے دوڑا مگر بہلول پہلے ہی دوڑ پڑے۔ (خزائن نراقی)

اللہ ہزار وسیلوں سے رزق پہنچاتا ہے

سید عبداللہ موسوی تحفۃ السعیہ کے حاشیہ پر رقم طراز ہیں کہ ابراہیم ادہم بلخ کے حاکم تھے ایک دفعہ اپنے لشکر سمیت کہیں جاتے ہوئے راستے میں انہوں نے پہاڑوں کے درمیان ایک پر فضا مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ کھانے کا وقت ہوا تو دستر خوان بچھایا گیا اور بکری کا تلا ہوا گوشت دستر خوان پر سجایا گیا۔ اسی اثناء میں ایک پرندہ آیا اس نے دستر خوان پر رکھے ہوئے گوشت پر جھپٹا مارا اور گوشت کا ایک ٹکڑا لے کر اڑ گیا۔ ابراہیم ادہم نے اپنے فوجیوں سے کہا کہ اس کے تعاقب میں روانہ ہوں۔ وہ قریبی پہاڑ کے نزدیک جا اترا۔ جب فوجی وہاں پہنچے تو ان کی حیرت کی حد نہ رہی انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں اور وہ پرندہ گوشت کے ٹکڑے کر کے اپنی چونچ سے اس کے منہ میں ڈال رہا ہے۔ فوجی اس شخص کو اسی حالت میں اٹھا کر ابراہیم ادہم کے پاس لائے اور سارا واقعہ بیان کیا۔

پھر ابراہیم نے اس سے پوچھا: تمہارا کیا معاملہ ہے تو اس نے بتایا کہ میں ایک مسافر ہوں اور یہاں سے گزر رہا تھا کہ ڈاکوؤں نے میرا سامان لوٹ لیا اور میرے ہاتھ پاؤں باندھ کر جنگل میں ڈال دیا تاکہ صحرائی جانور مجھے نوچ کر کھا جائیں اور میں اپنا دفاع تک نہ کر سکوں اور اس واقعہ کو پورے سات دن گزر چکے ہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے زندہ رکھنا تھا تو اس نے اس پرندے کی ڈیوٹی لگادی کہ یہ صبح شام کہیں نہ کہیں سے کچھ کھانے کی چیزیں لے کر میرے پاس آتا ہے اور اپنی چونچ سے مجھے کھلاتا ہے اور روزانہ یہی پرندہ اپنی چونچ میں پانی بھر کر لاتا اور مجھے پلاتا ہے۔ ابھی یہ

پرندہ مجھے گوشت کھلا رہا تھا کہ آپ کے فوجی مجھے وہاں سے اٹھا کر لے آئے۔ ابراہیم نے اس کی رسیاں توڑیں اور رونے لگے اور رو کر کہا جب اللہ مخلوق کے رزق روزی کا ضامن ہے اور وہ اس حال میں بھی رزق پہنچاتا ہے تو میں یہ حکومت و سلطنت کا بوجھ کیوں اٹھائے پھرتا ہوں۔ چند دن بعد انہوں نے حکومت چھوڑ دی اور یاد خدا میں محو ہو گئے۔ (در حاشیہ روضات الجنات۔ ص ۳۹)

حرص سے رزق میں اضافہ نہیں ہوتا

عبداللہ بن عامر عراق کا گورنر مقرر ہوا۔ اس کے دو دوستوں نے سوچا کہ عراق جا کر اسے مبارک باد دینی چاہئے۔ شاید وہ مالی طور پر ہماری کچھ مدد کرے۔ ان میں سے ایک انصاری تھا اور دوسرا ثقفی تھا۔

کچھ دیر تک تو انہوں نے اکٹھے سفر کیا پھر انصاری نے ثقفی دوست سے کہا میں عراق نہیں جانا چاہتا۔ ساتھی نے ارادہ بدلنے کی وجہ پوچھی تو کہا: جو خدا عبداللہ بن عامر کو عراق کی گورنری دے سکتا ہے کیا وہ مجھے روزی نہیں دے سکتا؟ یہ کہہ کر وہ اپنے گھر چلا گیا۔ ثقفی سفر کر کے عراق گیا اور عبداللہ بن عامر سے ملاقات کی اور اسے انصاری کے واپس جانے اور اپنے آنے کا حال بھی سنایا تو عبداللہ بن عامر نے ثقفی کیلئے چار ہزار دینار اور انصاری کیلئے آٹھ ہزار دینار کا حکم دیا۔

یہ دیکھ کر ثقفی نے یہ شعر پڑھے ؎

فواللّٰه ماحرص الحریص بنافع
فیغنی ومازهد القنوع بضائر

خدا کی قسم حریص کی حرص فائدہ مند نہیں کہ وہ اسے مستغنی کردے اور قناعت کرنے والے کا زہد نقصان دہ نہیں ہے۔

ایک مرتبہ حضرت موسیٰؑ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: موسیٰؑ! جانتے ہو کہ میں

احمق کو روزی کیوں دیتا ہوں؟

موسیٰ نے عرض کی: نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اس لئے احمق کو رزق دیتا ہوں کہ عقل مندوں کو معلوم ہو جائے کہ رزق کا تعلق عقل و دانش سے نہیں۔

بہ ناداں آں چناں روزی رساند
کہ عاقل اندراں حیراں بماند

(سنکرف، ج۱۔ ص۷۹)

حرص بے وقوف بنادیتی ہے

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نے ایک چڑیا شکار کی۔ چڑیا نے شکاری سے پوچھا: مجھے پکڑ کر تجھے کیا حاصل ہوگا؟

اس نے کہا: میں تجھے ذبح کر کے تیرا گوشت کھاؤں گا۔ چڑیا نے کہا: میرے تھوڑے سے گوشت سے تو سیر تو نہیں ہو سکتا ہاں اگر البتہ تو مجھے آزاد کردے تو میں تجھے تین باتیں بتاؤں گی جن میں تیرا فائدہ ہوگا۔ پہلی بات اس وقت کہوں گی جب تیرے ہاتھ سے چھوٹوں گی اور دوسری بات دیوار پر بیٹھ کر کہوں گی اور تیری بات درخت کی چوٹی پر بیٹھ کر بتاؤں گی۔

شکاری نے کہا: مجھے منظور ہے اب تم اپنی پہلی بات بتاؤ۔

چڑیا نے کہا: پہلی بات تو یہ ہے کہ جو چیز تیرے ہاتھ سے نکل جائے اس کا افسوس نہ کرنا۔ شکاری نے چڑیا کو چھوڑ دیا وہ دیوار پر جا کر بیٹھی اور کہا: دوسری بات یہ ہے کہ جو چیز عقلاً محال ہو اس کو کبھی تسلیم نہ کرنا اور تو نے بڑا سنہری موقعہ ہاتھ سے گنوادیا اگر تو مجھے ذبح کرتا تو میرے اندر دس دس مثقال کے دو موتی تھے۔ تو انہیں فروخت کر کے دولت مند بن سکتا تھا۔ پھر چڑیا اڑ کر درخت کی چوٹی پر جا بیٹھی۔

شکاری چڑیا کو آزاد کر کے پچھتانے لگا اور دل میں کہنے لگا کہ ہائے میری بدنصیبی اگر میں اسے ذبح کرتا تو موتیوں کی وجہ سے آج مالا مال ہو جاتا۔

شکاری درخت کے نیچے جا کر کھڑا ہوا اور چڑیا سے کہا کہ اب تم تیسری بات بتاؤ۔ چڑیا نے کہا: احمق شخص! جب میری پہلی نصیحتوں پر ہی تو نے عمل نہیں کیا تو تیسری بات پوچھ کر کیا کرے گا۔

اس شخص نے اصرار کیا۔ چڑیا نے کہا: بے وقوف آدمی! میں نے ابھی تجھے بتایا تھا کہ جو چیز عقلاً محال ہو اسے کبھی تسلیم نہ کرنا۔ اور اب تو بیس مثقال کے موتیوں کے جانے پر پچھتا رہا ہے۔ جب کہ پروں سمیت بھی میرا وزن دو مثقال سے زیادہ نہیں ہے تو نے بیس مثقال کے موتیوں کا یقین کیسے کریں؟ (کمال الدین اردو ترجمہ۔ ص ۳-۵)

اگرچہ یہ داستان فرضی ہے مگر اس کا نتیجہ بالکل درست ہے، کہ حریص اپنی حرص کی وجہ سے فہم و فراست سے عاری ہو جاتا ہے۔ اور بعض اوقات وہ ایسے اقدامات بھی کر بیٹھتا ہے جس سے اس کی جان کو بھی خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔

ابراہیم ادہم کی توبہ

ابراہیم ادہم کی توبہ کے متعلق مختلف روایات بیان کی جاتی ہیں، جن میں سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ ابراہیم ادہم بلخ کے بادشاہ تھے اور ایک شب وہ اپنے محل کے دریچوں سے باہر کا منظر دیکھ رہے تھے کہ انہوں نے دیکھا ایک فقیر ان کے محل کی دیوار کے پاس آکر بیٹھا اور اس نے اپنی گودڑی سے نان جویں کی خشک روٹی نکالی اور پانی میں بھگو کر اسے کھانے لگا پھر اس نے پانی پیا اور خدا کا شکر کر کے دیوار کے ساتھ لگ کر سو گیا۔

یہ منظر دیکھ کر ابراہیم ادہم کی آنکھیں کھل گئیں اور اپنے آپ سے کہا:

جب جو کی خشک روٹی پر بھی نفس انسانی کو تسکین میسر آسکتی ہے تو میں تاج و تخت کا بوجھ کیوں اپنی گردن میں اٹھائے پھرتا ہوں جس کا نتیجہ سخت حساب کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔

یہ سوچ کر انہوں نے تاج و تخت کو چھوڑ دیا اور بلخ سے چلے گئے۔

ان کے متعلق منقول ہے کہ ایک دن وہ پیوند زدہ کپڑے پہن کر ایک حمام پر گئے چاہتے تھے کہ حمام میں جاکر غسل کریں۔ لیکن حمام کے مالک نے جب ان کی حالت دیکھی تو سمجھ گیا کہ ان کے پاس نہانے کی رقم نہیں ہے۔ چنانچہ اس نے انہیں حمام میں جانے کی اجازت نہ دی۔

ابراہیم ادہم نے کہا: مجھے فرزندانِ دنیا پر حیرت ہے جب ایک حمام والا رقم کے بغیر حمام میں داخل نہیں ہونے دیتا تو عمل صالح کے بغیر اللہ تعالیٰ جنت میں کیسے داخل ہونے دے گا۔

شفیق بلخی کہتے ہیں کہ ایک دن ابراہیم نے مجھ سے پوچھا کہ تم اپنی زندگی کیسے بسر کرتے ہو؟

میں نے کہا کہ میری عادت یہ ہے کہ اگر کچھ مل جائے تو کھا لیتا ہوں اور اگر کچھ نہ ملے تو صبر کرتا ہوں۔

یہ سن کر ابراہیم ادہم نے کہا: بلخ کے کتے بھی ایسا ہی کرتے ہیں انہیں کچھ مل جائے تو کھا لیتے ہیں اور اگر نہ ملے تو صبر کرتے ہیں۔

میں نے پوچھا: تو پھر آپ زندگی کیسے بسر کرتے ہیں؟

انہوں نے کہا: میرا اصول یہ ہے کہ کچھ مل جائے تو دوسروں کو اپنے پر مقدم رکھتا ہوں اور اگر کچھ نہ ملے تو شکر کرتا ہوں۔

ان دو میں سے بہتر کون ہے؟

ثقۃ الاسلام کلینی نے نوفلی سے روایت کی اس نے امام علی زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ جنگل سے گزر رہے تھے اور چند صحابی بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے ایک شتربان کو دیکھا کہ وہ اونٹنیاں چرا رہا تھا۔

آپ نے اسے فرمایا: تم ہمیں کچھ دودھ پلا سکتے ہو؟

شتربان نے کہا: جو دودھ اس وقت میرے پاس برتن میں موجود ہے یہ شام کے وقت کام آئے گا اور جو دودھ اونٹنیوں کے تھنوں میں ہے وہ صبح کے وقت کام آئے گا۔ لہٰذا میں آپ کو دودھ نہیں پلا سکتا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کیلئے دعا کی اور فرمایا: خدایا اسے وسیع مال و رزق عطا فرما اور اسے زیادہ اولاد عطا فرما۔

پھر یہاں سے آگے چلے ایک اور شتربان نظر آیا آپؐ نے اس سے فرمایا: کیا تم ہمیں کچھ دودھ پلا سکتے ہو؟

شتربان نے اونٹنیوں کو دوہا اور ان کے ساتھ بکریوں کو بھی دوہا پھر برتن پُر کر کے آپؐ کی خدمت میں لایا۔ آپؐ نے دودھ پیا اپنے صحابہ کو پلایا اور پھر دعا مانگی: بارالہا! اسے ضرورت کے مطابق رزق عطا فرما۔ آپؐ کی یہ دعا سن کر صحابہ نے تعجب سے پوچھا: یارسول اللہ! جس شتربان نے آپؐ کو دودھ سے محروم رکھا آپؐ نے اس کیلئے کثرت مال و اولاد کی دعا کی اور جس نے ہم سے بھلائی کی ہمیں دودھ پلایا آپؐ نے اس کیلئے یہ دعا فرمائی۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: میں نے بالکل درست دعا مانگی کیونکہ "ماقل وكفى خير مما كثروا الهى" تھوڑا اور ضرورت کے مطابق رزق اس رزق سے بہتر ہے جو زیادہ

ہو اور یادِ الٰہی سے غافل کر دے۔

آپ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے "اللھم ارزق محمد اوال محمد الکفاف" خدایا محمد و آل محمد کو بقدر کفایت رزق عطا فرما۔ (انوار نعمانیہ۔ ص ۳۴۲)

غرباء کے قاصد کو جواب

انس بن مالک کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ غرباء نے ایک شخص کو اپنا قاصد بنا کر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا۔ اس نے کہا: یارسول اللہ! میں غرباء کا قاصد اور ترجمان بن کر آپؐ کے پاس آیا ہوں۔

آپؐ نے فرمایا: میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں تم اس گروہ کے نمائندے بن کر آئے ہو جنہیں میں دوست رکھتا ہوں۔

اس نے عرض کی: یارسولؐ اللہ! غرباء کہتے ہیں کہ دولت مند تمام نیکیاں سمیٹ کر لے گئے ہیں۔ کیونکہ وہ صاحبِ استطاعت ہیں لہٰذا وہ حج پر جاتے ہیں۔ ہمیں استطاعت نہیں ہے اسی لئے ہم حج کے ثواب سے محروم ہیں۔ ان کے پاس دولت ہے وہ اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اپنے لئے ذخیرہ آخرت تیار کر لیتے ہیں۔ جبکہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے اسی لئے ہم توشہ آخرت تیار کرنے سے محروم ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: غرباء کو جا کر میرا یہ پیغام سناؤ کہ جو غریب صبر سے اپنی زندگی بسر کرے اللہ اسے تین امتیاز عطا فرمائے گا جو امراء کو نصیب نہ ہوں گے۔

۱۔ جنت میں خداوند عالم نے بلندی پر ایسے مکان تیار کئے ہیں جنہیں اہل جنت ایسے دیکھیں گے جیسے زمین والے ستاروں کو دیکھتے ہیں۔ جنت کے ان بالا خانوں میں یا تو غریب نبی جائیں گے یا غریب شہید یا غریب مؤمن ان میں داخل ہوں گے۔

۲۔ دولت مندوں سے آدھا دن پہلے غریب جنت میں جائیں گے اور آدھا دن بھی

پانچ سو سال کے برابر ہے۔

۳۔ جب کوئی دولت مند "سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر" کہے اور غریب بھی یہی تسبیح پڑھے تو دولت مند کو غریب جتنا ثواب اس وقت تک نہیں ملے گا جب تک وہ ہر تسبیح کے ساتھ دس ہزار درہم اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرے۔ اسی طرح سے باقی اعمال پر بھی اللہ تعالیٰ غرباء کو زیادہ اجر عطا فرمائے گا۔

قاصد نے غرباء کے پاس جا کر آپ کی گفتگو سنائی تو انہوں نے کہا ہم راضی ہیں۔ (انوار نعمانیہ۔ ص ۳۴۲، ہدیۃ الشیعہ)

حضرت عیسیٰؑ اور مردِ حریص

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک شاگرد کو ساتھ لے کر سفر پر نکلے۔ راستے میں ایک جگہ انہوں نے قیام کیا اور شاگرد سے پوچھا کہ تمہاری جیب میں کچھ ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں میرے پاس دو درہم ہیں۔

آپ نے اپنی جیب سے ایک درہم نکال کر اسے دیا اور فرمایا: یہ تین درہم ہو جائیں گے۔ قریب ہی آبادی ہے تم وہاں سے تین درہموں کی روٹیاں لے آؤ۔

شاگرد گیا اور تین روٹیاں لیں۔ راستے میں سوچنے لگا کہ مسیحؑ نے تو ایک درہم دیا تھا اور دو درہم میرے تھے۔ جبکہ روٹیاں تینؐ ہیں ان میں سے آدھی روٹیاں مسیح کھائیں گے اور مجھے آدھی روٹیاں نصیب ہونگی۔ لہٰذا بہتر ہے کہ میں ایک روٹی پہلے ہی کھاؤں۔ چنانچہ اس نے راستے میں ایک روٹی کھائی اور دو روٹیاں لے کر عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپؑ نے روٹی کھائی اور شاگرد سے پوچھا: تین درہم کی کتنی روٹیاں ملی تھیں؟

شاگرد نے جواب دیا دو روٹیاں ہی تھیں ایک آپ نے کھائی اور ایک میں نے کھائی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہاں سے روانہ ہوئے راستے میں ایک دریا آیا۔
شاگرد نے حیران ہو کر کہا: ہم دریا عبور کیسے کریں گے جبکہ یہاں تو کوئی کشتی نظر نہیں آتی؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: مت گھبراؤ میں آگے چلوں گا تم میری عبا کا دامن پکڑ کر میرے پیچھے چلتے آؤ خدا نے چاہا تو ہم دریا پار کرلیں گے۔

چنانچہ جناب عیسیٰؑ نے دریا میں قدم رکھا اور شاگرد نے بھی ان کا دامن تھام لیا۔ باذن خدا آپؑ نے دریا کو عبور کرلیا ان کے پاؤں تک بھی گیلے نہ ہوئے۔

شاگرد نے یہ معجزہ دیکھ کر کہا: میری ہزاروں جانیں آپؑ پر قربان آپؑ جیسا صاحبِ اعجاز نبی آپؑ سے پہلے کوئی مبعوث ہی نہیں ہوا۔

آپؑ نے فرمایا یہ معجزہ دیکھ کر تمہارے ایمان میں کچھ اضافہ ہوا؟

شاگرد نے کہا: جی ہاں میرا قلب نور سے بھر گیا۔ پھر آپؑ نے فرمایا اگر تمہارا دل نورانی ہو چکا ہے تو بتاؤ روٹیاں کتنی تھیں؟

شاگرد نے کہا: حضرت روٹیاں بس دو ہی تھیں۔

پھر آپؑ وہاں سے چلے۔ راستے میں ہرنوں کا ایک ٹولہ گزر رہا تھا۔ آپؑ نے ایک ہرن کو اشارہ کیا، وہ آپ کے پاس چلا آیا، آپؑ نے ذبح کر کے اس کا گوشت کھایا اور شاگرد کو بھی کھلایا۔

جب دونوں گوشت سے سیر ہوگئے تو حضرت عیسیٰ نے اس کی کھال پر پاؤں کی ٹھوکر مار کر کہا "قم باذن اللّٰہ" اللہ کے حکم سے زندہ ہو جا۔

ہرن زندہ ہو گیا اور دوڑتا ہوا اپنے گروہ سے جا ملا۔

شاگرد یہ معجزہ دیکھ کر حیران ہو گیا اور کہنے لگا اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے آپ جیسا نبی اور معلم عنایت کیا ہے۔

حضرت عیسیٰ نے فرمایا یہ معجزہ دیکھ کر تمہارے ایمان میں کچھ اضافہ ہوا؟

شاگرد نے عرض کی: سبحان اللہ میرا ایمان پہلے سے دوگنا ہو چکا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: پھر یہ بتاؤ کہ روٹیاں کتنی تھیں؟

شاگرد نے کہا: حضرت روٹیاں دو ہی تھیں۔

دونوں راستہ چلتے گئے۔ ایک پہاڑی کے قریب سونے کی تین اینٹیں پڑی تھیں۔ آپؑ نے فرمایا: ایک اینٹ میری ہے اور ایک اینٹ تمہاری ہے اور تیسری اینٹ اس کی ہے جس نے تیسری روٹی کھائی۔

یہ سن کر شاگرد نے شرمندگی سے جواب دیا: حضرت تیسری روٹی میں نے کھائی تھی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس حریص کو چھوڑ دیا اور فرمایا: تینوں اینٹیں تم لے جاؤ۔ یہ کہہ کر حضرت عیسیٰؑ روانہ ہوگئے اور حریص شخص اینٹوں کے قریب بیٹھا سوچنے لگا کہ انہیں کیسے گھر لے جائے۔

اسی اثناء میں تین ڈاکو وہاں سے گزرے انہوں نے دیکھا ایک شخص کے پاس سونے کی تین اینٹیں ہیں۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ اور آپس میں کہنے لگے کہ اینٹیں تین ہیں اور ہم بھی تین ہیں لہٰذا ایک ایک شخص کو ایک ایک اینٹ حصہ میں آتی ہے۔ اتفاق سے وہ بھوکے تھے۔ انہوں نے ایک ساتھی کو پیسے دیئے اور کہا کہ شہر قریب ہے تم وہاں سے روٹیاں لاؤ اس کے بعد ہم اپنا حصہ جدا کریں گے۔ وہ شخص روٹیاں لینے گیا اور دل میں سوچنے لگا اگر میں روٹیوں میں زہر ملا دوں تو وہ دونوں ساتھ مر جائیں گے اور تینوں اینٹیں میری ملکیت بن جائیں گی۔ ادھر اس کے دونوں

ساتھیوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اگر ہم اس ساتھی کو قتل کردیں تو ہمارے حصہ میں سونے کی ڈیڑھ ڈیڑھ اینٹ آئے گی۔

جب ان کا تیسرا ساتھی زہر آلود روٹیاں لے کر آیا توان دونوں نے منصوبہ کے مطابق اس پر حملہ کردیا اور اسے قتل کردیا۔ پھر جب انہوں نے روٹی کھائی تو وہ دونوں بھی زہر کی وجہ سے مرگئے۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام کا اس مقام سے گزر ہوا تو دیکھا کہ اینٹیں ویسی کی ویسی ہی رکھی تھیں مگر انکے پہلو میں چار افراد کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ آپؑ نے یہ دیکھ کر ٹھنڈی سانس بھری اور فرمایا "ھکذا تفعل الدنیا باھلھا" دنیا اپنے چاہنے والوں سے یہی سلوک کرتی ہے۔ (انوار نعمانیہ۔ ص ۳۵۳)

قناعت کیا ہے؟

ابووائلؓ کہتے ہیں کہ میں ابوذر غفاریؓ کے ہمراہ سلمان فارسیؓ کے گھر گیا جب کھانے کا وقت ہوا تو حضرت سلمان فارسیؓ نے کہا: اگر رسول خدا نے تکلف سے منع نہ کیا ہوتا تو میں تمہیں پر تکلف دعوت دیتا۔ یہ کہہ کر حضرت سلمان روٹی اور نمک لے آئے۔

ابوذرؓ نے کہا: اگر اس کے ساتھ کچھ پودینہ ہوتا تو اچھا تھا۔ سلمان نے دوکاندار کے پاس اپنا لوٹا گروی رکھا اور پودینہ لائے۔ جب ہم کھانا کھا چکے تو ابوذر غفاریؓ نے کہا: "الحمد للہ الزی قنعنا" اس ذات کی حمد ہے جس نے ہمیں قناعت پسند بنایا۔

یہ سن کر سلمان فارسیؓ نے کہا: اگر تم قناعت پسند ہوتے تو میں اپنا لوٹا گروی نہ رکھتا۔ (کشکول بحرانی، ج ۲۔ ص ۱۳۷)

افزائشِ مال کی حرص

عبدالرحمٰن بن عوف ان چھ افراد میں سے ایک تھے جنہیں خلیفہ ثانی نے شوریٰ کے لئے نامزد کیا تھا اور اہل سنت کے قول کے مطابق وہ ان دس افراد میں سے تھے جنہیں رسول خدا نے جنت کی بشارت دی تھی۔ ان کے مال و دولت کے متعلق ابن اثیر نے اسد الغابہ میں لکھا ہے جب ان کی وفات ہوئی تو انہوں نے ایک ہزار اونٹ، ایک سو گھوڑے، تین ہزار بکریاں چھوڑیں اور ان کے گھر سے اتنا سونا برآمد ہوا کہ اسے کلہاڑے سے کاٹا گیا اور کئی افراد کے ہاتھوں پر چھالے پڑ گئے۔ بوقت وفات ان کی چار بیویاں تھیں اور ہر ایک بیوی کو اسی ہزار دینار میراث میں ملے۔

ان کی وفات کے بعد صحابہ میں ان کی بے اندازہ دولت کے متعلق بحث شروع ہوئی کچھ صحابہ نے کہا کہ ہمیں اس کی آخرت کا خطرہ ہے۔

کعب الاحبار (جو پہلے یہودی تھا اور بعد میں مسلمان ہوا تھا) نے کہا تمہیں اس کی آخرت کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس نے محنت سے یہ رزق حاصل کیا آبرومندانہ زندگی گزاری اور باقی مال چھوڑ کر چلا گیا۔

حضرت ابوذر غفاری کو کعب الاحبار کے اس تبصرہ کی اطلاع ملی تو سخت ناراض ہوئے اور اسے مارنے کیلئے چل پڑے۔

کعب الاحبار کو معلوم ہوگیا کہ ابوذر اسے مارنا چاہتے ہیں تو وہ دوڑ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا اور ان کی پشت کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا۔ اسے تلاش کرتے ہوئے حضرت ابوذر وہاں بھی پہنچ گئے اور فرمایا: یہودی کے بیٹے! تو یہ فتویٰ دینے والا کون ہوتا ہے کہ عبدالرحمان کی دولت کوئی عیب نہیں ہے۔ خدا کی قسم جنگ احد میں میں رسولؐ خدا کے ساتھ جارہا تھا تو آپؐ نے فرمایا: ابوذر! دولت مند قیامت کے دن فقیر و بے نوا ہوں گے۔ سوائے اس کے جو چاروں طرف

راہ خدا میں دولت خرچ کرے اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں۔ ابوذر! میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ میرے پاس کوہ احد جتنی دولت ہو اور میں اسے خدا کی راہ میں خرچ کروں اور مرتے وقت میرے پاس دو قیراط دولت باقی ہو۔

یہودی زادہ! رسول خدا تو مرتے وقت دو قیراط دولت اپنے گھر میں رکھنا پسند نہ کرتے تھے اور تو کہتا ہے کہ عبدالرحمان کی اس دولت کی اس سے کوئی بازپرس نہیں ہوگی تو خوشامدی اور جھوٹا ہے۔

کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ ابوذرؓ کی بات کی تردید کرتا۔ (کلمہ طیبہ۔ ص ۱۷۷)

رسولؐ خدا ہمارے لئے کیسی زندگی پسند کرتے تھے؟

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: کہ رسول خداؐ کا ایک صحابی تھا جس کا نام سعد تھا وہ انتہائی قلاش اور مفلس تھا اور وہ اصحابِ صُفہ کا ایک فرد تھا۔

وہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں تمام نمازیں ادا کرتا تھا۔ آپؐ سعد کی غربت سے بہت متاثر تھے اور ایک دن آپؐ نے اس سے فرمایا جب بھی میرے ہاتھ کچھ رقم آئی تو میں تجھے بے نیاز کردوں گا۔

ایک عرصہ تک رسول کریم کے پاس کوئی رقم نہ آئی۔ آپؐ سعد کی غربت سے بہت پریشان ہوئے۔ ایک دن جبرئیل امین آئے اور عرض کی اللہ تعالیٰ آپ کو درود و سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپؐ سعد کی غربت دیکھ کر پریشان ہیں اور آپؐ اس سے وعدہ بھی کرچکے ہیں کہ اسے کچھ دیں گے۔ آپؐ یہ دو درہم لیں اور سعد کو دے کر کہیں کہ وہ ان سے تجارت کرے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو درہم لے لئے۔ نماز ظہر کا وقت ہوا تو سعد نے آپ کی امامت میں نماز ادا کی۔ آپؐ نے نماز سے فارغ ہوکر فرمایا: سعد! تجارت کرسکتے ہو؟ اس نے عرض کی: خدا کی قسم میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ میں بھلا تجارت کیسے کرسکتا ہوں؟ آپؐ نے اسے

دو درہم دیئے اور فرمایا جاؤ اس سے تجارت شروع کرو اللہ برکت دے گا۔ سعد نے دو درہم لئے اور اس سے خرید و فروخت شروع کی اللہ تعالیٰ نے اس کی تجارت میں برکت دی وہ مٹی میں ہاتھ ڈالتا تو بھی اسے نفع حاصل ہوتا۔

آہستہ آہستہ اس کی مالی حالت بہتر ہونے لگی۔ اس نے مسجد کے دروازے پر ایک دوکان حاصل کرلی اس میں اپنا سامان رکھنے لگا۔ پھر نوبت یہاں تک آپہنچی کہ حضرت بلال اذان کہتے اور رسول مقبول اپنے گھر سے تیار ہوکر مسجد پہنچ جاتے لیکن سعد خرید وفروخت میں مصروف رہتا تھا گو کہ تجارت شروع کرنے سے پہلے وہ اذان سے بھی پہلے وضو کرکے مسجد میں پہنچ جایا کرتا تھا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سعد! دنیا نے تجھے مصروف کردیا ہے اور دولت نے تجھے نماز سے غافل کردیا ہے۔

سعد نے کہا: تو کیا میں اپنے مال کو ضائع کردوں؟ اس شخص کے ہاتھ میں نے جنس بیچی ہے ابھی اس سے قیمت لینی ہے اور اس شخص سے قیمت لے چکا ہوں لیکن اسے جنس دینی ہے۔

پیغمبر اسلام سعد کی دنیا طلبی کو دیکھ کر پریشان ہوئے۔ ایک مرتبہ جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور عرض کی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپؐ سعد کی یہ حالت دیکھ کر پریشان ہیں۔ اگر آپؐ اس کی دولت مندی کو پسند کرتے ہیں تو ہم اسے دولت مند ہی رہنے دیتے ہیں، اگر آپؐ اس کی غربت و ناداری پسند کرتے ہیں تو ہم اسے سابقہ حالت پر لوٹائے دیتے ہیں۔

رسول کریمؐ نے فرمایا: پروردگار! سعد مجھے پیارا ہے لیکن یہ روز بروز دنیا کی دلدل میں پھنستا جارہا ہے۔ یوں اس کی آخرت تباہ ہورہی ہے اور میں اس کی آخرت یوں تباہ ہوتے ہوئے برداشت نہیں کرسکتا۔

جبرئیلؑ نے کہا: پھر آپؐ اس سے دو درہم جو آپ نے اسے دیئے تھے طلب فرمائیں۔ رسول خداؐ سعد کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: سعد! کیا تم ہمیں ہمارے دو درہم واپس نہیں کرو گے؟

سعد نے کہا: میں دو سو درہم دینے کے لئے تیار ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: نہیں مجھے صرف دو درہم چاہئیں۔

سعد نے آپؐ کو دو درہم دیدیئے اس کے بعد اسے کاروبار میں مسلسل خسارہ اٹھانا پڑا! چند دنوں بعد وہ اپنی پہلی حالت پر لوٹ آیا۔ حیات القلوب، ج ا۔ ص ۵۷۸

رزقِ حلال کی تلاش اور تلوار سے جنگ

ابو جعفر فزاری کہتے ہیں کہ امام صادق علیہ السلام نے اپنے ایک غلام کو جس کا نام مصادف تھا، بلایا اور فرمایا: میرے خاندان کے افراد زیادہ ہوگئے ہیں اسی لئے میں کچھ تنگی رزق محسوس کرتا ہوں۔ تم مجھ سے ایک ہزار دینار لو اور اس سے سامان تجارت خرید کر مصر جاؤ۔

مصادف نے سامان تجارت خرید کیا اور تاجروں کے ساتھ مصر روانہ ہوا۔ جب یہ کارواں مصر کے قریب پہنچا تو مصر سے آنے والے تاجروں کے کارواں سے ان کی ملاقات ہوئی اور انہوں نے اپنے سامان کی قیمت کے متعلق ان سے تبادلہ خیالات کیا۔

مصر سے آنے والے قافلہ نے بتایا کہ جو سامان تمہارے پاس ہے۔ مصر کے بازار میں یہ سامان اس وقت نایاب ہے۔ اس لئے تمہارا سامان فوراً بک جائے گا۔ تاجروں نے یہ سن کر آپس میں عہد کیا کہ ہم اپنے سامان کو دوگنی قیمت پر فروخت کریں گے، اس سے کم کسی صورت اپنا سامان نہیں بیچیں گے۔ چنانچہ تاجروں کا کارواں مصر میں گیا اطلاع کے مطابق وہاں بازار میں ان کے سامان کی قلت تھی لہذا

لوگوں نے دھڑا دھڑ سامان لینا شروع کیا اور تاجروں نے باہمی معاہدہ کے تحت دوگنی قیمت پر اپنا سامان فروخت کیا۔

چند دنوں کے بعد آپؑ کا غلام مصادف آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دو تھیلیاں آپؑ کی خدمت میں پیش کیں اور عرض کی یہ ایک ہزار دینار آپؑ کا اصل سرمایہ ہے اور دوسری تھیلی میں ایک ہزار دینار منافع ہے۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: مگر یہ منافع تو بہت زیادہ ہے تم نے اتنا منافع کیسے کمالیا؟

غلام نے واقعہ کی پوری تفصیل سنائی تو امام علیہ السلام نے فرمایا: "سبحان الله تحلفون علی قوم مسلمین الا تبیعوهم الاربح الدینار دینارا" سبحان اللہ تم مسلمان قوم کیلئے قسم کھاتے ہو کہ دینار کے بدلے دینار منافع حاصل کرو گے۔

پھر آپؑ نے اصل سرمایہ والی تھیلی اٹھالی اور دوسری تھیلی کو غرباء و مساکین میں تقسیم کردیا اور فرمایا "مجادلة السیوف اهون من طلب الحلال" تلواروں کی لڑائی رزق حلال تلاش کرنے سے زیادہ آسان ہے۔ (فروع کافی، ج ۵۔ ص ۱۶۱)

حقیقی بادشاہ

خلیل بن احمد عروضی کا تعلق خاندان عصمت کے دوستوں سے ہے۔ اور یہ وہی شخصیت ہے جس نے علم عروضی کی ابتداء کی۔

خلیل عروضی انتہائی بلند ہمت اور پارسا طبیعت کے مالک تھے۔ اور ان کی پوری زندگی غربت و تنگدستی میں بسر ہوئی۔

نضر بن شمیل کہا کرتا تھا کہ خلیل بصرہ کے محلات میں غربت کی زندگی بسر کرتا تھا جب کہ اس کے شاگرد اور اس کی خوشہ چین اس کی بدولت لاکھوں میں کھیلتے تھے۔

سلیمان بن علی عباسی اہواز کے گورنر تھے۔ انہوں نے خلیل کے پاس اپنا قاصد روانہ کیا اور ان سے درخواست کی کہ وہ ان کے بیٹے کو پڑھانے کیلئے اہواز تشریف لائیں۔

خلیل نے قاصد کے آگے جو کی خشک روٹی پیش کی اور کہا: آپ محسوس نہ کریں میرے گھر میں اس خشک روٹی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے ورنہ میں آپ کی بہتر خاطر تواضع کرتا۔

جب قاصد کھانا کھا چکا تو اس سے خلیل نے کہا کہ گورنر سے کہنا کہ جب تک یہ سوکھی روٹی مجھے مل رہی ہے میں کسی کے دروازے پر نہیں آسکتا۔

قاصد نے کہا بہتر ہے کہ آپ اپنا جواب لکھ کر میرے حوالے کردیں۔ تو خلیل نے یہ شعر لکھ کر اس کے ہاتھ میں تھما دیئے۔

ابلغ سلیمان انی عنه فی سعة
وفی غنی عنیرانی لست ذامال
شحابنفسی انی لااری احدا
یموت هزلا ولا یبقی علی حال
والفقر فی النفس لافی المال نعرفه
ومثلِ ذاك الغنی فی النفس لاالمال
فالرزق عن قدرلا العجزینقصه
ولا یزیدك فیه حول محتال

سلیمان سے کہو کہ میں اس سے بے نیاز ہوں اگرچہ میں دولت مند نہیں ہوں میں اپنے نفس کے متعلق حرص و آز کا شکار ہوں ورنہ آج تک کوئی لاغری سے کبھی نہیں مرا اور نہ ہی حالات یکساں رہتے ہیں۔

میرا عقیدہ یہ ہے کہ فقیر وہ ہے جس کا نفس فقیر ہے، مال نہ رکھنے والا فقیر نہیں ہے۔ اور دولت مند بھی وہی ہے جس کا نفس امیر ہو، دولت اکٹھی کرنے والا ہر شخص دولت مند نہیں ہوتا۔ رزق و روزی کے فیصلے ہو چکے ہیں کسی کی ناتوانی رزق میں کمی نہیں کرتی اور کسی عقل مند کی کوشش اس میں اضافہ نہیں کرتی۔

روایت ہے کہ جب اہواز کے گورنر کو خلیل کا جواب ملا تو اس نے خلیل کو خط لکھا اور خط کے ذریعہ پوچھا کہ تمہارے پاس ایسی کون سی دولت ہے جس نے تمہیں بے نیاز کردیا ہے؟

اس کے جواب میں خلیل نے یہ شعر لکھ کر بھیج دیئے۔

للناس مال ولی مالان مالهما
اذا اتحارس اهل المال حراس
مالی الرضا بالذی اصبحت املکه
ومالی الیأس عما حازه الناس

لوگوں کے پاس ایک مال ہے اور میرے پاس دو قسم کی دولت موجود ہے اور پھر لطف یہ ہے کہ لوگ اپنی دولت پر پہرہ دیتے ہیں اور مجھے پہرہ کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

میری پہلی دولت میری رضا ہے جو کچھ میرے پاس ہے میں اس پر راضی ہوں اور میری دوسری دولت لوگوں کے مال سے مایوسی ہے۔

کیمیائی ترا بیا موزم
کہ در اکسیر و درصناعت نیست
رو قناعت گزین کہ درعالم
ہیچ گنجی بہ از قناعت نیست

میں تمہیں ایک کیمیا کی تعلیم دینا چاہتا ہوں اور ایسا کیمیا کسی اکسیر و صنعت میں تمہیں نہیں ملے گا۔

جاؤ قناعت اختیار کرو کیونکہ دنیا میں قناعت سے بہتر کوئی خزانہ نہیں ہے۔

جابر بن عبداللہ انصاری اور معاویہ

عظیم محدث شیخ عباس قمی اس داستان کے بعد لکھتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ خلیل بصری حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کے پیروکار تھے۔ ان کے متعلق مسعودی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری معاویہ کے پاس دمشق گئے اور انہوں نے معاویہ سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ کئی دن تک معاویہ نے ان سے ملاقات نہ کی۔ جب ان کی معاویہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا: کہ معاویہ! کیا تو نے پیغمبر اکرمؐ کی یہ حدیث نہیں سنی "من حجب ذافاقة وحاجة حجبه الله تعالى يوم فاقته وحاجته" جو کوئی حاجت مند کو حاجت پیش کرنے سے روک دے تو قیامت کے دن اللہ اس کی حاجات کو پورا ہونے سے روک لیگا۔

یہ حدیث سن کر معاویہ ناراض ہوا اور کہا: میں نے یہ حدیث سنی ہے اور جابر! کیا تم گروہ انصار نے رسولؐ خدا کی اس حدیث کو بھلا دیا ہے "انکم ستلقون بعدی عنرة فاصبروا حتی تردوا علی الحوض" میرے بعد تمہیں تکالیف اٹھانی پڑیں گی تم صبر کرنا یہاں تک کہ میرے پاس حوض پر پہنچ جاؤ۔

جابر نے کہا: ہاں میں نے یہ حدیث سنی تھی تو معاویہ نے کہا: پھر تم نے اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے صبر کیوں نہ کیا؟

جابر نے کہا: معاویہ تو نے مجھے ایک بھولی ہوئی حدیث یاد دلائی ہے۔ پھر جابر اونٹ پر سوار ہو کر دربار معاویہ سے چلے گئے۔ معاویہ نے ان کیلئے چھ سو دینار سرخ روانہ کئے لیکن انہوں نے یہ کہہ کر ٹھکرا دیئے کہ میں جوانمردی پر دولت کو

ترجیح نہیں دوں گا اور معاویہ کے قاصد سے فرمایا: کہ تم جاکر معاویہ سے کہدو کہ اے بندہ جگر خوار کے بیٹے! خدا کی قسم تو اپنے نامہ اعمال میں ایسی نیکی کبھی نہیں دیکھے گا جس کا سبب میں ہوں۔ (سفینۃ البحار لفظ خلل)

ابوذر کا فقرِ غیوّر

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: کہ حضرت عثمان نے دو غلاموں کے ہاتھ ابوذر غفاری کے پاس دو سو دینار روانہ کئے۔

غلاموں نے ابوذر سے کہا کہ عثمان تمہیں سلام کہتے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ یہ دو سو دینار آپ اپنی ضرورتوں میں خرچ کریں۔

حضرت ابوذر نے جواب دیا: مجھے یہ بتاؤ کہ کیا ہر مسلمان کو دو سو دینار خزانے سے مل چکے ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں۔

ابوذر نے کہا: تو میں بھی ایک عام مسلمان ہوں جب دوسرے مسلمانوں کو کچھ نہیں ملا تو تم مجھے یہ رقم کیوں دینے آئے ہو؟

غلاموں نے کہا: عثمان کہتے ہیں کہ یہ رقم بیت المال کی نہیں ہے یہ میرے ذاتی مال میں سے ہے اور اس میں حرام کی کوئی آمیزش نہیں ہے۔

ابوذر نے کہا: مجھے اس دولت کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں اس وقت آسودہ حال ہوں۔

غلاموں نے کہا: ہمیں تو آپ کے گھر میں کچھ دکھائی نہیں دیتا مگر اس کے باوجود آپ آسودہ حالی کا دعوئی کر رہے ہیں۔

ابوذر نے ایک چادر اٹھائی اس کے نیچے دو خشک روٹیاں تھیں۔ غلاموں کو روٹیاں دکھا کر فرمایا: ابھی تک میرے گھر میں یہ روٹیاں اور نمک موجود ہے۔

اور میری سب سے بڑی دولت علیؑ اور اسکے خاندان کی محبت ہے جسنے مجھے ہر

چیز سے بے نیاز کردیا ہے۔ تم واپس چلے جاؤ مجھے عثمان کی دوستی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں خدا کی عدالت میں اسے گھسیٹوں گا۔ (سفینۃ البحار در ذیل لفظ قبع)

آتا ہے دھن جاتا ہے دھن

ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے بغداد کی جامع منصوری میں نماز پڑھی۔ پھر میں نے ایک نابینا شخص کو دیکھا جس نے پھٹا ہوا لباس پہنا ہوا تھا اور صدا دے کر کہہ رہا تھا: لوگو! مجھے خیرات دو۔ میں کل تک امیر المؤمنین تھا اور آج گداگر ہوں۔

میں نے پوچھا: یہ کون ہے تو لوگوں نے بتایا یہ قاہر باللہ عباسی ہے۔

کتاب اخبار الدول میں مرقوم ہے کہ مستکفی باللہ نے معزالدولہ دیلمی کو سند امارت لکھ کر دی۔ اور اس کے نام سکہ جاری کرنے کا حکم دیا اور خطباء کو حکم دیا کہ وہ جمعہ اور عیدین میں معزالدولہ کے نام کا خطبہ پڑھیں۔

چند دن بعد معزالدولہ کو خبر ملی کہ مستکفی اسے امارت سے معزول کرنا چاہتا ہے، چنانچہ معزالدولہ بغداد آیا اور مستکفی کے دربار میں گیا۔ مستکفی کے ہاتھوں کو چوما اور مخصوص کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد دو دیلمی دربار میں آئے انہوں نے ہاتھ آگے بڑھائے مستکفی سمجھ کہ شاید یہ میرا ہاتھ چومنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا اس نے بھی اپنا ہاتھ دراز کیا۔ انہوں نے اس کے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر تخت سے اتار لیا۔ شاہی خلعت اتارلی۔ اس کی گردن میں اس کی پگڑی ڈالدی اور اسے ذلیل کرکے دربار سے نکالا اور پھر اسی پر بس نہ کی بلکہ سلائی گرم کرکے اس کی آنکھوں میں پھیری گئی جس سے وہ نابینا ہوگیا اور پھر اسے خلافت سے معزول کردیا گیا۔

اس وقت بغداد میں تین معزول اور نابینا خلفاء موجود تھے۔ قاہر باللہ عباسی، متقی باللہ عباسی اور مستکفی باللہ عباسی۔ (تتمۃ المنتہی۔ ص ۳۰۶)

چند روایات

عن ابی عبداللهؑ قال من صحة يقين المرء المسلم ان لايرضی الناس بسخط الله ولا يلومهم علی مالم يؤته الله فان الرزق لايسوقه حرص حريص ولا يرده كراهية كاره ولوان احدكم فرمن رزقه كمايفرمن الموت لادركه رزقه كما يدركه الموت ثم قال ان الله بعد له وقسطه جعل الروح والراحة فی اليقين والرضا وجعل الهمّ والحزن فی الشك والسخط.

(وسائل کتاب جہاد، ص۔ ۴۹۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مرد مسلم کے یقین کی صحت کی علامت یہ ہے کہ اللہ کو ناراض کرکے لوگوں کو راضی نہ کرے اور جو اللہ نے اسے عطا نہیں کیا اس پر لوگوں کو ملامت نہ کرے۔ کیونکہ حریص کا حرص رزق کے لانے کا سبب نہیں بنتا اور نہ لوگوں کی ناراضگی رزق کو دور کرسکتی ہے۔ اگر تم میں سے کوئی شخص رزق اور موت سے بھاگنا چاہے تو بھی اسے رزق مل کر رہے گا اور موت آکر رہے گی۔ پھر آپؑ نے فرمایا: اللہ نے اپنے عدل و انصاف سے آرام و راحت کو یقین اور رضا میں قرار دیا اور غم و حزن کو شک اور عدمِ رضا میں رکھا۔

قال الصادقؑ لاتحرص علی شئ لوتركته لوصل اليك و كنت عند الله مستريحا محمودا ومذموما باستعجالك فی طلبه وترك التوكل عليه والرضا بقسمه فان الدنيا خلقها الله تعالیٰ بمنزلة ظلك ان طلبته اتعبك ولا تلحقه ابدا وان تركته يتبعك وانت مستريح منه.

(سفینۃ البحار۔ ص ۲۴۳)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایسی چیز کی حرص نہ کرو جسے تم چھوڑ دو تو وہ تم تک پہنچ جائے اور جس کے چھوڑنے کی وجہ سے تمہیں راحت نصیب ہو

اور جس کے چھوڑنے کی وجہ سے تم اللہ کے نزدیک لائق تعریف قرار پاؤ۔ اور جس کی جلد بازی کی وجہ سے اللہ کے نزدیک تم قابل مذمت ٹھہرو۔ اور توکل کو ترک کرنے اور اللہ کی تقسیم پر راضی نہ ہونے کی وجہ سے مذموم ہو۔ تمہیں جان لینا چاہئے کہ اللہ نے دنیا کو تمہارے سایہ کی مانند قرار دیا ہے۔ اگر تم اپنے سایہ کے پیچھے دوڑو گے تو تھک جاؤ گے اور اسے کبھی پا نہیں سکو گے اور اگر تم اس سے منہ موڑ لو گے تو وہ تمہارے پیچھے آئے گا اور تمہیں راحت نصیب ہو گی۔

فی روایة قال النبیؐ الحریص بین سبع آفات صعبة فکر یضربدنه ولا ینفعه وهم لایتم اقصاه وتعب لایستریح منه الا عندالموت ویکون عندالراحة اشدّ تعبا و خوف لا یورثه الاّ الوقوع فیه وحزن قدکدر علیه عیشه بلا فائدة و حساب لا یخلصه من عذاب اللّٰه الا ان یعفو اللّٰه عنه و عتاب لا مفرله ولا حیلة.

(مستدرک الوسائل، ج ۲۔ ص ۳۳۵)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حریص ہمیشہ سات آفات میں مبتلا رہتا ہے۔

۱۔ مسلسل فکر جو اس کے جسم کیلئے مضر ہے۔
۲۔ مسلسل کوشش جس کی انتہا نہیں ہے۔
۳۔ رنج و تھکاوٹ مرنے سے پہلے جس سے رہا ہونا اس کیلئے ممکن نہیں ہے، راحت کے وقت بھی اسے زیادہ رنج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔
۴۔ بے جا خوف کہ نعمت و دولت کب زائل ہو جائے۔
۵۔ غم جو اس کی زندگی کو مکدر کئے رہتا ہے۔
۶۔ سخت حساب جس سے اللہ کی مہربانی اور بخشش کے سوا رہائی پانا ناممکن ہے۔
۷۔ وہ عذاب جس سے کوئی راہ فرار نہیں ہے۔

قال ابو جعفرؑ مثل الحریص علی الدنیا کمثل دورة القز کلما ازدارت علی نفسها لفا کان ابعد لها من الخروج حتی تموت غما.

(وسائل کتاب جہاد۔ ص ۵۲۱)

امام ابو جعفر علیہ السلام کا فرمان ہے کہ دنیا کے حریص کی مثال ریشم کے کیڑے کی سی ہے وہ جتنا زیادہ ریشم میں لپٹتا ہے اتنا ہی اس کے نکلنے کی راہ مسدود ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ اپنی تکلیف کی وجہ سے جان دے دیتا ہے۔

باب ششم

حسد کی تباہ کاریاں

حاسد کا انجام

معتصم باللہ مشہور عباسی خلیفہ گزرا ہے۔ ایک بادیہ نشین سے اس کی دوستی ہوگئی اور دوستی اس قدر مستحکم ہوئی کہ وہ دیہاتی اجازت کے بغیر اسے ہر وقت مل سکتا تھا۔ اس دیہاتی کی عادت تھی وہ ہمیشہ یہ الفاظ کہا کرتا تھا خدایا نیک کو جزا دے اور برے کو سزا دے۔

معتصم کا ایک وزیر نہایت تنگ نظر تھا۔ معتصم سے دیہاتی کی یہ دوستی اسے ایک آنکھ نہ بھاتی اور وہ دل میں سوچا کرتا کہ اگر اس دیہاتی کا اثر رسوخ مزید بڑھ گیا تو ممکن ہے کہ خلیفہ مجھے معزول کر کے میری جگہ اس دیہاتی کو ہی کہیں اپنا وزیر نہ بنالے۔

چنانچہ وہ اپنے ذہن میں ہمیشہ اس کو رسوا کرنے کے بہانے تراشا کرتا تھا۔

آخر کار اس نے دیہاتی سے دوستی کرلی اور اسے اپنی گھر دعوت طعام دے ڈالی۔

دیہاتی اس کے گھر گیا کھانا کھایا۔ سالن میں لہسن زیادہ ڈالا گیا تھا۔ جب دیہاتی کھانے سے فارغ ہوا تو وزیر نے اس سے پوچھا کہ اب وہ کہاں جائے گا۔

دیہاتی نے کہا: میں خلیفہ کے دربار جاؤں گا۔

وزیر نے اس سے کہا: تم نے جو سالن کھایا ہے اس میں لہسن زیادہ تھی اور

بادشاہ کو لہسن کی بو سے نفرت ہے لہذا جب تم دربار میں جاکر بیٹھو تو اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنا۔

اس کے بعد وہ وزیر اس دیہاتی کے جانے سے پہلے خلیفہ کے پاس پہنچا اور کہا کہ آپ نے اس جاہل دیہاتی کو خواہ مخواہ سر پر چڑھایا ہوا ہے جبکہ اس کی حالت یہ ہے کہ وہ لوگوں میں کہتا رہتا ہے کہ خلیفہ کے منہ سے ہر وقت بدبو آتی ہے اور میں اس بدبو سے بہت تنگ ہوتا ہوں۔ کچھ دیر بعد دیہاتی معتصم کے دربار میں داخل ہوا اور خلیفہ کے نزدیک ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ مگر آج اس نے خلاف معمول منہ پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ خلیفہ کو یہ دیکھ کر وزیر کی بات کا یقین آگیا۔

خلیفہ نے ایک رقعہ لکھ کر اسے لفافہ میں بند کیا اور اس پر اپنی مہر لگائی پھر وہ رقعہ اپنے دیہاتی دوست کو دے کر کہا: تم یہ رقعہ لے کر فلاں کے پاس چلے جاؤ۔

دیہاتی وہ رقعہ لے کر جارہا تھا کہ راستے میں وزیر سے ملاقات ہوئی۔ وزیر نے پوچھا کہ تم کہاں جارہے ہو؟

اس نے بتایا کہ خلیفہ کا رقعہ لے کر فلاں حکومت کے کارندے کے پاس جارہا ہوں وزیر سمجھا کہ ہو نہ ہو اس رقعہ میں خلیفہ نے اس کیلئے انعام کی سفارش کی ہے۔ لہٰذا وزیر نے اس سے کہا: تم یہ رقعہ خود لے کر نہ جاؤ۔ یہ رقعہ مجھے دے دو میں تمہاری جگہ چلا جاتا ہوں۔

دیہاتی نے جتنا انکار کیا وزیر کا اصرار اتنا ہی بڑھتا گیا آخر کار وزیر نے دو ہزار دینار کے عوض اس سے رقعہ حاصل کرلیا۔

دیہاتی رقم لے کر اپنے گھر چلا گیا اور وزیر نے وہ رقعہ متعلقہ شخص کو پہنچادیا۔ رقعہ میں تحریر تھا کہ اس بے ادب کا سر قلم کردیا جائے۔

چنانچہ حکم کی فوری تعمیل ہوئی اور خلیفہ کے ملازم نے بے دریغ وزیر کا سر

قلم کر دیا خلیفہ کو وزیر چند روز تک جب دکھائی نہ دیا تو اس نے وزیر کے متعلق پوچھا کہ ہمارا وزیر کہاں ہے؟

درباریوں نے بتایا: آپ نے خود رقعہ لکھ کر اسے دیا تھا اور وہ قتل ہو گیا ہے۔

خلیفہ نے کہا: اس دیہاتی کا تمہیں کوئی پتہ ہے؟ تو انہوں نے بتایا: جی ہاں وہ شہر آیا ہوا ہے۔ خلیفہ نے کہا: اسے میرے سامنے پیش کیا جائے۔

تھوڑی دیر بعد دیہاتی خلیفہ کی سامنے کھڑا تھا۔ خلیفہ نے اس سے واقعات کی تفصیل دریافت کی تو اس نے سارا قصہ سنایا۔ پورا واقعہ سن کر معتصم باللہ نے کہا: "**قتل اللہ الحسد بدء بصاحبہ**" خدا حسد کو برباد کرے اس نے حاسد سے ہی ابتداء کی۔

اسی لئے بزرگوں سے ایک ضرب المثل چلی آتی ہے۔

چاہ کندہ را چاہ درپیش

یعنی جو دوسرے کے لئے گڑھا کھودتا ہے وہ خود اس میں گرتا ہے۔ (ثمرۃ الاوراق ابن حجہ حموی)

امام علی نقی علیہ السلام سے حسد

متوکل عباسی کے جسم کے حساس مقام پر پھوڑا نکلا اور وہ پھوڑا کسی طرح سے پھٹنے میں نہ آیا۔ متوکل کو سخت درد محسوس ہوتا تھا اور درد کی وجہ سے اس کی چیخیں نکلتی تھیں۔

معالجین شاہی نے بڑے بڑے علاج کئے لیکن کسی طور سے بھی شفا نہ ملی۔

متوکل کی ماں کو امام علی نقیؑ سے ارادت تھی۔ اس نے ایک غلام کو امامؑ کی خدمت میں روانہ کیا اور امامؑ سے کسی مؤثر دوا کا سوال کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کہ بکریوں کی وہ مینگنیاں جو ان کے اپنے پاؤں سے پامال ہوئی ہوں لے کر اس میں عرق گلاب اور بکریوں کے گھی کی آمیزش کر کے پھوڑے پر باندھ دیا جائے۔

جب معالجین نے یہ نسخہ سنا تو ہنسنے لگے اور کہا: یہ بھی کوئی دوا ہے۔

متوکل کی ماں نے معالجوں کو ہٹا دیا اور خود ہی یہ نسخہ تیار کر کے اپنے بیٹے کے پھوڑے پر باندھا۔ خدا کی قدرت سے درد تو اسی وقت رک گیا اور کچھ دیر بعد پھوڑا خود بخود پھٹ گیا اور اس میں سے بکثرت فاسد مواد نکلا۔

چند دنوں میں متوکل صحت یاب ہو گیا۔ اس نے امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں دس ہزار دینار کی مہر لگی ہوئی تھیلی بطور نذرانہ بھیجی۔

چند دنوں کے بعد حاسدوں نے متوکل سے کہا کہ آپ نے جو دس ہزار دینار امام علی نقی علیہ السلام کے پاس بھیجے تھے۔ امام ان سے اسلحہ خرید رہے ہیں اور اپنی ایک فوج تیار کر رہے ہیں اور انہیں جیسے ہی موقع ملا وہ آپ کے خلاف خروج کر دیں گے۔

متوکل حاسدوں کی باتیں سن کر بدگمان ہو گیا۔

ایک رات اس نے وزیر دربار سعید کو بلا کر کہا کہ تم اس تاریکی میں اپنے ساتھ چند فوجی جوان لے کر امام علی نقی کے گھر داخل ہو جاؤ اور ان کے سارے گھر کی تلاشی لو اور اگر تمہیں کہیں اسلحہ نظر آئے تو فوراً میرے سامنے پیش کرو۔

سعید حاجب اپنے ساتھ فوجی دستہ لے کر چلا اور سیڑھی لگا کر امام کے صحن میں داخل ہو گیا۔ رات تاریک تھی اسے یہ فیصلہ کرنے میں دقت ہو رہی تھی کہ وہ پہلے کون سے کمرے کی تلاشی لے۔ اتنے میں امام علی نقی علیہ السلام کی آواز آئی: سعید وہیں رک جاؤ میں تمہارے لئے چراغ بھیجتا ہوں۔

یہ سن کر سعید متعجب ہوا کہ امام نے مجھے کیسے پہچان لیا۔ اتنے میں ایک غلام چراغ لئے ہوئے آیا، اس کے ہاتھ میں چابیوں کا گچھا تھا۔ غلام نے کہا کہ امام فرمارہے ہیں تم پورے سکون سے میرے گھر کی تلاشی لو اور جتنے بھی تمہیں ہتھیار نظر آئیں وہ حاکم کے پاس روانہ کر کے آخر میں میرے پاس آجاؤ۔

غلام نے ایک ایک کر کے تمام کمروں کو کھولا۔ ان میں سے کچھ بھی برآمد نہ ہوا۔ آخر میں غلام سعید کو لے کر آپؑ کے مقام عبادت پر لے آیا۔ جہاں ایک پرانی چٹائی بچھی ہوئی تھی اور امام اس پر عبادت الٰہی میں مصروف تھے، آپؑ کے ایک پہلو میں ایک تلوار جو نیام میں بند تھی رکھی ہوئی تھی اور آپؑ کے دوسرے پہلو میں خلیفہ کی مہر لگی ہوئی تھیلی رکھی ہوئی تھی۔

امام علی نقیؑ نے فرمایا: سعید دیکھ لو اسباب سلطنت میں سے ہمارے پاس صرف ایک تلوار ہے اور ایک اشرفیوں کی تھیلی ہے جو چند روز قبل حاکم نے خود بھیجی تھی اور میں نے تو اس تھیلی کو ابھی تک ہاتھ نہیں لگایا۔ تم یہ تھیلی اور تلوار لے کر حاکم کے پاس جاؤ اور اسے صورت حال سے آگاہ کرو۔

متوکل نے سعید کی زبانی تمام حالات سنے اور پھر اپنی بھیجی ہوئی تھیلی دیکھی جس کی مہر بھی ٹوٹی ہوئی نہ تھی تو بڑا شرمندہ ہوا اور حاسدین کو سزائیں دیں اور پھر اس تھیلی کے ساتھ ایک اور تھیلی بھی امام علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کی۔ (لطائف الطوائف۔ ص ۵۸)

حسد نے آدمؑ کو جنت سے بے دخل کیا

شیخ صدوق رحمتہ اللہ علیہ نے عیون اخبار الرضا میں ابوصلت ہروی سے روایت کی کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی: آدمؑ و حواؑ کو جس درخت سے روکا گیا تھا وہ کون سا درخت تھا۔ کیونکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ

گندم کا درخت تھا اور بعض لوگ اسے انگور کا درخت بتاتے ہیں اور بعض لوگ اسے شجرۂ حسد کہتے ہیں۔ اصل حقیقت سے مجھے آگاہ فرمائیں۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: یہ سب باتیں درست ہیں۔

ابوصلت کہتے ہیں میں نے عرض کی: مولا! سب باتیں کیسے درست ہیں تو آپؑ نے فرمایا: ابوصلت! جنت کے درخت دنیا کے درختوں کی طرح نہیں ہیں بلکہ ان میں ایسے درخت بھی ہیں جس پر دو طرح کا پھل لگتا ہے۔ جنت میں ایسے درخت ہیں جن پر بیک وقت گندم کا خوشہ اور انگور کا گچھا لگتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو عظمت عطا کی اور انہیں مسجود ملائکہ کا شرف عطا فرمایا تو ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ مجھ سے بہتر اللہ نے کسی کو پیدا ہی نہیں کیا۔ اللہ نے آدمؑ کے خیال کو جان کر انہیں خطاب کیا آدمؑ! اپنے سر کو بلند کر کے ساق عرش کی طرف نگاہ کرو۔ جب آدم نے نگاہ کی تو ساق عرش پر یہ جملے لکھے ہوئے پائے۔ "لا اله الا الله محمد رسول الله على بن ابى طالب امير المؤمنين و فاطمة سيدة نساء العالمين والحسن والحسين سيدا شباب اهل الجنة من الخلق اجمعين"

اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، محمدؐ اللہ کے رسول ہیں، علیؑ بن ابی طالب مؤمنوں کے امیر ہیں اور فاطمہؑ تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہیں اور حسنؑ و حسینؑ تمام مخلوقات کے جوانان جنت کے سردار ہیں۔

آدم علیہ السلام نے پوچھا: خدایا! یہ کون ہیں؟

آواز قدرت آئی: یہ تمہاری نسل میں ہیں لیکن وہ تم سے اور تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ "لولاهم ماحلقتك ولا خلقت الحنة ولا النار ولا السماء ولا الارض فاياك ان تنظر اليهم بعين الحسد وتمنى منزلتهم"

اگر یہ نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا اور جنت و دوزخ اور زمین و آسمان کو

پیدا نہ کرتا۔ خبردار انہیں حسد سے نہ دیکھنا اور ان کے مقام و منزلت کی تمنا نہ کرنا۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: پھر آدم علیہ السلام نے انہیں اس نگاہ سے دیکھا جس نگاہ سے دیکھنا نہیں چاہئے تھا اور اپنے لئے ان کے مقام کی تمنا کی اسی لئے شیطان ان پر مسلط ہو گیا اور انہیں شجرۂ ممنوعہ کے قریب لے گیا اور انہوں نے اس کا پھل کھایا۔ ابلیس حوا پر بھی مسلط ہو گیا پس انہوں نے خاتون قیامت کو نگاہ حسد سے دیکھا اور ان کے مقام کی تمنا کی اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو جنت سے نکال دیا اور زمین پر انہیں رہائش دی۔ (بحار الانوار، ج۱۱۔ طبع جدید۔ ص ۱۶۴)

حضرت عیسیٰؑ اور حاسد

داؤد رقی کہتے ہیں کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے سنا آپؑ فرماتے تھے کہ حسد سے بچو ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں سیر و سیاحت کا حکم تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ایک کوتاہ قد شاگرد کو ساتھ لے کر کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں دریا آگیا۔

حضرت عیسیٰؑ نے "بسم اللّٰہ بصحة یقین منه" اللہ کے نام کے سہارے اور اس پر یقین کی صحت کے سہارے کہہ کر دریا میں قدم رکھا اور لہروں پر چلنا شروع کر دیا۔

شاگرد نے بھی استاد کی تقلید میں "بسمه اللّٰہ بصحة یقین منه" کہہ کر دریا میں قدم رکھا اور لہروں پر چلتے ہوئے حضرت عیسیٰؑ کے قریب پہنچ گیا۔ پھر وہ دل میں سوچنے لگا کہ عیسیٰ بھی لہروں پر چلتے ہیں اور آج میں بھی تلاطم خیز لہروں پر چل رہا ہوں۔ مجھ میں اور عیسیٰ میں کیا فرق ہے؟

یہ سوچنے کی دیر تھی کہ غوطے کھانے لگا اور عیسیٰ کو مدد کیلئے پکارنے لگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کے بازو کو پکڑا اور فرمایا: کہ تم نے کیا سوچا جس کی

وجہ سے تم ڈوبنے لگے؟

شاگرد نے کہا: میں آپ کے پیچھے لہروں پر چلتا ہوا آرہا تھا کہ دل میں سوچنے لگا کہ عیسیٰ کو مجھ پر کیا فضیلت حاصل ہے جبکہ ہم دونوں ہی لہروں پر چل رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا: بندۂ خدا تو نے بلند پرواز شروع کر دی اور اپنے نفس کی تعریف کی اسی لئے تجھ پر اللہ کا غضب نازل ہوا۔ اللہ کے حضور توبہ کرتا کہ تجھے سابقہ مقام دوبارہ مل سکے۔ اس نے فوراً توبہ کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیچھے چلنے لگا۔ پھر امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: خدا سے ڈرو اور حسد سے پرہیز کرو اور یاد رکھو حسد کی بنیاد خودپسندی پر ہے۔

حسد میں کتنی قوت موجود ہے؟

موسیٰ ہادی کے عہد حکومت میں بغداد میں ایک دولت مند شخص رہتا تھا جس کا ہمسایہ ہمیشہ اس سے حسد کیا کرتا تھا۔ لیکن اس کے حسد کا دولت مند کی ذات پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔

حاسد نے اپنے جذبہ حسد کو تسکین دینے کیلئے ایک لڑکا بازار سے خریدا اس کی خوب تربیت کی یہاں تک کہ وہ جوان ہو گیا۔

ایک دن اس نے غلام کو بلا کر کہا: بیٹا میں نے تم سے ایک کام کرانا ہے بتاؤ سر انجام دو گے؟

غلام نے کہا۔ یہ بھی پوچھنے کی بات ہے آپ جو حکم کریں گے میں اس کی تعمیل کروں گا اگر آپ مجھے دریا یا آگ میں بھی چھلانگ لگانے کا حکم دیں تو بھی میں آپ کے فرمان کی تعمیل کروں گا۔

غلام کی وفاداری کو دیکھ کر اس نے اسے سینے سے لگایا، اس کی پیشانی کو چوما اور کہا: مجھے امید ہے کہ تم میرے کہنے پر عمل کرو گے۔

غلام نے کہا آپ حکم تو کریں میں آپ کے حکم کی ہر حال میں تعمیل کروں گا۔

مالک نے کہا: ابھی اس حکم کا وقت نہیں آیا۔ ایک سال بعد میں تمہیں اپنا کام بتاؤں گا۔

ایک سال گزر گیا۔ تو اس نے غلام کو بلایا اور کہا: بیٹا میری تمنا یہ ہے کہ میرا یہ دولت مند ہمسایہ قتل ہونا چاہیے۔

غلام نے کہا: تو کوئی بات نہیں میں اسے قتل کردوں گا۔

مالک نے کہا: نہیں میں اسے تمہارے ہاتھوں قتل نہیں کرانا چاہتا۔ ممکن ہے کہ تم اسے قتل نہ کرسکو اور مجھ پر اس کا الزام آجائے گا۔ میں نے اسے قتل کرانے کا ایک اور منصوبہ سوچ رکھا ہے اور تم سے میری درخواست یہی ہے کہ تم میرے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کرو۔

میں نے سوچا ہے کہ تم مجھے ہمسایہ کی چھت پر لے جاؤ اور وہاں مجھے قتل کردو اور جب میری لاش ہمسائے کی چھت سے برآمد ہوگی تو میرے ورثاء عدالت کے ذریعہ سے قصاص کا مطالبہ کریں گے اس طرح سے وہ شخص قتل ہونے سے نہیں بچ سکے گا۔

غلام نے جب یہ عجیب و غریب ترکیب سنی تو اسے سخت تعجب ہوا۔ اور مالک سے کہا کہ وہ اس تجویز سے باز آجائے جس میں اس کی اپنی ہلاکت تو لازمی ہے اور دوسرے کی ہلاکت غیر یقینی ہے۔

مگر وہ شخص اپنی اس تجویز پر جما رہا اور غلام کو مجبور کیا کہ وہ اس حکم پر عمل کرے۔ یہاں تک کہ اس نے غلام کو راضی کر لیا۔ رات کے پچھلے پہر اس نے غلام کو بیدار کیا اور تیز چھری اس کے ہاتھ میں تھمائی اور اسے لے کر ہمسایہ کی

چھت پر آگیا وہ چھت پر لیٹ گیا اور غلام نے چھری سے اس کا کام تمام کردیا اور چھت سے اتر کر گھر میں آکر سو گیا۔ صبح ہوئی تو گھر والوں نے اسے موجود نہ پا کر اس کی تلاش شروع کی۔ آخرکار ظہر کے وقت اس کی لاش دولت مند ہمسائے کی چھت سے برآمد ہوئی۔ انہوں نے قاضی کے پاس قتل کا مقدمہ دائر کیا۔ قاضی نے مالک مکان کو اپنی عدالت میں طلب کیا۔

مالک مکان نے صحت جرم سے انکار کردیا لیکن قاضی نے اسے جیل بھیج دیا۔

کچھ دنوں کے بعد غلام بغداد چھوڑ کر اصفہان چلا گیا۔ وہاں اسے اس کا ایک دوست ملا۔ اس نے چند گواہوں کے سامنے اس واقعہ کا اقرار کیا تو انہوں نے والی اصفہان کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ اصفہان کے والی نے غلام کو گرفتار کر کے بغداد بھیج دیا۔ جہاں اسے اس قاضی کی عدالت میں پیش کیا گیا جس کے پاس مقتول کا مقدمہ چل رہا تھا۔ قاضی نے غلام کے بیان کو سنا تو اس نے قیدی کو رہا کردیا اور غلام کو بھی آزاد کردیا۔

یوں ایک حاسد اپنے انجام کو پہنچا۔

دنیا میں پہلا قتل حسد کی وجہ سے ہوا

سلیمان بن خالد کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق کی خدمت میں عرض کی: میں آپ پر قربان جاؤں لوگ گمان کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی شادی اپنی بیٹی سے کی تھی۔

آپ نے فرمایا: یہ جھوٹ ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ اگر آدم نے اپنی بیٹی کی شادی اپنے بیٹے سے کی ہوئی تو میں بھی زینب کی شادی قاسم سے کر دیتا اور آدم کی سنت سے روگردانی نہ کرتا۔

راوی کہتے ہیں میں نے عرض کی کہ لوگ کہتے ہیں کہ قابیل نے ہابیل کو قتل اسی لئے کیا تھا کہ قابیل کی بہن بدصورت تھی اور وہ چاہتا تھا کہ اس کی شادی

ہابیل کی بہن سے ہو جائے۔ اسی لئے ان کے درمیان جھگڑا ہوا تھا اور قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تھا۔

یہ سن کر امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: تمہیں آدم علیہ السلام کی طرف اس فعل کی نسبت کرتے ہوئے حیا نہیں آتی؟

راوی کہتا ہے: میں نے پوچھا پھر قابیل نے ہابیل کو کس لئے قتل کیا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: قابیل نے ہابیل کو جانشینی اور امتیاز الٰہی کی وجہ سے قتل کیا تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو وحی فرمائی کہ وہ اسم اعظم اور اپنی وصایت کے لئے ہابیل کو مقرر فرمائیں۔

قابیل، ہابیل سے بڑا تھا اور جیسے ہی اسے معلوم ہوا کہ باپ کا جانشین میرا چھوٹا بن رہا ہے تو اسے بہت غصہ آیا اور کہا کہ میں بڑا ہوں اور میں ہی جانشینی کا زیادہ حق رکھتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو وحی فرمائی کہ وہ اپنے بیٹوں کو قربانی کا حکم دیں۔ جس کی قربانی پر آسمانی آگ آجائے تو اس کی قربانی قبول ہے اور جس پر نہ آئے اس کی قربانی نامقبول ہے۔ ہابیل بھیڑیں چرایا کرتے تھے اور قابیل کاشت کاری کیا کرتا تھا۔

ہابیل نے اپنے ریوڑ میں سے موٹی تازی بھیڑ کا انتخاب کیا اور قابیل گندم کے چند بے کار سٹے لے کر آیا۔ دونوں نے اپنی قربانیوں کو ایک جگہ پر رکھا۔ تھوڑی دیر بعد آسمانی آگ ہابیل کی قربانی پر پڑی اور قابیل کی قربانی کو اللہ نے نامنظور کر دیا۔

یہ دیکھ کر قابیل کے سینہ میں آتشِ حسد بھڑکی اور ابلیس نے اسے مزید شعلہ ور کیا۔ اور اس کے ذہن میں یہ بات ڈالی کہ معاملہ تم دو بھائیوں تک محدود نہیں رہے گا بلکہ ہابیل کی آنے والی نسل تمہاری نسل پر فخر و مباہات کرے گی اور تمہاری نسل کو ہمیشہ طعنے دیتی رہے گی۔

پھر ایک دن قابیل نے ہابیل کے گریبان کو پکڑا اور ایک پتھر سے اسے قتل کر دیا۔ قتل کے بعد پریشان ہوا کہ وہ بھائی کی لاش کو کیسے ٹھکانے لگائے۔

آخر اللہ نے ایک کوے کو بھیجا جس نے آکر اسے دفن کرنے کی ترکیب بتائی۔ کوے کو دیکھ کر اس نے کہا. ہائے میری بدنصیبی میری پاس تو کوے جتنی بھی عقل نہ تھی کہ میں اپنے بھائی کو دفنا سکتا۔

پھر شیطان نے زمین پر بت پرستی کا پہلا کاشانہ تیار کیا اور قابیل سے کہا: تجھے معلوم ہے کہ تیری قربانی قبول کیوں نہ ہوئی؟ اس نے کہا: مجھے اس کا سبب معلوم نہیں ہے۔

شیطان نے کہا: اس کی وجہ یہ ہے کہ تو نے آج تک آگ کی تعظیم نہیں کی تھی۔ اگر تو اپنی قربانی کو منظور کرانے کا خواہش مند ہے تو پھر آتش پرستی اختیار کر۔ دنیائے انسانیت میں قابیل پہلا شخص ہے جس نے آتش پرستی کی۔ (نقل ازدو روایت بحار الانوار، ج۱۱۔ ص ۲۲۸، ۲۴۵)

امام محمد تقیؑ کو حسد کی وجہ سے شہید کیا گیا

زرقان، احمد بن ابی داؤد کا قریبی دوست تھا اور احمد بن ابی داؤد، معتصم عباسی کے دور میں قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز تھا۔

زرقان کہتا ہے: میں ایک مرتبہ قاضی کے گھر بیٹھا ہوا تھا کہ قاضی دربار معتصم سے اس حالت میں واپس آیا کہ اس کا چہرہ غصہ کی وجہ سے سیاہ ہو چکا تھا اور آتے ہی کہنے لگا کاش میں آج سے بیس برس پہلے مر گیا ہوتا اور مجھے یہ روز بد دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔

پھر قاضی نے کہا: آج دربار میں رضا کے فرزند محمد تقی نے مجھے رسوا کیا ہے۔

ذرقان کہتا ہے کہ میں نے پوچھا کہ واقعہ کیا ہوا ہے؟

قاضی احمد نے بتایا کہ آج معتصم کے پاس ایک چور کو لایا گیا۔ شہادتیں مضبوط تھیں اور چور نے بھی چوری کا اقرار کرلیا تھا۔

معتصم نے دربار میں مجھ سے پوچھا کہ اس کی حد شرعی کیا ہے؟

میں نے کہا کہ اس کے ہاتھ کی ہتھیلی کاٹ دی جائے معتصم نے کہا: تمہارے پاس اس کی کیا دلیل ہے؟

میں نے کہا کہ چور کے متعلق حد شرعی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ بیان کیا ہے "السارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما" چوری کرنے والا مرد ہو یا عورت تو ان کے ہاتھ کاٹ دو اور دیکھتے ہیں کہ لفظ "ید" ہاتھ کا اطلاق کہاں تک ہوتا ہے تو اس کے لئے آیت تیمم موجود ہے "فامسحوا بوجوهکم وایدیکم منه" تیمم میں چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو اور یہ بات مسلم ہے کہ تیمم میں ہاتھ کی ہتھیلی پر ہی مسح کیا جاتا ہے، لہٰذا لفظ "ید" کا اطلاق ہاتھ کی ہتھیلی پر ہوتا ہے۔

دربار میں موجود بعض علماء نے مجھ سے اختلاف کرتے ہوئے فتویٰ دیا کہ چور کا پورا بازو کندھے سے کاٹ دینا چاہئے۔ ان کی دلیل یہ تھی کہ قرآن مجید میں چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی تعین نہیں کی گئی اور کندھے سے لے کر انگلیوں تک پورے بازو کو ہاتھ کہا جاتا ہے۔ لہذا پورے بازو کو چھوڑ کر صرف ہتھیلی کو کاٹنا درست نہیں ہے۔ دربار میں اس وقت امام محمد تقیؑ بھی موجود تھے۔ خلیفہ نے ان کی طرف رخ کر کے کہا کہ آپ ہمیں اپنے نظریہ سے آگاہ فرمائیں۔

امام محمد تقیؑ نے کہا: اس سلسلہ میں علماء اپنے خیالات کا اظہار کر چکے ہیں لہٰذا مجھ سے میرا نظریہ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

خلیفہ نے کہا: میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ اس مسئلہ میں اپنا

نظریہ ضرور بیان کریں۔ تو امام جوادؑ نے کہا: تم نے اب جب کہ مجھے قسم دی ہے تو سنو علمائے اہل سنت نے جو حد شرعی بیان کی ہے اس میں انہیں اشتباہ ہوا ہے۔ چور کا ہاتھ نہ تو ہتھیلی سے کاٹا جائے اور نہ ہی اس کا مکمل بازو قلم کیا جائے بلکہ اس کی چار انگلیاں ہی کاٹی جائیں اس کی ہتھیلی اور انگوٹھے کو چھوڑ دیا جائے۔

خلیفہ نے پوچھا: آپ کے پاس اس کی دلیل کیا ہے؟

امام نے کہا: کوئی مسلمان چوری کرنے کے بعد کافر نہیں ہو جاتا۔ وہ بدستور مسلمان رہتا ہے۔ اور مسلمان پر نماز فرض ہے اور نماز کا اہم رکن سجدہ ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان ہے۔ "السجود علی سبعة اعضاء، الوجه والیدین والرکبتین والرجلین فاذا قطعت یدامن الکرسوع او المرفق لم یبق له ید یسجد علیها وقال الله تعالی ان المساجد لله

سجدہ سات اعضاء پر ہوتا ہے۔ چہرہ، دو ہاتھ، دو گھٹنے، اور دو پاؤں اور جب تم کسی کے ہاتھ کو ہتھیلی یا کہنی سے قطع کرو گے تو اس کے پاس ہاتھ ہی نہیں رہے گا، تو وہ سجدہ کیسے کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے سجدہ کے مقامات اللہ کیلئے ہیں اور جو چیز ہے ہی اللہ کی تو اسے قطع نہیں کیا جاسکتا۔

معتصم نے جیسے ہی ان کا استدلال سنا تو وہ بے حد خوش ہوا اور امام جواد کے فتویٰ کے مطابق اس نے چور کی چار انگلیاں کاٹنے کا حکم دیا۔

ذرقان کہتا ہے کہ میں دیکھتا رہا کہ قاضی اپنے نظریہ کے ابطال پر سخت افسردہ رہا کرتا تھا۔ وہ تین دن کے بعد خلیفہ کے پاس گیا اور کہا کہ میں آپ کا نمک خوار ہوں اور نمک حلالی کو اپنے لئے فرض سمجھتا ہوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں نے آپ کی خیر خواہی نہ کی تو میں دوزخ کا ایندھن بن جاؤں گا۔

خلیفہ نے پوچھا: بتاؤ کیا کہنا چاہتے ہو؟ تو قاضی نے کہا کہ دربار میں جب

آپ کے پاس علماء فقہاء کی علمی نشستیں ہوتی ہیں تو اس وقت امراء و وزراء اور دیگر اعیانِ سلطنت بھی موجود ہوتے ہیں۔ اسی لئے یہ نشستیں دربار میں ہی ختم نہیں ہو جاتیں بلکہ ان کی بازگشت پورے ملک میں سنائی دیتی ہے۔ آپ نے تمام فقہاء کی رائے ٹھکرا کر اچھا نہیں کیا۔ کیونکہ اس سے محمد تقی کے اثر ورسوخ میں اضافہ ہو گیا ہے اور آپ یہ بات اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ مسلمانوں کا ایک گروہ انہیں پہلے ہی اپنا رہنما اور پیشوا سمجھتا ہے۔ اور مجھے یہ اندیشہ ہے کہ عنقریب باقی لوگ بھی ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو جائیں گے اور آپ کے خاندان سے خلافت ہمیشہ کیلئے رخصت ہو جائے گی۔

بادشاہ حاسد قاضی کے الفاظ سے بہت متاثر ہوا اور کہا کہ تم نے میری آنکھیں کھول دی ہیں اور خدا اس خیر خواہی کی تمہیں جزا دے گا۔

چوتھے دن اس نے اپنے ایک کاتب کو حکم دیا کہ تم ایک دعوت کا انتظام کرو جس میں فرزند رضا کو بھی شامل کیا جائے۔

دعوت تیار ہوئی اور اس کے لئے امام تقیؑ کو مدعو کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا تم بخوبی جانتے ہو کہ میں اس طرح کی دعوتوں میں شریک نہیں ہوتا۔ لیکن امام علیہ السلام سے بار بار اصرار کیا گیا تو آپؑ اس دعوت میں شریک ہوئے۔ دسترخوان پر بیٹھے، آپؑ کے سامنے طعام پیش کیا گیا، آپؑ نے ایک لقمہ توڑ کر کھایا تو زہر کا احساس ہوا، چنانچہ آپؑ اٹھ کر جانے لگے۔ صاحبِ خانہ نے کہا کہ آپ اتنی جلدی کیوں واپس جا رہے ہیں؟ تو آپؑ نے فرمایا. میں جتنی جلد تمہارے گھر سے چلا جاؤں اتنا ہی بہتر ہے۔

اسی زہر کی وجہ سے ایک روز بعد آپؑ کی شہادت واقع ہو گئی۔

عورتوں میں حسد

ابن ابی لیلیٰ اہل سنت کے مشہور قاضی گزرے ہیں۔ ایک دن وہ منصور دوانقی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ منصور نے کہا: بعض اوقات قاضیوں کے پاس بڑے دلچسپ مقدمے دائر ہوتے ہیں، اگر تمہارے پاس کبھی کوئی دلچسپ مقدمہ آیا ہو تو مجھے سناؤ۔

ابن ابی لیلیٰ نے کہا: جی ہاں بعض اوقات ہمارے پاس دلچسپ مقدمات آتے ہیں میں آپ کو ایک عجیب و غریب مقدمہ کا حال سناتا ہوں۔

ایک دن ایک بوڑھی اور بدصورت عورت میرے پاس آئی اور رو رو کر کہا کہ قاضی صاحب آپ مجھے انصاف دلائیں۔

میں نے پوچھا کہ تم پر کس نے ظلم کیا ہے؟

بڑھیا نے کہا: مجھ پر میری بھتیجی نے ظلم کیا ہے۔ آپ اس کے ظلم کا ازالہ کر کے مجھے انصاف فراہم کریں۔

میں نے عدالت میں اس کی بھتیجی کو بلایا اور وہ انتہائی خوبصورت عورت تھی، میرا خیال ہے کہ جنت کی حوریں اس سے زیادہ حسین نہیں ہوں گی۔

میں نے اس خاتون کو دفاع کا حق دیتے ہوئے پوچھا کہ اصل واقعات کیا ہیں؟

اس نے بتایا کہ میں اس بڑھیا کی بھتیجی ہوں اور یہ میری پھوپھی ہے۔

میں بچپن میں ہی یتیم ہو گئی تھی اور مجھے میری اس پھوپھی نے ہی پالا پوسا جب میں جوان ہوئی تو میری پھوپھی نے میرا نکاح ایک زرگر سے کر دیا۔ وہاں میں ہر طرح سے راضی خوشی زندگی بسر کرنے لگی۔ مگر میری یہ خوشی میری پھوپھی کو ایک آنکھ نہ بھائی۔ کیونکہ اس کی اپنی ایک کنواری بیٹی گھر میں بیٹھی تھی اور میری پھوپھی

یہ چاہنے لگی کہ کسی طرح سے اس کی بیٹی کی شادی میرے شوہر سے ہو جائے۔

اس نے اپنی بیٹی کو بناؤ سنگھار کر کے زرگر کو پھانسنے کا حکم دیا اور وہ آخرکار اس کی زلف کا اسیر ہوگیا۔ پھر میرے شوہر نے اس کی بیٹی کا رشتہ طلب کیا تو اس نے کہا میں اس شرط پر اپنی بیٹی تمہارے نکاح میں دوں گی کہ تم اپنی پہلی بیوی کی طلاق کا حق مجھے تفویض کرو۔

میرا شوہر جو کہ اس کی بیٹی کا کشتۂ ناز تھا، اس نے میری طلاق کا حق میری پھوپھی کو تفویض کردیا۔

اس کی بیٹی کی شادی کو ابھی چند ہی دن گزرے تھے کہ میری پھوپھی نے مجھے طلاق دے دی۔ اور میں روتی دھوتی شوہر کے گھر سے پھوپھی کے گھر آگئی۔

پھر میں نے اپنی پھوپھی سے انتقام لینے کا ارادہ کیا۔ جب اس کا شوہر گھر میں آتا تو میں بھی خوب بن سنور کر اس کے سامنے جاتی آہستہ آہستہ وہ میرا عاشق زار بن گیا اور اس نے مجھ سے نکاح کی درخواست کی۔ میں نے نکاح کے لئے ایک شرط عائد کی کہ اگر وہ اپنی پہلی بیوی یعنی میری پھوپھی کا حق طلاق مجھے تفویض کردے تو میں اس سے نکاح کرلوں گی پس میری پھوپھی کے شوہر نے بے چون و چرا مجھے اپنی بیوی کا حق طلاق تفویض کردیا۔

پھر میں نے اس سے نکاح کرلیا اور دوسرے دن اپنے حق کو استعمال کرتے ہوئے میں نے اپنی پھوپھی کو طلاق دے دی۔ اور یوں میری پھوپھی بڑھاپے میں بے آسرا ہوگئی۔ پھر قضائے قدرت سے چند ماہ بعد میرا یہ شوہر وفات پاگیا۔ اور میں بیوہ ہوگئی۔ عدت کے ایام گزرنے کے بعد میرے پہلے شوہر یعنی زرگر نے مجھ سے پھر رابطہ کیا اور نکاح کی دعوت دی۔ میں نے اس سے یہی شرط لگائی کہ اگر وہ اپنی موجودہ بیوی کی طلاق کا حق مجھے تفویض کردے تو میں اس سے نکاح کرلوں گی۔

میرے سابق شوہر نے مجھے اپنا حق شرعی استعمال کرنے کی اجازت دے دی۔ پھر میں نے اس سے نکاح کرلیا اور چند دنوں کے بعد میں نے اپنی سوکن کو طلاق جاری کردی۔

یہ تمام واقعات سنا کر اس عورت نے مجھے کہا کہ قاضی صاحب! اب آپ خود فیصلہ کریں کہ میں نے کونسا جرم کیا ہے۔ میں اپنی پھوپھی کے بے جا حسد کا شکار ہوئی تھی اور میں نے اس کی تلافی کی ہے۔ (اعلام الناس۔ اقلیدی۔ ص ۴۴)

حضرت علی علیہ السلام کا فیصلہ

ایک یتیم بچی کسی شخص کے گھر میں پرورش پاتی تھی۔ گھر کا مالک اکثر اوقات سفر پر رہتا تھا۔ آخرکار بچی سن بلوغ پر پہنچی۔ خدا نے اسے حسن و ادا سے مالامال کیا تھا۔ گھر میں خاتون خانہ نے سوچا کہ ممکن ہے اسے دیکھ کر میرے شوہر کی نیت بدل جائے۔ لہٰذا اس کا پہلے سے سدباب کرنا چاہئے۔

اس نے چند محلّہ دار عورتوں کو اپنے پاس بلایا اور لڑکی کو شراب پلا کر انگلی سے اس کی بکارت زائل کردی۔

کچھ عرصہ کے بعد اسکا شوہر گھر آیا اور بیوی سے یتیم بچی کا احوال دریافت کیا۔

عورت نے کہا: آپ اس کے متعلق کچھ نہ پوچھیں اس نے اپنی عصمت تباہ کرلی ہے اور اپنی بکارت زائل کرچکی ہے۔

گھر کے مالک نے بچی کو بلا کر سوال کیا تو اس نے قسمیں کھا کر اپنی پاکدامنی کی گواہی دی۔

عورت چند ہمسائی عورتوں کو اپنے شوہر کے پاس لائی جنہوں نے اس لڑکی کے گناہ گار ہونے کی گواہی دی۔

آخرکار مقدمہ حضرت عمرؓ کی عدالت میں جا پہنچا۔ اور وہ بھی کوئی فیصلہ نہ

کر سکے۔ مرد نے تقاضا کیا یہ مسئلہ مولا علیؑ کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ جب مولا علیؑ کی خدمت میں یہ مسئلہ پیش ہوا تو آپؑ نے عورت سے فرمایا: تمہارے پاس اپنے دعویٰ کے گواہ موجود ہیں؟

عورت نے کہا: جی ہاں میرے پاس بہت سی ہمسائی عورتیں بطور گواہ موجود ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے پاس تلوار رکھی اور فرمایا: ایک ایک گواہ کو علیحدہ علیحدہ پیش کیا جائے۔

پہلی گواہ عورت پیش ہوئی۔ آپ نے اس کا بیان سنا اور بیان سننے کے بعد اسے ایک علیحدہ کمرے میں بھیج دیا۔

پھر آپ نے دوسری گواہ عورت کو طلب کیا۔ جب عورت حاضر ہوئی تو آپ نے فرمایا: مجھے پہچان کر گواہی دینا اور یہ بھی دیکھ لو کہ میرے پاس تلوار رکھی ہوئی ہے۔ تمہاری ساتھی پہلی عورت نے مجھے پوری صورت حال بتا دی ہے۔ اگر تم نے جھوٹ بولنے کی کوشش کی تو اس کا نتیجہ بہت ہی خطرناک ہوگا۔

عورت نے رو کر کہا: مولا! اصل حقیقت تو ہماری ساتھی گواہ آپ کو بتا ہی چکی ہے۔ لڑکی بالکل بے گناہ ہے خاتونِ خانہ نے اسے اپنی انگلی سے داغدار کیا ہے تاکہ اس کا شوہر اس کی طرف مائل نہ ہونے پائے۔ اور جب خاتونِ خانہ اس کی بکارت زائل کر رہی تھی تو ہم نے لڑکی کو مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔

حضرت علیؑ نے صدائے تکبیر بلند فرمائی اور کہا: "انا اول من فرق بين الشهود الا دانيال" دانیال کے بعد میں پہلا شخص ہوں جس نے گواہوں میں جدائی ڈالی۔ پھر آپؑ نے حکم دیا کہ خاتونِ خانہ کو حد قذف کے طور پر اسّی کوڑے مارے جائیں اور آپؑ نے اس کے اور اس کے شوہر کے درمیان جدائی کرادی۔ شوہر نے

اسے طلاق دے دی اور آپ نے ہر ایک عورت پر چار سو درہم جرمانہ عائد کیا پھر آپؑ نے اس مرد سے اس یتیم بچی کا نکاح کر دیا اور اسے حق مہر کی ادائیگی سے مستثنیٰ قرار دیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے درخواست کی کہ آپ ہمیں دانیال پیغمبر علیہ السلام کے فیصلہ سے آگاہ فرمائیں۔

آپ نے فرمایا: دانیال ماں باپ دونوں کی طرف سے یتیم تھے اور بنی اسرائیل کی ایک بوڑھی عورت کے ہاں پرورش پاتے تھے۔ اس زمانہ میں بنی اسرائیل پر ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا، اس کے پاس دو قاضی تھے۔ اسی زمانہ میں ایک نیک شخص بھی رہتا تھا جو کہ دونوں قاضیوں کا دوست تھا اور کبھی کبھی بادشاہ کے دربار میں بھی جایا کرتا تھا۔

بادشاہ کو سفارت کیلئے کسی امین شخص کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس نے قاضیوں سے مشورہ کیا کہ آپ مجھے کسی امین شخص کا پتہ بتلائیں تاکہ میں اسے اپنا قاصد بنا کر ایک جگہ روانہ کر سکوں۔

دونوں قاضیوں نے اس مردِ صالح کا نام پیش کیا۔ بادشاہ نے اس شخص کو قاصد بنا کر روانہ کیا تو اس نے روانہ ہوتے وقت دونوں قاضیوں سے درخواست کی کہ آپ میری عدم موجودگی میں میرے گھر کا دھیان رکھیں۔

وہ شخص روانہ ہوگیا۔ دونوں قاضی گاہے بگاہے اس کے گھر آتے اور اس کی بیوی سے گھر کی ضروریات کا پتہ کرتے۔ آہستہ آہستہ دونوں قاضیوں کی نیت خراب ہوگئی۔ عورت حسین تھی۔ دونوں قاضیوں نے عورت کو گناہ کی دعوت دی لیکن عورت نے ان کی دعوت کو ٹھکرا دیا۔

قاضیوں نے عورت سے کہا: اگر تو ہمارے کہنے پر عمل نہ کرے گی تو ہم تجھ پر زنا کا الزام لگائیں گے اور بادشاہ تیری سنگساری کا حکم جاری کرے گا۔

قاضیوں کی دھمکی سن کر بھی عورت نے ان کی بات نہ مانی۔

پھر قاضیوں نے اس پر زنا کا الزام عائد کردیا۔ اور بادشاہ کے پاس گواہی دی کہ ہم نے اس عورت کو نامشروع فعل کرتے ہوئے دیکھا۔

بادشاہ نے قاضیوں سے کہا کہ میں آپ کی گواہی رد نہیں کرسکتا لیکن حد شرعی تین دن کے بعد نافذ کروں گا۔ پھر بادشاہ نے پورے شہر میں منادی کرادی کہ چوتھے دن فلاں عورت کو نامشروع کام کی وجہ سے سنگسار کیا جائے گا۔

تیسرے دن بادشاہ نے وزیر سے کہا کہ وزیر! قاضیوں کی گواہی بھی معتبر ہے لیکن میرا دل گواہی دیتا ہے کہ وہ عورت بے گناہ ہے۔

وزیر نے کہا: بادشاہ سلامت! میرا اپنا دل بھی عورت کو بے گناہ قرار دیتا ہے۔ پھر وزیر شہر کی طرف گیا۔ دیکھا ایک سڑک کے کنارے بچے کھیل رہے ہیں اور ان میں دانیالؑ بھی موجود ہیں۔ دانیالؑ نے بچوں کو کہا کہ تم بیٹھ جاؤ۔ میں بادشاہ ہوں اور یہ دو میرے قاضی ہیں اور یہ وہ عورت ہے جس پر قاضیوں نے الزام لگایا ہے۔ اب میں فیصلہ کروں گا۔

جب وزیر نے بچوں کا یہ کھیل دیکھا تو وہ وہیں رک گیا اور دلچسپی سے عدالت کی کارروائی دیکھنے لگا۔

بچوں نے مٹی کا ڈھیر اکٹھا کیا جس پر دانیالؑ اپنا تخت قرار دے کر بیٹھ گئے اور لکڑی کی ایک تلوار اپنے پاس رکھی پھر حکم دیا کہ ایک قاضی کو عدالت میں پیش کیا جائے۔ چنانچہ ایک بچہ کو ان کے پاس لایا گیا۔ دانیالؑ نے پوچھا: یہ بتاؤ کہ جب تم نے اس عورت کو دیکھا تو اس کے ساتھ فعل حرام کرنے والا مرد کون تھا؟ اور وقت کیا تھا اور دن کون سا تھا؟ اور تم اس کے گھر کے کس دروازہ سے داخل ہوئے تھے؟

بچہ نے جو قاضی بنا ہوا تھا، تمام سوالات کے جوابات دیئے۔ پھر دانیالؑ نے

کہا۔ اس قاضی کو دوسرے قاضی سے نہ ملنے دیا جائے اور دوسرے قاضی کو میری عدالت میں پیش کیا جائے۔

دوسرا بچہ جو کہ قاضی بنا ہوا تھا، عدالت میں پیش ہوا اور دانیال نے تلوار دکھا کر کہا۔ دیکھو تمہارا ساتھی مجھے تمام واقعات کی صحیح تفصیل بتا گیا ہے، اگر تم نے جھوٹ بولا تو میں تمہیں قتل کردوں گا۔ دوسرا گواہ فوراً گھگھیانے لگا اور اپنے جھوٹ کا اقرار کرلیا۔

دانیالؑ نے نعرۂ تکبیر بلند کرکے کہا قاضی جھوٹے ہیں اور عورت سچی ہے ان دونوں قاضیوں کو قتل کردیا جائے۔

وزیر نے جیسے ہی دانیالؑ کی عدالت کی کارروائی دیکھی تو دوڑتے ہوئے بادشاہ کے پاس گیا اور اسے ساری عدالتی کارروائی کی خبر دی۔

بادشاہ نے اسے اپنے لئے اشارۂ غیبی سمجھا اور دونوں قاضیوں کو اپنے دربار میں بلایا اور دونوں سے علیحدہ علیحدہ بیان لئے۔ تو قاضیوں کا جھوٹ کھل کر سامنے آگیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ قاضیوں کو قتل کردیا جائے۔ (بحار الانوار، ج۹۷۔ ص ۱۷۵، شرح قصیدۂ ابی فراس۔ ص۳۶)

غیر محتاط خوشامدی

خالد بن صفوان کہتا ہے کہ میں عباسی خلیفہ سفاح کے دربار میں گیا۔ جب دربار میں خلوت ہوئی تو میں نے کہا: اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کو ایک مشورہ دوں لیکن شرط یہ ہے کہ اس دوران کوئی یہاں آنے نہ پائے۔

سفاح نے دربانوں کو حکم دیا کہ فی الحال کسی کو اندر نہ آنے دیا جائے۔ پھر سفاح نے مجھ سے پوچھا کہ اب بتاؤ کیا کہنا چاہتے ہو؟

میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلافت عطا کی ہے جس کے لئے برسہا

برس تک آپ کو تحریک چلانا پڑی۔ آپ نے بڑی قربانیاں دیں لیکن میں دیکھ رہا ہوں، کہ آپ نے خلافت سے ذرہ برابر بھی استفادہ نہیں کیا۔

سفاح نے کہا: تو میں کیا کرتا؟

میں نے کہا کہ آپ نے بس ایک بیوی پر قناعت کرلی ہے ورنہ کئی سیمیں پیکر آپ کے عقد میں آنے کے لئے تیار ہیں۔

اس نے کہا کہ واقعی تم نے صحیح کہا ہے، آج تک میں نے اس طرف توجہ ہی نہیں کی تھی۔

خالد کے جانے کے بعد سفاح کی بیوی امّ سلمہ آئی تو اس نے دیکھا کہ اس کا شوہر ہاتھ میں قلم لے کر دوات پر زور سے مار رہا ہے۔

بیوی نے پوچھا: خیریت تو ہے آپ اس قدر پریشان کیوں ہیں؟

سفاح نے کہا: دراصل بات یہ ہے کہ خالد بن صفوان نے مجھے ایک مشورہ دیا ہے اور میں اسی کے متعلق سوچ رہا ہوں۔

بیوی نے پوچھا: اس نے کیا مشورہ دیا ہے؟

خلیفہ نے بیوی کے سامنے اس کی ساری تجویز رکھ دی۔ امّ سلمہ نے کہا: تو آپ نے اس حرامزادہ کو کیا جواب دیا؟

سفاح نے کہا: اس نے میری بھلائی کی بات کی تھی اور تم نے اسے گالیاں دینی شروع کردیں۔

امّ سلمہ خلیفہ کے پاس سے اٹھ کر آئی اور غلاموں کے ایک دستہ کو بلا کر کہا: میں نے آج کے دن کے لئے تمہیں پرورش کیا ہے۔ تم جاؤ جہاں بھی خالد ملے اسے خوب زدوکوب کرو لیکن دیکھو اسے جان سے مارنے کی ہرگز کوشش نہ کرنا۔ امّ سلمہ کے بھیجے ہوئے غلام بازار آئے تو انہیں خالد بازار ہی میں مل گیا۔ انہوں نے اس

کی خوب ٹھکائی کی۔ خالد کئی دن تک گھر میں بستر پر پڑا رہا۔

چند دنوں کے بعد تھوڑا سا چلنے کے قابل ہوا تو خلیفہ کا ایک غلام اس کے پاس آیا اور کہا خلیفہ تجھے دربار میں یاد کرتا ہے۔

ڈرتے اور کانپتے ہوئے خالد درباز میں گیا۔ پردے کے پیچھے اسے کسی کے وجود کا احساس ہوا دل میں سمجھ گیا کہ ہو نہ ہو یہ محترمہ جو پس پردہ موجود ہے خلیفہ کی بیوی ہے۔

خلیفہ نے پوچھا: خالد! کئی دن سے تم نظر نہیں آئے خیریت تو تھی؟

خالد نے کہا: جی ہاں میں چند دن قبل بیمار ہوگیا تھا اسی لئے آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا۔

خلیفہ نے کہا: تم نے ایک دن مجھے ایک مشورہ دیا تھا میں چاہتا ہوں کہ دوبارہ وہی بات کہو۔

خالد نے کہا کہ اس دن میں نے کہا تھا کہ عربی میں سوکن کو "ضرة" کہتے ہیں اور یہ لفظ ضرر سے مشتق ہے، تو گویا سوکن دراصل انسان کے لئے ضرر ہی ضرر ہے، دو بیویاں رکھنے سے بڑا نقصان اور کوئی نہیں ہے بلکہ میں تو یہ کہوں گا گھر میں کنیز رکھنا بھی خالی از خطرہ نہیں ہے، دو بیویوں کے شوہر کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص دو انگاروں کے درمیان لیٹا ہوا ہو، کبھی اس طرف کے انگارے کی تپش برداشت کرتا ہے اور کبھی دوسری طرف کے انگارے کی تپش برداشت کرنی پڑتی ہے۔

سفاح نے کہا: نہیں اس دن تو نے یہ بات نہیں کہی تھی۔

خالد نے کہا: کیوں نہیں اس دن میں نے کہا تھا کہ چار بیویاں دردسر ہیں۔

خلیفہ نے کہا: نہیں تو نے اس دن یہ بات نہیں کہی تھی۔

خالد نے کہا: جناب چار بیویاں انسان کے لئے مسلسل غم واندوہ اور درد والم

کی موجب ہیں۔ جس شخص کی چار بیویاں ہوں وہ شخص بڑا ہی مظلوم ہے۔ یا تو ان کے مطالبات پورے کرے ورنہ سخت آزمائش کے لئے تیار رہے۔ اگر ایک بیوی سے ہنس کر بولے تو تین بیویاں اس پر ناراض ہو جائیں گی۔ سانپ انسان کے لئے اتنا خطرناک نہیں جتنی کہ چار بیویاں خطرناک ہیں۔

سفاح نے کہا: نہیں تم نے اس دن یہ باتیں نہیں کی تھیں۔

خالد نے کہا: جی ہاں! میں نے کہا تھا کہ پورے عرب میں بنی مخزوم ممتاز قبیلہ ہے اور اس قبیلہ میں آپ کی بیوی امّ سلمہ مہکتا ہوا پھول ہے۔ گویا بوستان بنی مخزوم میں آپ کی بیوی گل نورستہ ہے۔ میں نے تو اس دن کہا تھا کہ ایسی بیوی کو عطیہ خداوندی سمجھیں اور اس کی موجودگی میں دوسری بیوی کا دل میں خیال تک نہ لائیں۔

سفاح نے یہ سن کر کہا: تو بڑا ہی جھوٹا ہے اور تجھ سا جھوٹا دوبارہ پیدا ہونا محال ہے۔

خالد نے فوراً کہا: خلیفہ صاحب! آپ خود ہی انصاف کریں جھوٹ بولنا بہتر ہے یا آپ کی بیوی امّ سلمہ کے نوکروں سے قتل ہونا بہتر ہے؟

یہ سن کر سفاح ہنستے ہنستے پشت کے بل زمین پر جا گرا اور امّ سلمہ کے قہقہوں کی آواز بھی باہر تک سنائی دی۔

خالد اپنے گھر واپس آیا تو سفاح کی بیوی نے ہزار ہزار درہم کی پانچ تھیلیاں اس کے گھر بھجوائیں۔ (تحفۃ الیمن۔ ص ۴۹)

ابلیس فرعون کے دروازہ پر

بیان کیا جاتا ہے کہ جب فرعون نے خدائی دعویٰ کیا تو ایک دفعہ ابلیس نے اس کے دروازہ پر دستک دی۔ فرعون نے پوچھا: کون؟ تو ابلیس نے کہا: جھوٹے تو

کیسا خدا ہے کہ تجھے پتہ ہی نہیں کہ تیرے دروازے پر کون آیا ہے؟ میں تیرا استاد ابلیس ہوں۔

پھر فرعون اور ابلیس اکٹھے بیٹھے۔ فرعون نے کہا کہ میں بہت بڑا مجرم ہوں اور تو بھی بہت بڑا نمک حرام ہے۔ تیرا مشاہدہ بہت وسیع ہے، تجھے مجھ سے اور اپنے سے برا بھی کوئی نظر آیا۔

ابلیس نے کہا: جی ہاں حاسد ہم دونوں سے برا ہے۔ اسی حسد نے تو مجھے شیطان رجیم بنایا ہے اور اسی حسد نے تجھے ملعون بنایا ہے۔

چند روایات

قال رسول الله صلي الله عليه وآله وسلم ذات يوم لاصحابه. ألاانه قددب اليكم داء الامم من قبلكم وهوالحسد ليس بحالق الشعرلكنه حالق الدين ينجي فيه ان يكف الانسان يده ويحزن لسانه ولايكون ذاغمز على اخيه المؤمن.

(وسائل کتاب جہاد نفس۔ ص ۵۱۷)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن اپنے صحابہ سے کہا: متوجہ ہو جاؤ، تمہارے اندر پچھلی امتوں کی ایک بیماری سرایت کر گئی ہے اور اس بیماری کا نام حسد ہے۔ اس سے بال نہیں گرتے بلکہ یہ انسان کے دین کو تباہ کر دیتی ہے اس سے بچنے کی یہی راہ ہے کہ انسان اپنے ہاتھ کو روکے رکھے اور زبان کی حفاظت کرے اور اپنے مؤمن بھائی کو طعنہ نہ دے۔

قال الصادق عليه السلام لابي جعفر ابن النعمان الاحول ان ابغضكم الى المترأسون المشاؤن بالنمائم الحسدة لاخوانهم ليسوا مني ولا انامنهم انما اوليائى الذين سلموا لامرنا واتبعوا اثارنا واقتدوا بنا في كل امورنا ثم قال لو

قدم احدکم ملا الارض ذهبا علی الله ثم حسد مؤمنا لکان ذلك الذهب مما یکوی به فی النار.

(سفینۃ البحار، ج ا۔ ص ۲۵۲)

امام صادق علیہ السلام نے ابو جعفر بن نعمان احول سے کہا: تم میں سے سب سے زیادہ مجھے ان لوگوں سے نفرت ہے جو بزرگ منش بنتے ہیں اور جو چغل خوری کرتے ہیں اور اپنے بھائیوں سے حسد کرتے ہیں۔ ان کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی میرا ان سے کوئی واسطہ ہے۔

پھر آپ نے فرمایا: میرے دوست تو وہ لوگ ہیں جو ہمارے امر کو تسلیم کریں اور ہمارے نقش قدم پر چلیں اور ہمارے تمام امور میں ہماری پیروی کریں۔ پھر آپؑ نے فرمایا خدا کی قسم اگر تم میں سے کوئی شخص روئے زمین کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کردے پھر کسی مؤمن سے حسد کرے تو وہ سونا دوزخ میں تپا کر اسے اس سے داغا جائے گا۔

قال الصادق علیه السلام الحاسد یضر بنفسه قبل ان یضر بالمحسود کابلیس ادرث بحسده اللعنة ولا دم الاجتباء والهدی والرفع الی محل حقائق العهد و الاصطفاء فکن محسودا ولا تکن حاسدا فان میزان الحاسدا بدا خفیف بثقل میزان المحسودو الرزق مقسوم فماذا ینفع الحسد الحاسد، وماذا یضر المحسود الحسد. والحسد اصله من عمی القلب والحجود لفضل الله تعالی وهما جناحان للکفروبالحسدوقع ابن ادم فی حسرة الابدوهلك مهلك لاینحومنه ابدا.

(مستدرک الوسائل، ج ۲۔ ص ۳۲۷)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حاسد، محسود سے پہلے اپنا نقصان کرتا ہے جیسے کہ ابلیس کو حسد کی وجہ سے لعنت ملی اور آدمؑ کو مقام اجتباء و ہدایت اور مقام

عہد و اصطفا ملا۔ اسی لئے محسود ہو اور حاسد نہ ہو۔ کیونکہ حاسد کا میزان ہمیشہ ہلکا ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی نیکیاں محسود کے نامۂ اعمال میں منتقل ہوجاتی ہیں۔ اور رزق اللہ کی طرف سے تقسیم ہوچکا ہے پس حاسد کا حسد اسے کیا فائدہ دے گا اور محسود کو حسد کیا نقصان دے گا۔

حسد کی جڑ دل کا اندھا پن اور نعمات الٰہی کا انکار ہے اور یہ دونوں صفتیں کفر کے لئے دو پر ہیں۔ اسی حسد نے ہی آدمؑ کے بیٹے کو ابدی حسرت میں ڈالا تھا اور حسد نے اسے ایسا ہلاک کیا کہ جس سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

عن هشام ابن الحکم عن الکاظم علیه السلام قال یا هشام افضل ماتقرب به العبد الی الله بعد المعرفة الصلوة و بر الوالدین و ترك الحسد و العجب والفخر.

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ہشام بن حکم سے فرمایا: معرفت و خدا شناسی کے بعد جو چیز انسان کو اللہ کے قریب کرسکتی ہے وہ نماز اور والدین سے نیکی اور حسد اور خود پسندی اور فخر کو چھوڑنا ہے۔

عن ابی عبدالله علیه السلام قال ثلاثة لم ینبح منها بنی فمن دونه، التفکرفی الوسوسة فی الخلق والطیرة والحسدالاان المؤمن لایستعمل حسده.

(وسائل جہاد نفس۔ ص ۵۱۷)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں جن سے نبی بھی بچ نہیں سکے دوسروں کی کیا بات ہے۔ خلقت و پیدائش کے وساوس میں غور و فکر کرنا۔ فال بد لینا اور حسد۔ مگر مؤمن اپنے حسد کو استعمال نہیں کرتا۔

باب ہفتم

صبر و تحمل

صبر و تحمل کامیابی کی کلید ہے

اصمعی ادبیاتِ عرب کے بلند پایہ عالم گزرے ہیں وہ اپنی داستان سنایا کرتے تھے کہ میں زمانہ طالب علمی میں بہت ہی قلاش اور مفلس تھا۔ میں روزانہ جب پڑھنے کیلئے جاتا تو راستے میں ایک سبزی فروش کی دکان پڑتی تھی جس کا مالک ایک بے حیا شخص تھا۔ وہ مجھے کتابیں بغل میں اٹھائے ہوئے دیکھتا تو کہتا کہ احمق! اس فضول تعلیم کو چھوڑ کر کوئی چھوٹا موٹا کاروبار کرے تاکہ تجھے دو وقت کی روٹی نصیب ہو سکے۔ ایک دن تو اس نے بدتمیزی کی حد کر دی مجھے کتابیں اٹھائے دیکھ کر اس نے کہا: بیوقوف آدمی! یہ کاغذ اور کتابیں کسی گڑھے میں ڈال کر پانی لگا دے تاکہ یہ سرسبز ہو جائیں۔

میں روزانہ اس کی کڑوی کسیلی باتیں سنتا اور خاموشی سے حصول تعیم میں لگا رہا آخرکار میں حصول علم میں کامیاب ہوگیا۔ مگر اس کے باوجود میرے پاس پہننے کے لئے ڈھنگ کے کپڑے تک نہ تھے۔

ایک دن میں اپنے گھر سے نکل کر بازار جانے لگا تو میں نے ایک ہمسایہ کو دیکھا کہ اس نے گلی میں ہی اپنے لئے ہوادار چھپر بنایا ہے جس سے گلی تنگ ہو گئی ہے اور سوار آدمی کے لئے گزرنا مشکل ہو گیا ہے۔

یہ حرکت دیکھ کر میں نے ہمسایہ سے کہا: بندۂ خدا! اس گلی پر میرا بھی کچھ حق ہے تمہیں یہ چھپر گلی میں نہیں بنانا چاہئے تھا۔

ہمسایہ نے کہا: جب آپ عماری میں بیٹھ کر یہاں سے گزریں تو بے شک میرا چھپر گرادینا۔ اس کی یہ بات سن کر میں خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

ایک دن میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ امیر بصرہ کے قاصد نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور مجھے امیر بصرہ کا پیغام دیا کہ آپ ہمارے پاس آئیں اور ہم آپ کو خلیفہ ہارون کے بیٹوں امین اور مامون کا اتالیق بنا کر بغداد بھیجیں گے۔

میں نے قاصد سے کہا: کہ میرے پاس تو پہننے کے کپڑے نہیں ہیں اور میں اس لباس کے ساتھ امیر کے پاس حاضر ہونے سے قاصر ہوں۔

کچھ دیر بعد قاصد میرے لئے قیمتی لباس لایا اور اس کے ساتھ ایک ہزار مثقال سونا بھی ساتھ لایا۔ میں نئے کپڑے پہن کر امیر بصرہ کے پاس گیا۔ اس نے کہا کہ خلیفہ ہارون الرشید نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں ان کے فرزندوں امین اور مامون کی تعلیم کے لئے بغداد روانہ کروں۔

میں بغداد گیا۔ جب امین اور مامون نے تعلیم کی ابتداء کی تو خلیفہ کی طرف سے سونے کے سکوں کے کئی طبق لٹائے گئے۔ اس دن میں نے اتنا سونا جمع کیا جس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا اس کے علاوہ ہر ماہ مجھے دس ہزار تنخواہ دی جاتی تھی۔

ایک عرصہ کے بعد ہارون نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ منبر پر بیٹھ کر تقریر کریں۔ میں نے ہارون کو بتایا تھا کہ میں نے اس کے دونوں بیٹوں کو فن تقریر میں طاق کر دیا ہے۔ جمعہ کا دن تھا امین نے حاضرین سے خطاب کیا تو حاضرین نے بے تحاشا دولت لٹائی۔ ہارون نے بھی مجھے بہت سا انعام دیا۔

اس دن ہارون نے مجھ سے کہا کہ میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں تم نے

میرے بچوں کو تعلیم دی ہے کوئی خواہش ہو تو بیان کرو۔

میں نے کہا کہ آپ نے مجھے اتنا کچھ عطا کیا ہے جس کے بعد کچھ مانگنے کی حسرت ہی نہیں رہی۔ میں چند دنوں کیلئے اپنے شہر بصرہ جانا چاہتا ہوں۔ ہارون نے مجھے جانے کی اجازت دی اور میری روانگی سے پہلے والیِ بصرہ کو خط لکھا کہ وہ اعیانِ سلطنت کو لے کر میرا پرتپاک استقبال کرے اور ہر ہفتہ میں دو دن میرے مکان پر حاضری دے۔ چنانچہ میں جیسے ہی بصرہ پہنچا تو والی بصرہ نے میرا شایانِ شان استقبال کیا۔ بصرہ میں ایک زرنگار ہودج میری سواری کے لئے موجود تھا۔ میں اس ہودج میں سوار ہوکر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ گلی میں میرے ہمسائے کا چھپر موجود تھا۔ جس کی وجہ سے ہودج کا وہاں سے گزرنا مشکل تھا۔ میں نے چھپر گرانے کا حکم دیا جس کی فوری تعمیل ہوئی۔ شہر کے لوگ جوق درجوق میری ملاقات کے لئے آئے ان ملاقاتیوں میں وہ سبزی فروش بھی شامل تھا جو مجھے روزانہ طعنہ دیا کرتا تھا۔ اس نے مجھے مبارک باد دی تو میں نے کہا: تم نے دیکھ لیا کہ کاغذ و قلم کس طرح سے سرسبز ہوتے ہیں اور ان پر کیسا ثمر آیا ہے۔

سبزی فروش بہت ہی شرمندہ ہوا اور مجھ سے معافی مانگی اور اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ (خزائن نراقی۔ ص۳۷۹)

حصولِ آرزو کیلئے صبر وتحمل کی ضرورت ہے

مولانا جلال الدین رومی نے مثنوی شریف میں ایک داستان بیان کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص اپنے ہاتھ پر تصویر بنوانے کیلئے ایک نقاش کے پاس گیا جو ہاتھوں پر مختلف اشیاء کی تصویریں بناتا تھا۔

اس نے جاکر نقاش سے کہا کہ میں چاہتا ہوں میرے بازو پر ایک شیر کی تصویر بناؤ۔ نقاش نے سوئی لے کر گودنا شروع کیا۔ اسے سوئی کی وجہ سے تکلیف

محسوس ہوئی۔ نقاش سے پوچھا۔ یہ کیا بنا رہے ہو؟ اس نے کہا: میں شیر کی دم بنا رہا ہوں۔ تو اس نے کہا: دم بڑی تکلیف دے رہی ہے تم دم کے بغیر شیر بناؤ۔

نقاش نے پھر گودنا شروع کیا لیکن سوئی کی چبھن کی وجہ سے اسے پھر تکلیف ہونے لگی تو پوچھا: اب کیا بنا رہے ہو؟

نقاش نے کہا: میں شیر کا سر بنا رہا ہوں۔

اس نے کہا: سر سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ تم سر کے بغیر ہی شیر بنادو۔

نقاش نے پھر سوئی اٹھائی اور بازو کو گودنے لگا۔ اسے پھر تکلیف ہوئی اور پوچھا کہ اب کیا بنا رہے ہو تمہاری سوئی کی چبھن مجھے بے چین کئے دیتی ہے۔

اس نے کہا: اب میں شیر کا پیٹ بنا رہا ہوں۔

اس شخص نے کہا: پیٹ کو جانے دو۔ تم ویسے ہی شیر بناؤ۔ تو نقاش نے جل کر کہا: بے وقوف! ایسا شیر تو اللہ نے بھی نہیں بنایا جس کی نہ دم ہو، نہ سر ہو، نہ پیٹ ہو، تو میں ایسا شیر کیسے بنا سکتا ہوں۔ جب تم سوئی کی چبھن ہی برداشت نہیں کرسکتے تو شیر کی تصویر کی خواہش ہی کیوں کرتے ہو؟

بر زمین زد سوزن آن دم او ستاد
گفت در عالم کسی را این فتاد
شیر بی دم سر و اشکم که دید
این چنین شیری خدا هم نافرید
چون نداری طاقت سوزن زدن
از چنین شیر ژیان پس دم مزن

نوشیروان اور لکڑ ہارا

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ نوشیروان بادشاہ شکار سے واپس آرہا تھا کہ راستے میں اس کی نظر ایک بوڑھے لکڑ ہارے پر پڑی۔ جس کے سر پر لکڑیوں کا گٹھا تھا اور دھوپ کی وجہ سے اس کا تمام بدن پسینہ میں شرابور تھا۔ اس کے پاؤں میں جوتا تک نہ تھا۔ راہ چلتے اچانک اس کے پاؤں میں ایک ہڈی لگی جس سے اس کے پاؤں سے خون بہنے لگا۔ اس نے مٹی اٹھا کر زخم کے مقام پر ڈالی اور چل پڑا۔ نوشیروان بادشاہ کو اس لکڑہارے پر ترس آیا۔ گھوڑا دوڑا کر اس کے پاس گیا اور اس سے کہا: تو بوڑھا آدمی ہے یہ تیرے آرام کرنے کا وقت ہے اس بڑھاپے میں تو اتنی محنت کیوں کر رہا ہے؟

بوڑھے نے کہا: میری بیوی فوت ہو چکی ہے اور میرے گھر میں چار بیٹیاں ہیں میں روزانہ ایک گٹھا لکڑیوں کا بازار جاکر فروخت کرتا ہوں جس سے مجھے روزانہ ڈیڑھ درہم مل جاتا ہے۔ ایک درہم کا آٹا لے کر کھانا پکاتا ہوں اور آدھے درہم کی روئی خرید کر جمع کرتا رہتا ہوں۔ جب اچھی خاصی روئی جمع ہو جاتی ہے تو اس سے میری بیٹیوں کے کپڑے تیار ہوتے ہیں۔ اگر میں محنت نہ کروں تو ہم سب بھوکے رہ جائیں گے۔

نوشیروان نے کہا: تمہارا گھر کہاں ہے؟

بوڑھے نے جواب دیا: میرا گھر اسی بستی میں ہے۔ نوشیروان نے کہا: تو میں یہ بستی تمہارے حوالہ کرتا ہوں۔ اس بستی کا تمام تر خراج اور لگان آج سے تمہارا ہوگا اور نشانی کے لئے اپنی انگوٹھی اتار کر اسے دے دی۔

بوڑھا انگوٹھی لے کر شہر کے سردار کے پاس گیا اور اس نے اس علاقہ کا تمام لگان اسکے حوالہ کردیا۔ چند دنوں بعد اس کا شمار دولت مند افراد میں ہونے لگا۔

پھر ایک مدت کے بعد نوشیروان بادشاہ شکار کے لئے نکلا اور اپنے ساتھیوں

سے جدا ہو گیا اور اتفاق سے اسی بستی میں پہنچ گیا۔

اس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ گاؤں کس کا ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ گاؤں ایک لکڑہارے کا ہے جس پر بادشاہ نے رحمدلی کرتے ہوئے یہ گاؤں عطا کیا تھا۔

بادشاہ کو گزرا ہوا زمانہ یاد آیا اور لوگوں سے پوچھا کہ اس کا گھر کہاں ہے؟

لوگوں نے اس کے گھر کی نشان دہی کی۔ جب نوشیروان وہاں پہنچا تو دیکھا کہ ملازمین کی ایک فوج اس کے دروازہ پر کھڑی پہرہ دے رہی ہے۔

نوشیروان نے ملازمین سے پوچھا: تمہارا مالک کہاں ہے؟

انہوں نے بتایا کہ آج ان کی طبیعت ناساز ہے اسی لئے وہ آج آرام کر رہے ہیں۔

بادشاہ نے پوچھا: ان کی طبیعت کی خرابی کی وجہ کیا ہے؟

ملازمین نے بتایا: آج ہمارا سردار اپنے باغ کی سیر کرنے گیا تو سیر کی وجہ سے ان کی طبیعت میں کچھ سستی سی پیدا ہو گئی اسی لئے آج وہ آرام فرما رہے ہیں۔ یہ سن کر نوشیروان کو ہنسی آگئی اور کہا کہ تم اپنے مالک سے کہو کہ ایک مہمان اسے ملنا چاہتا ہے۔

بوڑھے نے ملاقات کی اجازت دی تو نوشیروان اس کے کمرہ میں داخل ہوا اور دیکھا کہ بوڑھا اطلس و کمخواب کے بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ بادشاہ کو دیکھ کر بستر سے اٹھا اور اس کی تعظیم بجالائی۔

بادشاہ نے کہا: تم مجھے ایک سوال کا جواب دے دو پھر میں چلا جاؤں گا۔ تم یہ بتاؤ کہ آج سے چند برس قبل تمہارے پاؤں میں ہڈی چبھی تھی تو تمہیں اس وقت تو کوئی تکلیف نہیں ہوئی تھی اور آج باغ کی سیر سے تمہاری طبیعت ناساز ہوگئی ہے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

بوڑھے نے کہا: بادشاہ سلامت! مرد کو سختیوں پر صبر کرنا چاہئے تاکہ عزت واقبال کے وقت دل کھول کر آرام کر سکے۔

بادشاہ کو بوڑھے کا یہ جواب پسند آیا اور اس نے ایک اور دیہات بھی اس کے حوالے کر دیا۔

تکالیف پر صبر و تحمل

منصور دوانقی نے اپنے عہد حکومت میں بہت سے حسنی سادات کو گرفتار کر کے تنگ و تاریک زندانوں میں ڈالا تھا۔ ان قیدیوں میں امام حسن مجتبی علیہ السلام کے فرزند ارجمند علی بن الحسن المثلث بھی شامل تھے۔ ان کے زہد و تقویٰ کی وجہ سے انہیں علی خیر اور علی عابد کہا جاتا تھا۔ آپ اپنے دور میں عبادت اور ذکر الہی میں اپنی مثال آپ تھے۔ حسنی سادات کا قید خانہ اتنا تاریک تھا کہ دن رات کا پتہ نہ چلتا تھا اور اوقاتِ نماز کا علم نہ ہوتا تھا۔

سید علی عابد نے قرآن مجید پڑھنے کے اوقات اس طرح سے متعین کئے تھے کہ باقی قیدیوں کو اوقات نماز کا ان سے علم ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ ان کے بھتیجے سید عبداللہ بن حسن مثنیٰ نے ان سے اپنی قید و بند کی شکایت کرتے ہوئے کہا: چچا جان اس تنگ و تاریک قید خانہ کو آپ دیکھ رہے ہیں اور اس پر طوق و زنجیر کا بوجھ بھی ہے آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں اس مصیبت سے نجات دلائے۔ سید علی عابد نے کہا. چچا کی جان! اللہ نے جنت میں ہمارے لئے ایک درجہ مقرر کیا ہے اور ہم ان آزمائشوں پر صبر کئے بغیر اس درجہ کو حاصل نہیں کر سکتے۔ اور منصور کے لئے بھی اللہ نے دوزخ میں ایک سخت ترین مقام بنایا ہے اور وہ دوزخ کے اس مقام پر تبھی پہنچ سکتا ہے جب وہ ہمیں اس طرح کی تکالیف دے۔ اگر آپ ان مصائب و آلام پر صبر کریں تو آپ کے آرام کا وقت آنے والا ہے کیونکہ

ہماری موت قریب آچکی ہے۔ اور اگر اس قید خانہ سے نجات چاہتے ہو تو میں دعا مانگتا ہوں جس کے بعد تم رہا ہو جاؤ گے لیکن یہ یاد رکھو کہ منصور دوزخ کے اس عذاب سے بچ جائے گا۔

یہ سن کر سید عبداللہ نے کہا: چچا جان پھر ہم صبر کریں گے۔

تین دن بعد سید علی بن حسن مثلث کی زندان میں حالت سجدہ میں وفات ہو گئی۔ سید علی عابد کو جب سجدہ میں سر رکھے کافی دیر ہوئی تو عبداللہ نے سمجھا کہ شاید انہیں نیند آگئی ہے۔ بیدار کرنا چاہا تو معلوم ہوا کہ ان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی ہے۔ (مقتل خوارزمی، ج ۲۔ ص ۱۰۸، تتمہ المنتہیٰ۔ ص ۱۳۴)

غربت پر صبر کرنا شہادت سے بھی بہتر ہے

دین حق کے پرچم کی سربلندی اور کلمہ توحید کیلئے جن سرفروشوں نے اپنی جان قربان کی اور شہادت کے عظیم رتبہ پر فائز ہوئے، انہیں حق تعالی کی طرف سے جنت میں داخل ہونے کا حکم ملے گا۔ اور جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو وہ دیکھیں گے کہ ایک گروہ ان سے بھی پہلے جنت میں موجود ہوگا۔ اس وقت شہداء بارگاہ احدیت میں عرض کریں گے: خدایا! ہم نے تیرے دین کے لئے اپنی جان کی قربانی دی اور اپنے بچوں کو یتیم کیا اس کے بدلہ میں تو نے ہمیں جنت میں بھیجا لیکن یہ کون لوگ ہیں جو ہم سے بھی پہلے جنت میں داخل ہوئے ہیں۔

تو اس وقت انہیں ندائے قدرت سنائی دے گی۔ یہ غریب و مسکین سادات ہیں۔ تم تو اپنی زندگی صرف ایک بار کفار کی تیغ ستم سے شہید ہوئے لیکن یہ روزانہ متعدد بار غربت و افلاس کی تلوار سے ذبح ہوتے تھے۔ اسی لئے تمہارے مرتبہ سے ان کا مرتبہ زیادہ ہے۔ (خلاصۃ المنہج تفسیر سورۃ الزمر)

جلد بازی اور رزقِ حرام

ایک دن امیر المؤمنین علیہ السلام نے مسجد میں داخل ہوتے وقت ایک شخص کے ہاتھ میں گھوڑے کی لگام دی اور فرمایا: میرے واپس آنے تک میرے گھوڑے کا خیال رکھنا۔ جب آپ علیہ السلام مسجد سے باہر نکلے تو آپ کے ہاتھ میں دو درہم تھے۔ جو آپ اس شخص کو اجرت کے طور پر دینا چاہتے تھے جسکے حوالے آپ نے گھوڑا کیا تھا لیکن آپؑ نے باہر نکل کر دیکھا تو اس شخص کا کہیں اتاپتا نہیں تھا اور گھوڑے کی لگام بھی غائب تھی۔ آپؑ نے غلام کو دو درہم دے کر فرمایا: جاؤ بازار سے لگام لے کر آؤ۔ غلام گیا تو آپ کے گھوڑے کی لگام ایک دکان پر لٹکی ہوئی تھی۔ غلام نے پوچھا: یہ لگام تمہیں کون دے گیا ہے؟

دوکاندار نے کہا: ابھی چند لمحات قبل ایک نوجوان یہ لگام میرے پاس دو درہم میں بیچ کر گیا ہے۔

غلام نے دوکاندار کو دو درہم دیئے اور لگام واپس لے لی۔

جناب امیر المؤمنین نے فرمایا: وہ خود ہی بدبخت تھا میرا تو ارادہ تھا کہ میں اسے دو درہم دوں گا لیکن اس نے جلد بازی کر کے رزقِ حلال کو رزقِ حرام میں تبدیل کر لیا اور مقدر سے زیادہ اسے کچھ بھی نہ ملا۔ (زہر الربیع)

مصیبت پر صبر کرنے کا اجر

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنھا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن میرا سابق شوہر ابو سلمہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت سے اٹھ کر گھر آیا تو کہا کہ میں نے آج پیغمبر خداؐ سے ایک بات سنی ہے جو مجھے بہت پسند آئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: جب کبھی کسی مسلمان پر مصیبت آئے تو اسے چاہئے کہ "انا اللہ وانا

الیہ راجعون" کہے اور اس کے بعد یہ دعا مانگے، "اللھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا" خدایا مجھے اس مصیبت کا اجر دے اور مجھے اس کا نعم البدل عطا فرما۔ تو اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ انسان کو اجر دیتا ہے اور فوت شدہ سے بھی بہتر نعمت عطا فرماتا ہے۔

ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے اس دعا کو یاد کر لیا اور جب میرے شوہر ابو سلمہ کی وفات ہوئی تو میں نے یہ دعا پڑھی لیکن دل میں سوچا کہ ابو سلمہ سے بہتر انسان مجھے کیسے مل سکتا ہے؟

میری عدت کے دن پورے ہوئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے غریب خانہ پر تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ میں اس وقت ایک کھال کو رنگ رہی تھی۔ میں نے اپنے ہاتھ دھوئے اور رسول خداؐ کے لئے میں نے ایک گدا بچھایا، جس میں کھجور کے پتے تھے۔ آپؐ اس گدے پر بیٹھ گئے اور آپؐ نے مجھ سے نکاح کی خواہش کا اظہار کیا۔ تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ ناممکن ہے کہ مجھے آپؐ کی جانب رغبت نہ ہو لیکن میں غیور عورت ہوں، ڈرتی ہوں کہ مجھ سے کہیں کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جائے جس کی وجہ سے اللہ مجھے عذاب دے اور علاوہ ازیں میں بچوں والی ہوں اور بوڑھی ہوں۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جہاں تک تمہارے بچوں کا تعلق ہے تو وہ میرے بچے ہیں اور جہاں تک تمہارے بوڑھے ہونے کا تعلق ہے تو میں بھی جوان نہیں ہوں۔ میں بھی تمہاری طرح سے بوڑھا ہوں۔

پھر میں نے نکاح پر رضامندی ظاہر کی۔ اس طرح سے خدا نے مجھے ابو سلمہ سے بہتر رسولؐ خدا جیسا شوہر عطا کیا۔ (بحار الانوار، ج ۶۔ ص۷۲۶)

جوان بیٹے کی موت پر صبر

عبدالرحمٰن بن غنمہ کہتے ہیں کہ ہم چند افراد معاذ کے فرزند کی عیادت کیلئے گئے۔ ہم نے دیکھا کہ معاذ اپنے بیٹے کے سرہانے بیٹھا ہوا تھا اور جوان پر نزع کی حالت طاری تھی۔ یہ دیکھ کر ہم سے صبر نہ ہوسکا بے اختیار ہمارے آنسو ٹپکنے لگے اور ہمارے رونے کی صدا بلند ہوئی۔ معاذ نے ہمیں سختی سے روک دیا اور کہا: خاموش ہوجاؤ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں اس مصیبت پر صبر کرنا مجھے ان غزوات کی شرکت سے زیادہ عزیز ہے جو میں نے پیغمبر خداؐ کے ساتھ مل کر کی ہیں۔ میں نے پیغمبر اسلامؐ سے سنا آپؐ نے فرمایا: جس شخص کا کوئی بیٹا ہو اور وہ اسے بہت پیارا ہو اگر وہ بیٹا مر جائے اور باپ صبر کرے اور اللہ کی تقدیر کا شکوہ نہ کرے تو اللہ تعالیٰ مرنے والے کو پہلے گھر سے اچھا گھر دے گا اور مصیبت زدہ فرد کو اپنی رحمت، مغفرت اور رضوان کا مستحق قرار دے گا۔ تھوڑی دیر بعد اذان کی صدا بلند ہوئی۔ لڑکے کی وفات ہوگئی اور ہم نماز ادا کرنے کیلئے باہر چلے گئے اور جب ہم واپس آئے تو ہم نے دیکھا کہ لڑکے کو غسل وکفن مل چکا ہے اور لوگ اس کا جنازہ اٹھائے قبرستان جا رہے ہیں۔ ہم جنازہ میں شامل ہوئے اور ہم نے معاذ سے کہا: خدا تجھ پر رحم فرمائے کم از کم تو اتنا صبر تو کرتا کہ ہم اپنے بھتیجے کے غسل وکفن میں شریک ہوسکتے۔

معاذ نے کہا: ہمیں پیغمبر خدا کا حکم ہے کہ تجہیز و تکفین میں جلدی کی جائے اور جب کوئی فوت ہوجائے تو اسے جلدی سے دفن کردیا جائے۔ پھر معاذ نے قبر میں داخل ہوکر اپنے بیٹے کو دفنایا۔

جب معاذ قبر سے نکل رہا تھا تو میں نے سہارے کیلئے اپنا ہاتھ بڑھایا تو اس نے میرے ہاتھ کا سہارا لینے سے انکار کردیا اور کہا کہ میں نے اس لئے تمہارے ہاتھ کے سہارے کا انکار نہیں کیا کہ میں زیادہ طاقت ور ہوں۔ بلکہ میں نے اس لئے سہارا

لینا پسند نہیں کیا کہ کوئی نادان یہ نہ سمجھ لے کہ بیٹے کی موت کی وجہ سے میں بے حال ہوگیا ہوں۔

پھر معاذ اپنے گھر آیا سر میں تیل ڈالا آنکھوں میں سرمہ لگایا اور لباس تبدیل کیا اور اس دن باقی ایام کی بہ نسبت زیادہ مسکرایا۔

اور کسی کسی وقت کہتا تھا "انا للہ و انا الیہ راجعون" فوت شدہ چیز کا نعم البدل اس کے پاس ہے اور اس کی راہ میں ہر مصیبت آسان ہے اور نقصان کی وہی تلافی کرنے والا ہے۔ (انوار نعمانیہ۔ ص ۳۲۳)

شہادت حمزہؓ و صبر پیغمبرؐ

جب جنگ احد ختم ہوئی تو رسولؐ کریم نے دریافت فرمایا: میرے چچا حمزہؓ کے متعلق کسی کو کوئی علم ہے؟

حارث بن صمت نے کہا: میں نے ان کا مقامِ شہادت دیکھا ہے۔ آپؐ نے اسے بھیجا کہ جاکر دیکھو میرے چچا کی لاش کس حالت میں ہے۔

حارث نے امیر حمزہ کی لاش کی حالت دیکھی تو رسولؐ خدا کو بتانے پر آمادہ نہ ہوسکا۔

پھر رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کو بھیجا کہ جاؤ اپنے چچا حمزہ کا پتہ کرو۔

جب علیؑ نے حمزہ کی لاش کا حال دیکھا تو وہ بھی رسولؐ خدا کو بتانے پر آمادہ نہ ہوسکے بعد ازاں پیغمبر اکرم حمزہؓ کو تلاش کرنے کے لئے خود اٹھے۔ جب آپ حمزہؓ کی لاش پر پہنچے تو لاش کا مثلہ ہوچکا تھا یعنی ناک اور کان کاٹ لئے گئے تھے اور ان کا شکم چیر کر کلیجہ نکال کر چبایا جاچکا تھا۔

اپنے چچا حمزہؓ کی یہ مظلومیت دیکھ کر آپؐ رونے لگے اور فرمایا: "لك الحمدو انت المستعان والیك المشتكی ثم قال لن اصاب بمثل حمزة ابدا"

اللہ تو ہی حمد کے لائق ہے اور تو ہی ہمارا ناصر و مددگار ہے ظالموں کا شکوہ ہم تیرے حضور ہی کرتے ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا: مجھ پر حمزہ کی مصیبت جیسی اور مصیبت کبھی وارد نہ ہوگی۔

پھر آپؐ نے فرمایا: اگر اللہ نے مجھے قریش پر تسلط عطا کیا تو میں ان کے ستر افراد کا مُثلہ کروں گا۔ اس وقت جبرئیلؑ امین یہ آیت لے کر نازل ہوئے "وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ماعوقبتم به ولئن صبرتم فهو خير للصابرين"

اگر تم بدلہ لو تو اتنی ہی سزا دو جتنی سزا تمہیں ملی ہے اور اگر تم صبر کرو تو وہ صابرین کیلئے بہتر ہے۔

آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا: میں صبر کرتا ہوں۔ پھر آپؐ نے حضرت حمزہؓ کی لاش پر اپنی چادر ڈالی۔ اگر چادر سے سر ڈھانپا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور اگر پاؤں ڈھانپے جاتے تو سر کھل جاتا تھا۔ آپؐ نے چادر سے امیر حمزہؓ کا سر ڈھانپا اور پاؤں پر اذخر نامی گھاس ڈالی گئی۔

اسی جنگ میں شیطان نے آواز دی تھی کہ "الا قدقتل محمد" محمد قتل ہوگئے۔ یہی آواز مدینہ پہنچی تو مدینہ کی خواتین سراسیمہ ہوکر گھروں سے نکل کر میدان احد کی طرف آئیں۔ ان خواتین میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا اور حضرت صفیہ خواہر حمزہؓ بھی شامل تھیں۔ یہ دیکھ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا: اپنی پھوپھی صفیہ کا خیال رکھنا اور انہیں ان کے بھائی حمزہ کی لاش پہ نہ جانے دینا اور فاطمہؑ کو میرے پاس آنے دینا۔

فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا نے اپنے والد کو دیکھا کہ آپ کا چہرہ خون میں تر ہے تو حضرت فاطمہؑ رونے لگیں اور کہا: اللہ کا ان پر سخت غضب ہو جنہوں نے آپؐ کو لہولہان کیا۔

جب رسول خداؐ مدینہ واپس تشریف لائے تو انصار کے ہر گھر سے خواتین کے رونے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ وہ اپنے شہدا پر بین کر رہی تھیں۔ رسول خداؐ کے آنسو جاری ہوئے اور فرمایا: ہائے آج حمزہؓ پر گریہ کرنے والیاں کوئی نہیں۔

سعد بن معاذ نے آپؐ کے یہ الفاظ سنے تو انصار سے کہا کہ ہر عورت اپنے مقتول پر گریہ کرنے سے پہلے حضرت فاطمہ زہراؑ کے پاس جائے اور ان کے ساتھ مل کر حمزہؓ پر گریہ کرے۔ (بحار الانوار غزوۂ احد)

ہر تکلیف مؤمن کیلئے باعثِ اجر ہے

یونس بن یعقوب کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ اسلام سے سنا کہ وہ بدن ملعون ہے جو ہر چالیس دن میں کوئی تکلیف اور بیماری نہ دیکھے۔

یونس کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی: کیا صرف اسی وجہ سے بدن ملعون بن جاتا ہے؟

امام نے فرمایا: جی ہاں۔ امام علیہ السلام نے محسوس کیا کہ یہ بات مجھے گراں گزر رہی ہے۔ تو فرمایا یونس! ہر خدشہ یا خراش یا اپنے منہ پر تھپڑ مارنا یا ٹھوکر کھا کر گرنا یا کسی شخص کی طرف سے توہین کا ہونا حتیٰ کہ جوتی کا پھٹ جانا بھی مصیبت میں شمار ہوتا ہے۔

یونس! یاد رکھو اللہ کے نزدیک مؤمن کا بڑا مقام ہے اسی لئے اللہ اس پر چالیس دن ایسے نہیں گزرنے دیتا جس میں اس کے گنہوں کا ازالہ نہ ہو۔ خدا کی قسم وہ تمہیں کچھ نہ کچھ تکلیف ضرور دیتا ہے حتیٰ کہ بعض اوقات انسان رقم گن رہا ہوتا ہے تو وہ اسے کم سمجھتا ہے اسے افسوس ہوتا ہے لیکن جب دوسری بار وہی رقم دوبارہ گنتا ہے تو رقم پوری ہوتی ہے۔ اور یہ افسوس بھی اس کے گناہوں کے ازالہ کا سبب بن جاتا ہے۔

یونس! وہ شخص ملعون ہے جو اپنے ہمسائے کو ستائے اور وہ شخص ملعون ہے کہ اس کا بھائی اس سے صلح کرنے آئے اور وہ صلح سے انکار کردے۔

یہ روایت طویل ہے اس میں پندرہ قسم کے لوگوں پر امام نے لعنت فرمائی ہے تفصیل کے خواہش مند حضرات روضات الجنات کے صفحہ ۱۷۶ کا مطالعہ فرمائیں۔

بیماری خدائی تحفہ ہے

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت کی خواستگاری کی۔ لڑکی کے باپ نے اپنی بیٹی کی خصوصیات گنوانی شروع کردیں۔ ان میں سے ایک خصوصیت اس نے یہ بتائی کہ جب سے یہ پیدا ہوئی ہے کبھی بیمار نہیں ہوئی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: ایسے جسم میں کوئی برکت نہیں جو گورخر کی طرح بیمار نہ ہوتا ہو۔ بیماری درحقیقت خدا کی طرف سے بندہ کیلئے تحفہ ہے تاکہ اگر وہ یاد خدا سے غافل ہو تو متنبہ ہو کر خدا کو یاد کرسکے۔

امام صادق علیہ السلام کا خط

اسحاق بن عمار کہتے ہیں جب منصور دوانقی نے عبداللہ بن حسن اور ان سے وابستہ افراد کو قید کرکے زندان بھیجا تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان کی تسلی کیلئے انہیں یہ خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط خلف صالح اور ذریت پاک کی طرف ان کے بھتیجے اور ابن عم کی طرف سے ہے۔

عبداللہ! اگر ظالم آپ کو زندان لے گئے تو انہوں نے مجھے بھی شریک کیا آپ کو جو دل میں کوفت و مصیبت محسوس ہوئی تو اس میں آپ اکیلے نہیں، میں بھی آپ کی طرح محزون و مغموم ہوں۔ اس مصیبت و تکلیف کیلئے اگر آپ خدا کی طرف رجوع کریں اور اس کی کتاب سے رہنمائی حاصل کریں تو اللہ آپ کو صبر اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ "فاصبر ولا تکن کصاحب الحوت" پس صبر کرو اور مچھلی والے (یونسؑ) کی طرح نہ ہو۔ (آپ نے صبر کے متعلق دس قرآنی آیات تحریر فرمائیں جنہیں ہم بغرض اختصار ترک کررہے ہیں)۔

چچا جان! دنیاوی نقصان کی مؤمنین کیلئے کوئی اہمیت نہیں ہے اور اہل ایمان کی نظر میں مصائب و حوادث پر صبر سے زیادہ کسی چیز کی اہمیت نہیں ہے۔ اگر حقائق اسکے برعکس ہوتے تو دشمنانِ خدا کبھی دوستانِ خدا کو قتل نہ کرسکتے اور انہیں کبھی بھی خوف زدہ نہ کرسکتے۔ دنیا کی نالائقی کی مثال کیلئے زکریاؑ و یحییٰؑ کی شہادت ہی کافی ہے۔ اور تمہارے دادا علیؑ بن ابی طالب اور امام حسینؑ کی شہادت بھی اس کی مثال ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیشہ کافروں کو مہلت دیتا ہے اور اس کی نظر میں دنیاوی دولت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے "لولا ان یکون الناس امة واحدة لجعلنا لمن یکفر بالرحمان لبیوتهم سقفا من فضة ومعارج علیها یظهرون" اگر لوگوں کے کفر کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم کافروں کے مکانوں کی چھتوں اور سیڑھیوں کو سونے چاندی کی بنادیتے۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "أیحسبون انما نمدهم به من مال وبنین نسارع لهم فی الخیرات بل لایشعرون" کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں مال و دولت اور اولاد دے کر ان کی نیکیوں میں اضافہ کررہے ہیں۔ درحقیقت انہیں شعور نہیں ہے۔

اسی طرح حدیث شریف میں ہے اگر مؤمن غمگین نہ ہوتے تو کافر کیلئے لوہے کی ایسی پٹی بنائی جاتی کہ اسے کبھی دردِ سر تک نہ ہوتا۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں کہا گیا کہ اگر دنیا کی اللہ کے نزدیک مکھی کے پر کے برابر بھی حیثیت ہوتی تو کافر کو پانی کا ایک قطرہ بھی نصیب نہ ہوتا۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں کہا گیا کہ اللہ جب کسی انسان یا قوم سے محبت کرتا ہے تو ان پر مسلسل آزمائشیں نازل کرتا ہے وہ جب بھی ایک غم سے نکلتے ہیں تو انہیں دوسرے غم میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔

ایک اور حدیث میں بتایا گیا خدا کو دو رنج بڑے پسند ہیں۔ پہلا رنج جب مؤمن کسی پر ناراض ہوتا ہے تو اسے معاف کر دیتا ہے اور دوسرا جب مؤمن پر کوئی رنج و غم وارد ہوتا ہے تو وہ صبر کرتا ہے۔

اسی لئے اصحاب رسول کا وطیرہ تھا کہ جب کوئی ان پر ظلم کرتا تو وہ اسے طول عمر، صحت بدن اور مال و اولاد کی کثرت کی دعا دیتے تھے۔ اور پیغمبرؐ خدا کا اصول تھا کہ آپؐ جسے پسند کرتے تو اسے شہادت کی دعا دیتے تھے۔

لہٰذا اے برادران و عموزادگان! تمہیں صبر سے کام لینا چاہئے اور اللہ کی تقدیر پر راضی رہنا چاہئے اور اس کی قضا کے سامنے سر تسلیم خم کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے اور آپ کو صبر کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی قدرت کاملہ سے ہمیں ہر قسم کی ہلاکت و تباہی سے محفوظ رکھے۔ وہ سننے والا اور ہمارے قریب ہے اور بے حد و حساب درود ہو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی پاک آل پر۔ (بحار الانوار، ج ۱۱۔ ص ۱۲)

در مسلخ عشق جز نکو را نکشند
لاغر صفتان زشت خو را نکشند

گر عاشق صادقی ز کشتن مگریز
مردار بود ہر آنکہ او را نکشند

مقتلِ عشق میں صحت مند کے علاوہ کسی کو ذبح نہیں کیا جاتا۔ کمزور اور بد خو جانوروں کو ذبح نہیں کیا جاتا۔

اگر تو سچا عاشق ہے تو قتل ہونے سے مت گھبرا۔ کیونکہ جسے ذبح نہ کیا جائے وہ مردار ہوتا ہے۔

صحرائی خاتون کا صبر

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں اپنے دوست کے ساتھ ایک صحرا کی سیر کو گیا۔ اتفاق سے ہم راستہ بھول گئے۔ دور سے ہمیں ایک خیمہ نظر آیا۔ ہم اس خیمہ کی طرف گئے تو وہاں ایک خاتون بیٹھی تھی۔ ہم نے اسے سلام کیا، اس نے ہمیں جواب دیا اور پھر خاتون نے ہم سے پوچھا: آپ کون ہیں؟

ہم نے بتایا کہ ہم راہ سے بھٹکے ہوئے مسافر ہیں۔ آپ کے خیمہ پر نظر پڑی تو ادھر چلے آئے تاکہ راستہ معلوم کر سکیں۔ خاتون نے ہمارے لئے ایک چٹائی بچھا دی اور کہا کہ آپ یہاں بیٹھیں۔ کچھ دیر بعد میرا بیٹا آنے والا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ کچھ کھا پی کر یہاں سے جائیں۔

اس کے بیٹے کو آنے میں دیر ہو گئی، خاتون بار بار دامن خیمہ اٹھا کر بیٹے کا راستہ دیکھتی رہی۔ ... ایک شخص اونٹ پر سوار ہو کر آتا ہوا دکھائی دیا۔ خاتون نے اونٹ کو آتا دیکھ کر کہا۔ خدا خیر کرے اونٹ تو میرے بیٹے کا ہے لیکن سوار کوئی اور ہے۔ اتنی میں شتر سوار قریب آیا اور خاتون کو خبر سنائی کہ اس کا بیٹا فوت ہو چکا ہے۔

خاتون نے یہ سن کر پوچھا کہ واقعی تم سچ کہہ رہے ہو؟

شتر سوار نے کہا: جی ہاں اونٹ بے قابو ہو گیا تھا جس کی وجہ سے تمہارا بیٹا

کنویں میں گر کر ہلاک ہوگیا۔

خاتون نے خبر لانے والے شخص سے کہا: پھر اونٹ سے اتر آؤ اور میری مدد کرو۔ میرے پاس مہمان آئے ہوئے ہیں ان کیلئے یہ گوسفند ذبح کر دو۔ اس شخص نے گوسفند ذبح کیا۔ عورت نے ہمارے لئے کھانا تیار کیا اور ہم سے پوچھا کہ تمہیں قرآن کی کچھ آیت یاد ہیں؟ ہم نے کہا: جی ہاں۔ پھر میں نے "وبشر الصابرین الذین اذا اصابتهم مصیبة قالوا انالله و انا الیه راجعون اولئك علیهم صلوات من ربهم و رحمة واولئك هم المهتدون" کی تلاوت کی۔

ترجمہ: "اور صبر کرنے والوں کو خوش خبری دو، جب ان پر مصیبت وارد ہوتی ہے تو کہتے ہیں ہم تو اللہ کے ہیں اور ہماری بازگشت بھی اسی کی جانب ہے۔ ان لوگوں پر اللہ کی طرف سے درود اور رحمت ہے اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔"

عورت نے یہ سن کر کہا: تجھے خدا کی قسم واقعی قرآن میں ایسا ہی لکھا ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں۔ تو وہ عورت اٹھی اور چند رکعت نماز پڑھی اور دستِ نیاز کر کے دعا مانگی "اللهم انی قدفعلت ما امرتنی به فانجزلی ماوعدتنی به" پروردگار! جو تو نے کہا میں نے اس پر عمل کیا۔ اور جو تو نے وعدہ کیا ہے اس کی میرے لئے وعدہ وفائی فرما۔

پھر اس عورت نے کہا: اگر کسی کو ہمیشہ کی زندگی ملی ہوتی تو میں اپنے بیٹے کیلئے ہمیشہ کی زندگی طلب کرتی لیکن جب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس دنیا سے چلے گئے تو امت کیسے ہمیشہ رہ سکتی ہے۔ ؎

جب احمدؐ مرسل نہ رہے کون رہے گا

دو صابر خواتین کا موازنہ

ابو طلحہ انصاری، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر

صحابی تھے۔ جنگ احد میں وہ رسول خداؐ کے لئے سپر بن کر آپؐ کے آگے کھڑے ہوگئے تھے اور کفار کی طرف تیر اندازی کرتے رہے۔ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی وقت اپنے پاؤں کی انگلیوں پر کھڑے ہو کر ان کے ہدف کو دیکھتے تو ابو طلحہ آپؐ سے عرض کرتے میرا سینہ آپؐ کے لئے سپر ہے اور جو تیر آپؐ کی جانب آئے گا میں اسے اپنے سینہ پر لوں گا۔

ابو طلحہ انصاری کا ایک بیٹا تھا جو اسے بہت پیارا تھا۔ وہ بچہ بیمار ہوا تو اس کی والدہ ام سلیم جو کہ اسلام کی جلیل القدر خاتون تھیں، نے ابو طلحہ کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ اس دوران بچہ فوت ہوگیا۔ ام سلیم نے اس کی لاش چادر میں لپیٹ کر مکان کے ایک کونے میں رکھ دی اور ابو طلحہ کے لئے کھانا تیار کیا اور اپنے شوہر کے استقبال لے لئے اپنے آپ کو تیار کیا، خوشبو لگائی اور اچھے کپڑے پہنے، ابو طلحہ دربار نبوت سے واپس آئے تو بچہ کی خیریت دریافت کی۔

بیوی نے بتایا بچہ اس وقت سو رہا ہے۔

ابو طلحہؓ نے کہا: گھر میں اگر کھانا موجود ہے تو لے آؤ۔ بیوی نے شوہر کو کھانا کھلایا پھر اس کی جنسی پیاس بجھائی۔ تب اس نے اپنے شوہر سے کہا کہ چند دن قبل ایک شخص نے میرے پاس امانت رکھی تھی اور آج وہ اپنی امانت لے گیا ہے تمہیں اس کا کوئی رنج تو نہیں ہے؟

ابو طلحہ نے کہا: اس میں رنج ہونے کا کیا سوال ہے۔ صاحبِ امانت کو حق ہے وہ جب چاہے اپنی امانت لے لے۔

بیوی نے شوہر سے کہا: اللہ نے تمہیں ایک بیٹا بطور امانت دیا تھا اور آج اس نے اپنی امانت سنبھال لی ہے۔

ابو طلحہ نے کہا: جب تو ماں ہو کر اتنا صبر کر رہی ہے، تو میں بھی صبر کروں

گا اور اللہ کی تقدیر پر راضی رہوں گا۔ پھر ابو طلحہ نے اٹھ کر غسل کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی بیوی کی داستان بیان کی۔ پیغمبر اسلامؐ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔ خدا تمہاری آج کی ملاقات میں برکت دے۔

پھر آپ نے فرمایا: میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میری امت میں بھی اللہ نے بنی اسرائیل کی صابر خاتون جیسی خاتون پیدا کی ہے۔

لوگوں نے دریافت کیا بنی اسرائیل کی خاتون نے کیا کیا تھا؟

رسول کریمؐ نے فرمایا: بنی اسرائیل میں ایک خاتون تھی۔ اس کے شوہر نے اسے آکر بتایا کہ ہمارے ہاں چند مہمان آئے ہوئے ہیں ان کیلئے کھانا تیار کرو۔

عورت مہمانوں کیلئے کھانا تیار کرنے لگی اس کے دو چھوٹے چھوٹے بچے تھے جو کھیل رہے تھے۔ کھیلتے کھیلتے وہ دونوں ایک کنویں میں گر گئے۔ عورت نے اپنے بچوں کے بے جان لاشے کنویں سے نکالے اور انہیں چادر میں لپیٹ کر دوسرے کمرے میں رکھ دیا۔ اس کے شوہر نے مہمانوں کو کھانا کھلایا۔ مہمانوں کے جانے کے بعد عورت نے اپنے آپ کو شوہر کے لئے آراستہ کیا اور اس کی جنسی پیاس بجھائی۔ شوہر نے بیوی سے بچوں کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ ساتھ والے کمرے میں آرام کر رہے ہیں۔

شوہر نے بچوں کو آواز دی تو بچے دوڑتے ہوئے باہر آگئے۔ عورت نے کہا: خدا کی قسم دونوں بچے مر چکے تھے لیکن اللہ نے میرے صبر کی وجہ سے انہیں زندہ کر دیا۔

ابو طلحہ کی بیوی بنی ہاشم کی ایک جلیل القدر خاتون تھیں۔ جب ابو طلحہ انصاری نے اس کی خواستگاری کی تھی تو اس نے کہا تھا بے شک تو میرا کفو ہے اور

تیرے جیسے انسان کی درخواست کو رد کرنا مناسب نہیں ہے لیکن تو کافر ہے اور میں مسلمان ہوں۔ اسی لئے ہمارا نکاح نہیں ہو سکتا۔ اگر تو اسلام قبول کرلے تو میں تیرے اسلام کو اپنے لئے حق مہر قرار دوں گی۔ ابو طلحہ مسلمان ہو گئے اور ان کی شادی ام سلیم سے ہو گئی۔

ثابت (روایت کا راوی) کہتا ہے میں نے اس سے زیادہ قیمتی اور پر برکت نکاح اور کہیں نہیں دیکھا۔

چند روایات

عن ابی عبداللہؑ قال الحر حر علی جمیع احواله ان نابت نائبة صبرلها وان تداكت علیه المصائب لم تكسره وان اسرو قهر و استبدل باليسر عسرا كما كان يوسف الصديقؑ لم يضرر حريته ان استعبد و قهر و اسر ولم يضرره ظلمة الجب ووحشته وما ناله ان من الله عليه فجعل الجبار العاتى عبدا له بعد اذكان مالكا فارسله و رحم الله به امه و كدلك الصبر يعقب خيرا فاصبروا و وطنوا انفسكم من الصبر

(سفینۃ البحار، ج ۲۔ لفظ صبر)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مرد آزاد ہر حالت میں آزاد ہی ہوتا ہے۔ اگر اس پر مصیبت آجائے تو وہ اس کا مقابلہ صبر سے کرتا ہے۔ اور اگر اس پر مشکلات و مصائب کا سیلاب آئے تو اس کی شخصیت کو پارہ پارہ نہیں کرتا۔ مرد آزاد چاہے کسی کی غلامی میں کیوں نہ چلا جائے یا کسی کا زیر دست ہو جائے اور اس پر رزق کی تنگی بھی ہو جانے تو بھی وہ ان تمام حالات کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرتا ہے اور اپنی حریت کو کسی طور بھی قربان نہیں کرتا۔ جیسا کہ یوسف علیہ السلام نے باوجود یکہ غلام بنے، لوگوں کے زیر دست ہوئے اور زندان میں گئے، پھر بھی انہوں نے اپنی

حریت و مردانگی کو قائم رکھا۔ اور اللہ نے انہیں انعام یہ دیا کہ ان کا مالک ان کا غلام بن گیا اور اللہ نے ان کی امت پر رحم کیا۔ ہمیشہ صبر کا نتیجہ بھلائی کی صورت میں بر آمد ہوتا ہے۔ لہٰذا تم بھی صبر کرو اور اپنے اندر صبر کرنے کی صلاحیت پیدا کرو۔

عن الاصبغ قال قال أمير المؤمنينؑ الصبر صبران صبر عندا لمصيبة حسن جميل و احسن من ذلك الصبر عند ماحرم الله عليك والذكر ذكران.

ذكر الله عندالمصيبة وافضل من ذلك ذكر الله عند ماحرم عليك فيكون حاجزا.

سفینۃ البحار، ج ۲۔ ص ۶

اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: صبر دو طرح کا ہے۔ (۱) مصیبت پر صبر کرنا بہتر ہے۔ (۲) اور اس سے بھی زیادہ بہتر صبر یہ ہے کہ حرام چیزوں سے صبر کیا جائے، اور ذکر بھی دو طرح کا ہے۔ (۱) مصیبت کے وقت اللہ کو یاد کرنا۔ (۲) اور اس سے بہتر ذکر یہ ہے کہ انسان فعل حرام کا ارادہ کرتے وقت اللہ کو یاد کرے اور وہ یاد الٰہی اس کو فعل حرام سے روک دے۔

قال امير المؤمنينؑ الصبر من الايمان بمنزلة الرأس من الجسد ولا ايمان لمن لاصبرله وقال انا وجدنا الصبر على طاعة الله اليسرمن الصبر على عذابه وقال اصبروا على عمل لاغنى لكم عن ثوابه واصبروا عن عمل لا طاقة لكم على عقابه.

(ارشاد القلوب۔ ص ۱۷۲)

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: ایمان کے اندر صبر کو وہی مقام حاصل ہے جو مقام بدن میں سر کو حاصل ہے۔ اور آپ نے مزید فرمایا: اللہ کے عذاب پر صبر کرنے سے ہم نے اللہ کی اطاعت پر صبر کرنے کو آسان پایا اور آپؑ نے فرمایا:

اس عمل پر صبر کرو جس کا ثواب کے بغیر تمہارا گزارا نہیں ہو سکتا اور اس عمل کی ادائیگی سے صبر کرو جس کا عذاب برداشت کرنے کی تم میں طاقت نہ ہو۔

قال الصادقؑ ان العبد ليكون له عند الله الدرجة لا يبلغها بعمله فيبتليه الله في جسده اويصاب بماله اويصاب في ولده فان هوصبر بلغه الله اياها.

(سفینۃ البحار، ج ۲۔ ص ۵)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: بندہ کا اللہ کے ہاں درجہ ہوتا ہے جسے وہ اپنے عمل سے حاصل نہیں کر سکتا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی جسمانی آزمائش کرتا ہے یا اس کی مالی آزمائش کرتا ہے۔ یا اسے اولاد کے ذریعہ سے آزمایا جاتا ہے۔ اگر وہ صبر کرتا ہے تو اللہ اسے اس درجہ پر فائز کرتا ہے۔

عن عليؑ قال الصبر صبران صبر على ماتحب و صبر على ماتكره ثم قال ان ولي محمدؐ من اطاع الله و ان بعدت لحمته وان عدو محمدؐ من عصى الله وان قربت قرابته.

(وسائل جہاد نفس۔ ص ۵۰۰)

علی علیہ السلام نے فرمایا: صبر کی دو قسمیں ہیں۔ اس حرام سے صبر کرنا جو تمہیں پسند ہو اور ان حوادث پر صبر کرنا جو تمہیں ناپسند ہوں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: محمدؐ کا دوست وہ ہے جو اللہ کی اطاعت کرے اگرچہ وہ ان کا رشتہ دار نہ ہو اور محمدؐ کا دشمن وہ ہے جو خدا کی نافرمانی کرے اگرچہ پیغمبر کا رشتہ دار کیوں نہ ہو۔

باب ہشتم

خوش اخلاقی کے فوائد اور بد اخلاقی کے مفاسد

اخلاقِ پیغمبرؐ کا ایک نمونہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ انصار کی ایک کنیز وہاں آئی اور آپ کے پیچھے کھڑی ہوگئی اور چپکے سے حضور اکرمؐ کی عبا کو پکڑا۔ آپؐ نے سمجھا کہ یہ کنیز کسی کام کے سلسلہ میں مجھے اٹھانا چاہتی ہے۔ آپؐ فوراً کھڑے ہوگئے۔ مگر کنیز نے منہ سے کچھ بھی نہ کہا آپؐ پھر بیٹھ گئے۔ کنیز نے دوبارہ آپؐ کی عبا کو پکڑا آپؐ پھر کھڑے ہوئے مگر اس بار بھی اس نے منہ سے ایک جملہ تک نہ نکالا اس نے تیسری دفعہ ایسا کیا آپؐ پھر کھڑے ہوئے مگر وہ منہ سے کچھ بھی نہ بولی۔

پھر اس نے آپؐ کی عبا میں سے ایک ٹکڑا پھاڑا اور چلی گئی۔ آپ کے اصحاب نے اسے روک کر کہا: تو نے یہ کیا حرکت کی ہے؟ کنیز نے کہا کہ ہمارے گھر میں ایک آدمی بیمار ہے۔ مالکوں نے مجھے بھیجا کہ تو رسولؐ خدا کی چادر میں سے ایک ٹکڑا لے آتا کہ ہم اسے بیمار کے گلے میں باندھیں اور وہ عبا کا ٹکڑا باعثِ شفا ہو۔ لیکن میں نے جب بھی آپؐ کی عبا کو پکڑا تو آپؐ اٹھ کھڑے ہوئے آخر کار چوتھی مرتبہ میں

نے عبا میں سے ایک ٹکڑا پھاڑ لیا۔ (بحار، ج ۱۶۔ ص ۲۶۴ نقل از کافی)

کیا اخلاق پیغمبرؐ کی گنتی ممکن ہے؟

ایک شخص نے امیر المؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں درخواست کی کہ آپ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق گنائیں۔

آپ نے فرمایا: تم دنیا کی نعمتیں گن کر سناؤ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق تمہیں گن کر سناؤں گا۔ اس شخص نے کہا یہ ناممکن ہے کیونکہ دنیوی نعمات اتنی زیادہ ہیں کہ میں انہیں گن نہیں سکتا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها" اگر تم اللہ کی نعمتیں گننا چاہو تو نہیں گن سکو گے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: دنیا کی نعمات کو اس کثرت کے باوجود بھی قلیل کہا گیا ہے اور اللہ نے اس آیت میں ارشاد فرمایا: "قل متاع الدنیا قلیل" کہہ دو کہ سامان دنیا قلیل ہے۔ اور اخلاق پیغمبرؐ کے متعلق اللہ کا فرمان ہے۔ "وانک لعلیٰ خلق عظیم" بے شک آپ خلق عظیم پر فائز ہیں۔

جب تم قلیل کو شمار نہیں کر سکتے تو میں عظیم کو کیسے شمار کر سکتا ہوں۔

پیغمبر اسلام کے اخلاق کے متعلق تم یہی سن لو کہ انبیاء کے تمام اخلاق کی تکمیل پیغمبر اسلام کے ذریعہ سے ہوئی۔ حضورؐ اکرم سے پہلے جتنے بھی نبی آئے وہ ایک ایک اخلاق کا نمونہ تھے۔ لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام اخلاق عالیہ کا بلند پایہ نمونہ تھے اسی لئے آپؐ فرمایا کرتے تھے۔ "بعثت لاتمم مکارم الاخلاق" مجھے مکارمِ اخلاق کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا۔

روشن الاخیار میں محمد بن قاسم لکھتے ہیں ایک مرتبہ بچوں کا ایک گروہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے میں کھڑا ہو گیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم سے عرض کی کہ آپؐ ہمیں بھی حسنؑ اور حسینؑ کی طرح اپنی کندھوں پہ اٹھائیں۔ آپؐ نے بلال سے فرمایا: جاؤ میرے گھر کچھ ہو تو لے آؤ تاکہ میں اپنی ذات کو بچوں سے خرید سکوں۔

بلال گئے اور کچھ دیر بعد آٹھ اخروٹ لائے۔ آپ نے بچوں میں اخروٹ تقسیم کئے اور فرمایا: اللہ میرے بھائی یوسف پر رحم کرے بھائیوں نے انہیں چند سکوں کے عوض بیچ تھا اور ان بچوں نے مجھے آٹھ اخروٹوں کے بدلہ میں بیچا ہے۔

آپؐ کا اخلاق موجب جسارت بھی بنا

ابن عبدالبر استیعاب میں لکھتے ہیں کہ نعیمان بن عمرو انصاری بزرگ صحابی تھے انہیں جنگ بدر میں شمولیت کا بھی شرف حاصل تھا۔ انہیں مزاح کی بڑی عادت تھی۔ ان کی طرف بہت سے واقعات منسوب ہیں ان میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ ایک اعرابی رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا اونٹ مسجد کے پیچھے بٹھایا۔ بعض صحابہ نے نعیمان سے کہا:

اگر تم اس اونٹ کو نحر کرو تو ہم اس کا گوشت آپس میں تقسیم کریں گے۔ اور رسول خدا اعرابی کو اس کے اونٹ کی قیمت ادا کردیں گے اور اسے خوش کردیں گے نعیمان نے اونٹ کو نحر کیا۔ اسی اثنا میں اعرابی باہر نکلا تو اس نے دیکھا کہ اس کا اونٹ نحر کیا جاچکا ہے وہ چیختے ہوئے حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور انصاف طلب کیا۔ یہ دیکھ کر نعیمان بھاگ گیا۔ رسولؐ کریم مسجد سے باہر نکلے تو آپ نے دیکھا کہ اعرابی کا اونٹ نحر ہوچکا تھا۔

آپؐ نے پوچھا: یہ حرکت کس سے سرزد ہوئی؟

لوگوں نے بتایا کہ یہ کام نعیمان کا ہے۔ آپؐ نے ایک شخص کو اس کی تلاش کیلئے روانہ کیا۔ نعیمان مقداد بن اسود کے گھر آئے ان کی بیوی ضباعہ دختر زبیر بن

عبدالمطلب تھیں۔

نعیمان نے ضباعہ سے چھپنے کیلئے کوئی موزوں جگہ پوچھی تو ان کے گھر میں ایک گڑھا موجود تھا انہوں نے اس کی طرف اشارہ کیا اور اوپر گھاس ڈالدی۔

تلاش کرنے والا شخص واپس آیا اور عرض کی: یارسول اللہؐ! نعیمان کو میں نے کہیں نہیں دیکھا البتہ میں نے سنا ہے کہ وہ ضباعہ اور مقداد کے گھر میں چھپا ہوا ہے۔

رسول خداؐ مقداد کے گھر تشریف لائے اور کسی نے آپؐ کو گڑھے کا اشارہ کیا آپؐ گڑھے کے کنارے آن کھڑے ہوئے اور گھاس ہٹائی تو نعیمان برآمد ہوئے۔ تازہ گھاس کی وجہ سے نعیمان کی پیشانی اور رخسار رنگین ہوچکے تھے۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: تجھے کس نے اونٹ نحر کرنے کو کہا تھا؟

نعیمان نے کہا: جو آپ کو یہاں تک لائے ہیں انہوں نے ہی مجھے ایسا کرنے کو کہا تھا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر ہنسنے لگے اور اپنی دستِ مبارک سے اس کی پیشانی اور رخساروں کو صاف کیا۔ اس کے بعد اونٹ کے مالک کو آپؐ نے قیمت دے کر راضی کیا۔ (لطائف الطوائف۔ ص ۲۷)

آپؐ کو اعلیٰ اخلاق کتنا پسند تھا؟

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: کہ ایک دفعہ نماز فجر کے بعد رسول کریمؐ نے حاضرین سے فرمایا: تم میں سے کوئی ایسا ہے جو تین اشخاص سے جاکر لڑے جنہوں نے "لات" کی قسم کھا کر مجھے قتل کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے اور وہ اس کام کیلئے اپنے گھروں سے بھی روانہ ہوچکے ہیں۔

آپؐ کا فرمان سن کر کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ آپؐ نے فرمایا: میرا گمان ہے کہ علی بن ابی طالب تمہارے درمیان موجود نہیں ہے۔

عامر بن قتادہ نے عرض کی: یارسول اللہ! رات علیؑ کی طبیعت بہت خراب تھی اس لئے وہ صبح کی نماز جماعت میں شامل نہیں ہوسکے۔ اگر آپؐ حکم دیں تو میں علیؑ کو بلا لاتا ہوں۔ آپؐ نے کہا: ہاں تمہیں اجازت ہے۔

عامر بن قتادہ نے علیؑ کو خبر سنائی۔ خبر سنتے ہی علیؑ کی تمام بیماری رخصت ہوگئی وہ فوراً پیغمبرؐ اسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حضور کریم سے حالات دریافت کئے۔

آپؐ نے فرمایا: کہ تین افراد میرے قتل کے ارادہ سے گھر سے نکلے ہیں اور لات کی قسم کھا کر یہ عزم لے کر مدینہ آنا چاہتے ہیں۔ اور مجھے رب کعبہ کی قسم وہ اپنے اس ارادہ میں کامیاب نہیں ہوں گے۔

علی علیہ السلام نے عرض کی: میں اکیلا ان کا مقابلہ کروں گا اور انہیں آپؐ سے دور کروں گا۔ آپؐ اجازت دیں میں گھر جاکر لباس تبدیل کروں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کیلئے تمہیں اپنے گھر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارے لئے میری تلوار، لباس اور زرہ اور عمامہ موجود ہے۔

آپؐ نے اپنے ہاتھوں سے علیؑ کو جنگی لباس پہنایا اور اپنے ہاتھ سے ان کی کمر میں تلوار آویزاں کی اور اپنے گھوڑے پر علیؑ کو سوار کیا۔

تین دن گزر گئے اس دوران نہ تو جبرئیلؑ تشریف لائے اور نہ ہی کسی ذریعہ سے علیؑ کی اطلاع ملی۔ جناب سیدہؑ پریشان ہوئیں اور حسنؑ اور حسینؑ کو ساتھ لے کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: میرا گمان ہے کہ میرے بیٹے یتیم ہوگئے ہیں۔ بیٹی کی زبانی یہ بات سن کر آپؐ رو دیئے اور فرمایا: جو شخص مجھے علیؑ کی آمد کی اطلاع دے گا تو میں اسے جنت کی بشارت دوں گا۔ چنانچہ لوگ علیؑ کی تلاش کیلئے روانہ ہوگئے۔

عامر بن قتادہ نے آپ کو علیؑ کے آنے کی خبر سنائی۔ اسی وقت جبرئیلؑ امین نے آکر رسول خداؐ کو تمام واقعہ کی تفصیل سنائی۔

علیؑ اس حال میں وارد ہوئے کہ ان کے پاس ایک شخص کا سر تھا اور دو قیدی، تین اونٹ اور تین گھوڑے ان کے ہمراہ تھے۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: علیؑ! واقعات کی تم خبر دو گے یا میں خبر دوں؟

یہ سن کر منافقین ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ابھی تک تو اسے علیؑ کی کوئی خبر تک نہیں تھی اور اب تمام حالات سنانا چاہتا ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علی تم خود ہی واقعات کی تفصیل بیان کرو۔ علی علیہ السلام نے عرض کی: یارسولؐ اللہ! جب میں اس وادی میں پہنچا تو میں نے ان تین افراد کو اونٹوں پر سوار دیکھا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا: تو کون ہے؟

میں نے بتایا۔ کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ابن عم علی بن ابی طالب ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے کہا: ہم کسی اللہ کے رسول کو نہیں جانتے ہاں تجھے تقدیر کھینچ کر ہمارے پاس لائی ہے۔ ہمارے لئے تو اور محمدؐ دونوں برابر ہیں۔

جس شخص کا سر میں لایا ہوں اس نے مجھ پر حملہ کیا۔ میں نے اس سے لڑائی شروع کردی اسی اثنا میں سرخ ہوا کا ایک بگولہ آیا اور میں نے آپؐ کی آواز سنی کہ میں نے تمہارے لئے اس کی بند زرہ کھول دی ہے اس کے کندھے پر تلوار چلاؤ۔ میں نے تلوار چلائی مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ پھر زرد ہوا کا ایک بگولہ نمودار ہوا اور اس میں سے مجھے آپؐ کی آواز سنائی دی کہ میں نے اس کی ران سے زرہ ہٹائی ہے لہذا تم اس کی ران پر حملہ کرو۔ میں نے اس کی ران پر حملہ کیا اس کی دونوں ٹانگیں کٹ گئیں۔ یہ گھوڑے سے نیچے گرا تو میں نے اس کا سر جدا کردیا۔ اس کے قتل کے بعد اس کے

ان دو ساتھیوں نے مجھ سے کہا. ہمارے قتل میں آپ جلد بازی کا مظاہرہ نہ کریں ہم نے سنا ہے کہ محمدؐ بڑے رحم دل اور کریم ہیں آپ ہمیں محمدؐ کے پاس لے جائیں۔ آپ نے ہمارے جس ساتھی کو قتل کیا ہے وہ ہزار سوار کے مقابلہ میں آیا؛ جنگ کرنے والا تھا۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے جو پہلی آواز سنی وہ جبرئیلؑ امین کی تھی اور دوسری آواز میکائیلؑ کی تھی۔

پھر آپؐ نے ایک قیدی کو بلایا اور اسے اسلام کی دعوت دی تو اس نے کہا: کوہ ابوقبیس کو اٹھانا میرے لئے اسلام قبول کرنے سے زیادہ آسان ہے۔

رسول کریمؐ نے حضرت علی کو حکم دیا کہ اسے قتل کردو۔ پھر دوسرے قیدی کو آپؐ نے بلا کر دعوتِ اسلام دی تو اس نے کہا کہ مجھے میرے ساتھی سے ملادو۔

آپؐ نے حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ اسے بھی قتل کردو۔ اتنے میں جبرئیل امینؑ نازل ہوئے اور عرض کی یارسول اللہؐ! اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور سلام کے بعد کہتا ہے کہ اس شخص کو قتل نہ کریں کیونکہ یہ شخص خوش خلق اور سخی ہے۔

آپؐ نے حضرت علیؑ کو اس کے قتل سے منع کردیا اور فرمایا: جبرئیلؑ یہ خبر لائے ہیں کہ یہ شخص سخی اور خوش خلق ہے۔ لہٰذا اسے چھوڑ دو۔

کافر نے یہ سن کر کہا: جبرئیلؑ آپ کے پروردگار کی طرف سے میرے لئے یہ پیغام لایا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ تو اس شخص نے کہا: جبرئیلؑ نے آپؐ کو صحیح خبر سنائی ہے۔ میں نے ہمیشہ مہمان نوازی کی ہے اور غریب پروری کی ہے اور اسی وجہ سے میں

قرلیش ہوگیا ہوں اور میں حلیم الطبع شخص ہوں میں کسی پر ناراض نہیں ہوتا حتیٰ کہ میں جنگ میں بھی کسی پر ناراض نہیں ہوتا۔ اب میں اپنے دل کی خوشی سے اسلام قبول کرتا ہوں پھر اس نے کلمۂ شہادتین زبان پر جاری کیا اور مسلمان ہوگیا۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "هذا حمن جره حسن خلقه وسخائه الى جنات النعيم" اس شخص کی سخاوت اور حسن خلق نے اسے جنت النعیم کا راستہ دکھایا ہے۔ (امالی صدوق)

بدخلقی فشارِ قبر کا سبب ہے

ابن سنان نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سعد بن معاذ کی موت کی اطلاع ملی تو آپؐ اصحاب کی ایک جماعت کے ہمراہ اس کے گھر گئے۔ آپؐ نے اسے غسل دینے کا حکم دیا۔ غسل وکفن کے بعد جب اس کا جنازہ اٹھا تو رسولؐ خدا اس کی مشایعت میں بغیر عبا اور پابرہنہ روانہ ہوئے۔ کبھی آپؐ سعد کی چارپائی کو دائیں طرف سے اور کبھی بائیں طرف سے کندھے دیتے رہے۔ سعد کو دفن کرنے سے پہلے آپؐ خود اس کی لحد میں داخل ہوئے اور اپنے ہاتھ سے اس کی قبر کو بلند کیا۔ جب قبر بند ہوگئی تو آپؐ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ یہ اینٹیں بوسیدہ ہوجائیں گی لیکن اللہ یہ چاہتا ہے کہ بندہ جب بھی کوئی کام کرے تو اسے مضبوط اور صحیح طریقہ سے سرانجام دے۔

سعد کی ماں بیٹے کے جنازہ کے ساتھ قبرستان میں موجود تھی۔ سعد کی قبر کے کنارے کھڑے ہوکر اس نے کہا: "یا سعد هنيئالك الحنة" سعد تمہیں جنت مبارک ہو۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: سعد کی ماں! خدا کی طرف سے اتنی یقین سے خبر نہ دو۔ سعد کو فشار قبر ہوا ہے۔

پھر رسول خداؐ قبرستان سے واپس تشریف لائے تو صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! آج آپؐ نے سعد کے جنازہ پر وہ کچھ کیا جو اس سے پہلے آپؐ نے کسی کے جنازہ پر نہیں کیا تھا۔ آپؐ نے ردا تک نہیں پہنی اور پابرہنہ آپؐ نے جنازہ میں شرکت کی اور کبھی چارپائی کو دائیں کبھی بائیں طرف سے آپؐ نے اٹھایا۔

رسول کریمؐ نے فرمایا: میں کیسے پاؤں میں جوتا ڈالتا اور ردا کیسے پہنتا جب کہ میں دیکھ رہا تھا کہ فرشتے پابرہنہ اور ردا کے بغیر سعد کے جنازہ کی مشایعت کر رہے تھے۔ اور مشایعت کے وقت جبرئیلؑ نے میرا ہاتھ پکڑا ہوا تھا کبھی وہ چارپائی کے داہنی جانب کندھا دیتے اور کبھی بائیں جانب کندھا دیتے تھے۔

صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ نے سعد کی نماز جنازہ پڑھی اور آپؐ نے اسے اپنے ہاتھوں سے لحد میں اتارا۔ اس کے باوجود آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ سعد کو فشارِ قبر ہوا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

آپؐ نے فرمایا: سعد اسلام کا جانباز مجاہد تھا اسی لئے میں نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اپنے ہاتھوں سے اسے لحد میں اتارا۔ مگر سعد اپنے اہل خانہ سے بد خلقی سے پیش آتا تھا اسی لئے اسے فشار قبر ہوا ہے۔ (بحار الانوار، ج ۶۔ طبع جدید ص ۲۲۰)

جب آقا بد خلق ہو تو غلام بھی بد خلق ہوتے ہیں

عبداللہ بن طاہر کہتا ہے کہ میں ایک دن مامون الرشید کے پاس بیٹھا تھا۔ اتفاق سے اس وقت کوئی غلام موجود نہ تھا۔ خلیفہ نے غلام کو آواز دے کر کہا: غلام! تو کافی دیر کے بعد ایک کونہ سے ایک ترکی غلام آیا اور بڑے غصہ سے کہا کہ غلاموں کے کچھ اپنے کام بھی ہوتے ہیں۔ غلام بھی انسان ہیں انہیں بھی کھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے باوجود تم چیخنا شروع کر دیتے ہو غلام غلام۔ بتاؤ غلام بیچارے کہاں جائیں؟ عبداللہ کہتا ہے کہ مجھے یقین ہو گیا کہ آج اس کی شامت آگئی۔

مامون اسے ابھی قتل کرادے گا۔ لیکن مامون نے کچھ دیر سر جھکایا اور مجھ سے کہا کہ غلام کی بد خلقی پر تعجب نہ کرو۔ "ان الرجل اذا حسنت اخلاقه ساء ت اخلاق خدمه" جب آقا بد خلق ہو تو اس کے غلام بھی بد خلق ہو جاتے ہیں۔ لیکن عمر کے اس حصہ میں اپنے آپ میں خوش خلقی پیدا نہیں کر سکتا۔ اسی لئے میرے غلام بھی بد خلق اور بد تمیز ہیں۔

علیؑ نے مذاق اڑانے والے سے کیا سلوک کیا؟

مقدس اردبیلی کشف الغمہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کا قد میانہ تھا آپ نہ تو بلند قامت تھے اور نہ کوتاہ قامت کے تھے۔ آپ کا جسم کمالِ اعتدال کا نمونہ تھا۔ ایک مرتبہ آپ مسجد نبوی میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک بلند قامت شخص مسجد میں آیا اور اسے حضرت علیؑ سے مذاق کی سوجھی۔ اس نے آپ کی نعلین اٹھا کر ستون مسجد پر رکھ دیں اور خود ستون کے ساتھ نماز پڑھنے لگا۔

جب وہ تشہد کے لئے بیٹھا تو امیر المؤمنین نے مسجد کے ستون کو اپنے ہاتھ سے بلند کیا اور اس کی قمیض کا دامن ستون میں دے دیا اور ستون کو اس کی جگہ پر دوبارہ کھڑا کر دیا۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ کو بلند کیا ستون کے اوپر سے اپنی نعلین اتاری اور مسجد سے جانے لگے۔ اس شخص نے نماز ختم کی تو دیکھا کہ اس کا دامن ستون میں پھنسا ہوا ہے۔ تو اس نے بڑی چیخ و پکار کی لیکن کسی سے بھی ستون اٹھنے میں نہ آیا۔ آخر کار مولا علیؑ نے مسکراتے ہوئے ستون کو بلند کیا تو اس کی قمیض ستون سے آزاد ہوئی۔

آپ نے فرمایا: آج میں اس شرط پر تیری قمیض آزاد کر رہا ہوں کہ آئندہ یہ فضول حرکت کبھی نہ کرنا اور بے ادبی کی دوبارہ جسارت نہ کرنا۔ (لطائف الطوائف۔ ص ۲۷)

میر کارواں کا رختِ سفر

ایک اعرابی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور مالی امداد کا سوال کیا۔ آپؐ نے بقدر کفایت اس کی مدد کی اور پوچھا: کیا میں نے احسان کیا ہے؟ تو اعرابی نے کہا بالکل نہیں احسان تو دور کی بات ہے آپؐ نے مجھ سے کوئی اچھائی تک بھی نہیں کی۔

اعرابی کی بے ادبی کی وجہ سے صحابی اسے مارنے کیلئے کھڑے ہوگئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو اشارہ کرکے منع کیا اور اعرابی کو اپنے ساتھ اپنے مکان پر لے گئے اور اسے مزید کچھ عطا کیا۔ پھر اعرابی سے فرمایا کہ اب بتاؤ میں نے احسان کیا؟

اعرابی نے کہا: بے شک آپؐ نے احسان کیا اور اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

پھر آپؐ نے اعرابی سے فرمایا: تو نے میرے صحابہ کے سامنے غلط بات کی جس کی وجہ سے میرے صحابی تجھ پر ناراض ہوگئے مناسب یہی ہے کہ میرے صحابہ کے سامنے اچھی بات کہہ دے تاکہ وہ بھی تجھ سے راضی ہوجائیں۔

بعد ازاں آپ اسے لئے ہوئے مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا کہ پہلے یہ اعرابی ناراض تھا میں نے اسے کچھ مزید دیا ہے جسکی وجہ سے اب یہ راضی ہوگیا ہے۔

پھر آپؐ نے اعرابی کی طرف منہ کرکے فرمایا: ایسا ہی ہے؟

اعرابی نے کہا: خداوند عالم آپؐ کو اور آپؐ کے خاندان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

آپؐ نے صحابہ سے فرمایا: اس شخص کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کا اونٹ بے قابو ہوگیا تھا لوگ چاروں طرف سے اس کے اونٹ کو پکڑنے کے لئے

دوڑے۔ لیکن جب اونٹ نے لوگوں کی کثرت کو دیکھا تو وہ اور زیادہ دوڑنے لگا۔

اونٹ کے مالک نے لوگوں سے کہا: خدارا آپ پیچھے ہٹ جائیں میں اکیلا ہی اسے رام کرلوں گا۔ میں تمہاری بہ نسبت اپنے اونٹ کو بہتر جانتا ہوں اور اسے سدھانے کے گُر مجھے بخوبی یاد ہیں۔ پھر اس نے آرام سے اپنی اونٹ کو تھپکیاں دینی شروع کی۔ اونٹ آہستہ آہستہ ٹھہر گیا۔ اس شخص نے اس پر پالان رکھا اور سوار ہوکر چلا گیا۔ اسی طرح سے اگر میں اس وقت اس کی سرزنش کیلئے آزاد چھوڑ دیتا تو یہ اور زیادہ بدک جاتا تم اسے قتل کردیتے اور یہ بے چارہ دوزخ کا ایندھن بن جاتا۔ (سفینۃ البحار، ج ۱۔ ص ۴۱۶)

پیغمبرِ اسلامؐ نے اپنے عمل سے تبلیغ کی

علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے پیغمبر اسلامؐ سے چند دینار لینے تھے۔ ایک دن اس نے آپؐ سے اپنے قرض کا مطالبہ کیا تو آپؐ نے فرمایا اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ یہودی نے کہا کہ میں جب تک قرض وصول نہ کرلوں آپ سے جدا نہ ہوں گا۔

آپؐ نے فرمایا: پھر میں تیرے ساتھ یہاں بیٹھ جاتا ہوں۔ آپؐ یہودی کے ساتھ اتنی دیر تک وہاں بیٹھے رہے کہ پانچوں نمازیں آپؐ کو وہیں ادا کرنی پڑیں۔

آپؐ کے اصحاب نے یہودی کو دھمکیاں دیں تو آپؐ نے فرمایا: تم یہ کیا کر رہے ہو؟

صحابہ نے کہا: یارسولؐ اللہ! کتنی عجیب بات ہے کہ ایک یہودی نے آپؐ کو روک لیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اسے کچھ نہ کہو آخر میں اس کا مقروض ہوں اور میں اپنے حلیفوں پر ظلم نہیں کرسکتا۔

دوسرے دن دوپہر تک آپؐ یہودی کے ساتھ بیٹھے رہے۔ یہودی نے آپؐ

کے اخلاق سے متاثر ہو کر کہا اشهد ان لا اله الا الله واشهدان محمداً الرسوله میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور محمد اس کے رسول ہیں۔

پھر اس نے کہا: میں نے اتنی دیر تک آپؐ کو اس لئے نہیں روکا کہ میں آپؐ پر جسارت کرنا چاہتا تھا۔ بلکہ میں نے آپؐ کو اتنی دیر اس لئے روکے رکھا کہ میں آپؐ کی ان صفات کا مشاہدہ کرنا چاہتا تھا جو کہ تورات میں مذکور ہوئی ہیں۔

ہم نے تورات میں پڑھا ہے محمدؐ بن عبداللہ اللہ کا آخری نبی ہوگا وہ مکہ میں پیدا ہوگا اور مدینہ ہجرت کرے گا۔ درشت خو اور بداخلاق نہ ہوگا۔ بلند آواز سے گفتگو نہ کرے گا۔ ناسزا باتیں کرنے والا نہ ہوگا اور وہ بدزبان نہ ہوگا۔ میں اتنی دیر تک آپ کو روک کر آپ کے کردار کا مشاہدہ کرتا رہا۔ چنانچہ اب مجھے یقین ہوگیا کہ تورات میں جس نبی کے آنے کی خبر دی گئی ہے وہ نبی آپؐ ہی ہیں۔

پھر یہودی نے کہا: میں اپنا تمام مال آپؐ کے حوالہ کرتا ہوں، آپؐ جیسا مناسب سمجھیں اس میں تصرف کریں۔ (بحارالانوار، ج ۱۶ ۔ ص ۲۱۶ نقل از امالی صدوق)

فرزندانِ اسلام سے دردمندانہ گزارش

اس باب کے اختتام پر ہم فرزندانِ اسلام سے بالعموم اور موالیان حیدر کرار سے بالخصوص دردمندانہ اپیل کرتے ہیں کہ خدارا آپ اپنے گریبانوں میں جھانکیں اور اپنی بد خلقی اور بدعملی سے اسلام و مسلمین کی بدنامی کا ذریعہ نہ بنیں۔

جناب رسالت مآب اور ہادیان دین علیھم السلام نے ہمیشہ اپنے کردار سے اسلام کی تبلیغ کی اور آج دنیا آپ کے عمل کو دیکھ رہی ہے۔

آج کا دور جو کہ الیکٹرانک میڈیا اور پریس کی بے تحاشہ قوت کا دور ہے دنیا

اپنے ذرائع ابلاغ سے آپ کی بداعمالیوں کو نمایاں کر رہی ہے اور آپ کی بدعملی اسلام کی نشر و اشاعت میں رکاوٹ بن رہی ہے۔

اگر آج امریکہ یا یورپ سے ایک عیسائی کسی مسلم ملک میں آئے تو وہاں اسے بازار میں ملاوٹ نظر آئے گی، یورپ کی بہ نسبت اسے زیادہ رشوت نظر آئے گی غرض کہ مسلم ممالک میں اسے ہر طرح کی بے ضابطگی دیکھنے میں آئے گی: ذرا اپنے سینوں پر ہاتھ رکھ کر خود ہی فیصلہ کریں کہ وہ شخص آپ کے کردار کو دیکھ کر متاثر ہوگا یا اسلام اور مسلمین سے متنفر ہوگا؟

ہم اپنے تمام قارئین سے التماس کریں گے کہ وہ اپنے عمل سے اسلام کے مبلغ بنیں اور اقوامِ عالم کا جو شخص بھی انہیں دیکھے تو بے ساختہ پکار اٹھے کہ یہ محمدؐ کی تعلیمات کا اثر ہے۔ اور اگر خدانخواستہ آپ اسلام کی پیش رفت کا ذریعہ نہیں بن سکتے تو کم از کم اسلام و مسلمین کی بدنامی کا ذریعہ تو نہ بنیں۔

آج ہر شخص اپنی خود ساختہ مصروفیت میں اس قدر پھنس چکا ہے کہ اس کے پاس وقت ہی نہیں ہے کہ وہ قرآن و سنت سے اسلام کو سمجھنے کی کوشش کرے آج کا انسان اسلام کو سمجھنے کے لئے مسلمان کے کردار کو دیکھتا ہے اور اس کے کردار کو ہی اسلام کی تعلیمات کا عکس قرار دیتا ہے۔ لہٰذا خدا کیلئے آپ اپنے کردار پر نظر کریں اور اسلام کی تبلیغ اپنے کردار و عمل سے کریں مبادا قیامت کے روز رسول کریمؐ اگر آپ سے یہ پوچھ لیں کہ جس دین کی تبلیغ کیلئے میں نے بازاروں میں پتھر کھائے تم نے اپنے عمل سے لوگوں کو اس دین سے متنفر کیوں کیا؟

چند روایات

عن ابی عبداللهؑ قال مایقدم المؤمن علی الله عزوجل لعجل بعد الفرائض احب الی الله، من ان یسع الناس بخلقه۔

(بحار الانوار، ج ۱۵۔ ص ۲۲۶ نقل ازکافی)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کی نظر میں فرائض کی ادائیگی کے بعد خوش خلقی کے برابر مؤمن کا کوئی عمل نہیں ہے۔

عن ابی عبداللهؑ قال ان الله تبارك و تعالیٰ لیعطی العبد من الثواب علی حسن الخلق کما یعطی المجاهد فی سبیل الله یغدوو یروح۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: حسن خلق پر اللہ تعالیٰ بندہ کو وہی ثواب عطا کرتا ہے جو اللہ کی راہ میں صبح و شام جہاد کرنے والے کو عطا کرتا ہے۔

(بحار، ج ۱۵۔ ص ۲۲۶ نقل ازکافی)

عن علاء بن کامل قال قال ابو عبداللهؑ اذا خالطت الناس فان استطعت ان لاتخالط احدا من الناس الاکانت یدك العلیا فافعل فان العبد یکون فیه التقصیر من العبادة و یکون له خلق حسن فیبلغه الله بخلقه درجة الصائم القائم۔

(بحار الانوار، ج ۱۵ نقل ازکافی)

علاء بن کامل کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لوگوں سے بایں طور معاشرت قائم کرو کہ تمہارا ان پر احسان ہو کیونکہ کبھی انسان کے عمل میں کوتاہی ہوتی ہے۔ اور اگر اس کے پاس حسن خلق کا جوہر ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے خلق کی وجہ سے روزہ دار اور شب زندہ دار کا درجہ عطا فرماتا ہے۔

عن ابی جعفرؑ قال: قال رسول اللهؐ ایها الناس والله انی لاعلم انکم

لاتسعون الناس باموالکم ولکن سعوهم بالطلاقة وحسن الخلق قال وسمعته یقول رحم الله کل سهل طلق۔

(بحار الانوار، ج ۱۵)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: لوگو! خدا کی قسم تم اپنی دولت کے ذریعہ سے لوگوں کو مستفید نہیں کر سکتے اور اپنی دولت کی وجہ سے انہیں ممنون احسان نہیں بنا سکتے۔ لہذا تمہیں چاہئے کہ اپنی کشادہ روئی اور خوش خلقی سے انہیں مستفید کرو۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے امام باقر علیہ السلام سے سنا وہ فرماتے تھے کہ اللہ آسانی پسند کرنے والے کشادہ رو پر رحم فرمائے۔

قال علیؑ لابی ایوب الانصاری یا ابا ایوب مابلغ من کرم اخلاقك قال لا اوذی جارا فمن دونه ولا امنعه معروفا اقدر علیه ثم قال مامن ذنب الاوله توبة وما من تائب الاوقد تسلم له توبته ماخلا سیئی الخلق لا یکاد یتوب من ذنب الاوقع فی غیره اشدمنه۔

(مستدرک الوسائل جہاد نفس۔ ص ۳۳۷)

حضرت علی علیہ السلام نے ابو ایوب انصاری سے فرمایا: اخلاقی اعتبار سے تم کس مقام پر پہنچ چکے ہو؟

ابوایوب نے کہا کہ میں ہمسایہ کو کوئی اذیت اور تکلیف نہیں دیتا اور تاحد امکان اس سے بھلائی کرتا ہوں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: ہر گناہ کی توبہ ہوتی ہے اور تائب کی اکثر اوقات توبہ سلامت رہتی ہے سوائے بد خلق کے۔ کیونکہ بد خلق اگر ایک گناہ سے توبہ بھی کرے تو اس سے بڑے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔

عن النبیؐ قال ان الخلق الحسن یذیب الذنوب کما تذیب الشمس الجمد وان الخلق السیئ یفسد العمل کما یفسد النحل العسل و عنہؑ قال حسن الخلق یزید فی الرزق.

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خوش خلقی گناہوں کو اس طرح سے پگھلا دیتی ہے جیسے سورج برف کو پگھلا دیتا ہے اور بد خلقی عمل کو ایسے ہی خراب کرتی ہے جیسا کہ سرکہ شہد کو خراب کر دیتا ہے۔ اور آپؐ فرماتے تھے کہ خوش خلقی سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔

قالت ام سلمة لرسول اللہؐ بابی انت وامی المرأة یکون لها زوجان فیموتان فید خلان الحنة لمن تکون قالت فقال یا ام سلمة تحیر احسنهما خلقا و خیر هما لاهله یام سلمة ان حسن الخلق ذهب بخیر الدنیا والاحزة.

(وسائل۔ ص ۲۸۵)

حضرت ام سلمہؓ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہؐ! ایک عورت نے اپنی زندگی میں دو شوہروں سے نکاح کیا اور مرنے کے بعد وہ دونوں جنت میں چلے جائیں اور عورت بھی جنت میں چلی جائے تو یہ بتائیں کہ یہ عورت ان دو شوہروں میں سے کس کو ملے گی؟

آپؐ نے فرمایا: اسے اختیار دیا جائے گا اور وہ اس شوہر کا انتخاب کرے گی جس کا اخلاق بہتر ہوگا اور جو اپنے اہل خانہ کیلئے بہتر ہوگا۔ پھر آپؐ نے فرمایا ام سلمہ! خوش خلقی سے دنیا و آخرت کی بھلائی نصیب ہوتی ہے۔

باب نہم

پیروی نفس کا نتیجہ

جب اطاعتِ نفس شرمندگی میں تبدیل ہوئی

محمد بن عبدالعزیز کہتا ہے کہ میں اور رشید بن زبیر اکثر اکٹھے رہتے تھے۔ (واضح ہو کہ رشید بن زبیر شاعر تھے اور شکل و صورت کے لحاظ سے انتہائی بد صورت تھے جنہیں دیکھنے سے طبیعت میں تکدر پیدا ہوتا تھا)۔

ایک دن رشید ابن زبیر کافی تاخیر سے آئے تو میں نے پوچھا کہ آپ کہاں گئے تھے تو انہوں نے کہا: بھائی آج میں بہت ہی ذلیل و رسوا ہوا ہوں۔

میں نے رسوائی کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ آج میں بازار میں کھڑا تھا کہ ایک نقاب پوش عورت آئی اور اس نے آنکھ کے اشارہ سے مجھے بلایا اور پھر وہ آگے چلنے لگی۔ میں بھی اس کے عشق میں مسحور ہو کر اس کے پیچھے چلنے لگا۔

اس نے دو تین گلیاں عبور کیں۔ پھر ایک مکان کے دروازے پر پہنچی اور وہ دروازہ کھول کر مکان میں چلی گئی اور مجھے آواز دے کر اندر بلایا۔ جیسے ہی میں اندر داخل ہوا تو اس نے چہرہ سے نقاب ہٹائی تو معلوم ہوا کہ ابر ہٹا کر چاند نکلا پھر اس نے آواز دی۔ بیٹی بیٹی! آواز سن کر ایک چھوٹی سی بچی جو کہ حسن و زیبائی میں اپنی ماں کی تصویر تھی، آئی۔

عورت نے بچی سے کہا: اگر تو نے دوبارہ بستر میں پیشاب کیا تو یہ قاضی

تجھے کھا جائے گا۔ پھر میری طرف رخ کر کے کہا: محترم! آپ کا شکریہ میں نے آپ کا قیمتی وقت لیا اس کیلئے میں معذرت خواہ ہوں۔ (روضات الجنات)

خواہشیں مجسم ہوگئیں

خواجہ نظام الملک کہتے ہیں کہ میں ایک شب سویا تو خواب میں دیکھا چند مکروہ اور بدصورت شکلیں نمودار ہوئیں اور میرے قریب بیٹھ گئیں۔ ان کی شکلیں دیکھ کر مجھے خوف آتا تھا اور ان کے جسم سے بدبو کے بھبکے اٹھتے تھے۔ یہ ڈراؤنا خواب دیکھ کر میں بیدار ہوگیا، خواب کی دہشت مجھ پر اتنی طاری تھی کہ میرا جسم کپکپا رہا تھا اور میرا پورا وجود پسینہ میں تربتر تھا۔

میں نے اپنا خواب کسی کے سامنے بیان نہیں کیا۔ دوسری رات جب میں سویا تو پھر وہی بدصورت چہرے اور ہولناک صورتیں دوبارہ نظر آئیں۔ میں پھر خواب سے بیدار ہوگیا اور پھر پوری رات دہشت کی وجہ سے میری آنکھ نہ لگ سکی۔ تیسری رات میں نے عہد کیا کہ میں آج رات نہیں سوؤں گا۔

کافی دیر تک جاگتا رہا، لیکن آخر انسان تھا آنکھ لگ گئی۔ جیسے ہی آنکھ لگی تو وہی منظر دوبارہ آنکھوں کے سامنے آگیا۔ مگر آج رات اور پچھلی دو راتوں کے خواب میں یہ فرق تھا کہ میں نے دیکھا کہ تھوڑی دیر بعد خوبصورت چہرے ظاہر ہوئے۔ جیسے ہی ایک خوبصورت چہرہ نمودار ہوتا تو ایک کریہہ المنظر چہرہ چلا جاتا۔ کچھ دیر بعد تمام خوفناک تصویریں گم ہوگئیں اور ان کی جگہ خوبصورت اور دلفریب صورتوں نے لے لی۔

میں نے خواب میں پوچھا کہ تم کون ہو؟

ان تصاویر نے جواب دیا: ہم تمہارے نیک اعمال ہیں اور اس وقت مجسم ہوکر تمہارے پاس آئے ہیں۔ میں نے دوسرا سوال کیا کہ وہ کریہہ شکل و صورت کن

لوگوں کی تھی؟ تو انہوں نے بتایا کہ وہ تمہارے برے عمل تھے جو مجسم ہو کر تمہارے پاس آئے تھے۔ پھر میں نے خوبصورت چہروں سے کہا کہ خدارا آپ مجھ سے جدا نہ ہوں اور ہمیشہ میرے پاس رہیں۔

جواب آیا: تم نیک عمل کرو تو ہم تمہارے ساتھ رہیں گے ورنہ برے عمل مجسم ہوکر تمہیں پریشان کریں گے۔

خواہشات کی پیروی نے زلیخا کو کتنا ذلیل کیا

جب حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے بادشاہ بنے تو کچھ عرصہ بعد عزیزِ مصر کی وفات ہوگئی اس وقت پورے مصر میں قحط چھایا ہوا تھا۔ زلیخا کو بھی غربت و افلاس نے اپنے دامن میں لے لیا۔ نظر ختم ہوگئی، شوہر مر گیا اور غربت دامن گیر ہوگئی تو راستہ پر بیٹھ کر بھیک مانگنے لگی۔

کچھ لوگوں نے اسے مشورہ دیا کہ تم یوسفؑ کے پاس جاؤ وہ تمہاری سابقہ خدمات کے عوض تم پر رحم کریں گے اور یوں تمہیں لوگوں سے بھیک مانگنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

لیکن کچھ لوگوں نے اس مشورہ کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ تم یوسفؑ کے پاس ہرگز نہ جانا کیونکہ تمہاری وجہ سے یوسفؑ کو زندان جانا پڑا اور مصائب و آلام کا شکار ہوا اگر تم اس کے پاس گئیں تو وہ تمہیں سخت سزا دے گا۔

زلیخا نے کہا: میں جس یوسفؑ کو جانتی ہوں وہ اتنا مہربان ہے کہ اگر میں اس کے پاس چلی جاؤں تو وہ میری دلجوئی کرے گا۔ وہ انتقام پر یقین رکھنے والا نہیں ہے۔

پھر ایک دن زلیخا یوسف کے راستہ میں آکر بیٹھ گئی۔ یوسفؑ اپنے دربار سے برآمد ہوئے تو امراء و وزراء کی سواریاں ان سے پہلے گزریں۔ جب زلیخا نے یوسفؑ کی خوشبو محسوس کی تو ان کی سواری کے قریب آئی اور آکر کہا: "سبحان من جعل

الملوك عبیدالمعصیتهم والعبید ملوکا بطا عتهم" پاک ہے وہ ذات جس نے نافرمانی کی وجہ سے بادشاہوں کو غلام بنادیا اور اطاعت کی وجہ سے غلاموں کو بادشاہ بنادیا۔

یوسفؑ نے پوچھا: ضعیفہ تو کون ہے؟

اس نے کہا: میں وہی ہوں جس نے دل و جان سے تمہاری خدمت کی اور زندگی کے کسی بھی لمحہ میں تمہاری یاد سے غافل نہیں رہی اور آج مجھے میرے اعمال کی سزا مل چکی ہے اور نفس پرستی کا انجام میں نے دیکھ لیا ہے۔ آج میں دو وقت کی روٹی کیلئے لوگوں سے سوال کرتی ہوں۔ کچھ تو مجھ پر رحم کرتے ہیں اور کچھ منہ پھیر کر چلے جاتے ہیں۔ ایک وقت ایسا بھی مجھ پر گزرا کہ میں ملکہ تھی اور آج مصر کی ذلیل ترین فرد ہوں۔ واقعی گناہ گاروں کی یہی جزا ہے۔ یہ سن کر یوسف علیہ السلام رونے لگے اور فرمایا: کہ کیا اب بھی تمہارے دل میں میرے لئے عشق و محبت کے جذبات باقی ہیں؟

زلیخا نے کہا: مجھے اب بھی آپ سے اتنا عشق ہے کہ اگر ساری زمین سونے چاندی کی بھری ہوئی ہو تو میں وہ ساری زمین آپ کے دیدار پر قربان کرسکتی ہوں۔

یوسفؑ نے فرمایا: زلیخا آخر تم مجھ سے اتنا عشق کیوں کرتی ہو؟

زلیخا نے کہا: آپ کے حسن و جمال کی وجہ سے۔ تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا: اگر تو محمدؐ کو دیکھ لے جو کہ مجھ سے زیدہ حسن و جمال کے مالک ہیں اور مجھ سے زیادہ سخی ہیں، تو پھر تیرے دل کی کیا حالت ہوگی؟

زلیخا نے کہا: آپ سچ کہہ رہے ہیں۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا: جب تو نے انہیں دیکھا تک نہیں تو تم نے میری تصدیق کیسے کردی؟

زلیخا نے کہا: آپ نے جیسے ہی محمدؐ کا نام لیا ان کی محبت میرے دل میں

ٹھاٹھیں مارنے لگی۔ اللہ تعالیٰ نے یوسفؑ کو وحی فرمائی کہ زلیخا سچ کہتی ہے اور چونکہ اس نے ہمارے حبیب محمدؐ اور آپ سے محبت کی ہے لہٰذا آپ زلیخا سے شادی کریں۔

حضرت یوسفؑ نے زلیخا سے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تم سے شادی کرسکتا ہوں۔

زلیخا نے کہا: آپ مجھ سے مذاق فرمارہے ہیں جب میں جوان اور خوبصورت تھی تو آپ میری جانب متوجہ نہ ہوئے تھے اور آج جب کہ میں بوڑھی اور اندھی اور بے نوا ہوچکی ہوں آپ مجھ سے کیسے شادی کرنا گوارا کریں گے۔

جناب یوسفؑ نے زلیخا سے شادی کرلی۔ شب عروسی حضرت یوسفؑ نے دو رکعت نماز ادا کی اور خداوند عالم کو اس کے ایک اسم اعظم کا واسطہ دے کر دعا مانگی کہ زلیخا کو حسن و جوانی واپس مل جائے۔ دعا مستجاب ہوئی، زلیخا کو دوبارہ جوانی ملی اور قوتِ بینائی لوٹ آئی اور اسی طرح سے جوان ہوگئی جیسا کہ ایک عرصہ قبل جوان تھی۔ حضرت یوسفؑ نے اسے باکرہ پایا۔ اللہ تعالی نے زلیخا کے بطن سے دو فرزند افرائیم اور منسیٰ آپ کو عطا فرمائے۔ زلیخا تادم مرگ آپ کی بیوی رہی۔

حضرت یوسفؑ جب عزیز مصر تھے تو خود اکثر اوقات فاقہ کیا کرتے تھے۔ مصاحبین نے وجہ پوچھی تو فرمایا: میں جان بوجھ کر فاقہ کرتا ہوں کیونکہ میں ڈرتا ہوں اگر میں نے سیر ہوکر کھانا کھایا تو بھوک سے بلکتے ہوئے انسانوں کو فراموش نہ کربیٹھوں۔ (مستطرف، ج۱۔ ص۱۲۳)

جذبہ شہوت کتنا قوی ہے

ایک بادشاہ انتہائی شہوت پرست تھا اور اس کا زیادہ تر وقت حرم سرا میں گزرتا تھا۔

اس کا وزیر ہمیشہ اسے منع کرتا تھا آخر کار سلطان نے وزیر کی نصیحت پر عمل

کیا اور عورتوں سے کنارہ کشی کرلی۔ اس پر ایک کنیز نے جو کہ سلطان کی توجہ کا مرکز تھی بادشاہ سے کنارہ کشی کا سبب دریافت کیا۔

بادشاہ نے بتایا کہ فلاں وزیر نے مجھے نصیحت کی ہے اور شہوت رانی سے منع کیا ہے۔ کنیز نے کہا: اگر ممکن ہو تو آپ مجھے اس وزیر کے حوالے کردیں اور پھر دیکھیں کہ میں اس کا کیا حشر کرتی ہوں۔

سلطان نے وہ کنیز وزیر کو عطا کردی۔ کنیز نے اپنی اداؤں سے چند ہی روز میں وزیر کو اپنا فریفتہ بنالیا اور وزیر ہر وقت اس کی دلداری میں لگا رہنے لگا۔

وزیر جب بھی مقاربت کی خواہش کرتا وہ کنیز کسی نہ کسی بہانے سے اسے ٹال دیتی۔ وزیر نے ایک دن اسے جب زیادہ مجبور کیا تو کنیز نے کہا: اس شرط پر میں اپنا جسم تمہارے حوالے کروں گی جب تم مجھے اپنے اوپر سواری کرنے دو گے۔

وزیر جذبہ شہوت سے پہلے ہی مغلوب ہوچکا تھا اس نے فوراً اجازت دے دی۔ کنیز نے اس سے کہا کہ تم گھوڑے کی طرح زمین پر جھک جاؤ پھر میں تم پر زین رکھوں گی اور تمہارے منہ میں لگام دوں گی اور تم پر سوار ہو کر پورے صحن کی سیر کروں گی۔

آخر کار وزیر نے اس کی خواہش کو پورا کیا۔ اتفاق سے بادشاہ اپنے محل کی چھت پر کھڑا یہ منظر دیکھ رہا تھا۔

بادشاہ نے فوراً وزیر کو طلب کیا اور کہا: جب تمہاری اپنی حالت یہ ہے تو مجھے کیوں منع کرتے تھے؟

وزیر نے فوراً کہا: میں آپ کو صرف اسی لئے منع کرتا تھا کہ وہ میری طرح آپ پر کاٹھی نہ رکھ لیں۔ اگر آپ کی حالت بھی میری طرح سے ہوگئی تو نظام حکومت کون چلائے گا؟ (کشکول بحرانی ص ۱۵۰۔ تحفۃ الیمن ص ۵۰)

خواہش قوی ہے یا تربیت

ایک ہندی بادشاہ کے پاس بڑا فہمیدہ اور جہاندیدہ وزیر تھا۔ بادشاہ وزیر کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا تھا۔ بادشاہ کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا باپ کا جانشین ہوا۔ نئے بادشاہ نے وزیر کی طرف سے منہ موڑ لیا اور اپنے دل ودماغ سے فیصلے کرنے لگا۔

ایک دن وزیر نے نئے بادشاہ سے کہا کہ آپ کے والد میرے مشورہ کے بغیر کوئی اقدام نہیں کرتے تھے مگر آپ میرے مشورہ کو کوئی اہمیت نہیں دیتے بہتر ہے کہ انسان اپنے امور میں عقل مندوں سے مشورہ کرے تاکہ مستقبل کی شرمندگی سے محفوظ رہے۔

نئے بادشاہ نے وزیر کو آزمانے کے لئے اس سے سوال کیا: آپ یہ بتائیں کہ خواہش نفس میں زیادہ قوت ہے یا تربیت میں زیادہ قوت ہے؟

وزیر نے کہا: خواہش نفس تربیت پر مقدم ہے۔

چند دن بعد بادشاہ نے ایک دعوت کا انتظام کیا اس میں وزیر کو بھی مدعو کیا گیا۔ دستر خوان پر انواع واقسام کے کھانے چنوائے گئے ساتھ ہی چند تربیت یافتہ بلیوں کے ہاتھ میں شمعدان پکڑائے گئے۔ بلیاں تربیت یافتہ تھیں وہ ایک ہاتھ پر شمعدان اٹھائے کھڑی رہیں۔

بادشاہ نے وزیر کو مخاطب کرکے کہا آپ کا نظریہ باطل ہوگیا آپ دیکھیں کہ بلیاں شمعدان اٹھائے ہوئے ہیں اور کھانے کی طرف انہوں نے ذرا بھی توجہ نہیں کی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تربیت خواہش نفس پر مقدم ہے اور تربیت سے فطرت کو تبدیل کرنا ممکن ہے۔

وزیر تھوڑا سا شرمندہ ہوا اور کہا: بادشاہ! میں اس کا جواب کل رات اسی قسم

کی ضیافت میں دوں گا۔

وزیر نے چوہے تلاش کرائے اور ہر چوہے کے پاؤں میں مضبوط رسی باندھی اور ایک ڈبے میں چوہے بند کر کے دعوت میں شریک ہوا۔

دعوت شروع ہوئی بلیاں ایک ہاتھ پر شمعدان اٹھائے کھڑی تھیں کہ وزیر نے ڈبے سے چوہے نکالے۔ بلیوں کی نظر جیسے ہی چوہوں پر پڑی تو انہوں نے شمعدانوں کو پھینکا اور چوہے پکڑنے کے لئے دوڑیں۔ جلتے ہوئے شمعدانوں کی وجہ سے کمرے میں آگ لگ گئی تمام حاضرین دوڑ کر کمرے سے باہر آگئے۔

وزیر نے کہا :بادشاہ آپ نے دیکھا کہ فطرت تربیت پر غالب ہوتی ہے۔ خواہش نفس کی تند موجوں کے سامنے تربیت کے بند خس وخاشاک کی طرح بہہ جاتے ہیں۔ (کشکول بحرانی ص ۱۵۰۔ نفحۃ الیمن ص ۵۴)

شہوت رانی کا انجام

دمیری نقل کرتے ہیں کہ عباسی خلیفہ واثق باللہ عورتوں کا بڑا رسیا تھا۔ اس نے شاہی طبیب سے کہا: کہ میرے لئے ایسی دوا تیار کریں جو قوت باہ میں اضافہ کرے طبیب نے کہا حقوق زوجیت سے انسان کا بدن تباہ ہو جاتا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ آپ بھی برباد ہو جائیں۔

واثق کا اصرار جاری رہا تو طبیب نے کہا کہ درندوں کا گوشت لے کر شراب کے سرکہ میں سات مرتبہ آگ پر پکایا جائے اور پھر چنے کے برابر گولیاں بنالیں اور ہفتہ میں ایک گولی استعمال کریں واثق نے دوا تیار کرائی اور بیان کردہ مقدار سے زیادہ استعمال کی جس کی وجہ سے واثق مرض استسقا میں مبتلا ہو گیا اور ہر وقت پانی پانی کرتا تھا اور کسی طرح بھی اس کی پیاس بجھنے میں نہیں آتی تھی۔

اطباء نے اتفاق کیا کہ اس کا بس ایک علاج ہے کہ اس کے شکم کو چیرا جائے

پھر اسے ایسے تنور میں کچھ دیر کے لئے بٹھایا جائے جو کہ روغن زیتون کی وجہ سے سرخ ہو۔ اور تین گھنٹوں تک اسے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ دیا جائے۔

آخر کار اس کا پیٹ چاک کیا گیا اور روغن زیتون سے گرم شدہ ایک تنور میں اسے بٹھایا گیا۔ اس دوران وہ مسلسل پانی مانگتا رہا کچھ دیر بعد اس کے بدن پر آبلے نمودار ہوئے اور کچھ آبلے خربوزے جتنے بڑے تھے۔

اسے تنور میں سے نکالا گیا تو وہ چیخنے لگا کہ مجھے دوبارہ تنور میں بٹھاؤ۔ آخر اسے دوبارہ تنور میں بٹھایا گیا آبلے پھٹ گئے اور ان سے پانی بہنے لگا جب واثق کو تنور میں سے نکالا گیا تو اس کا بدن سیاہ ہو چکا تھا اور چند لمحات بعد مر گیا۔

جب واثق مرا تو اس پر سفید چادر ڈال دی گئی اور لوگ متوکل کی بیعت میں مصروف ہو گئے کسی نے اس کے جنازہ کی طرف توجہ نہ کی قریبی باغ سے چوہے آئے اور اس کی آنکھیں نکال کر کھا گئے۔ (تتمۃ المنتہی ص ۲۳۱)

بنی امیہ کی اسلام دشمنی کی ایک جھلک

شجرہ ملعونہ بنی امیہ کے آخری حکمران کا نام مروان حمار تھا۔ اس کا بیٹا عبداللہ اس کا ولی عہد تھا۔ ابو مسلم خراسانی کی فوج کے ہاتھوں مروان حمار قتل ہو گیا اور اس کا بیٹا شام سے بھاگ کر پہلے مصر گیا اور پھر افریقہ کے ملک نوبہ میں جا کر پناہ گزین ہوا تھا۔ نوبہ کے بادشاہ نے اسے اپنے ملک سے نکال دیا آخر کار عباسی فوج کے ہاتھوں گرفتار ہوا اور اسے منصور دوانیقی کے پاس لایا گیا۔ منصور نے اسے قید کر دیا۔

ایک دن منصور نے اپنے وزیر دربار ربیع سے پوچھا کہ عبداللہ بن مروان ابھی زندہ ہے یا مر گیا ربیع نے بتایا کہ وہ زندان میں اپنی زندگی کے باقی ایام پورے کر رہا ہے۔

منصور نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ نوبہ کے بادشاہ نے اسے کچھ باتیں کہی

تھیں میں چاہتا ہوں کہ وہ باتیں میں اس کی زبانی سنوں۔

چنانچہ کچھ دیر بعد عبداللہ بن مروان کو منصور کے سامنے پیش کیا گیا وہ اس وقت طوق وزنجیر میں جکڑا ہوا تھا۔

منصور نے اسے بیٹھنے کی اجازت دی۔ وہ بیٹھ گیا منصور نے کہا: میں نے سنا ہے کہ نوبہ کے حاکم نے تم سے کچھ باتیں کی تھیں میں وہ باتیں خود تمہارے منہ سے سننا چاہتا ہوں۔ عبداللہ بن مروان نے بتایا کہ مصر سے بھاگ کر ہم نوبہ پہنچے چند دن وہاں قیام پذیر رہے تب نوبہ کے بادشاہ کو ہمارے آنے کی خبر ہوئی پس اس نے ہمیں رہنے کیلئے ایک وسیع وعریض مکان دیا جس میں قیمتی قالین بچھے تھے۔ اور ہمارے کھانے کیلئے اس نے بہت سا سامان بھی روانہ کیا۔

تیسرے دن وہ پچاس آدمیوں سمیت ہمیں ملنے کے لئے آیا۔ میں نے مکان کے دروازہ پراسکا استقبال کیا۔ وہ ہمارے ساتھ اندر آیا۔ میں نے صدر مجلس میں اسے جگہ دی مگر یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اس نے مجلس کے آخر میں اس جگہ بیٹھنا پسند کیا جہاں قالین نہ تھا وہ ہمارے سامنے خاک پر بیٹھ گیا۔ میں نے اسے کہا کہ میرے ساتھ قالین پر بیٹھیں تو اس نے کہا: کوئی فرق نہیں میں اس ملک کا بادشاہ ہوں اور میرا اصول یہ ہے کہ جب بھی خدا مجھے کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو میں ازراہ تواضع خاک پر بیٹھ جاتا ہوں اور خدا کی تازہ نعمت مجھے یہ ملی کہ آپ میرے ملک میں تشریف لائے ہیں۔ اسی لئے شکر نعمت کے طور پر میں خاک پر بیٹھ گیا ہوں پھر وہ کافی دیر تک خاموش رہا اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی وہ مسلسل چھڑی کو زمین پر مارتا رہا پھر اس نے میری طرف رخ کر کے کہا: یہ بتائیں کہ آپ شراب کیوں پیتے ہیں جب کہ آپ کی کتاب میں شراب نوشی حرام ہے؟

میں نے کہا کہ ہمارے حاشیہ نشین اپنی نادانی کی وجہ سے شراب پیتے ہیں۔

پھر بادشاہ نوبہ نے کہا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ تم لوگ دوسرے لوگوں کی کھیتی کو اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے تباہ کرتے ہو جب کہ تمہارا دین اس کی اجازت نہیں دیتا؟

میں نے کہا: ہمارے حکام لور افواج جہالت کی بناء پر ایسا کرتے ہیں۔ شاہ نوبہ نے مجھ سے تیسرا سوال کیا: تم لوگ ریشم لور سونا کیوں استعمال کرتے ہو جب کہ تمہارا دین مردوں کے لئے سونے لور ریشم کو حرام قرار دیتا ہے؟

میں نے کہا کہ جب عجمی ایمان لائے تو وہ اپنی سابقہ عادت کے تحت سونا اور ریشم استعمال کرتے رہے وہ لوگ ہمارے کاتب تھے۔ ہم نے اپنے کاتبوں کو اس سے منع تو نہیں کیا بہر حال ہم ذاتی طور پر یہ دونوں چیزیں استعمال نہیں کرتے۔ یہ سن کر کچھ دیر تو شاہ نوبہ خاموش رہا پھر کہا: عجیب بات ہے ہمارے حاشیہ نشین، ہمارے حکام، ہمارے کاتب، تم اصل بات کو چھپا رہے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم نے حرام اشیاء کو اپنے لئے جائز قرار دیا ان سے بچنے کی کوشش نہیں کی لور اوامر الٰہی پر تم نے عمل نہیں کیا تم نے کمزور رعیت پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے اسی لئے اللہ تعالی نے تم سے جامۂ عزت اتار لیا اور تمہیں ذلت کا لباس پہنا دیا۔ اور خدا کا عذاب ابھی تک مکمل نہیں ہوا۔ ابھی تم پر اللہ کا غضب اور نازل ہوگا۔ لور مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ تمہاری وجہ سے میری سرزمین پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا۔ لہذا تمہیں جس چیز کی ضرورت ہو وہ ہم سے لے لو اور یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ مہمانی تین دن کے لئے ہوتی ہے اس سے زیادہ نہیں ہوتی پھر اس نے ہمیں زاد راہ دیا اور ہم نے اس ملک کو چھوڑ دیا۔

شاہ نوبہ کی گفتگو سن کر منصور نے تعجب کیا لور زندان بان کو حکم دیا کہ عبداللہ کو دوبارہ زندان میں بھیج دیا جائے۔ (الکلام۔ بحر الکلام ج ۲۔ ص ۷)

وہ جسے مرتے دم کلمہ نصیب نہ ہوا

ایک بدکار شخص پر حالت احتضار طاری ہوئی اس کے دوست اسے لا الہ الا اللہ پڑھنے کی تلقین کرتے تو وہ کلمہ طیبہ پڑھنے کے بجائے یہ شعر پڑھتا

یارب قائلة یوما وقد تعبت

این السبیل الی حمام منجاب

وہ کہاں گئی جو ایک دن تھک کر پوچھ رہی تھی کہ منجاب کا حمام کہاں ہے۔

آخر کار وہ مرگیا مرتے وقت بھی اسے کلمہ توحید نصیب نہ ہوا اور وہ یہی شعر پڑھتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوگیا۔

یہ شعر اس کا اپنا کہا ہوا تھا اور اس شعر کا پس منظر یہ تھا کہ ایک دن ایک عورت حمام جاکر نہانا چاہتی تھی اور اس شہر میں ایک ہی زنانہ حمام تھا جو کہ منجاب نامی ایک شخص کی ملکیت تھا اسی لئے اس حمام کو حمام منجاب کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

عورت گھر سے نکلی تو حمام کا راستہ بھول گئی راہ چلتے چلتے آخر تھک گئی اور اس بدکار شخص کے دروازے پر دستک دی۔ یہ باہر نکلا تو عورت نے پوچھا کہ منجاب کا حمام کہاں ہے عورت کو دیکھ کر اس کی نیت بدل گئی اور کہا کہ یہی منجاب کا حمام ہے۔

عورت اس کے گھر کو حمام سمجھ کر اندر داخل ہوئی تو اس نے اندر سے کنڈی لگادی اور اس سے اپنی مطلب براری کی درخواست کی۔

عورت بڑی دانا تھی اس نے سمجھ لیا کہ اس کے ہاتھ سے نکلنا بڑا مشکل ہے اس لئے عورت نے کہا کہ دراصل مجھے حمام منجاب جانا ہی نہیں تھا۔ میں تو تمہارے لئے ہی آئی تھی لیکن تم مجھے عطر اور خوشبو لاکر دو تاکہ میں اپنے آپ کو تمہارے لئے معطر کرسکوں۔ عورت کی چکنی چپڑی باتیں سن کر یہ عطر لانے کے لئے بازار چلا گیا اور عورت نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہاں سے روانگی اختیار کی۔ جب یہ

شخص گھر میں آیا تو عورت جاچکی تھی اس نے اپنی حسرت ناتمام کے اظہار کے لئے یہ شعر کہا تھا چنانچہ مرتے وقت بھی یہی حسرت اس کے دل ودماغ پر چھائی رہی اور کلمہ طیبہ کی جائے وہ بدبخت یہی شعر پڑھتا ہوا دنیا سے رخصت ہوگیا۔

یا دو قبلہ در رہ توحید نتواں رفت راست

یا رضای دوست باید یا ہوای خویش

(سنائی غزنوی)

دو قبلوں کو اختیار کر کے راہ توحید کا سفر کرنا ناممکن ہے۔ یا تو دوست کی رضا کے طالب ہو یا پھر اپنی خواہشات پر عمل کرو۔ (کشکول بہائی ج ۱۔ ص ۲۴۸)

بڑے میاں سبحان اللہ

ایک دن معاویہ ایک ہوادار کمرے میں دوستوں کے ہمراہ بیٹھا ہوا تھا ہوا بہت گرم تھی مکان کی کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں کہ شاید کہیں سے ٹھنڈی ہوا کا جھونکا آئے۔

اس گرمی اور تپش میں معاویہ کھڑکی کے قریب کھڑا ہو کر باہر کا منظر دیکھ رہا تھا کہ اس نے دیکھا کہ دور سے ایک اعرابی پا پیادہ اور پابرہنہ اس کے محل کی طرف چلا آرہا ہے اور اس نے گرمی کے زور کو کم کرنے کے لئے اپنا تمام لباس پانی میں بھگویا ہوا ہے۔

معاویہ نے اپنے دوستوں سے کہا کہ اس اعرابی کو دیکھو کتنی گرمی کی شدت میں سفر کر رہا ہے۔ ساتھیوں نے کہا: ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ آپ سے ملنا چاہتا ہے۔

معاویہ نے دربان سے کہا: اگر آنے والا اعرابی مجھے ملنے کا خواہش مند ہو تو اسے میرے پاس بھیج دینا۔

اعرابی محل کے دروازہ پر پہنچا اور معاویہ سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا دربان نے اسے معاویہ کے پاس پہنچایا۔ معاویہ نے نووارد سے پوچھا: تو کون ہے کہاں

سے آیا ہے اور تیرا کیا کام ہے؟

نووارد نے بتایا کہ میرا تعلق بنی تمیم سے ہے چند سال قبل میری شادی چچا کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ اس وقت میرے مالی حالات اچھے تھے۔ بعد میں میرے مالی حالات خراب ہوگئے تو میرے چچا نے اپنی بیٹی کو اپنے گھر بٹھا لیا۔ جب کہ خدا شاہد ہے کہ میری بیوی میرے گھر سے جانے پر ہرگز آمادہ نہ تھی وہ ہر دکھ سکھ میں میرا ساتھ نباہنا چاہتی تھی۔

میں نے اپنی بیوی واپس لینے کے لئے مروان بن حکم کو درخواست دی اس نے دوسرے دن مجھے میرے چچا اور بیوی سمیت حاضر ہونے کا حکم دیا۔ دوسرے دن میں مروان کے پاس گیا اور کچھ دیر بعد میرا چچا میری بیوی کو لے کر مروان کے پاس آگیا۔ مروان نے جیسے ہی میری بیوی کو دیکھا تو اس کے حسن و جمال پہ فریفتہ ہو گیا اور میرے چچا سے کہا اگر تو اپنی بیٹی میرے نکاح میں دے دے تو میں تجھے ہزار دینار زر سرخ دوں گا۔

میرا چچا لالچی شخص ہے وہ راضی ہوگیا۔ مروان نے مجھ سے طلاق لینے کی کوشش کی تو میں نے طلاق دینے سے انکار کر دیا۔ پھر مروان نے حکومتی اختیار استعمال کرتے ہوئے میری بیوی کو طلاق دے دی اور مجھے زندان میں قید کر دیا۔ جب عورت کی عدت پوری ہوئی تو مروان نے میری بیوی سے نکاح کر لیا اور مجھے آزاد کر دیا۔

میں آپ کے پاس مروان کے ظلم کی شکایت کرنے آیا ہوں اور آپ سے انصاف کا طالب ہوں۔

معاویہ نے یہ داستان سن کر کہا: تو نے مجھے عجیب کہانی سنائی ہے اور اس کی نظیر آج تک میری نظر سے نہیں گزری۔

پھر معاویہ نے مروان کو خط لکھا جس میں تحریر کیا مسلمانوں کے والی کو چاہئے کہ وہ ان کی ناموس کا محافظ بنے اور نفس کی لگام اس کے اپنے ہاتھ میں ہونی چاہئے میرا یہ خط ملتے ہی اس شخص کی بیوی کو آزاد کر دو اور اس شخص کے ہمراہ شام روانہ کرو۔

معاویہ نے یہ خط لکھ کر اعرابی کو دیا اور اپنا ایک غلام بھی اس کے ہمراہ روانہ کیا جب مروان نے اس شخص کو معاویہ کے غلام کے ہمراہ دیکھا تو اس نے سمجھا کہ شاید معاویہ نے مجھے حکومتی عہدہ سے معزول کر دیا ہے۔

پھر اس نے خط پڑھا تو اس نے سعاد نامی اس عورت کو طلاق دے دی اور دمشق روانہ کر دیا۔ جب وہ شخص اپنی بیوی کو لے کر معاویہ کے پاس آیا اور معاویہ کی اس عورت پر نظر پڑی تو اس کی نگاہیں خیرہ ہو گئیں اور اعرابی سے کہا تمہاری چچازاد یہی عورت ہے؟ اعرابی نے کہا: جی ہاں یہی میری بیوی ہے جس پر مروان نے ناحق قبضہ کر لیا تھا۔

معاویہ نے کہا: اگر تم چاہو تو میں تین قبائل کے سرداروں کی بیٹیوں سے تمہارا نکاح کرا دیتا ہوں اور تمہیں اتنی دولت بھی دیتا ہوں کہ جس سے تم پوری زندگی آرام سے بسر کر سکو گے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ تم اس عورت سے دست بردار ہو جاؤ۔ میں خود اس سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔

لیکن اعرابی کسی صورت راضی نہ ہوا اور کہنے لگا: معاویہ خدا کا خوف کر مروان نے یہی ظلم کیا تو اس کے ظلم کی شکایت میں نے تیرے پاس کی اور اب اگر تو بھی ظلم کرنے لگے تو میں تیری شکایت کس سے کروں گا۔

معاویہ نے کہا: تو نے ابھی خود اقرار کیا ہے مروان نے اس عورت کو طلاق دی ہے اب ہم اسے آزاد کر کے اس سے دریافت کر لیتے ہیں کہ یہ کس سے نکاح

کرنا چاہتی ہے۔

یہ کہہ کر معاویہ نے عورت سے مخاطب ہو کر کہا کہ سعاد! تین امیدواروں میں سے تم ایک کا انتخاب کرو۔ (۱) معاویہ جس کے پاس اقتدار حکومت ہے۔ (۲)مروان جو حکومت کے ایک اعلیٰ عہدہ پر فائز ہے۔ (۳) تیرا یہ چچا زاد جو کہ بالکل مفلس اور قلاش ہے۔

عورت نے کچھ دیر تک سر کو جھکائے رکھا پھر سر بلند کر کے کہا: معاویہ میں اپنے ابن عم کے پاس جانا چاہتی ہوں۔ خدا گواہ ہے کہ میں نے اپنے ابن عم کو جان بوجھ کر کوئی تکلیف نہیں دی۔ زمانے کی گردش نے ہمیں یہ دن دکھائے ہیں ورنہ میں اپنے ابن عم سے عشق کرتی ہوں اور کسی قیمت پر بھی اس سے جدائی نہیں چاہتی۔ میں غربت وافلاس پر صبر کروں گی اور ہمیں کسی مروان اور معاویہ کے دروازہ پر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

عورت کا یہ ٹکا سا جواب سن کر معاویہ نے اسے اپنے شوہر کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔

حسن مجتبیٰ علیہ السلام کا کردار

ابن شہر آشوب مناقب میں لکھتے ہیں کہ مقام ابواء پر امام حسن مجتبیٰ علیہ السلامؑ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک عورت آئی۔ امام علیہ السلام نے نماز مختصر کر کے اس سے پوچھا: تمہیں کوئی کام ہے؟

عورت نے کہا: جی ہاں مجھے آپ سے ہی کام ہے۔ آپ نے فرمایا اپنا کام بتاؤ۔

عورت نے کہا: میں بے شوہر ہوں اور نفسانی لذت کے حصول کے لئے آپ کے پاس آئی ہوں۔

آپ نے فرمایا: مجھ سے دور ہو جا۔ تو اپنے ساتھ مجھے بھی دوزخ کی آگ

میں جلانا چاہتی ہے۔ عورت نے اصرار کیا تو آپ نے خوف خدا کی وجہ سے رونا شروع کر دیا اور روتے ہوئے فرماتے تجھ پر افسوس مجھ سے دور ہو جا اور لحہ بہ لحہ آپ کا گریہ شدید سے شدید تر ہو گیا۔ عورت نے جب امام حسن علیہ السلام کو روتے دیکھا تو اس نے بھی رونا شروع کر دیا۔

امام حسین علیہ السلام گریہ کی آواز سن کر آئے تو دیکھا کہ بڑے بھائی رو رہے ہیں اور عورت بھی رو رہی ہے۔ امام حسن علیہ السلام کے رونے سے متاثر ہو کر امام حسین علیہ السلام رونے لگے۔

جب رونے کی آوازیں بلند ہوئیں تو آپ کے بہت سے احباب بھی آگئے وہ بھی رسول خدا کے نواسوں کو روتا دیکھ کر رونے لگے۔ اسی دوران وہ عورت وہاں سے روانہ ہوگئی۔ آنسوؤں کی یہ برسات کافی دیر بعد جا کر تھمی۔ امام حسین علیہ السلام اپنے بڑے بھائی کی ہیبت کی وجہ سے اس وقت رونے کا سبب دریافت نہ کر سکے۔ آدھی رات کے وقت جب کہ امام حسین علیہ السلام سوئے ہوئے تھے امام حسن کے رونے کی وجہ سے بیدار ہوئے اٹھ کر دیکھا کہ حسن مجتبیٰ رو رہے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام نے رونے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ امام حسین علیہ السلام نے عرض کی: آپ نے کیا خواب دیکھا ہے؟

امام حسن نے فرمایا: میں اس شرط پر تمہیں خواب سناتا ہوں کہ جب تک میں زندہ رہوں کسی سے یہ خواب بیان نہ کرنا۔

امام حسین علیہ السلام نے کہا: مجھے آپ کی شرط قبول ہے۔

امام حسن مجتبیٰ نے فرمایا میں سویا ہوا تھا خواب میں جناب یوسف علیہ السلام کو دیکھا لوگ انہیں دیکھنے کے لئے جمع تھے اور میں بھی ان کے دیکھنے کے لئے آگئے

بڑھا جب میں نے انکا حسن وجمال دیکھا تو میں رونے لگا۔

یوسفؑ مجھے روتا دیکھ کر میری طرف بڑھے اور کہا: بھائی جان آپ کیوں روتے ہیں آپ پر میرے ماں باپ قربان ہو جائیں۔

میں نے کہا: میں عزیز مصر کی بیوی کے حیلہ اور آپ کے امتحان کو یاد کر کے رو رہا ہوں اور یہ سوچ کر روتا ہوں کہ آپ نے اتنے مصائب برداشت کئے لیکن آپ نے اپنے دامن عصمت کو داغ دار نہ ہونے دیا۔

یوسفؑ نے کہا: بھائی آپ کے کردار کی بھی تو مثال نہیں ملتی۔ مقام ابواء میں بادیہ نشین عورت نے تمہیں گمراہ کرنے کی کوششیں کی تھی۔ مگر وہ اپنے مقصد کے حصول میں ناکام رہی اور آپ نے بھی تو اپنے دامن عصمت کو آلودہ نہیں ہونے دیا۔ (بحار الانوار۔ احوال حسن مجتبیٰؑ)

ہوس پرستی یا بت پرستی

اللہ تعالیٰ نے سورہ حشر میں ارشاد فرمایا: کمثل الشیطان اذقال للانسان اکفر فلما کفر قال انی بری منک انی اخاف اللہ رب العالمین فکان عاقبتهما انهما فی النار خالدین فیها وذلک جزاء الظالمین.

شیطان کی طرح جب اس نے انسان سے کہا کہ کفر کر اور جب اس نے کفر کیا تو کہا کہ میں تجھ سے بے زار ہوں میں تمام جہانوں کے پروردگار اللہ سے ڈرتا ہوں ان دونوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں ہمیشہ دوزخ میں ہوں گے اور ظلم کرنے والوں کی یہی جزا ہے۔

ان آیات کی تفسیر میں علامہ طبرسی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں برصیصا نامی ایک عابد رہتا تھا۔ اس نے ایک طویل مدت تک اللہ کی عبادت کی یہاں تک کہ اس کی دعا سے دیوانے شفایاب ہونے لگے۔

ایک بڑے گھرانے کی لڑکی دیوانی ہو گئی تو اس کے رشتہ دار دعا کے لئے عابد کے آستانہ پر لائے۔ دعا کے لئے اپنی لڑکی کو اس آستانہ پر ٹھہرایا اور خود واپس چلے گئے۔ ابلیس لعین کو موقع ملا، اس نے عابد کے دل میں وسوسے پیدا کئے اور اسے برائی پر آمادہ کیا۔ لڑکی خوبصورت اور بے وارث تھی اور عابد کو کوئی روکنے والا نہیں تھا۔ بالآخر عابد گناہ کا ارتکاب کر بیٹھا اور عورت حاملہ ہو گئی۔ برصیصا نے رسوائی کے خوف سے لڑکی کو قتل کر کے دفن کر دیا۔ شیطان نے عورت کے بھائیوں کو تمام حالات سے آگاہ کیا اور دفن کی جگہ سے بھی انہیں مطلع کیا۔

عورت کے بھائی شہر کے بادشاہ کے پاس گئے اور عابد کی شکایت کی۔ بادشاہ عابد کے آستانہ پر پہنچا اور اس سے واقعات دریافت کئے تو عابد نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ عابد کو صلیب پر لٹکایا جائے۔ جب عابد صلیب پر چڑھا تو ابلیس نے اس کے پاس آکر کہا اس تمام دلدل میں تجھے میں نے پھنسایا تھا اور اب بھی اگر تجھے نجات کی ضرورت ہے تو میرا سجدہ کر میں تجھے صلیب سے اتار دوں گا۔

عابد نے کہا: اب جب کہ میں صلیب پر لٹکا ہوا ہوں تجھے سجدہ کیسے کر سکتا ہوں ابلیس نے کہا: میں سر کے اشارہ پر بھی راضی ہو سکتا ہوں۔

عابد نے سر کے اشارہ سے اسے سجدہ کیا اور اسی وقت اس کی روح پرواز کر گئی۔ یوں ہوس پرستی کا نتیجہ بت پرستی بلکہ ابلیس پرستی کی صورت میں نمودار ہوا۔ (بہار الانوار ج ۱۴۔ ص ۴۸۷)

ہوس رانی کا بدترین انجام

جب موسیٰ علیہ السلام ستم کاروں کے شہروں کو فتح کر رہے تھے تو آپ نے ایک لشکر یوشع بن نون اور اپنے بہنوئی کالب بن یوحنا کی زیر سرکردگی روانہ فرمایا۔

جب یہ لشکر مرکز شہر کے قریب پہنچا تو شہر والے اکٹھے ہو کر بلعم باعور کے پاس گئے اور اس سے درخواست کی کہ موسیٰ بہت بڑا لشکر لے کر ہمارے شہر کے قریب آگیا ہے، آپ کے پاس اسم اعظم ہے اور آپ کی بددعا بھی کبھی رد نہیں ہوتی لہذا آپ موسیٰ اور اس کے لشکر کے خلاف بد دعا کریں۔ بلعم باعور نے کہا بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ مومنین اور ملائکہ موسیٰ کے ہمراہ ہیں۔ میری بددعا ان پر کیا اثر کر سکتی ہے لوگوں نے جتنا بھی اصرار کیا بلعم باعور ان کی بات قبول کرنے سے انکار کرتا رہا۔

آخر کار لوگ بلعم باعور کی بیوی کے پاس گئے اور اسے بہت سے قیمتی تحائف دیئے اور تقاضا کیا کہ اپنے شوہر کو موسیٰ پر بددعا کے لئے آمادہ کرے۔

بیوی نے بلعم باعور کو بددعا کیلئے کہا، بلعم کسی طرح سے راضی نہ ہوتا تھا مگر بیوی کے مسلسل اصرار کی وجہ سے بلعم باعور بددعا کے لئے تیار ہو گیا۔

بلعم باعور نے سب سے پہلے اس امر کے لئے اپنے خدا سے استخارہ کیا تو خواب میں اسے اس عمل سے روکا گیا۔

اس نے بیوی سے کہا کہ مجھے روکا گیا ہے۔ بیوی نے کہا: آپ ایک مرتبہ پھر استخارہ کریں بلعم باعور نے دوبارہ استخارہ کیا تو اسے کوئی جواب نہ ملا۔

بیوی نے کہا: اگر خدا تمہیں روکنا چاہتا تو اس مرتبہ بھی تمہیں ضرور منع کرتا۔

اس طرح اس نے اپنی چرب زبانی سے بلعم باعور کو بددعا کے لئے آمادہ کر لیا۔

بلعم باعور بددعا دینے کے لئے اس پہاڑ کی طرف روانہ ہوا جس کے نیچے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی فوج نے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔

بلعم گدھے پر سوار تھا۔ جب پہاڑ کے قریب آیا تو گدھا زمین پر لیٹ گیا۔ بلعم باعور نے ہر چند اسے اٹھانے کی کوشش کی لیکن گدھا نہ اٹھا۔ جب بلعم باعور نے

گدھے کو زیادہ مارا پیٹا تو وہ چند قدم چلنے کے بعد پھر بیٹھ گیا۔ بلعم باعور نے اسے پھر مارا، گدھے نے چند قدم اٹھائے اور پھر زمین پر بیٹھ گیا۔ بلعم باعور نے اسے بہت مارا پیٹا تو اللہ تعالیٰ نے گدھے کو بولنے کی قوت عطا فرمائی اور فصیح زبان میں گویا ہو کر کہا بلعم تجھ پر افسوس تو مجھے کہاں لے جانا چاہتا ہے، تجھے یہ نظر نہیں آتا کہ ملائکہ مجھے آگے جانے سے منع کر رہے ہیں۔

آخر کار اس نے گدھے کو وہیں چھوڑا اور پیدل آگے چل پڑا۔ بلعم آگے آگے تھا اور شہر کے لوگ اس کے پیچھے چل رہے تھے۔ بلعم اس پہاڑی پر چڑھا جس کے نیچے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی فوج نے پڑاؤ ڈالا ہوا تھا۔

بلعم موسیٰ علیہ السلام کو جب بھی بددعا دیتا تو اس کے زبان سے دعا نکلتی اور جب اہل شہر کی خیریت کیلئے دعا مانگتا تو اس کی زبان سے بددعا جاری ہوتی۔ یہ دیکھ کر اہل شہر نے سراسیمہ ہو کر کہا: بلعم! یہ کیا کر رہے ہو؟ تو اس نے کہا میں اپنی مرضی سے ایسا نہیں کر رہا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ ہمیں مغلوب کرنا چاہتا ہے۔ اس وقت اس کی زبان منہ سے باہر نکل آئی اور کتے کی طرح ہانپنے لگا۔ اہل شہر سے مخاطب ہو کر بلعم باعور نے کہا مجھے تمہاری کامیابی کا کوئی امکان نظر نہیں آتا، البتہ تمہیں ایک طریقہ بتاتا ہوں اگر تم نے اس پر عمل کیا تو قوم موسیٰ پر اللہ کا عذاب نازل ہو سکتا ہے۔

تم لوگ ایسا کرو کہ اپنی عورتوں کو حکم دو کہ وہ زیب و زیبائش کر کے خورد و نوش کا سامان لے کر بیچنے کے لئے موسیٰ کے لشکر میں چلی جائیں۔ اگر کوئی سپاہی کسی عورت سے فعل حرام کا ارتکاب کرنا چاہے تو اسے بالکل منع نہ کرے۔ میں تم لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر ایک اسرائیلی فوجی نے بھی فعل حرام کر لیا تو تمہارا مقصد پورا ہو جائے گا۔

شہر والوں نے اپنی حسین عورتوں کو بنا سنوار کر موسیٰ کے لشکر میں بھیج دیا۔

زمری بن شلوم جو کہ شمعون بن یعقوب کے خاندان کا سردار تھا وہ ایک خوبصورت عورت کو پکڑ کر موسیٰ کے خیمہ میں داخل ہوا اور کہا میں سمجھتا ہوں کہ تمہاری نظر میں اس عورت سے زنا کرنا حرام ہے؟ مجھے خدا کی قسم میں تمہارے قانون کی پابندی نہیں کروں گا۔

پھر وہ اس بدکار عورت کو لے کر اپنے خیمہ میں گیا اور اس سے غیر شرعی فعل سرانجام دیا۔ اسی لمحہ خداوند عالم نے موسیٰ کے لشکر میں طاعون کی وبا پھیلا دی جس سے ایک لحظہ میں بیس ہزار فوج ختم ہوگئی۔

اس وقت حضرت ہارونؑ کا پوتا فخاص بن عیزار اپنے لشکر میں آیا تو بربادی کا مشاہدہ کیا۔ اس نے لوگوں سے اس کا سبب پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ وبا زمری بن شلوم کی لائی ہوئی ہے وہ نیزہ لے کر زمری بن شلوم کے خیمہ میں گیا تو ان دونوں کو غیر شرعی فعل میں مصروف پایا۔ یہ دیکھ کر اس نے دونوں کو اپنے نیزے سے قتل کر دیا اور اسی وقت طاعون کی وباء بھی ختم ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بلعم باعور کا قصہ اس آیت میں بیان فرمایا:
واتل علیهم نبا الذی اتیناه ایاتنا۔

چند روایات

عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في خطبة له ومن قدر على امراة او جارية فتركها مخافة الله حرم الله عليه النار وامنه من الفزع الاكبر وادخله الجنة فان اصابها حرم الله عليه الجنة وادخله النار وقال في موضع اخر اكثر ماتلج به امتى النار البطن والفرج۔

(وسائل جہاد نفس ص، ۵۰۲)

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد

فرمایا کہ جو شخص کسی عورت یا کنیز پر تسلط رکھتا ہو اور پھر وہ خوف خدا کی وجہ سے اس سے حرام فعل نہ کرے تو اللہ اس پر دوزخ حرام قرار دے گا اور اسے روز قیامت کے خوف وہراس سے محفوظ رکھے گا اور اسے جنت میں داخل کرے گا، اور اگر اس نے فعل حرام سرانجام دیا تو اللہ اس پر جنت کو حرام کردے گا اور اسے دوزخ میں داخل کرے گا۔

آپ ﷺ نے ایک اور مقام پر فرمایا: میری امت کے زیادہ تر افراد شکم پرستی اور شہوت رانی کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: يقول الله تبارك و تعالى لابن آدم ان نازعك بصرك الى بعض ما حرمت عليك فقد اعنتك عليه بطبقين فاطبق ولا تنظر وان نازعك لسنك الى بعض ماحرمت عليك فقد اعنتك عليه بطبقين ولا تتكلم وان نازعك اخرجك الى بعض ماحرمت عليك فقد اعنتك عليه بطبقين فاطبق ولا تات حراما۔

(وسائل جہاد نفس ص، ۵۰۲)

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ابن آدم اگر تیری آنکھ تجھ سے اس چیز کے دیکھنے کا تقاضا کرے جس کا دیکھنا میں نے حرام کیا ہے تو میں نے تیری مدد کے لئے دو پوٹے بنائے ہیں۔ پوٹے بند کرلے اور حرام چیز پر نظر نہ کر۔ اور اگر تیری زبان تجھ سے اس چیز کا تقاضا کرے جسے میں نے حرام کیا ہے تو میں نے تیری مدد کے لئے دو لب بنائے ہیں لب بند کرلے اور گفتگو نہ کر اور اگر تیری شرمگاہ تجھ سے اس چیز کا مطالبہ کرے جسے میں نے حرام کیا ہے تو میں نے تیری مدد کیلئے دو رانیں بنائی ہیں۔ رانوں کو ایک دوسرے سے ملالے اور فعل حرام نہ کر۔

خطب علیؑ فقال انما اهلك الناس خصلتان هما اهلكتا من كان قبلكم وهما مهلكتان من يكون بعد كم ۔ امل سينى الاخرة وهوى يفسل عن السبيل ثم نزل.

(بحار الانوار ج ۱۵ ص ۱۰۷)

ایک دن امیر المومنین علیہ السلام منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ دیا اور فرمایا: لوگو! دو چیزیں انسانوں کی تباہی کا سبب بنتی ہیں۔ پہلی امتوں کو بھی ان دو چیزوں نے ہلاک کیا اور آنے والی نسلوں کو بھی یہی دو چیزیں ہلاک کریں گی۔ پہلی چیز وہ لمبی آرزوئیں ہیں جو آخرت کو فراموش کرا دیتی ہیں اور دوسری چیز خواہش پرستی ہے جو گمراہی کا باعث ہے۔

آپ علیہ السلام نے یہی الفاظ کہہ کر خطبہ مکمل کر دیا اور منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔

عن ابی جعفرؑ قال قال رسول اللهؐ يقول الله عزوجل وعزتی وجلالی وكبريائی ونوری وعلوی وارتفاع مكانی لايو ثر عبد هواه علی هوای الاشتت عليه امره وبست عليه دنيا ه شغلت قبله بها ولم اته الاما قدرت له وعزتی وحلالی وكبريائی ونوری وعلوی وارتفاع مكانی لايو ثر عبد هوای علی هواه الااستحفظته ملائكتی وكفلت السماوات والارضين رزقه وكنت له من وراء تجارة كل تاجر واتته الدنيا وهی راغمة.

(وسائل جہاد نفس ص ۵۰۵)

امام محمد باقر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے اپنی عزت وجلال اور کبریائی اور نور اور بلندی اور بلند مقام کی قسم جو بھی بندہ اپنے دل کی خواہش کو میری پسند پر ترجیح دے گا تو میں اس کے کام کو

پراگندہ کردوں گا اور میں اس کی دنیا کو اسکے لئے درہم برہم کردوں گا اور اس کے دل کو دنیا میں مصروف کر دوں گا اور پھر بھی اسے وہی کچھ دوں گا جو میں نے اس کے لئے مقرر کیا ہوگا۔

اور مجھے اپنی عزت وجلال اور کبریائی اور نور اور بلندی اور بلند مقام کی قسم جو بھی بندہ اپنی خواہش پر میری پسند کو ترجیح دے گا تو میں ملائکہ کو اس کی نگہبانی پر مقرر کروں گا اور زمین وآسمان کو اس کے رزق کا کفیل بنادوں گا اور ہر تاجر کی تجارت کے پیچھے میں اس کا پشتبان رہوں گا اور دنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس آئے گی۔

باب نہم

مخالفت نفس

مخالفت نفس کا ثمر

شہید ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے ابو الفرج جوزی کی کتاب مدہش سے نقل کیا ہے کہ بشر حافی بیمار ہوئے اور ان کی بیماری نے طول کھینچا تو تمام احباب ان کی صحت سے مایوس ہوگئے اور آخری چارہ کار کے طور پر ان سے کہنے لگے کہ آپ نصرانی طبیب کے پاس اپنا قارورہ روانہ کریں تاکہ وہ قارورہ دیکھ کر آپ کی دوا تجویز کردے۔

بشر نے کہا مجھے طبیب نے تو بیمار کیا ہے اور میں طبیب کی خدمت میں موجود ہوں وہ جو مناسب سمجھے گا میری دوا کرے گا۔

دوستوں کا اصرار بڑھا۔ آخر کار بشر اپنا قارورہ بھیجنے پر رضامند ہوگئے۔ جب ان کا قارورہ شیشے کی بوتل میں طبیب کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے ایک مرتبہ دیکھ کر بوتل زمین پر رکھوادی۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا: مجھے دوبارہ مریض کا قارورہ دکھاؤ، اسے دوبارہ مریض کا پیشاب دکھایا گیا۔

پھر اس نے بوتل زمین پر رکھوا دی اور کچھ دیر بعد اس نے مریض کا پیشاب دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ الغرض اس نے تین بار مریض کا پیشاب دیکھا۔

نصرانی طبیب سے کسی نے پوچھا کہ تم تو اتنے بڑے حاذق طبیب ہو تمہیں

تین مرتبہ مریض کا پیشاب دیکھنے کی کیا ضرورت تھی؟

طبیب نے کہا: خدا کی قسم میں پہلی مرتبہ ہی مریض کا پیشاب دیکھ کر مرض کی نوعیت سمجھ گیا تھا لیکن بعد میں دو مرتبہ میں نے ازراہ تعجب اسے دیکھا۔

اگر یہ پیشاب کسی نصرانی کا ہے تو یقیناً یہ کسی ایسے راہب کا ہے جس کا جگر خوف خدا سے پھٹ چکا ہے اور اگر یہ کسی مسلمان کا پیشاب ہے تو بشر حافی کے علاوہ یہ کسی اور کا پیشاب نہیں ہے۔ اسے بتایا گیا کہ تم نے صحیح تشخیص کی ہے واقعی یہ بشر حافی کا پیشاب ہے۔ نصرانی نے فوراً قینچی اٹھائی اور اپنے زنار کو کاٹ دیا اور مسلمان ہوگیا۔ بشر کا دوست دوڑتا ہوا بشر کے پاس آیا۔ بشر کی نگاہ جیسے ہی اپنے دوست پر پڑی تو کہا طبیب مسلمان ہوگیا ہے؟

دوست نے پوچھا تمہیں کس نے بتایا ہے؟ بشر نے کہا: ابھی ابھی میری آنکھ لگی تھی تو کسی نے مجھے خواب میں بتایا کہ طبیب مسلمان ہوگیا۔ پھر کچھ دیر بعد بشر حافی کی وفات ہوگئی۔ (روضات الجنات ص ۱۳۲)

ہم انشاء اللہ اسی کتاب کے باب توبہ میں بشر کی توبہ کا ذکر کریں گے۔

مخالفت نفس کی وجہ سے کافر کو اسلام کی دولت نصیب ہوئی

بغداد کے بازار میں ایک کافر پہنچا لوگ اس کے گرد جمع ہوگئے۔ وہ لوگوں کو ان کی نیت کا حال سناتا اور جو کچھ ان کے گھروں میں ہوتا وہ بھی انہیں بتلاتا تھا۔ کسی نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو اس ماجرے سے آگاہ کیا تو آپ نے عام لباس پہنا اور بازار میں پہنچ گئے۔ آپ نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ تم اپنے دل میں کوئی نیت رکھ کر اس کا سوال کرو آپ کے ساتھی نے دل میں نیت کی اور پوچھا کہ بتاؤ میرے دل میں کیا ہے تو کافر نے اسی وقت بالکل صحیح صحیح بتادیا۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

اس کافر کو علیحدہ لے گئے اور فرمایا: تم نے یہ مقام کیسے حاصل کر لیا جب کہ یہ چیز تو نبوت کا ایک جزو ہے۔

کافر نے کہا کہ میں نے نفس کی مخالفت کر کے یہ مقام پایا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تو نے نفس کے سامنے کبھی اسلام کو بھی پیش کیا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں میرا نفس اسلام کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا: جب تم نے ہمیشہ نفس کی مخالفت کی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ اس مسئلہ میں نفس کا کہنا مان لیا؟ تمہیں اس مسئلہ میں بھی نفس کی مخالفت کرنی چاہئے۔

اس نکتہ پر اس نے کچھ دیر تک غور کیا پھر مسلمان ہو گیا اور وہ اچھا مسلمان ثابت ہوا۔

اسلام لانے کے بعد وہ کبھی کبھار امام موسیٰ کاظم کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا ایک دن کسی نے اس سے پوچھا کہ مجھے میری نیت کا حال سناؤ۔

اس نے جتنی بھی غور وفکر کی اس شخص کی نیت کے حال سے واقف نہ ہو سکا۔

پھر اس نے امام علیہ السلام سے پوچھا کہ مولا میں جب تک کافر تھا میں اتنا روشن ضمیر تھا کہ لوگوں کی نیت کا حال بھی جان لیتا تھا لیکن جب سے مسلمان ہوا ہوں مجھ سے میری روشنی چھن گئی ہے آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر شخص کی محنت کا اسے ثمر ضرور دیتا ہے۔ جب تک تو کافر تھا تو مخالفت نفس کا ثمر اللہ تعالیٰ تجھے اسی دنیا میں دے دیتا تھا اور آخرت میں تیرا کوئی حصہ نہ تھا اور اب جبکہ تو مسلمان ہو گیا ہے تو تیرا اجر اللہ کے پاس محفوظ ہے وہ تجھے آخرت میں اس کا اجر ضرور دے گا اسی لئے اس نے دنیا میں تجھے اجر دینا چھوڑ دیا ہے۔ (کشکول بحرانی ص ۳۵۸)

ایک عابد کی مخالفت نفس

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل میں ایک نہایت حسین وجمیل عابد رہتا تھا جو کھجور کے پتوں کی ٹوکریاں بنا کر فروخت کیا کرتا تھا۔ ایک دن وہ چند ٹوکریاں سر پر اٹھائے بادشاہ کے محل سے گزرا۔ بادشاہ کی کنیز نے اسے دیکھا تو اس کے حسن وجمال سے متاثر ہوئی اور ملکہ کے سامنے اس کے حسن وجمال کی تعریف کی۔

ملکہ نے کنیز سے کہا کہ کسی بہانے سے عابد کو میرے سامنے لے آؤ۔ کنیز نے عابد سے کہا کہ میری ملکہ تمہیں بلا رہی ہے اور وہ تم سے چند ٹوکریاں خریدنا چاہتی ہے۔ عابد محل میں داخل ہوا تو ملکہ نے محل کے تمام دروازے بند کر دیئے اور اس سے فعل حرام کی خواہش کا اظہار کیا۔

عابد نے انکار کیا تو ملکہ نے کہا: اس کے بغیر تم محل سے نہیں جا سکتے۔

جب عابد نے اپنے لئے تمام راستوں کو مسدود پایا تو کہا: ملکہ! کیا محل کی چھت پر ایسی جگہ نہیں ہے جہاں میں ہاتھ منہ دھولوں؟

ملکہ نے کنیز کو حکم دیا کہ پانی کا آفتابہ لے کر اسے چھت پر لے جاؤ تاکہ یہ منہ ہاتھ صاف کر سکے۔

عابد چھت پر پہنچا تو اپنے آپ سے کہنے لگا: اے نفس عزیز! کئی سال کی عبادت آج کے ایک لایعنی فعل کی نذر ہو رہی ہے لہٰذا تو میرا کہا مان اور اس فعل حرام سے اپنے آپ کو بچالے۔ پھر اس نے چھت سے زمین کا جائزہ لیا لیکن اسے ایسی کوئی چیز نظر نہ آئی کہ جسے پکڑ وہ زمین پر اتر سکے۔ پھر اس نے ایک انتہائی فیصلہ کیا اور اپنے آپ کو محل کی چھت سے گرا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین کو حکم دیا کہ میرے بندے نے میری نافرمانی سے

بچنے کے لئے محل سے چھلانگ لگائی ہے، لہذا اسے اپنے پروں پر تھام لو۔ اسے چوٹ نہیں لگنی چاہئے۔

جبرئیل امینؑ نے اسے فضا میں ہی اپنے پروں پر اٹھایا اور آرام سے زمین پر اتار دیا عابد کی ٹوکریاں محل میں رہ گئیں اور وہ خالی ہاتھ گھر لوٹ آیا۔

بیوی نے کہا کہ کچھ رقم لائے ہو تو بازار سے جاکر آٹا لے آؤ۔ عابد نے کہا آج مجھے کچھ بھی وصول نہیں ہوا۔ لیکن اس کے باوجود بھی میں چاہتا ہوں کہ ہمسایوں کو ہمارے فاقہ کا علم نہیں ہونا چاہئے۔ لہذا تم تنور کو روشن کرو تاکہ ہمسائے یہ سمجھیں کہ ان کے گھر بھی روٹی پک رہی ہے۔

بیوی نے تنور روشن کیا اور شوہر کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگی۔ اسی اثنا میں ہمسایوں میں سے ایک عورت آگ لینے کے لئے عابد کے گھر میں آئی تنور سے آگ لی اور عابد کی بیوی سے کہا تو عجیب عورت ہے، تنور میں روٹیاں پک کر تیار ہو چکی ہیں اور تو اپنے شوہر سے باتیں کر رہی ہے۔ عابد کی بیوی نے جاکر تنور میں جھانکا تو ہر طرف روٹیاں لگی ہوئی تھیں۔ عورت نے روٹیاں اتاریں، اللہ کا شکر ادا کیا اور اپنے شوہر سے کہا کہ تو خدا کا پسندیدہ شخص ہے، اپنے خدا سے دعا مانگ کہ وہ ہمیں دولت مند بنادے عابد نے کہا: اس کی ضرورت نہیں ہمارے لئے یہی زندگی بہتر ہے۔(انوار نعمانیہ ص ۱۱۷)

علمائے حقیقی کی روش

سید محمد منشار کی مرحوم فرماتے ہیں کہ میرزا حسن شیرازی (میرزائے بزرگ) اعلی اللہ مقامہ کی وفات کے بعد میرے والد محترم نے مجھے میرزا محمد تقی شیرازی (میرزائے کوچک) کی خدمت میں روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ اگر آپ اپنے آپ کو مجھ سے اعلم جانتے ہیں تو میں اپنے اہل وعیال کو آپ کی تقلید کا حکم دیتا ہوں اور

اگر آپ مجھے اپنے سے اعلم جانتے ہوں تو پھر آپ اپنے اہل وعیال کو میری تقلید کا حکم دیں۔

جب میں یہ پیغام لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرزا نے کچھ دیر غور وفکر کی اور فرمایا: آپ اپنے والد سے عرض کریں کہ آپ کیا سمجھتے ہیں؟

میں نے والد کو میرزا کا پیغام دیا تو میرے والد نے فرمایا کہ تم میرزا کے پاس واپس جاؤ اور ان سے عرض کرو کہ اعلمیت کا آپ کے نزدیک میزان کیا ہے؟ اگر روایات میں دقت نظر کو آپ معیار قرار دیتے ہیں تو پھر آپ اعلم ہیں اور اگر آپ کے نزدیک میزان فہم عرفی ہے تو پھر میں اعلم ہوں۔

میں یہ جواب لے کر میرزا صاحب کے پاس گیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ جاکر اپنے والد سے عرض کریں کہ آپ ان میں سے کسے معیار قرار دیتے ہیں۔

یہ سن کر میرے والد نے کچھ دیر تک غور وفکر کیا اور فرمایا دور نہیں کہ دقت نظر میزان ہو۔ پھر انہوں نے ہمیں میرزا کی تقلید کا حکم دیا۔ (الکلام۔ یجر الکلام ج ۱ ص ۱۲۷)

ایک عالم ربانی کا کردار

مرحوم شیخ محمد حسن صاحب جواہر الکلام کی وفات کے بعد علماء نے شیخ مرتضی انصاری کی تقلید کا حکم دیا۔

شیخ مرتضی نے کہا: اس وقت سعید العلماء مازندران میں موجود ہیں میں انہیں اپنے سے بڑا عالم تصور کرتا ہوں لہذا ان کی موجودگی میں میری تقلید کی ضرورت نہیں ہے۔ نجف سے دو عادل افراد کو سعید العلماء کے پاس مازندران بھیجا گیا اور ان سے انہوں نے تکلیف شرعی معین کرنے کی درخواست کی۔

سعید العلماء نے کہا کہ جب تک شریف العلماء کے حلقہ میں شیخ مرتضی

انصاری اور میں پڑھتے تھے تو اس وقت میں شیخ انصاری سے مقدم ہوتا تھا۔ لیکن نجف میں رہ کر شیخ انصاری نے جو علمی مقام بنایا ہے وہ اس وقت مجھے میسر نہیں ہے۔ سعید العلماء کے اس جواب کے بعد شیخ انصاری نے منصب زعامت کو قبول کیا۔ شیخ زہد و تقویٰ میں ابوذر غفاریؓ کے پیروکار تھے۔ ان کے پاس مومنین سہم امام روانہ فرماتے تھے مگر اس کے باوجود ان کی زندگی فقر وفاقہ سے عبارت تھی۔ حد یہ ہے کہ ان کی وفات کے بعد ان کی اولاد کے پاس مجلس ترحیم منعقد کرنے کے لئے کچھ رقم نہ تھی۔ (الکلام۔ یجرالکلام ج ا۔ ص ۱۲۷)

خواہش نفس پر غلبہ پانے والا غلام

امام صادق علیہ السلام کے پاس ایک غلام تھا جب آپ خچر پر سوار ہو کر مسجد جاتے تو اسے دروازۂ مسجد کے پاس کھڑا کر دیتے تھے اور وہ آپ کے آنے تک آپ کی سواری کی نگہبانی کرتا تھا۔

ایک دن غلام کے ہاتھ میں خچر کی باگ تھی اور امام علیہ السلام مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ خراسان کے چند مؤمنین امام علیہ السلام کی زیارت کے لئے آئے۔ ان میں سے ایک شخص نے غلام سے کہا میں چاہتا ہوں کہ میں تمہاری جگہ امام کی غلامی کروں اور اس کے بدلہ میں میری تمام جائیداد تم لے لو۔

یہ پیش کش سنکر غلام دل میں بہت خوش ہوا اور خراسانی سے کہا: میں امام علیہ السلام سے اس کیلئے مشورہ کرتا ہوں اگر انہوں نے اجازت دے دی تو ہم ایسا کریں گے۔

غلام امام عالی مقام کی خدمت میں آیا اور عرض کی: مولا! میں کئی برس سے آپ کی خدمت کر رہا ہوں اگر اللہ کسی ذریعہ سے میری مالی مدد کردے تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا؟

آپ نے فرمایا: جب میں خود بھی تمہاری مالی مدد کرتا ہوں تو دوسرے کی مدد پر مجھے کیا اعتراض ہے۔

غلام نے مرد خراسانی کی خواہش کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا: اگر تو ہماری غلامی سے تھک گیا ہے اور خراسانی ہماری غلامی پر راغب ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

غلام جانے کے ارادہ سے اٹھا اسے جاتا دیکھ کر امام علیہ السلام نے اسے آواز دی جب وہ بیٹھا تو آپ نے فرمایا: تو نے ایک عرصہ تک ہماری خدمت کی ہے اور اگر آج تو ہم سے جدا ہونا چاہتا ہے تو ایک نصیحت سن کر جا۔

قیامت کے دن رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلال پروردگار کے نور سے متمسک ہوں گے اور حضرت امیر المومنینؑ رسول خداؐ سے متمسک ہوں گے اور باقی ائمہ امیر المومنین کے دامن سے متمسک ہوں گے اور ہمارے غلام اور شیعہ ہمارے دامن سے وابستہ ہوں گے۔

یہ فرمان سن کر غلام کچھ دیر تک سوچتا رہا اور پھر اس نے عرض کی: مولا اب میں کہیں نہیں جاؤں گا میں آخرت کو دنیا پر ترجیح دوں گا۔

امام کی خدمت سے اٹھ کر خراسانی کو اپنے فیصلہ سے آگاہ کرنے کے لئے آیا تو خراسانی نے کہا میں تیری شکل دیکھ کر کہہ سکتا ہوں کہ تو نے اپنا سابقہ فیصلہ بدل دیا ہے۔ کیونکہ جب تو یہاں سے گیا تھا تو اس وقت تیرے چہرے کی کیفیت اور تھی اور اس وقت تیری کیفیت اور ہے۔

غلام نے خراسانی کو امام کا فرمان سنایا اور پھر خراسانی کو لے کر امام کی خدمت میں حاضر ہوا امام علیہ السلام نے خراسانی کی دوستی کو قبول کیا اور اپنے غلام کو بھی ایک ہزار اشرفی عطا فرمائی۔ (منتہی الامال ج ۲ ص ۱۲۰۔ بحارالانو ج ۱۲ ص ۱۲۸)

عشق وعقل کی جنگ میں سرخرو کون ہوا؟

عبداللہ ذوالبجادین یتیم لڑکا تھا۔ بچپن میں ہی اس کا باپ مر گیا تھا۔ چچا نے اس کی پرورش کی اور چچا کی نگاہ شفقت کی وجہ سے اس کے پاس اونٹ اور گوسفند اور غلام وکنیز بھی آگئے تھے۔

زمانہ کفر میں اس کا نام عبدالعزی تھا اس کے دل میں اسلام کے شوق نے انگڑائی لی مگر وہ چچا کے خوف سے خاموش رہا آخر کار شوق عشق میں بدل گیا وہ چچا کے پاس گیا اور اس سے کہا: چچا جان میرے دل میں مدت سے اسلام قبول کرنے کی خواہش ہے اب تک میں اپنی خواہش کو مصلحتوں پر قربان کرتا رہا لیکن اب میں اسلام کو ہر مصلحت پر ترجیح دوں گا۔

اس کے چچا نے کہا: اگر تو ہر قیمت پر مسلمان ہونا چاہتا ہے تو پورے گھر کی دولت وثروت سے تجھے ہاتھ دھونا ہوں گے۔ کیونکہ تیرے گھر کی یہ دولت وفراوانی تیری اپنی پیدا کردہ ہرگز نہیں ہے یہ سب دولت میرے ہاتھوں کی پیدا کردہ ہے۔

بھتیجے نے چچا سے کہا کہ یہ تمام دولت آپ کو مبارک ہو میں مدینہ جانا چاہتا ہوں۔ چچا نے اس سے تمام دولت لے لی حتی کہ ایک جانگیے کے علاوہ اس کے جسم سے تمام لباس تک اتار لیا۔

نوجوان جانگیہ پہنے اپنی ماں کے پاس گیا اور کہا کہ میں مدینہ جانا چاہتا ہوں مگر میرے پاس کپڑے نہیں ہیں اگر آپ کے پاس کوئی فالتو کپڑا ہو تو مجھے عنایت کریں۔ مہربان ماں کے پاس ایک پرانی سے چادر تھی جس میں کئی پیوند لگے تھے۔ اس نے وہی چادر بیٹے کے حوالہ کردی۔

عبداللہ مدینہ پہنچا اس وقت رسول خدا جنگ حنین سے تازہ واپس تشریف لائے تھے۔ عبداللہ نے ماں کی عطا کردہ چادر کے دو حصے کئے ایک حصہ کو چادر بنا کر

پہنا اور دوسرے حصہ سے اپنے بالائی جسم کو ڈھانپا۔

غرضیکہ وہ اس حالت میں مدینہ وارد ہوا اور اصحاب صفہ کے پاس جا کر بیٹھ گیا رسالت مآب نماز فجر پڑھ کر اصحاب صفہ کے پاس آئے تو ان میں اس نوارد مہمان کو دیکھ کر فرمایا: نوجوان تمہارا کیا نام ہے؟

مہمان نے کہا: میرا نام عبدالعزی ہے اور فلاں قبیلہ سے میرا تعلق ہے۔

رسالت مآب نے فرمایا: آج سے تمہارا نام عبداللہ ہے۔ نوجوان نے اپنے آپ کو دو پرانی چادروں سے ڈھانپا ہوا تھا پرانی چادر کو عربی زبان میں بجاد کہتے ہیں۔ دو چادروں کی وجہ سے وہ عبداللہ ذوالبجادین کے نام سے مشہور ہوا یعنی دو پرانی چادریں پہننے والا عبداللہ۔

عبداللہ ذوالبجادین اصحاب صفہ کے ساتھ مسجد میں رہتا اور شب و روز قرآن کی تعلیم حاصل کرتا۔ جب رسول خدا جنگ تبوک کے لئے جانے لگے تو عبداللہ نے بھی جہاد کے لیے تیاری کی اور رسول مقبول کی خدمت میں عرض کی آپ میرے لئے شہادت کی دعا فرمائیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: کسی درخت سے تھوڑی سی چھال لے کر آو۔ عبداللہ کیکر کی چھال لے کر آپ خدمت میں حاضر ہوا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اس چھال کو کسی کپڑے میں لپیٹ کر اپنے بازو سے باندھ لے اور اس کے ساتھ ہی آپ ﷺ نے دعا مانگی خدایا! عبداللہ کا خون کافروں پر حرام فرما۔ یہ دعا سن کر عبداللہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ! میں تو شہادت کا خواہش مند ہوں مگر آپ یہ دعا فرما رہے ہیں؟

رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: عبداللہ! میدان جنگ میں کفار کے ہاتھوں قتل ہونے والا فرد ہی شہید نہیں ہے۔ بلکہ جو شخص بھی جہاد کی نیت سے روانہ ہو اور

راستہ میں بیمار ہو کر مر جائے تو وہ بھی شہید ہے۔

عبداللہ آپ کی معیت میں تبوک کی طرف روانہ ہوا۔ تبوک پہنچ کر وہ بیمار ہو گیا اور چند روزہ بیماری کے بعد اس کی وفات ہو گئی۔ اس کی قبر تیار کی گئی۔ دفن کی رات بلال کے ہاتھ میں چراغ تھا۔ رسول مقبول ﷺ نے اسے اپنے ہاتھوں سے قبر میں داخل کر کے فرمایا:

خدایا! میں عبداللہ سے راضی ہوں تو بھی عبداللہ سے راضی ہونا۔ عبداللہ بن مسعود کہا کرتے تھے کہ کاش اس رات عبداللہ کی جگہ میں قبر میں ہوتا۔ (روضۃ الصفا غزوہ تبوک)

نفس امارہ کی شکست

حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک بد قماش عورت نے بنی اسرائیل کے چند جوانوں کو ورغلایا ان میں سے ایک جوان نے کہا کہ اگر فلاں عابد بھی اس عورت کو دیکھ لے تو وہ بھی اس پر فریفتہ ہو جائے۔

عورت نے کہا: اچھا تو میں سب سے پہلے اسی عابد کے پاس جا کر اسے گمراہ کروں گی۔

زن بد کار عابد کے دروازے پر آئی اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ عابد نے پوچھا: کون؟

اس نے بتایا کہ میں بے سہارا عورت ہوں آج رات آپ مجھے اپنے گھر میں پناہ دیں۔

عابد نے انکار کیا تو اس نے کہا: چند اوباش میرا پیچھا کر رہے ہیں اور دوڑتی ہوئی تمہارے دروازے پر پہنچی ہوں اگر تم نے دروازہ نہ کھولا تو وہ مجھے پکڑ لیں گے۔

عابد کو اس پر رحم آگیا، دروازہ کھولا، عورت اندر داخل ہوئی، پھر اس نے اپنی دلربا اداؤں سے عابد کو بہکانا شروع کر دیا۔ سفلی جذبات کے تحت عابد نے اپنا ایک

ہاتھ اس کے سراپا پر رکھا۔ مگر فوراً ہوش میں آگیا۔ اٹھا اور آگ جلائی اور اپنے اس ہاتھ کو انگارے سے داغنا شروع کر دیا۔

عورت نے چیخ کر کہا: آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟

عابد نے کہا: سفلی جذبات سے مغلوب ہو کر اس ہاتھ نے غلطی کی ہے۔ اسی لئے میں خود ہی اس کو آگ میں جلا رہا ہوں تاکہ کل دوزخ کی آگ میں جلنے سے محفوظ رہے۔

یہ دیکھ کر عورت اس گھر سے نکل گئی اور اس کے ہمسائیوں کو اطلاع دی کہ فوراً عابد کے گھر پہنچو ورنہ وہ جل جائے گا۔ جب ہمسائے عابد کے گھر میں داخل ہوئے تو وہ اپنے ہاتھ کو جلا چکا تھا۔ (بحارالانوار ج ۱۴ص ۴۹۲ طبع آخوندی)

جسے گرم لوہا نہیں جلاتا تھا

ابن جوزی اپنی کتاب مدہش میں لکھتے ہیں کہ ایک پرہیزگار مصر گیا اور اس نے ایک لوہار کو دیکھا کہ وہ تپتے ہوئے سرخ لوہے کو اپنے ہاتھ سے بھٹی سے نکالتا ہے مگر گرم لوہا اس کے ہاتھ کو نہیں جلاتا۔

یہ حیرت ناک منظر دیکھ کر پرہیزگار ٹھہر گیا اور دل میں سوچنے لگا کہ ہو نہ ہو یہ شخص مقرب بارگاہ ہے ممکن ہے یہ شخص اوتار واقطاب میں سے ہو۔ چنانچہ اس کے پاس جا کر اسے سلام کیا اور کہا: تجھے اس خدا کا واسطہ جس نے تیرے ہاتھ میں یہ تاثیر رکھی ہے میرے حق میں دعا فرما۔

یہ الفاظ سن کر لوہار رونے لگا: بھائی آپ نے میرے لئے جو رائے قائم کی ہے وہ صحیح نہیں ہے میں پرہیزگار اور صالح انسان نہیں ہوں۔

پرہیزگار نے کہا: بندہ خدا پھر تم ایسا کام کیسے کر سکتے ہو جو صالحین کے علاوہ عام افراد سے ممکن نہیں ہے؟

لوہار نے کہا کہ بھائی قصہ یہ ہے کہ میں ایک دن اسی دوکان پر اپنے کام میں مصروف تھا کہ ایک حسین وجمیل عورت میری دکان پر آئی اور یقین کریں کہ وہ عورت اتنی حسین تھی کہ میں نے اتنی حسین عورت اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ دیکھی تھی۔

اس نے آکر میرے سامنے اپنے فقر وفاقہ کی شکایت کی اور مدد طلب کی میں نے موقع کو غنیمت جانا اور کہا اگر تم میری جنسی پیاس بجھاؤ تو میں ہر طرح سے خدمت کرنے پر آمادہ ہوں۔

عورت نے بڑے پرجوش لہجہ میں جواب دیا: خدا کا خوف کر میں ان عورتوں میں سے نہیں ہوں۔

میں نے کہا: تو پھر میری دکان سے باہر چلی جاؤ۔ عورت میری دکان سے نکل کر باہر گئی، پھر چند لمحات کے بعد دوبارہ میری دوکان پر آئی اور آکر کہا۔ تنگ دستی نے میری تمام تر طاقت سلب کر لی ہے، میں تمہارا مطالبہ ماننے پر آمادہ ہوں۔ پس میں نے دوکان بند کی اور اس عورت کو لے کر ایک خالی گھر میں آیا۔ جب میں عورت کو لے کر کمرہ میں داخل ہوا اور کمرہ کو اندر سے تالا لگایا تو عورت نے مجھ سے کہا: کمرہ کو کیوں بند کر رہے ہو؟

میں نے کہا: اس لئے بند کر رہا ہوں تاکہ کوئی ہمیں اس حالت میں نہ دیکھ لے جو ہماری شرمندگی کا سبب بنے۔

یہ سن کر عورت کا وجود بید کی طرح لرزنے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور مجھ سے کہا: لوگوں کا تو تجھے اتنا خوف ہے، تو خدا سے کیوں نہیں ڈرتا؟

میں نے عورت سے پوچھا: تو اتنی خوف زدہ کیوں ہے اور کیوں اتنی لرز

رہی ہے؟ عورت نے کہا میں اس لئے کانپ رہی ہوں کہ خدا ہمیں دیکھ رہا ہے۔

پھر اس عورت نے کہا: بندہ خدا اگر تو مجھے آزاد کر دے تو میں تجھ سے وعدہ کرتی ہوں کہ اللہ دنیا و آخرت میں تیرے جسم کو آگ سے بچائے گا۔

عورت نے یہ بات اتنی تضرع آمیز لہجہ میں کہی کہ میرا ضمیر مجھے ملامت کرنے لگا۔ میں نے عورت کی مالی ضرورت پوری کی اور اسے روانہ کر دیا۔

عورت خوش ہو کر اپنے گھر چلی گئی۔

اسی رات میں سویا تو خواب میں مجھے ایک آواز سنائی دی کہ تو نے ایک عفیف عورت کی پردہ دری نہیں کی، ہم نے اس کی دعا کو تیرے حق میں قبول کر لیا، تجھے دنیا و آخرت میں آگ نہیں جلائے گی۔

اس دن کے بعد آگ مجھ پر اثر نہیں کرتی اسی لئے میں تپتے ہوئے لوہے کو ننگے ہاتھ سے پکڑتا ہوں تو بھی میرے ہاتھوں کو کچھ نہیں ہوتا۔ (ریاحین الشریعہ ج ۲ ص ۱۳۵)

حجلہ عروسی سے میدان جنگ تک

حنظلہ بن ابی عامر کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا جس شب کی صبح کو جنگ احد ہوئی حنظلہ پیغمبر خداؐ کی خدمت میں آئے اور عرض کی: آج کی شب زفاف کی شب ہے مجھے گھر جانے کی اجازت دیں۔

آپ نے حنظلہ کو گھر جانے کی اجازت دی اور اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی

انما المومنون الذين آمنوا بالله ورسوله واذاكانوا معه على امر جامع لم يذهبوا حتى يستا ذنوا ان الذين ليستا ذنونك اولئك الذين يومنون بالله ورسوله فاذا استاذنوك لبعض شأنهم فاذن لمن شئت منهم.... الخ

مومن تو وہی ہیں جو اللہ اور رسولؐ پر ایمان لائے ہیں اور جب وہ رسولؐ

کے پاس کسی اکٹھا کرنے والے امر کے سلسلہ میں ہوں تو اجازت لئے بغیر نہیں جاتے، اور وہ لوگ جو آپ سے اجازت مانگتے ہیں وہی لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں، اور جب وہ اپنے کچھ کاموں کے لئے آپ سے اجازت مانگیں تو جسے آپ چاہیں اجازت دے دیں۔

حنظلہ گھر آئے اور بیوی کے ساتھ شب زفاف بسر کی اور صبح دم اتنی جلدی سے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے کہ غسل جنابت تک نہ کر سکے۔

حنظلہ کی دلہن نے قوم انصار کے بزرگوں کو بلایا۔ جب بزرگ آئے تو دلہن نے حنظلہ کے سامنے انہیں گواہ بنایا کہ آج رات ہم نے حقوق زوجیت ادا کئے ہیں حنظلہ چلے گئے۔ اس کی دلہن سے پوچھا گیا تمہیں ہمیں گواہ بنانے کی کیا ضرورت تھی؟ تو دلہن نے کہا: آج رات میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان میں ایک سوراخ پیدا ہوا اور میرا خاوند حنظلہ اس سوراخ میں چلا گیا، پھر سوراخ بند ہو گیا۔ اسی لئے مجھے یقین ہے کہ میرا دولہا میدان جنگ میں شہید ہو جائے گا، اگر کل کلاں میرے یہاں بچہ پیدا ہو تو اسے حنظلہ کی اولاد سمجھا جائے۔

مدینہ سے احد تک راستے میں حنظلہ کو پانی نہ ملا جس سے وہ غسل جنابت کرتے۔ میدان میں وارد ہوئے تو جنگ شروع ہو گئی۔ حنظلہ نے دیکھا کہ ابو سفیان گھوڑے پر سوار ہو کر دونوں لشکروں کے درمیان اپنا گھوڑا دوڑا رہا ہے۔

حنظلہ نے ابوسفیان پر جواں مردوں کا سا حملہ کیا۔ حنظلہ کی تلوار اس کے گھوڑے کی پشت پر لگی اور ابوسفیان گھوڑے سے گر پڑا اس نے دوڑتے ہوئے آواز دی: گروہ قریش مجھے بچاؤ حنظلہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔

قریش کے بہت سے سپاہی ابوسفیان کو بچانے کے لئے آگے بڑھے ایک

کافر نے انہیں نیزہ مارا حنظلہ کو شدید زخم آیا اور وہی زخم ان کی شہادت کا سبب بنا مگر نیزہ کا زخم کھا کر بھی حنظلہ نے اپنے قاتل کا تعاقب کیا اور اپنی تلوار سے اسے قتل کر دیا بعد ازاں حنظلہ سنبھل نہ سکے زیادہ خون بہنے کی وجہ سے ان کی شہادت واقع ہو گئی۔

ان کی شہادت کے بعد رسول خدا نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ ملائکہ سنہری برتنوں سے حنظلہ کو غسل دے رہے تھے۔ اسی لئے حنظلہ کو غسیل الملائکہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ (سفینۃ البحار لفظ حنظل)

چند روایات

عن علی علیہ السلام قال لو صمت الدهر وقمت الليل كله وقتلت بين الركن والمقام بعثك الله مع هواك بالغاما بلغ ان فی جنة ففی جنة وان فی نار ففی نار۔

امام علی علیہ السلام نے فرمایا: اگر تو پوری زندگی روزے رکھے اور پوری زندگی تمام رات عبادت میں بسر کرتا رہے اور تو رکن ومقام کے درمیان قتل ہو جائے تو بھی خدا تجھے تیری خواہشات کے ساتھ محشور کرے گا خواہ وہ خواہشات کسی بھی درجہ کی کیوں نہ ہوں۔ اگر تیری خواہشات جنت کی متقاضی ہوئیں تو جنت میں جائے گا اور اگر خواہشات دوزخ کی متقاضی ہوئیں تو تو دوزخ میں جائے گا۔ (سفینۃ البحار ج ۲ ص ۷۲۸)

عن امیر المومنینؑ قال ان رسول اللہؐ بعث سرية فلما رجعوا قال مرحبا بقوم قضوا الجهاد الاِ صغر و بقی علیهم الجهاد الاكبر۔ قيل يارسول اللہؐ وما الجهاد الاكبر۔ قال ان افضل الجهاد من جاهد نفسه التی بين جنبيه۔

(وسائل کتاب جہاد ص ۵۰۲)

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند سپاہیوں کو جنگ کے لئے روانہ کیا اور جب وہ خیر وخوبی سے واپس آئے تو آپ نے فرمایا میں ان لوگوں کو خوش آمدید کہتا ہوں جو چھوٹا جہاد کر کے آئے اور جن کے ذمے بڑا جہاد کرنا باقی ہے۔

آپ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! بڑا جہاد کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: نفس سے جہاد کرنا اور فرمایا: افضل ترین جہاد یہ ہے کہ تو اپنے اس نفس کے ساتھ جہاد کرے جو تیرے دونوں پہلوؤں میں موجود ہے۔

قال ابو عبداللّٰہ احذروا اھوائکم کما تحذرون اعدائکم فلیس شئی اعدی للرجال من اتباع اھوائم وحصائدالسنتھم۔

(سفینۃ البحار لفظ ہویٰ)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اپنی خواہشات سے ایسے بچو جیسا کہ تم اپنے دشمنوں سے بچتے ہو کیونکہ خواہشات کی اتباع اور [illegible] سے بڑھ کر کوئی کسی کا دشمن نہیں ہے۔

عن ابی عبداللّٰہؑ قال اشد مافرض اللّٰہ علی خلقہ ذکر اللّٰہ کثیراً ثم قال اما لا اعنی سبحان اللہ والحمد اللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر وان کان منہ ولکن ذکراللّٰہ عندما احل وحرم فان کان طاعۃ عمل بھاوان کان معصیۃ ترکھا۔

(مستدرک وسائل ج ۲ ص ۳۰۲)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے مشکل ترین چیز جو بندوں پر فرض کی ہے وہ بکثرت یاد الٰہی ہے۔

بکثرت یاد الٰہی سے میری مراد یہ نہیں ہے کہ انسان سبحان اللّٰہ والحمد

اللّٰہ ولا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر کہے اگرچہ تسبیحات اربعہ بھی ذکر الٰہی میں شامل ہیں لیکن یاد الٰہی سے مراد یہ ہے کہ انسان اللہ کو حلال وحرام کے وقت یاد کرے اگر انسان نے کوئی امر واجب سرانجام دینا ہو تو خدا کو یاد کرے اور اس کی برکت سے اپنا فرض ادا کرے اور اگر اسے فعل حرام سے سابقہ پڑجائے تو اس وقت اللہ کو یاد کرے اور اس کی نافرمانی سے بچ جائے۔

عن الصادقؑ قال من ملك نفسه اذا رغب واذا رهب واذا اشتهى واذا غضب واذا رضى حرم اللّٰه جسده على النار.

(بحار الانوار ج ۱۵ ص ۲۰۲ حصہ دوم)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص معصیت کے ارادہ یا کسی اطاعت سے ڈرنے یا اپنی چاہت اور اپنے غضب ورضا میں اپنے نفس کا مالک بنا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدن کو دوزخ پر حرام قرار دے گا۔

ہماری مطبوعہ دیدہ زیب علمی کتابیں

سورہ یٰسٓ	باترجمہ	پندِ تاریخ	۵ جلدیں
زیارت آل یٰسٓ		قلبِ سلیم	۲ جلدیں
سورہ یٰسٓ سات مبین	باترجمہ	گناہان کبیرہ	۲ جلدیں
پنج سورہ	باترجمہ	کیفر گناہان کبیرہ	
حدیث کساء	باترجمہ	معراج	
دعائے کمیل	باترجمہ	ہدیۃ الشیعہ	
دعائے جوشن کبیر	باترجمہ	درسِ اخلاق	
دعائے ندبہ	باترجمہ	گلدستہ مناجات	
دعائے نور	باترجمہ	جواب حاضر ہے	
دعائے مشلول	باترجمہ	عشق حسینؑ	
دعائے عرفہ	باترجمہ	مثالی خواتین	
دعائے سمات / توسل	باترجمہ	گھر ایک جنت	
اعمال ماہ رمضان	باترجمہ	کربلا کا تاریخی پس منظر	
تعقیباتِ نماز	جیبی سائز	عبرت انگیز واقعات	
تحفۃ المومنین	جیبی سائز	زیارات چہاردہ معصومینؑ	

بچوں کیلئے باتصویر کہانیاں بھی دستیاب ہیں

ملنے کا پتہ: حسن علی بک ڈپو بالمقابل بوالامام باڑہ، کھارادر، کراچی۔ فون ۲۴۳۳۰۵۵
E-mail. hassanalibookdepot@yahoo.com

پندِ تاریخ ۳

تالیف
موسیٰ خسروی

ترجمہ
محمد حسن جعفری

حسن علی بک ڈپو
بالمقابل بڑا امام بارہ۔ کھارادر۔ کراچی فون ۲۴۳۳۰۵۵

جملہ حقوقِ طبع بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب ——— پند تاریخ جلد سوم

تالیف ——— موسیٰ خسروی

ترجمہ ——— محمد حسن جعفری

کمپوزنگ ——— محمد جواد کاشف

تصحیح ——— سید فیضیاب علی رضوی

طبع اول ——— ۲۰۰۰ء

عناوین کتاب

باب اوّل ۔ تواضع

مقدس اردبیلیؒ کی تواضع ---------- ۱۱

مقدس اردبیلیؒ کو پہچانیں ---------- ۱۲

مقدس اردبیلیؒ کی جلالت ---------- ۱۲

عمار دہنی کا اظہار تواضع ---------- ۱۳

تواضع کا ثمر ---------- ۱۵

امام زین العابدینؑ سے درس تواضع ---------- ۱۶

حکم تواضع ---------- ۱۷

ہر حال میں متواضع رہیں ---------- ۱۸

انکساری سے پیش آنے کا اجر ---------- ۱۹

بلندی کے لئے تواضع ضروری ہے ---------- ۲۲

سعدی ..... بزم علماء میں ---------- ۲۳

علیؑ نے اپنے لئے کیسا لباس پسند کیا ---------- ۲۶

مہاجرینِ حبشہ کا بیان سنیں ---- ۲۸

ایاز اپنی حیثیت کو پہچان ---- ۲۹

چند روایات ---- ۳۲

باب دوم ۔ تکبر و خود پسندی کی مذمت

مکھی کیوں پیدا ہوئی؟ ---- ۳۶

شیطان کی بات سن لیں ---- ۳۷

تنگ دستی بہتر ہے یا مغرور کن دولت؟ ---- ۳۸

محترم کون اور ذلیل کون؟ ---- ۳۹

تکبر کی انتہا ---- ۴۰

ایک کتا سلطان کا کھانا لے اڑا ---- ۴۱

غرور کا سر نیچا ---- ۴۳

سلیمان بن عبدالملک اموی کی خود پسندی ---- ۴۴

خود پسندی کی وجہ سے لشکر اسلام کو شکست ہوئی ---- ۴۶

نسل یوسفؑ میں نبوت کیوں نہ چلی؟ ---- ۵۰

یوسفؑ اتنی کم قیمت میں کیوں بکے؟ ---- ۵۲

خسرو پرویز تکبر کی وجہ سے ہلاک ہوا ---- ۵۲

ابلیسی غلبہ کا سبب ---- ۵۶

خود پسندی کتنی بڑی لعنت ہے ---- ۵۷

ایک گزارش ---- ۵۹

چند روایات ---- ۶۰

باب سوم ۔ حلم و بردباری

امام زین العابدینؑ کی بردباری ---- ۶۴

امام محمد باقرؑ کی بردباری ---- ۶۶

امام موسیٰ کاظمؑ کی بردباری ---- ۶۸

امام حسنؑ مجتبیٰ کی بردباری ---- ۷۰

امام صادقؑ کی بردباری ---- ۷۱

علیؑ کے ایک تربیت یافتہ شخص کا حلم ---- ۷۳

مالک اشترؒ کو پہچانیں ---- ۷۴

رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بردباری ---- ۷۶

بردباری شرطِ نبوت و خلافت ہے ---- ۸۲

حضرت علیؑ حق بات کے لئے ناراض ہوتے ہیں ---- ۸۵

ایک اور موقع ---- ۸۷

چند روایات ---- ۹۰

باب چہارم ۔ سعی و عمل

جتنا کام اتنی اجرت ---------------- ۹۴
محنت کی عظمت ---------------- ۹۵
زیادہ اجرت زیادہ کام کے بغیر نہیں ملتی ---------------- ۹۷
اعمال کا دارومدار نیت پر ہے ---------------- ۹۷
جنت فضل سے ملتی ہے یا عدل سے؟ ---------------- ۹۹
شاہی کی قیمت ---------------- ۱۰۱
قرابت رسولؐ مؤثر ہے یا عمل؟ ---------------- ۱۰۱
عمیر خراسانی کے غلام ---------------- ۱۰۳
مؤمنین کے گناہ کیسے زائل ہوتے ہیں؟ ---------------- ۱۰۴
ایسے افراد کتنے ہیں؟ ---------------- ۱۰۵
درسِ عبادت امام زین العابدینؑ سے حاصل کریں ---------------- ۱۰۶
ایک نصیحت کی بات ---------------- ۱۰۹
چند روایات ---------------- ۱۱۱

باب پنجم ۔ عزتِ نفس

محمد زید علوی کی بلند ہمتی ---------------- ۱۱۶
سید رضی کی بے نیازی ---------------- ۱۱۷

دیانت داری کی داستان ملاحظہ فرمائیں ---------------- ۱۱۹
دین ہمیں کیا سبق دیتا ہے؟ ---------------- ۱۲۱
نعمان بن بشیر کی بلند ہمتی ---------------- ۱۲۲
شاعر آل محمدؐ کمیتؒ کی بلند ہمتی ---------------- ۱۲۳
ایک باعظمت اور خوش عقیدہ خاتون ---------------- ۱۲۵
جس نے پیغمبرؐ سے مالی مدد کی درخواست نہ کی ---------------- ۱۲۹
چند روایات ---------------- ۱۳۱

باب ششم ۔ لمبی آرزوئیں

محدود عمر اور لامحدود آرزوئیں ---------------- ۱۳۵
محدود عمر کا ایک نمونہ ---------------- ۱۳۶
مچھلی کی آرزو قبر میں لے گئی ---------------- ۱۳۷
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خزانہ ---------------- ۱۴۰
ایک انگوٹھی اور جنت کا محل ---------------- ۱۴۶
دنیاوی گھر کا حدود اربعہ ---------------- ۱۴۷
ایک روزہ حکومت کی آرزو ---------------- ۱۴۹
زندگی کی بہاریں آرزو سے قائم ہیں ---------------- ۱۵۲
ایک آرزو اور سو کوڑے ---------------- ۱۵۳
چند روایات ---------------- ۱۵۴

باب ہفتم ۔ ظلم و ستم

جیسے عمل ویسے حاکم ---- ۱۵۷
مسندِ ظلم ---- ۱۵۹
مکافات عمل سے غافل نہ رہو ---- ۱۶۰
مکافات عمل کی ایک اور داستان ---- ۱۶۱
منصور دوانیقی کے مظالم کی ایک جھلک ---- ۱۶۲
حجاج ملعون کا انجام ---- ۱۶۴
ایک بڑھیا کا دندان شکن جواب ---- ۱۶۶
مظلومیت سادات ---- ۱۶۸
مظلومین کی دادرسی نہ کرنے کا انجام ---- ۱۷۱
دو بھائیوں کے کردار کا فرق ---- ۱۷۳
وزارت کے بعد کیا گل کھلائے؟ ---- ۱۷۵
دردمندانہ اپیل ---- ۱۷۸
چند روایات ---- ۱۸۱

باب ہشتم ۔ عدل و انصاف

عمر بن عبدالعزیز کے عدل کا نتیجہ ---- ۱۸۳
مظلوم کی صدا سے سلطان بے چین ہوگیا ---- ۱۸۴
انصاف کی وجہ سے دشمن پر کامیابی ہوئی ---- ۱۸۶

سلطان ملک شاہ اور بوڑھی عورت ---- ۱۸۷
نوشیروان اور طاقِ مدائن ---- ۱۸۹
جب بادشاہ عادل ہو تو رعایا بھی امین ہوتی ہے ---- ۱۹۰
خضرؑ، منصور کو عدل و انصاف کی تلقین کرتے ہیں ---- ۱۹۱
سلطان جلال الدولہ اور مظلوم کسان ---- ۱۹۳
دشمن کے روبرو عدل علیؑ کا تذکرہ ---- ۱۹۵
مساوات حیدری ---- ۱۹۹
مالک اشترؓ کا مشورہ اور حضرت علیؑ کا جواب ---- ۲۰۵
عقیل سے گرم لوہے کی داستان سنیں ---- ۲۰۶
چند روایات ---- ۲۰۸

باب نہم ۔ مذمت اسراف و سخت گزرانی

بہلول نے قصر سلطانی کی دیوار پر کیا لکھا؟ ---- ۲۱۵
فضول خرچی کی بدترین مثالیں ---- ۲۱۶
تمام پونجی نہ لٹائیں ---- ۲۱۹
فضول خرچ کون؟ ---- ۲۱۹
پانی کا ضیاع بھی اسراف ہے ---- ۲۲۰
خوراک میں اسراف امراض کا سبب ہے ---- ۱۲۲
عبادت بھی ایمان کے مطابق ہونی چاہئے ---- ۲۲۲

خدا کو میانہ روی پسند ہے ---------- ۲۲۴
زندگی افراط و تفریط سے پاک ہونی چاہئے ---------- ۲۲۵
امام صادقؑ اور صوفیاء کا مباحثہ ---------- ۲۲۶
چند روایات ---------- ۲۳۳

باب دہم ۔ مذمتِ حُبِ دنیا

چیونٹی نے حضرت سلیمانؑ سے کیا کہا؟ ---------- ۲۳۷
عظیم مقتدر کی عجیب موت ---------- ۲۳۸
خداندانِ برامکہ کی ابتدائی حالت ---------- ۲۴۰
برامکہ کی خلفاء پر حکمرانی ---------- ۲۴۳
تصویر انقلاب ---------- ۲۴۵
صفحاتِ تاریخ پر برامکہ کی آخری نشانی ---------- ۲۴۶
لمحہ ء فکریہ ---------- ۲۴۹
حُبِ دنیا تسلیم حق میں مانع ہے ---------- ۲۴۹
حُبِ دنیا کا انجام ---------- ۲۵۵
عشاقِ دنیا کی شکل و صورت ---------- ۲۵۷
ایک عورت سے محبت کا انجام ---------- ۲۵۸
چند روایات ---------- ۲۶۰

باب اوّل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تواضع

مقدس اردبیلیؒ کی تواضع

مقدس اردبیلیؒ کا تعلق ملت جعفریہ کے ان علماء میں سے ہے جن پر پوری ملت فخر کرتی ہے۔ آپ ہمیشہ سادہ زندگی بسر کرتے تھے اور سیرت امیر المؤمنین علیہ السلام پر عمل کرتے ہوئے پیوند زدہ بیاس پہنتے تھے۔ نجف اشرف میں ایک زائر نے انہیں اپنا میلا لباس اتار کر دیا اور کہا کہ آپ میرے لباس کو جلدی سے دھودیں۔

مقدس اردبیلیؒ نے زائر کے لباس کو دھونا شروع کیا۔ اسی دوران کسی نے زائر کو بتایا کہ تو نے جنہیں لباس دھونے کے لئے دیا ہے یہ اس وقت کے محدث اعظم اور فقیہ اکبر مقدس اردبیلیؒ ہیں۔

زائر پریشان ہو کر ان کے پاس آیا اور معذرت کی کہ مجھ سے گستاخی سرزد ہو گئی ہے آپ معاف کر دیں۔

مقدس اردبیلیؒ نے کہا بھائی کوئی بات نہیں مومنین کے حقوق ایک

دوسرے پر لباس دھونے سے زیادہ ہیں۔ اس میں تمہیں شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ (روضات الجنات)

مقدس اردبیلیؒ کو پہچانیں

مقدس اردبیلیؒ کی عمر کا زیادہ تر حصہ نجف اشرف میں گزرا۔ ان کا شمار نجف اشرف کے حوزۂ علمیہ کو قائم کرنے والوں میں ہوتا ہے۔ اس دور میں روضہ امیر المؤمنین علیہ السلام کے صحن میں ایک کنواں ہوتا تھا۔ جس سے مقدس اردبیلیؒ پانی بھرا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ نماز شب کے لئے اٹھے اور پانی کے لئے کنوئیں میں ڈول پھینکا۔ جب ڈول نکالا تو وہ سونے کی اشرفیوں سے بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے وہ ڈول دوبارہ کنوئیں میں گرادیا۔ پھر انہوں نے کھینچا تو دوسری مرتبہ بھی ڈول اشرفیوں سے بھرا ہوا تھا۔

انہوں نے امیر المؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی: "آقا من آب می خواھم وزرنمی خواھم" مولا مجھے پانی کی ضرورت ہے مال و زر کی نہیں۔ (قصص العلماء)

مقدس اردبیلیؒ کی جلالت

ایک قصوروار شخص نے مقدس اردبیلیؒ کی خدمت میں عرض کی کہ: "شاہ عباس اول مجھ سے ناراض ہیں۔ آپ مجھے خط لکھ کر دیں تاکہ وہ مجھ سے راضی ہو جائے۔"

آپ نے اس شخص کو خط لکھ کر دیا، خط کی عبارت یہ تھی: "چند روزہ شہنشاہیت کے مالک عباس کو علم ہونا چاہئے کہ اگرچہ یہ شخص پہلے ظالم تھا لیکن اب مظلوم ہے، اس کی تقصیر سے درگزر کرو تاکہ حق سبحانہ تمہاری تقصیروں سے درگزر فرمائے۔" (کتبہ بندہ شاہ ولایت۔ احمد اردبیلیؒ)

مقدس اردبیلیؒ کو شاہ عباس نے یہ جواب تحریر کیا: "جو کچھ آپ نے حکم دیا ہم نے اس کی تعمیل کردی ہے۔ امید ہے کہ آپ اس محبّ کو دعائے خیر میں یاد فرمائیں گے۔" (کتبہ کلب آستان علی۔ عباس)

شاہ عباس نے مقدس اردبیلیؒ کے خط کو چوما اور کہا: "میرا کفن پیش کیا جائے۔"

شاہ عباس کے صاحبزادہ نے عرض کی: "ابو جان آپ کفن منگوا کر کیا کریں گے؟"

شاہ عباس طہماسب نے کہا: "جان پدر! میں اس خط کو اپنے کفن میں رکھنا چاہتا ہوں اور قبر میں منکر و نکیر کو یہ خط دکھا کر کہوں گا کہ مقدس اردبیلیؒ نے مجھے اپنا بھائی لکھا ہے۔"

عمار دہنی کا اظہار تواضع

ورام بن ابی فراس سے روایت ہے کہ ایک دن قاضی ابن ابی لیلیٰ کی عدالت میں عمار دہنی نے گواہی دی۔

قاضی ابن ابی لیلیٰ نے کہا: "عمار دہنی! میں تجھے خوب جانتا ہوں تو رافضی ہے، لہذا تیری گواہی میرے لئے قابلِ قبول نہیں ہے۔"

یہ سنتے ہی عمار کا جسم لرزنے لگا اور عمار نے بے ساختہ رونا شروع کیا۔

قاضی نے کہا: "عمار! اگر اس نسبت سے تیری دل آزاری ہوئی ہے اور تو اس نسبت کو اپنے لئے پسند نہیں کرتا تو ہمارا بھائی ہے۔ ہم تیری گواہی قبول کریں گے۔"

عمار نے کہا: "قاضی! تو غلط سمجھا میں تو تیرے اور اپنے لئے رو رہا ہوں۔ مجھے اپنے اوپر اس لئے رونا آتا ہے کہ تو نے اس عظیم مقام کی طرف میری نسبت دی جس کے میں قابل نہیں ہوں کیونکہ میں نے امام جعفر صادق سے سنا ہے کہ جب جادوگروں نے فرعون کو چھوڑ دیا اور موسیٰ پر ایمان لے آئے تو فرعون نے ان سے کہا تھا "رفضتمونی" تم نے مجھے چھوڑ دیا۔ لہٰذا اسی نسبت سے ان جادوگروں کو لفظ رافضی کے ساتھ پکارا گیا۔ اسی لئے رافضی وہی ہے جو ہر اس چیز کو چھوڑ دے جسے خدا پسند نہ کرتا ہو اور ہر اس چیز پر عمل کرے جو خدا کو پسند ہو۔ ہائے ایسے لوگ اب کہاں ہیں؟ میں اس لئے رو رہا ہوں کہ میں نے بہت بڑا لقب قبول کر لیا ہے۔ اب اگر خداوند عالم قیامت کے دن مجھ سے یہ پوچھ لے کہ تو نے اولیائے خدا کا جو لقب قبول کیا تھا کیا تم میں اسکی صلاحیت موجود تھی؟ میں حیران ہوں میں اپنے خدا کو کیا جواب دوں گا اور میں تیرے حال پر اس لئے رو رہا ہوں کہ تو نے اتنے بڑے نام کو حقیر سمجھ لیا ہے۔"

علامہ مجلسی بحار الانوار میں لکھتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو کسی نے عمار کے جواب سے آگاہ کیا تو آپؑ نے فرمایا: "عمار نے ہمارے مخالف کے دربار میں کلمۂ حق کہا ہے۔ اگر عمار کے گناہ آسمان سے زیادہ ہوں گے تو بھی اللہ معاف فرما دے گا اور اگر اس کے نامۂ اعمال میں رائی کے برابر نیکی ہوگی تو اللہ

اسکی ہر نیکی کو اس دنیا سے ہزار گنا زیادہ بنا دے گا۔" (روضات الجنات باب محمد)

تواضع کا ثمر

مدائن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت شعیبؑ کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک بکرا ریوڑ سے جدا ہو گیا اور پہاڑ کی چوٹی پر چلا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے دوڑے یہاں تک کہ اسے جالیا۔ آپؑ نے اسے پکڑ کر پیار کیا اور فرمایا "تو تھک گیا ہوگا، نادان جانور! یقین کرو میں تمہیں قیمتی سمجھ کر تمہارے لئے نہیں دوڑا، میں اس لئے دوڑا کہ مجھے ڈر تھا کہ اگر تم پہاڑوں میں اکیلے رہ گئے تو کسی درندے کی خوراک بن جاؤ گے۔"

پھر آپؑ نے اسے اپنے کندھے پر اٹھایا اور ریوڑ کے ساتھ چھوڑ دیا۔

جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی تواضع اور شفقت ملاحظہ فرمائی تو ارشاد فرمایا: "موسیٰؑ تو رحم دل ہے، تو میری مخلوق پر شفقت کرتا ہے اور تو میری مخلوق کو درندوں سے بچانا چاہتا ہے، تو ہم بھی تجھے خلعتِ نبوت سے سرفراز کریں گے اور جب تک یہ دنیا قائم رہے گی تمہارا نام باقی رہے گا۔ ہم تجھے اپنا شرف خطاب بخشیں گے اور تجھے اپنا کلیم بنائیں گے۔" (انوار نعمانیہ ص ۳)

الکافی میں امام جعفر صادقؑ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو خطاب کرکے فرمایا: "اے موسیٰ! جانتے ہو میں نے تمہیں کلیم ہونے کا شرف کیوں عطا فرمایا؟ تمہیں کلیم بنانے کی وجہ یہ تھی کہ جب میں نے تمام انسانوں پر نظر کی تو تجھ سے زیادہ عاجزی اور تواضع کرنے والا کسی کو نہ پایا، میں نے تمہیں اس لئے کلیم بنایا کہ تم خاک پر سجدہ کرتے تھے اور مجھے تمہاری یہ تواضع پسند آئی۔"

افتادگی آموز اگر طالب فیضی
ہرگز نخورد آب زمینی کہ بلند است

اس مقام پر اردو کا یہ شعر لکھنا مناسب نظر آتا ہے کہ (مترجم):

مٹادے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل گلزار ہوتا ہے

امام زین العابدینؑ سے درس تواضع

ایک دن مشہور شاعر اور محدث محمد بن شہاب زہری غمگین شکل وصورت لئے امام علی زین العابدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔

امام علیہ السلام نے زہری سے پریشانی کا سبب دریافت کیا تو اس نے کہا:
"مجھے ان لوگوں پر غصہ آتا ہے جن سے میں تو نیکی کرتا ہوں لیکن وہ مجھ سے حسد کرتے ہیں۔"

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: "تمہارے لئے ضروری ہے کہ تمام مسلمانوں کو اپنا ذاتی خاندان تصور کرو۔ ان میں سے جو تم سے بڑا ہو اسے اپنے باپ کے مقام پر سمجھو اور جو تم سے چھوٹا ہو اسے بیٹے کے مقام پر سمجھو اور جو تمہارا ہم عمر ہو اسے اپنا بھائی تصور کرو، پھر تم سوچو کہ آیا اپنے خاندان کے افراد کا کوئی نقصان تمہیں پسند آتا ہے؟ کیا تم اپنے خاندان پر ظلم یا بددعا کرنا گوارا کرو گے یا یہ چاہو گے کہ ان کے راز آشکار ہو جائیں؟ اور اگر کبھی ابلیس تمہارے دل میں یہ وسوسہ پیدا کرے کہ تم ان سے بہتر ہو تو شیطانی وسوسہ کو اپنے دل سے دور کرو اور اپنے آپ سے کہو کہ فلاں شخص مجھ سے عمر میں بڑا ہے یہ ایمان

لانے میں مجھ پر سبقت رکھتا ہے اور اس کے نیک عمل مجھ سے زیادہ ہیں۔ اگر وہ تم سے عمر میں چھوٹا ہو تو تم اپنے دل میں یہ خیال کرو کہ اس کی عمر مجھ سے کم ہے اسی لئے اس کے گناہ بھی مجھ سے کم ہیں، لہذا یہ مجھ سے بہتر ہے۔ اور اگر وہ شخص تمہارا ہم عمر ہو تو تم اپنے دل میں یہ خیال پیدا کرو کہ مجھے اپنے گناہوں کا یقین ہے اور اس کے گناہوں کا شک ہے، لہذا یہ مجھ سے بہتر ہے۔ اور اگر تم کسی کو اپنا احترام کرتے ہوئے دیکھو تو تم میں تکبر اور خودپسندی کے جذبات پیدا نہیں ہونے چاہئیں تم اپنے دل میں کہو کہ اسلام ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان کے احترام کا حکم دیتا ہے۔ اسی لئے یہ لوگ میرا احترام کرتے ہیں ورنہ مجھ میں کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ اور اگر کسی شخص کو اپنے آپ سے بے اعتنائی کرتا ہوا پاؤ تو یہ سمجھو کہ یہ تمہارے گناہوں کی پاداش ہے۔

یاد رکھو اگر تم نے میری باتوں پر عمل کیا تو تمہارے دوست زیادہ اور دشمن کم ہوں گے۔ تم ان کی خوبیوں سے مستفید ہو سکو گے اور ان کی برائیوں سے محفوظ رہو گے۔" (بحار الانوار ج ۱۶ ص ۴۴)

حکم تواضع

محمد بن مسلم کوفہ میں رہتے تھے اور بہت بڑے دولت مند شخص تھے۔ وہ مدینہ آئے تو امام محمد باقر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ آپؑ نے فرمایا: "تم عاجزی اور تواضع اختیار کرو۔"

جب محمد بن مسلم کوفہ واپس گئے تو انہوں نے مسجد کوفہ کے دروازہ پر چٹائی بچھا کر کھجوریں بیچنا شروع کر دیں اور کھجور کے لئے آواز لگانے لگے۔ ان

کے خاندان والوں نے ان کا یہ کاروبار دیکھا تو جمع ہو کر ان کے پاس آئے اور کہا:
"آپ نے یہ کیا کیا ہے؟ آپ نے تو ہمارے خاندان کی ناک کٹوادی ہے۔"

انہوں نے کہا: "مجھے میرے امامؑ نے عاجزی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ایسا کرنے سے میری جھوٹی انا کو ضرب لگتی ہے اور غرور و تکبر کو ختم کرنے میں مدد ملتی ہے۔"

ان کے خاندان والوں نے کہا: "اگر آپ کو کاروبار ہی کرنا ہے تو پھر لاکھوں کا کاروبار کریں اور پوری مارکیٹ پر چھا جائیں۔"

انہوں نے کہا: "میرا مقصد زیادہ منافع حاصل کرنا اور دولت جمع کرنا نہیں ہے میں چھوٹا موٹا کاروبار کر کے اپنے نفس امارہ کو شکست دینا چاہتا ہوں۔"

آخر میں انہوں نے آٹے کی ایک چکی خریدلی اور سارا دن چکی پر دانے پیسا کرتے تھے۔ (بحار الانوار ج۱۶ ص ۱۵۵)

ہر حال میں متواضع رہیں

احمد بن محمد بزنطی کہتے ہیں کہ ایک رات میں اور صفوان بن یحیٰ اور محمد بن سنان اور عبداللہ بن مغیرہ امام علی رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم کچھ دیر امام عالی مقامؑ کے پاس بیٹھے پھر ہم نے واپس جانے کے لئے آپؑ سے اجازت طلب کی تو امامؑ نے سب کو اجازت دی مگر مجھے فرمایا: "احمد تم یہاں بیٹھے رہو۔"

میرے تمام دوست چلے گئے۔ میں امامؑ کے پاس بیٹھا رہا اور گفتگو کرتا رہا۔ میں سوال کرتا رہا اور امام جواب دیتے رہے اور یوں رات کا ایک حصہ گزر گیا۔ میں نے ارادہ کیا کہ اب اپنے مولاؑ سے اجازت لے کر گھر جاؤں۔ اس وقت امام

علی رضاؑ نے فرمایا: "اس وقت گھر جاؤ گے یا یہاں سونا پسند کرو گے؟"

میں نے عرض کی: "جیسا آپؑ حکم دیں گے میں اس کی تعمیل کروں گا۔"

امامؑ نے فرمایا: "اس وقت کافی دیر ہو چکی ہے لوگ سو چکے ہیں اور اس وقت تمہاری حویلی کے در پہ زنجیر لگی ہوگی بہتر یہی ہے کہ تم یہیں سو جاؤ۔"

میں وہاں لیٹا تو امامؑ زنانہ میں چلے گئے۔ میں سمجھا کہ امامؑ اب واپس یہاں نہیں آئیں گے۔ اس وقت میں نے وضو کیا اور دو رکعت نماز شکرانہ ادا کر کے سر سجدہ میں رکھا اور کہا اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے مجھے علوم انبیاء کے وارث کی نظر میں وہ مقام و مرتبہ عطا کیا جو میرے باقی دوستوں کو حاصل نہیں ہے۔ میں ابھی حالت سجدہ میں ہی تھا کہ امامؑ خلافِ توقع زنانہ سے باہر تشریف لائے اور پاؤں کی ٹھوکر سے مجھے متوجہ کیا۔ میں سجدہ سے اٹھ بیٹھا تو امام علی رضاؑ نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہاتھ میں لیا اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا: "احمد! ایک مرتبہ امیر المؤمنین علیہ السلام صعصعہ بن صوحان کی عیادت کے لئے اس کے گھر تشریف لے گئے اور جب وہاں سے اٹھنے لگے تو فرمایا: "اے صعصعہ خبردار! میرے یہاں آنے کو اپنے باقی مؤمن بھائیوں پر ذریعہ افتخار نہ بنانا۔ خدا سے ڈرنا اور میری اس عنایت کو اپنی فضیلت کا سبب قرار نہ دینا۔"

یہ کہہ کر امام علی رضا علیہ السلام میرے پاس سے اٹھ کر چلے گئے۔ (منتہی الآمال ج ۲ ص ۲۳۹)

انکساری سے پیش آنے کا اجر

محدث نوری دارالسلام کی جلد دوم میں رقم طراز ہیں۔ مالیات کے ایک

حکومتی تحصیلدار نے ایک مرتبہ امیر المؤمنینؑ کے ایک زائر کو نجف اشرف میں زود کوب کیا اور اس بے چارے زائر کو اتنا مارا کہ وہ مرنے کے قریب ہو گیا۔

زائر نے تحصیلدار سے کہا: "تو نے مجھ پر ظلم کیا ہے اور میں امیر المؤمنینؑ کی خدمت میں تمہارے ظلم و ستم کی شکایت کروں گا۔"

تحصیلدار نے کہا: "میں تمہاری ان باتوں سے ڈرنے والا نہیں ہوں۔"

زائر نے امیر المؤمنین علیہ السلام کی قبر اطہر پر اس تحصیلدار کے ظلم و ستم کی شکایت کی اور کہا: "مولاؑ! میں آپ کا زائر اور مہمان ہوں، آپؑ کا حق بنتا ہے کہ آپؑ اپنے زائرین کو ظالموں سے بچائیں اور ظالموں کو سخت سزا دیں۔"

حرم امیر المؤمنین علیہ السلام میں کچھ ایسے زائر بھی موجود تھے جنہوں نے اس زائر کو اپنی آنکھوں سے ظلم و ستم کا نشانہ بنتے ہوئے دیکھا تھا ان سب نے آمین کہی۔ زائر صبح، ظہر اور نماز مغرب کے وقت امیر المؤمنینؑ کی خدمت میں مسلسل یہی درخواست پیش کرتا رہا۔

رات کو سویا تو اس نے عالم خواب میں ایک عظیم الشان ہستی کو گھوڑے پر سوار دیکھا اور انہوں نے اس کا نام لے کر اسے آواز دی۔ زائر نے عالم خواب میں پوچھا کہ: "آپ کون ہیں؟"

تو انہوں نے کہا: "میں وہی ہوں جس کی زیارت کے لئے تم آئے ہو، میں علی بن ابی طالبؑ ہوں۔"

زائر کہتا ہے جب میں نے یہ سنا تو چاہا کہ اپنے مقام سے اٹھ کر آپ کے قدموں کا بوسہ لوں۔ مگر انہوں نے فرمایا: "بس رک جاؤ۔"

اس کے بعد میرے پاؤں میں چلنے کی سکت نہ رہی۔ میں جہاں تھا وہیں

رک گیا۔ پھر آپؑ نے فرمایا: "تم نے فلاں شخص کی ہمارے پاس شکایت کی ہے؟"

میں نے عرض کی: "جی ہاں! اس نے مجھے آپؑ کی محبت کی وجہ سے اذیت دی ہے۔"

آپؑ نے فرمایا: "میری وجہ سے اسے معاف کر دو۔"

میں نے کہا: "مولاؑ! میں اسے معاف نہیں کروں گا۔"

آپؑ نے تین مرتبہ یہی الفاظ دہرائے اور میں نے تینوں مرتبہ انکار کیا۔

صبح اٹھ کر زائر نے باقی زائرین کو اپنا خواب سنایا تو باقی زائرین نے کہا: "تمہیں چاہئے کہ تم اسے معاف کر دو۔"

مگر زائر نے کہا: "میں اس ظالم کو ہرگز معاف نہیں کروں گا۔"

دوسرے دن زائر نے پھر رو رو کر اس ظالم کی شکایت کی۔ اس رات بھی مولا علی علیہ السلام کی اسے زیارت نصیب ہوئی اور آپؑ نے اسے معاف کرنے کے لئے کہا۔ مگر زائر نے معاف کرنے سے معذرت کی۔

تیسرے دن زائر نے مزید رو رو کر ظالم کے خلاف شکایت کی اور جب آپؑ نے فرمایا: "اے میرے زائر! مجھے سزا دینے میں دیر نہیں لگتی لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم اسے معاف کر دو کیونکہ میں اس کی ایک نیکی کا مقروض ہوں۔

ایک مرتبہ وہ بغداد کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں اس کی نظر میرے قبہ پر پڑی تو وہ اپنی سواری سے احتراماً اترا اور جب تک میرا روضہ اسے نظر آتا رہا وہ پیدل چلتا رہا۔ اسی لئے میں اس کی اس نیکی کا مقروض ہوں۔ تم اسے معاف کر دو۔ عنقریب اسے توبہ کی توفیق ملے گی اور وہ ہمارا سچا خادم بن جائے گا اور تم

پر جو اس نے ظلم کیا ہے میں قیامت کے دن تمہیں اس کا بدلہ دوں گا۔"

زائر نے خواب میں کہا: "مولا میں اب راضی ہوں۔"

صبح ہوئی تو وہی تحصیلدار اس زائر کو ملا اور پوچھا کہ: "تم نے شکایت تو کی ہوگی لیکن دیکھو مجھے کچھ بھی نہیں ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری شکایت کسی نے نہیں سنی۔"

زائر نے کہا: "تم غلط سمجھتے ہو۔ امیر المؤمنینؑ کو آج تک تمہاری ایک نیکی یاد ہے جس کی وجہ سے انہوں نے تمہیں کچھ نہیں کہا۔"

تحصیلدار نے تفصیل پوچھی تو زائر نے بتایا: "امیر المؤمنینؑ نے مجھے بتایا ہے کہ ایک دفعہ یہ شخص ساوہ کے قصبہ سے بغداد جارہا تھا کہ اس کی نظر میرے قبہ اطہر پر پڑی تھی تو یہ ازروئے احترام اپنے گھوڑے سے اتر پڑا تھا اور جب تک میرا قبہ اسے نظر آتا رہا یہ پیدل چلتا رہا۔ اسی لئے امیر المؤمنین علیہ السلام مسلسل تین راتوں تک مجھے معاف کرنے کا مشورہ دیتے رہے۔"

جب تحصیلدار نے زائر کی زبانی یہ واقعہ سنا تو زائر کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا اور رو رو کر اپنی غلطی کی معافی مانگی اور اس نے ایک ہزار دینار زائرین میں تقسیم کئے اور تمام زائرین کو پر تکلف دعوت دی۔

بلندی کے لئے تواضع ضروری ہے

ایک شخص جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے کے لئے آیا اور آپ کے دروازے پر دستک دی۔

اندر سے آپؐ نے فرمایا: "کون؟"

تو اس نے کہا: "اَنَا" (میں ہوں۔)

اس وقت آپؐ حجرہ سے باہر تشریف لائے فرمایا: "اَنَا" میں کہنے والا کون ہے؟ "اَنَا" کا لفظ صرف اللہ تعالیٰ کو زیب دیتا ہے۔ اللہ کہتا ہے: "انا الجبار، انا القهار، انا الخالق" میں جبار ہوں، میں قہار ہوں، میں خالق ہوں۔"

اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے لئے دو رسیاں مقرر کی ہیں ایک رسی زمین سے شروع ہو کر عرش تک جاتی ہے اور وہاں اس کا سرا ایک فرشتہ کے ہاتھ میں ہے اور دوسری رسی زمین سے شروع ہو کر نیچے تحت الثریٰ تک جاتی ہے۔ جہاں اس کا سرا فرشتہ کے ہاتھ میں ہے۔ اگر کوئی شخص تواضع اور عاجزی اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ عرش والے فرشتہ کو حکم دیتا ہے کہ ہمارے بندہ نے انکساری اختیار کی ہے لہذا تم اسے بلند کرو۔ یہاں تک وہ اسے زمین سے کھینچ کر عرش پر پہنچا دیتا ہے۔

اگر کوئی شخص تکبر کرتا ہے تو اللہ تحت الثریٰ والے فرشتہ کو حکم دیتا ہے کہ ہمارا بندہ اپنی اصلیت کو بھول چکا ہے اور وہ تکبر کرنے لگا ہے تم اسے اٹھا کر تحت الثریٰ کی پستی میں پہنچا دو۔ چنانچہ وہ فرشتہ اسے فرشِ زمین سے اٹھا کر پستیوں کی انتہا تک پہنچا دیتا ہے۔(انوار نعمانیہ ص ۲۶۸)

وضاحت: دو رسیوں سے مراد ظاہری اور دکھائی دینے والی رسیاں نہیں ہیں۔ اس سے مراد وہ قوت ہے جو دونوں فرشتوں کے ہاتھ میں ہے۔

سعدی ..... بزمِ علماء میں

شیخ سعدی نے بوستان کے باب تواضع میں ایک حکایت نقل کی ہے کہ

ایک مرتبہ ایک عالم اور دانشور پھٹا پرانا لباس پہن کر علماء کی محفل میں وارد ہوا اور ایک عالم کے قریب بیٹھ گیا۔ محفل میں موجود علماء اسے پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھنے لگے، ان کی نگاہیں واضح طور پر یہ پیغام سنا رہی تھیں کہ تجھے بزمِ علماء میں اس طرح بیٹھنے کی جرأت کیسے ہوئی؟ سعدی کے بقول حالت یہ ہوئی :

نگہ کرد قاضی در او تیز تیز
معرّف گرفت آستینش کہ خیز

قاضی نے گھور گھور کر اسے دیکھا اور نوکر نے آکر اس کی آستین پکڑ کر کہا کہ اٹھو اور اسے حاضرین کی مجلس کے ایک کونے میں بٹھا دیا گیا۔

علماء نے ایک مسئلہ پر بحث شروع کی لیکن بحث میں ایسے الجھے کہ سرا کسی کے ہاتھ نہ آیا اور مسئلہ کسی طرح حل نہ ہوا۔ جب تمام علماء اس مسئلہ میں عاجز آگئے تو پھٹے پرانے لباس والے شخص نے اس مسئلہ پر بحث و گفتگو شروع کی اور اس کے تمام پہلوؤں پر اس انداز سے روشنی ڈالی کہ پورا مجمع عش عش کر اٹھا۔

یہ دیکھ کر قاضی نے اپنی دستار خادم کی ہاتھ بھیجی تاکہ اس گمنام عالم کے سر پر رکھی جائے مگر اس نے دستار اپنے سر پر سجانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ مجھے تکبر کے اس وسیلے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر میں نے تمہاری طرح سے یہ لباس زیب تن کر لیا تو میں بھی لوگوں کو حقیر سمجھنا شروع کر دوں گا۔

چون مولام خوانند و حبر کبیر
نمایند مردم بچشم حقیر
تفاوت کند هرگز آب زلال؟
گرش کوزه زرین بودیا سفال

چه خوش گفت خر مهره ای در گلی
چو برداشتش پر طمع جاهلی
مراکس نخواهد خریدن بهیچ
بدیوانگی در حریرم مپیچ
نه منعم بمال ازکسی بهتراست
خرار جل اطلس بپوشد خراست

تشریح: جب مجھے بھی مولانا اور عالم کبیر کے نام سے پکارا جائے گا تو مجھے بھی لوگ حقیر نظر آنے لگیں گے۔

ٹھنڈا اور میٹھا پانی خواہ سنہری جام میں ہو یا مٹی کے پیالے میں، اس سے پانی پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یعنی (انسان کے سر کو علم کی ضرورت ہے۔ مجھے تمہاری طرح سے اپنے سر کے لئے خوبصورت دستار کی ضرورت نہیں ہے۔)

مٹی میں پڑی ہوئی کوڑی نے اپنے اٹھانے والے جاہل لالچی سے کیا ہی خوب کہا تھا کہ بازار میں میرا کوئی خریدار نہیں ہے۔ لہذا بے وقوفی نہ کر اور مجھے ریشم میں مت لپیٹ کوئی شخص مال و دولت کی وجہ سے کسی سے بہتر نہیں ہوتا۔ گدھے کو اگر اطلس کی چادر بھی پہنائی جائے تو وہ پھر بھی گدھا ہی رہے گا۔

نو وارد عالم کی شیریں بیانی اور استدلال کو دیکھ کر پورا مجمع انگشت بدنداں رہ گیا اور پورا مجمع اس سے ہاتھ ملانے کے لئے ایک دوسرے سے سبقت کرنے لگا لیکن نو وارد نے وہاں بیٹھنا مناسب نہ جانا اور فوراً وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔

قاضی نے ان کے نام و نشان کی تحقیق کے لئے ایک شخص کو روانہ کیا۔ اس کے بعد کا حال سعدی کے اپنے الفاظ میں سنیں :

نقیب از پیش رفت و ہر سو دوید
کہ مردی بدین نعت و صورت کہ دید
یکی گفت ازین نوع شیرین نفس
دراین شہر سعدی شناسیم و بس

قاضی کا بھیجا ہوا نمائندہ ہر طرف گیا اور ہر سمت دوڑا اور لوگوں سے پوچھا کہ تم میں سے کسی نے اس شکل و صورت کا آدمی دیکھا ہے؟

تو ایک شخص نے کہا کہ اس قسم کا شیریں سخن شخص تو اس شہر میں صرف سعدی ہی ہے۔ اس کی علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔

علیؑ نے اپنے لئے کیسا لباس پسند کیا؟

ایک مرتبہ امیر المؤمنین علیہ السلام اپنے غلام قنبر کو ساتھ لے کر بازار تشریف لے گئے۔ آپؑ بازار سے پیراہن خریدنا چاہتے تھے۔

آپؑ نے دکاندار سے فرمایا: "مجھے دو پیراہن کی ضرورت ہے۔"

دکاندار نے کہا: "امیر المؤمنینؑ! آپ کو جس قسم کے پیراہن کی ضرورت ہے وہ میرے پاس موجود ہے۔"

جیسے ہی آپؑ نے محسوس کیا کہ دکاندار انہیں پہچانتا ہے تو آپؑ نے اس کی دکان کو چھوڑ دیا۔ ایک اور دکان پر تشریف لائے۔ جہاں دکاندار کا بیٹا خرید و فروخت میں مشغول تھا۔

آپؑ نے لڑکے سے دو پیراہن خریدے۔ ایک پیراہن تین درہم اور دوسرا پیراہن دو درہم میں خریدا۔ پھر آپؑ نے تین درہم والا پیراہن قنبر کو دیا

اور دو درہم والا پیراہن اپنے پاس رکھا۔

قنبر نے عرض کی: "مولا! بہتر یہ ہے کہ یہ پیراہن قیمتی ہے آپؑ اسے پہنیں کیونکہ آپ کو منبر پر بیٹھ کر وعظ و تقریر کرنی ہوتی ہے۔ مجھے کم قیمت پیراہن دے دیں۔"

آپؑ نے فرمایا: "قنبر تم جوان ہو، لہذا تم قیمتی پیراہن پہنو اور میں بوڑھا ہوں مجھے یہی زیب دیتا ہے۔ مجھے اپنے آپ کو تم پر ترجیح دیتے ہوئے خدا سے شرم محسوس ہوتی ہے۔ میں نے پیغمبر اسلامؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا:

البسوھم مما تلبسون واطعموھم مما تأکلون

جو تم خود پہنو وہی غلاموں کو پہناؤ اور جو غذا تم خود کھاؤ غلاموں کو بھی وہی غذا کھلاؤ۔"

پھر امیر المؤمنین علیہ السلام نے وہ پیراہن پہنا۔ اس کی آستین آپؑ کے ہاتھ سے لمبی تھی۔ آپؑ نے زائد حصہ کو کاٹ دیا اور فرمایا: "اس سے کسی ضرورت مند شخص کی ٹوپی بن سکتی ہے۔"

دکاندار لڑکے نے کہا: "اجازت دیں تو میں آپؑ کی آستین سی دوں۔"

آپؑ نے فرمایا: "زمانہ کی گردش آستین سینے سے زیادہ تیز ہے۔"

آپؑ دو پیراہن خرید کر واپس چلے آئے کچھ دیر بعد دکاندار آپؑ کے پاس آیا اور عرض کی: "مولا! معافی چاہتا ہوں دکان پر میرا بیٹا خرید و فروخت کر رہا تھا اس نے آپؑ کو پہچانا نہیں تھا، لہذا اس نے آپؑ سے دو درہم منافع لیا ہے، آپؑ یہ دو درہم واپس لے لیں۔"

آپؑ نے فرمایا "نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہم نے قیمت کے متعلق

تمہارے لڑکے سے مول تول کر لی تھی اور اس مقدار پر ہم دونوں راضی ہو گئے تھے، لہذا تمہیں دو درہم واپس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" (بحار الانوار ج ۹ صفحہ ۵۰۰)

مہاجرین حبشہ کا بیان سنیں

جس زمانہ میں حضرت جعفر طیار دوسرے مہاجرین کی ساتھ حبشہ میں قیام پذیر تھے تو ایک دن نجاشی نے حضرت جعفر کو اپنے ہاں بلایا۔

جناب جعفر طیار اپنے ساتھیوں سمیت نجاشی کے پاس پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ نجاشی نے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور خاک پر بیٹھا ہوا ہے۔

نجاشی کی یہ حالت دیکھ کر مہاجرین پریشان ہو گئے۔ نجاشی نے کہا کہ : "میرا ایک جاسوس ہے جس کا تعلق بنی ضمرہ سے ہے۔ اس نے مجھے خبر سنائی ہے کہ اللہ نے اپنے رسولؐ کو دشمنوں پر فتح عطا فرمائی ہے اور فلاں فلاں مشہور کافر قتل ہوئے ہیں اور فلاں فلاں کو لشکر اسلام نے اپنا قیدی بنا لیا ہے اور یہ واقعہ جنگ بدر کے مقام پر واقع ہوا ہے۔"

یہ سن کر جعفر طیار نے کہا: "پھر آپ نے پرانا لباس کیوں پہن لیا ہے اور آپ خاک پر کیوں بیٹھے ہیں؟"

نجاشی نے کہا: "ہمیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ جب بھی اللہ کی طرف سے تم کو مسلسل نعمت ملے تو تمہیں مسلسل انکساری کرنی چاہئے۔ اللہ نے مجھے محمدؐ جیسا نبی عطا کیا ہے اور اللہ نے اسے دشمنوں پر فتح دی ہے اسی نعمت کے شکرانہ کے طور پر میں انکساری کر رہا ہوں۔"

جب پیغمبر اکرمؐ کو اس واقعہ کی خبر ملی تو ارشاد فرمایا: "**ان الصدقة تزید صاحبها کثرة فتصدقوا یرحمکم الله وان التواضع صاحبه رفعة فتواضعوا یرفعکم الله وان العفو یزید صاحبه عزا فاعفوا یعزکم الله**"

"صدقہ دولت و ثروت کے اضافہ کا سبب ہے تم صدقہ دو اللہ تم پر رحم کرے گا۔ تواضع بلندی کا سبب ہے تم تواضع کرو اللہ تمہیں بلندی دے گا اور عفو و درگزر عزت کا سبب ہے تم عفو و درگزر کرو اللہ تمہیں عزت دے گا۔"

وضاحت حبشہ کے بادشاہوں کو نجاشی کہا جاتا تھا۔ یہاں نجاشی سے مراد وہ بادشاہ ہے جس نے مہاجرین حبشہ کو پناہ دی تھی اور فتح مکہ سے قبل رسول مقبولؐ پر ایمان لایا تھا۔ اس کا اصلی نام اصحمہ بن بحر تھا۔ جب اس کی وفات ہوئی تو پیغمبر خداؐ نے اس کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی تھی۔ محدثین لکھتے ہیں کہ جنازہ کے وقت جبرئیل امین نے نجاشی کا جنازہ حضورؐ کے سامنے رکھ دیا تھا۔

ایاز اپنی حیثیت کو پہچان

ایاز ایک غلام تھا جسے سلطان محمود غزنوی نے بازار سے خریدا تھا۔ ایاز کے مخفی جوہر آہستہ آہستہ سلطان کے سامنے کھلتے گئے تو اس نے ایاز کو اپنا مقرب بنالیا یہ قربت اتنی بڑھی کہ اس کے باقی وزراء و امراء ایاز سے حسد کرنے لگے۔

ایاز کا اصول تھا کہ وہ روزانہ سلطان کے دربار سے اٹھ کر اپنے ایک مخصوص کمرے میں آتا اور کچھ وقت وہاں گزار کر اپنے محل میں آتا تھا اور وہ اپنے مخصوص کمرے میں کسی کو آنے کی اجازت نہ دیتا تھا۔

حاسد وزیروں نے سلطان سے شکایت کی کہ : "ایاز آپ کی برائی کا خواہاں

ہے۔ اس نے اپنے لئے ایک علیحدہ کمرہ بنایا ہوا ہے جہاں وہ کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتا۔ ہمارا خیال ہے کہ وہ اس کمرے میں بیٹھ کر آپ کے مخالفین سے خط و کتابت کرتا رہتا ہے۔"

یہ سن کر سلطان نے کہا: "آج ہم اس کے کمرے کو اندر سے دیکھیں گے۔"

جب ایاز دربار سے اٹھ کر چلا تو وہ حسبِ معمول اس کمرہ کی طرف گیا۔ جب وہ کمرہ میں کھڑا تھا تو سلطان نے اس کے دروازہ پر دستک دی اور کہا "ایاز دروازہ کھولو۔"

سلطان کی آواز سن کر ایاز نے دروازہ کھولا تو سلطان یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ اس نے پھٹا پرانا لباس پہنا ہوا تھا اور قد آدم شیشے کے سامنے کھڑا اپنے آپ کو دیکھ رہا تھا۔

سلطان نے ایاز سے پوچھا کہ: "ایاز یہ کیا ہو رہا ہے؟"

تو وفادار غلام نے کہا کہ: "آپ نے مجھے بے حد عزت سے نوازا ہے کبھی کبھی میرا نفس سرکشی کرنے لگتا ہے۔ اسی لئے میں روزانہ اس کمرہ میں آکر اپنا دورِ غلامی کا لباس پہن لیتا ہوں اور اس آئینہ کے سامنے کھڑا ہو کر اپنے آپ سے کہتا ہوں: "ایاز اپنی حیثیت کو پہچان لے۔" تو اس طرح میرے ذہن سے تکبر و غرور دور ہو جاتا ہے۔" (مثنوی مولوی سے اقتباس)

ایاز کی اس مثال کو سامنے رکھ کر ہم بھی عبرت حاصل کریں کہ ہماری اصلیت کیا ہے اور ہم اپنے آپ کو کیا سمجھ رہے ہیں۔

ایک وہ وقت تھا کہ ہم بالکل ذرہ ناچیز تھے اور پھر نطفہ کی شکل میں رحم

مادر میں داخل ہوئے اور خون میں غوطہ زن رہے اور ہماری تخلیق اس نطفہ گندیدہ سے ہوئی جس سے انسانی طبیعت نفرت کرتی ہے۔ اسی لئے قرآن نے انسان کو اس کی اصلیت یاد دلائی ہے اور فرمایا: "**فلینظر الانسان مما خلق خلق من مآء دافق یخرج من بین الصلب والترائب**" (سورۃ الطارق)

انسان کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے پیدا ہوا۔ وہ ایک ٹپکتے ہوئے پانی سے پیدا ہوا جو باپ کی پشت اور ماں کی ہڈیوں سے برآمد ہوتا ہے۔

پھر وہ وقت بھی آیا جب ہم نے شکم مادر سے زمین پر قدم رکھا اس وقت ہم اتنے عاجز تھے کہ رونے کے سوا کچھ بھی کرنے کی قابل نہ تھے۔ مکمل طور پر بے بس اور مکمل طور پر لاعلم تھے۔ قرآن نے انسان کو اس کا وہ وقت بھی یاد دلایا ہے: "**اخرجکم من بطون امھاتکم لاتعلمون شیئا فجعل لکم السمع والابصار والا فئدة**" اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے شکم سے برآمد کیا، تم کچھ بھی نہ جانتے تھے، تمہارے علم کے لئے اس نے کان آنکھیں اور دل بنائے۔"

اہلبیتؑ کا کردار بھی ایسا ہی ہے۔ ایک مرتبہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ایک بدصورت بادیہ نشین کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتے رہے اور اٹھتے وقت فرمایا: "میرے لائق کوئی خدمت ہو تو میں حاضر ہوں۔"

کسی نے امام سے کہا: "آپؑ جیسی شخصیت کو ایک بدصورت اور گمنام شخص سے باتیں کرنے اور اس کی ضرورت پوچھنے کی کیا ضرورت تھی؟"

فقال: عبد من عبید اللہ واخ فی کتاب اللہ وجار فی بلاد اللہ یجمعنا وایاہ خیر الاباء ادم و افضل الادیان الاسلام ولعل الدھر یرد من حاجتنا الیه فیردنا بعد الزھو علیه متواضعین بین یدیه.

آپؑ نے جواب میں فرمایا: "اس سے نفرت کرنے کی کیا ضرورت ہے جب کہ وہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہے اور کتاب اللہ میں وہ ہمارا بھائی ہے۔ اور اللہ کے ملک میں وہ ہمارا ہمسایہ ہے۔ باپ کے اعتبار سے وہ ہمارے باپ آدم کا بیٹا ہے اور دین کے لحاظ سے وہ ہمارے بہترین دین اسلام کا پیروکار ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی تو ممکن ہے کہ انقلاب زمانہ کے تحت کسی روز ہم بھی اپنی حاجات اس کے سامنے پیش کرنے پر مجبور ہو جائیں اور آج تو ہم اس کے مقابلہ میں تکبر کریں اور کل ہم اس کے سامنے عاجز و بے بس نظر آئیں۔"

آج کے انسان کو چاہئے کہ وہ دانائے راز علیؑ سے اپنی قدر و قیمت سنے، حضرت علیؑ فرماتے ہیں: "عجبت لمن کان اولہ نطفة واخرہ جیفة وما بین ذلك حامل العذرة کیف یتکبر.

مجھے تعجب ہے اس پر جس کا آغاز نطفہ اور جس کا انجام مردہ ہے اور آغاز و انجام کے درمیان وہ نجاست اٹھائے پھرتا ہے۔ وہ کیسے تکبر کر سکتا ہے؟"

تواضع و انکساری سے آپ دوسروں کے دلوں میں اپنے لئے محبت پیدا کر سکتے ہیں اور یوں آپ کے الجھے ہوئے مسائل چشم زدن میں حل ہو سکتے ہیں۔

چند روایات

فی وصایا النبی لامیر المؤمنین: یا علی واللہ لو ان الوضیع فی قعر بئر لبعث اللہ الیہ ریحا یرفعه فوق الاخیار فی دولة الاشرار.

"سفینہ لفظ تواضع"

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو کچھ

وصیتیں فرمائی تھیں جن میں ایک وصیت یہ تھی: "یا علیؑ! تواضع کرنے والا شخص کنوئیں کی گہرائی میں بھی کیوں نہ پڑا ہو تو بھی اللہ اس کے لئے ہوا چلائے گا جو اسے ستم گروں کی حکومت میں ممتاز لوگوں سے بھی بلند کرے گی۔"

واعتمدو اوضع التذلل علی رؤسکم والقاء التعزز تحت اقدامکم وخلع التکبر من اعناقکم واتخذو التواضع مسلحة بینکم و بین عدو کم ابلیس وجنودہ فلو رخص اللہ فی الکبر لاحد لرخص فیہ لخاصة انبیائه واولیائه و لکنه سبحانه کرہ لهم التکابر ورضی لهم التواضع فالصقوا بالارض خدودهم و عفروا فی التراب وجوههم و خفضوا اجنحتهم للمؤمنین ...

عاجزی وانکساری کو سر کا تاج بناؤ۔ تکبر اور خود خواہی کو پیروں تلے روندو اور تکبر اور رعب و دبدبہ کا طوق گردن سے اتارنے کا مضبوط عزم کرلو۔ اپنے اور اپنے دشمن شیطان اور اس کی فوج کے درمیان عاجزی اور انکساری کا مورچہ قائم کرو۔ اگر خداوند عالم اپنے بندوں میں سے کسی ایک کو بھی تکبر و رعب کی اجازت دے سکتا ہوتا تو وہ اپنے مخصوص انبیاء و اولیاء کو اس کی اجازت دیتا لیکن اس نے ان کو کبر و غرور سے بیزار ہی رکھا اور ان کے لئے عجز و انکساری ہی کو پسند کیا۔

چنانچہ انہوں نے اپنے رخسار زمین سے پیوستہ اور چہرے خاک آلود رکھے اور مؤمنین کے آگے تواضع و انکسار سے جھکتے رہے۔ وہ دنیا میں کمزور و بے بس تھے۔

"نہج البلاغہ: خطبہ قاصعہ سے اقتباس"

عن ابی عبداللہؑ قال: مرعلی بن الحسین علیهما السلام علی المجذومین وهوراکب حمارہ وهم یتغدون فدعوہ الی الغداء فقال امانی لولانی صائم

لعلت فلما صارالی منزله امر بطعام فضع و امران یتنو قوافیه ثم دعاهم فتغدوا عنده و تغدی معهم.

"الکافی ج ۲ صفحہ ۱۲۲"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "امام علی زین العابدین علیہ السلام کا گزر جذامیوں کی جماعت سے ہوا، اس وقت آپؑ گدھے پر سوار تھے۔ جذامی کھانا کھا رہے تھے انہوں نے آپؑ کو کھانا کھانے کی دعوت دی۔ آپؑ نے فرمایا اگر میں حالتِ روزہ میں نہ ہوتا تو میں تمہارے ساتھ ضرور شرکت کرتا۔ جب آپؑ گھر پہنچے تو آپؑ نے ان کے لئے پر تکلف کھانا تیار کرایا۔ پھر آپؑ نے انہیں دعوت دی اور ان کے ساتھ آپؑ نے بھی بیٹھ کر کھانا تناول کیا۔"

عن ابی عبداللّٰه علیه السلام قال: من التواضع ان ترضٰی بالمجلس دون المجلس وان تسلم علی من تلقٰی و ان تترك المراء وان كنت محقا و ان لاتحب ان تحمد علی التقویٰ.

"الکافی ج ۲ صفحہ ۱۲۲"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "تواضع کی علامت یہ ہے کہ تم محفل کے آخری حصے میں بیٹھنے پر راضی رہو اور ہر ملنے والے کو سلام کرو اور تم حق پر ہونے کے باوجود بحث و مجادلہ سے گریز کرو اور تمہیں اپنی پرہیزگاری کی تعریف سننا پسند نہ ہو۔"

قال عیسی بن مریم للحواریین لی الیکم حاجة اقضو هالی فقالوا قفینا حاجتك یا روح اللّٰه فقام لغسل اقدامهم . فقالوا کنا احق بهذا منك ، فقال احق الناس بالخدمة العالم انما تواضعت هکذا لکی ماتتواضعوا بعدی فی الناس کتواضعی لکم ثم قال عیسی بالتواضع تعمر الحکمة لا بالتکبرو کذلك فی السهل ینبت

لا فی الجبل.

"وسائل جہاد نفس صفحہ ۵۰۵"

ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے فرمایا: "تم سے مجھے ایک حاجت ہے۔"

حواریوں نے کہا: "ہم آپؑ کی حاجت پوری کریں گے۔"

آپ اٹھے اور ان سب کے پاؤں دھوئے۔

حواریوں نے کہا: "ہمارا حق بنتا تھا کہ ہم آپؑ کے پاؤں دھوتے، آپؑ نے یہ کیا زحمت فرمائی ہے؟"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "میں نے اس لئے تمہارے پاؤں دھوئے ہیں تاکہ تم بھی میرے بعد لوگوں کے پاؤں دھوؤ۔ عالم کو چاہئے کہ وہ تواضع کی ابتدا کرے۔ میرے بعد تم بھی میری طرح سے تواضع کرنا۔"

پھر آپؑ نے فرمایا. "تواضع سے ہی دانش و حکمت کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے تکبر سے نہیں۔ کیونکہ پیداوار نرم زمین میں ہوتی ہے پہاڑ پر نہیں ہوتی۔"

باب دوم

تکبر و خود پسندی کی مذمت

مکھی کیوں پیدا ہوئی؟

ایک دن منصور دوانیقی تخت پر بیٹھ ہوا تھا کہ اس کے جسم پر آکر ایک مکھی بیٹھ گئی۔ منصور نے اسے اڑایا تو وہ اس جگہ سے اٹھ کر دوسری جگہ پر بیٹھ گئی۔ اس نے پھر اڑایا تو وہ کسی اور جگہ بیٹھ گئی۔ منصور مکھی کو اڑا اڑا کر بہت تنگ آگیا۔ مگر مکھی نے منصور کے جسم سے اٹھنا گوارا نہ کیا۔

منصور نے کہا: "اگر اس وقت کوئی عالم ہمارے ملنے کے لئے موجود ہو تو اسے میرے پاس لایا جائے۔"

اتفاق سے مقاتل بن سلیمان موجود تھے، انہیں منصور کے پاس لایا گیا تو منصور نے کہا: "ہر چیز کی تخلیق کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہے، آپؒ مجھے بتائیں کہ مکھی کی تخلیق کا کیا مقصد ہے؟"

مقاتل نے فوراً کہا کہ "اللہ نے ظالم اور ستم گر لوگوں کو ذلیل کرنے کے لئے مکھی کو پیدا کیا۔"

منصور یہ جواب سن کر سخت شرمندہ ہوا۔ (تتمۃ المنتہی صفحہ ۱۱۹)

شیطان کی بات سن لیں

طوفان نوح کے بعد جب نوح علیہ السلام کی کشتی کوہِ جودی پر ٹھہر گئی تو ابلیس لعین حضرت نوح علیہ السلام کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپؑ نے مجھے کئی سالوں تک کے لئے محنت و مشقت سے بچالیا آپؑ نے گناہ گاروں کے لئے بددعا کر کے کچھ عرصہ کے لئے مجھے آرام کا وقفہ دیا ہے۔ میں اس احسان پر آپؑ کا ممنون ہوں اور آپؑ کو اس کے بدلہ میں تین نصیحتیں کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: "لعین! تو میرا کبھی بھی خیر خواہ نہیں ہو سکتا اسی لئے مجھے تیری نصیحتوں کی ضرورت نہیں ہے۔"

اس وقت اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ: "نوحؑ! اس لعین کی بات سننے میں کوئی حرج نہیں ہے یہ اس وقت آپؑ کو صحیح بات بتانے کے لئے آیا ہے۔"

حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: "بیان کر! تو کیا کہنا چاہتا ہے؟"

ابلیس نے کہا: "میری پہلی نصیحت یہ ہے کہ تکبر سے ہمیشہ پرہیز کرنا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آدمؑ کے سجدے کا حکم دیا تھا تو میں نے تکبر کیا تھا اور سجدہ نہیں کیا تھا۔ اگر میں اس دن تکبر نہ کرتا تو بزم ملائکہ سے مجھے نہ نکالا جاتا اور میں لعین نہ ہوتا۔

میری دوسری نصیحت یہ ہے کہ حرص کے قریب نہ جانا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ آدمؑ کے لئے ساری جنت مباح کی تھی، پوری جنت میں صرف ایک درخت ایسا تھا جس سے منع کیا گیا۔ آدمؑ نے حرص سے کام لیا اور ممنوعہ درخت کے پاس چلے گئے اگر آدم حرص نہ کرتے تو انہیں جنت سے نہ نکالا جاتا۔

اور تمہیں تیسری نصیحت یہ ہے کہ غیر عورت کے ساتھ کبھی تنہا نہ بیٹھنا۔ جہاں بھی دو مرد و عورت اکیلے بیٹھے ہوں تو وہ درحقیقت اکیلے نہیں ہوتے اس مقام پر تیسرا میں ہوتا ہوں۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "نوحؑ! اس لعین کی ان تینوں باتوں کو قبول کرو۔ اس کی یہ باتیں خیر خواہی پر مبنی ہیں۔"(انوار نعمانیہ صفحہ ۸۱)

تنگ دستی بہتر ہے یا مغرور کن دولت؟

امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک دولت مند شخص صاف ستھرے کپڑے پہن کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اتنے میں ایک غریب صحابی پھٹے پرانے کپڑے پہن کر حضور کی خدمت میں آیا اور اس دولت مند شخص کے قریب بیٹھ گیا۔

دولت مند نے اپنے کپڑے سمیٹ لئے۔ یہ دیکھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دولت مند سے فرمایا: "اسے دیکھ کر تم نے جو اپنے کپڑے سمیٹے ہیں تو کیا تم سمجھتے ہو کہ اس کی غربت تمہیں چمٹ جائے گی؟"

اس نے کہا: "نہیں"۔

تو آپؐ نے فرمایا: "تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہاری دولت اس کے پاس چلی جائے گی؟"

اس نے کہا: "نہیں"۔

پھر آپؐ نے فرمایا: "جب ان دونوں میں سے ایک بھی بات نہیں ہے تو تم نے اسے دیکھ کر اپنے کپڑے کیوں سمیٹے؟"

اس نے کہا: "یارسول اللہ! دراصل میرا نفس امارہ برائی کو میرے لئے زینت بنا کر پیش کرتا ہے اور نیکی کو معیوب بنا کر اس سے نفرت دلاتا ہے۔"

پھر اس دولت مند شخص نے کہا: "یارسول اللہ! واقعی مجھ سے غلطی سرزد ہوئی ہے میں اس کی تلافی کے لئے اس غریب کو اپنی آدھی دولت دیتا ہوں۔"

غریب نے کہا: "مجھے منظور نہیں ہے۔"

رسول خداؐ نے فرمایا: "کیا وجہ ہے تم اس کی دولت قبول نہیں کرتے؟"

غریب نے کہا: "یارسول اللہ! اگر میں نے اس کی دولت قبول کرلی تو میں بھی اس کی طرح مغرور بن جاؤں گا۔"

محترم کون اور ذلیل کون؟

امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت سلمان فارسیؓ کے ساتھ ایک عربی کا جھگڑا ہوگیا، عربی نے ازراہِ تکبر سلمانؓ سے کہا کہ: "تیری حیثیت ہی کیا ہے؟"

یہ سن کر حضرت سلمانؓ نے فرمایا: "اما اولی واولك نطفة قذرة واما آخری و آخرك جيفة فتنة فمن ثقلت موازينه فهوالكريم ومن خفت موازينه فهواللئيسم"

تیری اور میری دونوں کی ابتدا نجس نطفہ ہے اور تیری اور میری انتہا بدبودار مردار ہے۔ جس کی نیکیوں کا پلڑا آخرت میں بھاری ہو وہ محترم اور جس کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہو وہ ذلیل ہے۔"

تکبر کی انتہا

جنگ بدر میں ایک مجاہد عمر بن جموح نے ابوجہل پر حملہ کیا۔ عمرو بن جموح نے ابوجہل کی ران پر تلوار کا وار کیا اور ابوجہل نے اس کے بازو پر تلوار ماری جس سے صحابی کا بازو کٹ گیا، مگر تھوڑی سی کھال جڑی ہونے کی وجہ سے ان کا بازو لٹکنے لگا۔ عبداللہ بن مسعود دوڑ کر آئے اس وقت ابوجہل خون میں لت پت تھا۔

عبداللہ نے ابوجہل کو گرا کر اس کے سینہ پر قدم رکھا اور کہا کہ: "اللہ کا شکر ہے جس نے تجھے رسوا کیا۔"

ابوجہل نے کہا: "تو غلط کہتا ہے خدا نے تجھے رسوا کیا ہے، بتاؤ آج حکومت کس کی ہے؟"

عبداللہ بن مسعود نے کہا: "آج اللہ اور اس کے رسولؐ کی حکومت ہے۔"

ابوجہل نے کہا: "ہائے میری بدنصیبی کہ ایک چرواہا میرا قاتل بن رہا ہے۔ کاش آج ابوطالب کا بیٹا مجھے قتل کرتا تو میرے لئے اعزاز ہوتا۔"

پھر اس نے عبداللہ بن مسعود سے کہا کہ: "میرے سینہ سے اتر جا کیونکہ تو نے ایک بلند و بالا مقام پر قدم رکھا ہے۔"

عبداللہ بن مسعود نے کہا: "لعین! تیار ہو جا میں تجھے قتل کرتا ہوں۔"

یہ سن کر ابوجہل نے کہا: "اچھا اگر یہی مقدر ہے تو پھر میری گردن کو کندھوں سے جدا کرنا تاکہ جب محمد کے سامنے ہماری برادری کے باقی سر جائیں اور میرا بھی سر جائے تو چونکہ بالآخر میں سردار ہوں، لہٰذا میری گردن لمبی ہونی چاہئے اور میں مقتولین میں بھی ممتاز نظر آؤں۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا: "ملعون! اس وقت بھی تیرے ذہن سے تکبر ختم نہیں ہوا۔ میں تیری گردن کو تیرے منہ کے پاس سے کاٹوں گا تاکہ تمام مقتولین کے سروں کی بہ نسبت تیرا سر چھوٹا نظر آئے۔"

پھر عبداللہ بن مسعود نے اسے قتل کر دیا اور اس کا سر کاٹ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔

نبی کریمؐ نے اس بدترین دشمنِ اسلام کے سر کو دیکھ کر سجدۂ شکر ادا کیا۔

ایک کتا سلطان کا کھانا لے اڑا

امیر احمد بن اسماعیل سامانی اور عمرو لیث کے درمیان جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں امیر احمد کے پاس بارہ ہزار فوج تھی اور عمرو لیث کے پاس باقاعدہ فوج ستر ہزار تھی اور رضاکار فوج اس کے علاوہ تھی۔

آغازِ جنگ سے قبل باورچی خانہ کا سربراہ عمرو لیث کے پاس آیا اور کہا کہ:
"کھانا تیار ہے آپ پہلے کھانا کھالیں۔"

لیکن عمرو لیث نے جسے اپنی فوج کی کثرت پر گھمنڈ تھا کہا کہ: "دشمن کے پاس تھوڑی سی فوج ہے۔ پہلے ہم اسے شکست دیں گے اور اس کے بعد سکون سے بیٹھ کر کھانا کھائیں گے اور امید ہے کہ اس جنگ کا فیصلہ ایک یا دو گھنٹوں میں ہو جائے گا۔"

صفیں تیار ہوئیں جنگ شروع ہوگئی۔ اتفاق سے عمرو لیث جس گھوڑے پر سوار تھا وہ گھوڑا بے قابو ہو گیا اور دوڑتے دوڑتے امیر احمد سامانی کے لشکر میں پہنچ گیا۔ امیر احمد سامانی کی فوج نے عمرو لیث کو گرفتار کر لیا اور جب عمرو لیث کی فوج

نے اپنے بادشاہ کی گرفتاری کی خبر سنی تو انہوں نے میدانِ جنگ سے فرار اختیار کیا۔ امیر احمد نے حکم دیا کہ عمرو لیث کو گھوڑوں کے اصطبل میں قید کر دیا جائے۔

پورے تین دن تک امیر احمد سامانی کی فوج جشن فتح مناتی رہی اور عمرو لیث کو کسی نے ایک لقمہ تک کھانے کے لئے نہ دیا۔

تیسرے دن عمرو لیث کو اپنا ایک پرانا نوکر نظر آیا جو کہ اسے چھوڑ کر امیر سامانی کے دربار سے ملحق ہو چکا تھا۔ عمرو لیث نے اسے آواز دے کر بلایا اور کہا کہ خدا کا خوف کرو، تین دن سے میں نے کچھ نہیں کھایا، میرے لئے کھانا لاؤ۔

کچھ دیر بعد وہ نوکر ایک دیگچی اصطبل میں لے کر آیا اور دیگچی زمین پر رکھ کر کہا کہ ابھی کچھ دیر انتظار کریں میں کوئی برتن لاتا ہوں۔ یہ کہہ کر نوکر برتن لینے چلا گیا۔

اتنے میں ایک کتا آیا اور دیگچی میں منہ مار کر کھانا کھانے لگا۔ جب تھوڑی دیر بعد نوکر آیا اور کتے کو دیگچی میں منہ مارے کھانا کھاتے دیکھا تو اس نے زور سے کتے کو ڈانٹا۔ کتے نے دیگچی سے منہ نکال کر بھاگنا چاہا تو اس کا منہ دیگچی میں پھنس گیا اور وہ دیگچی کو لے کر دوڑتا ہوا چلا گیا۔ یہ منظر دیکھ کر عمرو لیث ہنسنے لگا۔

امیر اصطبل نے اس سے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا: "میں گردش ایام اور انقلابِ زمانہ کو دیکھ کر ہنس رہا ہوں تین روز قبل ہمارے پاس باورچی خانہ کے سامان سے تین سو اونٹ لدے ہوئے تھے اور آج حالت یہ ہے کہ تین دن کے بعد کھانا آیا اور اسے بھی کتا لے اڑا۔"

غرور کا سر نیچا

۴۶۵ ہجری میں سلطان الپ ارسلان نے پورے ایران کو فتح کیا۔ ایران کے بعد اس نے ماوراء النہر کو فتح کرنے کا قصد کیا اور دریائے جیحون عبور کر کے اس نے قلعہ رزلم کو فتح کیا۔

اس قلعہ کے محافظ یوسف کوتوال خوارزمی کو سلطان ارسلان کے سامنے پیش کیا گیا۔ سلطان نے یوسف سے چند سوالات کئے۔ جن کے جواب یوسف نے بڑی تیزی اور سختی سے دیئے۔

سلطان نے حکم دیا کہ اس گستاخ کو سخت ترین سزا دی جائے تاکہ اس کا دماغ صحیح ہو جائے۔

اتنے میں یوسف کوتوال نے اپنے موزے سے ایک چھری نکال کر سلطان پر حملہ کر دیا۔ سلطان کے محافظ اس کو روکنے کے لئے آگے بڑھے تو سلطان نے تمام محافظوں کو حکم دیا کہ وہ اسے کچھ نہ کہیں۔ سلطان اکیلا ہی اس سے نمٹ لے گا۔ سلطان کو اپنی تیر اندازی پر بڑا ناز تھا اور وہ دشمن کو اہمیت دینے پر تیار نہ تھا۔ سلطان نے اپنی ترکش سے تین تیر نکال کر اس کی طرف پھینکے مگر تینوں تیر خطا گئے۔ اتنے میں سلطان نے چاہا کہ تخت چھوڑ کر اس سے دست بدست لڑائی کرے۔ تخت سے اترنے لگا کہ اس کا قمیض تخت کے ایک سرے میں پھنس گیا اتنے میں یوسف کوتوال نے قریب ہو کر اس پر اپنی چھری کے پے در پے وار کئے۔ سلطان کا وفادار سعد الدولہ سلطان کو بچانے کے لئے آگے بڑھا تو اسے بھی چھری کے زخم لگے۔ چند سپاہیوں نے بڑھ کر مشکل سے یوسف کوتوال کو پکڑا۔ لیکن وہ سلطان کو شدید زخم لگا چکا تھا۔

اس دن سلطان نے مرنے سے پہلے کہا: "آج کا دن میرے لئے بڑا منحوس تھا کیونکہ اس دن میں دو مرتبہ خودپسندی کا شکار ہوا۔ جب کہ آج سے پہلے میرے اندر اتنی خودپسندی کبھی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ پہلی مرتبہ میں اس وقت خودپسندی کا شکار ہوا جب میں نے ٹیلے پر کھڑے ہو کر اپنی فوج کا معائنہ کیا تو میں نے بڑے غرور سے کہا کہ دنیا میں مجھے کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ میں ناقابل تسخیر ہوں اور پھر دوسری مرتبہ میں اس وقت خودپسندی میں مبتلا ہوا جب یوسف کوتوال نے مجھ پر حملہ کیا تو میں نے اپنی قوت بازو پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے محافظوں کو روک دیا اور کہا کہ میں تن تنہا اس سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتا ہوں۔ چنانچہ یہی خودپسندی مجھے لے ڈوبی۔"

آخرکار اس ضربت کی وجہ سے سلطان کی وفات ہوگئی اور اسے شہر مرو میں دفن کیا گیا۔ (اخلاق روحی صفحہ ۳۰۵)

سلیمان بن عبدالملک اموی کی خودپسندی

سلیمان بن عبدالملک بنی امیہ کا بڑا صاحب جبروت بادشاہ گزرا ہے۔ ایک دفعہ اس نے جمعہ کے دن نیا لباس پہنا، اپنے آپ کو معطر کیا اور اپنے عماموں کا صندوق منگوایا۔ ایک عمامہ کو دیکھتا پھر ناپسند کر کے اسے رکھ دیتا۔ پھر دوسرا عمامہ دیکھتا اور اسے بھی اپنے شایانِ شان نہ سمجھتے ہوئے رکھ دیتا آخر سینکڑوں عماموں میں سے اس نے ایک دستار پسند کی اور اسے سر پہ باندھا۔

غرض یہ کہ پوری طرح سج دھج کر بڑے کروفر سے منبر پر آیا اور دوران خطبہ اس نے کہا: "اناالملک الشاب السید المهاب الکریم الوهاب" میں

نوجوان بادشاہ ہوں اور ہیبت والا سردار ہوں اور میں سخی اور بے حد بخشنے والا ہوں۔"

اس کے بعد اس نے خطبہ ختم کیا اور اپنے محل میں واپس آگیا۔ محل میں اسے ایک کنیز نظر آئی تو اس نے کہا کہ: "بتاؤ ہم کیسے لگ رہے ہیں؟"

کنیز نے کہا: "اگر شاعر کا یہ شعر نہ ہوتا تو آپ لاجواب تھے۔"

سلیمان بن عبدالملک نے پوچھا: "کونسا شعر؟"

کنیز نے یہ شعر پڑھا۔

انت نعم المتاع لوکنت تبقی
غیر ان لابقاء للانسان

اگر تو باقی رہنے والا ہوتا تو تو اچھی جنس اور اچھا سرمایہ تھا۔ مگر افسوس کہ انسان کو بقا میسر نہیں ہے۔

کنیز کی زبانی یہ شعر سن کر سلیمان رونے لگا اور دن بھر روتا رہا۔ شام کے وقت سلیمان نے کہا کہ فلاں کنیز کو ہمارے سامنے لایا جائے۔ وہ کنیز حاضر ہوئی تو سلیمان نے کہا کہ: "تو نے یہ شعر کیوں پڑھا؟"

کنیز نے بتایا کہ: "آج پورا دن میں نے تو آپ کو دیکھا تک نہیں، میں یہ شعر کیسے پڑھ سکتی ہوں؟ دوسری کنیزوں نے بھی اس کے بیان کی تصدیق کی۔"

سلیمان نے گھر میں موجود تمام کنیزوں کو بلایا۔ سب نے وہ شعر سنانے سے انکار کر دیا۔ سلیمان سمجھ گیا یہ دراصل ایک غیبی اشارہ تھا۔

اس واقعہ کے چند روز بعد سلیمان مر گیا۔ اس کی بادشاہت اسے موت سے نہ بچا سکی۔

خود پسندی کی وجہ سے لشکر اسلام کو شکست ہوئی

جب رسول خدا نے مکہ فتح فرمایا تو بنی ہوازن کو کسی نے اطلاع دی کہ رسول خداؐ ان پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ بنی ہوازن کے سردار، مالک بن عوف کے پاس آئے اور کہا: "ہم آپ کو اپنا سردار تسلیم کرتے ہیں، آپؐ اپنے جنگی تجربوں کو کام میں لا کر مسلمانوں کو شکست دیں۔"

مالک بن عوف نے کہا: "تم لوگ اپنے بیوی بچوں کو بھی اپنے ہمراہ لے کر آؤ اور اس کے ساتھ اپنے مال مویشی اور سونا چاندی بھی گھروں سے لے کر نکلو تاکہ تمہیں پیچھے کا کوئی خیال نہ رہے اور یکسوئی سے جنگ لڑ سکو۔"

بنی ہوازن اپنے بیوی بچوں اور تمام مویشیوں اور سونا چاندی کو ساتھ لے کر اس کے پاس آئے اور اپنا لشکر لے کر اوطاس کے مقام پر جمع ہوئے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنی ہوازن کے اجتماع کی خبر ہوئی تو آپؐ نے لوگوں کو جہاد کی ترغیب دی اور ان سے نصرت وغنیمت کا وعدہ فرمایا۔

بارہ ہزار کا لشکر اس جنگ کے لئے روانہ ہوا، جن میں دس ہزار وہ صحابہ تھے جو مدینہ سے آپؐ کے ساتھ آئے تھے اور دو ہزار مکہ کے جوان تھے۔

آپ نے ایک بڑا علم تیار کیا اور امیر المؤمنین علیہ السلام کو سالارِ لشکر بنایا۔

جب مسلمانوں نے اپنی جمعیت کو دیکھا تو اپنی کثرت پر ناز کرنے لگے اور حضرت ابوبکر نے جب لشکر اسلام کی کثرت کو دیکھا تو کہا: "لن نغلب الیوم" آج ہم ہرگز مغلوب نہ ہوں گے۔"

ادھر مالک بن عوف نے بنی ہوازن کو کہا کہ: "وہ اپنے بیوی بچوں کو آخر میں رکھیں اور خود پہاڑ کے دونوں اطراف دڑوں میں چھپ کر بیٹھ جائیں اور صبح

دم جیسے ہی محمد کا لشکر دڑے میں نمودار ہو تو اس پر اچانک ہلہ بول دیں۔ اس طرح سے تم کامیابی حاصل کر لو گے کیونکہ تم سے پہلے محمد کی کسی جنگجو قبیلہ سے مڈبھیڑ نہیں ہوئی۔"

پیغمبر اسلامؐ نے فجر کی نماز ادا کی اور اوطاس کے درہ میں داخل ہوئے۔ درہ کے ساتھ والی زمین نشیب کی طرف مائل تھی۔ اسلامی لشکر کی اگلی صف میں بنو سلیم کے جوان تھے۔ اسلامی لشکر جیسے ہی درہ میں داخل ہوا تو بنو ہوازن کے جوانوں نے ان پر یکایک حملہ کر دیا۔ بنو سلیم گھبراہٹ کے عالم میں میدان سے بھاگے۔ انہیں بھاگتا دیکھ کر باقی لشکر بھی بھاگ اٹھا اور حالت یہ ہوگئی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صرف دس جانباز باقی رہ گئے۔

رسول خداؐ نے لشکر اسلام کو آوازیں دیں کہ مجھے چھوڑ کر مت بھاگو۔ اسلام کی ایک مجاہدہ نسیبہ بنت کعب مازینہ دوڑنے والوں کے سر پر خاک ڈالتی اور کہتی: "نامردو کہاں جا رہے ہو؟"

حضرت عمر کو بھاگتا دیکھ کر نسیبہ نے کہا: "عمر تجھ پر افسوس! تو کیا کر رہا ہے؟"

حضرت عمر نے کہا: "یہ سب اللہ کا امر ہے۔"

رسول خداؐ کے پاس صرف دس مجاہد رہ گئے ان میں سے نو بنی ہاشم سے تھے اور ایک ایمن بن ام ایمن تھا جو اس جنگ میں شہید ہوگیا۔ حضرت علی بڑی دلیری سے دشمنوں کے حملے پست کرتے رہے۔

رسول کریمؐ نے عباس بن عبدالمطلب سے کہا کہ تمہاری آواز بہت اونچی ہے تم ان الفاظ سے لوگوں کو بلاؤ: "یا اصحاب سورۃ البقرۃ ویااصحاب بیعۃ

الشجرة الی این تفرون" اے سورہ بقرہ کے اصحاب اور درخت کے نیچے بیعت رضوان کرنے والو! تم مجھے چھوڑ کر کہاں بھاگے جارہے ہو اور تم نے جو وعدہ کیا تھا اپنے اس وعدہ کو یاد کرو۔"

وہ وقت رسالت مآبؐ کے لئے انتہائی پریشانی کا وقت تھا۔ آپؐ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا "پروردگار! حمد تیرے لئے ہے اور تو ہی ہمارا مددگار ہے اور ہماری فریاد سننے والا تو ہی ہے، خدایا! اگر آج یہ گروہ ہلاک ہوگیا تو پھر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔"

عباس نے اپنے سینہ کی پوری قوت سے آواز دی۔ آواز سن کر مسلمان آہستہ آہستہ واپس آنے شروع ہوئے۔ شرم کی وجہ سے رسول خداؐ کے گرد اکٹھے نہ ہوئے اور علم کے نیچے آکر جنگ شروع کردی۔

رسول کریمؐ نے عباس سے پوچھا: "جنگ کرنے والے کون ہیں؟"

تو عباس نے بتایا کہ یہ انصار ہیں۔

پیغمبر اسلامؐ نے رکابوں پر کھڑے ہو کر جنگ کا منظر دیکھا تو فرمایا: "الان حمی الوطیس" اب جنگ کی بھٹی گرم ہوئی اور اسی جنگ میں آپؐ نے یہ رجز پڑھے:

انا النبی لا کذب

انا ابن عبدالمطلب

میں سچا نبی ہوں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

کچھ دیر بعد ہوازن کو شکست ہوئی۔ مسلمانوں کو بے شمار مالِ غنیمت ہاتھ لگا، اسی جنگ میں بنی ہوازن کے چھ ہزار افراد جن میں عورتیں بھی شامل

تھیں، گرفتار ہوئے اور چالیس ہزار بکریاں اور چوبیس ہزار اونٹ اور چار ہزار اوقیہ سونا مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسلمانوں کے اس غرور کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے: "لقد نصرکم اللّٰہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین. اللہ نے بہت سے مقامات پر تمہاری مدد کی اور حنین کے دن جب تمہیں اپنی کثرت پر ناز تھا تو تمہاری کثرت نے تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پشت دے کر بھاگ نکلے۔"

رسول خداؐ نے جنگ حنین کے غنائم اہل مکہ کی تالیفِ قلوب کے لئے مکہ والوں میں ہی تقسیم کردیئے۔ انصار مدینہ میں سے چند لوگوں کو یہ رویہ ناگوار گزرا۔ پیغمبر اسلامؐ کو انصارِ مدینہ کی اس ناراضگی کا علم ہوا تو آپؐ نے فرمایا:

"مدینہ کے تمام انصار جمع ہوجائیں۔"

آپؐ کے حکم کے تحت تمام انصار جمع ہوگئے تو آپؐ نے فرمایا: "اے گروہ انصار! میں تم سے کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں تم میرے سوالوں کا جواب دو۔"

پھر آپؐ نے فرمایا: "کیا تم ایک دوسرے کے دشمن نہ تھے اللہ نے میری وجہ سے تمہیں ایک دوسرے کا بھائی بنایا؟"

انصار نے کہا: "بے شک یہ خدا اور رسول کا ہم پر احسان ہے۔"

پھر آپؐ نے فرمایا: "کیا تم گمراہ نہ تھے اللہ نے تمہیں میرے ذریعہ سے ہدایت دی؟"

انصار نے کہا: "بے شک یہ خدا و رسول کا احسان ہے۔"

پھر آپؐ نے فرمایا: "اگر تم چاہو تو تم بھی مجھے جواب میں یہ کہہ سکتے ہو کہ محمدؐ! تیری قوم نے تجھے مکہ سے نکال دیا تھا ہم نے تجھے پناہ دی، تو خوف زدہ ہو کر ہمارے پاس آیا ہم نے تجھے امن دیا، لوگوں نے تجھے جھٹلایا ہم نے تیری تصدیق کی۔"

آپؐ کے یہ جملے سن کر انصار کے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں اور عرض کی "یا رسول اللہؐ! چند نادانوں کی اس حرکت پر ہم شرمندہ ہیں اور اگر آپؐ پسند کریں تو ہمارا مال بھی اہلِ مکہ میں تقسیم کر دیں ہم اعتراض نہیں کریں گے۔"

پھر آپؐ نے فرمایا: "گروہ انصار! کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے کر جائیں اور تم اللہ کے رسولؐ کو لے کر جاؤ۔"

انصار نے کہا: "ہم راضی ہیں آپ ہمارے حق میں دعا فرمائیں۔"

اس وقت آپؐ نے یہ دعا فرمائی: "**اللھم اغفر للانصار ولا بناء الانصار ولا بناء ابناء الانصار**" خدایا! انصار کو معاف فرما، انصار کی اولاد کو معاف فرما اور انصار کی اولاد کی اولاد کو معاف فرما۔" (نقل از تفسیر برہان و شجرۂ طوبیٰ)

نسل یوسفؑ میں نبوت کیوں نہ چلی؟

جب حضرت یوسفؑ نے اپنا پیراہن اپنے والد بزرگوار کے پاس روانہ کیا اور اس سے ان کی کھوئی ہوئی بینائی لوٹ آئی تو آپؑ نے اپنے خاندان کو مصر روانگی کا حکم دیا۔ پورا خاندان یوسفؑ گم گشتہ سے ملنے کے لئے بے چین تھا۔ چنانچہ یہ قافلہ کنعان سے روانہ ہوا اور تیزی سے سفر کرتا ہوا نویں دن مصر پہنچا۔

حضرت یوسفؑ اپنے ساتھ لشکر لے کر والدین کے استقبال کے لئے روانہ ہوئے، حضرت یعقوبؑ نے جب دور سے یہ لاؤ لشکر دیکھا تو پوچھا "کیا یہ فرعونِ مصر آرہا ہے؟"

بیٹوں نے جواب میں کہا: "نہیں یہ فرعونِ مصر نہیں بلکہ آپؑ کا بیٹا یوسف آرہا ہے۔"

حضرت یوسفؑ نے ارادہ کیا کہ پیادہ ہو کر باپ کا استقبال کریں اور زمینِ ادب کا بوسہ لیں لیکن جب انہوں نے اپنے اعیانِ مملکت کو دیکھا تو ان کی نیت بدل گئی۔

باپ بیٹا گلے ملے، ہجر کی گھڑیاں دور ہوئیں۔ پھر جناب جبرئیل امینؑ حضرت یوسفؑ کے پاس آئے اور کہا: "تم نے ہمارے بندہ کی تعظیم میں کوتاہی کیوں کی؟ اور اس کے لئے تم نے اپنی سواری سے اترنا کیوں گوارا نہ کیا؟ اب اپنا ہاتھ کھولو۔"

جیسے ہی حضرت یوسفؑ نے اپنا ہاتھ کھولا تو انگلیوں سے نور خارج ہوا۔

حضرت یوسفؑ نے جبرئیل امینؑ سے پوچھا: "یہ کیا ہے؟"

انہوں نے کہا: "تم اپنے باپ کی تعظیم کے لئے کھڑے نہیں ہوئے، لہذا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہاتھ سے نورِ نبوت کو خارج کر دیا اور اس کے بجائے اللہ نے لاوی کی اولاد میں سلسلۂ نبوت کو جاری فرمایا۔"

اللہ تعالیٰ کو لاوی کی دو ادائیں پسند آئی تھیں۔ پہلی ادا تو یہ تھی کہ جب بھائیوں نے یوسفؑ کے قتل کا ارادہ کر لیا تھا تو انہوں نے بھائیوں کو قتلِ یوسفؑ سے باز رکھا تھا اور کہا تھا کہ اس کی بجائے انہیں کسی ویران کنوئیں میں ڈال دو۔

ان کی دوسری ادا جو اللہ کو پسند آئی وہ یہ تھی کہ جب حضرت یوسفؑ نے بن یامین کو اپنے پاس روک لیا تھا تو انہوں نے گھر واپس جانے سے انکار کر دیا تھا۔

حضرت موسیٰؑ کا سلسلہء نسب تین پشتوں کے بعد لاوی سے جا ملتا ہے۔

چنانچہ اسی خود پسندی اور غرور کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کی نسل سے اللہ نے نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا۔

یوسفؑ اتنی کم قیمت میں کیوں بکے؟

جب حضرت یوسفؑ کمسن تھے اور اپنے باپ کے گھر میں تھے تو انہوں نے ایک دن آئینہ میں اپنی شکل و صورت کو دیکھا تو اپنی ہی صورت پر فریفتہ ہو گئے اور دل میں کہنے لگے اگر مجھے غلام بنا کر فروخت کیا جائے تو میری قیمت کوئی ادا نہیں کر سکے گا۔

اللہ تعالیٰ کو یوسف علیہ السلام کا یہ ناز پسند نہ آیا اور جب بھائیوں نے انہیں مطری تاجر یقلوص کے ہاتھوں فروخت کیا تو اس نے بائیس درہم قیمت کے طور پر ادا کئے تھے اور ان کو خریدنے کا اسے چنداں شوق نہ تھا۔

"وشروه بثمن بخس دراهم معدودة وكانوافيه من الزاهدين"
(بحار الانوار جلد ۱۲ صفحہ ۲۵۲، نزہۃ المجالس جلد ۱ صفحہ ۱۱۱)

خسرو پرویز تکبر کی وجہ سے ہلاک ہوا

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن سلاطین و امراء کو دعوت اسلام کے خطوط تحریر فرمائے تھے ان میں خسرو پرویز بھی شامل تھا۔

خسرو پرویز ان دنوں ایران کا بادشاہ تھا۔ عبداللہ بن حذافہ رحمۃ للعالمین کا خط لے کر اس کے پاس گئے۔

خسرو پرویز نے مترجم کو بلا کر خط کا ترجمہ کرایا تو خط کا سرنامہ کچھ یوں تھا: "من محمد رسول الله الى كسرى عظيم فارس" محمد رسول اللہ کی طرف سے فارس کے بادشاہ کسریٰ کی طرف۔ سرنامہ دیکھ کر اسے غصہ آیا کہ رسول خداؐ نے اپنا نام میرے نام سے پہلے کیوں تحریر کیا۔ چنانچہ اس نے حضور اکرمؐ کے خط کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور قاصد کو کوئی جواب نہ دیا۔

جب قاصد نے واپس آ کر حضور اکرمؐ کو اس کے اس نازیبا طرز عمل کی خبر دی تو آپؐ نے فرمایا: "اللهم فرق ملكه" خدایا! جس طرح سے اس نے میرے خط کے ٹکڑے کئے اسی طرح تو اس کے ملک کے ٹکڑے کر دے۔"

خسرو پرویز نے یمن کے گورنر باذان کو خط لکھا کہ عرب میں محمد نامی ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ دو طاقت ور آدمی بھیج کر اسے گرفتار کر کے ہمارے پاس روانہ کر دو۔

باذان نے بابویہ اور فرخسرہ نامی دو آدمیوں کو گرفتاری کے لئے مدینہ روانہ کیا۔ دونوں افراد مدینہ آئے انہوں نے اپنے بازوؤں پر سونے کے کنگن پہنے ہوئے تھے اور زرین کمربند کے ساتھ انہوں نے اپنے آپ کو مزین کیا ہوا تھا اور داڑھی مونڈی ہوئی تھی اور مونچھیں رکھی ہوئی تھیں۔

رسول خداؐ نے ان کی شکلیں دیکھ کر نفرت کا اظہار فرمایا اور کہا: "ويلكما من امركما بهذا" تم پر وائے ہو تمہیں کس نے اس کا حکم دیا ہے؟"

انہوں نے کہا کہ: "ہمارے پروردگار کسریٰ نے ہمیں داڑھی منڈوانے اور

مونچھیں بڑھانے کا حکم دیا ہے۔"

آپؐ نے فرمایا: "میرے پروردگار نے مجھے مونچھیں منڈوانے اور داڑھی رکھنے کا حکم دیا ہے۔"

آپؐ نے فرمایا: "اچھا آج رات تم ہمارے ہاں آرام کرو۔ ہم تمہیں کل اس کا جواب دیں گے۔"

جب وہ دوسری صبح کو آپؐ کے پاس آئے تو آپؐ نے فرمایا: "تم باذان سے جاکر کہنا کہ کل رات سات بجے میرے پروردگار نے اس کے پروردگار کسریٰ کو اس کے بیٹے شیرویہ کے ذریعہ سے قتل کرادیا ہے اور ہم عنقریب ان کے ملک کو فتح کریں گے اور اگر تو اپنے عہدہ پر قائم رہنا چاہتا ہے تو ایمان لے آ۔"

یہ واقعہ جمادی الاوّل کی دس تاریخ کو منگل کی رات ۷ھ کو پیش آیا۔ باذان کے نمائندوں نے کاغذ پر وقت دن اور تاریخ لکھ لی اور یمن واپس چلے گئے۔ چند دنوں کے بعد شیرویہ کا خط باذان کو ملا جس میں اس نے لکھا تھا کہ میں نے چند جرائم کی وجہ سے اپنے باپ خسرو پرویز کو قتل کردیا ہے اور میں نے اسے قتل کرکے اقتدار سنبھال لیا ہے اور میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ جس شخص نے حجاز میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے، تم اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔

باذان اور اس کے نمائندوں نے جب خسرو پرویز کی موت کی گھڑی معلوم کی تو وہ وہی تھی جس کی حضور اکرمؐ نے انہیں خبر دی تھی۔ یہ سن کر باذان اور بہت سے دوسرے اہل یمن مسلمان ہوگئے۔ (روضۃ الصفا)

جب اسلامی افواج کے ہاتھوں یزدگرد شاہ ایران کو شکست ہوئی تو اس کی بیٹی گرفتار ہوکر مدینہ آئی۔ حضرت عمر نے چاہا کہ اس کے منہ سے نقاب ہٹاکر

اسے لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ تو اس وقت اس نے اپنے دادا خسرو پرویز کو یاد کرکے فارسی زبان میں کہا: "صورت پرویز سیاہ باد اگر نامہ رسول خدا را پارہ نمیکرد دخترش چنیں وضعی دچار میشد" پرویز کی صورت سیاہ ہوجائے اگر وہ رسول خدا کے خط کو چاک نہ کرتا تو آج اس کی بیٹی کو یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔"

حضرت عمر نے سمجھا کہ قیدی عورت مجھے گالیاں دے رہی ہے یہ سوچ کر انہوں نے اسے مارنے کے لئے تازیانہ اٹھایا تو حضرت امیر المؤمنینؑ نے فرمایا کہ: "آرام سے بیٹھے رہو، اس نے تمہیں کچھ نہیں کہا ہے، اپنے دادا کو بد دعا دے رہی ہے۔"

پھر جب حضرت عمر نے اس کے فروخت کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت علیؑ فرمایا "ان نبات الملوك لاتباع ولو كانوا كفارا" بادشاہ کی بیٹیوں کو فروخت نہیں کرنا چاہئے اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں۔ انہیں چناؤ کا حق دیا جائے وہ جسے پسند کریں ان کے ساتھ ان کی شادی کردی جائے اور ان کا حق مہر ان کے بیت المال کے وظیفہ سے کاٹ لیا جائے۔

جب شہربانو کو حق اختیار ملا تو اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی پشت پر ہاتھ رکھ کر کہا: "اگر مجھے انتخاب کا حق حاصل ہے تو میں اس بدر منیر کا انتخار کرتی ہوں۔"

چنانچہ بی بی شہربانو کا عقد امام حسین علیہ السلام سے کردیا گیا اور ان سے امام زین العابدین علیہ السلام پیدا ہوئے۔ (نقل از ریاحین الشریعہ جلد ۳ صفحہ ۱۴)

ابلیسی غلبہ کا سبب

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دن جناب موسیٰ علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے کہ ابلیس ان کے پاس آیا اور اپنے سر سے ٹوپی اتار کر ان کے سامنے کھڑا ہو گیا اور سلام کیا۔

حضرت موسیٰ نے پوچھا: "تو کون ہے؟"

اس نے جواب دیا: "میں ابلیس ہوں۔"

حضرت موسیٰ نے فرمایا: "خدا تجھے کسی کا ہمسایہ قرار نہ دے۔"

ابلیس نے کہا: "اللہ کے نزدیک آپؑ کا بڑا مقام ہے اس لئے میں آپؑ کو سلام کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔"

حضرت موسیٰ نے فرمایا: "اچھا مجھے یہ تو بتا کہ وہ کونسا گناہ ہے جس کی وجہ سے تو لوگوں پر غالب آجاتا ہے اور لوگ تیرے قابو میں آجاتے ہیں؟"

ابلیس نے کہا: "حضرت! جب کوئی شخص اپنے آپ کو کچھ سمجھنے لگتا ہے اور اس کے ذہن میں انا پرستی اور تکبر پیدا ہوتا ہے تو وہ فوراً میرے قبضہ اختیار میں آجاتا ہے۔ وہی لوگ میرا شکار ہوتے ہیں جو اپنے آپ کو بڑا تصور کرتے ہیں اور اپنے چھوٹے سے کام کو بڑا کارنامہ سمجھتے ہیں اور اپنے گناہوں کو ہلکا محسوس کرتے ہیں۔ ایسے لوگ بڑی آسانی سے میرے جال میں پھنس جاتے ہیں۔"

اس داستان کے آخر میں پیغمبر خداؐ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کو وحی فرمائی۔ "یا داؤد بشر المدنبیں وانذر الصدیقیں" داؤدؑ! گنہگاروں کو میری رحمت کی بشارت دو اور نیک لوگوں کو میرے عذاب سے ڈراؤ۔"

حضرت داؤدؑ نے پوچھا: "خدایا گناہگاروں کو میں کیسے بشارت دوں اور

نیک لوگوں کو میں کیسے ڈراؤں؟"

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "یاداود بشر المذنبین انی اقبل التوبة واعفوعن الذنب وانذر الصدیقین الایعجبوا باعمالهم فانه لیس عبدانصبه للحساب الاهلك" داؤدؑ! گناہگاروں کی بشارت دو کہ میں توبہ قبول کرتا ہوں، گناہ معاف کرتا ہوں اور صدیقین کو ڈراؤ کہ وہ اپنے اعمال پر ناز نہ کریں کیونکہ میں نے جسے بھی مقامِ حساب میں کھڑا کیا تو وہ ہلاک ہو گیا۔" (سفینۃ البحار جلد ۲ صفحہ ۱۶۲)

خود پسندی کتنی بڑی لعنت ہے

انس بن مالک کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ حیات میں ہم ایک شخص کی عبادت سے بڑے متاثر ہوئے ہم نے اس کا نام اور اس کی عبادت کی کیفیت کو حضور اکرمؐ کے سامنے بیان کیا تو آپؐ نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ پھر ہم نے اس کی شکل و صورت بیان کی تو پھر بھی حضور اکرمؐ نے اسے پہچاننے سے انکار کردیا۔ اسی اثناء میں وہ شخص نمودار ہوا تو ہم نے کہا: "یارسول اللہ! وہ شخص یہ ہے۔"

آپؐ نے فرمایا: "تم تو ایسے شخص کی تعریف کر رہے تھے جس کی پیشانی پر ابلیس کی مہر لگی ہوئی ہے۔"

اتنے میں وہ شخص ہمارے قریب سے گزرا لیکن اس نے ہم پر سلام نہ کیا۔

پیغمبر اکرمؐ نے اسے فرمایا: "تجھے خدا کی قسم سچ بتانا جب تو اس گروہ سے گزر رہا تھا تو تو نے اپنے آپ سے یہ نہیں کہا تھا کہ ان میں سے مجھ سے کوئی بھی بہتر نہیں ہے۔"

اس نے جواب دیا: "صحیح ہے۔" پھر وہ نماز کے لئے مسجد میں چلا گیا۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: "کوئی ہے جو اسے جاکر قتل کر دے؟"

حضرت ابوبکرؓ نے کہا: "یارسول اللہؐ! میں جاکر اسے قتل کرتا ہوں۔" تلوار اٹھا کر مسجد میں گئے تو اسے نماز پڑھتے دیکھا۔ دل میں کہا کہ رسول خداؐ تو نمازیوں کے قتل سے ہمیں منع کرتے ہیں تو اس صورت میں بھلا اسے میں کیسے قتل کروں۔ وہ آپؐ کے پاس آئے اور اپنی مجبوری بیان کی۔

آپؐ نے پھر فرمایا: "کوئی ہے جو اسے قتل کرے؟"

حضرت عمرؓ نے کہا: "میں اسے قتل کروں گا۔" تلوار لے کر مسجد میں گئے تو اسے حالتِ سجدہ میں پایا۔ دل میں کہنے لگے کہ ابوبکرؓ مجھ سے بہتر ہیں، جب انہوں نے اسے نمازی سمجھ کر قتل نہیں کیا تو میں اسے کیوں قتل کروں؟ یہ سوچ کر وہ بھی واپس آئے اور حضور کریمؐ کے سامنے اپنی مجبوری بیان کی۔

آپؐ نے پھر فرمایا: "کوئی ہے جو اسے قتل کرے؟"

حضرت علیؑ نے عرض کی: "یارسول اللہؐ! میں اسے قتل کرتا ہوں۔"

آپؐ نے فرمایا: "اگر وہ تمہیں ملا تو قتل کرو گے۔"

حضرت علیؑ تلوار لے کر مسجد میں گئے لیکن وہ شخص مسجد میں موجود نہ تھا۔ حضرت علیؑ رسول خداؐ کی خدمت آئے اور عرض کی: "یارسول اللہؐ! وہ شخص میرے جانے سے پہلے ہی کہیں نکل گیا تھا۔"

آپؐ نے فرمایا: "اگر آج وہ قتل ہو جاتا تو میری امت کے دو افراد میں کبھی اختلاف نہ ہوتا۔"

علامہ امینیؒ مرحوم لکھتے ہیں کہ وہ شخص "ذوالثدیہ" تھا جو جنگ نہروان کا

بانی تھا اور مولا علی علیہ السلام نے اسے جنگ نہروان میں قتل کیا تھا۔

ایک گزارش

ایک اچھے معاشرہ کا قیام باہمی محبت و الفت اور ہمدردی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جس معاشرہ کے افراد ایک دوسرے کی عزت کرتے ہوں اور دکھ سکھ میں ایک دوسرے کے کام آتے ہوں تو وہ معاشرہ مثالی معاشرہ بن جاتا ہے اور جہاں غرور و تکبر پیدا ہو جائے اور افراد اپنے آپ کو بلند و بالا خیال کرنے لگیں تو وہ معاشرہ زوال پذیر کہلاتا ہے۔ حسنِ معاشرت کے لئے باہمی احترام کی اشد ضرورت ہوتی ہے لیکن تکبر ایک ایسی لعنت ہے کہ اس کے وجود میں آتے ہی احترام کے جذبات ختم ہو جاتے ہیں اور یہیں سے فرعونیت جنم لیتی ہے۔ جیسا کہ اللہ نے فرعون کا قول نقل کیا ہے: "انؤمن بشرین مثلنا وقومهمالنا عابدون" کیا ہم اپنے جیسے انسانوں پر ایمان لائیں جب کہ ان کی قوم ہماری عبادت و خدمت کرتی ہے۔"

تکبر و خود پسندی اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ اسی لئے حبیبؐ خدا نے ارشاد فرمایا: "لایدخل الجنة من کان فی قلبه مثقال حبة من خردل من کبر" جس کے دل میں رائی برابر تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔"

سورہ قصص میں اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرمایا ہے: "تلك الدار الاخرة نجعلها للذین لایریدون علوافی الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقین" ہم جنت کی ہمیشہ رہنے والی منزل انہیں دینگے جو اس دنیا میں برتری اور تکبر اور فساد فی الارض کے خواہش مند نہیں ہونگے اور نیک انجام تو پرہیزگاروں کیلئے ہے۔"

شیخ طبرسیؒ نے اپنی تفسیر مجمع البیان میں اسی آیت کے ضمن میں امیر المؤمنین علیہ السلام کا یہ فرمان نقل کیا ہے: "ان الرجل لیعجبه شراك نعله فیدخل فی هذه الایة" کبھی کبھار انسان کو اپنی جوتی کا تسمہ بھی اچھا لگتا ہے تو وہ اس کے ذریعے سے تکبر کرنے لگتا ہے ایسا شخص بھی اس آیت میں شامل ہے۔"

خداوند عالم قیامت کے دن متکبرین کو ذلیل فرمائے گا جیسا کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا "ان المتکبرین یجعلون فی صورة الذر یتوطاهم الناس حتی یفرغ الله من الحساب" تکبر کرنے والے قیامت کے روز ذرات کی شکل میں محشور ہوں گے اور حساب کے ختم ہونے تک لوگ انہیں اپنے پاؤں تلے روندتے رہیں گے۔"

چند روایات

عن علی بن ابی طالب علیه السلام قال: بینما رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یمشی وانا معه اذا جماعة فقال ماهذه الجماعة فقالوا مجنون یخنق فقال رسول الله ﷺ هذا المبتلی ولکن المجنون الذی یخطو بیدیه ویتبختر فی مشیه و یحرك منکبیه فی موکبه یتمنی علی الله جنته و هو مقیم علی معصیته.

"مستدرک الوسائل جہاد نفس صفحہ ۳۲۹"

علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جارہا تھا کہ ایک گروہ ایک مقام پر جمع تھا۔
آپؐ نے فرمایا: "یہ گروہ کیوں جمع ہے؟"
لوگوں نے بتایا: "ایک پاگل کو دیکھ رہے ہیں جو روحانی اذیت میں مبتلا ہے۔"

آپؐ نے فرمایا: "یہ مریض ہے۔ پاگل وہ ہے جو راہ چلتے اپنے ہاتھ سے حرکات کرے اور متکبرانہ چال چلے اور جس بزم میں بیٹھا ہو اس میں اپنے کندھوں کو حرکت دے اور اللہ کی نافرمانی پر قائم رہ کر بھی اس سے جنت کی آرزو کرے۔"

عن محمد بن عمر بن یزید عن ابیه قال قلت لابی عبدالله ؑ انی اکل الطعام الطیب واشم الریح الطیبة وارکب الدابة الفارهة و یتبعنی الغلام فتری فی هذا شیئا من التجبر فلا افعله فاطرق ابوعبدالله ؑ ثم قال انما الجبار الملعون من غمص الناس وجهل الحق قال عمر فقلت اما الحق فلا اجهله و الغمص لاادری ماهو قال من حقر الناس و تجبر علیهم فذلك الجبار.

"کافی جلد ۲ صفحہ ۳۱۱"

راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ: "میں اچھا کھانا کھاتا ہوں اور عمدہ خوشبو استعمال کرتا ہوں اور آراستہ سواری پر بھی سوار ہوتا ہوں اور میرے پیچھے غلام بھی چلتا ہے، تو کیا ایسی زندگی کو آپؑ تکبر سمجھتے ہیں، اگر ایسا ہے تو پھر میں اپنے طرز زندگی میں تبدیلی لے آؤں؟"
امام جعفر صادق کچھ دیر سر جھکائے خاموش رہے پھر فرمایا۔ "جبار ملعون ہے وہ شخص جو "غمص" سے کام لے اور حق شناس نہ ہو۔"
راوی نے کہا: "مولا! میں حق کو تو پہچانتا ہوں، لیکن "غمص" سے واقف نہیں ہوں۔"
آپؑ نے فرمایا: "غمص سے مراد یہ ہے کہ تو لوگوں کو حقیر جانے اور ان سے تکبر کرے ایسا شخص جبار ہوتا ہے۔"
عن حفص بن غیاث عن ابی عبدالله ؑ قال ومن ذهب الی ان له علی الاخر فضلا

فهو من المتكبرين فقلت انمايرى ان له عليه فضلا بالعافية اذراه مرتكبا للمعاصی فقال هيات هيات نلقه ان يكون غفرله مابقی وانت موقوف تحاسب.....

"جلد ۱۵ بحار باب کبر"

حفص بن غیاث کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص یہ سمجھے کہ اسے دوسرے پر فضیلت حاصل ہے تو ایسا شخص متکبرین میں سے ہے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا: "مولا! اگر کوئی شخص دوسروں کو گناہوں میں مبتلا دیکھ کر اپنے آپ کو ان سے بہتر سمجھے تو کیا وہ بھی متکبرین میں سے ہے؟"

امامؑ نے فرمایا: "ممکن ہے جسے وہ حقیر سمجھ رہا ہے وہ کل کوئی ایسا عمل کرے جس سے اسکے گناہ معاف ہو جائیں اور یہ ابھی حساب وکتاب میں ہی مصروف ہو۔"

عن ابی عبداللهؑ قال اتی عالم عابدا فقال له كيف صلا تك فقال مثلی يسئل عن صلا ته؟ وانا اعبدالله منذ كذ او كذا قال فكيف بكائك؟ قال ابكی حتی تجری دموعی فقال له العالم فن ضحكك وانت خائف افضل من بكائك؟ قال ابكی حتی تجری دموعی فقال له العالم فان ضحكك وانت خائف افضل من بكائك وانت مدل ان المدل لايصعدمن عمله شئی.

"الکافی جلد ۲ صفحہ ۳۱۳"

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ایک عالم کسی عابد کے پاس گیا اور پوچھا: "تمہاری نماز پڑھنے کی کیفیت کیسی ہے؟"

عابد نے ناراض ہو کر کہا: "عجیب ستم ہے کہ مجھ جیسے شخص سے اس کی نماز کے متعلق سوال کیا جائے جبکہ میں اتنے سالوں سے مسلسل عبادت کر رہا ہوں۔"

پھر عالم نے اس سے پوچھا: "خوف خدا میں تو کتنا روتا ہے؟"

عابد نے کہا: "میں اتنا روتا ہوں کہ میرے آنسو میرے رخساروں پہ بہنے لگتے ہیں۔"

یہ سن کر عالم نے کہا: "اگر تو خوف خدا رکھ کر ہنستا تو وہ ہنسنا اس رونے سے بہتر تھا تو ایک خود پسند شخص ہے اور خود پسند کا کوئی عمل قابلِ قبول نہیں ہے۔"

عن عبدالرحمن بن اطجاح قال قلت لابی عبداللهؑ الرجل يعمل العمل وهو خائف مشفق ثم يعمل شيئامن البر فيد خله شبه العجب به ؟ فقال هو فی حاله الاولیٰ وهو خائف احسن حالا منه فی حال عجبه.

"الکافی جلد ۲ صفحہ ۳۱۴"

راوی کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ "ایک شخص گناہ کرتا ہے اور وہ اللہ کے خوف سے کانپتا ہے اور بعد میں وہی شخص نیک عمل کرتا ہے اور اس میں خود پسندی اور تکبر شامل ہوتا ہے۔ ان دو حالتوں میں سے اس کی کون سی حالت بہتر ہے؟"

امام علیہ السلام نے فرمایا: "اس کی خوف والی پہلی حالت خود پسندی اور غرور کی دوسری حالت سے بہتر ہے۔"

باب سوم

حلم وبردباری

امام زین العابدینؑ کی بردباری

ایک شخص امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس آیا اور انہیں برا بھلا کہنے لگا۔ آپؑ نے اس کے جواب میں کچھ نہ فرمایا۔

اسکے جانے کے بعد آپؑ نے فرمایا۔ "میں اسے جواب دینا چاہتا ہوں تم میں سے جو میرا جواب سننے کا خواہشمند ہو وہ میرے ساتھ اسکے مکان پر چلے۔"

راوی کہتا ہے کہ ہم میں سے بہت سے افراد آپؑ کے ساتھ چل پڑے۔ راستے میں آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ "والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین" اہل ایمان اپنے غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کردیتے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔"

راوی کہتا ہے کہ یہ آیت سن کر مجھے یقین ہوگیا کہ آپؑ اسے کچھ نہیں کہیں گے۔

پھر امام عالی مقام اس شخص کے دروازے پر پہنچے اور آواز دی کہ باہر آؤ تجھے علی بن الحسین بلاتا ہے۔

اس شخص کو یقین ہوگیا کہ امام لڑائی جھگڑے کیلئے آئے ہیں۔ چنانچہ وہ بھی

لڑائی پر آمادہ ہو کر گھر سے نکلا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: "بھائی تم نے کچھ دیر پہلے کچھ باتیں کی ہیں، اگر مجھ میں وہ عیب موجود ہیں تو اللہ میرے وہ عیوب معاف فرمائے اور اگر تم نے غلط بیانی کی ہے تو اللہ تمہارے گناہ معاف فرمائے۔"

راوی کہتا ہے کہ وہ شخص یہ سن کر انتہائی شرمندہ ہوا اور آگے بڑھ کر آپؑ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور کہا: "خدا کی قسم میں نے جو کچھ کہا تھا وہ آپؑ کے اندر موجود نہیں ہے، آپؑ کی بجائے وہ تمام برائیاں خود میرے اندر موجود ہیں، میں آپؑ سے معافی کا طالب ہوں۔" آپؑ نے اسے معاف کردیا۔ راوی کہتا ہے کہ گستاخی کرنے والا حسن بن حسن تھا۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مدینہ میں ایک مسخرہ رہتا تھا جو اپنی حرکات سے لوگوں کو ہنسایا کرتا تھا۔ ایک دن اس نے کہا کہ: "امام زین العابدین علیہ السلام نے مجھے عاجز کردیا میں نے کئی بار انہیں ہنسانے کی کوشش کی لیکن میری ہر کوشش ناکام ہوئی۔"

ایک دفعہ امام زین العابدینؑ اپنے دو غلاموں کے ساتھ کہیں جارہے تھے۔ مسخرہ پیچھے سے آیا اور اس نے آپؑ کی ردا آپؑ کے کندھے سے اتاری اور بھاگ گیا۔ غلاموں نے دوڑ کر اس سے ردا واپس لی تو امام علیہ السلام نے فرمایا: "یہ کون ہے؟"

غلاموں نے کہا: "یہ ایک مسخرہ ہے یہ لوگوں کو ہنسا کر ان سے رقم وصول کرتا ہے۔"

آپؑ نے فرمایا: "اس نادان سے کہہ دو کہ اللہ نے ایک دن مقرر کیا ہے جس میں مسخرہ کرنے والے نقصان اٹھائیں گے۔"

امام محمد باقر علیہ السلام کی بردباری

شیخ طوسیؒ نے محمد بن سلیمان سے اور اس نے اپنے والد سے روایت کی کہ ایک شامی کاروبار کے سلسلہ میں مدینہ میں مقیم تھا اور وہ امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں بہت آیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ : "میں آپؑ کے پاس کسی عقیدت کی وجہ سے نہیں آتا، اس پوری زمین پر آپؑ اور آپؑ کے خاندان سے زیادہ مجھے کسی سے دشمنی نہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ خدا اور رسولؐ اور حکام کی رضامندی کے حصول کے لئے آپؑ سے دشمنی لازمی ہے۔ میں آپؑ کے پاس صرف اس لئے آتا ہوں کہ آپؑ انتہائی فصیح و بلیغ شخص ہیں اور آپؑ علوم و فنون کا منبع اور مرکز ہیں علاوہ ازیں آپؑ اخلاق عالیہ کے مالک ہیں۔"

اس کی اس گفتگو کے باوجود بھی امام محمد باقرؑ اس کی مدارات کیا کرتے اور فرمایا کرتے : "من تخفی علی اللّٰہ خافیۃ اللہ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔"

چند دنوں کے بعد شامی بیمار ہوا اور اس کی بیماری میں شدت پیدا ہوتی گئی۔ ایک دن جب اس کی طبیعت سخت خراب ہوئی تو اس نے اپنے ایک دوست سے کہا کہ میرا آخری وقت آچکا ہے۔ جب میں مر جاؤں تو مجھ پر کپڑا ڈال دینا اور امام محمد باقرؑ کے پاس جاکر انہیں نماز جنازہ کے لئے کہنا اور انہیں یہ ضرور بتانا کہ متوفی نے خود اس کی خواہش کی ہے۔

آدھی رات کے وقت اس کا جسم ٹھنڈا پڑ گیا اور اس کے متعلقین کو یقین ہو گیا کہ وہ مر گیا ہے تو انہوں نے اس پر چادر ڈالی اور نماز فجر کے وقت امام باقر علیہ السلام کے پاس جا کر اس کی موت کی اطلاع دی اور آپؑ سے نماز جنازہ پڑھنے کی درخواست کی۔

آپؑ نے فرمایا: "شامی ابھی مرا نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ شام کا علاقہ سرد ہے اور حجاز کی آب و ہوا گرم ہے۔ میرے آنے تک اس کے جنازہ کو گھر میں رہنے دو۔"

پھر آپؑ نے وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کی اور کافی دیر تک دعا میں مصروف رہے ادھر سورج طلوع ہوا اور امام مسجد سے باہر تشریف لائے اور اس شامی کے گھر پہنچے۔ گھر میں داخل ہو کر آپؑ نے اسے صدا دی تو اس نے آپؑ کو جواب دیا: "لبیك یا بن رسول اللّٰہ" فرزند رسول میں حاضر ہوں۔"

آپؑ نے اسے تکیہ کے سہارے بٹھایا اور ستو کا شربت پلایا۔ آپؑ نے اس کے اہل خانہ کو حکم دیا کہ مریض کو ٹھنڈی غذائیں کھلائیں۔

چند دنوں بعد شامی مکمل طور پر شفایاب ہو گیا اور امامؑ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ میں آپؑ سے تنہائی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ مرد شامی نے تنہائی میں عرض کی : "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ مخلوق پر حجت خدا ہیں اور آپؑ اللہ کا وہ دروازہ ہیں جس سے داخل ہونے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور جو بھی آپؑ سے دور ہوا، اس نے خسارہ اٹھایا۔"

امام علیہ السلام نے شامی سے فرمایا: "آج تم اپنے عقیدہ کے برخلاف یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

شامی نے کہا : "مولا! مجھے اپنی موت کے متعلق کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ میں نے واقعی موت کا ذائقہ چکھا تھا اور میری روح میرے بدن سے نکل گئی تھی۔ اسی اثنا میں ایک آواز مجھے سنائی دی کہ اس روح کو اس کے جسم میں واپس لوٹا دو، محمد بن علیؑ نے ہم سے اس کی واپسی کی درخواست کی ہے۔ اس کے

بعد میں پھر زندہ ہو گیا۔"

امام علیہ السلام نے فرمایا: "**ان اللّٰہ یحب العبدو یبغض عملہ و یبغض العبدویحب عملہ**" کیا تجھے علم نہیں کہ اللہ بعض بندوں سے محبت کرتا ہے لیکن ان کے عمل سے نفرت کرتا ہے اور بعض بندوں سے نفرت کرتا ہے لیکن ان کے عمل کو پسند کرتا ہے۔"

مقصد یہ تھا کہ خدا تجھے پسند نہیں کرتا تھا لیکن تو ہم سے جو دوستی رکھتا تھا اللہ کو وہ دوستی پسند تھی۔

راوی کہتا ہے کہ پھر وہ شامی آپ کا مخلص دوست بن گیا۔ (منتہی الامال جلد ۲)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی بردباری

مدینہ منورہ میں خلیفہ ثانی کی اولاد میں سے ایک شخص امام موسیٰ علیہ السلام کو اذیت دیتا تھا اور ان پر سب و شتم کیا کرتا تھا اور جب آپؑ کو دیکھتا تو امیرالمؤمنین علیہ السلام پر بھی سب و شتم کرنے لگ جاتا تھا۔

آپؑ کے دوستوں نے عرض کی کہ آپؑ ہمیں اجازت دیں ہم اس کا دماغ ٹھیک کردیں۔ آپؑ نے انہیں ہر طرح کی بداخلاقی سے منع فرمایا۔

آپؑ نے اس کے کام کی جگہ کا معلوم کیا تو پتہ چلا کہ مدینہ کے اطراف میں فلاں مقام پر وہ کھیتی باڑی کرتا ہے۔ چنانچہ ایک دن آپ گدھے پر سوار ہو کر اس کے کھیت کی طرف تشریف لے گئے اس وقت وہ شخص اپنے کھیت میں کام کررہا تھا۔

آپؑ گدھے پر سوار ہو کر اس کے کھیت میں داخل ہوئے تو وہ چیخنے لگا کہ میری زراعت کو پامال نہ کرو فلاں طرف سے آؤ۔ آپؑ اس کے پاس پہنچے اور فرمایا: "بھائی اس زراعت پر تمہارا کتنا خرچ ہوا ہے؟"

اس نے کہا: "ایک سو اشرفی۔"

آپؑ نے فرمایا: "اس کی پیداوار کتنی ہوگی؟"

اس نے کہا: "میرے پاس غیب کا علم نہیں ہے۔"

آپؑ نے فرمایا۔ "نہیں یہ بات نہیں، میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر یہ کھیتی خیر و عافیت سے اگ جائے تو تمہیں اس سے کتنی پیداوار کی توقع ہے؟

اس نے کہا: "دو سو اشرفی۔

پھر آپؑ نے اسے ایک تھیلی دی جس میں تین سو اشرفیاں تھیں اور فرمایا: "تمہاری کھیتی اپنی جگہ موجود ہے اور جس کی تم توقع رکھتے ہو اسے بھی خدا پورا کرے گا اور میری طرف سے بھی یہ قبول کرو۔"

وہ سخت شرمندہ ہوا اور اٹھ کر آپؑ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا اور آپؑ سے معافی کا طلب گار ہوا۔

آپؑ وہاں سے مسکراتے ہوئے واپس آئے۔ اس واقعہ کے چند دن بعد وہ شخص مسجد میں بیٹھا تھا کہ امام موسیٰ کاظمؑ مسجد میں داخل ہوئے تو اس نے کہا: "**اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ**" اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کسے اپنا پیغام رساں قرار دے۔ اس کے ساتھ اس کے دوست بیٹھے تھے وہ اس کی اس دلی عقیدت پر متعجب ہوئے اور اس سے کہنے لگے کہ تمہارے نظریات پہلے تو کچھ اور تھے اور آج تمہارے نظریات کچھ اور ہیں؟

اس نے کہا۔ "تم نے میرے پہلے نظریات تو سنے تھے اور اب نئے نظریات بھی سنو۔ میں اس خاندان سے محبت وولاء رکھتا ہوں۔"

یہ سن کر اس کے دوسرے دوست اس سے جھگڑنے لگے تو اس نے بھی ان سے جھگڑنا شروع کر دیا۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے دوست سے فرمایا: "دیکھا! جس طریقے سے تم اس کی اصلاح کرنا چاہتے تھے وہ طریقہ بہتر تھا یا وہ طریقہ بہتر ہے جس سے میں نے اس کی اصلاح کی ہے۔" (منتہی الامال جلد ۳ صفحہ ۱۲۵)

امام حسنؑ مجتبیٰ کی بردباری

علامہ مجلسیؒ بحارالانوار کی جلد دہم میں حالات امام حسنؑ مجتبیٰ میں لکھتے ہیں کہ ایک دن آپ گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ ایک شامی کی نظر آپ پر پڑی تو اس نے آپؑ اور آپؑ کے والد ماجد پر سب وشتم کرنا شروع کر دیا۔

امام علیہ السلام خاموشی سے سنتے رہے جب وہ سب وشتم سے تھک گیا تو آپؑ اس کے قریب گئے اور فرمایا: "بھائی شاید تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے، اگر تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو بیان کرو میں تمہیں دوں اور اگر راستے سے بھٹک چکے ہو تو تمہیں سیدھا راستہ دکھاؤں، اگر تمہیں مال برداری کے لئے جانور کی ضرورت ہے تو تم میرا جانور لے لو، اگر بھوکے ہو تو تمہیں کھانا کھلاؤں گا، اگر تمہیں لباس کی ضرورت ہے تو تمہیں لباس دوں، اگر غریب ہو تو تمہیں دولت مند بناؤں گا اور اگر فراری ہو تو تمہیں پناہ دوں گا۔ غرضیکہ تمہاری جو بھی حاجت ہو بیان کرو، تمہاری حاجت پوری کروں گا۔ تمہارے لئے میرا مشورہ یہی ہے کہ

تم نووارد ہو ہمارے مہمان خانہ پر آجاؤ ہمارے پاس وسیع مہمان خانہ ہے۔"

امام کا یہ اخلاق دیکھ کر شامی رونے لگا اور کہا: "اشهدانك خليفة الله فی ارضه" میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ زمین پر اللہ کے جانشین ہیں۔"

میں اس سے پہلے آپؑ کا مخالف تھا اور روئے زمین پر آپؑ اور آپؑ کے والد سے زیادہ میری نظر میں کوئی ناپسندیدہ نہ تھا اور اب آپؑ اور آپؑ کے والد سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہیں ہے۔

پھر وہ شامی آپؑ کے ہاں مہمان بنا اور وہ آپؑ کے خاندان کی ولایت اور امامت پر ایمان لے آیا۔

امام صادق علیہ السلام کی بردباری

محمد بن مرازم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب منصور دوانیقی نے امام جعفر صادقؑ کو اپنے پاس بلایا تھا تو میں امام کے ہمراہ تھا۔ واپسی پر ہم حیرہ سے روانہ ہوئے اور صالحین پہنچے رات کا پہلا پہر تھا۔ راستے پر عباسی حکومت کا ایک نمائندہ کھڑا تھا۔ اس نے ہماری سواریوں کو روک لیا۔ ہم نے اسے بہتیرا سمجھایا کہ ہمیں جانے دے مگر اس بدبخت نے ہماری ایک نہ سنی اور بدستور اپنی ضد پر اڑا رہا۔

میں نے امامؑ سے کہا: "اگر آپؑ اجازت دیں تو میں اس کتے کو قتل کر کے اس کی لاش دریا میں پھینک دوں۔"

مگر امام نے ایسا کرنے سے منع کیا۔ آخرکار اس نے رات کے تیسرے پہر ہمیں جانے کی اجازت دی۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: "مرازم! اچھا ہوا تم نے طیش میں آکر اسے قتل نہیں کیا تم اسے قتل کرنا چاہتے تھے جب کہ میں تمہیں صبر کا حکم دیتا تھا۔ بتاؤ ہم میں سے کس کا طرزِ عمل درست تھا؟"

پھر آپؑ نے فرمایا: "**ان الرجل یخرج من الذل الصغیر فید خله ذلک فی الذل الکبیر**" بعض اوقات آدمی چھوٹی مصیبت سے نکلنا چاہتا ہے تو اپنی جلد بازی کی وجہ سے بڑی مصیبت میں پھنس جاتا ہے۔" (روضہ کافی صفحہ ۸۷)

مفضل بن عمرو اپنی کتاب "التوحید" میں بیان کرتے ہیں کہ جب مشہور دہریہ ابن ابی العوجاء سے میری ملاقات ہوئی اور میں نے اس کی جسارت آمیز گفتگو سنی تو مجھے سخت غصہ آیا اور میں نے کہا: "دشمن خدا تو کفر کرتا ہے اور خدا کا انکار کرتا ہے۔"

میرے غصہ کو دیکھ کر ابن ابی العوجاء نے کہا: "اگر تم اہلِ استدلال ہو تو ہم تم سے گفتگو کریں گے، اگر تم غالب ہو گئے تو ہم تمہاری پیروی کریں گے اور اگر تم اہل مناظرہ نہیں تو تم سے بحث کرنا ہی بے کار ہے۔

اگر تم امام صادقؑ کے شاگردوں سے ہوتے تو تمہیں علم ہوتا کہ آپؑ ہم سے اس انداز سے گفتگو نہیں کرتے اور ان کا طریق مجادلہ یہ نہیں ہوتا جو تم نے اپنایا ہوا ہے۔

تم نے ابھی ہم سے کچھ بھی نہیں سنا پھر بھی اتنا ناراض ہو گئے جبکہ ہم امام جعفر صادقؑ کے سامنے بہت کچھ کہتے ہیں مگر وہ ہم سے غصہ نہیں کرتے، آپؑ بردبار، باوقار اور عقل انسانی کے آخری درجہ پر فائز ہیں، آپؑ ہمارے دلائل کو نہایت غور سے سماعت کرتے ہیں اور بعض اوقات تو ہم یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ امامؑ

ہمارے دلائل سے متاثر ہو چکے ہیں لیکن جب امامؑ ہمارے دلائل کو رد کرتے ہیں تو اتنی متانت اور حلم و بردباری کا ثبوت دیتے ہیں کہ ہم شرمندہ ہو جاتے ہیں اور ہمارے پاس امامؑ کے دلائل کا رد نہیں ہوتا۔

اگر تم امام جعفر صادقؑ کے مکتب سے وابستہ ہو تو پھر ہم سے اسی انداز سے گفتگو کرو جیسا کہ امام کرتے ہیں۔"

علیؑ کے ایک تربیت یافتہ شخص کا حلم

ورام بن ابی فراس اپنے مجموعہ میں نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مالک اشتر فقیرانہ لباس پہنے بازار کوفہ سے گزر رہے تھے ایک بدتمیز دکاندار نے جو انہیں نہیں جانتا تھا ان پر خربوزے کا بیج پھینکا۔ حضرت مالک نے کوئی توجہ نہ کی اور بدستور بازار میں چلتے رہے۔ ایک اور شخص نے اس دکاندار کو متوجہ کیا کہ تو نے جس پر خربوزے کا بیج پھینکا ہے اسے جانتا بھی ہے؟

دکاندار نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا تو دوسرے شخص نے بتایا: "یہ خلیفۃ المسلمین کی افواج کا سپہ سالار مالک اشتر ہے۔"

یہ سن کر دکاندار گھبرا گیا اور معافی مانگنے کے لئے مالک اشتر کے پیچھے چل پڑا راستہ میں ایک مسجد آئی۔ مالک نے وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کی۔ دکاندار ان کے انتظار میں صحنِ مسجد میں کھڑا رہا۔ جب مالک فارغ ہوئے تو دکاندار نے آکر معافی طلب کی اور کہا: "خدارا مجھے معاف فرمائیں میں نے آپ سے گستاخی کی ہے۔" حضرت مالک نے فرمایا: "بھائی تجھے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے یہ دو رکعت نماز بھی تیرے استغفار کے لئے پڑھی ہے۔"

مالک اشترؒ کو پہچانیں

مالک اشتر کی عظمت کے لئے یہی بات کافی ہے کہ مولائے کائنات امام علی علیہ السلام ان کے لئے فرماتے تھے کہ مجھے مالک پر اسی طرح سے ناز ہے جیسا کہ میرے سردار رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجھ پر ناز تھا۔

مولا علی علیہ السلام نے مالک کو مصر کا گورنر بنا کے روانہ کیا۔ معاویہ کو مالک کی تقرری کا علم ہوا تو اس نے "عریش" کے زمیندار کو لالچ دی کہ اگر وہ مالک کو قتل کرنے میں کامیاب ہوگیا تو اس سے بیس سال کی لگان نہیں لے گا۔

مالک اشتر عریش آئے تو اس زمیندار نے دعوت کی اور دعوت میں اس نے شہد کا پیالہ پیش کیا جس میں زہر ملا ہوا تھا۔ حضرت مالک نے شہد سے چند قطرے چکھے تو ان کی حالت غیر ہونے لگی اور چند لمحات کے بعد وہ شہید ہوگئے۔

مالک اشتر کی شہادت کی خبر معاویہ کے پاس پہنچی تو وہ بڑا خوش ہوا، وہ خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا، اس نے خطبہ میں کہا: "ان اللّٰہ جنودا من العسل شہد میں خدا کے لشکر پوشیدہ ہوتے ہیں۔"

لیکن جب خبر امیر المؤمنینؑ کو ملی تو آپؑ بہت غمگین ہوئے اور آپؑ نے منبر پر یہ خطبہ دیا: "انا للّٰہ وانا الیہ راجعون والحمدللّٰہ رب العالمین اللھم احتسبه عندك فان موته من مصائب الدهر رحم الله مالكا فلقد اوفى بعهده وقضى نحبه ولقى ربه مع انا قد وطنا انفسنا على ان نصبر على كل مصيبة بعد مصا بنا برسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فانها من اعظم المصيبات . اناللّٰه وانا اليه راجعون والحمد لله رب العالمين. خدایا! تیری راہ کیلئے میں مالک کی موت پر صبر کر رہا ہوں کیونکہ مالک کی موت زمانہ کی بہت

بڑی مصیبت ہے، خدا مالک کو اپنی رحمت میں جگہ دے اس نے اپنا کیا ہوا وعدہ پورا کیا اور اپنی مدت کو گزار کر چلا گیا اور اپنے پروردگار کے حضور پہنچ گیا۔ ہمارے لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موت سب سے بڑی مصیبت تھی، اس کے بعد ہم نے ہر مصیبت پر صبر کرنے کی عادت بنالی ہے۔"

پھر آپؑ منبر سے نیچے تشریف لائے۔ مالک اشتر کا خاندان تج آپؑ کی تعزیت و تسلیت کے لئے آیا تو انہوں نے آپؑ کو افسردہ اور مغموم پایا۔ آپؑ نے ان کے سامنے ان الفاظ میں مالک کو خراج تحسین پیش کیا اور ان کی خدمات کا اعتراف ان جملوں سے فرمایا:

"للّٰہ درّ مالك وما مالك لوكان من جبل لكان فندا ولو كان من حجر لكان صلدا اما واللّٰه ليهدن موتك عالما وليفرحن عالما على مثل مالك فلتبك البواكى وهل مرجو كمالك وهل موجود كمالك؟ وهل قامت النساء عن مثل مالك؟ اللہ مالک کا بھلا کرے، مالک کیا تھے؟ مالک اگر پہاڑ ہوتے تو عظیم اور بے مثل پہاڑ ہوتے، اگر مالک پتھر ہوتے تو بڑے ہی سخت پتھر ہوتے، خدا کی قسم تیری موت نے ایک عالم کو درہم برہم کردیا اور ہمارے دشمنوں کو خوش و خرم کردیا، عزادار عورتوں کو مالک جیسے انسانوں پر رونا چاہئے، کیا مالک جیسا انسان پیدا ہونے کی کوئی امید ہے؟ یا اس وقت کوئی مالک جیسا انسان موجود ہے؟ اور کیا عورتیں مالک جیسا انسان پیدا کریں گی؟"

آپؑ نے اس موقع پر مزید ارشاد فرمایا: "مالک کی موت نے شامیوں کو باعزت اور عراقیوں کو خوار کردیا۔ اس کے بعد ہم مالک کو نہیں پاسکیں گے۔"

رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بردباری

بنی سلیم کے ایک اعرابی نے جنگل سے ایک سوسمار (گوہ) پکڑی اور اسے اپنی آستین میں چھپا کر مدینہ کی طرف چل پڑا۔ وہاں رسول اکرمؐ کی خدمت میں پہنچا اور یا محمدؐ کہہ کر آپؐ کو صدا دی اور پھر جسارت کرتے ہوئے کہا: "انت الساحر الکذاب الذی ما اظلت الحصراء ولا اقلت الغبراء علی ذی لهجة اکذب منك" تو ہی وہ جھوٹا جادوگر ہے کہ جس سے بڑے جھوٹے پر سایہ نہیں کیا گیا اور نہ ہی زمین نے اپنی پشت پر تجھ سے بڑے جھوٹے کو اٹھایا۔ مجھے لات و عزیٰ کی قسم اگر میرا قبیلہ مجھے جلد باز نہ کہتا تو میں اپنی تلوار سے تیرا کام تمام کر دیتا اور تجھے قتل کر کے تمام لوگوں پر فخر و مباہات کرتا۔"

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا: "یا رسول اللہؐ! مجھے اجازت دیں میں اسے قتل کرتا ہوں۔"

آپؐ نے فرمایا: "اجلس یا اباحفص فقد کادالحلیم ان یکون نبیا" حفصہ کے باپ بیٹھ جاؤ، پیغمبر کو حلیم اور بردبار ہونا چاہئے۔"

بدو ایسے ہی ہوتے ہیں یہ غضبناک ہو کر ہم پر حملہ آور ہوتے ہیں اور تند و تیز باتیں ہمیں سناتے ہیں۔ پھر آپؐ نے اعرابی کی طرف رخ کر کے فرمایا: "بھائی! اسلام قبول کر لے تاکہ آتشِ دوزخ سے بچ جائے اور اسلام قبول کرنے سے تو ہمارا بھائی بن جائے گا اور ہمارے نفع و نقصان میں شریک ہو جائے گا۔"

یہ سن کر اعرابی اور زیادہ بھڑک اٹھا اور اپنی آستین سے سوسمار کو باہر پھینکا اور کہا: "لات و عزیٰ کی قسم جب تک یہ سوسمار ایمان نہ لائے میں ایمان نہیں لاؤں گا۔" سوسمار جیسے ہی اس کی قید سے آزاد ہوئی اس نے بھاگنا شروع کیا۔

رحمۃ للعالمین نے اسے صدا دے کر فرمایا: "یا ایتها الضب قفی" سوسمار ٹھہر جا۔" سوسمار رک گئی۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: "مجھے بتا کہ میں کون ہوں؟"

سوسمار نے فصیح عربی میں جواب دیا: "انت محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب بن هاشم بن عبد مناف." آپ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہیں۔"

پھر آپؐ نے فرمایا: "تو کس کی عبادت کرتی ہے؟"

سوسمار نے کہا: "میں اس اللہ کی عبادت کرتی ہوں جو دانہ کو شگافتہ کرتا ہے اور جو ارواح کو پیدا کرنے والا ہے، جس نے ابراہیمؑ کو خلیل بنایا اور آپؐ کو حبیب بنایا۔"

سوسمار کی گواہی سن کر اعرابی نے سوچا کہ میں نے جس سوسمار کو خود پکڑا اور جسے میں نے خود چھوڑا وہ تو توحید و رسالت کی گواہی دے رہی ہے تو کیا میں ایک سوسمار سے بھی بدتر ہوں اور توحید و رسالت کا منکر ہوں؟ یہ سوچ کر اس نے پیغمبر اکرمؐ سے عرض کی: "آپ ہاتھ بڑھائیں میں مسلمان ہوتا ہوں۔" پھر اس نے کلمہ طیبہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

جب اعرابی مسلمان ہو گیا تو آپؐ نے فرمایا: "اسے چند سورتیں حفظ کرا دو۔"

پھر آپؐ نے اس سے پوچھا: "تمہاری مالی حیثیت کیسی ہے؟"

اعرابی نے کہا: "مجھے اس ذات برحق کی قسم جس نے آپ کو مبعوث بہ رسالت کیا ہے بنی سلیم کے چار ہزار افراد میں سے میں سب سے زیادہ غریب

ہوں۔"

آپؐ نے فرمایا: "جو اسے سواری دے میں اس کے لئے جنت کی سواری کی ضمانت دیتا ہوں۔"

سعد بن عبادہ نے کہا: "میرے پاس سرخ رنگ کی اونٹنی ہے اور آٹھ ماہ کی حاملہ بھی ہے میں نے اسے اپنی اونٹنی دی۔"

پھر آپؐ نے فرمایا: "اسے عمامہ کون دیتا ہے؟ جو اسے عمامہ پہنائے میں اس کے لئے جنت کے عمامہ کی ضمانت دیتا ہوں۔"

حضرت علی علیہ السلام نے اسے عمامہ عطا کیا۔

پھر آپؐ نے فرمایا: "اسے کھانا کون کھلاتا ہے؟ آج جو اسے روٹی کھلائے میں اس کو زادِ آخرت کی ضمانت دیتا ہوں۔"

سلمانؓ نے پوچھا: "زادِ آخرت کیا ہے؟"

آپؐ نے فرمایا: "مرتے وقت اگر تم نے **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پڑھ لیا تو یہ زادِ آخرت ہے اور اگر یہ کلمہ تمہاری زبان سے جاری نہ ہوا تو قیامت کے دن نہ میں تجھے دیکھوں گا اور نہ تو مجھے دیکھے گا۔"

سلمانؓ طعام کے لئے رسول خداؐ کی ازواج کے پاس گئے تو تمام ازواج نے اپنے فاقہ کی خبر دی۔ پھر سلمانؓ خانہ علیؑ و بتولؑ کی جانب روانہ ہوئے اور دل میں کہہ رہے تھے کہ اگر اچھائی ملی تو در فاطمہؑ سے ملے گی۔ دروازہ پر پہنچ کر سلمانؓ نے دستک دی۔

حضرت سیدہؑ نے پوچھا: "کون ہے؟"

تو جواب دیا: "میں سلمان ہوں۔"

پھر سلمانؓ نے اعرابی کے ایمان لانے کا واقعہ مفصل طور پر عرض کیا اور اس کے لئے روٹی کی خواہش کی۔

حضرت سیدہؑ نے فرمایا: "سلمانؓ ہمارے گھر میں تین دن سے فاقہ ہے۔ بھوک کی وجہ سے میرے لختِ جگر حسن و حسین بے تاب ہیں۔ اس کے باوجود میں دروازہ پر آئی ہوئی نیکی کو رد نہیں کروں گی۔"

پھر حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے اپنا پیراہن سلمانؓ کو دے کر فرمایا کہ تم میرا یہ پیراہن شمعون یہودی کے پاس گروی رکھوا دو اس سے کچھ گندم یا جو لے کر آؤ۔

سلمانؓ جناب سیدہ کا پیراہن لے کر شمعون یہودی کے پاس گئے اور جب شمعون نے حضرت سیدہؑ کے پیراہن کو دیکھا تو کہنے لگا: "واقعی یہ وہی زہد و تقویٰ ہے جس کی تعلیم ہمارے نبی موسیٰ علیہ السلام نے ہمیں تورات میں دی ہے۔" پھر اس نے کلمہ طیبہ پڑھا اور مسلمان ہوگیا۔ اس کے بعد ایک صاع جو اور کچھ خرمے دیئے۔ (صاع تین کلوگرام کے برابر ہوتا ہے)۔

سلمانؓ وہ جو لے کر جناب سیدہؑ کے پاس آئے، جناب سیدہؑ نے ان کا آٹا تیار کیا اور پھر روٹیاں پکا کر سلمانؓ کے حوالہ کیں۔

سلمانؓ نے عرض کی: "بی بی بہتر ہوتا کہ آپؑ کچھ روٹیاں اپنے اور اپنے بچوں کے لئے رکھ لیتیں۔"

حضرت سیدہؑ نے فرمایا: "ہم جو اللہ کی راہ میں دے دیں تو اس میں سے اپنا حصہ نہیں نکالتے۔"

سلمانؓ خرما و نان لے کر حضور کریمؐ کی خدمت میں آئے۔

آپؐ نے فرمایا: "طعام کہاں سے لائے ہو؟"

سلمانؓ نے عرض کی: "میں یہ طعام آپؐ کی نورِ نظر کے پاس سے لایا ہوں اور وہ خود تین دنوں سے بھوکی ہیں۔"

رسولِ خدا بیٹی کے گھر تشریف لائے، دستک دی، بیٹی نے دروازہ کھولا تو رسول خداؐ نے دیکھا کہ بیٹی کی آنکھیں بھوک کی وجہ سے اندر کو دھنسی ہوئی تھیں اور ان کا چہرہ زرد ہو چکا تھا۔ رسول خداؐ نے اس نقاہت کی وجہ پوچھی تو سیدہؑ نے عرض کیا: "ہم تین دن سے بھوکے ہیں اور میرے بچے ننھے چوزوں کی طرح کمزور ہو چکے ہیں۔"

رسول خداؐ نے اپنے نواسوں کو اپنے زانو پر بٹھایا اور دعا کے لئے ہاتھ بلند کر کے فرمایا: "**یا الٰھی وسیدی ومولای ھولاء اھل بیتی اللھم اذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا**" میرے خدا، میرے سردار اور میرے آقا! یہ میرے اہلبیتؑ ہیں، ان سے ہر طرح کی ناپاکی کو دور رکھ اور انہیں ایسی پاکیزگی عطا فرما جیسا کہ پاکیزگی کا حق ہے۔"

جنابِ سیدہؑ خلوت خانہ میں گئیں اور دو رکعت نماز ادا کی اور خدائے بے نیاز کی درگاہ میں دستِ سوال بلند کر کے عرض کی۔ "**الٰھی و سیدی ھذا نبیک محمد وھذا علی ابن عم نبیک وھذان الحسن والحسین سبطا نبیک الٰھی انزل علینا مائدۃ من السماء کما انزلت علی بنی اسرائیل اکلو منھا و کفروا بھا اللھم انزلہ علینا فاننا بھا مؤمنون**" پروردگار! یہ تیرے نبی محمدؐ ہیں اور یہ تیرے نبی کے چچازاد علیؑ ہیں اور یہ تیرے نبی کے نواسے حسنؑ و حسینؑ ہیں، خدایا آسمان سے ہمارے لئے دسترخوان نازل فرما جیسا کہ تو نے بنی

اسرائیل کے لئے دسترخوان نازل کیا تھا۔ انہوں نے رزق کھا کر انکار کیا تھا اور ہم اس پر ایمان رکھنے والے ہیں۔"

راوی حدیث ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جیسے ہی سیدہؑ کی دعا ختم ہوئی، گھر کے ایک کونے میں جنتی طشت پہنچ گیا، جس سے خوشبو اٹھ رہی تھی، حضرت سیدہؑ طعام کا طشت اٹھا کر رسول مقبولؐ کے پاس لائیں۔

حضرت علیؑ نے کہا: "یارسول اللہؐ عجیب بات ہے ہمارے گھر میں تو کھانے کے لئے کچھ نہ تھا، یہ طشت کہاں سے آگیا؟"

رسول کریمؐ نے فرمایا: "علیؑ تم کھاؤ اور یہ مت پوچھو کہ کہاں سے آیا؟ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے مجھے مریم بنت عمران جیسی بیٹی عنایت فرمائی، ان کے محراب عبادت میں جب بھی ذکریا داخل ہوتے تو ان کے پاس رزق موجود پاتے اور وہ پوچھتے کہ مریم یہ رزق کہاں سے آیا تو وہ کہتیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے وہ جسے چاہے بغیر حساب کے رزق دے۔"

رسول خداؐ، حضرت علیؑ، جناب سیدہؑ اور حضرات حسنؑ و حسینؑ نے جنت کی غذا کھائی۔ پھر رسول مقبولؐ باہر آئے تو اعرابی کو آپؐ نے روانہ فرمایا۔

جب وہ اعرابی اپنے قبیلہ بنی سلیم میں پہنچا تو پکار کر کہا: "لوگو! لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پڑھو۔"

اس کی قوم کے لوگ تلواریں سونت کر اس کی سامنے آئے اور کہا: "تو جادوگر محمدؐ پر ایمان لے آیا ہے؟"

اعرابی نے کہا: "اے میری قوم! محمدؐ نہ تو جادوگر ہے اور نہ ہی جھوٹا ہے، محمدؐ کا خدا بہترین خدا ہے اور محمدؐ بہترین نبی ہے، میں بھوکا ہو کر اس کے پاس گیا

تو اس نے مجھے سیر کیا اور برہنہ ہو کر اس کے پاس گیا تو اس نے مجھے لباس دیا اور میں اس کے پاس پیدل گیا تو اس نے مجھے سواری دی۔"

پھر اس نے اپنی قوم کو سوسمار کا واقعہ سنایا اور ان سے درخواست کی کہ وہ بھی اسلام قبول کریں۔ چنانچہ اس دن چار ہزار افراد مسلمان ہوئے۔ (ریاحین الشریعہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۴، بحار الانوار جلد ۱۰ حیاۃ الحیوان لفظ ضب)

بردباری شرطِ نبوت و خلافت ہے

حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا: "ذوالکفل" کون تھے جن کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے؟"

تو آپؐ نے فرمایا: "حضر موت میں ایک نبی رہتے تھے جن کا نام عویدیا تھا۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے کہا۔ "تم میں سے میرا جانشین کون بننا چاہتا ہے مگر جانشین کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ حلیم و بردبار ہو اور غصہ میں نہ آئے۔"

یہ سن کر ایک جوان اٹھ کھڑا ہوا اور کہا: "میں آپؐ کا جانشین بنتا ہوں اور میں آپؐ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں ہمیشہ حلم و بردباری سے کام لوں گا اور نبی نے بھی اس کی خلافت قبول کرلی۔"

اس کے بعد عویدیا نبی کی وفات ہوگئی اور وہ جوان ان کا جانشین قرار پایا۔

وہی جوان ذوالکفل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں منصبِ نبوت پر فائز کیا۔

ایک دن ابلیس نے اپنے دوستوں سے کہا کہ تم میں سے کون ہے جو ذوالکفل کو غصہ دلائے۔

ایک جن نے جس کا نام ابیض تھا کہا: "میں انہیں غصہ دلاؤں گا۔"

ذوالکفل کا معمول تھا کہ نماز فجر کے بعد لوگوں کے درمیان فیصلے کیا کرتے اور ظہر کے قریب قیلولہ کرتے تھے۔

ایک دن ذوالکفل جیسے ہی دوپہر کے بعد سوئے تو ابیض ان کے دروازہ پر آیا اور چیخ چیخ کر کہا: "میں مظلوم ہوں میری مدد کرو۔"

حضرت ذوالکفل نیند سے بیدار ہوئے اور فرمایا: "تم جاؤ فریق مخالف کو بھی لے آؤ میں تمہارا فیصلہ کرتا ہوں۔"

ابیض اپنے مقام سے نہ ہلا تو ذوالکفل نے اس سے پوچھا: "تم فریق ثانی کو بلانے کیوں نہیں جاتے؟"

اس نے کہا: "مجھے اندیشہ ہے کہ وہ میرے بلانے پر نہیں آئے گا۔"

آپؐ نے اپنی انگوٹھی اسے بطور نشانی دی۔ دوسرے دن پھر ذوالکفل جب گھر میں آرام کر رہے تھے، وہ شیطان ان کے درخانہ پر آیا اور فریاد کی کہ میری مدد کریں۔

ذوالکفل نیند سے بیدار ہو کر باہر آئے اور پوچھا: "میں نے تمہیں اپنی انگوٹھی بطور نشانی دی تھی تو کیا تم نے اپنے مخالف کو نشانی دکھائی تھی؟"

ابیض نے کہا: "جی ہاں! میں نے آپؐ کی انگوٹھی اسے دکھائی تھی لیکن وہ آپ کے پاس آنے پر رضامند نہ ہوا۔"

ذوالکفل نے اسے رقعہ لکھ کر دیا اور فرمایا: "اپنے مخالف کو میرا رقعہ دینا امید ہے میرا رقعہ پڑھ کر وہ چلا آئے گا۔"

تیسرے دن جب ذوالکفل سوئے ہوئے تھے تو شیطان نے ان کے دروازہ

پر پھر شور مچا کر کہا: "میں مظلوم ہوں میری مدد کرو۔"

آپ نیند سے بیدار ہو کر باہر آئے اور اس سے پوچھا: "تم نے اپنے مخالف کو میرا رقعہ پہنچایا تھا؟"

اس نے کہا: "جی ہاں! اس نے رقعہ کو کوئی اہمیت نہیں دی۔"

آپؑ نے کہا "کوئی حرج نہیں میں تمہارے ساتھ فریق مخالف کے دروازہ پر جاتا ہوں۔" ابیض کے ساتھ آپؑ چل پڑے۔

چند قدم چلنے کی بعد ابیض نے کہا: "میرا کسی سے کوئی جھگڑا نہیں میں صرف آپؑ کے حلم کا امتحان لے رہا تھا اور دیکھنا چاہتا تھا کہ آپؑ نے جو وعدہ کیا تھا اس پر کس حد تک قائم ہیں؟"

اس قصہ کی طرح میں نے ایک عالم کا قصہ بھی پڑھا ہے کہ تین اشخاص نے آپس میں عہد و پیمان کیا کہ وہ اس عالم کو غصہ دلائیں گے جبکہ وہ عالم دین انتہائی حلیم وبردبار شخصیت تھے۔

چنانچہ ایک رات آدھی رات کے قریب وہ ان کے دروازہ پر آئے اور زور زور سے دروازے کی زنجیر کو کھٹکھٹایا، جس سے تمام افرادِ خانہ بیدار ہوگئے، دستک سن کر عالم دین نے دروازہ کھولا تو ان لوگوں نے سلام کر کے کہا: "جناب معاف کرنا اس وقت ہم آپ سے ایک مسئلہ پوچھنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔"

عالم دین نے کہا: "کوئی حرج نہیں ہے۔"

پھر دوسری رات جب تمام افراد سوئے ہوئے تھے انہوں نے پھر وہی حرکت کی۔ جب عالم نے مسئلہ پوچھا تو کہا: "جناب ہم بھول گئے ہیں۔"

تیسری رات انہوں نے پھر اس عالم کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ عالم نیند سے بیدار

ہو کر باہر آئے تو انہوں نے کہا: "جناب ہم نے آپ سے مسئلہ پوچھنا ہے مگر مسئلہ کی نوعیت کچھ ایسی ہے کہ ہمیں بیان کرتے شرم محسوس ہوتی ہے۔"

عالم دین نے کہا: "نہیں کوئی بات نہیں، آپ بے دھڑک ہو کر مسئلہ پوچھیں۔"

انہوں نے کہا کہ: "آپ ہمیں یہ بتائیں کہ پاخانہ کا ذائقہ کیسا ہوتا ہے؟"

یہ سن کر اس عالم نے خفگی کا اظہار کیے بغیر کہا: "جب پاخانہ خارج ہوتا ہے تو میٹھا ہوتا ہے، پھر ترش ہو جاتا ہے اور پھر کڑوا ہوتا ہے۔"

ان ساتھیوں نے عالم سے کہا: "آپ کو کس طرح سے اس کا علم ہے؟"

عالم نے کہا: "مجھے اس کا علم اس وجہ سے ہوا کہ مکھی میٹھی چیز پر بیٹھنا پسند کرتی ہے، جب پاخانہ خارج ہوتا ہے تو اس پر مکھیاں جمع ہو جاتی ہیں۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد مچھر اس پر آکر بیٹھتے ہیں، مچھر ترشی کو پسند کرتا ہے اور آخر میں اس میں کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں اور کیڑے تلخی کو پسند کرتے ہیں۔"

یہ جواب سن کر تینوں افراد چلے گئے۔

حضرت علیؑ حق بات کیلئے ناراض ہوتے ہیں

سعید بن قیس ہمدانی کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن امیر المؤمنین علیہ السلام کو ایک دیوار کے سایہ میں کھڑا دیکھا تو میں نے عرض کی کہ: "آپؑ یہاں کیوں کھڑے ہیں؟"

آپؑ نے فرمایا: "میں اس لئے یہاں آکر کھڑا ہوں کہ کسی بے بس کی مدد کروں یا کسی مظلوم کی فریاد رسی کروں۔"

اسی دوران ایک عورت نہایت اضطراب کے عالم میں وہاں سے گزری اور پریشانی کی وجہ سے اسے راستہ کا علم نہیں ہو رہا تھا۔ اچانک اس کی نگاہ مولائے کائنات امیر المؤمنین علیہ السلام پر پڑی تو اس نے بڑی عاجزی و لاچاری سے مولا کی خدمت میں عرض کی کہ "میرے شوہر نے مجھ پر ظلم کیا ہے اور مجھے زد و کوب کرنے کی قسم اٹھا چکا ہے۔ آپ چل کر میرے شوہر کے پاس میری سفارش فرمائیں تاکہ وہ مجھے ناحق نہ مارے پیٹے۔"

آپؑ نے فرمایا: "تم اپنے مکان کا پتہ بتاؤ میں کچھ دیر میں وہاں آؤں گا۔"

عورت نے اپنے مکان کا پورا پتہ بتایا تو آپؑ نے فرمایا: "خدا کی قسم میں مظلوم کا حق لے کر رہوں گا۔"

کچھ دیر بعد آپؑ اس مکان پر گئے۔ دروازہ پر دستک دی تو ایک جوان جس نے رنگین پیراہن پہن ہوا تھا برآمد ہوا۔ آپؑ نے اس جوان سے فرمایا: "خدا سے ڈر تو نے اپنی بیوی کو ناحق پریشان کیا ہوا ہے۔"

جوان جو آپؑ کو نہیں جانتا تھا، کہا: "آپ کو میاں بیوی کے درمیان مداخلت کا کیا حق ہے اب میں اسے آگ میں جلاؤں گا؟"

امیر المؤمنین علیہ السلام کا دستور تھا کہ آپؑ جب بھی باہر نکلتے تو اپنے ساتھ ایک دُرّہ اور ایک تلوار ضرور رکھا کرتے تھے تاکہ جب تادیب کی ضرورت ہو تو دُرّہ کو استعمال کیا جائے اور اگر کوئی تلوار کا حقدار ہو تو اسے کیفر کردار تک پہنچایا جا سکے۔

مولاؑ نے کمر سے تلوار نکال کر کہا: "میں تجھے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر رہا ہوں اور تو بے چاری بیوی کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گیا ہے۔ توبہ کر

ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔"

جب لوگوں نے آپؑ کی آواز سنی تو دوڑتے ہوئے آئے اور امیر المؤمنینؑ کہہ کر آپؑ کو سلام کرنے لگے تو جوان کو پتا چلا کہ اس کے مخاطب علی علیہ السلام ہیں۔

جوان نے کہا: "مولاؑ میں اپنی غلطی کی معافی چاہتا ہوں، اگر آپؑ حکم دیں تو میں زمین پر لیٹ جاتا ہوں اور میری بیوی میرے اوپر سے گزر جائے۔"

پھر آپؑ نے میاں بیوی میں صلح کرادی اور واپس آتے ہوئے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے میرے ذریعہ سے میاں بیوی میں صلح کرادی۔" (سفینۃ البحار جلد ۲ صفحہ ۲۲۱)

ایک اور موقع

جب مسجد نبوی تعمیر ہوئی تو اس کے اردگرد بہت سے صحابہ نے مکان بنا لئے ان کے دروازے مسجد میں کھلتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول مقبولؐ کو حکم ہوا کہ علیؑ کے دروازہ کے علاوہ باقی تمام لوگوں کے دروازے بند کرا دیں۔

رسول کریمؐ نے ان تمام لوگوں کو بلا کر حکم دیا کہ تم اپنے دروازے بند کر دو۔ تمام صحابہ کے دروازے بند ہو گئے۔

آپؐ نے اپنے چچا عباس کو بھی دروازہ بند کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے عرض کی: "علیؑ کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور آپؐ میرا دروازہ بند کروا رہے ہیں۔"

آپؐ نے فرمایا: "میں نے تمہارے دروازے اپنی مرضی سے بند اور علیؑ کا

دروازہ اپنی مرضی سے کھلا نہیں رکھا۔ اللہ نے تمہارے دروازوں کو بند کرنے اور علی کا دروازہ کھلا رکھنے کا حکم دیا ہے۔"

پھر عباس نے عرض کی: "اچھا تو مجھے اپنا پرنالہ مسجد کی جانب رکھنے کی اجازت عطا فرمائیں تاکہ مجھے بھی کوئی امتیاز حاصل ہو جائے۔"

رسول خداؐ نے عباس کی درخواست قبول فرمائی اور انہیں مسجد کی سمت پرنالہ رکھنے کی اجازت عطا کی۔

پھر آپؐ نے فرمایا: "لوگو! اللہ نے میرے چچا کو یہ امتیاز عطا کیا ہے۔ خبردار! انہیں کوئی اذیت نہ پہنچائے وہ میرے آباء واجداد کی یادگار ہیں۔ خدا اس پر لعنت کرے جو میرے چچا کو اذیت دے اور ان کے حق کو ضائع کرے یا ان کے خلاف کسی کی مدد کرے۔"

خلیفہ ثانی کے دور تک وہ پرنالہ اپنی جگہ پر قائم رہا۔ ایک دفعہ عباس بیمار ہوئے۔ کنیز نے چھت پر اپنا قمیض دھویا اور پانی پرنالہ سے گرایا۔ کچھ پانی خلیفہ ثانی کے کپڑوں پر بھی گرا۔

انہوں نے غلام کو حکم دیا کہ پرنالہ اکھاڑ کر چھت پر پھینک دے اور کہا: "جس نے پرنالہ دوبارہ اس طرف لگانے کی جرأت کی تو وہ اسے قتل کردیں گے۔"

جب عباس کو ان واقعات کا علم ہوا تو وہ اپنے دونوں بیٹوں عبداللہ اور عبیداللہ کے کندھوں کا سہارا لے کر حضرت علیؑ کے گھر آئے اس وقت بخار کی شدت سے ان کا پورا بدن کانپ رہا تھا۔ حضرت علیؑ نے اٹھ کر چچا کا استقبال کیا اور فرمایا: "آپ نے اس حالت میں آنے کی زحمت کیوں اٹھائی؟"

عباس نے حضرت علیؑ کو پرنالہ اکھاڑے جانے اور دوبارہ نصب کرنے کی صورت میں دھمکیوں کا ذکر کیا اور کہا: "میری دو آنکھیں تھیں جن سے میں دیکھا کرتا تھا میری دائیں آنکھ رسول خداؐ تھے، اور میری بائیں آنکھ تم ہو۔ اب میری ایک آنکھ چلی گئی اور تمہاری شکل میں میری ایک آنکھ باقی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ تمہاری موجودگی میں مجھ سے وہ شرف وامتیاز کوئی نہیں چھین سکتا جو مجھے رسول خداؐ نے عطا کیا تھا۔"

حضرت علیؑ نے فرمایا: "چچا جان آپ گھر جاکر آرام فرمائیں، خدا نے چاہا تو آپ کی منشا پوری ہوگی۔"

حضرت علیؑ نے قنبر کو ذوالفقار لانے کا حکم دیا۔ آپؑ نے ذوالفقار کمر سے باندھی اور مسجد آئے اور قنبر کو حکم دیا کہ پرنالہ پرانی جگہ پر نصب کرے۔ قنبر نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر حضرت علیؑ نے فرمایا: "جس کسی نے پرنالہ اکھاڑا یا اکھاڑنے کا حکم دیا تو میں اس کی گردن کاٹ دوں گا اور پھر اس کی گردن کو دھوپ میں ڈال دوں گا تاکہ گرمی سے جلتی رہے۔"

خلیفہ ثانی کو اطلاع ملی کہ علی نے پرنالہ دوبارہ نصب کردیا ہے تو انہوں نے کہا "ہم علی کو ناراض نہیں کرینگے البتہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کرینگے۔"

صبح حضرت علیؑ نے اپنے چچا عباس کو پرنالہ نصب کرنے کی اطلاع دی اور کہا۔ "آپ کے پرنالہ کے لئے مجھے پوری اہلِ زمین کی مخالفت کا بھی سامنا کرنا پڑتا تو بھی میں ضرور سامنا کرتا مگر آپ کی خواہش کو پورا کرکے رہتا۔"

عباس اپنی جگہ سے اٹھے اور علیؑ کی پیشانی چوم کر کہا: "ماخاب من انت ناصرہ" جس کے آپ مددگار ہوں وہ ناکام نہیں رہتا۔ (سفینۃ البحار لفظ غضب)

چند روایات

عن علی بن الحسینؑ قال مر رسول اللّٰہ بقوم یتشائلون حجرا فقال ماھذا فقالو نختبر اشدنا و اقوانا فقال الااخبرکم باشدکم و اقواکم قالوا بلی یا رسول اللّٰہ قال اشد کم و اقواکم الذی اذراضی لم یدخلہ رضاہ فی اثم ولا باطل و اذ اسخط لم یخرجہ سخطہ من قول الحق واذا ملک یقاط مالیس لہ بحق

"وسائل جلد نفس صفحہ ۵۱۹"

امام علی زین العابدین نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ایک ایسے گروہ سے ہوا جو پتھر اٹھا رہے تھے، آپؐ نے فرمایا۔ "یہ کیا ہے؟"
جوانوں نے کہا: "ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہم میں زیادہ طاقتور کون ہے۔"
آپؐ نے فرمایا: "میں تمہیں بتاؤں کہ تمہارے اندر سب سے زیادہ طاقتور کون ہے؟"
جوانوں نے کہا: "ضرور بتائیں۔"
آپؐ نے فرمایا: "تم میں سب سے زیادہ طاقتور وہ ہے کہ جب وہ راضی ہو تو اسے اس کی رضا گناہ اور باطل میں مشغول نہ کرے، جب وہ ناراض ہو تو ناراضگی اسے قولِ حق سے باہر نہ نکالے اور جب وہ مالک بنے تو اس چیز پر نظر نہ رکھے جو اس کا حق نہ ہو۔

قال الصادقؑ الحلم سراج اللّٰہ یستضیئ بہ صاحبہ الی جوارہ ولا یکون حلیما الا المؤید بانوار اللّٰہ و بانوار المعرفۃ والتوحید. والحلم یدور علی خمسۃ اوجہ. ان یکون عزیزا فیذل اویکون صادقا فیتھم اوید عوالی الحق فیستخف بہ او ان یؤذی بلا جرم او ان یطالب بالحق ویخالفوہ فان اتیت کلا منھا فقد اصبت و

قابل السفیہ بالا عراض عنہ و ترک الجواب یکن الناس انصارک لامن جاوب السفیہ وکافاہ قدوضع الحطب علی النار قال رسول اللّٰہؐ مثل المؤمن مثل الارض منافعھم منھا و اذاھم علیھا ومن لایصبر علی جفاء الخلق لایصل الی رضاء اللّٰہ.

"بحار جلد ۱۵ صفحہ ۲۱۸"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ "حلم خدا کا وہ روشن چراغ ہے جس سے حلیم خدا کے قرب تک روشنی حاصل کر سکتا ہے اور انسان اس وقت تک حلیم نہیں بن سکتا جب تک وہ اللہ کے نور اور معرفت اور توحید کے نور سے مؤید نہ ہو حلم کے پانچ مواقع ہیں: (۱) عزت دار ہو اس کی توہین ہو تو بردباری کرے۔ (۲) انسان سچ کہے لیکن لوگ اسے جھوٹا کہیں۔ (۳) حق و حقیقت کی دعوت کی بنا پر لوگ اس کی تذلیل کریں۔ (۴) بغیر کسی خطا کے اسے اذیت دیں۔ (۵) وہ اپنے کسی حق کا مطالبہ کرے لیکن وہ اس حق میں اس کی مخالفت کریں۔
اگر ان مواقع پر تو نے حلم کا اظہار کیا تو پھر تو کامیاب ہے۔ اگر کوئی نادان حد ادب سے نکل جائے تو اس کی طرف توجہ نہ کرو اور جواب مت دو۔ اس صورت میں لوگ تمہارے مددگار ہوں گے اگر تم نے احمق کو جواب دیا تو گویا تم نے جلتی پہ تیل گرادیا۔
پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مؤمن کی مثال زمین کی طرح ہے لوگ زمین سے فائدہ حاصل کرتے ہیں اور تمام نازیبا کام بھی زمین پر ہی کرتے ہیں جو شخص مخلوق کی جفا پر صبر نہ کرے تو وہ رضائے حق تک نہیں پہنچ سکتا۔"
قال الصادقؑ قال الحواریون لعیسیٰ بن مریمؑ یا معلم الخیر علّمنا ای الاشیاء

اشد قال اشد الا شیاء غضب اللّٰہ قالوا فبم یتقی غضب اللّٰہ قال قال ان لا تغضبوا قالوا وما بدؤ الغضب قال التکبر والتجبر و محقرۃ الناس.

"سفینۃ البحار جلد ۲ صفحہ ۳۱۸"

امام صادقؑ نے فرمایا کہ حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا: "اے معلم خیر! آپؑ ہمیں تعلیم دیں کہ سب سے سخت چیز کیا ہے؟"

آپؑ نے فرمایا: "سب سے سخت چیز اللہ کا غضب ہے۔"

حواریوں نے کہا: "تو ہمیں اللہ کے غضب سے کیسے بچنا چاہئے؟"

حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا: "تم غضب کرنا چھوڑ دو۔"

حواریوں کہا: "غصہ کی ابتداء کیسے ہوتی ہے؟"

حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا۔ "غصہ کی ابتداء تکبر، خود خواہی اور دوسروں کو حقیر سمجھنے سے ہوتی ہے۔"

عن الصادقؑ عن ابیہ انہ ذکر عندہ الغضب فقال ان الرجل لیغضب حتی ما یرضی ابدا ویدخل بذلک النار فایما رجل غضب وھو قائم فلیجلس فانہ سیذھب عنہ رجز الشیطن و ان کان جالسا فلیقم و ایما رجل غضب علی ذی رحمہ فلیقم الیہ ولیدن منہ ویمسہ فان الرحم اذامست الرحم سکنت.

"سفینۃ البحار جلد ۲ لفظ غضب"

امام صادق علیہ السلام نے اپنے والد بزرگوار سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ ان کے پاس "غضب" کی بحث چلی تو انہوں نے فرمایا: "کبھی انسان غصہ کرتا ہے اور پھر کبھی راضی نہیں ہوتا اور یہی ناراضگی اسے دوزخ میں لے جاتی ہے۔"

جب کسی شخص کو غصہ آئے اگر وہ کھڑا ہو تو اسے چاہئے کہ بیٹھ جائے اور بیٹھا ہوا

ہو تو کھڑا ہو جائے۔ اگر کسی شخص کو اپنے رشتہ دار پر غصہ آئے تو اٹھ کر اس کے قریب جائے اور اس کے بدن کو مس کرے تو اس کا غصہ تھم جائے گا۔

بعث ابو عبداللہؑ غلاماله فی حاجة فابطأ فخرج ابو عبداللہؑ علی اثرہ لما ابطأ فوجدہ نائما فجلس عند رأسه یروّحه حتی انتبه فلما تنبه قال له ابو عبداللہؑ یا فلان واللہ ماذلك لك تنام اللیل والنهار لك اللیل ولنا منك النهار.

"الکافی جلد ۲ صفحہ ۱۱۲"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے ایک غلام کو کسی کام کے لئے بھیجا۔ جب اس نے آنے میں دیر کی تو آپؑ اس کی تلاش میں نکلے تو اسے ایک جگہ سوتے ہوئے پایا۔ آپؑ نے اسے پنکھے سے ہوا دینی شروع کی جب وہ بیدار ہوا تو آپؑ نے فرمایا "تمہارا یہ حق نہیں کہ تم دن کو بھی سوؤ اور رات کو بھی سوؤ۔ تم رات کو نیند کرو اور دن کو ہمارے کام کرو۔"

باب چہارم

سعی و عمل

لَیْسَ للانسان اِلاماسعٰی

جتنا کام اتنی اجرت

ایک لکڑہارا روزانہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر بیچتا تھا اور اس سے اپنے گھر کا خرچ پورا کرتا تھا۔

ایک دن وہ جنگل میں گیا اور درخت کاٹنے لگا۔ اتنے میں ایک شخص وہاں آیا اور درخت کے سامنے بیٹھ گیا۔ لکڑہارا جیسے ہی درخت کی جڑ پر کلہاڑا مارتا تو وہ شخص سامنے بیٹھ کر "ھَہ" کی آواز اپنے منہ سے نکالتا۔

الغرض لکڑہارا دوپہر تک کلہاڑا چلاتا رہا اور وہ شخص "ھَہ" کی آواز منہ سے نکالتا رہا۔ لکڑہارا لکڑیاں بازار میں لے آیا اور فروخت کیں۔ جیسے ہی اسے لکڑیوں کی قیمت ملی تو "ھَہ" کی آواز نکالنے والا شخص اس کے پاس آیا اور کہا: "میرا حصہ مجھے دو۔"

لکڑہارے نے کہا: "تمہارا حصہ کیسے بنتا ہے؟"

اس نے کہا: "سارا دن تم کلہاڑہ مارتے رہے اور میں منہ سے "ھَہ" کی آواز

نکالتا رہا۔ آخر مجھے اس کی اجرت ملنی چاہئے۔"

ان دونوں کے درمیان اختلاف اس قدر بڑھا کہ انہیں قاضی کی عدالت میں جانا پڑا۔

قاضی نے دونوں کے بیان سنے اور فیصلہ یہ کیا کہ لکڑہارے سے کہا: "اسے جو درہم ملے ہیں وہ انہیں زمین پر پھینکے اور ان سے جو آواز پیدا ہو دوسرا شخص اس کی آواز کو سنے کیونکہ اس نے عمل میں شرکت نہیں کی اور صرف "ھَہ" کرتا رہا، اب اس کا بدلہ یہی ہے کہ وہ درہموں کی آواز سن لے کیونکہ الرنۃ اجرۃ الانۃ "ھَہ ھَہ" کی اجرت "ٹک ٹک" ہوتی ہے۔

محنت کی عظمت

مفتاح العلوم کے مؤلف سراج الدین سکاکی ایک بلند پایہ عالم تھے اور کئی علوم انہیں ازبر یاد تھے۔ یہ اپنی جوانی میں لوہار تھے اور لوہے کے مختلف اوزار بنایا کرتے تھے۔ انہوں نے اس دور میں ایک تالا بنایا جس کا وزن صرف ایک قیراط تھا اور اس تالے کو بادشاہ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کرنے کے لئے لے گیا۔

بادشاہ اور اس کے درباریوں نے اس کے بنائے تالے کو دیکھا لیکن اس کی کوئی خاص ہمت افزائی نہ کی۔

اسی اثنا میں ایک عالم دربار میں وارد ہوا تو بادشاہ نے اٹھ کر اس کا استقبال کیا اور اپنے پہلو میں اسے بٹھایا۔

سکاکی نے پوچھا: "یہ کون ہے؟" اسے بتایا گیا کہ یہ ایک عالم ہے۔

یہ سن کر سکاکی سوچنے لگے کہ اگر میں بھی عالم بن جاؤں تو سلاطین میرا

بھی اتنا ہی احترام کریں گے جتنا کہ اس عالم کا احترام ہو رہا ہے۔

اس وقت سکاکی کی عمر تیس سال کی تھی وہ تحصیل علم کے لئے مدرسہ گئے۔ اسے دیکھ کر مدرس نے کہا: "مجھے پڑھانے سے تو انکار نہیں ہے لیکن تم اس عمر و سن میں کچھ یاد نہیں کر سکو گے۔"

سکاکی نے کہا: "میں ہر قیمت پر مسائل یاد کروں گا۔"

مدرس نے کہا: "میں تمہارے حافظہ کا امتحان لوں گا پھر تمہیں پڑھانا شروع کروں گا۔"

مدرس نے امام شافعی کے اجتہادات میں سے ایک مسئلہ پیش کیا اور کہا کہ تم اس عبارت کو حفظ کرو۔ عبارت یہ تھی: "قال الشیخ یطهر جلدالکلب بالدباغ" شیخ کا قول ہے کہ دباغت سے کتے کی جلد پاک ہو جاتی ہے۔"

مدرس نے کافی دیر تک سکاکی کو یہ عبادرت یاد کرائی۔ دوسرے دن سکاکی نے اس عبارت کو یوں سنایا: "قال الکلب یطهر جلد الشیخ بالدباغ" کتے کا قول ہے کہ شیخ کی جلد دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔"

مدرسے میں جتنے طلباء بیٹھے تھے وہ یہ عبارت سن کر ہنسی سے زمین پر لوٹ پوٹ ہونے لگے۔ سکاکی اپنے مستقبل سے مایوس ہو گئے اور دل میں کہنے لگے کہ اس عمر میں کچھ پڑھنا بے کار ہے اور بالخصوص جب قوت حافظہ کمزور ہو۔ انہوں نے مدرسہ چھوڑنے کا قصد کیا۔

اسی دوران ان کا گزر ایک پہاڑ سے ہوا تو انہوں نے دیکھا کہ پہاڑ سے پانی قطرہ قطرہ نیچے گر رہا تھا اور جہاں پانی کے قطرے گر رہے تھے وہاں سخت پتھر تھا اور پانی کی مسلسل بوندیں گرنے کی وجہ سے پتھر میں سورخ ہو چکا تھا۔

سکاکی اس منظر کو کافی دیر تک دیکھتے رہے اور اپنے دل میں کہا کہ پتھر سے

زیادہ سخت کوئی چیز نہیں ہے اور پانی سے زیادہ نرم کوئی چیز نہیں ہے۔

نرم پانی کی ایک ایک بوند پڑنے سے سخت پتھر میں سوراخ ہو سکتا ہے تو میرا دل و دماغ پتھر سے تو زیادہ سخت نہیں ہے۔ یہ سوچ کر ایک نئے عزم و ارادہ سے اس نے پڑھنا شروع کیا۔ آخر کار چند سالوں کے بعد وہ اپنے زمانہ کا مشہور عالم بن گیا۔

زیادہ اجرت زیادہ کام کے بغیر نہیں ملتی

مسجد نبوی میں ایک اعرابی وارد ہوا اور دو رکعت نماز بڑی جلدی سے پڑھی اور نماز میں نہ تو اس نے قرأت کا لحاظ رکھا اور نہ ہی طمانیت کو اس نے ملحوظ خاطر رکھا امام علی زین العابدین علیہ السلام اس کی نماز کو دیکھ رہے تھے۔ نماز کے بعد اعرابی نے دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے اور کہا: "خدایا مجھے جنت کے اعلیٰ درجات عنایت فرما، مجھے جنت میں ایک سنہری محل اور چار حوریں عطا فرما۔"

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: "عجیب آدمی ہو، حق مہر تو بہت کم دے رہے ہو اور چار حوروں سے بیک وقت نکاح کرنا چاہتے ہو۔" (لطائف الطوائف صفحہ ۴۱)

اعمال کا دارومدار نیت پر ہے

محدث جلیل سید نعمت اللہ جزائری تحریر کرتے ہیں کہ ایک زمانے میں میرے ذہن میں یہ عجیب سوال پیدا ہوا کہ شیطان نے چھ ہزار سال تک بندگی کی تھی اور ہمیں پوری طرح سے یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ وہ چھ ہزار سال دنیا

کے تھے یا آخرت کے تھے؟ اس کے باوجود سجودِ آدمؑ کے حکم کے وقت اسے توفیقِ الٰہی کیوں میسر نہ آئی جیسا کہ ملائکہ کو میسر آئی تھی؟ جب چھ ہزار برس عبادت کرنے والا توفیق سے محروم رہا تو ساٹھ ستر سال عبادت کرنے والے کو توفیقِ ایزدی کیسے نصیب ہو سکتی ہے؟

ایک عرصے تک یہ سوال میرے ذہن میں خلش پیدا کرتا رہا۔ آخرکار میرے استاد محترم علامہ مجلسیؒ نے چند روایات کی طرف میری توجہ مبذول کرائی جن سے میرا عقدہ وا ہوا اور میری ذہنی پریشانی دور ہوئی۔

ان روایات کا ماحصل یہ ہے کہ شیطان کا تعلق گروہ جنات سے تھا۔ قوم جنات نے سرکشی کی تو اللہ نے ملائکہ کو ان کے خاتمہ کے لئے بھیجا۔ ملائکہ نے تمام قوم جنات کو قتل کر دیا اور شیطان نے اپنی جان بچانے کے لئے ان کے سامنے اپنے آپ کو مؤمن کے طور پر پیش کیا۔

الغرض تمام قومِ جنات میں سے اکیلا ابلیس باقی رہ گیا تو اس نے ملائکہ سے کہا کہ: "میری پوری قوم کو تم نے قتل کر دیا ہے اور اب میں اکیلا یہاں رہ کر کیا کروں گا؟ لہٰذا تم مجھے اپنے ساتھ آسمان پر لے جاؤ۔ میں وہاں تمہارے ساتھ مل کر عبادت کروں گا۔"

ملائکہ نے اللہ تعالیٰ سے اجازت مانگی اور اسے اپنے ساتھ آسمانوں پر لے گئے۔ اس نے آسمانی الواح میں سے ایک لوح پر یہ تحریر لکھی دیکھی کہ: "میں کسی کا عمل ضائع نہیں کرتا خواہ عمل دنیا کیلئے ہو یا آخرت کے حصول کیلئے ہو۔"

اور قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **"ومن یرد حرث الاخرة نزدلہ فی حرثہ ومن یرد حرث الدنیا نؤتہ منھا ومالہ فی الاخرۃ من خلاق"**

جو آخرت کی کھیتی کو طلب کرے تو ہم اس کی کھیتی میں اضافہ کریں گے اور جو دنیا کی کھیتی طلب کرے تو ہم اسے دنیا کی کھیتی کا ثمر دیں گے اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔"

جب شیطان نے آسمانی لوح کو پڑھا تو اس نے سوچا کہ آخرت ادھار ہے اور دنیا نقد ہے اور کوئی عقل مند نقد کی جائے ادھار پر راضی نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس نے دنیا کے لئے عبادت کرنا شروع کی۔

اللہ تعالیٰ کو اسے دنیا میں اس کا اجر تو دینا ہی تھا، لہٰذا اسے رئیس ملائکہ کے عہدہ پر فائز کیا گیا اور جب سجود آدم کا حکم ملا تو اس کی نیت واضح ہو گئی اور اسے توفیق الٰہی میسر نہ آئی۔ اگر ابلیس نے رضائے الٰہی کے حصول کے لئے عبادت کی ہوتی تو یقیناً اسے توفیق الٰہی میسر آتی اور وہ لعین بننے سے محفوظ رہتا۔

جنت فضل سے ملتی ہے یا عدل سے؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک عابد ایک غار میں رہ کر سالہا سال اللہ کی عبادت کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے غار کے کنارے ایک انار کا درخت پیدا کیا۔ وہ موسم گرما میں تازہ انار کھاتا اور کچھ انار موسم سرما کے لئے غار میں محفوظ کر لیتا تھا۔

حضرت امام صادقؑ نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب اس عابد کو حساب کے مرحلہ میں داخل کیا جائے گا تو آواز قدرت آئے گی: "اسے ہمارے فضل و کرم کے تحت جنت میں بھیجو۔"

عابد عرض کرے گا: "خدایا! میں نے سالہا سال تیری عبادت کی مجھے

فضل نہیں تیرے عدل کی ضرورت ہے۔"

ارشاد پروردگار ہوگا کہ: "اس کے عمل کو میزان میں رکھ کر تولو اور ہماری نعمتوں کا بھی وزن کرو۔"

چنانچہ عابد کی زندگی کی تمام نیکیاں میزان کے ایک پلڑے میں رکھی جائیں گی اور دوسرے پلڑے میں ایک دانہ انار رکھا جائے گا تو انار کا وزن اس کی عبادت سے زیادہ ہوگا، اس وقت عابد کہے گا: "پروردگار! مجھے تیرا عدل نہیں بلکہ تیرے فضل کی ضرورت ہے۔"

حضرت داؤد علیہ السلام کو پروردگار نے وحی فرمائی کہ: "اے داؤدؑ! اس طرح سے میرا شکر ادا کرو جیسا کہ شکر کرنے کا حق ہے۔"

حضرت داؤدؑ نے عرض کی: "خدایا میں تیرا کما حقہ شکر کیسے ادا کر سکتا ہوں کیونکہ شکر بذات خود ایک نعمت ہے اور ہر نعمت متقاضی شکر ہے۔"

اس کے بعد پھر وحی الٰہی آئی: "داؤدؑ! جب تم نے یہ جان لیا کہ تم ہمارے شکر ادا کرنے سے قاصر ہو تو تم نے ہمارا اسی طرح سے شکر کیا جیسا کہ شکر کرنے کا حق ہے۔"

سعدی نے گلستان کے ابتدائیہ میں خوبصورت جملے لکھے ہیں: "اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جس کی اطاعت موجبِ قرب اور جس کا شکر اضافۂ نعمت کا سبب ہے، ہر سانس پر جو اندر جاتی ہے ممد حیات ہے اور جو باہر نکلتی ہے وہ معرض ذات ہے۔ ہر سانس میں دو نعمتیں موجود ہیں اور ہر نعمت پر ایک شکر واجب ہے۔"

از دست و زبان کہ برآید
کز عہدۂ شکرش بدر آید

شاہی کی قیمت

بیان کیا جاتا ہے کہ ہارون الرشید کے پاس ایک واعظ گیا۔ ہارون نے اس سے نصیحت کرنے کی درخواست کی تو اس نے کہا: "بادشاہ! اگر آپ سخت پیاسے ہوں اور کہیں سے بھی پانی نہ ملے اور ایک شخص آپ کو ایک جام دے تو بتائیے اس کی کتنی قیمت دینے پر آپ رضامند ہو سکتے ہیں؟"

ہارون نے کہا: "میں اس حالت میں آدھی حکومت دینے پر آمادہ ہو جاؤں گا۔"

پھر واعظ نے کہا: "اچھا اگر وہی پانی آپ کے اندر رک جائے اور پیشاب نہ آئے اور آپ پیشاب کی وجہ سے بہت زیادہ اذیت محسوس کریں تو پانی نکالنے کے لئے کیا قیمت دیں گے؟"

ہارون نے کہا کہ: "میں آدھی حکومت دے دوں گا۔"

واعظ نے کہا: "ہارون! ایسی حکومت و مملکت پر ناز نہیں کرنا چاہئے جس کا آدھا حصہ پانی پینے اور آدھا حصہ پانی نکالنے کی قیمت ہو۔" (انوار نعمانیہ)

قرابتِ رسول مؤثر ہے یا عمل؟

حسن بن موسیٰ بغدادی کہتے ہیں کہ میں امام علی رضا علیہ السلام کے پاس خراسان میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس محفل میں امام علی رضا علیہ السلام کا بھائی زید بن امام موسیٰ کاظم بھی موجود تھا اور اس کے پاس بھی چند افراد بیٹھے تھے۔

زید ان سے بڑے فخریہ لہجہ میں کہہ رہا تھا کہ ہم ایسے ہیں، ہم نے یہ کیا،

ہم نے وہ کیا۔

امام علی رضا علیہ السلام نے اس کی یہ گفتگو سن لی۔

اس سے قبل زید نے بنی عباس کے خلاف مدینہ میں خروج کیا تھا اور عباسیوں کے کچھ گھروں کو آگ لگا دی تھی اسی لئے اسے "زید النار" کہا جاتا تھا۔

مامون نے اس کے مقابلہ کے لئے فوج روانہ کی۔ زید گرفتار ہوا تو مامون نے اسے ان کے بھائی امام علی رضا علیہ السلام کے پاس بھیج دیا تھا۔

امام نے زید کو مخاطب کر کے فرمایا: "کوفہ کے بعض نادانوں کی زبانی تم نے یہ حدیث سنی ہے "ان فاطمة احصنت فرجها فحرم الله ذريتها على النار" فاطمہ کی پاکیزگی کی وجہ سے اللہ نے اس کی اولاد پر دوزخ حرام کی ہے۔"

چنانچہ تم یہ حدیث سن کر مغرور ہوگئے۔ یاد رکھو یہ حدیث صرف امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے لئے ہے جو حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کے بلافصل فرزند ہیں۔ کبھی تو نے یہ بھی سوچا کہ تو معصیت خدا کر کے جنت میں جائے اور تیرا باپ موسیٰ کاظمؑ دن رات خدا کی عبادت کر کے جنت میں جائے تو اس صورت میں تیرا مقام تیرے باپ سے بلند نہ ہوگا۔

خدا کی قسم "ماينال احد ما عندالله الا بطاعة" مقام قرب اور جنت اطاعت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ اگر تیرا یہ خیال ہو کہ تو خدا کی معصیت و مخالفت کر کے جنت میں چلا جائے گا تو یہ تیری خام خیالی ہے۔ جب کہ امام زین العابدین علیہ السلام کا فرمان ہے ہم میں سے نیکوکار کو دوگنا اجر ملے گا اور بدکار کو دگنی سزا ملے گی۔

زید نے کہا: "میں آپ کا بھائی ہوں آپ کے باپ کا بیٹا ہوں۔"

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "تو اس صورت میں میرا بھائی ہے جب تو اللہ کی اطاعت کرے۔"

حضرت نوح علیہ السلام نے بارگاہ احدیت میں عرض کی تھی: "پروردگار! میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ برحق ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: "ان ليس من اهلك انه عمل غير صالح" تمہارے اہل میں سے نہیں ہے اس کے عمل صحیح نہیں ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے نافرمانی کی وجہ سے نوح کے بیٹے کو اہل سے خارج کر دیا۔

عمیر خراسانی کے غلام

عمیر خراسانی ایک بادشاہ تھا۔ وہ ہمیشہ اپنے غلاموں کو بہترین پوشاک پہنایا کرتا تھا اور ہر لحاظ سے غلاموں کو دیکھ بھال کرتا تھا۔

ایک مرتبہ عمیر خراسانی کے غلام زربفت کا لباس پہن کر گزر رہے تھے کہ ایک شخص نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا: "خدایا! بندہ پروری کا طریقہ کوئی عمیر خراسانی سے سیکھے۔" (نعوذباللہ)

چند دن گزرے کہ ایک مخالف بادشاہ نے عمیر کی مملکت پر حملہ کر دیا اور آخر کار تاب مقاومت نہ لاتے ہوئے عمیر بھاگ گیا۔ مخالف بادشاہ نے عمیر کے غلاموں کو گرفتار کر لیا اور پہلے تو بہت لالچ دیا کہ تم عمیر کے چھپے ہوئے خزانوں کے متعلق کچھ بتاؤ۔ لیکن غلاموں نے زبان نہ کھولی۔ پھر اس نے ان غلاموں پر ظلم و ستم کیا تاکہ وہ اس کی مخفی خزانے اسے بتائیں لیکن غلاموں نے پھر بھی اسے کچھ نہ بتایا۔

غلاموں کی وفاداری دیکھ کر اس شخص کو حیا آئی اور کہنے لگا کہ طریقہ بندگی بھی عمیر خراسانی کے غلاموں سے سیکھنا چاہئے۔

مؤمنین کے گناہ کیسے زائل ہوتے ہیں؟

ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا: "تم جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی خدمت میں جاؤ اور ان سے جاکر پوچھو کہ کیا میں ان کا شیعہ ہوں؟"

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا: "اپنے شوہر سے جاکر کہو اگر وہ ہمارے اوامر پر عمل کرتا ہے اور جن چیزوں سے ہم نے روکا ہے ان سے باز رہتا ہے تو وہ ہمارا شیعہ ہے ورنہ ہمارا شیعہ نہیں ہے۔"

بیوی کی زبان سے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کا یہ جواب سن کر وہ شخص بڑا پریشان ہوا اور کہنے لگا: "افسوس انسان کس طرح سے پاک ہو سکتا ہے جب کہ انسان فطری طور پر گناہ گار ہے اور گناہگار تو آل محمدؐ کا شیعہ ہی نہیں ہے اور جو اس گھرانہ کا شیعہ نہ ہو وہ ابدی دوزخ کا حقدار ہے۔"

اس شخص کی بیوی نے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے سامنے اپنے شوہر کی پریشانی کا ذکر کیا تو حضرت سیدہ نے فرمایا: "اپنے شوہر سے جاکر کہو کہ جیسا کہ اس نے سوچا ہے ایسا نہیں ہے۔ ہمارے شیعہ اہل جنت کے بہترین افراد ہیں۔ جو شخص ہم سے دوستی رکھے اور ہمارے دوستوں سے بھی دوستی رکھے اور ہمارے دشمنوں سے دشمنی رکھے اور قلب و زبان سے ہمارے فرمان کو تسلیم کرے لیکن اوامر و نواہی میں ہماری مخالفت کرے تو ایسا شخص ہمارا شیعہ نہیں ہے۔ ایسا شخص جنت میں ضرور جائے گا لیکن اس سے پہلے دنیاوی شدائد و مشکلات کو دیکھے گا یا

روز قیامت شدائد و مشکلات کا اسے سامنا کرنا پڑے گا۔ یا وہ دوزخ کے پہلے طبقہ میں کچھ عرصہ رہے گا پھر جب وہ ہماری محبت کی وجہ سے گناہوں سے پاک ہو جائے گا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔" (بحارالانوار جلد ۷۱ صفحہ ۲۹۵)

ایسے افراد کتنے ہیں؟

مامون رقی کہتے ہیں ایک دن میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ سہل بن حسن خراسانی امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کر کے بیٹھ گیا اور امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرنے لگا: "مولا! آپؑ رحیم و کریم خاندان کے فرد ہیں، امامت آپؑ کا حق ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ آپؑ اپنے حق کے لئے جنگ نہیں کرتے جبکہ اس وقت آپؑ کے لاکھوں عقیدت مند موجود ہیں اور ہزاروں شرربار تلواریں آپؑ کی نصرت کے لئے حاضر ہیں۔"

امام علیہ السلام نے فرمایا: "ابھی بیٹھو تھوڑی دیر بعد تمہیں جواب دونگا۔"

پھر آپ نے کنیز کو حکم دیا کہ تنور روشن کرے، جب تنور روشن ہو گیا اور آگ سے بھر گیا تو آپؑ نے سہل سے فرمایا: "اس تنور میں جاکر بیٹھ جاؤ۔"

سہل خراسانی یہ حکم سن کر پریشان ہوا اور معذرت طلب کی۔ اسی دوران میں ہارون مکی امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: "ہارون! جوتی باہر رکھ دے اور تنور میں جاکر بیٹھ۔"

ہارون نے فوراً آپؑ کے حکم کی تعمیل کی جیسے ہی ہارون تنور میں جاکر بیٹھا تو آپؑ نے اوپر سے تنور کا ڈھکنا بند کر دیا اور سہل سے خراسان کے متعلق کافی دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ پھر آپؑ نے سہل خراسانی سے فرمایا: "ذرا تنور کے پاس

جاؤ اور ہارون کا حال ملاحظہ کرو۔"

سہل تیزی سے تنور پر آیا اور ڈھکن اٹھا کر دیکھا تو ہارون ایک سرسبز باغیچہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ ڈھکن اٹھتے ہی ہارون اٹھا اور باہر آگیا۔

امام علیہ السلام نے سہل خراسانی سے پوچھا: "خراسان میں ایسے افراد کی تعداد کتنی ہے؟"

سہل نے کہا: "خدا کی قسم ایک بھی نہیں۔"

آپؑ نے فرمایا: "جب اس طرح کے ہمیں پانچ افراد بھی مل گئے تو ہم اپنے حق کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ ہم خود بہتر جانتے ہیں کہ ہمیں کب خروج کرنا چاہئے۔" (بحار الانوار جلد ۱۱ صفحہ ۱۳۹)

درسِ عبادت امام زین العابدینؑ سے حاصل کریں

حضرت فاطمہ دختر امیر المؤمنین علیہ السلام نے جب امام زین العابدین علیہ السلام کی کثرت عبادت کو دیکھا اور یہ مشاہدہ کیا کہ امام زین العابدین علیہ السلام کثرتِ عبادت کی وجہ سے انتہائی کمزور ہو گئے ہیں تو وہ صحابی پیغمبرؐ جابر بن عبداللہؓ کے پاس تشریف لے گئیں اور ان سے فرمایا: "جابر! تم جیسے لوگوں پر ہمارا حق ہے کہ جب تم ہم میں سے کسی کو اتنی عبادت کرتے دیکھو جس کی وجہ سے وہ سخت کمزور و ناتواں ہو جائے تو اسے جا کر یہ یاد دہانی کراؤ کہ کم از کم اپنی جان کا تو لحاظ رکھے۔ میرے بھائی سید الشہداء کی یادگار علی بن الحسین زین العابدین کے پاس جاؤ۔ ان کی حالت یہ ہے کہ کثرتِ عبادت کی وجہ سے ان کی پیشانی اور زانو اور ہاتھ زخمی ہو چکے ہیں۔"

حضرت جابر روانہ ہوئے جب امام زین العابدین کے مکان پر آئے تو امام محمد باقر علیہ السلام پر ان کی نظر پڑی تو ان کی چال کو انہوں نے غور سے دیکھنا شروع کیا اور بے ساختہ کہا: "مشية رسول الله" یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چال ہے۔"

پھر انہوں نے امام محمد باقرؑ کو بلا کر کہا: "آقازادہ! آپؑ کون ہیں؟"

تو امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: "میں محمد بن علی بن حسینؑ ہوں۔"

یہ سن کر جابر رونے لگے اور کہا: "میرے ماں باپ آپؑ پر نثار ہوں، آپؑ میرے قریب آئیں۔"

امام باقرؑ قریب آئے تو جابر نے ان کے پیراہن کے تکمے کھول کر ان کے سینہ کو چوما اور اپنا منہ ان کے سینہ پر لگایا اور کہا: "میں آپؑ کو آپؑ کے نانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلام پہنچاتا ہوں اور رسول خداؐ نے ایک دن مجھے یہ فرمایا تھا: "یوشك ان تعیش و تبقى حتى تلقى من ولدى من اسمه محمد يبقر العلم بقرا وقال انك تبقى حتى تعمى ثم يكشف عن بصرك"

جابر تو میرے بعد زندہ رہے گا اور میری اولاد میں سے تیری ملاقات اس سے ہوگی جس کا نام محمد ہوگا اور وہ علم کے چشموں کو ظاہر کرے گا۔ تو زندہ رہے گا یہاں تک کہ تو نابینا ہو جائے گا پھر اس کی بعد بینا ہوگا۔"

پھر حضرت جابر نے کہا: "صاحبزادے اپنے والد سے ہماری ملاقات کی اجازت حاصل کرو۔"

امام باقرؑ اپنے والد کے پاس آئے اور عرض کی: "ایک بوڑھا شخص دروازہ پر آیا ہے اس نے میرے سینہ کے بوسے لئے ہیں اور مجھے رسول خداؐ کے سلام

پہنچائے ہیں اور اس وقت وہ آپ سے اجازت کے طالب ہیں۔"

امام زین العابدین علیہ اسلام نے فرمایا۔ "نور چشم! یہ جابر بن عبداللہ انصاری ہیں ان سے کہو کہ اندر آجائیں۔"

جابر اندر آئے اور امام زین العابدین پر ان کی نظر پڑی تو دیکھا کہ عبادت کی وجہ سے آپؑ انتہائی کمزور ہو چکے ہیں۔ امام زین العابدینؑ نے اٹھ کر ان کا استقبال کیا اور اپنے پہلو میں انہیں بٹھایا۔

جابر نے عرض کی: "فرزند رسولؐ! کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ اللہ نے جنت کو آپؑ اور آپؑ کے دوستوں کیلئے پیدا کیا ہے اور دوزخ کو آپ کے دشمنوں کے لئے خلق کیا ہے، پھر اس کے باوجود آپ اتنی زحمت کیوں کرتے ہیں؟"

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: "جابر! کیا تم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا جبکہ آپؐ معصوم تھے اور اللہ نے انہیں یہ بھی کہا تھا: "لیغفرلك اللہ ماتقدم من ذنبك وما تاخر" اس کے باوجود بھی آپؐ اتنی عبادت کرتے تھے کہ آپؐ کے پاؤں متورم ہو جاتے تھے۔"

لوگوں نے رسول خداؐ سے کہا تھا کہ آپؐ اتنی عبادت کیوں کرتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا تھا: "افلا اکون عبدا شکورا کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ ہوں؟"

جابر نے عرض کی: "مولا! آپؑ کچھ اپنی جان کا بھی خیال کریں کیونکہ آپؑ کا تعلق اس گھرانے سے ہے جس کے واسطہ سے بلائیں دور ہوتی ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں اور جن کی برکت سے بارانِ رحمت کا نزول ہوتا ہے۔"

آپؑ نے فرمایا: "جابر! لاازال علی منهاج ابوی متأسیا بهما صلوات

اللہ علیهما حتی القاهما میں اپنے والدین محمد مصطفیٰؐ اور علی مرتضیٰ صلوات اللہ علیہما کے راستے پر چلتا رہوں گا یہاں تک کہ میں ان سے ملاقات کروں۔"

جابر نے کہا: "اولاد انبیاء میں میں نے علی بن الحسینؑ سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا اور انہی کی نسل سے وہ پیدا ہوگا جو دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جبکہ اس سے پہلے دنیا ظلم وجور سے بھری ہوگی۔" (بحارالانوار جلد ۱۱ صفحہ ۱۹)

امام محمد باقر علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں گیا تو میں نے دیکھا شب بیداری کی وجہ سے ان کا چہرہ زرد تھا اور خوفِ خدا میں گریہ کرنے کی وجہ سے ان کی آنکھیں انگاروں کی طرح سرخ تھیں اور کثرتِ سجود کی وجہ سے ان کی پیشانی زخمی تھی اور مسلسل قیام کی وجہ سے ان کے پاؤں متورم تھے۔ میں ان کی یہ حالت دیکھ کر مزید برداشت نہ کرسکا اور رونے لگا۔

کچھ دیر بعد آپؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "بیٹا! اپنے دادا علیؑ کی عبادت کا مجھے کچھ حال سناؤ۔"

میں نے مولا امیرالمؤمنین علیہ السلام کی عبادت کا کچھ حال بیان کیا تو فرمایا "من یقوی علی عبادة علی بن ابی طالب؟" علی بن ابی طالبؑ جیسی عبادت کون کرسکتا ہے؟"

ایک نصیحت کی بات

قارئین کرام! آپ نے ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کی عبادت کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائی۔ آپ کا فرض ہے کہ آپ اس مشعلِ نور سے استفادہ کریں۔ کیا

آپ یہ گمان کر سکتے ہیں کہ ان مقصودِ کائنات ہستیوں کو خدا پر حسنِ ظن نہیں تھا؟ اور کیا انہیں یہ علم نہیں تھا کہ اللہ ارحم الراحمین ہے؟ اور کیا آپ ان کے متعلق یہ تصور کر سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنی غلطیوں کے ازالہ کے لئے اتنی عبادت کی ہو؟ حاشا وکلا۔

یہ ذوات قدسیہ معصوم تھیں تو پھر آیئے چند لمحات کے لئے غور کریں کہ جب انہیں اپنے خدا پر حسنِ ظن بھی تھا اور وہ ذوات عالیہ گناہوں سے بھی مبرا تھیں تو انہیں اتنی عبادت کی ضرورت کیا تھی؟

اس سوال کے جواب کو سمجھنے کے لئے امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں: "ان العبادة ثلاثة. قوم عبد واالله عزوجل خوفافتلك عبادة العبيد و قوم عبد واالله تبارك و تعالىٰ طلب الثواب فتلك عبدة الاجراء و قوم عبد واالله عزوجل حباله فتلك عبادة الاحرار"

عبادت کرنے والوں کی تین قسمیں ہیں:

۱) ایک گروہ نے دوزخ کے خوف سے اللہ کی عبادت کی تو یہ غلاموں کی عبادت ہے۔

۲) ایک گروہ نے ثواب و جنت کے طمع میں اس کی عبادت کی یہ مزدوروں کی عبادت ہے۔

۳) ایک گروہ نے اللہ کی محبت کی وجہ سے عبادت کی۔ یہ آزاد لوگوں کی عبادت ہے۔ یہ گروہ دوزخ کے شعلوں سے گھبرا کر تاریکی شب میں عبادت نہیں کرتا اور جنت کی نعمات کے لالچ میں بھی وہ عبادت نہیں کرتا۔ ہاں اگر وہ عبادت کرتے ہیں تو اللہ کو عبادت کے لائق سمجھ کر

عبادت کرتے ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام نماز کے بعد دست دعا بلند کر کے یہ کہا کرتے تھے: "الهى ماعبدتك خوفا من نارك ولا طمعا فى جنتك بل وجدتك اهلا للعبادة فعبدتك" پروردگار! میں نے تیری دوزخ کے خوف سے عبادت نہیں کی اور جنت کی لالچ میں بھی میں نے تیری عبادت نہیں کی میں نے تجھے عبادت کا اہل پایا تو تیری عبادت کی۔

اس مقام پر ہمیں یہ تسلیم کرنا چاہئے کہ یہ مقام خاندان عصمت و طہارت کے لئے مخصوص ہے۔ مگر مقام افسوس ہے کہ ہم سے تو غلاموں والی عبادت بھی ادا نہ ہو سکی۔

امام زین العابدینؑ کا فرمان ہے "ان ابغض الناس الى الله من يقتدى بسنة امام و لا يقتدى با عماله" اللہ کو وہ شخص سخت ناپسند ہے جو کسی امام کے پیروکار ہونے کا دعویٰ تو کرے لیکن کردار میں اس کی پیروی نہ کرے۔

ہم آلِ محمدؐ کی پیروی کا دعویٰ کرنے والے افراد سے التماس کرتے ہیں کہ خدارا وہ پیروی اہلبیت میں نماز قائم کریں اگر بافرض اپنی ایمانی کمزوری کی وجہ سے نمازِ شب ادا نہیں کرتے تو کم از کم نماز فریضہ تو ضرور ادا کریں۔

چند روایات

عن ابى عبداللهؑ قال. قال رسول اللهؐ افضل الناس من عشق العبادة فعانقها واحبها بقلبه و باشر هابجسده و تفرغ لها فهو لايبالى على ما اصبح من الدنيا على عسر ام على يسر.

"الکافی جلد ۱ صفحہ ۸۳"

حضرت امام جعفر صادقؑ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''بہترین انسان وہ ہے جو عبادت کا عاشق ہو اور کسی عزیز کی طرح عبادت کو گلے سے لگالے اور دل کی گہرائیوں سے اس سے محبت کرے اور اپنے بدن کے ذریعہ سے عبادت بجا لائے، اس کی ادائیگی کے لئے وقت نکالے، اور اپنی دنیا کے متعلق یہ نہ سوچے کہ آرام سے گزر رہی ہے یا سختی سے گزر رہی ہے۔"

عن ابی ذرفی حدیث قال قلت له یا رسول الله فما کانت صحف ابراهیم قال کانت امثالا کلها فمنها ایها الملك المبتلی المغرور انی لم ابعثك لتجمع الدنیا بعضها علی بعض ولکن بعثتك لتردعنی دعوة المظلوم فانی لاارد‌ها وان کانت من کافر و علی العاقل مالم یکن فعلو بان تکون له ساعات، ساعة یناجی فیها ربه و ساعة یحاسب فیها نفسه و ساعة یتفکر فیها صنع الله الیه و ساعة یحلو فیها بحظ نفسه من الحلال فان هذه الساعة عون لتلك الساعات واستجمام للقلوب و تفریغ لها.

"وسائل جہاد نفس صفحہ ۵۳۰"

ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ: ''صحف ابراہیمؑ میں کیا تھا؟''

آپؐ نے فرمایا: ''ان میں سب کی سب نصیحتیں تھیں، اس میں یہ نصیحت بھی تھی کہ اے مغرور بادشاہ! میں نے تجھے دنیا میں اس لئے بادشاہی نہیں دی کہ تو دولت اکٹھی کرتا رہے، میں نے تجھے اس لئے بادشاہی دی کہ تو مظلوم کی فریاد کو مجھ تک نہ پہنچنے دے، میں مظلوم کی فریاد کو رد نہیں کرتا اگرچہ وہ کافر ہی کیوں

نہ ہو۔ اس میں یہ نصیحت بھی تھی کہ ہر عاقل شخص پر جو خواہش نفس سے مغلوب نہ ہو ضروری ہے کہ وہ دن رات کے وقت کو اس طرح سے تقسیم کرے، ایک ساعت کو پروردگار سے مناجات کے لئے مخصوص کرے اور ایک ساعت میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور ایک ساعت میں اپنے اوپر ہونے والے خدائی احسانات کے متعلق غور و فکر کرے۔ ایک اور ساعت حلال طریقہ سے اپنے نفس کو خوش کرنے کے لئے مخصوص کرے اور یہ ساعت باقی ساعات کے لئے مددگار ہے اور دلوں کی شادمانی کا ذریعہ اور آسودگی خاطر کا سبب ہے۔"

عن المفضل قال قال الصادقؑ من استوی یوماه فهو مغبون ومن کان اخر یومه شرهما فهو ملعون و من لم یعرف الزیادة فی نفسه کان الی النقصان اقرب ومن کان الی النقصان اقرب فالموت خیرله من الحیاة.

"بحار الانوار جلد ۱۵ صفحہ ۱۶۳"

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: "جس کے دو دن برابر ہوں تو اس نے نقصان اٹھایا اور جس کا دوسرا دن پہلے دن سے برا ہو تو وہ ملعون ہے اور جسے اپنے اندر ترقی اور پیش رفت محسوس نہیں ہوتی وہ تنزل کے قریب تر ہے اور جو تنزلی کے قریب تر ہو اس کی زندگی سے اس کا مرجانا بہتر ہے۔"

عن جابر الجعفی عن الباقر صلوات الله علیه قال: یا جابر بلّغ شیعتی عنی السلام واعلمهم انه لاقرابة بیننا و بین الله عزوجل ولا یتقرب الیه الا بالطاعة له یا جابر من اطاع الله واحبنا فهو ولینا ومن عصی الله لم ینفعه حبّنا.

"بحار الانوار جلد ۱۵ صفحہ ۱۶۲"

جابر جعفی کہتے ہیں امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: "جابر! میرے

شیعوں کو میری طرف سے سلام پہنچاؤ اور انہیں یہ بتادو کہ ہماری خدا سے کوئی رشتہ داری نہیں ہے اللہ کا تقرب اس کی اطاعت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ جابر! جس نے اللہ کی اطاعت کی اور ہم سے محبت کی تو وہ ہمارا دوست ہے اور جس نے اللہ کی نافرمانی کی اسے ہماری محبت فائدہ نہ دے گی۔"

عن علی علیه السلام ان المؤمن لعنه منه فی شغل و الناس منه فی راحة اذا جن اللیل افترش وجهه و سجدلله عزوجل بمکارم بدنه ویناجی الذی خلقه فی فکاك رقبته الا هکذا فکونوا.

"سفینہ جلد ا صفحہ ۳۱"

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے: مؤمن کو ہمیشہ اپنے نفس کی فکر رہتی ہے کہ کہیں وہ بے لگام نہ ہو جائے اور لوگ اس سے آسودگی حاصل کرتے ہیں جب رات چھا جاتی ہے تو مؤمن اپنے چہرے کو زمین پر رکھ دیتا ہے اور اپنے اشرف ترین عضو (پیشانی) سے اس کا سجدہ کرتا ہے۔ اور اپنے خالق سے مناجات کرتا ہے اور اپنی گردن کو دوزخ سے بچانے کے لئے اللہ سے درخواست کرتا ہے۔ لوگو! متوجہ رہو تمہیں ایسا ہی ہونا چاہئے۔

عن ابی عبدالله قال کان علی بن الحسین یقول ویل لمن غلبت احاده اعشاره فقلت له کیف هذا قال اماسمعت قول الله عزوجل یقول من جآء بالحسنة فله عشرا مثالها ومن جآء بالسیئة فلا یجزیٰ الا مثلها فالحسنة الواحدة اذا عملها کتبت له عشرا والسیئة الواحدة اذا عملها کتبت له واحدة فنعوذ باللّٰه ممن یرتکب فی یوم واحد عشر سیئات ولا یکون له حسنة واحدة فتغلب حسناته.

"وسائل جلد نفس صفحہ ۵۳۱"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ امام زین العابدینؑ فرمایا کرتے تھے اس پر افسوس ہے جس کی اکائیاں اس کی دہائیوں پر غالب آجائیں۔

میں نے پوچھا کہ یہ کیسے ممکن ہے؟

تو انہوں نے فرمایا: "کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں پڑھا کہ جو ایک نیکی کرے تو اسے دس گنا اجر ملے گا اور جو کوئی برائی کرے تو وہ ایک ہی شمار ہوگی تو اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایک نیکی کے بدلے میں دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے اور برائی اکیلی ہی شمار ہوتی ہے۔"

اللہ تعالیٰ اس حالت سے محفوظ رکھے کہ کسی شخص کی ایک دن میں دس برائیاں تو ہوں لیکن پورے دن میں ایک نیکی نہ ہو۔

MAMODALY ALIDAY SONDARJEE
Merchandises Generales
TSA... VO
SOMAROC

باب پنجم

عزتِ نفس

محمد زید علوی کی بلند ہمتی

محمد بن زید بن اسماعیل، سید حسن داعی کبیر کے بھائی تھے اور بھائی کی وفات کے بعد ۲۷۱ھ میں ان کے جانشین ہوئے اور سولہ برس تک انہوں نے حکومت کی۔ پھر ۲۸۷ھ میں محمد بن اسماعیل سامانی کے سپہ سالار محمد بن ہارون سے ان کی جنگ ہوئی تھی اور اسی جنگ میں وہ قتل ہوئے تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب محمد بن زید علوی کی طبرستان پر حکومت تھی تو وہ سالانہ وظائف تقسیم کرتے وقت پہلے قریش کو ترجیح دیتے اور بعد ازاں انصار و فقہاء میں وظائف تقسیم کرتے تھے اور اس کے بعد عوام الناس میں ان کے وظائف تقسیم کرتے تھے۔

جب وہ قریش سے ابتداء کرتے تو عبد مناف کی اولاد کو قریش کے باقی بطون پر مقدم رکھتے تھے۔ چنانچہ وہ بنی ہاشم سے ابتدا کرتے اور پھر درجہ بدرجہ قریش کے باقی سلسلوں کو وظائف کی رقم دیتے تھے۔

ایک مرتبہ انہوں نے وظیفہ کی تقسیم شروع کی تو ایک شخص نے کہا: "مجھے بھی میرا حصہ دو۔"

انہوں نے پوچھا: "تمہارا سلسلہ نسب کس سے جا کر ملتا ہے؟"

اس شخص نے کہا: "میں بنی عبد مناف میں سے ہوں۔"

انہوں نے پھر پوچھا: "بنی عبد مناف کی کس شاخ سے تمہارا تعلق ہے؟" تو اس نے جواب دینے کی بجائے خاموشی اختیار کی۔

اہل دربار نے کہا: "پھر یہ شخص یقیناً یزید بن معاویہ کی اولاد میں سے ہوگا۔"

جب اس سے دریافت کیا گیا تو اس نے اقرار کیا کہ میں واقعی یزید کی نسل سے ہوں۔ دربار میں چند نوجوان اس کو قتل کرنے کے لئے اٹھے۔

محمد بن زید نے آواز دے کر کہا: "اسے قتل نہ کرو اس کے قتل سے امام حسین علیہ السلام کے خون کا قصاص پورا نہیں ہوگا۔ علاوہ ازیں اسے اللہ نے نسل یزید میں پیدا کیا ہے اس میں اس کا کوئی قصور و ارادہ شامل نہیں تھا۔ میری نظر میں نسل یزید ہونا جرم نہیں ہے بلکہ یزیدی ہونا جرم ہے۔"

سید علوی نے اس شخص کو وظیفہ دیا اور دو آدمیوں کو بلا کر کہا کہ: "اسے امن سے اس کے وطن تک پہنچا دیں۔"

سید رضی کی بے نیازی

ابو اسحاق کاتب کہتا ہے کہ میں ایک دن وزیر ابو محمد مہلبی کے پاس بیٹھا تھا کہ دربان نے اطلاع دی کہ سید رضی ملنے کے لئے آئے ہیں۔ وزیر نے جیسے ہی ان کا نام سنا تو فوراً مسند سے اٹھا اور ان کے استقبال کے لئے دروازہ تک گیا۔ پھر ان کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے اندر آیا اور اپنی مسند پر سید رضی کو بٹھایا

اور خود ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ یہاں تک کہ سید رضی نے اجازت لی وہ انہیں وداع کرنے پھر دروازہ تک واپس گیا۔

جب سید رضی چلے گئے تو میں نے وزیر سے پوچھا: "آپ نے ان کا اتنا احترام کیوں کیا؟"

وزیر نے کہا: "اس لئے میں ان کا احترام کرتا ہوں کہ سید رضی خوددار شخصیت کے مالک ہیں، ان کی خودداری کا عالم یہ ہے کہ ان کے گھر بچہ پیدا ہوا تو میں نے مبارکبادی کے طور پر ان کے پاس ایک ہزار دینار روانہ کئے تو انہوں نے قبول نہ کیا اور قاصد کے ہاتھ لکھ بھیجا جس میں تحریر تھا کہ "وزیر کو علم ہونا چاہئے کہ میں کسی سے کچھ قبول نہیں کرتا۔"

میں نے قاصد کے ہاتھ وہ رقم واپس بھیجی اور کہلا بھیجا کہ "یہ رقم آپ کے لئے نہیں میں نے یہ رقم دایہ کے لئے روانہ کی تھی۔"

سید رضی نے میری رقم واپس کردی اور لکھ بھیجا کہ: "وزیر کو علم ہونا چاہئے کہ ہمارے گھر میں باہر سے دایہ نہیں منگوائی جاتی۔ ہمارے گھر کی بوڑھی خواتین یہ فریضہ سرانجام دیتی ہیں۔"

میں نے تیسری مرتبہ وہ رقم ان کے پاس روانہ کی اور کہلا بھیجا کہ: "آپ اس رقم کو اپنے مدرسہ کے طلباء میں تقسیم کردیں۔"

جب میرا قاصد وہ رقم لے کر ان کے پاس گیا تو سید رضی مدرسہ میں طالب علموں کو پڑھا رہے تھے۔ قاصد نے انہیں جاکر میرا یہ پیغام دیا کہ یہ رقم طالب علموں کے لئے ہے، تو انہوں نے فرمایا کہ طالب علم موجود ہیں۔ تم تھال زمین پر رکھ دو جسے جتنی ضرورت ہوگی وہ حسب ضرورت رقم اٹھالے گا۔

قاصد نے تھال زمین پر رکھا۔ ایک طالب علم کے علاوہ کوئی رقم لینے کے لئے نہ اٹھا اور اس طالب علم نے ایک دینار اٹھایا اور اسے کھلا کر کے صرف ایک درہم لیا اور باقی درہم تھال میں رکھ دیئے۔

سید رضی نے اس طالب علم سے پوچھا کہ: "تمہیں ایک درہم کی کیوں ضرورت پڑ گئی تھی؟"

اس نے کہا: "استادِ محترم! رات کے وقت ہم کو مطالعہ کرنا ہوتا ہے اور کل رات خادم موجود نہ تھا کہ میں اس سے تیل حاصل کرسکتا مجبور ہو کر میں نے دکاندار سے ایک درہم کا تیل قرض پر حاصل کیا۔ اسی لئے میں نے ایک درہم اس رقم میں سے لیا ہے۔"

سید رضی نے جیسے ہی یہ سنا تو انہوں نے گودام کی بہت سی چابیاں تیار کرائیں اور ہر طالب علم کے ہاتھ میں ایک ایک چابی تھما دی اور فرمایا: "جب بھی تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو خادم کا انتظار کرنے کی تمہیں ضرورت نہیں ہے، گودام کا دروازہ کھول کر اپنی ضروریات پوری کیا کرو۔"

وزیر نے یہ داستان سنا کر کہا کہ: "اب تم ہی بتاؤ اگر میں ایسے خوددار شخص کی عزت نہ کروں تو کس کی کروں۔" (روضات الجنات صفحہ ۵۷۷)

دیانتداری کی یہ داستان ملاحظہ فرمائیں

شداد نامی ایک بادشاہ گزرا ہے جس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ اسی شداد کا ایک بھائی بھی حکمران تھا جس کا نام شدید تھا اور وہ بڑا انصاف پسند اور نیک طینت تھا۔ حکمران چونکہ خود اچھا تھا اسی لئے رعایا میں سے کسی فرد کو جرأت نہ تھی کہ

وہ کسی پر ظلم و ستم کرے۔

اس نے ایک شخص کو مقدمات کے فیصلہ کے لئے قاضی مقرر کیا۔ پورے سال میں قاضی کے پاس کوئی بھی مقدمہ نہ آیا۔ تو اس نے شدید سے کہا: "میں تنخواہ لینا ناجائز سمجھتا ہوں کیونکہ پورا سال گزر گیا میرے پاس کوئی مقدمہ نہیں لایا گیا اور نہ ہی میں نے کوئی فیصلہ کیا ہے۔"

شدید نے کہا: "کوئی بات نہیں تم تو اپنی مسند پر موجود رہے ہو۔ لہٰذا تنخواہ تمہارا حق ہے۔"

ایک سال بعد قاضی کے پاس پہلا مقدمہ آیا اور اس کی کیفیت یہ تھی کہ ایک شخص نے کہا۔ "میں نے اس آدمی کے ہاتھ اپنی زمین فروخت کی تھی اور میں نے اس سے رقم وصول کرلی تھی۔ اب اسی کھیت میں سے دفینہ برآمد ہوا ہے تو یہ شخص کہتا ہے کہ دفینہ کا مالک میں نہیں تم ہو۔"

قاضی نے دوسرے فریق کا بیان سنا اس نے کہا۔ "جی ہاں! یہ بیان درست ہے میں نے اپنے دوست سے زمین خریدی تھی دفینہ نہیں خریدا تھا۔ لہٰذا اب اگر کچھ برآمد ہوا ہے تو وہ میری ملکیت نہیں بلکہ اس کی ملکیت ہے جبکہ فریق اول یہ کہتا تھ کہ جب میں زمین ہی بیچ چکا ہوں تو دفینہ کیسے میرا ہو سکتا ہے؟"

قاضی نے دونوں کے بیان سنے اور پوچھا کہ آیا خدا نے تمہیں اولاد بھی عطا کی ہے تو فریق اول نے کہا: "جی ہاں! اللہ نے مجھے ایک بیٹا عطا کیا ہے۔"

اور فریق ثانی نے کہا: "اللہ نے مجھے ایک بیٹی عطا کی ہے۔"

قاضی نے یہ سن کر کہا: "ان بچوں کی آپس میں شادی کردی جائے اور دفینہ ان بچوں کا ہوگا۔" (روضۃ الصفا احوال ہود)

دین ہمیں کیا سبق دیتا ہے؟

شیخ صدوق علل الشرائع میں علی بن ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ ابن ابی عمیر دولت مند شخص تھے اور وہ کپڑے کے تاجر تھے اتفاق سے ان کا کاروبار ختم ہو گیا اور وہ کوڑی کوڑی کے محتاج ہو گئے۔ ایک دکاندار نے ان سے دس ہزار درہم قرض لیا تھا۔

مذکورہ دکاندار کسی وجہ سے اپنے کاروبار کو جاری نہ رکھ سکا اور اسے مجبور ہو کر اپنا مکان فروخت کرنا پڑا۔ مکان کی قیمت کے طور پر اسے دس ہزار درہم ملے۔ اس نے وہ رقم اٹھائی اور ابن ابی عمیر کے پاس آئے اور کہا: "یہ آپ کی رقم ہے آپ مجھ سے وصول کرلیں۔"

ابن ابی عمیر نے کہا: "میں نے تو سنا ہے کہ آج کل تو گردشِ ایام کا شکار ہے۔ یہ مال کسی نے تجھے بطور تحفہ دیا یا میراث میں سے تجھے حصہ ملا؟"

اس نے کہا: "یہ رقم نہ تو تحفہ میں ملی ہے اور نہ ہی میراث کی مرہون منت ہے، میں چونکہ آپ کا مقروض تھا اور قرضہ ادا کرنے کے لئے میرے پاس سرمایہ موجود نہ تھا اسی لئے میں نے اپنا مکان فروخت کیا ہے تاکہ تمہارا قرض ادا ہو سکے۔"

ابن ابی عمیر نے کہا: "میں نے ذریح محاربی سے سنا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: "لایخرج الرجل عن مسقط رأسه بالدين" قرض کی وجہ سے کسی کو گھر سے بے دخل نہیں کیا جائے گا۔"

اس وقت اگرچہ مجھے ایک ایک درہم کی شدید ضرورت ہے۔ لیکن میں تم سے ایک درہم بھی اس رقم میں سے نہیں لوں گا۔ (تتمۃ المنتہیٰ صفحہ ٢١٧)

نعمان بن بشیر کی بلند ہمتی

جب یزید لعین نے اہل بیت طاہرینؑ کو قید سے آزاد کیا تو نعمان بن بشیر کو بلایا اور تیس آدمی اس کے ہمراہ کئے اور اسے کہا کہ تم اس لٹے ہوئے قافلہ کے ساتھ مدینہ جاؤ، تم ایک معقول فاصلہ رکھ کر ان کے پیچھے جاؤ اور راستہ میں انہیں جس چیز کی ضرورت ہو بہم پہنچاؤ۔

نعمان بن بشیر نے یزید کی ہدایات سے بھی زیادہ اس خاندان کی ضروریات کا لحاظ رکھا اور ان کے ساتھ مدینہ آیا۔ جب یہ قافلہ مدینہ پہنچا تو جناب فاطمہ دختر امیر المؤمنین (ام کلثوم) نے اپنی بہن زینبؑ سے کہا کہ اس شخص نے ہم سے نیکی کی ہے اور ہمیں بھی اس شخص کی نیکی کا بدلہ دینا چاہئے۔

جناب زینبؑ نے فرمایا: "بہن ہمارے پاس تو کچھ نہیں، کربلا کی غارت کے بعد دو دست بند اور دو بازو بند واپس ملے ہیں ہم وہی اسے دے دیتے ہیں۔

چنانچہ جناب زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا نے وہی زیور نعمان بن بشیر کے پاس روانہ کئے اور فرمایا۔ "ہمیں معذور سمجھنا اس کے علاوہ ہمارے پاس دینے کے لئے اور کچھ نہیں ہے۔"

نعمان نے زیور لینے سے انکار کر دیا اور کہا: "بی بی! اگر میں نے دنیا طلبی کے لئے ایسا کیا ہوتا تو بھی یہ انعام کم نہ تھا۔ لیکن میں نے پیغمبر خداؐ کی نسبت سے آپ کی خدمت کی ہے، لہذا میں کچھ بھی نہیں لوں گا۔" (مقتل خوارزمی جلد ۲ صفحہ ۷۵)

شاعر آل محمد کمیتؒ کی بلند ہمتی

کمیت اسدی آلِ محمد کے عالی قدر شاعر تھے۔ علامہ امینی نے اپنی مشہور زمانہ کتاب "الغدیر" کی جلد دوم کے ص ۱۸۷ پر مروج الذہب مسعودی کے حوالہ سے ان کے متعلق لکھا ہے کمیتؒ مدینہ آئے اور شام کے وقت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوئے کمیتؒ نے ان کی خدمت میں اپنا مشہور قصیدہ "میمیہ" پڑھا جس میں اہلبیت طاہرینؑ کی مدح تھی اور جب وہ قصیدہ کے اس شعر پر پہنچے:

و قتیل بالطف غودر منهم
بین غونماء امة وطغام

اہلبیتؑ کے سردار کو کربلا میں امت کے شور و غوغا اور سرکشوں کے شور میں قتل کر دیا گیا۔

امام باقر علیہ السلام اس شعر کو سن کر روئے اور فرمایا: "کمیت! اگر ہمارے پاس دولت ہوتی تو ہم تمہیں ضرور دیتے لیکن تمہارے لئے ہم وہی کہہ سکتے ہیں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسان بن ثابت کے لئے کہا تھا کہ "لازلت مؤیدا بروح القدس ماذببت عنا اهل البیت" تم جب تک اہلبیتؑ کا دفاع کرتے رہو گے تو روح القدس سے تمہاری تائید ہوتی رہے گی۔"

امام باقر علیہ السلام کی بارگاہ سے اٹھ کر کمیت عبداللہ بن حسن کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنا قصیدہ پڑھا تو جناب عبداللہ نے کہا: "میں نے چار ہزار درہم میں ایک باغ خریدا ہے اور یہ خریداری کی سند میرے پاس موجود ہے۔ تم قبالۂ ملکیت مجھ سے لے لو اور باغ سے استفادہ حاصل کرو۔"

کمیتؒ نے کہا: "میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں، اگر آپؑ کے علاوہ میں کسی اور کے حق میں شعر کہتا تو دنیا کے لئے کہتا لیکن میں نے یہ شعر دنیا طلبی کے لئے نہیں کہے میرا مقصود صرف رضائے خدا کا حصول ہے۔"

عبداللہ نے جب زیادہ اصرار کیا تو کمیت باغ لینے پر مجبور ہو گئے۔ پھر چند دنوں کے بعد کمیت عبداللہ کی خدمت میں آئے اور عرض کی: "میں آپؑ کے پاس ایک حاجت لے کر آیا ہوں۔"

عبداللہ نے کہا: "اپنی حاجت بیان کرو ہم تمہاری حاجت پوری کریں گے۔"

کمیت نے کہا: "پہلے وعدہ کریں کہ آپؑ میری درخواست ضرور قبول کریں گے۔"

حضرت عبداللہ نے کہا: "ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم تمہاری درخواست قبول کریں گے۔"

کمیت نے کہا: "میری درخواست صرف یہی ہے کہ آپؑ باغ کا قبالۂ ملکیت مجھ سے لے لیں۔"

حضرت عبداللہ نے مجبور ہو کر قبالۂ ملکیت واپس لے لیا۔ پھر عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیار اپنی جگہ سے اٹھے اور انہوں نے ایک چادر لی اس کے چاروں اطراف ان کے بیٹوں نے پکڑے ہوئے تھے وہ بنی ہاشم میں سے فرداً فرداً ایک ایک دروازہ پر گئے اور کہا: "گروہ بنی ہاشم! جب لوگوں نے تمہارے فضائل و مناقب چھپائے تو کمیت نے تمہارے فضائل و مناقب اشعار کے رنگ میں دنیا کے سامنے پھیلائے اور اپنے جسم کو بنی امیہ کی تلواروں کے سامنے پیش کیا۔ لہٰذا تم سے جتنا بھی ممکن ہو اسے انعام دو۔"

بنی ہاشم کے مردوں سے انعام لینے کے بعد عبداللہ بن معاویہ مستورات کے پاس گئے اور ان سے بھی کمیت کو انعام دینے کی درخواست کی۔ مستورات بنی ہاشم نے اپنے زیورات اس چادر میں ڈالے۔

الغرض عبداللہ بن معاویہ زیورات کے علاوہ ایک لاکھ درہم اکٹھا کر کے لائے اور کمیت کے سامنے چادر رکھ کر کہا: "**یا اباالمستھل اتیناك بجھد المقل**" کمیت ہماری طرف سے یہ حقیر نذرانہ قبول کرو اور ہمیں معذور سمجھو کہ ہم کچھ زیادہ نذرانہ پیش نہ کر سکے کیونکہ ہمارے پاس اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔"

کمیتؒ نے کہا: "میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ نے بہت زیادہ نذرانہ پیش کیا میں نے آپ کی مدح خدا اور رسول کی رضا کے حصول کے لئے کی ہے، مجھے کسی طرح کے دنیاوی معاوضہ کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ یہ رقم واپس کر دیں۔

عبداللہ نے بہت اصرار کیا لیکن کمیتؒ راضی نہ ہوئے۔ اور اجازت لے کر چلے گئے۔

ایک باعظمت و خوش عقیدہ خاتون

بخار مکاری کہتے ہیں کہ میں کوفہ میں امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ کھجوریں کھا رہے تھے۔ آپؑ نے مجھے فرمایا۔ "بخار! قریب آجاؤ اور کھجوریں کھاؤ۔"

میں نے عرض کی: "مولا! میں آرہا تھا کہ راستہ میں ایک عجیب منظر دیکھا

جس کی وجہ سے میں رونے لگا اور میرا جی اس وقت بھی رونے کو چاہ رہا ہے۔ اسی لئے میں کھجوریں نہیں کھاؤں گا، آپؑ تناول فرمائیں۔"

آپؑ نے فرمایا: "تمہارا میرے اس حق کا واسطہ جو تمہارے ذمہ ہے۔ میرے قریب آؤ اور کھجوریں کھاؤ۔"

چنانچہ میں نے امام علیہ السلام کے ساتھ کھجوریں کھانی شروع کیں۔

امام عالی مقام نے مجھ سے پوچھا کہ: "تم نے کیا دیکھا ہے؟"

میں نے عرض کی: "مولا! میں نے حکومت کے چند سپاہیوں کو دیکھا جو ایک عورت کو تازیانوں سے پیٹ رہے تھے اور عورت لوگوں کو خدا و رسول کا واسطہ دے کر مدد کے لئے پکار رہی تھی مگر کسی نے اس کی مدد نہیں کی۔"

امام علیہاالسلام نے پوچھا: "یہ بتاؤ کہ سپاہی اس عورت کو کیوں مار رہے تھے؟"

میں نے کہا: "مولا! میں نے سنا ہے کہ وہ عورت سڑک پر جا رہی تھی اچانک اس کا پاؤں پھسلا اور وہ زمین پر جا گری اور اس کے منہ سے یہ الفاظ جاری ہوئے "لعن اللّٰه ظالمیك یا فاطمة الزهراء" فاطمہ زہراؑ! اللہ ان پر لعنت کرے جنہوں نے آپؑ پر ظلم کئے تھے۔

اسی لئے اس عورت کو سپاہیوں نے پکڑ کر تازیانے مارنے شروع کئے اور اسے گرفتار کر کے لے گئے۔"

یہ سن کر امام جعفر صادق علیہ السلام اتنا روئے کہ آپؑ کی ریش مبارک اور رومال آنسوؤں سے تر ہو گئے اور آپؑ کے آنسو بہتے ہوئے سینہ مبارک پر جاری ہو گئے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "تمہارا آؤ مسجد سہلہ چل کر اس خاتون کی رہائی کے لئے دعا مانگیں۔"

اور آپؑ نے اس خاتون کی خبر معلوم کرنے کے لئے اپنے ایک صحابی کو دار الامارہ روانہ کیا۔ ہم مسجد سہلہ آئے اور دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر امام صادق علیہ السلام نے دعا کے لئے اپنے ہاتھ بلند کئے پھر سجدہ کیا، پھر آپؑ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور فرمایا: "آؤ چلیں وہ مؤمنہ خاتون آزاد ہو چکی ہے۔"

ہم مسجد سہلہ سے واپس آ رہے تھے کہ راستہ میں امام عالی مقام کا وہ صحابی ہمیں ملا جسے آپؑ نے اس خاتون کی خبر معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ امام علیہ السلام نے مؤمنہ خاتون کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ اسے کس طرح رہائی ملی؟

صحابی نے عرض کی: "مولا! میں وہاں موجود تھا جب اس خاتون کو دربار میں پیش کیا گیا تو اس بی بی سے حاکم نے پوچھا تم نے کیا کہا تھا؟"

اس خاتون نے جواب دیا کہ میں راہ چلتے گر پڑی تھی اور میں نے یہ الفاظ کہے تھے: "لعن اللّٰه ظالمیك یا فاطمة الزهراء" فاطمہ زہرا کے ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو۔ اس کے علاوہ میرا کوئی جرم نہیں ہے۔ تمہارے سپاہی مجھے تازیانے مارتے یہاں لے آئے ہیں۔"

حاکم نے کہا: "میں آپؑ سے معافی چاہتا ہوں، سپاہیوں نے آپ کو تکلیف پہنچائی اس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔"

پھر حاکم نے دو سو درہم اس خاتون کو پیش کئے لیکن خاتون نے رقم لینے سے انکار کر دیا۔ پھر اس خاتون کو آزاد کر دیا گیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "تو کیا اس نے دو سو درہم لینے سے انکار کر دیا؟"

صحابی نے عرض کی: "جی ہاں! جبکہ وہ سخت غربت و افلاس کا شکار نظر آتی تھی۔"

آپؑ نے اپنی جیب سے سات دینار نکالے اور فرمایا: "اس خاتون کے پاس جاؤ اسے میری طرف سے سلام پہنچاؤ اور یہ سات دینار بھی میری طرف سے اسے پہنچاؤ۔"

بشار کہتا ہے کہ ہم اس خاتون کے گھر گئے اور اسے امام جعفر صادق علیہ السلام کے سلام پہنچائے، خاتون نے ہم سے پوچھا کہ: "کیا واقعی امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے سلام بھیجا ہے؟"

ہم نے کہا: "جی ہاں! امام نے آپ کو سلام بھیجا ہے۔"

یہ خوش خبری سن کر مؤمنہ فرطِ مسرت سے بے ہوش ہو گئی۔ ہم اس کے ہوش میں آنے تک وہاں ٹھہرے رہے۔ جب مؤمنہ کو ہوش آیا تو ہم نے سات دینار اس کے حوالے کئے۔

مؤمنہ نے کہا: "سلوہ ان یستوھب امته من اللّٰہ" میری طرف سے امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرنا کہ اس کنیز کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ سے معاف کرا دیں۔"

پھر ہم امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم نے مؤمنہ خاتون کی فرمائش امام کی خدمت میں پیش کی۔ امام علیہ السلام نے رو رو کر اس کے لئے دعا مانگی۔ (بحار الانوار جلد ۱۱ صفحہ ۲۲۵) .

جس نے پیغمبر سے مالی مدد کی درخواست نہ کی

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک صحابی مالی پریشانی کا شکار ہوا اور اخراجات کے لئے وہ کوڑی کوڑی کا محتاج ہو گیا۔ اس کی بیوی نے کہا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کریم اور سخی ہیں تم ان کی خدمت میں جا کر اپنی غربت کی داستان سناؤ۔ مجھے یقین ہے کہ آپؐ ہماری ضرور مدد کریں گے۔

بیوی کا مشورہ سن کر صحابی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اس وقت رسول خدا منبر پر تشریف فرما تھے اور آپؐ نے فرمایا: "سئلنا اعطیناہ ومن استغنیٰ اغناہ اللّٰہ" جو ہم سے سوال کرے گا ہم اسے عطا کریں گے اور جو اپنی شرافتِ نفس کی وجہ سے سوال کرنے سے گریز کرے گا تو اللہ اسے غنی بنا دے گا۔"

صحابی نے آپؐ کے یہ الفاظ سنے تو آپؐ کے یہ الفاظ اسے اپنے سینہ میں اترتے ہوئے محسوس ہوئے اور اس نے اپنے ذہن میں کہا کہ حضور کریمؐ کے ان الفاظ کا روئے سخن میری طرف ہے۔

صحابی اپنے گھر آیا، بیوی نے پوچھا کہ تم نے حضور سے سوال کیا تھا؟

صحابی نے بتایا: "میرا ارادہ سوال کرنے کا تھا لیکن میرے سوال کرنے سے پہلے رحمۃ للعالمینؐ نے فرمایا کہ جو ہم سے مانگے گا تو ہم اسے عطا کریں گے اور جو سوال کرنے سے گریز کرے گا تو اللہ اسے غنی کر دے گا اور مجھے یہ یقین ہے کہ حضورؐ نے یہ الفاظ میرے لئے ہی کہے تھے۔"

بیوی نے کہا: "نہیں ایسی کوئی بات نہیں حضور اکرمؐ بھی انسان ہیں۔

انہوں نے عمومی انداز میں یہ الفاظ کہے ہوں گے تم ان کے مخاطب نہ تھے۔ تمہیں حضور اکرمؐ کے پاس جاکر اپنی غربت کی داستان ضرور سنانی چاہئے۔"

دوسرے دن صحابی پھر دربارِ نبوت میں حاضر ہوا اور رسول کریمؐ نے خطبہ کے دوران ارشاد فرمایا: "جو ہم سے سوال کرے گا تو ہم اسے عطا کریں گے اور جو سوال سے گریز کرے تو اللہ اسے غنی بنادے گا۔"

صحابی نے جیسے ہی یہ الفاظ سنے تو اسے یقین ہوگیا کہ آپؐ اسی سے ہی مخاطب ہیں۔ صحابی کو آپؐ سے کچھ سوال کرتے ہوئے شرم محسوس ہوئی اور مسجد سے اٹھ کر اپنے ایک دوست کے پاس گیا اور اس سے کلہاڑی مانگی۔ کلہاڑی لے کر جنگل میں چلا گیا اور سارا دن لکڑیاں کاٹتا رہا۔ شام کے وقت لکڑیاں بازار میں فروخت کیں تو اجرت کے طور پر اسے چند درہم ملے۔ اس نے گھر کے لئے آٹا خریدا اور اپنے گھر چلا گیا۔

پھر دوسرے دن علی الصبح اٹھ کر جنگل میں گیا اور پہلے سے زیادہ مقدار میں لکڑیاں کاٹیں اور بازار میں فروخت کیں۔ اسی طرح سے چند دن بعد اس نے اپنی کلہاڑی خرید لی اور آہستہ آہستہ اس کی دولت میں بھی اضافہ ہونے لگا اور چند ماہ بعد اس نے ایک غلام اور دو اونٹ خرید لئے اور یوں وہ زیادہ لکڑیاں بازار میں فروخت کرنے لگا۔ اس کی مالی حالت بہتر ہوگئی۔ پھر ایک دن اس نے حضور کریمؐ کے پاس جاکر اپنی پوری روئیداد بیان کی۔ یہ سن کر حضور اکرمؐ نے فرمایا: "من سألنا اعطيناه ومن استغنىٰ اغناه الله" ہم سے جو سوال کرے گا تو ہم اسے عطا کریں گے اور جو سوال سے گریز کرے گا تو اللہ اسے غنی کردے گا۔"(وافی جلد ۲ صفحہ ۱۳۹)

چند روایات

عن ابی عبداللهؑ قال كان امير المؤمنينؑ يقول ليجتمع فى قلبك الافتقار الى الناس والاستغناء عنهم فيكون افتقارك اليهم فى لين كلامك و حسن بشرك ويكون استغناؤك عنهم فى نزاهة عرضك وبقاء عزك.

"الکافی جلد ۲ صفحہ ۲۳۲"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "امیر المؤمنین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ تیرے دل میں لوگوں کی ضرورت اور لوگوں سے بے نیازی کی دونوں صفات ہونی چاہئیں۔ ضرورت کا اظہار نرمی اور خوش روئی سے ہونا چاہئے (یہاں تک کہ لوگ یہ سمجھیں کہ تمہیں ان کی ضرورت ہے) اور تیری بے نیازی کا اظہار اپنی آبرو کی حفاظت اور بقائے عزت کے ذریعہ سے ہونا چاہئے۔"

قال امير المؤمنينؑ من رضى من الدنيا بما يجزيه كان اليسر مافيها يكفيه ومن لم يرض من الدنيا بما يجزيه لم يكن فيها شئى يكفيه.

"وافی جلد ۲ صفحہ ۳۳۵"

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: "جو شخص اپنی ضروریات زندگی پر قناعت کرے تو اس کے لئے تھوڑی سی دنیا بھی کافی ہوگی اور جو اپنی ضروریات پر قناعت نہیں کرتا تو دنیا کی کوئی چیز اس کی کفایت نہیں کرسکے گی۔"

شكى رجل الى ابى عبداللهؑ انه يطلب فيصيب ولا يقنع وتنازعه نفسه الى ماهو اكثر منه وقال علمنى شيئا انتفع به فقال ابو عبداللهؑ ان كان مايكفيك يغنيك فادنى مافيها يغنيك وان كان مايكفيك لايغنيك فكل مافيها لايغنيك.

"وافی جلد ۲ صفحہ ۳۳۵"

ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اپنے حرص کی شکایت کرتے ہوئے کہا: "مولا! میری حالت یہ ہے کہ میں تلاش معاش کرتا ہوں تو مجھے رزق مل جاتا ہے لیکن قناعت نصیب نہیں ہوتی اور نفس اس سے بھی زیادہ کا مطالبہ کرتا ہے آپؑ میری رہنمائی فرمائیں تاکہ میرے اندر قناعت کا جذبہ پیدا ہو۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "اگر بقدر ضرورت رزق سے تیری کفایت ہوسکتی ہے تو اس سے کم رزق سے بھی تیری کفایت ہوسکتی ہے۔ اگر بقدر ضرورت سے تمہاری کفایت نہیں ہوتی تو دنیا کا تمام رزق حاصل کر کے بھی تمہیں کفایت حاصل نہیں ہوسکتی۔"

عن حفص بن غیاث قال قال ابو عبداللهؑ اذا اراد احد کم الایسئل ربه شیئا الا اعطاه فلییاس من الناس کلهم ولایکون له رجاء الا عندالله فاذاعلم الله تعالیٰ ذالك من قلبه لم یسئل الله شیئا الا اعطاه.

"وافی جلد ۲ صفحہ ۳۳۵"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا "اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ اللہ سے جس چیز کا سوال کرے تو اللہ اسے عطا کرے تو اپنے آپ کو لوگوں سے ناامید کرلے اور اللہ کے علاوہ کسی سے اپنی امید وابستہ نہ رکھے اگر اللہ نے اس کی دل کی سچائی کو ملاحظہ کیا تو وہ اللہ سے جو کچھ بھی مانگے گا اللہ اسے عطا فرمائے گا۔"

عن ابی عبداللهؑ طلب الحوائج الی الناس استلاب للعز، مذهبة للحیاء والیأس مما فی ایدی الناس عز للمؤمن فی دینه والطمع هوالفقر الحاضر.

"الکافی جلد ۲ صفحہ ۱۴۸"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "لوگوں سے اپنی حاجات کا سوال کرنا عزت نفس کے ختم ہونے کا ذریعہ اور حیا کے تباہ ہونے کا سبب ہے اور لوگوں کے رزق سے ناامید ہونا مؤمن کے لئے دینی عزت کا سبب ہے اور طمع ولالچ ہر وقت کا فقر ہے۔"

عن عبدالله بن سنان قال سمعت ابا عبداللهؑ یقول ثلاث هن فخر المؤمن وزینته فی الاخرة، الصلوٰة فی اخراللیل ویأسه عمافی ایدی الناس و ولایته الامام من ال محمد علیهم السلام

"وافی جلد ۲ صفحہ ۳۳۴"

عبداللہ بن سنان کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا آپؑ فرمایا کرتے تھے تین چیزیں مؤمن کے لئے دنیا و آخرت کا فخر اور زینت ہیں:

۱) رات کے آخر حصہ میں نماز شب پڑھنا۔
۲) لوگوں کے رزق سے ناامید رہنا۔
۳) خاندان پیغمبر میں سے امام کی امامت کا اعتراف کرنا اور اس سے محبت رکھنا۔

عن جابر الجعفی عن ابی جعفرؑ قال یأس المرء عمافی ایدی الناس اکثر من سخاء النفس والبذل ومروة الصبر فی حال الفاقة والحاجة والتعفف والغناء اکثر من مروة الاعطاء وخیر المال الثقة بالله والیأس عمافی ایدی الناس.

"وافی نقل ازکافی صفحہ ۳۳۶"

جابر جعفی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "لوگوں کے مال سے ناامید ہونا جان ومال کی سخاوت سے زیادہ بہتر ہے اور

تنگ دستی و غربت اور پاکدامنی اور بے نیازی کے وقت صبر، بخشش سے زیادہ بہتر ہے اور بہترین ثروت و دولت اللہ پر بھروسہ کرنا اور لوگوں کے مال سے ناامید ہونا ہے۔"

باب ششم

لمبی آرزوئیں

محدود عمر اور لامحدود آرزوئیں

ایک دن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمین پر ایک مربع بنایا جس کی چاروں اطراف برابر تھیں اور مربع کے درمیان میں ایک نقطہ بنایا اور مربع کی چاروں سمتوں سے لکیریں بنائیں جو نقطہ کی طرف آرہی تھیں اور نقطہ سے ایک لکیر کھینچی جو کہ بہت دور تک چلی گئی تھی۔

آپؐ نے یہ تصویر بنا کر صحابہ سے فرمایا: "جانتے ہو یہ کیا ہے؟"

صحابہ نے عرض کی: "اللہ اور رسولؐ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔"

آپؐ نے فرمایا: "یہ مربع انسانی زندگی کو ظاہر کرتا ہے اور درمیانی نقطہ انسان ہے اور چاروں اطراف سے نقطہ کی طرف آنے والی لکیریں ان امراض و مصائب کو ظاہر کرتی ہیں جو انسان پر وارد ہوتی ہیں اور نقطہ سے نکل کر دور تک جانے والی لکیر انسان کی لامحدود آرزو کو ظاہر کرتی ہے، انسان کی آرزوئیں لامحدود اور اس کی زندگی محدود ہے اور کوئی شخص اپنی تمام آرزوئیں پوری کر کے اس دنیا سے رخصت نہیں ہوتا۔" (کشکول بہائی صفحہ ۳۳)

محدود عمر کا ایک نمونہ

شیخ بہائی کشکول میں لکھتے ہیں کہ تبت میں یہ رواج تھا کہ ہر سو سال پورا ہونے پر وہاں ایک جشن عبرت منایا جاتا تھا جس میں چھوٹے بڑے اور مرد و عورت سب شرکت کرتے تھے۔

اس جشن میں بادشاہ کی طرف سے ایک شخص آواز دے کر کہتا تھا کہ حاضرین میں سے جس نے پچھلے جشنِ عبرت میں شرکت کی ہو وہ کھڑا ہو کر اپنے تاثرات بیان کرے۔

اس اعلان کے بعد کبھی کوئی بوڑھا کھڑا ہو جاتا اور کہتا کہ میں نے پچھلے جشن میں شرکت کی تھی، اس وقت میں کم سن بچہ تھا اور اس وقت بادشاہ فلاں تھا اور وزیر فلاں تھا اور قاضی فلاں تھا۔

بعض اوقات کوئی بوڑھی عورت کھڑی ہو جاتی اور وہ اپنے تاثرات بیان کرتی اور کئی دفعہ ایسا اتفاق بھی ہوتا کہ کوئی شخص بھی کھڑا نہ ہوتا۔

پھر واعظ کھڑا ہو کر لوگوں کو درس عبرت دیتا اور فانی دنیا سے دل لگانے کی پاداش بیان کرتا اور کہتا: "بھائیو! دیکھو اس صدی میں لاکھوں انسان پیدا ہوئے تھے اور آج سب کے سب پیوندِ خاک ہو چکے ہیں، ان کی قبروں کے نشان تک موجود نہیں ہیں۔ لوگو! یہ دنیا عبرت کا مقام ہے، یہ دنیا ایک گزرگاہ ہے، تمہارے لئے ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں ہے، اپنی عمر رفتہ کی غلطیوں کا ازالہ کر لو اور غرباء و مساکین کی مدد کرو، تم سب کے پاس محدود عمر ہے اپنی دولت و جوانی پر غرور نہ کرو۔"

مچھلی کی آرزو قبر میں لے گئی

مامون نے ملک روم کو فتح کرنے کے لئے لشکر کشی کی۔ بہت سا علاقہ فتح کیا۔ واپسی پر اس کا گزر ایک چشمہ سے ہوا جسے "بدیدون اور قشیرہ" کہا جاتا ہے۔ اس مقام کی آب ہوا اتنی اچھی تھی کہ مامون نے حکم دیا کہ اس مقام پر ایک ماہ قیام کیا جائے تاکہ وہ اس صحت افزا مقام سے دل کھول کر استفادہ کر سکے۔

چشمہ کے قریب مامون کا خیمہ لگایا گیا۔ وہ چشمہ کے قریب کرسی پر بیٹھ کر دلفریب منظر سے لطف اندوز ہوتا تھا۔ ایک دن اس نے چشمہ میں ایک درہم پھینکا تو پانی اتنا صاف تھا کہ اوپر سے اس کی تحریر پڑھی جاسکتی تھی اور چشمہ کا پانی اتنا ٹھنڈا تھا کہ انسان اس میں ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا۔

ایک دن مامون چشمہ کے قریب بیٹھ کر مناظر فطرت سے لطف اندوز ہو رہا تھا کہ اس نے چشمہ میں ایک مچھلی دیکھی جو طول میں آدھے بازو کے قریب تھی اور اس کا جسم چاندی سے زیادہ سفید تھا۔

مامون نے اعلان کیا: "جو شخص یہ مچھلی پکڑ کر لائے گا تو میں اسے ایک تلوار انعام میں دوں گا۔"

یہ سن کر ایک فوجی نے چشمہ میں چھلانگ لگائی اور مچھلی کو پکڑ کر مامون کے پاس لے آیا۔ مچھلی نے فوجی کے ہاتھ میں آزاد ہونے کے لئے زور لگایا تو مچھلی فوجی کے ہاتھ سے نکل کر چشمہ میں جا پڑی۔ چشمہ میں گرنے سے پانی کی چند بوندیں مامون کے چہرے اور گردن اور ہاتھوں پر پڑیں۔ جس سے مامون کو سخت بخار ہو گیا۔ فوجی نے چشمہ میں دوبارہ چھلانگ لگا کر مچھلی پکڑی تو مامون نے حکم دیا کہ اسے تل کر اس کے سامنے پیش کیا جائے۔

مامون کو جب لرزہ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا اس پر جتنی حافیں ڈالی گئیں اس کے لرزہ میں کوئی فرق نہ آیا۔ بالآخر اس کی چارپائی کے اردگرد لگائی جلائی گئی مگر مامون کا جسم پھر بھی گرم نہ ہوا۔ مچھلی کو تل کر اس کے سامنے پیش کیا گیا تو مامون اس قدر بے چین تھا کہ مچھلی کا ایک ذرہ بھی نہ کھا سکا۔

مامون کا بھائی معتصم باللہ، شاہی طبیب ابن ماسویہ اور بختی شوع کو لے کر مامون کے پاس آیا اور ان سے مامون کے علاج کی درخواست کی۔

جب اطباء نے اس کی نبض دیکھی تو کہا کہ ہم اس کے علاج سے عاجز ہیں۔ نبض کی حرکات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چند گھنٹوں کا مہمان ہے۔

مامون کی حالت رفتہ رفتہ مزید خراب ہوتی گئی اور روغن زیتون کی طرح اس کے جسم سے پسینہ خارج ہونے لگا۔

اس وقت مامون نے کہا: "مجھے بلند ٹیلہ پر لے جاؤ تاکہ میں مرنے سے پہلے اپنے لشکر کا نظارہ کر سکوں۔"

مامون کو بلند ٹیلہ پر لے جایا گیا اس نے نظر کی تو اسے حد نظر تک اپنی فوج کے خیمے نظر آئے، اس وقت مامون نے کہا: "یامن لایزول ملکه ارحم من قدزال ملکه" اے وہ ذات جس کی شاہی کو زوال نہیں اس پر رحم کر جس کی شاہی زائل ہو چکی ہے۔"

اس وقت معتصم نے ایک شخص کو بھیجا کہ مامون کے قریب بیٹھ کر اسے کلمہ طیبہ کی تلقین کرے۔ وہ شخص مامون کے قریب بیٹھ کر بلند آواز سے کلمہ طیبہ کی تلقین کرنے لگا۔ مگر مامون اس وقت ہر چیز سے بے خبر ہو چکا تھا۔

ابن ماسویہ طبیب نے تلقین کرنے والے سے کہا کہ: "اب اسے تیری

تلقین کی ضرورت نہیں ہے اس وقت یہ ایسی حالت میں ہے کہ اس کے لئے اس کے رب اور "مانی" میں کوئی فرق نہیں ہے۔"

مامون نے اس وقت آنکھیں کھولیں تو اس کی آنکھیں پھیل کر اتنی بڑی اور سرخ ہو چکی تھیں کہ دیکھنے والا ان کی تاب نہ لا سکتا تھا۔ اسی حالت میں وہ دنیا سے رخصت ہو گیا اور مچھلی نہ کھا سکا اور (طوس) نامی مقام پر دفن ہوا۔ (سفینۃ البحار جلد ا لفظ امن)

اسی فانی سلطنت کی حصول کے لئے مامون نے اپنے بھائی امین کو قتل کیا تھا اور اپنی سوتیلی ماں زبیدہ کو گرفتار کیا تھا اور اسی عارضی حکومت کے لئے اس نے امام علی رضا علیہ السلام کو زہر دیا تھا۔

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ جب مامون کے سامنے اس کے بھائی امین کا سر پیش کیا گیا تو اس نے حکم دیا کہ اس سر کو ایک لکڑی پر نصب کیا جائے پھر تمام فوجیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنا انعام لینے کے لئے آئیں اور جب بھی کوئی فوجی آکر انعام لیتا تو مامون کہتا کہ انعام سے پہلے اس سر پر لعنت کرو۔

چنانچہ مامون کے فوجی امین پر لعنت کرتے اور انعام لیتے رہے۔ اتنے میں ایک ایرانی سپاہی انعام لینے کے لئے آیا تو مامون نے کہا کہ انعام سے پہلے اس سر پر لعنت کرو۔

ایرانی سپاہی نے کہا: "**لعن الله هذا ولعن والديه وادخلهم فی كذاو كذا من امها تهم**" اللہ اس سر والے پر لعنت کرے اور اس کے ماں باپ پر لعنت کرے اور انہیں دوزخ میں جگہ دے۔"

اس وقت مامون نے حکم دیا کہ امین کے سر کو صلیب سے اتارا جائے اور

اسے خوشبو لگا کر بغداد بھیج دیا گیا اور حکم دیا کہ اس سر کو اس کے دھڑ کے ساتھ دفن کیا جائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خزانہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کو لے کر کہیں جا رہے تھے کہ ایک شہر کے قریب کھنڈرات میں انہیں ایک خزانہ ملا۔

حواریوں نے درخواست کی کہ: "آپؑ ہمیں یہاں چند روز رہنے کی اجازت دیں تاکہ ہم اچھی طرح سے خزانہ کو جمع کر سکیں۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "بہتر ہے تم یہ خزانہ سنبھالو اور میں شہر جاتا ہوں، وہاں میرا ایک قیمتی خزانہ موجود ہے، میں اس خزانے کے پیچھے جانا چاہتا ہوں۔"

یہ کہہ کر جناب عیسیٰ علیہ السلام شہر آئے اور ایک ویران سے مکان کے دروازہ پر تشریف لائے ایک بوڑھی آئی تو آپؑ نے فرمایا "اے ضعیفہ! میں آج رات آپ کا مہمان بننا چاہتا ہوں کیا آپ مجھے مہمان ٹھہرائیں گی؟"

ضعیفہ نے کہا: "سر آنکھوں پر ہم آپؑ کو مہمان ٹھہرائیں گے۔"

آپؑ ضعیفہ کے گھر تشریف لے گئے اور ضعیفہ سے پوچھا: "اس کھنڈر نما مکان میں تم اکیلی رہتی ہو یا تمہارے ساتھ یہاں کوئی اور بھی رہتا ہے؟"

ضعیفہ نے بتایا: "میرا ایک جوان بیٹا بھی میرے ہمراہ ہوتا ہے۔ دن کے وقت وہ لکڑیاں کاٹنے کے لئے جنگل چلا جاتا ہے اور شام کے وقت لکڑیاں بیچ کر اپنے گھر آجاتا ہے۔"

کچھ دیر بعد وہ نوجوان گھر میں آیا تو اس کی ماں نے اسے بتایا کہ ہمارے پاس ایک مہمان آئے ہوئے ہیں، جو شکل و صورت سے خدا کے مقرب نظر آتے ہیں۔ تم ان کی تشریف آوری کو اپنے لئے غنیمت جانو اور ان سے فائدہ حاصل کرو۔

نوجوان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آکر بیٹھا۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے گفتگو کی تو وہ جوان انہیں شائستہ نظر آیا، لیکن جناب عیسیٰ نے اس کی گفتگو کے انداز سے محسوس کیا کہ اس کے دل میں کوئی چبھن اور پھانس موجود ہے۔

چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نوجوان سے فرمایا: "میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے دل میں ایک خلش سی موجود ہے مجھے اپنی اس خلش سے آگاہ کرو ممکن ہے میں تمہاری کوئی مدد کر سکوں۔"

نوجوان نے ایک ٹھنڈی آہ بھر کر کہا: "میری خلش اور چبھن کا علاج اب موت سے ہی ممکن ہے۔"

آپؑ نے فرمایا: "تم اپنی خلش بیان تو کرو، ہو سکتا ہے کہ ہمارے ذریعہ سے تمہاری خلش پوری ہو جائے۔"

یہ سن کر جوان نے کہا: "اے معزز مہمان! میں ایک دن جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر بازار آرہا تھا کہ میرا گزر بادشاہ کے محل سے ہوا، اتفاق سے میری نظر اس کی بیٹی پر پڑ گئی اور جب سے ان نگاہوں نے اس پری پیکر کو دیکھا ہے تو دل کا آرام و سکون غارت ہو گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میری شادی اس ماہ روپ سے ہو جائے۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ "کوئی مسئلہ نہیں تم کل صبح بادشاہ کے پاس جاؤ اور اس سے اس کی بیٹی کا رشتہ طلب کرو۔ جواب میں وہ جو کچھ بھی کہے مجھے اس سے مطلع کرو۔"

نوجوان دوسرے دن بادشاہ کے دربار میں گیا اور دربانوں سے درخواست کی کہ اسے بادشاہ سے ملنے کی اجازت دی جائے کیونکہ وہ اس کی بیٹی کی خواستگاری کرنا چاہتا ہے۔

دربانوں نے اس کے پھٹے ہوئے لباس کو دیکھا تو ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ ہوگئے اور کہنے لگے۔ "اچھا ہے اسے بادشاہ کی پاس بھیج دیا جائے تاکہ مذاق کا سامان پیدا ہو سکے۔"

نوجوان بادشاہ سے ملا اور اس سے اس کی بیٹی کا اپنے لئے رشتہ طلب کیا۔

بادشاہ نے اسے ٹالنے کے لئے جواہرات کی ایک بڑی مقدار کا مطالبہ کیا جسے کوئی سلطان ہی پورا کر سکتا تھا۔

وہ نوجوان بادشاہ کا مطالبہ سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا: "بادشاہ نے جواہرات کی بھاری مقدار طلب کی ہے جو کہ میرے بس میں نہیں ہے۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "تم میرے ساتھ آؤ۔"

اسے ایک صحرا میں لے گئے جہاں بڑی مقدار میں سنگریزے پڑے تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "تم ان سنگریزوں سے اپنی چادر بھرو۔"

جب جوان نے سنگریزوں سے چادر بھری تو وہ یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ چادر میں سنگریزوں کے بجائے جواہرات چمک رہے تھے۔

چنانچہ نوجوان چادر بھر کر بادشاہ کے پاس لے گیا اور کہا: "لیجئے میں آپ کے مطالبہ سے بھی زیادہ مقدار میں جواہرات لایا ہوں۔ امید ہے کہ آپ مجھے خالی نہ لوٹائیں گے۔"

بادشاہ نے جواہرات کی اتنی بڑی مقدار دیکھ کر تعجب کا اظہار کیا، پھر اس نے کہا: "اتنی ہی مقدار میں مجھے اور جواہرات کی ضرورت ہے، اگر تم اتنے جواہرات اور لانے میں کامیاب ہوگئے تو میں تمہاری شادی اپنی بیٹی سے کردوں گا۔"

نوجوان پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا مسئلہ بیان کیا۔

آپؑ نے فرمایا: "مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم دوبارہ صحرا میں چلے جاؤ اور پھر اتنی ہی مقدار میں سنگریزے اکٹھے کر کے لے جاؤ۔ اللہ کے فضل سے وہ سنگریزے جواہرات کی صورت اختیار کرلیں گے۔"

نوجوان نے حسب الحکم سنگریزوں کو جمع کیا اور انہیں چادر میں ڈالا تو سنگریزے جواہرات میں بدل گئے۔ نوجوان خوش ہو کر دوسری گٹھری بھی بادشاہ کے پاس لے گیا۔

بادشاہ نے نوجوان سے پوچھا: "تم شکل و صورت سے انتہائی غریب نظر آتے ہو تمہارے پاس اتنا بڑا خزانہ کیسے آگیا؟"

نوجوان نے بادشاہ کو بتایا: "اس میں میرا کوئی کمال نہیں ہے، یہ تمام مہربانی میرے ایک مہمان کی ہے۔"

بادشاہ سمجھ گیا کہ اسکے ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ٹھہرے ہوئے ہیں۔

بادشاہ نے کہا: "آپ اپنے مہمان کو لے کر آجائیں، میں ان کی موجودگی میں اپنی بیٹی کا عقد تم سے کردوں گا۔"

نوجوان واپس آیا اور مہمان سے اپنے ساتھ چلنے کی درخواست کی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نوجوان کے ساتھ دربار تشریف لے گئے۔

بادشاہ نے ان کا شایان شان استقبال کیا اور وعدہ کے مطابق اپنی بیٹی کی شادی لکڑہارے سے کردی۔ پھر اس نے اپنے داماد کو شاہی لباس پہنایا اور رہائش کے لئے اپنے محل میں انہیں جگہ دی۔

بادشاہ نے جب اپنے داماد سے گفتگو کی تو اسے اپنا داماد بڑا شائستہ اور معقول انسان نظر آیا۔ بادشاہ کی اولاد نرینہ نہیں تھی۔ اللہ نے اسے بس ایک ہی بیٹی عطا کی تھی۔

بادشاہ نے اپنے داماد کی ولی عہدی کا اعلان کردیا۔ اتفاق سے ولی عہدی کے اعلان کے دوسرے ہی دن بادشاہ کی وفات ہوگئی اور اس کا داماد کرسی اقتدار پر متمکن ہوا۔

جناب عیسیٰ علیہ السلام نئے بادشاہ کو مبارکباد دینے کے لئے اس کے پاس گئے تو بادشاہ پاپیادہ دوڑتا ہوا ان کے پاس آیا۔ انہیں تخت شاہی پر بٹھایا۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جانے کے لئے رخصت طلب کی تو نوجوان بادشاہ نے کہا: "حضرت! کل رات سے میں ایک مسئلہ سوچ کر پریشان ہورہا ہوں امید ہے کہ آپؑ میرے سوال کا جواب دیں گے۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "تم اپنا سوال بیان کرو۔"

بادشاہ نے کہا: "میں یہ سوچ کر پریشان ہوں کہ آپؑ اتنے بڑے صاحب

اعجاز ہیں کہ سنگریزوں کو جواہرات میں بدل دیتے ہیں اور چاہیں تو ایک لکڑہارے کو بادشاہ کا داماد بنا سکتے ہیں، اس کے باوجود آپؑ درویشی کی زندگی کیوں بسر کررہے ہیں؟"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "میں نے عشق الٰہی کا وہ جام پیا ہوا ہے کہ جس کے سامنے اس چندروزہ شاہی کی کوئی قیمت نہیں ہے۔"

نوجوان بادشاہ یہ سن کر آپؑ کے قدموں میں گر گیا اور عرض کی: "حضرت! پھر آپؑ نے مجھے اس جام معرفت سے کیوں محروم رکھا ہے اور مجھے اس کی بجائے شاہی کے گورکھ دھندوں میں لگادیا ہے۔ مجھے شاہی نہیں چاہئے مجھے رب العالمین کے در کی گدائی چاہئے۔"

پھر نوجوان نے تخت و تاج چھوڑ دیا اور تین دن پہلے والا لباس پہنا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ چل پڑا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس جوان کو لے کر وہاں آئے جہاں حواری موجود تھے، آپؑ نے حواریوں سے فرمایا: "تم نے اپنا خزانہ جمع کرلیا ہے۔"

حواریوں نے کہا: "جی ہاں! ہم نے تمام خانہ اکٹھا کرلیا ہے، لیکن آپؑ یہ بتائیں کہ آپ جس خزانہ کی تلاش کے لئے شہر روانہ ہوئے تھے تو آپؑ کو آپؑ کا مطلوبہ خزانہ ملا یا نہیں؟"

آپؑ نے نوجوان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: "میں اس خزانہ کی تلاش میں گیا تھا اور میں اسے حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔" (بحار الانوار جلد ۱۴ صفحہ ۲۸۴)

ایک انگوٹھی اور جنت کا محل

ایک مرتبہ جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے اپنے والد بزرگوار سے ایک انگوٹھی کی خواہش کی تو آپؐ نے فرمایا: "میں تمہیں انگوٹھی سے بہتر عطیہ نہ بتاؤں؟"

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے عرض کی: "بابا جان! یہ تو اور مناسب ہے۔"

آپؐ نے فرمایا: "جب تم نمازِ شب پڑھو تو اللہ سے درخواست کرنا وہ تمہیں تمہاری مطلوبہ چیز فراہم کرے گا۔"

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے نماز شب پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے ایک انگوٹھی کی درخواست کی تو اس وقت انہیں ایک ہاتفِ غیبی کی صدا سنائی دی کہ فاطمہؑ کی مطلوبہ چیز مصلی کے نیچے موجود ہے۔

جب حضرت سیدہؑ نے مصلی اٹھا کر دیکھا تو مصلی کے نیچے انہیں ایک بیش بہا یاقوت نظر آیا۔ آپؑ نے یاقوت اٹھا لیا اور جب آپؑ دوسری شب سوئیں تو خواب میں انہوں نے جنت الفردوس کی سیر کی ایک مقام پر تشریف لائیں دیکھا کہ ایک تخت رکھا ہے جس کے تین پائے ہیں۔

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے پوچھا: "یہ تخت کس کا ہے؟"

حوروں نے بتایا: "یہ تخت آخری رسول کی بیٹی کا ہے۔"

جناب سیدہؑ نے پوچھا: "اس کے پائے تین کیوں ہیں چار کیوں نہیں؟"

حوروں نے بتایا: "اس کی مالکہ نے دنیا میں رہ کر ایک یاقوت منگوایا ہے اسی لئے اس کے چار کی بجائے تین پائے ہیں۔"

یہ خواب دیکھ کر حضرت سیدہؑ خواب سے بیدار ہوئیں اور پورا خواب اپنے کریم والد کو سنایا۔ آپؐ نے فرمایا: "معاشرال عبدالمطلب لیس لکم الدنیا انما لکم الاخرۃ و میعادکم الجنۃ ماتصنعون بالدنیا فانھا زائلۃ" اے آل عبدالمطلب کے گروہ! دنیا تمہارے مقدر میں نہیں ہے، اللہ نے تمہارے لئے آخرت رکھی ہے۔ تم دنیا لے کر کیا کرو گے؟ وہ تو بہت جلد زائل ہونے والی ہے۔"

پھر آپؐ نے فرمایا: "پیاری بیٹی! اس یاقوت کو وہاں رکھ دو جہاں سے تمہیں یہ ملا تھا۔"

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے یاقوت اٹھا کر مصلے کے نیچے رکھ دیا۔

اگلی رات پھر جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کو وہی خواب نظر آیا اور تخت پر نظر پڑی تو اس کے چاروں پائے موجود تھے۔

جناب سیدہؑ نے حوروں سے پوچھا: "ایک دن قبل اس تخت کے پائے تین تھے اور آج چار کیسے ہو گئے؟"

حوروں نے عرض کی: "اس کی مالکہ نے وہ یاقوت واپس کر دیا تو اس کے پائے مکمل ہو گئے۔"

دنیاوی گھر کا حدود اربعہ

روایت ہے کہ امیر المؤمنینؑ کے قاضی شریح ابن حارث نے آپؑ کے دورِ حکومت میں ایک مکان اسی دینار میں خریدا۔ حضرتؑ کو اس کی خبر ہوئی تو انہیں بلوا بھیجا اور فرمایا: "مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم نے اسی دینار میں ایک مکان خریدا

ہے اور دستاویز بھی تحریر کی ہے اور اس پر گواہوں کی گواہی بھی دلوائی ہے؟"

شریحؒ نے کہا: "جی ہاں! امیر المؤمنینؑ ایسا ہی ہوا ہے۔"

راوی کہتا ہے اس پر حضرت امیر المؤمنینؑ نے انہیں غصہ کی نظر سے دیکھا اور فرمایا: "دیکھو! جب جلد ہی وہ ملک الموت تمہارے پاس آجائے گا جو نہ تمہاری دستاویز دیکھے گا اور نہ تم سے گواہوں کا پوچھے گا اور وہ تمہارا بوریا بستر بندھوا کر یہاں سے نکال باہر کرے گا اور قبر میں اکیلا چھوڑ دے گا۔

اے شریح دیکھو! ایسا تو نہیں کہ تم نے اس گھر کو دوسرے کے مال سے خریدا ہو، یا حرام کی کمائی سے قیمت ادا کی ہو؟ اگر ایسا ہوا تو سمجھ لو کہ تم نے دنیا بھی کھوئی اور آخرت بھی۔

دیکھو! اگر اس کی خریداری کے وقت تم میرے پاس آئے ہوتے تو میں اس وقت تمہارے لئے ایسی دستاویز لکھ دیتا کہ تم ایک درہم بلکہ اس سے بھی کم قیمت کے گھر کو خریدنے پر تیار نہ ہوتے۔

وہ دستاویز یہ ہیں: یہ وہ ہے جو ایک ذلیل بندے نے ایک ایسے بندے سے جو کہ سفر آخرت کے لئے پابہ رکاب ہے خریدا ہے، ایک ایسا گھر جو دنیائے پر فریب میں مرنے والوں کے محل اور ہلاک ہونے والوں کے خطہ میں واقع ہے جس کے حدود اربعہ یہ ہیں: پہلی حد آفتوں کے اسباب سے متصل ہے، دوسری حد مصیبتوں کے اسباب سے ملی ہوئی ہے اور تیسری حد ہلاک کرنے والی نفسانی خواہشوں تک پہنچتی ہے اور چوتھی حد گمراہ کرنے والے شیطان سے تعلق رکھتی ہے اور اسی حد میں اس کا دروازہ کھلتا ہے۔ اس فریب خوردہ، امید و آرزو نے اس شخص سے کہ جسے موت دھکیل رہی ہے اس گھر کو خریدا ہے۔ اس قیمت

پر کہ اس نے قناعت کی عزت سے ہاتھ اٹھالیا اور طلب و خواہش کی ذلت میں جا پڑا۔ اب اگر اس سودے میں خریدار کو کوئی نقصان پہنچے تو بادشاہوں کے جسم کو تہ و بالا کرنے والے، گردن کشوں کی جان لینے والے اور قیصر و کسریٰ اور تبع و حمیر جیسے فرماں رواؤں کی سلطنتیں الٹ دینے والے اور مال سمیٹ سمیٹ کر اسے بڑھانے، اونچے اونچے محل بنانے سنوارنے اور انہیں فرش و فروش سے سجانے اور اولاد کے خیال سے ذخیرے فراہم کرنے اور جاگیریں بنانے والوں سے سب کچھ چھین لینے والے کے ذمہ ہے کہ وہ ان سب کو لے جاکر حساب و کتاب کے موقف اور عذاب و ثواب کے محل میں کھڑا کرے، اس وقت جب حق و باطل کا دو ٹوک فیصلہ ہوگا اور باطل والے وہاں خسارے میں رہیں گے۔

اس عقل پر گواہ رہنا! جب وہ خواہشوں کے بندھن سے الگ اور دنیا کی وابستگیوں سے آزاد ہو جائے۔" (نہج البلاغہ صفحہ ۶۳۹ ترجمہ مفتی جعفر حسینؒ)

ایک روزہ حکومت کی آرزو

ایک شخص کو حکومت کے حصول کا بڑا شوق تھا اور ہمیشہ اپنے دوستوں میں بیٹھ کر کہا کرتا تھا کہ: "کاش! مجھے ایک دن کی حکومت مل جائے تو میں بھی ان لذائذ سے مستفید ہو سکوں جن سے بادشاہ مستفید ہوتے ہیں۔"

وہ شخص جہاں بھی بیٹھتا اپنے اس شوق کا بصد حسرت اظہار کرتا، لوگ اس کی یہ حسرت سن کر ہنستے تھے، اس کی یہ حسرت امرائے دربار تک بھی پہنچ گئی اور انہوں نے ایک دن بادشاہ کو اس شخص کی اس خواہش سے آگاہ کیا۔

بادشاہ نے اس جوان کو بلایا اور کہا: "میں نے سنا ہے تجھے ایک روزہ

حکومت کا بڑا شوق ہے؟"

جوان نے کہا: "جی ہاں! یہ سچ ہے۔"

بادشاہ نے کہا: "اے نادان شخص! ایک دن کی بادشاہی سے تجھے کیا حاصل ہو گا؟"

جوان نے کہا: "بس میرے دل کی یہ شدید ترین خواہش ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں بھی زندگی میں کم از کم ایک دن کے لئے ان نعمات و لذات سے متمتع ہو سکوں جن سے سلطان۔ متمتع ہوتا ہے۔"

بادشاہ نے کہا: "تو بس ٹھیک ہے کل صبح یہاں آجانا ہم تجھے ایک دن کی شاہی دیں گے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی سن لے کہ سارا دن تجھے تخت پر ہی بیٹھنا ہو گا۔"

جوان کو فرطِ مسرت سے رات کو نیند نہ آئی۔ صبح ہوئی تو جوان بادشاہ کے دربار میں گیا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے ایک دن کے لئے خلعت شاہی پہنائی جائے اور اس کے سر پر تاج رکھا جائے۔ پھر جوان کو حکم دیا کہ وہ تخت شاہی پر بیٹھ جائے۔

جوان خوش ہو کر تخت پر بیٹھا اور بادشاہ سے پوچھا کہ: "اب آپ بتائیں تخت پر بیٹھ کر آپ کس چیز سے لطف اٹھاتے تھے؟"

بادشاہ نے کہا: "میں موسیقی سے لطف اندوز ہوتا تھا۔"

ایک روزہ بادشاہ نے حکم دیا: "ہمیں بھی موسیقی سے لطف اندوز کیا جائے۔" تھوڑی سی دیر میں موسیقار اور قوال آگئے۔

اتنے میں ایک وزیر نے ایک روزہ بادشاہ کو متوجہ کیا کہ وہ اپنے سر کے

اوپر نگاہ کرے۔

جوان نے جب اوپر نگاہ کی تو اس کی اوسان خطا ہو گئے اس نے دیکھا کہ اس کے سر پر زہر میں بجھا ہوا تیز خنجر، ایک میٹر بلندی پر لٹک رہا ہے اور جب اس نے غور سے دیکھا تو اسے نظر آیا کہ وہ خنجر بالکل بال جیسی باریک اور کمزور رسی سے بندھا ہوا تھا جو کسی بھی وقت ٹوٹ سکتی تھی اور خنجر کسی بھی وقت اس کی زندگی کا خاتمہ کر سکتا تھا۔

سر پر لٹکتا ہوا خنجر دیکھ کر اس کے تمام جذبات سرد ہو گئے اور جیسے ہی سازندوں نے طبلہ بجانا شروع کیا تو اس نے انہیں سمجھایا کہ وہ آہستگی سے طبلہ بجائیں ایسا نہ ہو کہ طبلے کے شور سے وہ کمزور سی رسی ٹوٹ جائے اور اس کی زندگی کا چراغ گل ہو جائے۔

بچارہ خنجر کی وجہ سے سخت پریشان رہا اور جب اس کے سامنے شاہی کھانا رکھا گیا تو دو لقموں سے زیادہ نہ کھا سکا اور جیسے ہی کوئی شخص دربار میں داخل ہوتا اور دروازہ کھلتا تو اس کے دل میں یہ کھٹکا ہوتا کہ کہیں کمزور رسی ٹوٹ نہ پڑے۔

الغرض سارا دن وہ سخت بے چینی کا شکار رہا اور اس کے لئے ایک ایک منٹ کا گزارنا مشکل ہو گیا۔ اسے ایک لمحہ بھی صدیوں کی طرح بھاری نظر آیا۔ وہ دل میں دعا مانگتا رہا کہ خدا کرے کہ اس کی زندگی کا یہ منحوس ترین دن جلد ختم ہو تو اسے اس تخت سے رہائی نصیب ہو۔

آخر کار دن غروب ہوا۔ ایک روزہ بادشاہ تخت سے نیچے آیا تو اس کی جان میں جان آئی اور اپنی سلامتی پر خدا کا شکر ادا کیا۔

پھر اس ایک روزہ سلطان نے اصلی سلطان سے کہا: "آپ نے خنجر لٹکا کر

جس طرح سے مجھے بے چین کیا ہمارے معاہدہ میں یہ خنجر شامل نہ تھا۔"

بادشاہ نے کہا: "جوان! یہ سچ ہے کہ جب میں تخت پر بیٹھتا ہوں تو میرے سر پر یہ خنجر موجود نہیں ہوتا لیکن تم یقین کرو کہ اس تخت پر بیٹھ کر میرا دل بھی تمہاری طرح پریشان رہتا ہے کیونکہ سلطنت کے ہزاروں اندرونی مسائل ہیں اور بیرونی دشمنوں اور آستین کے سانپوں سے مجھے ہر وقت خطرہ رہتا ہے۔ میں نے اس خطرے کے اظہار کے لئے خنجر آویزاں کرایا تھا تاکہ تمہیں یہ معلوم ہو سکے کہ سلطنت و حکومت فرش گل نہیں ہے بلکہ زرین مقتل ہے۔ سارا دن مجھے اس تخت پر چین میسر نہیں آتا۔ یہ میری حالت ہے اور میں ایک دنیا طلب شخص ہوں اور اگر میں یہ حکومت و سلطنت کسی خدا ترس شخص کے ہاتھ میں دوں تو اسے اپنی ذمہ داریوں کی وجہ سے رات کو بھی آرام میسر نہیں آئے گا۔"(انوار نعمانیہ صفحہ ۲۲۰)

زندگی کی بہاریں آرزو سے قائم ہیں

ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص بیلچہ اٹھائے اپنی زمین سے جڑی بوٹیاں صاف کر رہا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے درخواست کی کہ وہ اس کے دل سے دنیا کی محبت نکال دے۔ دعا کے فوراً بعد بوڑھے نے بیلچہ زمین پر رکھا اور آرام کرنے لگ گیا۔

کچھ دیر کے بعد جناب عیسیٰ علیہ السلام نے خدا سے درخواست کی کہ وہ اس کے دل میں دنیا کی محبت پیدا کر دے۔ آپؑ نے جیسے ہی یہ دعا مانگی تو بوڑھا

اپنے مقام سے اٹھا اور بیلچہ اٹھا کر دوبارہ محنت میں لگ گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس بوڑھے کے پاس گئے اور پوچھا: "تم نے بیلچہ ایک دفعہ زمین پر کیوں رکھا اور پھر تم نے دوبارہ کیوں اٹھایا؟"

بوڑھے نے کہا: "میں کام کر رہا تھا کہ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں ایک سن رسیدہ شخص ہوں، کہاں تک محنت کی زحمت برداشت کرتا رہوں گا ممکن ہے کہ میں ابھی مر جاؤں تو یہ محنت میرے کس کام آئے گی؟ یہ سوچ کر میں نے بیلچہ زمین پر رکھ دیا تھا۔ اس کے چند لمحے بعد میرے دل میں یہ خیال آیا کہ تو اس وقت زندہ ہے اور ہر زندہ شخص کے لئے وسائل زندگی کی ضرورت ہوتی ہے اگر تو کام نہیں کرے گا تو پھر وسائل زندگی سے محروم ہو جائے گا اور روٹی کہاں سے کھائے گا؟ چنانچہ میں یہ سوچ کر اٹھ کھڑا ہوا اور بیلچہ ہاتھ میں لے کر دوبارہ محنت کرنے لگا۔"(سفینۃ البحار جلد ۱ صفحہ ۳۱)

ایک آرزو اور سو کوڑے

ایک دن حجاج بن یوسف بازار سے گزر رہا تھا اس نے ایک دودھ فروش کو دیکھا کہ اس نے اپنے سامنے دودھ کی بالٹی رکھی ہوئی تھی اور اپنے آپ سے آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا:

"اس بالٹی کا اتنا منافع ہوگا، پھر میں اور دودھ لے کر فروخت کروں گا، اس سے مجھے مزید منافع ہوگا، آخر کار میں ایک بھیڑ خرید لوں گا، پھر اس کا دودھ بیچ کر ایک بکری، پھر ایک گائے خرید لوں گا اور یوں میرا کاروبار ایک دن عروج تک پہنچ جائے گا اور میرا شمار کوفہ کے دولت مندوں میں ہونے لگے گا، اس کے

بعد میں حجاج بن یوسف کی بیٹی سے شادی کروں گا اور اعیان مملکت مجھ سے خوف زدہ ہوں گے، اگر کسی دن حجاج کی بیٹی نے میری اطاعت میں کمی کی تو میں اسے ایسی لات ماروں گا کہ اس کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی۔"

یہ کہہ کر اس نے لات ماری اور لات دودھ کی بالٹی کو لگی تو سارا دودھ زمین پر بہہ گیا۔

حجاج نے جو یہ منظر دیکھا تو دو سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس احمق کو پکڑ کر سر بازار ایک سو کوڑے لگائیں۔

دکاندار بے چارہ جس کا پہلے ہی دودھ زمین پر بہہ چکا تھا اس تازہ افتاد سے بڑا ہی پریشان ہوا اور کہا: "مجھے کس جرم کی سزا مل رہی ہے؟"

حجاج نے کہا: "تمہیں یہ سزا حجاج کی بیٹی کی پسلیاں توڑنے پر مل رہی ہے۔"

چند روایات

قال امیر المؤمنین علیہ السلام وانما ہلك من كان قبلكم بطول امالهم و تغيب اجالهم حتى نزل بهم الموعود الذى ترد المعذرة وترفع عنده التوبة و تحل معه القارعة والنقمة وقال ايصامن ايقن انه يفارق الاحباب و يسكن التراب ويواجه الحساب ويستغنى عما خلف ويفتقر الى ماقدم كان حريا بقصر الامل وطول العمل.

"نہج البلاغہ۔ کلمات قصار"

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا۔ "تم سے پہلی امتیں اپنی لمبی آرزوں اور اپنی

موت کے وقت سے بے خبر ہونے کی وجہ سے ہلاک ہوئیں، یہاں تک کہ ان کو موت آگئی جو معذرت کو مسترد کر دیتی ہے اور اس کے آنے سے توبہ کی قبولیت کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور جس کے ساتھ جزا و سزا شروع ہو جاتی ہے۔"

آپ نے ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا۔ "جسے یہ یقین ہو کہ وہ دوستوں سے جدا ہوگا اور خاک میں رہائش پذیر ہوگا اور اسے حساب دینا ہوگا اور اسے اس کی چھوڑی ہوئی دولت فائدہ نہ دے گی اور اسے آگے بھیجی ہوئی دولت کام آئے گی۔ تو ایسے شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ آرزوؤں کو گھٹائے اور اعمال کو بڑھائے۔" (سفینۃ البحار)

عن ابی عبداللہؑ عن ابائه قال قال علیؑ ماانزل الموت حق منزلته من عد غدا من اجله وقال علیؑ ما اطال العبد الامل الااسآء العمل و كان يقول عليه السلام لواى العبد اجله و سرعته اليه لا بغض الامل وطلب الدنيا.

"بحار الانوار جلد ۱۵، جلد ۲ صفحہ ۱۰۷"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا "جس نے آنے والے کل کو اپنی زندگی کا حصہ قرار دیا تو اس نے موت کو اچھی طرح سے نہیں پہچانا۔"

آپؑ نے فرمایا۔ "جس شخص نے بھی لمبی آرزوئیں کیں تو اس نے عمل برے کئے۔"

آپؑ فرمایا کرتے تھے: "اگر انسان اپنی موت کو دیکھ لے اور اس کی تیز رفتاری کا مشاہدہ کر لے تو اپنی آرزو اور طلبِ دنیا کو ناپسند کرے گا۔"

عن الصادق علیہ السلام ان اللہ يقول و عزتى و جلالى و مجدى و ارتفاعى

على عرشي لا قطعن امل كل مؤمل دوني ولاكونه ثوب المذلة عند الناس ولا نحينه مس قربى ولا بعدنه من وصلى أيأمل غيرى فى الشدائد و الشدائد بيدى ويرجو غيرى ويقرع بالفكر باب غيرى و بيدى مفاتيح الابواب.

"سفینۃ البحار جلد ۱ صفحہ ۳۱"

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "مجھے اپنی عزت و جلال بزرگی اور عرش پر بلندی کی قسم ہے جو بھی میرے علاوہ کسی اور سے امید وابستہ کرے گا تو میں اس کی امید کو قطع کردوں گا اور لوگوں کی نظر میں اسے ذلت کا لباس پہناؤں گا اسے اپنے قرب سے ہٹاؤں گا اور اسے اپنے وصل سے دور کردوں گا، مشکلات و مصائب کے وقت وہ میرے غیر سے امید رکھتا ہے جب کہ مشکلات و مصائب میرے ہاتھ میں ہیں (اور وہ کتنا احمق ہے) جو میرے غیر کے دروازہ پر دستک دینے کی سوچتا ہے جب کہ تمام دروازوں کی چابیاں میرے ہاتھ میں ہیں۔"

باب ہفتم

ظلم و ستم

جیسے عمل ویسے حاکم

حجاج بن یوسف کا شمار دنیا کے بدترین ظالم حکمرانوں میں ہوتا ہے۔ اس نے اپنے دور اقتدار میں ہزارہا انسانوں کو قتل کیا اور لاکھوں انسانوں کو ناجائز قید کیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اعلان فرمایا ہے: "وكذلك نولي بعض الظالمين بعضا" ہمارا طریقہ ہے کہ ہم بعض ظالموں پر بعض کو مسلط کر دیتے ہیں۔"

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: "اعمالكم عمّالكم" تمہارے عمل ہی تمہارے حاکم ہیں۔"

مقصد یہ ہے کہ اگر رعایا نیک دل ہو تو اللہ تعالیٰ انہیں حکمران بھی اچھے عطا کرتا ہے اور جب رعایا کی اکثریت خراب ہو جائے تو اس وقت خداوند عالم کی طرف سے انتقام کا کوڑا بلند ہوتا ہے اور ظالم حکمران ان پر مسلط ہو جاتے ہیں۔ جس معاشرہ کی اکثریت میں فساد پیدا ہو جائے اور اس کے نتیجہ میں ظالم حکمراں مسلط ہو جائے تو پھر اس معاشرہ کے شرفاء کے لئے بھی مصائب و آلام بڑھ جاتے ہیں جیسا کہ دور حجاج کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اس کے دورِ ستم میں

صرف گناہگار ہی اس کا نشانہ نہیں بنے بلکہ سعید بن جبیر جیسے سینکڑوں بے گناہ افراد بھی اس کے ظلم کا نشانہ بنے تھے اور اس ملعون کے ہاتھوں انہوں نے جامِ شہادت نوش کیا تھا۔

یہی وجہ تھی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کہا کرتے تھے کہ : "سارا جہاں اپنے خبیث لے کر آئے اور ہم صرف حجاج بن یوسف کو ان کے مقابلہ میں پیش کریں تو یقیناً ہمارے خبیث کا پلہ بھاری رہے گا۔"

حضرت علی علیہ السلام نے اہل عراق کو اس ظالم کے اقتدار کی خبر دی تھی اور فرمایا تھا: "تمہاری نافرمانیوں کی وجہ سے عنقریب اللہ تعالیٰ قبیلہ ثقیف کے ایک جوان کو تم پر مسلط کرے گا جو کسی پر رحم نہیں کھائے گا اور کسی کی معذرت قبول نہیں کرے گا۔"

ایک دن شعبی حجاج کے پاس گئے اور اسے ظلم و ستم سے باز رہنے کی نصیحت کی تو حجاج نے سونے کا ایک دینار اٹھایا اور اس کا وزن کیا اور کسوٹی پر پرکھا تو وہ دینار ہر لحاظ سے کامل تھا۔ پھر اس نے وہی دینار شعبی کو دے کر کہا کہ : "اسے صرافوں کے پاس لے جاؤ اور اس کا وزن کراؤ۔"

شعبی وہ دینار لے کر صرافوں کے پاس گئے اور اس کا وزن کرنے کی درخواست کی تو ہر صراف نے اپنی بچت کے لئے اس کا وزن کم بتایا اور قیمت کم لگائی۔

آخر میں شعبی وہی دینار لے کر حجاج کے پاس آیا تو حجاج نے کہا: "شعبی! تم مجھے ظلم و ستم سے باز رکھنا چاہتے ہو اور اس شہر کے لوگوں کی دیانت داری تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لی ہے۔ یہاں ہر دکاندار کسی نہ کسی بہانہ سے

گاہک کو لوٹنا چاہتا ہے اور قدرت کا یہ اٹل قانون ہے کہ جب معاشرہ بگاڑ کا شکار ہو جائے تو وہ مجھ جیسے ظالم کو ان پر مسلط کر دیتا ہے۔"

شامتِ اعمال ماصورت نادر گرفت

مسندِ ظلم

ایک دن بہلول ہارون کے دربار میں گئے اس وقت ہارون تخت پر موجود نہیں تھا۔ تخت خالی دیکھ کر بہلول بیٹھ گئے۔ پاسبانوں نے جب بہلول کو ہارون کے تخت پر بیٹھا دیکھا تو بہلول کو تازیانہ مار کر تخت سے اتار دیا۔ بہلول تخت سے اتر کر دربار کے کونے میں جاکر رونے لگے۔

تھوڑی دیر بعد ہارون الرشید دربار میں آیا تو بہلول کو روتے ہوئے دیکھا، پاسبانوں سے پوچھا: "بہلول کیوں رو رہے ہیں؟"

پاسبانوں نے بتایا: "یہ آپ کے تخت پر بیٹھ گیا تھا اسی لئے ہم نے اسے تازیانے مار کر اتار دیا، اب یہ اسی لئے رو رہا ہے۔"

ہارون الرشید نے بہلول سے کہا کہ : "بہلول تم آج یہ غلطی نہ کرتے تو تازیانے نہ کھاتے، اب کیوں رو رہے ہو؟"

بہلول نے کہا: "بادشاہ میں اپنے لئے تھوڑا ہی رو رہا ہوں بلکہ میں تو تمہارے لئے رو رہا ہوں۔"

ہارون نے پوچھا: "وہ کیسے؟"

بہلول نے کہا: "میں چند لمحے اس تخت پر بیٹھا تو مجھے اتنے تازیانے لگے اور تو کئی سال سے اس تخت پر بیٹھا ہے خدا جانے تجھے کتنے تازیانے لگیں گے؟"

مکافاتِ عمل سے غافل نہ رہو

ابو عمرو کا تعلق کوفہ کے مشاہیر سے ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں ایک دن کوفہ کے دار الامارہ میں عبدالملک بن مروان کے پاس بیٹھا تھا کہ اس کے سامنے مصعب بن زبیر کا سر لایا گیا۔ عبدالملک اپنے دشمن کا سر دیکھ کر بہت خوش ہوا۔

یہ منظر دیکھ کر میری نظروں میں انقلاب زمانہ کی تصویر پھر گئی اور میرے پورے وجود پر کپکپی چھا گئی اور میرا چہرہ زرد ہو گیا۔

عبدالملک بن مروان نے کہا: "ابو عمرو! تو اتنا پریشان کیوں ہو گیا؟"

میں نے کہا: "میں انقلاب زمانہ کی وجہ سے پریشان ہو گیا۔"

اس نے کہا: "تو نے کیا دیکھا ہے؟"

میں نے کہا: "میں ایک دن عبیداللہ بن زیاد کے پاس اسی دارلامارہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے سامنے امام حسین علیہ السلام کا سر لایا گیا۔ پھر کچھ وقت گزرنے بعد میں اسی قصر میں بیٹھا تھا کہ تخت پر مختار بن ابی عبیدہ ثقفی بیٹھا تھا اور اس کے سامنے ابن زیاد کا سر تھا۔

اس کے بعد گردش افلاک نے مجھے یہ منظر بھی دکھایا کہ تخت پر مصعب ابن زبیر تھا اور اس کے سامنے مختار ثقفی کا سر تھا اور آج تخت پر آپ ہیں اور آپ کے سامنے مصعب بن زبیر کا سر ہے۔ مجھے تو آپ کا خطرہ ہے کہ کہیں آپ کا انجام بھی اپنے پچھلے والوں سا نہ ہو؟"

عبدالملک یہ سن کر سخت گھبرا گیا اور حکم دیا کہ: "اس محل اور دارلامارہ کو گرادیا جائے تاکہ یہاں پانچواں سر پیش نہ ہو۔"

مکافات عمل کی ایک اور داستان

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک مقام سے گزر رہے تھے کہ پہاڑ کے کنارے انہیں چشمہ نظر آیا۔ آپؑ نے اس چشمہ کے پانی سے وضو کیا اور نماز پڑھی۔

اسی دوران ایک گھڑ سوار شخص آیا اس نے چشمہ سے پانی پیا لیکن جاتے وقت اپنی رقم کی تھیلی اٹھانا بھول گیا۔ اور وہ گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں سے چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد ایک چرواہا لڑکا چشمہ پر آیا تو اس نے رقم سے بھری ہوئی تھیلی دیکھی تو اس نے وہ تھیلی اٹھائی اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔

لڑکے کے جانے کے بعد ایک ضعیف شخص اس چشمہ پر آیا۔ ضعیف آدمی کے چہرہ سے غربت کے آثار نمایاں تھے اور اس نے لکڑیوں کا ایک گٹھڑا اٹھایا ہوا تھا۔ اس نے آکر پانی پیا اور ستانے کی غرض سے چشمہ کے کنارے بیٹھ گیا۔

راستے میں گھڑ سوار کو اپنی رقم کی تھیلی یاد آئی تو اس نے گھوڑا واپس موڑا اور چشمہ پر پہنچ گیا اور اس نے چشمہ کے کنارے لکڑہارے کو بیٹھا ہوا دیکھا تو اس سے اپنی رقم کا مطالبہ کیا۔

بوڑھے نے کہا کہ مجھے رقم کے متعلق کوئی علم نہیں ہے۔

مگر گھڑ سوار نہ مانا۔ پھر ان دونوں کے درمیان تلخ جملوں کا تبادلہ ہوا۔ گھڑ سوار نے بوڑھے کو اتنا مارا پیٹا کہ اس کی روح پرواز کر گئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ بے نیاز میں عرض کی: "پروردگار یہ تو بڑا ظلم ہوا ہے تھیلی اٹھانے والا کوئی اور تھا اور قتل ہونے والا کوئی اور ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے موسیٰؑ جو کچھ تم نے دیکھا ہے یہ میرے عدل

کے عین مطابق ہے کیونکہ کسی زمانہ میں اس بوڑھے نے گھڑسوار کے باپ کو قتل کیا تھا، لہذا بوڑھا قصاص میں مقتول کے بیٹے کے ہاتھوں مارا گیا اور چرواہے کے باپ کو گھڑسوار کے باپ سے اتنی ہی رقم قرض لینا تھی مگر اس نے قرض واپس نہیں کیا تھا، لہذا آج قرض خواہ کے بیٹے نے مقروض کے بیٹے سے اپنا قرض وصول کرلیا ہے۔" (سفینۃ البحار جلد ۲ صفحہ ۴۳۳)

منصور دوانیقی کے مظالم کی ایک جھلک

منصور دوانیقی بنی عباس کا دوسرا خلیفہ تھا۔ اسی نے اولاد علیؑ اور اولاد عباسؑ میں تفرقہ ڈالا تھا۔ ورنہ عام طور پر اس سے پہلے علوی اور عباسی ایک دوسرے کے دوست ہوتے تھے۔

منصور ۱۴۰ھ میں حج کے لئے مکہ آیا۔ عبداللہ بن حسن کو گرفتار کیا اور دوسرے حسنی سادات کی گرفتاری کا بھی حکم جاری کیا۔ جس کی وجہ سے ابراہیم اور ابوبکر اور جعفر بن حسن گرفتار ہوئے منصور نے حکم دیا کہ انہیں زندان میں سخت اذیت دی جائے۔ یہ سادات منصور کی قید میں رہے اور ہر طرح کا ظلم وستم برداشت کرتے رہے۔

منصور ۱۴۴ھ میں حج کے لئے آیا لیکن وہ مدینہ نہ آیا۔ ربذہ میں اس نے اپنے خیمے لگائے اور اپنے فوجیوں کو حکم دیا کہ بچے کھچے حسنی سادات کو مدینہ سے گرفتار کرکے اس کے سامنے پیش کیا جائے۔

منصور کے فوجیوں نے چن چن کر حسنی سادات کو گرفتار کیا اور انہیں کوڑے مارتے ہوئے مدینہ سے باہر لے گئے۔ یہ منظر اتنا دردناک تھا کہ امام جعفر

صادقؑ بے ساختہ رو دیئے اور انصارِ مدینہ کو بددعا دی کیونکہ انہوں نے رسول خداؐ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ ان کی اور ان کی اولاد کی حفاظت کریں گے۔ اسی مشاہدۂ ظلم کی وجہ سے امام جعفر صادقؑ بیس دن تک بیمار رہے۔

جب قیدی ربذہ پہنچے تو ظالم نے حکم دیا کہ انہیں دھوپ میں کھڑا کیا جائے۔ اتنے میں ایک فوجی نے آکر کہا: "تم میں محمد بن عبداللہ کون ہے؟"

سید محمد دیباج نے کہا: "میں ہوں۔"

فوجی اسے پکڑ کر منصور کے پاس لایا۔ اس کے پہنچتے ہی تازیانوں کی صدا بلند ہوئی اور انہیں اتنے تازیانے لگائے گئے کہ ان کی آنکھ کا ایک ڈھیلا باہر نکل آیا۔ محمد دیباج بنی حسن میں سب سے زیادہ حسین شمار ہوتے تھے لیکن تازیانوں کی وجہ سے ان کا بدن کوئلہ کی طرح سیاہ ہوگیا اور خون کی وجہ سے ان کا پیراہن ان کی پشت سے چپک گیا تھا اور کسی طرح سے اترنے میں نہ آتا تھا تو روغنِ زیتون کی مالش سے اسے اتارا گیا۔

منصور نے حکم دیا کہ حسنی سادات کو سروپا برہنہ کرکے طوق وزنجیر میں قید کرکے بے پالان اونٹوں پر سوار کیا جائے۔ چنانچہ اس کے حکم کے تحت سادات کو بے پالان وکجاوہ اونٹوں پر سوار کیا گیا۔ منصور حریر و دیبا سے آراستہ محمل پر سوار ہوکر ان قیدیوں کے پاس سے گزرا تو عبداللہ بن حسن نے زور سے پکار کر کہا: "منصور ہم نے جنگ بدر میں تمہارے قیدیوں سے یہ سلوک نہیں کیا تھا۔" (تتمۃ المنتہیٰ صفحہ ۱۳۲)

(عبداللہ بن حسن کا اشارہ عباس بن عبدالمطلب کی گرفتاری کی طرف تھا۔ جس کا ذکر ہماری کتاب کی پہلی جلد کے باب صلۂ رحم میں گزر چکا ہے)

حجاج ملعون کا انجام

راغب اصفہانی اپنی کتاب محاضرات میں لکھتے ہیں کہ ایک دن حجاج اپنے گھر سے جامع مسجد کی طرف گیا تو اس نے ایک بہت بڑی جماعت کے رونے پیٹنے کی صدا سنی، پوچھا کہ یہ کیسی آواز ہے؟ اسے بتایا گیا کہ یہ قیدیوں کی صدا ہے جو دھوپ کی شدت سے تڑپ رہے ہیں۔

اس ملعون نے کہا: "اخساؤ فیها ولا تکلمون" دور ہو جاؤ اور مجھ سے کلام نہ کرو۔"

وضاحت۔ حجاج نے جو الفاظ کہے تھے یہ دراصل سورۂ مومنون کی ایک آیت ہے اور اس کا پس منظر یہ ہے کہ جب دوزخی جہنم سے نکلنے کی خواہش کریں گے تو رب العزت کا فرمان ہوگا کہ دور ہو جاؤ اور مجھ سے کلام نہ کرو۔

لفظ "اخسا" عربی لغت میں کتے کو دھتکارنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

حجاج کی موت کے بعد جب قیدیوں کو شمار کیا گیا تو ان میں ایک لاکھ بیس ہزار مرد اور بیس ہزار عورتیں تھیں اور ان میں چار ہزار ایسی عورتیں تھیں جن کے تن پر لباس نہیں تھا اور یہ قیدی ایک ہی چار دیواری میں مقیّد تھے۔ قید خانہ کی چھت نہیں تھی جب کوئی قیدی گرمی سے بچنے کے لئے اپنے ہاتھ سے اپنے چہرہ کا سایہ بناتا تو زندان کے سپاہی اسے پتھر مارتے تھے۔ انہیں جو کی روٹی میں ریت ملا کر کھانا دیا جاتا تھا اور پینے کے لئے انہیں کڑوا پانی دیا جاتا تھا۔

حجاج لعین بے گناہ افراد اور بالخصوص سادات کے خون بہانے کو اپنے لئے اعزاز سمجھتا تھا۔

ایک مرتبہ اس ملعون نے روزہ رکھنا چاہا تو نوکروں کو حکم دیا کہ اس کیلئے

من پسند سحری اور افطاری کا انتظام کیا جائے۔ چنانچہ اشارہ فہم نوکروں نے اس کیلئے ایسی روٹیاں تیار کیں جنہیں سادات کے خون سے گوندھا گیا تھا اور اس لعین نے انہی روٹیوں سے سحری و افطاری کی۔ اس ملعون کو اس بات کا ہمیشہ قلق رہتا تھا کہ وہ واقعہ کربلا میں موجود نہ تھا ورنہ وہ شمر سے بھی بڑھ کر ظلم کرتا۔

حجاج نے کوفہ و بصرہ کے درمیان شہر واسط کی بنیاد رکھی تھی جہاں وہ نو ماہ سے زیادہ عرصہ قیام نہ کر سکا اور ترپن (۵۳) برس کی عمر میں جہنم پہنچ گیا۔

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ حجاج کو "مرضِ آکلہ" لاحق ہو گیا۔ اس کے جسم کے اندر بچھو نما کیڑے پیدا ہو گئے۔ ایک طبیب کو بلایا گیا تو اس نے گوشت کا ایک ٹکڑا ریشم کی رسی کے ساتھ باندھا اور حجاج سے کہا کہ وہ گوشت کے ٹکڑے کو نگل لے۔ حجاج نے گوشت کا ٹکڑا نگلا کچھ دیر بعد ریشم کی ڈور سے اس ٹکڑے کو کھینچا گیا تو اس ٹکڑے پر بہت سے کیڑے چمٹے ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حجاج کے جسم پر سردی کو مسلط کر دیا اس کے اطراف میں دن رات کوئلوں کی انگیٹھیاں جلائی جاتی تھیں لیکن وہ پھر بھی سردی سے چلاتا رہتا تھا۔ اس نے حسن بصری سے اپنے درد و الم کی شکایت کی تو انہوں نے کہا: "میں نے تجھے بے گناہ افراد اور بالخصوص سادات کے قتل سے بارہا منع کیا تھا لیکن تو باز نہ آتا تھا آج تو اسی کا خمیازہ بھگت رہا ہے۔"

حجاج نے کہا: "میں خدا سے یہ دعا نہیں کرتا کہ وہ مجھے دوزخ سے آزاد فرمائے، میری اس سے بس اتنی سی دعا ہے کہ جلدی سے میری روح قبض کر لے تاکہ میں دنیا کے درد و الم سے چھٹکارا حاصل کر سکوں۔" (روضات الجنات صفحہ ۱۳۳)

قاضی نور اللہ شوستری مجالس المؤمنین میں لکھتے ہیں کہ موت کے وقت حجاج رونے لگا، وزیر نے رونے کا سبب پوچھا تو کہا: "میں نے لوگوں پر ظلم کیا ہے اور بالخصوص اولاد پیغمبرؐ پر میں نے ظلم کے پہاڑ توڑے ہیں۔"

خوشامدی وزیر کہنے لگا: "امیر آپ کیوں گھبراتے ہیں؟ آپ نے جو کچھ بھی کیا ہے دلیل و برہان کے تحت کیا ہے اور اسے کسی طرح سے بھی ظلم قرار نہیں دیا جاسکتا۔"

حجاج نے کہا: "اگر قیامت کے دن مجھے حکومت دے دی جائے اور تو اس دن میرا وزیر ہو تو اس دن بھی یہی دلیل و برہان ہمیں کام دے گی۔ سنو میں خوب جانتا ہوں کہ میری موت کا وقت آچکا ہے اور دوزخ میرا انتظار کر رہی ہے۔ خدا نے چاہا تو دوزخ میں بھی تیری اور میری جوڑی قائم رہے گی۔"

ایک بڑھیا کا دندان شکن جواب

سخت سردی کے موسم میں عمرو بن لیث بادشاہ اپنے لشکر سمیت نیشاپور میں وارد ہوا۔ فوج کے پاس رہائش کے لئے مکان نہ تھے۔ سخت سردی تھی اور برف باری شروع ہوچکی تھی تو عمرو بن لیث نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کے رہائشی مکانات میں گھس جائے۔ بادشاہ کا حکم سن کر فوجیوں نے لوگوں کے گھروں پر قبضہ کرلیا اور بزور شمشیر ان کے گھروں میں رہائش اختیار کرلی۔

ایک بوڑھی عورت کے پانچ مکان تھے۔ فوجیوں نے اس کے تمام مکانات پر قبضہ کرلیا۔ بڑھیا ایک فوجی سردار کے پاس گئی اور اس سے فوجیوں کے ناجائز قبضہ کی شکایت کی۔

فوجی سردار نے اسے مشورہ دیا کہ کل میں بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوں گا تم کل کسی وقت بادشاہ کے دربار میں پہنچ کر اپنا مسئلہ اس کے سامنے پیش کرنا۔

دوسرے دن بڑھیا عمرو بن لیث کے دربار میں پہنچ گئی اور اس سے کہا:

"بادشاہ! تیری فوج نے مجھ پر ظلم کیا ہے، میرے پاس پانچ مکانات تھے اور میری پانچ بیٹیاں ہیں جو سب کی سب بیاہی ہوئی ہیں، ان مکانات میں میری بیٹیاں رہائش پذیر تھیں، مگر تیری فوج نے میرے مکانات پر قبضہ کرلیا ہے اور میری تمام بیٹیوں کو ان کے شوہروں سمیت ایک چھوٹے سے مکان میں دھکیل دیا ہے، میں آپ سے عدل و انصاف کی توقع لے کر آئی ہوں آپ اپنے فوجیوں کو حکم دیں کہ وہ میرے مکانات خالی کردیں۔"

عمرو بن لیث نے کہا: "بڑھیا سخت سردی ہے میری فوج کہاں جائے؟ تم یہاں سے دفع ہوجاؤ، لوگ سچ کہتے ہیں کہ عورتیں بے عقل ہوتی ہیں۔"

بڑھیا بے چاری واپس ہونے لگی تو کسی نے عمرو بن لیث سے کہا: "بڑھیا بڑی عقل مند اور پرہیزگار ہے، اس پر آپ رحم کریں۔"

عمرو بن لیث نے آواز دے کر بڑھیا کو بلایا اور کہا: "کیا تو نے قرآن پڑھا ہے؟"

بڑھیا نے کہا: "جی ہاں۔"

عمرو بن لیث نے کہا: "پھر تو تو نے قرآن مجید میں یہ آیت بھی یقیناً پڑھی ہوگی: "ان الملوك اذا دخلوا قرية افسدوها وجعلوا اعزة اهلها اذلة وكذلك يفعلون" بادشاہ جب کسی قریہ میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ کردیتے ہیں اور وہاں کے باعزت اور شریف لوگوں کو ذلیل کردیتے ہیں اور وہ ایسا ہی کیا

کرتے ہیں۔"

بڑھیا نے کہا: "بادشاہ میں نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی ہے لیکن مجھے یہ تعجب ہے کہ تو نے اسی سورۂ نمل کی اس آیت کو کیوں نہیں پڑھا: "**فتلك بیوتھم خاویة بما ظلموا ان فی ذلك لاٰیة لقوم یعلمون**" ان کے گھر ویران پڑے ہیں کیونکہ انہوں نے ظلم کیا تھا۔ بے شک اس میں علم رکھنے والوں کے لئے نشانی ہے۔"

یہ آیت سن کر عمرو بن لیث کے بدن پر کپکپی طاری ہوگئی اور کہا: "بڑھیا تو اپنے مکانات واپس لے لے۔ آج کے بعد میری فوج لوگوں کے گھروں میں نہیں رہے گی۔"

پھر اس نے اعلان کرایا کہ تین گھنٹے کی بعد اگر کوئی فوجی کسی کے گھر میں نظر آیا تو اسے قتل کردیا جائے گا اور شادیاخ نامی ایک جگہ پر اس نے اپنی فوج کے خیمے لگوائے۔ اور آج وہاں ایک باغ ہے۔ (تاریخ عیرہ صفحہ ۱۹)

مظلومیتِ سادات

حضرت زید شہید فرزند امام زین العابدین کے پوتے احمد بن عیسیٰ بن زید کہتے ہیں کہ جب ہارون الرشید نے ہماری تلاش شروع کی تو ہم تین افراد یعنی میں اور قاسم بن ابراہیم بن عبداللہ بن امام حسن اور عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ بن امام حسن نے آپس میں بیٹھ کر طے کیا کہ ہم اپنے آپ کو متفرق شہروں میں چھپالیں اور فرضی ناموں سے زندگی بسر کریں۔

چنانچہ میں "رے" چلا گیا اور عبداللہ شام اور قاسم یمن چلے گئے۔ ہارون

الرشید کی موت کے بعد ہم تینوں ایام حج میں مکہ میں ایک دوسرے سے ملے اور ہر ایک نے اپنا اپنا دردِ دل سنایا۔

قاسم نے بیان کیا: "جب میں یمن کی طرف روانہ ہوا تو میرے ساتھ میری بیوی بھی تھی جو کہ حاملہ تھی، ایک بے آب و گیاہ میدان سے ہم گزر رہے تھے کہ میری بیوی کو دردِ زہ شروع ہوا، صحرا میں کوئی باپردہ جگہ موجود نہ تھی، چنانچہ میں نے ایک گڑھا کھودا جہاں میری بیوی نے ایک بچہ کو جنم دیا۔

پھر میری بیوی پر پیاس کا غلبہ ہوا تو میں پانی کی تلاش میں ادھر ادھر گیا لیکن مجھے کہیں سے بھی پانی دستیاب نہ ہوا، میں خالی ہاتھ لوٹا تو میری بیوی کی نظر ختم ہوچکی تھی اور وہ نابینا ہوگئی تھی، میں دوبارہ پانی کی تلاش کے لئے گیا لیکن اس مرتبہ بھی مجھے کہیں سے پانی نہ مل سکا، جب میں واپس آیا تو میری بیوی مرچکی تھی اور اس کے پہلو میں معصوم بچہ رو رہا تھا۔ میں نے بیوی کو دفن کیا اور بارگاہِ احدیت میں عرض کی پروردگار! بے ماں کا بچہ کیسے زندہ رہے گا جب کہ میں خود سر چھپانے کی جگہ تلاش کر رہا ہوں؟

تھوڑی دیر بعد معصوم بچہ نے میرے ہاتھوں پہ دم دے دیا، میں نے معصوم بچہ کو اس کی ماں کے پہلو میں دفن کردیا۔"

عبداللہ بن موسیٰ نے بتایا: "میں کسانوں اور مزدوروں کا لباس پہن کر شام کے ایک دیہات میں گیا، وہاں سپاہیوں نے مجھے دیکھا تو پہلے تو انہوں نے میری شکل و صورت دیکھ کر میرا مذاق اڑایا، پھر انہوں نے میری پشت پر بھاری سامان رکھا، میں سامان کو لے کر چلتا رہا اور جب تھک جاتا تو سامان کو زمین پر رکھ دیتا، سپاہی مجھے تازیانے مارتے اور کہتے اللہ اس گروہ پر لعنت کرے جس کی

طرف تو منسوب ہے۔"

احمد بن عیسیٰ نے اپنے مصائب بیان کرتے ہوئے کہا: "مجھ پر اس دوران سب سے بڑی مصیبت یہ وارد ہوئی کہ میں نے "رے" کے مضافات میں ورزنین نامی مقام پر فرضی نام ابو حفص جصاص کے نام سے رہائش اختیار کی، میرا بیٹا محمد بھی میرے ساتھ تھا۔

ایک نالائق اور بد جنس خاندان کی ایک عورت سے میری شادی ہوئی اور میرے بیٹے محمد کی شادی عبد قیس کے غلاموں کی ایک لڑکی سے ہوئی، میرا بیٹا بھی میری طرح سے فرضی نام سے زندگی بسر کرتا رہا۔

اللہ نے مجھے اس عورت سے ایک بیٹی عطا کی، جب میری بیٹی سنِ رُشد پر پہنچی تو اسی گروہ میں سے ایک معزز شخص نے مجھ سے خواستگاری کی اور میری بیوی کے بھائیوں نے بھی اس رشتہ کے لئے اصرار کیا، اس مسئلہ کے لئے میں اتنا مجبور ہوا کہ ایک رات میں نے بیٹی کی موت کی دعا مانگی، صبح ہوئی تو میری بیٹی کی وفات ہوگئی، آج تک میرے دل میں اس بات کا قلق ہے کہ میں اپنی نورِ چشم کو اپنی ذات سے بھی آگاہ نہ کر سکا۔

میری بیٹی وفات پا گئی تو میں اپنے بیٹے کو بتانے کے لئے گیا کہ اللہ نے میری دعا سن لی اور ان منحوس لوگوں کی رشتہ واری سے خدا نے ہمیں بچالیا۔

میرے بیٹے نے مجھے بتایا کہ اللہ نے مجھے بیٹا عطا کیا ہے جس کا نام میں نے علی رکھا ہے، اس وقت میرا بیٹا ورزنین میں ہے اور مجھے اس کے حالات کی کچھ خبر نہیں ہے۔" (مقتل خوارزمی جلد ۲ صفحہ ۱۰۷)

مظلومین کی دادرسی نہ کرنے کا انجام

خوارزم شاہ کی چنگیز خان سے جنگ ہوئی۔ منگولوں کو فتح ہوئی اور خوارزم شاہ کو شکست فاش اٹھانا پڑی۔ منگول لشکر کے خوف سے اس نے فرار کا منصوبہ بنایا۔ پہلے پہل تو اس نے ہندوستان جانے کا مقصد کیا لیکن بوجوہ ہندوستان جانے کی بجائے نیشاپور چلا گیا اور نیشاپور پہنچ کر اس کی عیاشیاں دوبارہ شروع ہوگئیں اور مظلوم عوام پر ظلم و ستم کرنا شروع کیا اور مخلوقِ خدا پر اس نے عرصۂ حیات تنگ کر دیا۔ تین سال تک وہ نیشاپور میں رہا۔

ایک دن مظلومین اپنا ایک وفد بنا کر اس کے وزیر کے پاس گئے اور اپنے تلف شدہ حقوق کا مطالبہ کیا اور کہا: "خوارزم شاہ سے اس مسئلہ پر گفتگو کرو اور ہماری لوٹی ہوئی دولت اس سے واپس دلاؤ۔"

وزیر نے کہا: "بادشاہ نے میرے ذمہ یہ فریضہ عائد کیا ہے کہ میں حسین و جمیل عورتیں تلاش کر کے اس کے حرم سرا بھیجوں اور طبلہ نوازوں کو اس کی خدمت میں پیش کروں لہذا میں تمہارے حقوق پر بات کرنے سے معذور ہوں۔"

اسی دوران خوارزم شاہ کو جاسوسوں نے اطلاع دی کہ چنگیز کا لشکر اس کے تعاقب میں روانہ ہو چکا ہے اور مقدمۃ الجیش کے تیس ہزار وحشی سپاہی دریائے جیحون پار کر چکے ہیں اور ان کی پیچھے چنگیز بہت بڑا لشکر لے کر آرہا ہے۔

یہ خبر سن کر اس کی تو گویا جان ہی نکل گئی اس نے نیشاپور کو خیرباد کہا اور عراق کی طرف رخ کیا۔

تاریخ جہاں کشا کے مصنف خواجہ عطاء الملک جوینی لکھتے ہیں کہ جب خوارزم شاہ نے نیشاپور سے فرار کیا تو میرے والد بھی اس وقت اس کے ہمراہ

تھے۔ سلطان اپنا لشکر لے کر ایک ٹیلے پر چڑھا اور میرے والد کو اپنے قریب بلایا۔ جب وہ قریب گئے تو اس نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور جگر سوز آہ بھری اور کہا: "جوینی! تم نے دیکھا کہ فلکِ بد کردار نے ہم سے کیا سلوک روا رکھا اور بدبختی نے ہمیں کس طرح سے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔" پھر آہیں بھر بھر کر رونے لگا اور زمانہ کی کج رفتاری کے متعلق شعر پڑھتا رہا۔

سلطان "رے" گیا پھر وہاں سے طبرستان اور گرگان گیا اور جب قلعہ اقلال پہنچا تو اس نے اپنے خاندان کو قلعہ اقلال میں ٹھہرایا اور وہاں بہت سا خزانہ بھی دفن کیا۔ قلعہ اقلال ایک ناقابل تسخیر قلعہ تھا۔ وہاں اپنے خاندان کو ٹھہرا کر خود جزیرہ "آبسکون" میں چھپ گیا۔

منگول لشکر مسلسل اس کا تعاقب کرتا رہا۔ جب انہیں علم ہوا کہ سلطان کا خزانہ اور اس کا خاندان قلعہ اقلال میں روپوش ہے تو انہوں نے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔

مذکورہ قلعہ ہر لحاظ سے مستحکم اور ناقابل تسخیر تھا مگر سلطان کے خاندان کی بدبختی سے قلعہ کے چشموں کا پانی ختم ہو گیا تو قلعہ والوں نے منگول لشکر سے صلح کر لی اور ان کے لئے اپنے قلعہ کے دروازے کھول دیئے۔

منگول لشکر نے سلطان کے خاندان کو قید کر لیا اور اس کے مدفون خزانہ پر قبضہ کر لیا۔ جب خوارزم شاہ کو قلعہ اقلال کے سقوط کی خبر ملی تو اس کی آنکھوں میں دنیا تاریک ہو گئی اور اس نے اپنے ہاتھوں سے اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا۔

گردشِ افلاک کو ملاحظہ فرمائیں کہ جو شخص پہلے شکار پر جاتا تھا تو اس کے ساتھ ہزاروں افراد ہوتے تھے اور جب جزیرہ "آبسکون" میں اس نے خودکشی کی

تو کسی کی آنکھ میں اس کے لئے ایک آنسو تک نہ تھا۔ جو اطلس و کمخواب کے بستر پر سونے کا عادی تھا اسے کفن تک میسّر نہ تھا۔ اسے اسی لباس میں دفن کیا گیا جو اس نے پہنا ہوا تھا۔

منگول سردار اس کے خاندان کو قید کر کے چنگیز خان کے پاس لے گئے تو اس نے حکم دیا کہ ان میں جتنے مرد ہیں سب کو تہِ تیغ کر دیا جائے اور ان کی عورتوں کو کنیز بنا لیا جائے۔ منگول لشکر کے افسروں میں اس خاندان کی عورتوں کو تقسیم کر دیا گیا اس وقت خوارزم شاہ کی ماں برہنہ گھوڑے پر سوار اپنے خاندان کی رسوائی پر ماتم کر رہی تھی۔ (تاریخ طبری صفحہ ۵۰)

دو بھائیوں کے کردار کا فرق

سلطان محمود غزنوی نے خطباء کو خط لکھا کہ وہ خطبہ جمعہ و عیدین میں اس کے نام کے بعد اس کے بیٹوں محمد اور مسعود کا نام لیا کریں۔

امیر حسن میکان نے جو کہ سلطان کا قریبی دوست تھا ایک دن سلطان سے پوچھا: "دنیا جانتی ہے کہ آپ کا بیٹا مسعود حکومت کی زیادہ لیاقت رکھتا ہے اور وہی آپ کا صحیح جانشین ثابت ہو سکتا ہے اس کے باوجود آپ نے خطبہ میں محمد کو مسعود پر مقدم کیوں رکھا؟"

سلطان نے کہا: "آپ نے درست کہا ہے، مسعود حکومت کی لیاقت و صلاحیت زیادہ رکھتا ہے لیکن مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اگر مسعود کو حکومت مل گئی تو وہ اپنے بھائی محمد کو ایک دن کے لئے بھی برداشت نہیں کرے گا۔ یا تو اسے قتل کر دے گا یا اس کا کوئی نہ کوئی عضو ناقص کر دے گا۔ اسی خطرہ کے پیش نظر میں

نے خطبہ میں محمد کو مسعود پر مقدم رکھا ہے تا کہ وہ اس وجہ سے اپنے بھائی کا کچھ لحاظ رکھے۔"

سلطان محمود کے بعد وہی کچھ ہوا جس کا اسے اندیشہ تھا۔ باپ کے بعد مسعود حکمران بنا تو اس نے اپنے بھائی محمد کی آنکھوں میں سلائی پھروا کر نابینا کر دیا اور ایک قلعہ میں اسے قید کر دیا۔ محمد نے اپنے بھائی مسعود سے درخواست کی کہ اسے خرچ کے لئے ایک سو دینار دے تو اس نے ایک دینار دینے سے بھی انکار کر دیا۔ لیکن چند دنوں کے بعد حالات نے کروٹ بدلی۔ بغداد کا خلیفہ قتل ہوا اور پروانہ حکومت سلجوقیوں کو ملا تو مسعود نے خراسان چھوڑ دیا اور غزنی واپس آیا۔ مسعود کے غلام اور فوجی اس سے تنگ آ گئے اور انہوں نے ایک شورش برپا کر کے اس کے بھائی محمد کو زندان سے باہر نکالا اور اسے حکومت کی پیش کش کی۔

محمد نے پہلے تو معذرت کی لیکن فوجیوں نے کہا: "اگر اس نے منصب حکومت قبول نہ کیا تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔"

مجبور ہو کر محمد کو حکومت قبول کرنا پڑی۔ سپاہیوں نے مسعود کو گرفتار کر کے محمد کے سامنے پیش کیا تو محمد نے بھائی سے کہا: "تجھے گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم جس قلعہ کو اپنے لئے پسند کرو میں تمہیں وہ قلعہ دینے پر آمادہ ہوں۔"

مسعود نے ایک قلعہ کا نام لیا تو محمد نے کہا: "میں نے تمہیں اس قلعہ کا حاکم بنایا ہے۔"

پھر مسعود نے اس سے جیب خرچی کے لئے کچھ رقم طلب کی تو محمد نے پانچ سو دینار عطا کئے۔"

وزارت کے بعد کیا گل کھلائے؟

احمد بن محمد، معتصم کا وزیر تھا۔ ایک گورنر نے اسے خط بھیجا تو وزیر وہ خط اپنے سلطان کو پڑھ کر سنا رہا تھا۔ خط میں لفظ "کلاء" لکھا ہوا تھا۔ خلیفہ کو اس لفظ کا معنی نہیں آتا تھا۔

چنانچہ اس نے وزیر سے اس لفظ کا معنی دریافت کیا تو وزیر نے کہا: "سچی بات یہ ہے کہ مجھے خود بھی اس لفظ کا معنی معلوم نہیں ہے اور ہماری عجیب حالت ہے خلیفہ ان پڑھ اور وزیر جاہل ہے۔"

خلیفہ نے کہا: "اس وقت ہمارا کوئی کاتب موجود ہو تو اسے بلایا جائے۔"

خلیفہ کو بتایا گیا کہ اس وقت محمد بن عبدالملک موجود ہے۔

خلیفہ نے کہا: "اسے ہمارے سامنے پیش کیا جائے۔ خلیفہ نے محمد بن عبدالملک سے لفظ "کلاء" کے معنی دریافت کئے تو اس نے کہا: "الكلاء العشب على الاطلاق فان كان رطبا فحصوا الخلى فاذا ايبس فهوا الحشيش" لفظ "کلاء" کے معنی مطلقاً گھاس کے ہیں اور اگر وہ گھاس تر ہو تو اسے "خلی" کہتے ہیں اور اگر خشک ہو جائے تو اسے "حشیش" کہتے ہیں۔"

پھر اس نے نباتات کی تقسیم بندی بیان کرنی شروع کی تو خلیفہ اس کی لیاقت و قابلیت سے بڑا متاثر ہوا اور اسے وزارت کا قلمدان سونپ دیا۔

محمد بن عبدالملک نے وزارت کے دوران بڑی قوت حاصل کر لی اور ظلم وجور سے مال اکٹھا کرنے لگا اور وہ ایک طویل عرصہ تک یعنی معتصم کے دور سے واثق کے دور تک برسر اقتدار رہا۔

ابن وہب کہتا ہے کہ میں اور ابن خصیب اور حکومت کے دوسرے بہت

سے معزول حکام محمد بن عبدالملک زیات کی قید میں تھے اور اس نے ہم سے رہائی کے لئے بہت بڑی رقم طلب کی تھی جس کی ادائیگی ہمارے بس سے باہر تھی۔ ہم اپنی رہائی سے مایوس ہو گئے تھے۔

اسی زمانہ میں واثق باللہ بیمار ہوا احمد بن ابی داؤد قاضی اس کی مزاج پرسی کے لئے گیا تو خلیفہ واثق باللہ نے کہا: "احمد! میں تو اپنی ہاتھوں سے دنیا و آخرت دونوں دے چکا ہوں۔"

قاضی نے کہا: "وہ کیسے ؟"

خلیفہ نے کہا: "یہ میری زندگی کے آخری لمحات ہیں اسی لئے میرے ہاتھ سے دنیا نکل چکی ہے اور زندگی میں اتنے غلط کام میں نے کئے ہیں جن کی وجہ سے آخرت بھی میرے ہاتھوں سے نکل چکی ہے۔ اب اگر میری اخروی نجات کا تم سے کوئی سامان ممکن ہے تو ضرور کرو۔"

قاضی نے کہا: "آپ کے وزیر محمد بن عبدالملک نے بہت سے حکام کو معزول کر کے زندان میں ڈالا ہوا ہے اور ان سے رہائی کے عوض بھاری رقوم کا مطالبہ کر رہا ہے۔ ان کے پاس اتنی بڑی رقم موجود نہیں ہے۔ قیدیوں کے خاندان کے ہزاروں افراد آپ اور آپ کے وزیر کو بددعائیں دیتے ہیں۔ آپ اپنے وزیر کو حکم دیں کہ وہ ان قیدیوں کو آزاد کردے۔ جب وہ آزاد ہوں گے تو ان کے لواحقین کی بددعا آپ کے لئے دعا میں بدل جائے گی اور ممکن ہے کہ ان کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت عطا کردے۔"

خلیفہ نے قاضی کو حکم دیا: "میری طرف سے تم وزیر کو لکھو کہ وہ ان قیدیوں کو فوراً رہا کردے۔"

قاضی نے کہا: "وزیر میرا خط پہچانتا ہے وہ میرے خط کو دیکھ کر قیدیوں کو آزاد نہیں کرے گا۔ آپ اپنے ہاتھ سے وزیر کو لکھیں۔"

واثق نے وزیر کے نام قیدیوں کی رہائی کا حکم لکھا اور ایک درباری کو بلا کر تاکید کی کہ تم وزیر کے پاس میرا یہ حکم لے کر جاؤ اگر وہ گھوڑے پر سوار ہو تو اسے کہو کہ گھوڑے سے اتر کر قیدیوں کی رہائی کا فرمان جاری کرے۔

درباری خلیفہ کا حکم لے کر گیا تو اس وقت وزیر دار الامارہ آرہا تھا۔ اس نے اسے راستہ میں روک کر کہا: "خلیفہ کا حکم ہے گھوڑے سے اتر کر اس کے فرمان کی پہلے تعمیل کرو اور اس کے بعد کوئی دوسرا کام کرو۔"

وزیر نے خلیفہ کے خط کو پڑھا تو کہا کہ: "میں خلیفہ سے اس مسئلہ پر گفتگو کروں گا۔"

درباری نے کہا: "یہ اب ناممکن ہے۔ تجھے پہلے اس کے حکم کی تعمیل کرنی ہوگی ورنہ اپنے آپ کو ہلاکت کے لئے تیار کرلو۔"

وزیر نے مجبور ہو کر قیدیوں کو آزاد کیا۔ (از تاریخ خیرہ ص ۳۵۸)

اس وزیر نے ایک عقوبت خانہ میں لوہے کا ایک تنور بنایا تھا جس میں دائیں بائیں لوہے کی سلاخیں نصب تھیں جب وہ کسی مخالف کو قتل کرنا چاہتا تھا تو حکم دیتا تھا کہ تنور کو زیتون کی لکڑیوں سے گرم کیا جائے اور جب تنور اچھی طرح سے سرخ ہو جاتا تو وہ اپنے مخالفین کو اس دہکتے ہوئے تنور میں ڈال دیتا تھا جہاں آگ کے انگارے اور دہکتی ہوئی لوہے کی سلاخیں ہوتی تھیں۔ چنانچہ اس نے سینکڑوں بے گناہوں کو اس تنور کے ذریعے سے قتل کیا تھا۔

واثق کے بعد متوکل برسر اقتدار آیا اور کسی وجہ سے وہ وزیر پر ناراض

ہو گیا۔ اسے منصب وزارت سے برطرف کر دیا اور اس کی تمام جائیداد اپنے قبضے میں لے لی اور حکم دیا کہ اسے اس کے بنائے ہوئے تنور میں قید کر دیا جائے۔

محمد بن عبدالملک چالیس دن تک اپنے ہی بنائے ہوئے تنور میں قید رہا۔ مرنے سے ایک روز قبل اس نے متوکل کو خط لکھا جس میں اس نے یہ شعر لکھے تھے:

هی السبیل فمن یوم الی یوم
كانه ماتريك العين في النوم
لا تجزعن رويدا انها دول
دنيا تنقل من قوم الى قوم

حکومت و اقتدار تو ایک چلتا ہوا راستہ ہے کبھی کوئی چل رہا ہے اور کبھی کوئی۔ حکومت و اقتدار پر مغرور نہ ہونا چاہئے کیونکہ حکومت بھی ایک خواب کی طرح ہے۔ انقلاب زمانہ سے گھبرانا نہیں چاہئے کیونکہ کبھی کسی کے پاس ہے اور کبھی کسی کے پاس ہے۔

جس دن متوکل کو اس کا خط ملا۔ اس دن متوکل کو اتنی فرصت ہی نہ ملی کہ وہ اس کے خط کو پڑھتا۔ دوسرے دن جب متوکل نے اس کے خط کو پڑھا تو اس کی رہائی کا حکم جاری کر دیا لیکن جب تنور کھولا گیا تو وہ مر چکا تھا۔

درد مندانہ اپیل

ظلم کی مذمت سے قرآن و حدیث اور تاریخ کے اوراق بھرے ہوئے ہیں۔ اس کتاب کے اوراق میں ان کی گنجائش نہیں ہے۔ ہم مذمت ظلم کے لئے

بطور اختصار قرآن مجید کی چند آیات اپنے قارئین کی نذر کرتے ہیں:

۱۔ "واللہ لا یحب الظالمین" اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

۲۔ "ان اللہ لایھدی القوم الظالمین." بیشک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

۳۔ "انه لا یفلح الظالمون." ظالم کامیاب نہ ہوں گے۔

۴۔ "قل ھل یھلك الا القوم الظالمون." کہہ دو کہ ظالموں کے علاوہ اور کوئی ہلاک نہیں کیا جائے گا۔

۵۔ "وكذلك نجزی الظالمین" اور ہم ظالموں کو اسی طرح سے بدلہ دیتے ہیں۔

۶۔ "فانظر كيف كان عاقبة الظالمين." دیکھو تو سہی کہ ظالموں کا انجام کیا ہوا۔

۷۔ "ان الظالمين لهم عذاب اليم." بے شک ظالموں کیلئے دردناک عذاب ہے۔

۸۔ "ومن يظلم منكم نذقه عذابا اليما." اور تم میں سے جو ظلم کرے تو ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔

۹۔ "فويل للذين ظلموا من عذاب يوم اليم." دردناک دن کے عذاب کی وجہ سے ظلم کرنے والوں کے لئے افسوس ہے۔

۱۰۔ "لاتحسبن الله غافلا عما يعمل الظالمون." جو کچھ ظالم کر رہے ہیں تم اللہ کو اس سے ہرگز غافل نہ سمجھنا۔

۱۱۔ "انما يؤخرهم ليوم تشخص فيه الابصار." انہیں اللہ اس دن کے

لئے مہلت دیتا ہے جس میں آنکھیں پھٹی ہوں گی۔

کتاب احادیث، ظلم کی مذمت سے بھری ہوئی ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "**اشتد غضبی علی من ظلم من لا یجد ناصرا غیری.**" میرا غیظ و غضب اس پر سخت ہوگا جو اس پر ظلم کرے جس کا میرے علاوہ کوئی مددگار نہ ہو۔

مولا علی علیہ السلام کا فرمان ہے: "**بئس الزاد الی المعاد العدوان علی العباد.**" آخرت کے لئے بدترین توشہ بندوں پر ظلم کرنا ہے۔

آپ کا ایک اور فرمان ہے: "**من خاف القصاص کف عن ظلم الناس.**" جسے قصاص کا خوف ہوگا وہ لوگوں پر ظلم کرنے سے پرہیز کرے گا۔

رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: "**دعوة المظلوم مستجابة ولو کان من فاجر.**" مظلوم کی بددعا قبول ہے اگرچہ مظلوم فاسق و فاجر ہی کیوں نہ ہو۔ ایک روایت میں لفظ کافر بھی وارد ہوا ہے۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: "**قال اللّٰہ تعالیٰ وعزتی و جلالی لا اجیب دعوة المظلوم دعانی فی مظلمة ظلمها ولاحد عنده مثل تلك المظلمة.**" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں کسی ایسے مظلوم کی دعا قبول نہیں کروں گا جو اسی مقدار میں کسی پر ظلم کر چکا ہو۔

حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے: "**مایأخذ المظلوم من دین الظالم اکثر مما یأخذ الظالم من دنیا المظلوم.**" ظالم کسی مظلوم کی دنیا کا اتنا نقصان نہیں کرتا جتنا مظلوم ظالم کے دین کا نقصان کرتا ہے۔

حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

چند روایات

عن ابی جعفر علیه السلام قال لما حضر علی بن الحسین علیه السلام الوفاة ضمنی الی صدره ثم قال: یا بنی اوصیك بما اوصانی به ابی علیه السلام حین حضرته الوفاة و بما ذکر ان اباه اوصاه به قال: یابنی ایاك و ظلم من لایجد علیك ناصرا الا اللّٰهُ.

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب امام زین العابدن علیہ اسلام کی وفت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مجھے سینے سے لگایا اور فرمایا "بیٹا! میں تمہیں وہی وصیت کرتا ہوں جو میرے والد نے اپنی شہادت سے پہلے مجھے کی تھی اور میرے والد نے یہ بتایا تھا کہ ان کے والد امیر المؤمنین علیہ السلام نے انہیں یہ وصیت کی تھی اور وہ وصیت یہ ہے کہ کسی ایسے شخص پر ظلم نہ کرنا جس کا خدا کے علاوہ کوئی مددگار نہ ہو۔" "الکافی ج ۲ ص۳۳۱"

عن الصادق علیه السلام قال: ثلاث دعوات لا یحجبن عن اللّٰه تعالی دعاء الوالد لولده اذا بره و دعوته علیه اذا عقه و دعاء المظلوم علی ظالمه و دعائه لمن انتصر له منه و رجل مؤمن دعالاخ له مؤمن واساه فینا و دعائه علیه اذا لم یواسه مع القدرة علیه واضطر اخیه الیه.

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: "تین دعائیں ایسی ہیں جن کی قبولیت کے لئے اللہ کے سامنے کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہوتی:

۱۔ باپ کی اپنے بیٹے کے حق میں دعا جب بیٹا اس سے بھلائی کرے اور باپ کی بیٹے پر بددعا جب بیٹا باپ کی نافرمانی کرے۔

۲۔ مظلوم کی ظالم کے خلاف بددعا اور ایسے شخص کے حق میں دعا، جو ظالم

سے اس کا حق وصول کر کے اس کے حوالے کرے۔

۳۔ ایک مؤمن کی دوسرے مؤمن کے لئے دعا جو ہماری وجہ سے اس کی مدد کرے اور اس کے خلاف بددعا جو قدرت رکھنے کے باوجود مؤمن کی مدد نہ کرے اور جبکہ مؤمن کو بھی اس کی مدد کی اشد ضرورت ہو۔"

عن یونس بن ظبیان قال: قال ابو عبدالله یا یونس من حبس حق المؤمن اقامه الله یوم القیامة خمس مائة عام علی رجلیه حتی یسیل من عرقه او دیة وینادی منادمن عندالله هذا الظالم الذی حبس عن الله حقه قال فیوبخ اربعین یوماثم یؤمربه الی النار.

وعنه ایضا قال: ایما مؤمن حبس مؤمنا عن ماله وهو یحتاج الیه لم یذق والله من طعام الجنة ولا یشرب من الرحیق المختوم.

"بحارالانوار ج ۱۵ ص ۲۰۳ نقل از محاسن"

یونس بن ظبیان کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "یونس! جو مؤمن کے حق کو روک لے تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن پانچ سو سال پاؤں پر کھڑا رکھے گا یہاں تک کہ اس کے پاؤں سے پسینہ کی نہریں جاری ہو جائیں گی اور اللہ کی طرف سے ندا کرنے والا یہ ندا دے گا کہ یہ وہ ظالم ہے جس نے اللہ کا حق روک لیا تھا۔ پھر اسے چالیس دن تک زجر و توبیخ کی جاتی رہے گی۔ پھر اسے دوزخ میں دھکیل دیا جائے گا۔"

اور امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: "وہ شخص جو مؤمن کا مال روک لے اور مؤمن کو اس کی ضرورت ہو تو خدا کی قسم وہ جنت کے طعام کا ذائقہ نہیں چکھ سکے گا اور جنت کی سربمہر شراب طہور کو نہیں پی سکے گا۔"

باب ہشتم

عدل و انصاف

عمر بن عبدالعزیز کے عدل کا نتیجہ

ایک مرتبہ منصور دوانیقی نے عمرو بن عبید سے نصیحت کرنے کی درخواست کی اس نے کہا۔ "میں تمہیں سنی سنائی بات بتاؤں یا اپنی چشم دید بات بتاؤں؟"

منصور دوانیقی نے کہا: "بھلا سنی ہوئی بات دیکھی ہوئی بات کی طرح کیسے ہو سکتی ہے؟"

عمرو بن عبید نے کہا: "عمر بن عبدالعزیز بنی امیہ میں سے انصاف پرور حاکم تھا اور اسی کے زمانہ میں لوگ آرام و آسائش کی زندگی بسر کرتے تھے۔ جب اس کی وفات ہوئی تو اس کے ورثاء میں گیارہ افراد تھے اور اس کی کل میراث سات سو مثقال طلا تھی۔ اس کے ورثاء میں سے ہر ایک وارث کو ایک سو پچاس قیراط چاندی ملی اور جب ہشام بن عبدالملک کی وفات ہوئی تو اتفاق سے اس کے ورثاء کی تعداد بھی گیارہ ہی تھی۔ ان میں سے ہر وارث کو ایک ملین یعنی دس لاکھ مثقال سونا حصہ میں آیا۔

چند دنوں بعد میں نے عمر بن عبدالعزیز کے ایک بیٹے کو دیکھا جس نے

ایک سو گھوڑے اللہ کی راہ میں جہاد اور حج کے لئے لوگوں کو دیئے اور میں نے ہشام کے ایک بیٹے کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا۔" (زینۃ المجالس مجدی)

مظلوم کی صدا سے سلطان بے چین ہو گیا

سلطان محمود غزنوی ایک رات سونے کے لئے اپنے بستر پر گیا تو کوشش کے باوجود اسے بستر پر نیند نہ آئی۔ اسے خیال آیا کہ شاید کوئی مظلوم اپنی داد رسی کے لئے آیا ہوا ہے اسی وجہ سے اسے نیند نہیں آرہی۔

اس نے غلام کو بلا کر کہا: "باہر جا کر اچھی طرح سے دیکھو، اگر اس وقت کوئی مظلوم شکایت لے کے آیا ہوا ہو تو اسے میرے سامنے پیش کرو۔"

غلام دیکھ کر واپس آیا اور کہا: "مجھے اس وقت کوئی مظلوم نظر نہیں آیا۔"

سلطان نے دوبارہ سونے کا ارادہ کیا تو اس بار بھی اسے نیند نہ آئی۔ اس کو یقین ہو گیا کہ غلام نے مظلوم کی پوری طرح سے جستجو ہی نہیں کی۔ خود بستر سے اٹھ کر باہر آیا اس کے حرم سرا کے قریب ایک مسجد تھی اور مسجد سے ایک شخص کی آہ و فریاد کی آواز آرہی تھی۔

سلطان مسجد میں آیا تو دیکھا کہ مسجد میں ایک شخص نے اپنا سر جھکایا ہوا ہے اور کہہ رہا ہے: "اے میرے وہ خدا! جسے نہ تو نیند آتی ہے اور نہ ہی اونگھ اس پر مسلط ہوتی ہے۔ محمود نے مظلوموں کے لئے اپنے دروازے بند کر دیئے ہیں اور اپنے ندیموں کے ساتھ بیٹھ کر خوش گپیاں کر رہا ہے۔"

یہ الفاظ سن کر محمود نے کہا: "میں آگیا ہوں، تم اپنا مسئلہ بتاؤ۔"

اس شخص نے کہا: "بادشاہ تیرے خواص میں سے ایک شخص جس کا نام

مجھے معلوم نہیں ہے وہ میری عزت کو تباہ کر رہا ہے۔ وہ میرے گھر آکر میری بیوی کے ساتھ زنا کرتا ہے۔"

سلطان نے کہا: "اس وقت وہ کہاں ہے؟"

اس شخص نے کہا: "میرا خیال ہے کہ اس وقت وہ جا چکا ہوگا۔"

سلطان نے کہا: "جب وہ دوبارہ تمہارے گھر میں داخل ہو تو مجھے فوراً آگاہ کرنا۔"

پھر سلطان نے اپنے دربانوں کو بلا کر کہا کہ تم اس شخص کو اچھی طرح سے دیکھ لو یہ جس وقت بھی مجھ سے ملنا چاہے تم اسے نہ روکنا۔

اگلی رات وہ فوجی افسر اس غریب کی عزت و ناموس برباد کرنے کے لئے اس کے گھر آیا۔ مظلوم اسے دیکھ کر فوراً سلطان کے پاس آیا اور اسے اس ظالم کے آنے کی اطلاع دی۔

سلطان نے فوراً اپنی تلوار اٹھائی اور اس شخص کے گھر آیا اور آکر دیکھا کہ وہ شخص اس کی بیوی کے ساتھ سویا ہوا تھا۔ سلطان نے اس شخص سے کہا کہ تم جلدی سے چراغ بجھا دو۔ اس شخص نے چراغ بجھایا تو سلطان نے اس پر تلوار کا وار کیا اور اسے قتل کر دیا۔ پھر حکم دیا کہ اب دوبارہ چراغ جلاؤ۔ اس شخص نے چراغ جلایا تو سلطان نے غور سے مقتول کے چہرہ کو دیکھا اور فوراً سجدۂ شکر بجالایا۔ پھر صاحب خانہ سے کہا کہ تمہارے گھر میں جو کچھ بھی کھانے کے لئے ہو میرے پاس لاؤ میں سخت بھوکا ہوں۔

اس شخص نے عرض کی: "سلطان ذی جاہ! آپ ہم غریبوں کے گھر کا کھانا کیسے کھائیں گے؟"

سلطان نے کہا: "بندۂ خدا! جو کچھ بھی تمہارے گھر میں ہو کھانے کے لئے لاؤ۔ وہ شخص خشک روٹی کا ٹکڑا اٹھا کر لایا۔ پھر سلطان نے روٹی کھائی۔"

اس شخص نے سلطان سے پوچھا: "مجھے یہ سمجھ نہیں آئی کہ آپ نے چراغ بجھانے کا حکم کیوں دیا اور پھر مقتول کو دیکھ کر آپ نے سجدۂ شکر کیوں کیا اور ایک غریب کے گھر سے کھانا کیوں کھایا؟"

سلطان محمود نے کہا: "جب میں نے تیری فریاد سنی تھی تو میں یہ سمجھا تھا کہ میرے مصاحبین میں سے کسی کو ایسی جرأت نہیں ہو سکتی، ہو نہ ہو یہ میرے کسی بیٹے کا کارنامہ ہے۔ اسی لئے میں نے تجھے چراغ بجھانے کا حکم دیا تھا تاکہ اگر مجرم میرا بیٹا ہو تو شفقت پدری عدالت میں حائل نہ ہو جائے اور جب تم نے دوبارہ چراغ جلایا تو میں نے دیکھا کہ مقتول میرا بیٹا نہیں تھا، وہ ایک فوجی افسر تھا۔ اسی لئے میں نے سجدۂ شکر کیا کہ میرے کسی بیٹے سے یہ جرم صادر نہیں ہوا اور کل رات سے میں نے یہ منت مانی تھی کہ جب تک میں ظالم کو سزا نہ دوں گا اس وقت تک میں کھانا نہیں کھاؤں گا، اسی لئے میں کل سے بھوکا تھا اور تم سے کھانا لانے کی درخواست کی تھی۔"

انصاف کی وجہ سے دشمن پر کامیابی ہوئی

امیر احمد سامانی، عمرو لیث سے جنگ کرنے کے لئے بارہ ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوا۔ جب شہر بخارا سے اس کا گزر ہوا تو اس نے دیکھا کہ بخارا کے باغات پھلوں سے لدے ہوئے ہیں اور ان کے خوشے دیواروں سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔

امیر احمد سامانی نے دل میں سوچا کہ میری ساری فوج میری انصاف پسندی اور عدل سے واقف ہے اگر انہوں نے میرے عدل کو مدنظر رکھ کر پھل نہ توڑے تو میدان جنگ میں میری کامیابی یقینی ہو گی اور اگر میرے فوجیوں نے پھل توڑے تو میری کامیابی مشکل ہو جائے گی اور پھر میں یہاں سے ہی واپس وطن روانہ ہو جاؤں گا۔ اس نے ایک شخص کو یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ دیکھے کہ اس کے فوجی باغات کے پھل توڑتے ہیں یا نہیں۔

کچھ دیر بعد نگراں نے اسے آکر اطلاع دی کہ آپ کے کسی بھی فوجی نے پھل نہیں توڑے۔ یہ سن کر امیر سامانی نے سجدۂ شکر ادا کیا اور کہا کہ اب جنگ میں میری جیت یقینی ہے کیونکہ عدل کامیابی کی کلید ہے اور آخرکار وہ جنگ میں کامیاب رہا۔

اس واقعہ کی تفصیل ہم اپنی اس کتاب کے باب تکبر و خود پسندی میں لکھ چکے ہیں۔

سلطان ملک شاہ اور بوڑھی عورت

ایک دن ملک شاہ شکار کے لئے روانہ ہوا اور ایک قلعہ میں قیام پذیر ہوا۔ اس کے غلاموں نے ایک لاوارث گائے دیکھی تو اسے پکڑ کر ذبح کر دیا اور اس کا گوشت آپس میں تقسیم کر لیا۔

اتفاق سے وہ گائے ایک بوڑھی بیوہ عورت کی تھی جس کے تین بچے تھے اور ان کی گزر اوقات اسی گائے کے دودھ پر ہوتی تھی۔ بڑھیا کو معلوم ہوا کہ آج بادشاہ کا گزر دریائے زندہ رود کے پل سے ہوگا تو بڑھیا دریا کے کنارے آکر بیٹھ

گئی۔ کچھ دیر بعد سلطان اپنی فوج کے ہمراہ وہاں آیا۔ بڑھیا خاموشی سے اس کی فوج کو گزرتے ہوئے دیکھتی رہی اور جب سلطان کی سواری پل پر سے گزرنے لگی تو بڑھیا اس کے آگے آکر کھڑی ہوگئی اور کہا: "الپ ارسلان کے بیٹے! اس پل پر حساب دوگے یا پل صراط پر؟"

سلطان ملک شاہ نے کہا: "اے ضعیفہ! میں پل صراط پر حساب نہیں دے سکتا البتہ اس پل پر حساب دینے کو تیار ہوں۔ بتاؤ تم پر کس نے ظلم کیا ہے تاکہ میں تمہاری دادرسی کروں؟"

بڑھیا نے کہا: "سلطان! میری ایک گائے تھی تیرے فوجی اسے ذبح کر کے کھا گئے، معلوم ہوتا ہے کہ تو نے اپنی فوج کی صحیح تربیت نہیں کی جس کی وجہ سے ان کے حوصلے بلند ہو چکے ہیں۔"

سلطان نے حکم دیا کہ جن فوجیوں نے ایسا کیا ہے انہیں میرے سامنے پیش کیا جائے۔ کچھ دیر بعد مجرم سلطان کے سامنے پیش ہوئے۔ سلطان نے انہیں سخت ترین سزا دی اور بڑھیا کو ایک گائے کے بدلے میں ایک سو گائیں دیں اور پھر بڑھیا سے پوچھا کہ کیا اب تو الپ ارسلان کے بیٹے سے راضی ہے؟

بڑھیا نے کہا: "خدا کی قسم میں راضی ہوں۔"

ملک شاہ کے جانے کے بعد عورت نے اس کی خاک پا پر سر رکھا اور کہا: "خدایا! الپ ارسلان کے بیٹے نے اپنی پستی کے باوجود میرے ساتھ انصاف کیا ہے اور اس کے ساتھ سخاوت بھی کی ہے۔ خدایا! تو کریم ہے تو اس پر فضل کر اور اسے معاف فرمادے تو یہ تیری سخاوت سے بعید نہیں ہے۔"

ملک شاہ کی وفات کے بعد ایک عابد نے اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا

کہ: "ملک شاہ! خدا نے تجھ سے کیا سلوک کیا؟"

ملک شاہ نے جواب دیا: "اگر دریائے زندہ رود کے پل پر میں نے انصاف نہ کیا ہوتا تو میں ہلاک ہو جاتا۔" (تاریخ خیرہ ص ۲۵۔ زینۃ المجالس مجدی)

نوشیروان اور طاقِ مدائن

بیان کیا جاتا ہے کہ جب نوشیروان بادشاہ نے مشہور زمانہ محل طاقِ مدائن بنانے کا ارادہ کیا اور جس جگہ کو اس نے محل کے لئے منتخب کیا تھا اس کے متعلق اس نے حکم دیا کہ جن لوگوں کی زمین محل میں آتی ہو ان سے زمین خرید لی جائے۔ تمام لوگوں نے اپنی زمینیں فروخت کر دیں لیکن اس علاقے میں ایک بڑھیا کی جھونپڑی تھی وہ اپنی زمین بیچنے پر رضامند نہ ہوئی اور اس نے کہا: "میں کسی قیمت پر سلطان کی ہمسائیگی سے محروم نہیں ہونا چاہتی۔"

جب بادشاہ کو اس کے جواب سے مطلع کیا گیا تو اس نے کہا کہ بڑھیا کو مکان فروخت کرنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ الغرض محل تیار ہوگیا لیکن اس کی ایک دیوار ٹیڑھی ہوگئی۔

ایک دفعہ سلطان روم کا سفیر آیا اور اس نے محل دیکھا تو بڑی تعریف کی لیکن اس نے محل کے ایک حصے میں کجی دیکھی تو پوچھا کہ: "محل کے اس حصے میں کجی کیوں ہے؟"

اسے بتایا گیا: "اس کے ساتھ ایک بڑھیا کا مکان ہے اس نے اپنا مکان بیچنے سے انکار کردیا تھا اسی لئے یہاں دیوار ٹیڑھی ہوگئی ہے۔"

اس نے سن کر یہ کہا: "عدل و انصاف کی یہ کجی ظلم کی استقامت سے

بہتر ہے۔"

تاریخ خیرہ کے صفحہ ۳۲ پر مرقوم ہے کہ امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام کا طاق مدائن سے گزر ہوا تو آپؑ نے نوشیروان بادشاہ کو حکم خداوندی سے زندہ کیا اور اس سے پوچھا کہ : "اللہ نے تجھ سے کیا سلوک کیا؟"

نوشیروان نے کہا: "میں کافر تھا اسی لئے جنت سے محروم ہوں لیکن اس کے ساتھ میں عادل تھا اسی لئے دوزخ کی آگ میں جانے سے بچ گیا ہوں۔"

جب بادشاہ عادل ہو تو رعایا بھی امین ہوتی ہے

نوشیروان بادشاہ ایک مرتبہ لباس اور حلیہ بدل کر ایک دیہاتی کا مہمان ہوا۔ صاحب خانہ نے اسے ضیافت دی۔ نوشیروان نے دیکھا کہ اس کا انگوروں کا باغ پک کر تیار ہونے والا ہے تو اس نے میزبان سے باغ کے انگور کھانے کی فرمائش کی۔

میزبان اپنے باغ سے انگور لانے کی بجائے ایک اور مقام سے انگور لے آیا اور مہمان کے سامنے انگور پیش کئے۔

نوشیروان نے کہا: "میں چاہتا تھا کہ تو مجھے اپنے ہی باغ کے انگور کھلاتا مگر تو اپنے باغ کے انگور کھلانے کی بجائے کسی اور کے باغ سے انگور لے آیا۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟"

میزبان نے کہا کہ : "جناب میں نے ابھی تک ان انگوروں کا خراج ادا نہیں کیا۔ ابھی تک میرے باغ کے انگوروں میں سلطان کا حصہ ہے۔ جب تک میں حکومت کی بٹائی ادا نہ کرلوں اپنے باغ کے انگوروں کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔"

رعایا کی ایمانداری دیکھ کر بادشاہ بہت خوش ہوا اور اس سے کہا کہ : "بادشاہ کو تمہارے انگور کے باغ کا کوئی علم نہیں ہے لیکن تو اس کے باوجود بھی اپنے باغ میں تصرف نہیں کرتا۔"

میزبان نے کہا: "ہم نے سنا ہے کہ ہمارا سلطان عادل ہے اور جب سلطان عادل ہو تو رعایا بھی امین ہوتی ہے۔" (تاریخ خیرہ)

خضرؑ، منصور کو عدل و انصاف کی تلقین کرتے ہیں

۱۴۴ھ میں منصور حج کرنے کے لئے مکہ آیا اور دار الندوہ میں قیام کیا۔ وہ رات کے پچھلے پہر بیت اللہ کے طواف کے لئے آتا اور نماز فجر پڑھ کر اپنی جگہ چلا جاتا تھا۔

ایک رات منصور طواف میں مصروف تھا کہ اس نے ایک شخص کی آواز سنی جو اپنے خدا کے حضور یوں عرض کررہا تھا: "اللھم اما نشکو الیك ظھور البغی و الفساد فی الارض وما یحول بین الحق و اھلہ من الظلم" یعنی خدایا! زمین پر ظلم وجور ظاہر ہونے کی ہم تیرے پاس شکایت کرتے ہیں، خدایا! تو دیکھ رہا ہے کہ حقداروں کو حق نہیں ملتا اور ظلم کا دور دورہ ہے۔"

منصور نے غور سے اس فریاد کو سنا اور اس شخص کو بلا کر کہا کہ : "میں تجھ سے یہ کیا سن رہا ہوں؟"

اس شخص نے کہا: "اگر تو میرا کہنا مانے تو میں تجھ سے چند باتیں کروں؟"

منصور نے کہا: "تم جو چاہو خوشی سے کہو۔"

اس شخص نے کہا: "خداوند عالم نے تجھے مسلمانوں کا نگہبان مقرر کیا ہے مگر تو نے اپنے دروازے پر دربان کھڑے کر دیئے ہیں جو لوگوں کو تیرے پاس آنے سے منع کرتے ہیں۔ ظالم وزراء اور خائن حکام نے لوگوں کا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ اسی لئے پوری مملکت میں ظلم و فساد کا بازار گرم ہو گیا ہے۔

میں کبھی کبھی چین جاتا رہتا ہوں وہاں ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا اور اتفاق سے اس کی قوت سماعت ختم ہو گئی تو وہ زارو قطار رونے لگا۔ وزراء نے رونے کا سبب دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں قوت سماعت کی محرومی کی وجہ سے نہیں روتا، میں اس لئے رو رہا ہوں کہ اب میں فریادیوں کی فریاد نہیں سن سکوں گا، اب اگرچہ میں قوت سماعت سے محروم ہو چکا ہوں مگر ابھی میرے پاس قوت بصارت موجود ہے، میں اسی قوت کے ذریعے فریادیوں کی مدد کروں گا۔

پھر اس نے حکم دیا کہ اس کے ملک میں مظلوم اور ستم دیدہ شخص کے علاوہ کوئی شخص سرخ رنگ کا لباس نہ پہنے تاکہ اسے مظلوم کے پہچاننے میں آسانی رہے۔ پھر وہ روزانہ ہاتھی پر سوار ہو کر پورے شہر کا چکر لگاتا تھا۔ اسے جہاں کہیں سرخ لباس والا شخص نظر آتا تو اس کی دادرسی کرتا۔ وہ بادشاہ اگرچہ خدا پر ایمان نہیں رکھتا تھا لیکن اس کی رعایا پروری اس کے حرص سے زیادہ تھی اور تو ماشاء اللہ خدا پر ایمان رکھتا ہے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان سے تیرا تعلق ہے اس کے باوجود تو نے اپنی آسائشات کو مسلمانوں کے مفادات پر مقدم رکھا ہے۔"

مرد حق پرست کی کھری باتیں سن کر منصور رونے لگا اور کہا کہ: "کاش میں پیدا نہ ہوا ہوتا۔"

پھر منصور نے کہا کہ: "اب میری رہنمائی فرمائیں کہ نظام کا بگاڑ کیسے درست ہو سکتا ہے؟"

مرد خدا نے جواب دیا: "نیک اہل علم اور پرہیزگار افراد کو اپنے قریب لاؤ اور ان کا احترام کرو۔"

منصور نے کہا: "یہ طبقہ تو مجھ سے بھاگ کر دور دراز مقام پر چلا گیا ہے۔"

مرد حق نے کہا: "وہ اس لئے تجھ سے دور ہوئے ہیں کہ انہیں خدشہ تھا کہ تو انہیں اپنے ظلم و ستم میں شریک کرے گا، اگر تو آج بھی اپنے دروازے مظلوموں کے لئے کھول دے اور ظالم دربانوں کو ہٹا دے اور مظلومین کی دادرسی کر تو میں ضمانت دیتا ہوں کہ بھاگے ہوئے لوگ واپس آجائیں گے اور تیری مدد کریں گے۔"

منصور نے کہا: "خدایا! مجھے توفیق دے کہ میں اس مرد حق کی باتوں پر عمل کر سکوں۔"

اتنے میں مسجد الحرام میں اسے تلاش کیا گیا لیکن وہ بندۂ خدا کہیں نظر نہ آیا، بیان کیا جاتا ہے کہ وہ مرد حق حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

سلطان جلال الدولہ اور مظلوم کسان

ایک مرتبہ سلطان جلال الدولہ اپنی عادت کے مطابق شکار کے لئے روانہ ہوا تو راستے میں ایک کسان نے اسے روک کر کہا کہ: "کچھ دیر قبل آپ کے تین غلام یہاں آئے اور میرے کھیت میں سے بہت سے خربوزے توڑ کر لے گئے۔ آپ میری مدد کریں اور ان ظالموں کو سزا دیں۔"

سلطان نے کہا کہ: "تم سرخ خیمہ کے قریب جاکر بیٹھ جاؤ میں کچھ دیر بعد واپس آکر اس کا فیصلہ کروں گا۔"

کسان بادشاہ کے سرخ خیمہ کے قریب جاکر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد بادشاہ آیا تو اس نے اپنے ایک ملازم سے کہا کہ۔ "میں خربوزہ کھانا چاہتا ہوں۔ لشکر میں جاکر پتہ کرو کسی کے پاس خربوزہ ہو تو میرے پاس لاؤ۔"

سلطان کا ملازم کچھ دیر کے بعد ایک خربوزہ لے کر آیا۔ بادشاہ نے کسان سے پوچھا: "اسے دیکھو اور بتاؤ کہ یہ خربوزہ تمہارے کھیت کا ہے؟"

کسان نے خربوزے کو دیکھ کر کہا: "میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ خربوزہ میرے کھیت سے توڑا گیا ہے۔"

سلطان نے اپنے ملازم سے پوچھا: 'تم نے یہ خربوزہ کس سے لیا تھا؟"

ملازم نے بتایا کہ: "یہ خربوزہ مجھے حاجب نے دیا تھا۔"

سلطان نے حکم دیا کہ حاجب کو میرے سامنے پیش کیا جائے۔ جب حاجب سلطان کے سامنے حاضر ہوا تو سلطان نے کہا کہ: "یہ خربوزہ تمہارے پاس کہاں سے آیا تھا؟"

حاجب نے جواب دیا: "آج صبح میرے تین غلام کچھ خربوزے اٹھائے ہوئے تھے۔ انہوں نے مجھے بھی چند دانے دیئے تھے۔"

سلطان نے کہا: "تمہارے غلاموں نے اس کسان کے کھیت سے وہ خربوزے چوری کئے تھے۔ لہٰذا تم جلدی سے اپنے غلام پیش کرو۔"

غلاموں کو کسی طرح سے بھنک پڑ گئی کہ آج ان پر شامت آنے والی ہے۔ وہ یہ سن کر ادھر ادھر چھپ گئے۔ حاجب نے انہیں بہت تلاش کیا لیکن وہ کہیں

نظر نہ آئے۔

سلطان نے کہا: "وہ تینوں تیرے ملازم تھے اور تو میرا ملازم ہے۔ اگر وہ نہیں ملے تو میں تجھے کسان کے ہاتھ دیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر سلطان نے اپنے حاجب کا ہاتھ پکڑا اور کسان کے ہاتھ میں دے کر کہا کہ یہ شخص اپنے غلام تلاش نہیں کر سکا میں اسے تیری غلامی میں دیتا ہوں اور خبردار اسے آزاد نہ کرنا۔

کسان نے حاجب کا بازو پکڑا اور اپنے گھر کی طرف چل پڑا۔

حاجب نے کسان کو تین سو دینار دے کر اپنے آپ کو اس سے آزاد کرالیا۔

پھر کسان کو لے کر حاجب سلطان کے پاس آیا اور کہا: "ہمارے درمیان مصالحت ہو چکی ہے۔ میں نے تین سو دینار میں اپنے آپ کو آزاد کرالیا ہے۔ یہ کسان اس بات کا گواہ اور اس وقت وہ راضی ہے۔"

سلطان نے کسان سے پوچھا: "کیا واقعی تو راضی ہے؟"

کسان نے کہا: "جی ہاں! میں اب راضی ہوں۔"

اس کے بعد سلطان نے حاجب کو معاف کردیا۔

دشمن کے روبرو عدلِ علیؑ کا تذکرہ

امیر المؤمنین علیہ السلام کی شہادت کے بعد جب معاویہ سیاہ و سفید کا مالک بنا تو عمارہ ہمدانی کی دختر سودہ اس کے حکام کے ظلم و جور کی شکایت کرنے کے لئے شام گئی۔

جب وہ معاویہ کے دربار میں پہنچی تو معاویہ نے اسے پہچان لیا اور کہا: "کیا

تو وہی عورت نہیں ہے جو جنگ صفین میں علیؑ کی افواج کو جنگ کے لئے برانگیختہ کیا کرتی تھی؟"

جناب سودہ نے کہا: "معاویہ! تو نے بالکل درست پہچانا میں وہی سودہ ہوں جو صفین میں جوانوں کو جنگ کے لئے آمادہ کیا کرتی تھی۔"

معاویہ نے کہا: "یہاں کیسے آئی ہو؟"

جناب سودہ نے کہا: "اس وقت تو حاکم ہے اور اللہ نے حاکم پر کچھ فرائض عائد کئے ہیں، ان میں سے سب سے بڑا فریضہ رعایا کی جان و مال کی حفاظت ہے لیکن تیرے حکام کی حالت یہ ہے کہ "لا یزال یعدو علینا من قبلك من یسمو بمکانك ویبطش بسلطانك فیحصونا حصد السنبل ویدوسنا درس الحرمل یسومنا الخف ویذیقنا الحتف"

تیری طرف سے ہمارے پاس جتنے بھی عامل آتے ہیں وہ ظلم و ستم کرتے ہیں اور ہم پر جفا کرتے ہیں، گندم کے خوشوں کی طرح ہماری کٹائی کرتے ہیں، ہرمل کی طرح ہمیں اپنے پاؤں تلے روندتے ہیں، ہماری جان کو ذلت و رسوائی سے دھکیلتے ہیں اور ہمیں موت کا جام پلاتے ہیں۔

بسر بن ارطاۃ تیری جانب سے آیا تھا اس نے ہمارے مردوں کو قتل کیا اور ہمارا مال لوٹا۔ ہم اب بھی تجھ سے یہی کہیں گے کہ ایسے ظالم نمائندوں کو ہم سے ہٹالے ورنہ ہم تیری مخالفت کریں گے۔"

معاویہ نے کہا: "کیا تو اپنے قبیلہ کی وجہ سے مجھے ڈرانا چاہتی ہے؟ میں تجھے ایک بدمست اونٹ پر سوار کرا کے بسر بن ارطاۃ کے پاس بھیج دوں گا پھر جو وہ مناسب خیال کرے گا تم سے وہی سلوک کرے گا۔"

حضرت عمرہ نے چند لحات تک سر کو جھکایا پھر اس نے یہ دو شعر پڑھے:

صلی الا لہ علی جسم تضمنها
قبر فاصبح فیه العز مدفونا
قدحالف الحق لایبغی به بدلا
فصار بالحق والایمان مقرونا

اللہ کی صلوات ہو اس جسم پر جو قبر میں مدفون ہو گیا اور اس کے ساتھ انسانی عزت وحمیت بھی دفن ہو گئی۔

وہ ساری زندگی حق کا حلیف رہا، حق کے بدلے میں اس نے کسی چیز کو قبول نہیں کیا اور اس کی تمام عمر حق اور ایمان کی رفاقت میں گزر گئی۔

معاویہ نے کہا: "سودہ! تمہارے ان اشعار کا اشارہ کس کی جانب ہے؟"

خاتون نے کہا: "میرا اشارہ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کی طرف ہے۔ تم نے اپنا کردار بھی دیکھا اور مجھ سے عدلِ علیؑ کا بھی ایک واقعہ سن لو:

"امیر المؤمنین علی السلام نے ایک شخص کو عامل زکوٰۃ بنا کر ہمارے پاس بھیجا، اس شخص نے ہم پر ستم کیا، میں اس کی شکایت کرنے کے لئے علیؑ کے پاس گئی، اس وقت نماز عشاء کے لئے صفیں درست ہو رہی تھیں، جیسے ہی ان کی نظر مجھ پر پڑی تو پوچھا: "کوئی کام ہے؟"

میں نے عرض کی: "جی ہاں۔"

آپؑ میرے قریب آئے اور پوری رأفت و شفقت سے مجھ سے میرا حال پوچھا۔ میں نے انہیں ان کے عامل کے ظلم کی شکایت کی تو اس وقت علیؑ رو پڑے اور آپؑ کے آنسو آپؑ کی چہرہ پر جاری ہو گئے اور کہا: "اللھم انت

الشاهد علّى و عليهم انى لم امرهم بظلم خلقك ولا تبرك حقك"

خدایا! تو میرا اور ان کا گواہ ہے، میں نے انہیں تیری مخلوق پر ظلم کرنے کا حکم نہیں دیا اور تیرا حق ترک کرنے کا بھی فرمان جاری نہیں کیا۔"

اس کے بعد انہوں نے کاغذ کے ایک ٹکڑے پر یہ عبارت لکھی:

بسم الله الرحمن الرحيم

قدجاء تكم بينة من ربكم فاوفوا الكيل والميزان ولا تبخسو الناس اشيائهم ولا تفسدوا فى الارض بعد اصلاحها . فاذا قرأت كتابى هذا فاحتفظ بما فى يدك من عملنا حتى يقدم عليك من يقبضه منك والسلام.

اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ تمہارے پاس رب کی طرف سے دلیل و برہان آچکی ہے، ترازو اور پیمانوں کو درست اور کامل رکھو لوگوں کی اشیاء کم نہ کرو اور اصلاح کے بعد زمین پر فساد برپا مت کرو جب تمہارے پاس میرا یہ خط پہنچے تو جو کچھ تم جمع کر چکے ہو اس کی حفاظت کرو۔ ہم ایسے شخص کو بھیج دیں گے جو تم سے ہماری امانت کو وصول کرے گا۔ والسلام

حضرت امیر المؤمنین نے خط لکھ کر میرے حوالہ کیا۔ خدا کی قسم انہوں نے خط کو نہ ہی بند کیا اور نہ ہی مہریں لگا کر اسے محکم کیا۔ میں خط لے کر گئی تو وہ شخص فوراً معزول ہو گیا۔"

جب معاویہ نے حضرت سودہ کی یہ تقریر سنی تو کہا: "جو یہ چاہتی ہے اسے لکھ کر دے دو اور اسے راضی کر کے اس کے وطن روانہ کرو۔" (کشکول بہائی جلد ۲ صفحہ ۱۷۳)

مساواتِ حیدری

جب امیر المؤمنین علیہ السلام کو خلافت راشدہ ملی تو آپؑ منبر پر گئے اور خطبہ دیا جس میں حمد و ثنا کے بعد آپؑ نے ارشاد فرمایا: "آدمؑ نے کسی غلام اور کنیز کو جنم نہیں دیا تھا، آدمؑ نے تمام بچوں کو آزاد جنم دیا تھا، لیکن بعد میں اللہ نے ایک کو دوسرے کا مالک بنادیا، تو جس کو پریشانی ہو تو اسے چاہئے کہ صبر و استقامت کا مظاہرہ کرے اور اپنے خدا پر احسان نہ جتائے۔

ہمارے پاس کچھ مال و دولت پہنچی ہے۔ ہم اس دولت کو کالوں اور گوروں میں برابر برابر تقسیم کریں گے۔"

اس وقت مروان بن الحکم طلحہ، زبیر کے قریب بیٹھا ہوا تھا اس نے انہیں کہا کہ علیؑ کے ان الفاظ کا اشارہ تمہاری جانب ہے۔

پھر آپؑ نے ہر شخص کو تین تین دینار عطا کئے۔ آپؑ نے ایک انصاری کو تین دینار دیئے اس کے بعد ایک تازہ آزاد کردہ غلام کو بھی آپؑ نے تین دینار دیئے۔

انصاری نے کہا: "میں نے اس غلام کو کل آزاد کیا تھا کیا اس کا حصہ اور میرا حصہ برابر ہے؟"

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: "جب میں قرآن مجید میں غور کرتا ہوں تو نبی اسماعیلؑ (جن کی ماں کنیز تھیں) اور نبی اسحاقؑ (جن کی ماں آزاد تھیں) میں مجھے کوئی فرق نظر نہیں آتا۔"

دراصل مساواتِ حیدری کو دیکھ کر ہی لوگوں نے آپؑ سے جنگِ جمل کرنے کی ٹھانی۔

خلیفہ ثالث کے دور حکومت میں ایک "اشرافیہ" طبقہ معرضِ وجود میں آچکا تھا۔ جنہوں نے بیت المال کو اپنی ذاتی جاگیر بنالیا تھا اور بندگان خدا کو اپنا غلام سمجھتے تھے اور مسلمانوں کے جملہ وسائل پر ان کا تصرف تھا۔ پورے براعظم کا خمس فرد واحد کی جیب میں جاتا تھا اور تمام مزرعہ، جائیدادیں ان کے دستِ تصرف میں دے دی گئی تھیں اور ان کے ہاں سینکڑوں غلام کام کرتے تھے۔

غرضیکہ عالمِ اسلام کے وسائل کو لوٹ کر ان لوگوں نے بے تحاشا دولت جمع کرلی تھی۔ (خلیفہ ثالث کے عہد حکومت میں کیا کچھ ہوا اس کے لئے محترم تیجانی سماوی کی کتاب المیہ جمعرات کا مطالعہ فرمائیں)

مساواتِ حیدری سے اشرافیہ طبقہ کے مفادات پر زد پڑتی تھی اور انہیں یقین ہوگیا تھا کہ علیؑ ان کی تمام تر جاگیریں واپس لے لیں گے۔ انہوں نے اپنی جاگیروں کے تحفظ کے لئے علیؑ کے خلاف ایکا کرلیا تھا۔

چنانچہ طلحہ و زبیر علی علیہ السلام کے پاس آئے اور ان سے مکہ جانے کی اجازت طلب کی۔ آپؑ نے فرمایا "میں سمجھتا ہوں کہ تم وہاں جاکر فتنہ و فساد برپا کروگے۔ اگر تمہیں ہر قیمت پر جانا ہی ہے تو سخت قسموں کے ساتھ میرے ہاتھ پر دوبارہ بیعت کرو کہ تم کوئی خیانت نہیں کروگے۔"

ان دونوں نے قسمیں کھا کر آپؑ کی دوبارہ بیعت کی اور وعدہ کیا کہ وہ آپؑ کی مخالفت نہیں کریں گے۔

جب وہ پشت دکھا کر وہاں سے چلے تو آپؑ نے فرمایا: "ان کے سفر کا مقصد خیانت ہے۔"

ساتھیوں نے کہا "تو آپؑ انہیں واپس کیوں نہیں بلوا لیتے؟"

تو آپؑ نے فرمایا: "لیقضی اللہ امرا کان مفعولا" تاکہ جو کچھ خدا نے مقرر کیا ہے وہ ہوکر رہے۔"

طلحہ و زبیر مکہ کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں ہر ملنے والے کو یہ کہتے رہے کہ ہم نے مجبور ہوکر علیؑ کی بیعت کی تھی۔

جب حضرت علیؑ نے ان کی یہ بات سنی تو فرمایا: "خدا کی قسم انہوں نے اپنے آپ کو بدترین طریقہ سے قتل ہونے کے لئے پیش کیا ہے۔ یہ دونوں عنقریب مجھے ایک آراستہ لشکر اور دلیر لوگوں کے ساتھ دیکھیں گے اور یہ دونوں قتل ہوجائیں گے۔"

طلحہ و زبیر نے واقعی خیانت کی اور ام المؤمنین عائشہؓ کو اپنے ساتھ ملاکر بصرہ پہنچے، وہاں مسلمانوں کے بیت المال کو لوٹا اور کئی بے گناہ افراد کو قتل کیا۔

مولا علیؑ کو مجبور ہوکر ان کے مقابلہ میں آنا پڑا۔

جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے مدمقابل کھڑے ہوئے تو حضرت علیؑ نے زبیر کو آواز دے کر بلایا۔ زبیر اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر علیؑ کے پاس آیا اور اتنا قریب ہوا کہ دونوں گھوڑوں کی گردنیں ایک دوسرے سے مل گئیں۔

اس وقت حضرت علی علیہ السلام نے زبیر کو وہ وقت یاد دلاتے ہوئے فرمایا: "زبیر! تجھے وہ دن یاد ہے جب تو نے میری گردن میں اپنے ہاتھ ڈالے ہوئے تھے تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجھ سے فرمایا تھا: "زبیر علیؑ سے تجھے محبت ہے؟"

تو نے کہا تھا: "میں علیؑ سے کیوں محبت نہ کروں جب کہ وہ میرا ماموں زاد بھائی ہے۔"

یہ سن کر رسول مقبولؐ نے فرمایا تھا: "تو عنقریب علیؑ سے جنگ کرے گا اس وقت تو ظالم ہوگا اور علیؑ مظلوم ہوگا۔"

زبیر نے یہ سن کر کہا: "علیؑ! تم نے اچھا کیا مجھے بھولی ہوئی بات یاد دلائی۔"

یہ کہہ کر اپنے لشکر کی طرف گیا، اس کے بیٹے عبداللہ نے باپ کی حالت دیکھ کر کہا: "مجھے تمہاری حالت دگرگوں نظر آتی ہے۔"

زبیر نے کہا: "علیؑ نے مجھے ایک بھولی ہوئی حدیث یاد دلائی ہے اب میں علیؑ سے جنگ نہیں کروں گا۔ میں اب یہاں سے جانا چاہتا ہوں۔"

عبداللہ نے کہا: "اصل بات یہ ہے کہ تم عبدالمطلب کی اولادوں کی تلواریں دیکھ کر خوف زدہ ہوگئے ہو۔"

زبیر نے کہا: "تو مجھے جنگ کے لئے جوش دلانا چاہتا ہے۔ خدا کی قسم میں علیؑ سے جنگ نہیں کروں گا۔"

عبداللہ نے کہا: "قسم کا کفارہ ادا کرو تاکہ کل قریش کی عورتیں تمہیں بزدل ہونے کا طعنہ نہ دے سکیں۔"

زبیر نے کہا: "میں نے قسم کے کفارہ میں اپنے غلام مکحول کو آزاد کیا۔"

پھر اس نے ایک نیزہ ہاتھ میں لیا اور اس کے لوہے کے سرے کو توڑا اور علیؑ کے لشکر پر حملہ آور ہوا۔

مولا علی علیہ السلام نے جب اسے ٹوٹے ہوئے نیزہ سے حملہ کرتے دیکھا تو سپاہیوں سے فرمایا: "اسے راستہ دے دو۔" سپاہیوں نے اسے راستہ دیا۔

الغرض زبیر نے تین مرتبہ ایسا ہی کیا، پھر بیٹے کو خطاب کر کے کہا: "تو

نے دیکھا کہ تیرا باپ بزدل نہیں ہے۔"

عبداللہ نے اپنے باپ سے کہا: "اب تم نے بزدلی کا الزام اپنے آپ سے دور کردیا ہے۔"

پھر زبیر نے اپنے لشکر کو چھوڑا اور وادی السباع سے اس کا گزر ہوا تو وہاں احنف بن قیس دو ہزار کا لشکر لئے بیٹھا تھا، اسے بتایا گیا کہ زبیر اکیلا واپس جارہا ہے۔

اس نے کہا: "میں اکیلے زبیر کو کیا کروں جبکہ دوسرے مسلمان آپس میں جنگ کر رہے ہیں اور ایسا شخص یقیناً قتل کے لائق ہے۔"

ابن جرموز نامی ایک جوان گھوڑے پر سوار ہوکر زبیر کے پاس گیا۔ زبیر نے پوچھا: "تجھے مجھ سے کوئی کام ہے؟"

ابن جرموز نے کہا "جی ہاں! میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ دو لشکروں کا کیا بنا؟"

زبیر نے بتایا: "جب میں وہاں سے جدا ہوا تھا تو دونوں لشکر آپس میں گتھم گتھا تھے۔"

ابن جرموز زبیر کے ساتھ چلنے لگا۔ دونوں ایک دوسرے سے خوف زدہ تھے۔ اتنے میں نماز کا وقت ہوا تو زبیر نے کہا: "اگر تو مجھے امان دے تو میں نماز پڑھ لوں؟"

ابن جرموز نے کہا: "ہاں! شرط یہ ہے کہ تو بھی مجھے امان دے۔"

پھر زبیر نے وضو کر کے نماز شروع کی تو ابن جرموز نے اس پر ناگہانی طور پر حملہ کیا اور زبیر کو قتل کردیا۔ اس کے سر کو جدا کیا اور اس کی تلوار اور انگوٹھی

اٹھ کر احنف بن قیس کے پاس آیا اور کہا "میں نے زبیر کو قتل کیا ہے لیکن مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ میں نے ایسا کر کے اچھا کیا ہے یا برا کیا ہے؟"

احنف بن قیس نے کہا: "اپنے فعل کی اچھائی یا برائی معلوم کرنے کے لئے تجھے علی ابن ابی طالبؑ کے پاس جانا چاہئے۔"

ابن جرموز زبیر کا سر اور تلوار لے کر مولائے متقیان کے پاس آیا اور داخلہ کی اجازت چاہی اور دربان سے کہا کہ علیؑ سے کہو ابن جرموز زبیر کی تلوار اور سر لے کر آیا ہے۔ (بہت سی روایات میں صرف تلوار کا ذکر ہے)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: "تو نے اسے قتل کیا؟"

ابن جرموز نے کہا: "جی ہاں!"

حضرت علیؑ نے فرمایا: "خدا کی قسم صفیہ کا بیٹا (زبیر) بزدل اور پست نہ تھا لیکن موت اور غلط لغزشیں اپنا کام دکھایا کرتی ہیں۔"

پھر آپؑ نے قاتل کے ہاتھ سے تلوار لے کر اپنے ہاتھ میں پکڑی اور فرمایا: "طالما جلّی به الکرب عن وجه رسول الله" یہ وہ تلوار ہے جس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک سے کئی مرتبہ تکالیف کو ہٹایا تھا۔"

ابن جرموز نے انعام کا مطالبہ کیا تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: "میں نے پیغمبر اکرمؐ سے سنا ہے کہ صفیہ کے بیٹے (زبیر) کے قاتل کو دوزخ کی بشارت ہو۔"

ابن جرموز ناکام و نامراد ہو کر واپس پلٹ گیا۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۱ صفحہ ۱۴)

مالک اشتر کا مشورہ اور حضرت علیؑ کا جواب

ایک دن حضرت مالک اشتر نے امیر المؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی: "مولا! ہم نے اہل کوفہ کے ذریعہ سے جنگ جمل فتح کی اور کوفہ و بصرہ کے لوگوں کو ساتھ ملا کر صفین میں شامیوں کو شکست دی۔ لوگ پہلے پہل آپ کی مساوی تقسیم سے راضی تھے لیکن میری نگاہیں اس وقت یہ دیکھ رہی ہیں کہ معاشرے کے بااثر افراد اس تقسیم پر راضی نہیں ہیں اور ان میں سے کچھ لوگ آپؑ کو چھوڑ کر معاویہ کے پاس چلے گئے ہیں۔ آپؑ اس حقیقت سے بخوبی آشنا ہیں کہ دین اور حقیقت کے طلب کرنے والے افراد کم ہیں اور دنیا طلب لوگ زیادہ ہیں۔ اگر آپؑ بااثر شخصیت کو وظائف میں ترجیح دیں تو وہ آپؑ کی خیر خواہی کریں گے اور آپؑ کے مددگار بن کر آپؑ کے دشمنوں سے نبرد آزما ہوں گے۔"

حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "مالک! ہماری عدالت کی روش قرآن مجید کی اس آیت پر مبنی ہے: "**من عمل صالحا فلنفسه ومن اساء فعليها**" جس نے نیکی کی تو اپنے لئے کی اور جس نے برائی کی تو اس کا نقصان اسے ہی برداشت کرنا ہوگا۔

اس کے باوجود مجھے ہمیشہ یہ خدشہ رہتا ہے کہ خدانخواستہ مجھ سے ذرہ برابر انحراف نہ ہو جائے اور جہاں تک لوگوں کے پراگندہ ہونے کا سوال ہے تو خدا جانتا ہے کہ یہ لوگ اس لئے فرار نہیں کر رہے کہ میں نے ان پر کوئی ظلم کیا ہے یا انہیں مجھ سے بہتر حاکم مل گیا ہے۔ یہ لوگ فقط فانی دنیا کے طلب گار ہیں۔ یہ لوگ حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف جا رہے ہیں اور قیامت کے دن ان

سے پوچھا جائے گا کہ تم نے دین کے لئے کام کیا تھا یا دنیا کے لئے؟

اور جہاں تک بااثر افراد کو مال و دولت دے کر اپنے ساتھ ملانے کا سوال ہے تو میں کسی کا حق کبھی بھی دوسرے کو دینے پر آمادہ نہیں ہوں اور رشوت دے کر کسی کی نصرت کا طالب نہیں ہوں۔"

عقیل سے گرم لوہے کی داستان سنیں

ایک دن معاویہ نے عقیل سے کہا: "ہمیں گرم لوہے کی داستان سناؤ۔"

عقیل علیؑ کے عدل کو یاد کر کے پہلے بہت روئے پھر کہا: "میرے مالی حالات سخت خراب ہوئے تو میں اپنے بھائی علیؑ کے پاس گیا اور ان سے مالی مدد کی درخواست کی لیکن علیؑ نے میری درخواست قبول نہ کی۔

پھر میں اپنے بھوک سے بلکتے ہوئے بچوں کو جمع کر کے علیؑ کے پاس لے گیا اور ان سے مالی امداد کا تقاضا کیا تو انہوں نے کہا کہ آج رات تم آنا۔

جیسے ہی رات ہوئی میں اپنے ایک بیٹے کو لے کر علیؑ کے پاس گیا تو علیؑ نے میرے بیٹے کو واپس بھیج دیا اور مجھ سے فرمایا: "میرے قریب آجاؤ۔"

میں اپنی تنگ دستی کی وجہ سے سمجھا کہ علیؑ مجھے سونے کی تھیلی دینا چاہتے ہیں، جیسے ہی میں نے ہاتھ دراز کیا تو تپتے ہوئے لوہے پر میرا ہاتھ لگا اور میں نے اسے فوراً اپنے ہاتھ سے گرا دیا اور جیسا کہ بیل قصاب کی چھری تلے چیختا ہے میں بھی اس طرح سے چیخنے لگا۔

علیؑ نے فرمایا: "عقیل! تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے، تو اس لوہے سے گھبرا گیا جسے تیرے بھائی نے گرم کیا ہے اور اس دن تیری اور میری کیا حالت

ہوگی جب دوزخ کی زنجیر پہنا دی جائے گی، پھر انہوں نے قرآن کی یہ آیت پڑھی: "اذالاغلال فی اعنا قهم والسلاسل يسبحون" جس دن ان کی گردنوں میں طوق و زنجیر ہوں گے اور انہیں کھینچا جائے گا۔"

پھر کہا: "عقیل! خدا نے بیت المال میں جتنا حصہ مقرر کیا ہے اسی پر قناعت کرو، اگر اس سے زیادہ کا مطالبہ کرو گے تو یہی گرم لوہا تمہیں ملے گا۔ اب تم اپنے گھر چلے جاؤ۔"

معاویہ نے عقیل کی داستان سن کر تعجب کیا اور کہنے لگا: "هيهات هيهات عقمت النساء ان يلدن بمثله" عورتیں علیؑ جیسا بیٹا جننے سے بانجھ ہو گئی ہیں۔"

حضرت علی علیہ السلام نے نہج البلاغہ کے خطبہ ۲۲۱ میں عقیل کی داستان بیان کرنے کے بعد ایک اور شخص اشعث بن قیس کی داستان کو ان الفاظ میں بیان کیا: "واعجب من ذلك طارق طرقنا بملغوقة فی و عانها و معجونة شننتها كانما عجنت بريق حية"

اور اس سے عجیب تر واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص رات کے وقت شہد میں گندھا ہوا حلوہ ایک بند برتن میں لئے ہوئے ہمارے گھر آیا جس سے مجھے ایسی نفرت تھی کہ محسوس ہوتا تھا کہ جیسے وہ سانپ کے تھوک یا اس کی قے میں گوندھا گیا ہے۔"

میں نے اس سے کہا: "کیا یہ کسی بات کا انعام ہے یا زکوٰۃ ہے یا صدقہ ہے جو کہ ہم اہل بیت پر حرام ہے۔"

اس نے کہا: "نہ یہ ہے نہ وہ ہے بلکہ یہ تحفہ ہے۔"

تو میں نے کہا: "پسر مردود عورتیں تجھ پر روئیں، کیا تو دین کی راہ سے مجھے فریب دینے کے لئے آیا ہے کیا تو بہک گیا ہے؟ یا پاگل ہو گیا ہے یا یوں ہی ہذیان بک رہا ہے۔

خدا کی قسم اگر ہفت اقلیم ان چیزوں سمیت جو آسمانوں کے نیچے ہیں مجھے دے دیئے جائیں کہ صرف اللہ کی اتنی معصیت کروں کہ میں چیونٹی سے جو کا ایک چھلکا چھین لوں تو کبھی بھی ایسا نہ کروں گا۔ یہ دنیا تو میرے نزدیک اس پتی سے بھی زیادہ بے قدر ہے جو ٹڈی کے منہ میں ہو کہ جسے وہ چبا رہی ہو۔

علیؑ کو فنا ہونے والی نعمتوں اور مٹ جانے والی لذتوں سے کیا واسطہ۔ ہم عقل کے خواب غفلت میں پڑ جانے اور لغزشوں کی برائیوں سے خدا کے دامن میں پناہ لیتے ہیں اور اسی سے مدد کے خواستگار ہیں۔" (نہج البلاغہ خطبہ ۲۲۱ ترجمہ مفتی جعفر حسین مرحوم اعلی اللہ مقامہ)

چند روایات

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم من عامل الناس فلم یظلمھم وحدثھم فلم یکذبھم ووعدھم فلم یخلفھم فھو ممن کملت مروتہ وظھرت عدالتہ ووجبت اخوتہ وحرمت غیبتہ۔

"سفینہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۸"

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو لوگوں کے ساتھ معاملات رکھے تو ان پر ظلم نہ کرے اور ان سے گفتگو کرے تو جھوٹ نہ بولے اور ان سے وعدہ کرے تو وعدہ خلافی نہ کرے۔ ایسے شخص کی جواں مردی کامل

ہے اور اس کی عدالت ظاہر ہے اور اس سے اخوت واجب ہے اور اس کی غیبت حرام ہے۔"

قال علی علیه السلام فی قول الله تعالی يأمر بالعدل والاحسان وايتائی ذی القربی..... العدل الانصاف والاحسان التفضل وقال فی وصیته لابنه الحسن یابنی اجعل نفسك مسیرنا فیما بینك و بین غیرك فاحبب لغیرك ماتحب لنفسك واكره له ماتكره لنفسك ولا تظلم كما لاتحب ان تظلم واحسن كماتحب ان یحسن ابدك واستقبح من نفسك ماتستقبح من غیرك وارضی من الناس بما ترضاه لهم من نفسك ولا تقل مالا تعلم وقل ما تعلم ولا تقل مالا تحب ان یقال لك.

"بحار الانوار جلد ۱۵ صفحہ ۱۲۶ نقل از نہج البلاغہ"

حضرت علی علیہ السلام نے آیت کریمہ "ان اللّٰہ یأمر بالعدل والاحسان" (بے شک اللہ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے) کی تفسیر میں فرمایا کہ۔ "عدل و انصاف لوگوں کو ان کا حق دینے سے عبارت ہے اور احسان اپنے مال کا اضافہ کر کے کسی کو دینے سے عبارت ہے۔"

آپؑ نے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو وصیت میں فرمایا: "اے فرزند! اپنے اور دوسرے کے درمیان ہر معاملہ میں اپنی ذات کو میزان قرار دو۔ جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لئے پسند کرو اور جو اپنے لئے نہیں چاہتے اسے دوسروں کے لئے بھی نہ چاہو۔ جس طرح یہ چاہتے ہو کہ تم پر زیادتی نہ ہو اسی طرح دوسروں پر بھی زیادتی نہ کرو۔ جس طرح یہ چاہتے ہو کہ تمہارے ساتھ حسن سلوک ہو۔ اسی طرح دوسروں کے ساتھ بھی حسنِ سلوک سے پیش آؤ۔

دوسروں کی جس برائی کو ناپسند کرتے ہو اسے اپنے لئے بھی برا تصور کرو اور جس روپے کو اپنے لئے اچھا سمجھتے ہو اسی کو دوسروں کے لئے بھی اچھا سمجھو اور جو بات نہیں جانتے اس کے بارے میں زبان نہ ہلاؤ اگرچہ تمہاری معلومات کم ہوں۔ دوسروں کے لئے وہ بات نہ کہو جو اپنے لئے سننا گوارا نہیں کرتے۔"

وسئل علی علیه السلام عن الایمان، فقال الایمان علی اربع دعائم، علی الصبر، والیقین، والعدل، والجهاد...... والعدل منها علی اربع شعب علی غائص الفهم، وغورالعلم، وزهرة الحکم ورساخة الحلم. فمن فهم علم غور العلم، ومن علم غور العلم صدر عن شرائع الحکم ومن حلم لم یفرّط فی امره وعاش فی الناس حمیدا.

حضرت علی علیہ السلام سے ایمان کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

"ایمان چار ستونوں پر قائم ہے صبر، یقین، عدل اور جہاد اور عدل کی بھی چار شاخیں ہیں۔ تہوں تک پہنچنے والی فکر اور علمی گہرائی اور فیصلہ کی خوبی اور عقل کی پائیداری۔

چنانچہ جس نے غور و فکر کیا۔ وہ علم کی گہرائیوں سے آشنا ہوا اور جو علم کی گہرائیوں میں اترا وہ فیصلہ کے سرچشموں سے سیراب ہو کر پلٹا اور جس نے حلم و بردباری اختیار کی اس نے اپنے معاملات میں کوئی کمی نہیں کی اور لوگوں میں نیک نام رہ کر زندگی بسر کی۔"

حضرت علی علیہ السلام جیسا عادل آج تک چشمِ فلک نے نہیں دیکھا، آپؑ عدل کے لئے اتنے حساس تھے کہ اپنے قاتل کے لئے بھی بے انصافی کو پسند نہیں فرمایا۔

عبدالرحمٰن بن ملجم کو آپؑ کے پاس پکڑ کر لایا گیا اور آپؑ سے کہا گیا کہ یہ شخص لوگوں میں کہتا پھرتا ہے کہ "میں علیؑ کو قتل کروں گا۔" لہٰذا آپؑ اسے سخت سزا دیں۔

مولا علی علیہ السلام نے فرمایا "میں مجرم کو جرم سے پہلے سزا کیسے دے سکتا ہوں اور جب اس لعین نے مسجد کوفہ میں آپؑ کو ضرب ماری اور آپؑ شدید زخمی ہوئے تو آپؑ نے اپنے فرزندوں امام حسن اور امام حسین علیہما السلام اور بنی عبدالمطلب کو جمع کر کے فرمایا:

"یابنی عبدالمطلب لاالفیکم تخوضون دماء المسلمین خوضا تقولون قتل امیر المؤمنین ألا لاتقتلن بی الا قاتلی. انظروا اذا انامت من ضربته هذه فاضربوه ضربة ولا یمثّل بالرجل فانی سمعت رسول الله صلوات الله علیه وآله یقول ایاکم والمثلة ولو بالکلب العقور.

"اے عبدالمطلب کے بیٹو! ایسا نہ ہونے پائے کہ تم "امیر المؤمنین قتل ہوگئے" کے نعرے لگاتے ہوئے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنا شروع کردو۔ دیکھو! میرے بدلے میں صرف میرا قاتل ہی قتل کیا جائے اور دیکھو! جب میں ایک ضرب سے مرجاؤں تو ایک ضرب کے بدلے میں ایک ہی ضرب لگانا اور اس شخص کے ہاتھ پیر نہ کاٹنا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ خبردار! کسی کے بھی ہاتھ پیر نہ کاٹو، اگرچہ وہ کاٹنے والا کتا ہی ہو۔" (نہج البلاغہ سے اقتباسات)

عن ابی عبداللهؑ قال ثلاثة هم اقرب الخلق الی الله عزوجل یوم القیامة حتّی یفرغ الله من الحساب، رجل لم تدعه قدرة فی حال غضبه الی ان یحیف علی

تحت یده ورجل مشٰی بین اثنین فلم یمل مع احدهما علی الاخر بشعیرة ورجل قال بالحق فیماله و علیه.

"الکافی جلد ۲ صفحہ ۱۴۵"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "قیامت کے دن تین قسم کے اشخاص کی اللہ تعالیٰ سے قرب و منزلت باقی مخلوق کی بہ نسبت زیادہ ہو گی یہاں تک کہ اللہ حساب سے فارغ ہو جائے:

۱۔ وہ شخص جو غصہ میں آکر اپنے ماتحت پر ظلم نہ کرے۔

۲۔ وہ شخص جو دو افراد کی صلح کے لئے کوشش کرے اور جو کے دانے کی برابر بھی کسی ایک کی طرف مائل نہ ہوا ہو۔

۳۔ جو ہمیشہ حق کہے خواہ اس کے فائدہ میں ہو یا نقصان میں ہو۔"

عن ابی عبداللہؑ قال ثلاثة یدخلهم اللّٰه الجنة بغیر حساب و ثلاثة یدخلهم اللّٰه النار بغیر حساب. فاما الذین یدخلهم اللّٰه الجنة بغیر حساب فامام عادل و تاجر صدوق و شیخ افنی عمره فی طاعة اللّٰه عزوجل واما الثلاثة الذین یدخلهم اللّٰه النار بغیر حساب فامام جائر و تاجر کذوب و شیخ زان.

"بحار الانوار جلد ۱۵ صفحہ ۲۰۵"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "تین قسم کے افراد کو اللہ بغیر حساب کے جنت میں داخل کرے گا اور تین قسم کے افراد کو بغیر حساب کے دوزخ میں داخل کرے گا:

بغیر حساب جنت میں جانے والے یہ ہیں۔

۱۔ عادل حاکم

۲۔ سچا تاجر

۳۔ وہ بوڑھا جس نے اپنی زندگی اطاعت خدا میں صرف کی ہو۔"

اور وہ تین قسم کے لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ حساب کے بغیر دوزخ میں داخل کرے گا۔ وہ یہ ہیں:

۱۔ ظالم حاکم

۲۔ جھوٹا تاجر

۳۔ زانی بوڑھا

عن امیر المؤمنینؑ قال ایما وال احتجب عن حوائج الناس احتجب اللّٰه یوم القیامة حوائجه و ان اخذهدیة کان غلولا و ان اخذ رشوة فهو مشرك.

"بحار الانوار جلد ۱۵ صفحہ ۲۱۱"

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: "جو فرمانروا اور والی لوگوں کی حاجات پوری نہیں کرتا تو قیامت کے دن اللہ اس کی حاجات پوری نہیں کرے گا۔ اگر اپنے فرائض کے لئے وہ ہدیہ قبول کرتا ہے تو وہ خائن ہے اور اگر رشوت لیتا ہے تو مشرک ہے۔"

وفی روایة قال لعمر بن الخطاب ثلاث ان حفظتهن وعملت بهن کفتك ما سواهن وان ترکتهن لم ینفعك شئی سواهن قال وما هن یا ابا الحسن؟ قال اقامة الحدود علی القریب والبعید والحکم بکتاب اللّٰه فی الرضا و السخط والقسم بالعدل بین الاحمر والا سود فقال له عمر لعمری لقد اوجزت وابلغت.

"بحار الانوار جلد ۱۵ صفحہ ۲۱۲"

حضرت علی علیہ السلام نے عمر بن خطاب سے کہا: "تین چیزوں کو تم نے یاد رکھا اور ان پر عمل کیا تو وہ تجھے باقی چیزوں سے بے نیاز کردیں گی اور اگر تم نے انہیں چھوڑ دیا تو ان کے علاوہ باقی چیزیں تمہیں فائدہ نہ دیں گی۔"

حضرت عمر نے پوچھا: "ابوالحسنؑ! وہ کون سی چیزیں ہیں؟"

آپؑ نے فرمایا:

۱۔ حدود خدا کو جاری کرنا خواہ تمہارا قریبی ہو یا قریبی نہ ہو۔

۲۔ خوشی اور ناراضگی دونوں حالتوں میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرنا۔

۳۔ سرخ اور سیاہ میں بیت المال کو برابر تقسیم کرنا۔

حضرت عمر نے کہا: "یا علیؑ آپ نے مختصر اور جامع نصیحت فرمائی۔"

باب نہم

مذمّت، اسراف و سخت گزرانی

بہلول نے قصرِ سلطانی کی دیوار پر کیا لکھا؟

ایک مرتبہ ہارون الرشید اپنے زیر تعمیر محل کا معائنہ کرنے گیا۔ راستے میں بہلول سے ملاقات ہوگئی۔

ہارون نے انہیں اپنا محل دکھایا اور پھر ان سے فرمائش کی کہ: "کوئی خوبصورت جملہ محل کی بیرونی دیوار پر تحریر کرے۔"

بہلول نے کوئلہ اٹھا کر قصر سلطانی کی بیرونی دیوار پر یہ عبارت تحریر کی:

"رفع الطین علی الطین ووضع الدین"

مٹی پر مٹی کو بلند کیا گیا اور دین کو خوار و پست کردیا گیا۔

پھر بہلول نے ہارون سے کہا: "تو نے یہ محل اگر اپنی حلال دولت سے تعمیر کرایا تو یہ اسراف ہے اور اللہ کا فرمان ہے: "واللہ لایحب المسرفین" اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

اور اگر یہ محل لوگوں کے مال سے تعمیر کرایا ہے تو یہ خیانت ہے اور صریح ظلم ہے اور اللہ کو خیانت اور ظلم سے نفرت ہے۔"

فضول خرچی کی بدترین مثالیں

ابویاسر بغدادی کہتا ہے کہ اسلام میں دو ولیمے ایسے گزرے ہیں جن کی مثال نہ پہلے ملتی ہے اور نہ ہی مستقبل میں ان کی مثال ملے گی۔

پہلا ولیمہ زبیدہ اور ہارون الرشید کی شادی پر دیا گیا تھا۔ ولیمہ کے شرکاء پر سونے چاندی کی بارش کی گئی اور ہارون الرشید کے دور کے علاوہ مہدی عباسی کے دور میں سرکاری خزانہ سے پانچ کروڑ دینار کا خرچہ ہوا۔

دوسرا ولیمہ حسن بن سہل کی بیٹی پوران دخت اور مامون الرشید کی شادی پر دیا گیا تھا۔

ابوالفرج لکھتے ہیں کہ یہ ایک یادگار ولیمہ تھا اس جیسا ولیمہ نہ تو دورِ جاہلیت میں ہوا اور نہ ہی مستقبل میں ایسے پر تکلف ولیمہ کی توقع ہے۔

اس ولیمہ میں مامون نے جو خرچہ کیا سو کیا لیکن حسن بن سہل نے نوازشات کی حد کردی تھی۔ اس تقریب میں جتنے بنی ہاشم، سپہ سالار اور کاتب اور حاجب شریک ہوئے ان سب میں پرچیاں تقسیم کی گئی تھیں۔

اور کسی پرچی میں باغ کا ملکیت نامہ تھا، کسی پرچی میں کنیز کا نام درج تھا اور کسی پرچی میں بہت بڑا انعام لکھا ہوا تھا اور جس شخص کو جیسی پرچی ملی تو وہ پرچی لے کر حسن کے ملازم کے پاس گیا اور اس نے پرچی پر لکھا ہوا انعام اس کے حوالہ کیا۔

اس کے علاوہ باقی شرکاء کے لئے درہم و دینار اور نافہء مشک و عنبر تقسیم کئے گئے۔ شادی کے شرکاء کے آنے جانے کے لئے چھتیس ہزار ملاحوں کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔ دلہن کی رونمائی کے لئے سونے کی تاروں سے بنی

ہوئی چٹائی تیار کرائی گئی تھی اور اس چٹائی پر دلہن کے ساتھ زبیدہ دختر جعفر اور حمدونہ دختر ہارون بیٹھی تھیں۔

جب مامون الرشید آکر اس چٹائی پر بیٹھا تو سونے کے ظروف میں قیمتی جواہرات نثار کئے گئے لیکن خلفاء کی بیٹیوں نے ایک دُر کو بھی ہاتھ نہ لگایا۔

مامون نے شاہی خواتین سے کہا: "اگرچہ آپ کو ان بیش بہا جواہرات کی ضرورت نہیں ہے، لیکن دلہن کے احترام کے لئے تمہیں یہ جواہرات اٹھا لینے چاہئیں۔"

اس رات تیس (۳۰) رطل وزنی (ایک رطل عراقی بارہ اوقیہ کا ہوتا ہے۔ اور ہر اوقیہ چالیس درہم کے برابر ہوتا ہے اور ہر درہم اٹھارہ چنوں کے برابر ہوتا ہے) عنبر کی شمع لائی گئی۔

مامون نے قیمتی شمع دیکھ کر کہا: "یہ فضول خرچی ہے۔"

زبیدہ نے وہ شمع اٹھالی اور اس کے بجائے ایک استعمال شدہ شمع جلائی گئی۔

مامون نے زبیدہ سے پوچھا: "حسن بن سہل نے اس ولیمہ پر کتنا خرچ کیا ہے؟"

زبیدہ نے کہا: "تیس (۳۰) کروڑ سے سینتیس (۳۷) کروڑ دینار خرچ کیا ہے۔"

جب حسن بن سہل نے زبیدہ کا تخمینہ سنا تو اس نے کہا: "زبیدہ کو کیا علم ہے، ولیمہ پر اخراجات اس نے تو نہیں کئے تھے۔ اس ولیمہ پر میرے اسی کروڑ دینار خرچ ہوئے ہیں۔"

اس شادی کی دعوت طعام کے ایندھن لانے کے لئے چار ہزار گدھے

مقرر تھے اور پورے چار ماہ تک ایندھن جمع ہوتا رہا۔ مگر وہ ایندھن بھی کافی نہ ہوسکا تو دیگوں کی نیچے پٹ سن کی آگ جلائی گئی۔

شادی کے لئے خصوصی طور پر ایک شہر آباد کیا گیا تھا جس کا نام "فم الصلح" رکھا گیا تھا۔ مامون وہاں اپنی دلہن کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ دلہن کی دادی نے دولہا دلہن پر جواہرات کی بارش کی۔

مامون نے کنیزوں کو حکم دیا کہ جواہرات اکٹھے کئے جائیں۔ پھر مامون نے تمام جواہرات دلہن کی دادی کو دے کر کہا: "ہماری طرف سے یہ آپ کی نذر کئے جائے ہیں۔ اگر آپ کی کوئی اور خواہش ہو تو وہ بھی ہم پوری کریں گے۔"

دلہن کی دادی نے کہا: "میری آپ سے یہی درخواست ہے کہ آپ ابراہیم بن مہدی کو معاف کردیں۔"

مامون نے ابراہیم بن مہدی کو معاف کردیا۔

قارئین کرام! آپ نے دو بادشاہوں کے ولیمہ پر اٹھنے والے اخراجات ملاحظہ فرمائے اور آپ سابقہ جلدوں میں یہ واقعہ بھی پڑھ چکے ہوں گے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنی بیٹی کو بیت المال کا ہار عید کے روز پہننے کی بھی اجازت نہیں دی تھی اور بیٹی سے ہار یہ کہہ کر واپس لے لیا تھا کہ "اگر اس عاریت کی ضمانت موجود نہ ہوتی تو میں اپنی بیٹی کا ہاتھ کاٹ دیتا۔"

اسی سے علی علیہ السلام کے طرز زندگی اور نام نہاد خلفاء کے طرز زندگی کا واضح فرق نظر آتا ہے اور ہر باشعور انسان یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ علی علیہ السلام انسانیت کے رہبر تھے اور اموی اور عباسی سلاطین بدترین حکام تھے جن کا مطمح نظر حصول دولت کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

تمام پونجی نہ لٹائیں

ولید بن صبیح کہتا ہے کہ میں امام صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک سائل آیا، امامؑ نے اسے خیرات دی۔ پھر دوسرا سائل آیا، آپؑ نے اسے بھی خیرات دی۔ پھر تیسرا سائل آیا تو آپؑ نے فرمایا: "معاف کرو خدا تمہیں وسعت دے۔"

اس کے بعد امام علیہ السلام نے میری طرف رخ کر کے کہا: "اگر کسی کے پاس تیس یا چالیس ہزار درہم ہوں اور وہ خدا کے نام پر ساری دولت لٹادے اور اپنے پاس کچھ نہ رکھے تو وہ ان تین افراد میں سے قرار پائے گا جن کی دعا قبول نہیں ہوتی۔"

راوی کہتا ہے میں نے عرض کی: "وہ کون لوگ ہیں جن کی دعا قبول نہیں ہوتی؟"

امام علیہ السلام نے فرمایا: "ان میں سے ایک تو وہ ہے جو سارا مال راہِ خدا میں صدقہ کردے اور خالی ہاتھ ہونے کے بعد کہے کہ خدایا! مجھے رزق دے، تو اللہ کہتا ہے: "کیا میں نے تجھے رزق نہیں دیا تھا؟"

(جن لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی ان کی تفصیل کتاب ہذا کے آئندہ اوراق میں آپ پڑھیں گے)

فضول خرچ کون؟

ایک مرتبہ امام علی نقی علیہ السلام متوکل کے دربار میں تشریف لے گئے

اور اس کے پہلو میں ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔

متوکل آپؑ کے عمامہ کو بڑے غور سے دیکھنے لگا۔ عمامہ قیمتی تھا، متوکل نے کہا: "آپؑ نے یہ دستار کتنے میں خریدی ہے؟"

امام علی نقی نے فرمایا: "میں نے یہ دستار پانچ سو درہم نقرہ میں خریدی ہے۔"

متوکل نے کہا: "پانچ سو درہم کی دستار خریدنا فضول خرچی ہے۔"

امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا: "میں نے سنا ہے کہ تو نے چند دن قبل ایک کنیز ہزار دینار زر سرخ کے بدلہ میں خریدی ہے؟"

متوکل نے کہا: "جی ہاں! یہ درست ہے۔"

امام علیہ السلام نے فرمایا: "میں نے پانچ سو درہم کا کپڑا اپنے بدن کے اعلیٰ ترین حصہ کے لئے خریدا اور تو نے ایک ہزار دینار زر سرخ کی کنیز اپنے بدن کے اسفل ترین حصہ کے لئے خریدی اب بتاؤ ہم میں سے فضول خرچ کون ہے؟" (لطائف الطوائف)

پانی کا ضیاع بھی اسراف ہے

حسن بصری ایک دن مولائے کائنات امیر المؤمنین علیہ السلام کے ساتھ فرات کے کنارے جارہا تھا۔ اسے پیاس محسوس ہوئی اس نے ایک برتن میں پانی بھر اور کچھ پانی پی کر باقی پانی زمین پر انڈیل دیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: "تو نے پانی زمین پر انڈیل کر اسراف کیا ہے۔ تیرے لئے بہتر تھا کہ باقی پانی کو دریا کے پانی میں انڈیل دیتا۔"

امیر المؤمنین کی یہ نصیحت سن کر حسن بصری کو غصہ آیا اور کہا: "اگر میں نے تھوڑی سی مقدار میں پانی انڈیلا ہے تو آپؑ اسے فضول خرچی قرار دیتے ہیں جب کہ آپؑ کی تلوار سے مسلمانوں کا خون ٹپک رہا ہے کیا وہ اسراف نہیں ہے؟"

علی علیہ السلام نے فرمایا: "جب تجھے باغیوں سے اتنی ہمدردی تھی تو تو نے ان کی مدد کیوں نہ کی؟"

حسن بصری نے کہا: "میرا ارادہ تھا کہ میں تلوار لے کر آپؑ کے باغیوں کی مدد کروں لیکن اس وقت میں نے ایک غیبی آواز سنی تھی کہ قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں۔ اسی لئے میں اپنے گھر میں بیٹھ گیا تھا۔"

امیر المؤمنین علیہ السلام نے پوچھا: "تو نے سچ کہا اور کیا تو جانتا ہے کہ وہ آواز کس کی تھی؟"

حسن بصری نے کہا: "نہیں۔"

امیر المؤمنینؑ نے کہا: "وہ ابلیس کی آواز تھی۔"

پھر آپؑ نے فرمایا: "ہر امت میں ایک سامری ہوتا ہے اور حسن بصری اس امت کا سامری ہے۔" (انوار نعمانیہ صفحہ ۲۲۶)

خوراک میں اسراف امراض کا سبب ہے

ایک نصرانی طبیب نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: "کیا آپؑ کے پروردگار کی کتاب اور آپؑ کے پیغمبرؐ کی سنت میں طب کا بھی ذکر موجود ہے؟"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "ہمارے رب کی کتاب میں یہ آیت موجود ہے جس میں صحت کے رہنما اصول کا ذکر کیا گیا ہے: "کلوا واشربوا ولا تسرفوا" کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو۔"

ہمارے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے: "الحمیة من الاکل رأس کل دواء والاسراف فی الاکل رأس کل داء" کھانے سے پرہیز ہر دوا کی بنیاد اور کھانے میں اسراف ہر بیماری کی بنیاد ہے۔"

نصرانی طبیب یہ سن کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہا: "واقعی تمہارے رب کی کتاب اور تمہارے نبی کی سنت نے طب میں جالینوس کے لئے کچھ بھی نہیں چھوڑا۔" (انوار نعمانیہ)

عبادت بھی ایمان کے مطابق ہونی چاہئے

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ: "ایمان کے سات حصے ہیں، کسی کے پاس ایک حصہ، کسی کے پاس دو اور کسی کے پاس تین۔ علی ہذالقیاس کسی کے پاس سات حصے ہیں۔ اسی لئے ایک حصے والے شخص پر دو حصے والے کا بوجھ نہیں لادنا چاہئے اور جس کے پاس دو حصے ہیں اس پر تین حصوں والے کا بوجھ نہیں ڈالنا چاہئے۔

آپ نے اس مسئلہ کی وضاحت کے لئے یہ مثال دی:

"ایک شخص کا ایک ہمسایہ نصرانی تھا۔ اس نے نصرانی کو اسلام کی دعوت دی اور اسلام کی خصوصیات اس کے سامنے بیان کیں۔ نصرانی بالآخر مسلمان ہو گیا۔

دوسرے دن مسلمان اندھیرے منہ نومسلم نصرانی کے در پر گیا اور دستک دی۔ نصرانی نے دروازہ کھولا اور پوچھا: "کیا بات ہے؟"

مسلمان نے کہا کہ: "نماز کا وقت ہے وضو کرو اور مسجد چلو۔"

نومسلم نے وضو کیا اور پرانے مسلمان کے ساتھ مسجد میں آگیا۔ اس مسلمان نے نماز شب پڑھی، اس کی دیکھا دیکھی نومسلم نے بھی نماز شب پڑھی۔ پھر نماز فجر کا وقت ہوا۔ دونوں نے نماز فجر پڑھی اور سورج نکلنے تک اس نے نومسلم کو مسجد میں بٹھائے رکھا۔

سورج نکلتے ہی نومسلم اٹھنے لگا تو مسلمان نے کہا کہ: "بھائی دن چھوٹے ہیں گھر جا کر کیا کرو گے؟ بیٹھو کچھ دیر بعد ظہر کا وقت آجائے گا اور اس اثنا میں تم نوافل پڑھتے رہو۔"

نومسلم بے چارہ ظہر تک مسجد میں بیٹھا رہا اور ظہر پڑھ کر نکلنے لگا تو اس پرانے مسلمان نے کہا "بھائی ظہر اور عصر کے درمیان فاصلہ ہی کتنا ہے۔ وہ بے چارہ بیٹھ گیا اور عصر کی نماز بھی ادا کی۔ اسی طرح سے نماز عشاء تک پرانے مسلمان نے نومسلم کو مسجد میں بٹھائے رکھا۔ نماز عشاء کے بعد دونوں اپنے اپنے گھروں کو گئے۔

دوسری صبح مسلمان نے نومسلم کا دروازہ کھٹکھٹایا کہ: "بھائی آؤ نماز پڑھنے چلیں۔"

تو نصرانی نے کہا: "بھائی میں غریب آدمی ہوں، میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، تم کسی نکمے شخص کو جا کر مسلمان بناؤ۔ ایسی مسلمانی سے میں نصرانی بہتر ہوں۔"

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: "اگر وہ شخص نو مسلم پر زیادہ بوجھ نہ لادتا تو وہ اسلام سے برگشتہ نہ ہوتا۔"

خدا کو میانہ روی پسند ہے

محمد بن حمزہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے دوست ابو ہاشم جعفری کی وساطت سے امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھا جس میں میں نے اپنی تنگ دستی کی شکایت کی تھی اور امام سے درخواست کی تھی کہ آپ میری تنگدستی کے خاتمہ کے لئے دعا فرمائیں۔

چند دنوں بعد مجھے امام عالی مقام کا جواب موصول ہوا جس میں انہوں نے تحریر کیا تھا کہ: "اللہ نے تیری تنگ دستی دور کر دی۔ تیرا چچازاد بھائی یحییٰ بن حمزہ مر گیا ہے اور تجھے میراث کے طور پر ایک لاکھ درہم ملیں گے۔ اس پر اللہ کا شکر کر اور میانہ روی پر عمل کر اور اسراف سے پرہیز کر کیونکہ اسراف شیطانی عمل ہے۔"

چند دن بعد ایک شخص حران سے آیا اور مجھے اطلاع دی کہ تیرا ابن عم فوت ہو گیا ہے اور اس کے ترکہ میں سے تیرا میراث کا حصہ ایک لاکھ درہم بنتا تھا جو کہ میں لے کر آیا ہوں۔

ایک لاکھ درہم ملنے کے بعد میں نے اس میں سے حقوقِ واجبہ ادا کئے اور اپنے دینی بھائیوں کی مدد کی اور پھر امام کے فرمان کے تحت میں نے تمام امور میں میانہ روی اختیار کی اور یوں میری زندگی بہتر ہوگئی۔ (بحار الانوار جلد ۱۲ صفحہ ۱۶۷)

زندگی افراط و تفریط سے پاک ہونی چاہئے

امیر المؤمنین علیہ السلام علاء بن زیاد حارثی کی عیادت کے لئے اس کے گھر تشریف لے گئے۔ آپؑ نے اس کے گھر کی وسعت ملاحظہ کی تو فرمایا: "دنیا میں اتنا وسیع گھر لے کر تو کیا کرے گا جبکہ آخرت کے لئے ایسے گھر کی شدید ضرورت ہے؟ اگر تو چاہے کہ آخرت میں تجھے وسیع مکان ملے تو پھر مہمان نوازی کر، صلح رحم بجا لا اور حقوق کی ادائیگی کر۔"

علاء بن زیاد نے اپنے بھائی عاصم بن زیاد کی شکایت کی کہ وہ رہبانیت کی طرف مائل ہو گیا ہے اور ترکِ دنیا کر چکا ہے۔

آپؑ نے حکم دیا کہ: "اسے میرے سامنے پیش کیا جائے۔"

جب عاصم آپؑ کے سامنے پیش ہوا تو آپؑ نے فرمایا: "اپنی جان کے دشمن! تجھے شیطان نے گمراہ کیا ہے۔ تجھے اپنے بیوی بچوں پر رحم نہیں آتا اور تو نے یہ سمجھ لیا کہ اللہ نے جو چیزیں حلال و طیب بنائی ہیں اگر تو ان سے استفادہ کرے گا تو خدا کو ناگوار گزرے گا؟"

عاصم نے کہا: "تو پھر آپؑ نے موٹا لباس کیوں پہنا ہوا ہے اور ہمیشہ سادہ اور غیر لذیذ غذا کیوں کھاتے ہیں؟"

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: "میں تجھ جیسا نہیں ہوں، اللہ نے حقیقی رہنماؤں کے لئے لازمی قرار دیا کہ وہ تنگ دست افراد کی سی زندگی بسر کریں تاکہ ان کے فقر و فاقہ کو دیکھ کر غریب لوگوں کو تسلی مل سکے۔" (بحار الانوار جلد ۱۵ قسمت دوم صفحہ ۵۳)

اس روایت میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے

دونوں بھائیوں کو ان کے حسب حال ہدایت فرمائی۔ دولت مند شخص کو مالی حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا اور اسے اسراف سے منع کیا اور رہبانیت اختیار کرنے والے کو اس سخت زندگی کے چھوڑنے کا حکم دیا اور اسے طیبات سے مستفید ہونے کا حکم دیا۔

یہی اسلام اور قرآن کا سبق ہے۔ اسلام نہ تو ہمارے لئے پرتعیش زندگی کو پسند کرتا ہے اور نہ ہی رہبانیت کی خشک زندگی کو پسند کرتا ہے۔ اسلام میانہ روی کا درس دیتا ہے۔

امام صادقؑ اور صوفیاء کا مباحثہ

ایک دن سفیان ثوری اپنے ساتھ چند صوفیاء کو لے کر امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے دیکھا کہ امامؑ نے انڈے کی طرح سفید لباس پہنا ہوا تھا۔

سفیان نے آپؑ کے لباس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا: "یہ لباس آپؑ کو زیب نہیں دیتا۔"

آپؑ نے فرمایا: "سفیان جو کچھ میں کہوں اسے غور سے سن اور اسے یاد رکھ میری باتیں دنیا و آخرت میں تیرے لئے فائدہ مند ثابت ہوں گی۔ اگر تو سنت پر مرنا چاہتا ہے اور بدعت سے بچنا چاہتا ہے تو میری باتوں کو غور سے سن:

میرے والد علیہ السلام فرماتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اس دور میں ہوئی جب کہ چاروں طرف غربت اور تنگ دستی کا دور دورہ تھا، اسی لئے انہوں نے بھی فاقے کئے، اگر اللہ تنگ دستی دور کر کے فراخی عطا

فرمائے تو اہل ایمان کو اس سے استفادہ کرنا چاہئے۔ انعامات خداوندی کو فاسقین کے لئے مخصوص نہ کرنا چاہئے۔ تیرا اعتراض اس وقت صحیح ہوتا اگر میں حق داروں کے حقوق ضائع کر دیتا اور اپنے آپ کو خوش گزرانی میں مصروف کر دیتا۔ خدا کی قسم شام ہونے سے پہلے تمام حق داروں کو ان کے حقوق مل جاتے ہیں۔"

پھر آپؑ نے اپنا قمیض ہٹا کر دکھایا تو نیچے آپؑ نے کھردرا لباس پہنا ہوا تھا اور فرمایا: "سفیان دیکھ! اوپر والا لباس میں نے لوگوں کے لئے پہنا ہوا ہے اور اپنے نفس کے لئے میں نے کھردرا لباس پہنا ہوا ہے۔"

پھر آپؑ نے سفیان کو حکم دیا کہ وہ قمیض ہٹا کر دکھائے تو سفیان معذرت کرنے لگا۔ آپ نے سفیان کی قمیض ہٹا کر دیکھی تو اس نے اندر حریر و اطلس کا لباس پہنا ہوا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: "سفیان تم پر افسوس! تم نے لوگوں کو دکھانے کے لئے کھردرا لباس پہنا ہوا ہے اور اپنے نفس کو آرام دینے کے لئے حریر و اطلس کا لباس پہنا ہوا ہے۔"

اس گفتگو سے سفیان ثوری سخت شرمندہ ہوا اور اسے مزید گفتگو کا یارا نہ رہا۔

سفیان کے ساتھیوں میں سے دو ساتھی آگے بڑھے اور عرض کی: "اگر سفیان کے پاس دلائل نہیں تھے تو اس کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ ہمارا موقف کمزور ہے۔ ہم اپنے موقف کی تائید کے لئے قرآن و حدیث کے دلائل پیش کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اہل ایمان کا کردار بیان کرتے ہوئے ارشاد

فرمایا: "**ویؤثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة ومن یوق شح نفسه فاؤلئك هم المفلحون**" وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں خود بھی ضرورت ہوتی ہے اور جنہوں نے اپنے نفس کو بخل سے بچا لیا تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔"

اس کے علاوہ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کا کردار بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ "**ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا ویتیما واسیرا**" وہ کھانے کی خواہش کے باوجود مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہمارے موقف کی تائید کے لئے یہی دو آیات کافی ہیں۔"

حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا: "لذیذ طعام سے تم خود بھی متنفر نہیں ہو، دراصل یہ تمہارا طریقہ واردات ہے کہ لوگوں کو لذیذ کھانوں سے روک کر تم ان کی دولت سے مستفید ہونا چاہتے ہو۔"

امام علیہ السلام نے فرمایا: "بے فائدہ گفتگو کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔"

پھر آپؑ نے ان صوفیاء کی طرف رخ کر کے ارشاد فرمایا: "کیا تم قرآن حکیم کے ناسخ و منسوخ، محکم و متشابہ سے واقف ہو؟ کیونکہ جو بھی گمراہ ہوا وہ اس وجہ سے ہوا کہ اسے ان باتوں کا علم نہیں تھا۔"

صوفیاء نے کہا: "ہمیں تمام ناسخ و منسوخ، محکم و متشابہ کا علم نہیں ہے۔"

یہ سن کر آپؑ نے فرمایا: "پھر یہی وجہ ہے کہ تمہیں مغالطہ ہوا ہے۔ اس زمانہ میں اس امر کی ترغیب دی گئی تھی کہ انسان دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دے اور اپنا طعام اٹھا کر دوسروں کو کھلا دے۔ مگر یہ حکم ہمیشہ اور ہر وقت کے لئے

نہیں ہے۔ اگر بالفرض ہمارے پاس ایک روٹی ہو اور ہم وہ بھی کسی اور کو کھلا دیں تو ہم خود بھوک سے ہلاک ہو جائیں گے اور اپنے آپ کو ہلاک کرنے کی اسلام میں گنجائش نہیں ہے۔"

اسی لئے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "اگر انسان کے پاس خرما کے پانچ دانے یا روٹی یا درہم و دینار ہو اور وہ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہے تو بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے والدین کو دے۔ پھر دوسرے مرحلے میں خود کھائے اور اپنے بیوی بچوں کو کھلائے اور تیسرے مرحلے میں اپنے رشتہ داروں کو کھلائے اور چوتھے مرحلے میں اپنے ہمسایوں کو کھلائے اور پانچویں مرحلے میں راہ خدا میں کسی غریب کو کھلائے لیکن یہ انفاق کا آخری درجہ ہے۔"

ایک انصاری کے پاس پانچ یا چھ غلام تھے وہ ان کی کمائی سے مستفید ہوتا تھا۔ مرنے سے قبل اس نے سب کو آزاد کر دیا جبکہ اس کے بچے چھوٹے تھے اور کمائی کا کوئی دوسرا ذریعہ بھی موجود نہیں تھا۔

جب رسول خداؐ کو اس کا علم ہوا تو آپؐ نے فرمایا: "اگر تم لوگوں نے مجھے اس کے متعلق پہلے بتایا ہوتا تو میں اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت نہ دیتا۔ اس نے چھوٹے بچوں کو لوگوں کے آگے سوالی بننے کے لئے چھوڑ دیا اور غلام آزاد کر دیئے۔"

اللہ تعالیٰ نے تمہارے موقف کی تردید کرتے ہوئے قرآن مجید میں فرمایا: "**والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلك قواما**" اور جب وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو اسراف نہیں کرتے اور کنجوسی بھی نہیں کرتے وہ درمیانی راہ پر عمل کرتے ہیں۔ جبکہ تمہارا نظریہ یہ ہے کہ انسان اپنا

تمام مال اٹھا کر دوسروں کے حوالے کردے، اللہ اسے اسراف کہتا ہے اور اللہ نے یہ بھی اعلان کیا ہے کہ وہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

اللہ تبارک و تعالیٰ اسراف اور کنجوسی دونوں کو ناپسند کرتا ہے اور درمیانی راہ پر چلنے کی تلقین فرماتا ہے۔

جو شخص اپنا سارا مال لٹادے اور پھر اللہ سے رزق طلب کرے تو وہ ان لوگوں میں سے قرار پاتا ہے جن کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا. "میری امت کے چند گروہ ایسے ہیں جن کی دعا قبول نہیں ہوتی:

۱۔ جو اپنے والدین کے لئے بددعا کرے۔

۲۔ جو کسی کو قرض دے مگر نہ تو اس سے تحریر لے اور نہ ہی گواہ مقرر کرے اگر مقروض انکار کردے اور قرض خواہ اس کے خلاف بددعا کرے تو اس کی بددعا قبول نہیں ہوتی۔

۳۔ جو شخص اپنی بیوی کو بددعا کرے۔ جب کہ اللہ نے طلاق کا حق اسے تفویض کیا ہے۔

۴۔ جو شخص اپنے گھر بیٹھ جائے اور اللہ سے رزق کا سوال کرے تو اللہ فرماتا ہے کیا میں نے تجھے ہاتھ پاؤں نہیں دیئے ہیں؟ گھر سے باہر نکل کر کوئی کام کرتا کہ میرا رزق تجھے مل سکے۔

۵۔ جسے اللہ نے رزق دیا لیکن اس نے سارا رزق خرچ کردیا اور پھر اللہ سے رزق کی دعا مانگے تو اللہ فرماتا ہے میں نے تجھے رزق دیا تھا لیکن تو نے اسراف کیا تو کیا میں نے اسراف سے روکا نہیں تھا؟

۶۔ وہ شخص جو قطع رحم کے لئے دعا کرے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عمل سے ہمیں انفاق کا درس دیا ہے۔

ایک مرتبہ آپؐ کے پاس تھوڑا سا سونا تھا آپؐ نے شام سے پہلے تقسیم کردیا۔ صبح کے وقت آپؐ کے پاس ایک سائل آیا تو آپؐ نے کچھ عطا کرنے سے معذرت کی تو سائل نے آپ کو سرزنش کی۔

آپؐ سائل کو کچھ نہ دینے کی وجہ سے غمگین ہوئے کیونکہ آپؐ انتہائی شفیق اور رقیق القلب تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو تادیب فرمائی اور یہ آیت نازل فرمائی: "**ولا تجعل یدك مغلولة الی عنقك ولا تبسطها كل البسط فتقعد ملوما محسورا**" اپنے ہاتھ کو گردن سے مت باندھو اور نہ ہی اسے مکمل کھلا چھوڑو ایسا نہ ہو کہ تم ملامت زدہ اور پریشان ہو کر بیٹھ جاؤ۔"

علاوہ ازیں پیغمبر اسلامؐ کی احادیث بھی اس سلسلہ میں بکثرت وارد ہیں۔ جن کی تائید قرآن کرتا ہے اور اہل ایمان قرآن کی تائید و تصدیق کرتے ہیں۔

حضرت سلمانؓ اور حضرت ابوذرؓ صحابہ میں ممتاز مقام کے حامل تھے۔ جب سلمانؓ کو بیت المال سے وظیفہ ملتا تو وہ پورے سال کی گندم خرید کر اپنے پاس ذخیرہ کرلیتے تھے۔ کسی نے ان سے کہا کہ: "تمہیں پورے سال کی گندم ذخیرہ کرنے کی کیا ضرورت ہے جب کہ ممکن ہے تم پورا سال زندہ نہ رہو؟"

حضرت سلمانؓ نے فرمایا: "کیا ضروری ہے کہ میں جلد ہی مروں آخر تم لوگ میری زندگی کا کیوں نہیں سوچتے یہ بھی تو ممکن ہے کہ میں زندہ رہ

جاؤں۔"

جب انسان کے گھر میں کھانے کا سامان نہ ہو تو نفس سرکشی پر آمادہ ہو جاتا ہے، اگر گھر میں کھانے کا سامان موجود ہو تو نفس انسانی آسودگی محسوس کرتا ہے۔

حضرت ابوذرؓ کے پاس بھی بہت سی بھیڑیں اور چند اونٹ موجود تھے۔ آپؓ ان کا دودھ دوہا کرتے تھے اور خود بھی پیتے اور خاندان کو پلاتے، جب ان کا خاندان ان سے گوشت کا تقاضا کرتا تو وہ بھیڑ ذبح کر کے اپنے بیوی بچوں کو گوشت کھلاتے۔

ابوذرؓ جب ملاحظہ کرتے کہ قحط سالی نے معاشرہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے تو وہ اپنے اونٹوں میں سے اونٹ ذبح کر کے ہمسایوں میں تقسیم کرتے تھے اور خود اپنے لئے ایک شخص کے حصہ برابر گوشت اٹھاتے تھے۔

ابتدائے اسلام میں لوگوں کو زیادہ محنت و مشقت کے لئے تیار کیا گیا تھا لیکن اللہ نے پھر ان کی کمزوری پر رحم فرمایا اور ان سے سختی کو دور کیا، اس حقیقت کی وضاحت کے لئے جہاد کی آیات موجود ہیں جن میں پہلے حکم دیا گیا تھا کہ ایک مؤمن دس کافروں سے جہاد کرے لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان کی کمزوری پر رحم کیا اور حکم دیا کہ ایک مؤمن دو کافروں سے جہاد کرے۔

اور اگر بالفرض تمہارا یہ نظریہ تسلیم کر لیا جائے کہ آدمی اپنے گھر میں کچھ نہ رکھے۔ سارا مال لوگوں میں لٹا دے تو اس صورت میں قسم کا کفارہ کیسے ادا کیا جائے؟ نذر پر عمل کیسے ہو؟ زکوٰۃ کس طرح سے ادا کی جائے؟ حج بیت اللہ کی استطاعت کیسے پیدا ہو؟

تمہارے تمام تر مغالطہ کی وجہ ناسخ و منسوخ، محکم و متشابہ سے تمہاری عدم واقفیت ہے۔

پھر آپؑ نے ان صوفیاء کو حضرت سلیمانؑ، داؤدؑ، ذوالقرنینؑ، یوسفؑ کی حکمرانی کی مثالیں دیں۔

آخر میں انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: "تمہیں جس چیز کا علم نہیں ہے اس کے لئے اہل علم سے رجوع کرو۔"

چند روایات

عن علي لايذوق المرء حقيقة الايمان حتى يكون فيه ثلاث خصال الفقه في الدين والصبر على المصائب وحسن التقدير في المعيشة وقال ايضا ترك التقدير في المعيشة يورث الفقر.

"بحار الانوار جلد ۱۵ قسمت دوم صفحہ ۱۹۹"

علی علیہ السلام نے فرمایا: "انسان کو اس وقت تک حقیقت ایمان کا ذائقہ معلوم نہیں ہو سکتا جب تک اس میں تین عادات نہ ہوں:

۱) دینی ضرورت کے مسائل سے آگاہی

۲) مصائب میں صبر

۳) مخارج زندگی میں میانہ روی۔"

آپ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: "زندگی کی اخراجات کے لئے میانہ روی کو ترک کرنا غربت و تنگدستی کا باعث ہے۔" امیر المؤمنین علیہ السلام کا مشہور فرمان ہے: "ماعال من اقتصد" جس نے میانہ روی اختیار کی وہ تنگ دست نہ ہوگا۔"

عن ایوب بن الحر قال سمعت رجلا یقول لابی عبداللهؑ بلغنی ان الاقتصاد والتدبیر فی المعیشة نصف الکسب فقال ابو عبداللهؑ لابل هوالکسب کله ومن الدین التدبیر فی المعیشة.

"حار الانوار جلد ۱۵ قسمت دوم صفحہ ۱۹۹"

ایوب بن حر کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس میں نے ایک شخص کو یہ کہتے سنا کہ : "میانہ روی اور تدبیر آدھی کمائی ہے۔"

آپؑ نے فرمایا : "نہیں مکمل کمائی ہے اور کیفیت زندگی کے لئے سوچنا دین کا حصہ ہے۔"

عن بشر من مروان قال دخلنا علی ابی عبداللهؑ فدعا برطب فاقبل بعضهم یرمی بالنوی قال وامسك ابو عبداللهؑ یده فقال لا تفعل انّ هذا من التبذیر واللّٰه لایحب الفساد. و فی روایة ایضا قالؑ السرف فی ثلاث ابتذالك ثوب صونك والقائك النوی یمینا و شمالا و اهراقك فضلة الماء و قال لیس فی الطعام سرف.

"حوالہ مندرجہ بالا روایات"

بشر بن مروان کہتا ہے ہم امام جعفر صادقؑ کے پاس گئے، آپؑ نے ہمارے لئے کھجوریں منگائیں تو ہم میں سے کچھ آدمیوں نے ادھر ادھر گھٹلیاں پھینکیں تو آپؑ نے اپنا ہاتھ روک کر فرمایا : "ایسا مت کرو، یہ اسراف ہے اور اللہ کسی چیز کو ضائع کرنا پسند نہیں کرتا۔"

ایک اور روایت میں آپؑ نے فرمایا : "اسراف تین چیزوں میں ہے :

۱۔ کام کے وقت اپنا بہترین لباس پہننا

۲۔ گھٹلیوں کو دائیں بائیں پھینکنا

۳۔ فالتو پانی پھینک دینا اور آپؑ نے فرمایا : "خوراک میں اسراف نہیں ہے۔"

عن ابان بن تغلب قال: قال ابو عبداللهؑ اتری اللّٰه اعطی من اعطی من کرامته علیه رفع من منع من هوان به علیه لاولکن المال مال اللّٰه یصنعه عندالرجل ودایع وجوز لهم ان یأکلوا قصدا او یشربوا قصدا او یلبسوا قصدا او ینکحوا قصدا ویرکبوا قصدا ویعودوا بما سوی ذلك علی فقراء المؤمنین ویلموبه شعثهم فمن فعل ذلك کان مایأکل حلالا ویشرب حلالا ویرکب وینکح حلالا ومن عدا ذلك کان علیه حراما ثم قال لاتسرفوا انه لایحب المسرفین أتری اللّٰه ائتمن الرجل علی مال خول له ان یشتری فرسا بعشرة الاف درهم ویجزیه فرس بعشرین درهما ویشتری جاریة بالف دینار ویجزیه بعشرین دینار اوقال لاتسرفوا انه لایحب المسرفین.

"حار جلد ۱۵ قسمت دوم صفحہ ۲۰۱"

ابان بن تغلب کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا : "کیا تو یہ خیال کرتا ہے کہ جسے اللہ نے مال و دولت سے نوازا ہے اس کی اللہ کے نزدیک کوئی منزلت ہے اور جسے اللہ نے غربت و تنگدستی دی ہے وہ خدا کے ہاں ذلیل ہے؟ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ مال و دولت خدا کی ملکیت ہے اللہ نے بعض لوگوں کو اس کا امین بنایا ہے اور پھر اس نے انہیں اجازت دی ہے کہ وہ میانہ روی سے کھائیں، پئیں، لباس پہنیں اور نکاح کریں اور سواریوں پر سوار ہوں ان جائز اخراجات سے جو بچ جائے تو غریب مؤمنین کی اس سے مدد کریں ان کی پریشانیوں کو دور کریں۔ جس نے ایسا کیا تو اس کا کھانا پینا، سواری اور شادی اس کے لئے حلال ہے۔ جس نے اس پر عمل نہ کیا تو اس کے لئے سب کچھ حرام ہے۔"

پھر آپؑ نے یہ آیت پڑھی: "اسراف نہ کرو، اللہ اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔"

یہ کہاں تک درست ہے کہ اللہ ایک شخص کو مال و دولت کا امین بنائے اور وہ دس ہزار درہم کا گھوڑا خریدے جب کہ اس کے لئے بیس درہم کا گھوڑا بھی کفایت کرسکتا ہے اور ہزار دینار کی ایک کنیز خریدے جبکہ بیس دینار کی کنیز سے اس کا گزارا ہوسکتا ہے۔ پھر آپؑ نے دوبارہ قرآن مجید کی وہی آیت تلاوت فرمائی "اسراف نہ کرو، اللہ اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔"

باب دہم

مذمتِ حُبِ دنیا

چیونٹی نے حضرت سلیمانؑ سے کیا کہا؟

داؤد بن سلیمان روایت کرتے ہیں کہ امام علی رضا علیہ السلام نے قرآن مجید کی آیت: "فتبسم ضاحکا من قولھا" "سلیمانؑ چیونٹی کی بات سن کر مسکرائے" کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

"حضرت سلیمانؑ بن داؤدؑ کا تخت ہواؤں کے دوش پر پرواز کر رہا تھا تو اس وقت ایک چیونٹی نے آواز دے کر کہا: "یایھا النمل ادخلوا مساکنکم لایحطمنکم سلیمان و جنودہ" اے چیونٹیو! اپنے بلوں میں چلی جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمانؑ اور ان کا لشکر تمہیں پامال کروے۔"

ہوا نے چیونٹی کی گفتگو حضرت سلیمانؑ کے کانوں تک پہنچائی، آپؑ نے اسی وقت فضا میں توقف کیا اور فرمایا: "اس چیونٹی کو میرے سامنے پیش کیا جائے۔"

جب چیونٹی حاضر ہوئی تو آپؑ نے فرمایا: "کیا تجھے یہ علم نہیں ہے کہ میں نبی ہوں اور نبی کسی پر ناحق ظلم نہیں کرتے؟"

چیونٹی نے کہا: "مجھے علم ہے کہ آپؑ نبی ہیں۔"

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: "پھر تو نے اپنی قوم کو خواہ مخواہ کیوں ڈرایا اور انھیں بلوں میں جانے کی ہدایت کیوں کی؟"

چیونٹی نے کہا: "مجھے یہ خطرہ پیدا ہوا کہ میری قوم آپؑ کی عظمت و شوکت دیکھ کر آرائشِ دنیا پر فریفتہ نہ ہو جائے اور غیر اللہ کی عبادت نہ کرنے لگ جائے۔"

پھر چیونٹی نے حضرت سلیمانؑ سے پوچھا: "کیا آپؑ کو علم ہے کہ اللہ نے ہوا کو آپؑ کے لئے کیوں مسخر کیا؟"

حضرت سلیمانؑ نے کہا: "مجھے علم نہیں ہے۔"

چیونٹی نے کہا: "خدا نے ہوا کو اس لئے مسخر کیا تاکہ آپؑ کو یہ پیغام دیا جاسکے کہ حکومت و سلطنت پر کبھی ناز نہ کرنا یہ تو ہوا کی طرح سے آنی جانی چیز ہے۔"

اسی لئے حضرت سلیمانؑ اس کی بات سن کر مسکرائے تھے۔" (بحار الانوار جلد ۱۴ صفحہ ۹۳ نقل از عیون اخبار الرضا)

عظیم مقتدر کی عجیب موت

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے فرمایا کہ اللہ نے مجھے عظیم سلطنت عطا کی ہے جو میرے بعد کسی کو نصیب نہ ہوگی۔ اللہ نے میرے ہاتھوں میں ہواؤں، جنات انسانوں اور پرندوں کو مسخر کیا ہے اور مجھے پرندوں کی زبان تعلیم فرمائی ہے، اس کے باوجود میں نے پورا ایک دن کبھی سکون سے بسر نہیں کیا۔ اسی لئے میری

خواہش ہے کہ کل کا پورا دن کوئی مجھے ملنے نہ آئے میں اپنے محل پر چڑھ کر اپنی سلطنت کا نظارہ کروں گا۔"

صبح ہوئی حضرت سلیمانؑ اپنے عصا کو ہاتھ میں لے کر محل پر آگئے اور خوش ہو کر اپنی سلطنت کا نظارہ کرنے لگے۔ اتنے میں انہوں نے ایک خوش لباس اور خوبصورت جوان کو محل کے ایک گوشہ میں دیکھا تو اس سے پوچھا: "تو کس کی اجازت سے اس محل میں داخل ہوا؟"

جوان نے کہا: "میں محل کے مالک کی اجازت سے داخل ہوا ہوں۔"

حضرت سلیمانؑ نے کہا: "بے شک اس محل کا مالک (خدا) میری نسبت تجھے اجازت دینے کا زیادہ اہل ہے۔"

پھر حضرت سلیمانؑ نے پوچھا: "کیوں آئے ہو؟"

جوان نے کہا: "میں تمہاری روح قبض کرنے آیا ہوں۔"

حضرت سلیمانؑ نے کہا: "تم اپنا فرض ادا کرو میں آج کے دن کو خوشی اور مسرت سے گزارنا چاہتا تھا لیکن میرے خدا نے چاہا کہ میں ملاقاتِ خدا سے لطف حاصل کروں۔"

حضرت سلیمانؑ نے عصا کا سہارا لیا اور ملک الموت نے ان کی روح قبض کرلی موت کے بعد بھی۔ سلیمانؑ اسی عصا کا سہارا لئے اپنے محل پر کھڑے رہے۔ لوگ سلیمانؑ کو کھڑا دیکھ کر کہتے کہ سلیمانؑ زندہ ہیں۔

چند دنوں کے بعد اختلاف پیدا ہو گیا کچھ لوگوں نے کہا: "سلیمانؑ کافی دن سے ایک ہی جگہ کھڑے ہیں نہ وہ کچھ کھاتے ہیں اور نہ ہی کچھ پیتے ہیں، ہو نہ ہو وہی ہمارے خدا ہیں۔"

ایک گروہ نے کہا: "سلیمان (نعوذ باللہ) جادوگر ہیں۔"

مؤمنین کی جماعت نے کہا: "سلیمانؑ خدا کے بندے اور اس کے نبی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے لئے جو مناسب سمجھے گا فیصلہ کرے گا۔"

پھر خداوند عالم نے ان کے عصا پر دیمک کو مسلط کر دیا۔ وہ عصا کو چاٹتی رہی جب عصا کا اندرونی حصہ خالی ہوا تو حضرت سلیمانؑ محل کی چھت سے زمین پر آ گرے۔ حضرت سلیمانؑ کے گرنے کے بعد جنات کو علم ہوا کہ حضرت سلیمانؑ فوت ہو گئے ہیں۔ چنانچہ اس دن سے لے کر آج تک قومِ جنات دیمک کے ممنونِ احسان چلی آتی ہے۔ جہاں بھی دیمک ہو گی قوم جنات اسے پانی پہنچائے گی۔

خداوند عالم نے قرآن مجید میں اس واقعہ کو ان الفاظ سے بیان فرمایا: "**فلما قضینا علیه الموت مادلهم علی موته الادابة الارض تأکل منسأته فلما خرّ تبینت الجن ان لو کانوا یعلمون الغیب مالبثوا فی العذاب المهین**" جب ہم نے سلیمانؑ کی موت کا فیصلہ کیا تو انسانوں اور جنوں کو زمین کے ایک کیڑے نے اطلاع پہنچائی جو ان کے عصا کو کھاتا رہا، جب سلیمانؑ گرے تو جنوں کو معلوم ہوا، اگر وہ غیب جاننے والے ہوتے تو رسوا کرنے والے عذاب میں نہ پڑے رہتے۔" (بحار الانوار جلد ۱۴ صفحہ ۱۳۶)

خاندان برامکہ کی ابتدائی حالت

حسن بن سہل کہتا ہے کہ میں ایک دن یحییٰ بن خالد برمکی کے پاس گیا تو وہ اپنے کام میں مصروف تھا۔ اس دوران میں لوگ اس کے پاس اپنی درخواستیں

لے کر آتے رہے اور وہ ان پر احکام جاری کرتا رہا۔

احمد بن ابی خالد احول بھی ایک درخواست لے کر آیا۔ یحییٰ نے اس کی درخواست پر مناسب احکام جاری کئے اور اپنے بیٹے فضل سے کہا: "میری اور اس جوان کے باپ کی ایک پر لطف داستان ہے، جب میں فارغ ہو جاؤں تو تم مجھے یاد دلانا، میں تمہیں وہ خوبصورت واقعہ سناؤں گا۔"

جب یحییٰ بن خالد برمکی حکومتی امور سے فارغ ہوا تو فضل نے اسے یاد دہانی کرائی تو یحییٰ نے کہا: "اے فرزند! جب مہدی عباسی کے دورِ حکومت میں اپنے خاندان کو لے کر میں بغداد آیا تھا تو اس وقت میں سخت فقر و تنگدستی میں مبتلا تھا۔ ایک دن مجھے میرے اہل خانہ نے بتایا کہ ہم نے تین دن سے کچھ نہیں کھایا اور شرم کے مارے ہم نے آپ کو بھی نہیں بتایا۔

یہ سنتے ہی میں بڑا پریشان ہوا کہ میں اہلِ خانہ کی بھوک مٹانے کا سامان کہاں سے پیدا کروں؟

میرے ذہن میں ایک نئے تولیہ کا خیال آیا اور پوچھا کہ گھر میں ایک نیا تولیہ تھا۔ اگر موجود ہو تو مجھے دے دو۔

گھر والوں نے مجھے تولیہ دیا میں نے سترہ درہم میں وہ تولیہ فروخت کیا اور اس سے خورد و نوش کا معمولی سا سامان خریدا۔

دوسرے دن میں اسی جوان کے والد کے دروازے پر گیا وہ اس وقت وزیر تھا اور میرا شناسا تھا۔ جب میں وزیر کے دروازے پر پہنچا تو پہلے ہی وہاں ایک ہجوم جمع تھا۔ بالآخر وزیر گھوڑے پر سوار ہو کر دروازہ پر پہنچا مجھے دیکھ کر پوچھا کہ: "تم کیسے ہو؟"

میں نے کہا: "آپ میرا حال پوچھ کر کیا کریں گے؟ میری حالت یہ ہے کہ میں نے سترہ درہم کا تولیہ بیچ کر کھانا کھایا ہے۔"

میری بات سن کر وزیر نے کوئی جواب نہ دیا اور چلا گیا۔ میں گھر آیا اور اپنے خاندان والوں کو اس دن کی بپتا سنائی۔ میرے خاندان کے افراد نے کہا: "تو نے اپنی غربت کا اظہار کر کے اچھا نہیں کیا۔ تو وزیر کی نگاہوں سے گر گیا ہے وہ آئندہ تجھ سے مراسم نہیں رکھے گا۔"

دوسرے دن میں خلیفہ کے دربار میں گیا، وہاں ایک شخص نے کہا: "وزیر نے تمہارے متعلق پوچھا ہے اور میری یہ ذمہ داری قرار دی ہے کہ میں تمہیں جہاں دیکھوں وزیر کے پاس لے چلوں۔ اب کچھ دیر تم یہاں ٹھہرو میں تمہیں لے جاؤں گا۔"

چنانچہ کچھ دیر بعد وہ شخص میرے لئے ایک گھوڑا لے آیا، میں اس پر سوار ہو کر وزیر کے پاس گیا۔ وزیر نے نوکر کو کہہ کر چند افراد کو اپنے پاس بلایا اور ان سے کہا: "میں نے تمہارے ہاتھ غلہ فروخت کیا تھا اور تمہیں کہا تھا کہ اس غلہ میں ایک شخص میری طرف سے تمہارا شریک ہوگا۔ اسے دیکھ لو یہ شخص تمہارا شریک ہے۔"

پھر وزیر نے کہا: "اب تم ان کے ساتھ جاؤ۔"

میں ان تاجروں کے ہمراہ باہر آیا تو انہوں نے کہا: "بھائی تو ہمارا شریک ہے لیکن تجھے بہت سے ملازمین اور سواریوں کی ضرورت پڑے گی اگر تو ہمارے کہنے پر عمل کرے تو ہر مصیبت سے تو آزاد ہوگا۔ ہم تجھ سے تیرا حصہ خریدنا چاہتے ہیں۔"

میں نے کہا: "بہتر ہے لیکن تم مجھے میرے حصہ کی کتنی رقم دو گے؟"

تاجروں نے کہا: "ہم تجھے ایک لاکھ درہم دیں گے۔"

میں نے کہا: "نہیں، یہ تو تھوڑی ہے۔"

آخرکار تاجروں نے مجھے تین لاکھ درہم کی پیش کش کی جو میں نے قبول کر لی اور کہا: "شرط یہ ہے کہ رقم کی ادائیگی وزیر کی موجودگی میں ہوگی۔"

میں وزیر کے پاس آیا اور اسے کہا: "مجھے تین لاکھ درہم مل رہے ہیں آپ کا کیا خیال ہے؟"

وزیر نے کہا: "بہتر ہے۔" پھر وزیر نے انہیں بلا کر رقم لانے کا حکم دیا۔ تاجروں نے مجھے تین لاکھ درہم دیئے۔

وزیر نے تمام رقم میرے حوالے کی اور کہا: "جاؤ اس سے گھر کا نان و نفقہ چلاؤ۔ میں عنقریب تمہیں دربار میں بھی کوئی عہدہ دلاؤں گا۔"

چند دنوں بعد وزیر کی سفارش سے مجھے عہدہ ملا اور میں اپنی صلاحیت اور قابلیت سے آج اس مقام پر پہنچ گیا ہوں جہاں تم مجھے اس وقت دیکھ رہے ہو۔
(ثمرات الاوراق لابن حجۃ حموی)

برامکہ کی خلفاء پر حکمرانی

عبدالملک بن صالح ہاشمی نے خلافت کی آرزو کی تھی جس کی وجہ سے ہارون الرشید اس پر ناراض ہو گیا تھا۔ ایک رات وہی عبدالملک جو کہ ہارون کے زیر عتاب تھا، جعفر برمکی کے دربار میں حاضر ہوا۔ جعفر برمکی نے پوچھا: "تمہیں کوئی کام ہے؟"

عبدالملک بن صالح ہاشمی نے کہا: "ہارون الرشید مجھ سے ناراض ہے، آپ کسی طرح سے اسے مجھ سے راضی کردیں۔"

جعفر نے کہا: "ہارون کے دل میں جو ناراضگی تھی وہ دور ہوگئی ہے۔"

عبدالملک نے کہا: "میں چار لاکھ درہم کا مقروض ہوں، میں چاہتا ہوں کہ قرض سے آزاد ہو جاؤں۔"

جعفر نے کہا: "اگر چاہوں تو میں تمہارا قرض ادا کر سکتا ہوں لیکن میں مناسب سمجھتا ہوں کہ تمہارا قرض ہارون کی رقم سے ادا ہو۔ کل تمہارا قرض بھی ادا ہو جائے گا۔"

عبدالملک نے کہا: "میں چاہتا ہوں کہ میرے بیٹے ابراہیم کی شادی ہارون کی کسی بیٹی سے ہو جائے۔"

جعفر برمکی نے کہا: "ہارون نے اپنی دختر عالیہ کی تیرے بیٹے ابراہیم سے شادی کردی۔"

عبدالملک نے کہا: "میں چاہتا ہوں کہ میرے بیٹے کو کسی علاقہ کا والی بنایا جائے۔"

جعفر برمکی نے کہا: "ہارون نے اسے مصر کی حکومت عطا کی۔"

عبدالملک یہ سن کر جعفر برمکی کے دربار سے خوش ہو کر واپس چلا گیا۔

حاضرین میں سے بہت سے لوگوں نے جعفر کے اس اقدام پر تعجب کیا اور انہیں یہ خوف لاحق ہوا کہ ہارون اس جسارت پر ناراض ہوگا۔ لیکن ہارون نے جعفر کی تمام باتوں پر حرف بحرف عمل کیا۔

ایک دن ہارون اور عبدالملک شکار کے لئے گئے تو ہارون نے عبدالملک کو

ساتھ ملایا اور لشکر سے کافی فاصلہ پر اس سے کہا: "جعفر نے میری اجازت کے بغیر تیرے متعلق چار باتوں کا فیصلہ کیا، اب تو مجھے بتا کیا اسے یہ بات زیب دیتی تھی؟"

عبدالملک نے کہا: "اصل بات یہ ہے کہ آپ کے احسانات نے اسے یہ جسارت وجرأت بخشی ہے۔"

ہارون الرشید نے کہا: "حقیقت پر پردہ ڈالنے کا کوئی فائدہ نہیں تو مجھے سچ سچ بتا کہ اجازت کے بغیر اتنے بڑے اقدام کو تم کس نظر سے دیکھتے ہو؟"

یہ سن کر عبدالملک خاموش ہو گیا اور اس نے دل میں سمجھ لیا کہ ہارون کے دل میں خلش پیدا ہو چکی ہے۔ اس واقعہ کے ایک سال بعد ہارون نے خاندان برامکہ کو تہ تیغ کردیا۔ (تتمۃ المنتہیٰ)

تصویرِ انقلاب

محمد بن عبدالرحمن ہاشمی کہتا ہے کہ عید کے دن میں اپنی ماں کے پاس گیا تو ایک بوڑھی عورت کو اپنی ماں کے پاس دیکھا جس نے بہت ہی پرانا اور میلا لباس پہنا ہوا تھا۔

میری ماں نے کہا: "اس عورت کو جانتے ہو؟"

میں نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا تو میری ماں نے کہا: "یہ عورت انقلاب زمانہ کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ یہ جعفر برمکی کی ماں عبادہ ہے۔"

میں نے کچھ دیر اس سے گفتگو کی اور پھر پوچھا: "آپ نے حوادثِ روزگار کو کیسا پایا؟"

جعفر برمکی کی ماں نے کہا: "بیٹا آج عید کا دن ہے۔ جب ہمارا اقتدار تھا اور ہمارا اختر بام عروج پر تھا تو عید کے دن میری خدمت کے لئے چار سو کنیزیں موجود ہوتی تھیں لیکن میں پھر بھی اپنے بیٹے جعفر پر ناراض ہوتی تھی کہ اس نے میری خدمت کے لئے اتنی اور کنیزیں کیوں نہیں بھیجیں؟ اور پھر ہمارا اختر ڈھل گیا آج بھی عید کا دن ہے اور آج میری سب سے بڑی آرزو یہ ہے کہ مجھے کہیں سے دو کھالیں مل جائیں ایک کھال نیچے بچھاؤں اور ایک کھال کو لحاف کے طور پر استعمال کر سکوں۔"

محمد (راوی) کہتا ہے کہ میں نے اسے پانچ سو درہم دیئے تو وہ بے چاری اتنی خوش ہوئی کہ خوشی کی وجہ سے مجھے اس کی موت کا خوف محسوس ہونے لگا۔

کبھی کبھی وہ بڑھیا ہمارے گھر آیا کرتی تھی اور ہم اس کی مدد کیا کرتے تھے۔

ایک دن مجھے اطلاع ملی کہ بڑھیا دنیا کے تمام غموں سے آزاد ہو گئی ہے۔ اور ہزاروں من مٹی میں مدفون ہو چکی ہے۔ (اکلام بحر الکلام نقل از ابن خلکان)

صفحاتِ تاریخ پر برامکہ کی آخری نشانی

محمد بن زید دمشقی کہتا ہے کہ ایک رات فضل برمکی نے مجھے اپنے دربار میں بلایا، جب میں وہاں پہنچا تو ایک مجلس آراستہ تھی۔

فضل برمکی نے کہا: "مجھے خدا نے بیٹا عطا کیا ہے بہت سے شعراء نے تہنیتی اشعار کہے ہیں لیکن مجھے ابھی تک ان کا ایک شعر بھی پسند نہیں آیا۔ تجھے

اس لئے بلایا ہے کہ تو اس وقت ہمیں کوئی اچھا سا شعر سنا۔"

میں نے کہا: "اس وقت طبیعت حاضر نہیں ہے کسی اور وقت خوبصورت شعر سناؤں گا۔"

فضل نے بے حد اصرار کیا تو میں نے اس وقت فی البدیہ ایک نظم پڑھی جس کا ایک مصرعہ یہ تھا:

ونفرح بالمولود من ال برمك
ولا سيما اذكان من ولا الفضل

آل برمک کے نومولود کی پیدائش پر ہم خوش ہوتے ہیں، خاص کر جب وہ فضل کا بیٹا ہو۔

فضل نے اس شعر پر خوش ہو کر مجھے دس ہزار دینار انعام دیا۔ جس سے میری مالی حالت درست ہوئی اور پھر اس رقم کو سرمایہ بنا کر میں نے تجارت شروع کی۔ چند سالوں میں میری دولت لاکھوں تک پہنچ گئی۔

میں اکثر اوقات اس واقعہ کو یاد کرتا رہتا تھا اور کبھی کبھی تنہائی کے لمحوں میں وہ شعر بھی گنگناتا تھا۔

زمانہ نے کروٹ بدلی تو پورا ماحول بدل گیا۔ آل برمک پر ہارون کا عتاب نازل ہوا اور اس نے اس خاندان کے تمام قابل ذکر افراد کو تہ تیغ کر دیا۔ میں زمانہ کی نیرنگی پر بہت رویا۔ برامکہ کے سقوط کو کئی سال گزر گئے۔ میں نہانے کے لئے ایک حمام میں گیا اور میں نے حمام والے سے درخواست کی کہ میری مالش کے لئے وہ کسی ملازم کو بھیجے۔

ایک خوبصورت لڑکا میری مالش کے لئے آیا۔ اس نے میری مالش شروع

کی، اچانک مجھے گذرا ہوا زمانہ یاد آگیا اور میں نے وہی شعر گنگنانا شروع کیا جو میں نے فضل برمکی کے بیٹے کی پیدائش پر کہا تھا۔

مالش کرنے والے لڑکے کو خدا جانے کیا ہوا وہ اچانک بے ہوش ہوگیا۔ میں نے حمام کے مالک سے گلہ کیا کہ تم نے کیسا مریض لڑکا ملازم رکھا ہے جو گاہک کو مالش کرتے ہوئے بے ہوش ہو جاتا ہے۔

حمام کے مالک نے کہا: "یہ لڑکا چند ماہ سے ہمارے حمام میں ملازمت کر رہا ہے آج تک یہ کبھی بے ہوش نہیں ہوا۔"

بہر نوع لڑکا ہوش میں آیا تو میں نے اس سے پوچھا: "تو ایک دم کیوں بے ہوش ہو گیا تھا؟"

لڑکے نے کہا: "کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ یہ شعر کس کا ہے اور کس کے لئے پڑھا گیا ہے؟"

میں نے کہا: "جی ہاں! یہ شعر میرا ہے اور میں نے فضل برمکی کے بیٹے کی جشنِ تہنیت پر اسے پڑھا تھا۔"

لڑکے نے کہا: "کیا تمہیں علم ہے کہ فضل کا بیٹا اس وقت کہاں ہے؟"

میں نے کہا: "نہیں! میں اس کے بارے میں نہیں جانتا۔"

لڑکے نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا: "وہ بدنصیب میں ہوں جس کی پیدائش پر تم نے یہ شعر پڑھے تھے۔ پھر اس نے اپنے حالات زندگی سنائے۔"

میں نے کہا: "اے فرزند! تمہارے باپ کی عطا کردہ دولت سے اللہ نے مجھے غنی بنایا ہے اور خدا نے مجھے کوئی بیٹا نہیں دیا۔ لہٰذا تم میرے ساتھ چلو میری تمام دولت تمہارے لئے حاضر ہے۔"

لڑکے نے کہا: "نہیں! میرے باپ دادا نے آپ کو اگر انعام دیا تھا تو میں اسے واپس نہیں لینا چاہتا۔ اگر آج میرے پاس بھی کچھ دولت ہوتی تو میں بھی آپ کو ضرور دیتا اور ویسے بھی میں گمنامی کی زندگی بسر کرنا چاہتا ہوں، مجھے اندیشہ ہے اگر میں منظر عام پر آگیا تو مجھے بھی قتل کر دیا جائے گا۔ اس دن کے بعد وہ لڑکا مجھے اس حمام میں دوبارہ نظر نہ آیا۔

لمحہء فکریہ

تاریخ طبری کے صفحہ ۱۳۸ پر ہارون الرشید کے ایک منشی کا بیان ہے کہ میں سالانہ اخراجات کی تفصیل دیکھ کر کل اخراجات کا حساب بنایا کرتا تھا۔

میں نے ایک رجسٹر میں ابوالفضل جعفر بن یحیٰ برمکی کی عید کا خرچ لکھا ہوا دیکھا اس میں صرف عطر کا خرچہ پچاس ہزار درہم تھا۔ اس کے لباس وغیرہ کا خرچ علیحدہ درج تھا اور پھر اسی سال کے رجسٹر پر میں نے دیکھا کہ جعفر برمکی کی لاش کو جلانے کے لئے جو تیل اور بوریا خریدا گیا تھا اس کا بھی حساب درج تھا۔ اس کی لاش کو ٹھکانہ لگانے کا خرچہ پونے پانچ درہم لکھا ہوا تھا۔

حُبِ دنیا تسلیم حق میں مانع ہے

ایک دن مامون الرشید نے اپنے ساتھیوں سے کہا: "تمہیں علم ہے کہ میرے اندر جو تھوڑی بہت تشیع ہے، مجھے کس نے سکھائی ہے؟"

درباریوں نے کہا: "ہمیں اس کا علم نہیں ہے۔"

مامون نے کہا: "میں نے تشیع کا سبق اپنے باپ ہارون الرشید سے

لیا ہے۔"

درباریوں نے کہا: "یہ کیسے ممکن ہے؟ ہارون کو خاندان سادات سے سخت دشمنی تھی اور اس نے بہت سے سادات کو تہ تیغ کیا تھا؟"

مامون نے کہا: "سچ ہے! میرے باپ نے ہمیشہ سادات پر سختیاں کی تھیں اور انہیں قتل کیا تھا لیکن اس نے یہ سب کچھ اپنی حکومت و اقتدار کے تحفظ کے لئے کیا تھا:۔ "لأن الملك عقيم" اقتدار کسی کا رشتہ دار نہیں ہوتا۔"

ایک سال میرا باپ حج کے لئے مکہ گیا ہم اس کے ساتھ تھے۔ مناسک حج سے فارغ ہو کر میرا باپ مدینہ گیا۔ جب مدینہ پہنچا تو دربانوں کو حکم دیا کہ مدینہ کا جو شخص بھی ملنے کے لئے آئے تو اس سے پہلے اس کا شجرۂ نسب معلوم کیا جائے اور دیکھا جائے کہ اس کا تعلق مہاجرین و انصار صحابہ میں سے کس کے ساتھ ہے؟

چنانچہ جتنے بھی اہل مدینہ ملاقات کے لئے آئے، انہوں نے اپنا شجرۂ نسب بیان کیا۔ ہارون ان کے باپ دادا کی اسلامی خدمات کو مد نظر رکھ کر انہیں انعامات دیتا رہا۔ دو سو دینار سے لے کر پانچ ہزار دینار تک اس نے لوگوں کو انعام دیا۔

ایک دن فضل بن ربیع جو کہ وزیر دربار تھا، نے اطلاع دی کہ آپ کے ملنے کے لئے ایک بزرگ آئے ہیں جن کا نام و نسب یہ ہے: "موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب۔"

میرے باپ نے یہ نام و نسب سن کر مجھے اور میرے بھائیوں امین و مؤتمن اور لشکر کے سالاروں کو حکم دیا کہ ہم ان بزرگوار کے ادب و احترام کے لئے کھڑے ہو جائیں۔

پھر ایک بزرگ تشریف لائے جن کا بدن عبادت کی وجہ سے کمزور ہو چکا تھا اور طولانی سجدوں کی وجہ سے ان کے اعضائے سجدہ زخمی تھے۔

جب ان کی نظر ہارون پر پڑی تو انہوں نے اپنی سواری سے اترنا چاہا لیکن میرے باپ ہارون نے کہا: "آپؑ کو خدا کی قسم آپ سواری سے نہ اتریں۔"

جب وہ بزرگوار قالین کے قریب آئے تو اپنی سواری سے اترے۔ ہارون نے تخت سے اتر کر ان کا استقبال کیا، انہیں اپنے ساتھ بٹھایا اور ان کی آنکھوں کے بوسے دیئے، پھر ان کی اور میرے باپ کی گفتگو ہوئی۔

گفتگو کے دوران میرے باپ نے پوچھا: "ابوالحسنؑ! آج کل کتنے افراد تمہاری زیر کفالت ہیں؟"

انہوں نے کہا: "پانچ سو افراد سے کچھ زیادہ افراد میری کفالت میں ہیں۔"

پھر میرے باپ نے پوچھا: "کیا یہ سب آپؑ کی اولاد ہے؟"

انہوں نے کہا: "نہیں ان میں سے زیادہ تر غلام کنیزیں اور ان کی اولادیں ہیں اور میری پینتیس (۳۵) اولادیں ہیں۔"

میرے باپ نے کہا۔ "آپؑ نے اپنی بیٹیوں کی ابھی تک شادی کیوں نہیں کی؟"

انہوں نے کہا: "میری مالی حالت نے مجھے اس کی اجازت نہیں دی۔"

میرے باپ نے پوچھا: "آپؑ کے باغات کس حال میں ہیں؟"

انہوں نے فرمایا: "ان سے کبھی کچھ حاصل ہوتا ہے کبھی نہیں ہوتا۔"

میرے باپ نے پوچھا: "آپؑ کے ذمہ کتنا قرض ہے؟"

انہوں نے فرمایا: "تقریباً دس ہزار دینار کا مقروض ہوں۔"

میرے باپ نے کہا: "آپؑ بالکل نہ گھبرائیں، میں آپؑ کے ہاتھ میں اتنی رقم دے دوں گا جس سے آپؑ اپنے بچے اور بچیوں کی شادی کر سکیں گے اور باغات کو از سر نو آباد کر سکیں گے۔"

یہ سن کر اس بزرگوار نے فرمایا: "اگر تم ایسا کرو گے تو تم رشتہ داری کے حقوق پورے کرو گے، اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی جزا دے گا۔

عباس جناب رسول خداؐ اور علیؑ ابن ابی طالب دونوں کے چچا تھے، ہم ایک دوسرے کے قریبی رشتہ دار ہیں، اللہ نے تمہیں حکومت دی ہے، اگر تم ایسا کرنا چاہو تو یہ بعید نہیں ہے، اللہ نے حکام پر واجب کیا ہے کہ وہ غرباء کی مدد کریں اور مقروضوں کا قرض ادا کریں، بے لباس لوگوں کو لباس فراہم کریں اور تم پر اس سلسلہ میں سب سے زیادہ فرائض عائد ہوتے ہیں۔"

ہارون الرشید نے کہا: "یہ میرا فریضہ ہے، میں انشاء اللہ آپؑ کو بے نیاز کردوں گا۔"

جب امام موسیٰ کاظمؑ گھر جانے کے لئے کھڑے ہوئے تو میرے باپ نے ہم تینوں بھائیوں کو حکم دیا کہ "تم اپنے خاندان کے بزرگ کو ان کے گھر تک پہنچاؤ۔"

ہم امام موسیٰ کاظمؑ کے ساتھ چلنے لگے۔ امامؑ سوار تھے اور ہم پیدل چل رہے تھے۔ امامؑ نے مجھے اپنے قریب کر کے کہا: "ہارون کے بعد خلافت تجھے ملے گی، خیال رکھنا میرے بیٹے کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔"

ہم انہیں ان کے گھر پہنچا کر واپس آئے۔ میں اپنے باپ کی اولاد میں سے کچھ جسارت والا لڑکا تھا۔ میں نے واپس آکر اپنے باپ سے پوچھا: "یہ بزرگوار

کون تھے جن کا آپؑ نے اس قدر احترام کیا تھا؟"

میرے باپ نے کہا: "یہ امام برحق اور حجت خدا ہیں۔"

میں نے کہا: "تو کیا آپ امام برحق اور حجت خدا نہیں ہیں؟"

میرے باپ نے کہا: "ہم جبر و غلبہ سے لوگوں کی گردنوں پر حکومت کر رہے ہیں اور یہ لوگوں کے دلوں پر حکومت کرتے ہیں، میں تمہارے سامنے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس وقت پوری روئے زمین پر ان سے زیادہ پیغمبرؐ کی جانشینی کا اور کوئی حق دار نہیں ہے۔

اس کے باوجود میں تجھے ایک بات بتاؤں کہ تو میرا بیٹا ہے اگر تو بھی حکومت کے لئے مجھ سے نزاع کرے تو میں تجھے بھی قتل کردوں گا۔ "**فان الملك عقيم**" اقتدار کسی کا رشتہ دار نہیں ہوتا۔"

جب ہارون نے مکہ سے مدینہ جانے کا ارادہ کیا تو اس نے ایک سیاہ رنگ کی تھیلی فضل بن ربیع کو دے کر کہا: "یہ تھیلی امام موسیٰ کاظمؑ کے پاس بھیج دو، اس میں دو سو دینار ہیں، ان سے معذرت کرنا اور کہنا کہ ہم اس وقت کچھ مالی پریشانی میں مبتلا ہیں، عنقریب ہم آپ کو مزید رقم ارسال کریں گے۔"

مامون کہتا ہے: "یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی اور میں نے جرأت کر کے اپنے باپ سے کہا کہ کچھ تو عدل و انصاف سے کام لیں۔ گمنام افراد کو آپ نے ہزاروں دینار دیئے اور جو آپ کا رشتہ دار ہے اور ہر لحاظ سے فائق ہے آپ اس کے لئے اتنی قلیل سی رقم بھیج رہے ہیں؟"

میرے باپ نے کہا: "بے مادر! خاموش رہ، اگر میں اپنے وعدہ کے مطابق اسے رقم دے دوں تو کل اس کے شیعوں کی ایک لاکھ تلواروں کا مجھے سامنا کرنا

پڑے گا ، یہ خاندان جتنا تنگ دست ہو اس میں تیرا اور میرا فائدہ ہے۔"(بحارالانوار جلد ۱۱ صفحہ ۲۷۱)

مخارق نامی ایک شخص خلیفہ کا درباری گویا تھا۔ جب اس نے یہ ماجرا دیکھا تو پریشان ہوا۔ اس نے خلیفہ کے پاس آکر کہا: "میں جب سے آپ کے ساتھ مدینہ منورہ آیا ہوں یہاں کے لوگوں نے مجھ سے مالی مدد کا تقاضا کیا ہے، اگر میں انہیں کچھ دوں تو انہیں کیسے پتہ چلے گا کہ آپ مجھ پر کتنے مہربان ہیں؟"

خلیفہ نے اس کے لئے دس ہزار دینار کا حکم دیا۔

اس نے دس ہزار دینار لے کر کہا: "یہ رقم تو مجھ سے فقرائے مدینہ لے جائیں گے میں خود مقروض ہوں، آپ مہربانی کر کے مجھے اتنی رقم عنایت کریں جس سے میں اپنا قرض اتار سکوں۔"

خلیفہ نے اس کے قرض کی ادائیگی کے لئے دس ہزار دینار دیئے۔

اس کے بعد اس نے کہا: "میری بیٹیاں جوان ہو چکی ہیں، میں نے ان کی شادیاں کرنی ہیں مجھے اس کے لئے بھی رقم عنایت کریں۔"

خلیفہ نے اسے دس ہزار دینار عطا کئے۔

اس نے پھر کہا: "مجھے اپنی اولاد کے لئے کچھ زمین کی ضرورت ہے تاکہ میری نسل کسی کی محتاج نہ رہے۔"

خلیفہ نے اس کے نام کچھ زمین لکھ کر دے دی جس کا سالانہ محصول دس ہزار دینار تھا۔

اس کے بعد وہ گویا تیس ہزار دینار اور زمین کے کاغذات لے کر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "مولا! اس لعین نے

آپ کے ساتھ جو سلوک کیا ہے مجھے اس پر سخت افسوس ہے۔ میں بہانے سے تیس ہزار دینار اور زمین کی ملکیت کے کاغذات لایا ہوں آپ میری طرف سے یہ قبول فرمائیں۔"

آپؑ نے فرمایا: "خدا تمہیں جزائے خیر دے، میں اس رقم میں سے ایک درہم بھی نہیں لوں گا اور نہ ہی یہ زمین قبول کروں گا۔ تم آرام و سکون سے چلے جاؤ اور مجھ سے اس کا اصرار نہ کرو۔"

مخارق نے امام علیہ السلام کے ہاتھوں کا بوسہ لیا اور روانہ ہو گیا۔ (بحار الانوار جلد ۱۱ صفحہ ۲۷۱)

حُبِ دنیا کا انجام

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: "حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کے ساتھ کہیں جا رہے تھے کہ راستہ میں ان کا گزر ایک بستی سے ہوا جس کے رہائشی گلیوں اور گھروں میں مرے پڑے تھے۔

آپؑ نے فرمایا: "یہ لوگ اپنی طبعی موت نہیں مرے، اگر یہ طبعی موت مرتے تو کوئی انہیں دفن ضرور کرتا اور یوں پوری بستی ویران نہ ہوتی۔ یقینی طور پر ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا ہے۔"

حواریوں نے کہا: "کاش ہمیں معلوم ہو سکتا کہ ان پر اللہ کا عذاب کیوں نازل ہوا؟"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پروردگار کی طرف سے وحی ہوئی کہ "آپؑ انہیں صدا دیں، ان میں سے ایک شخص آپ کے ساتھ بات کرے گا اور آپؑ

کے سوالوں کا جواب دے گا۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آواز دی: "بستی والو!"

ایک شخص نے جواب دیا: "روح اللہ! فرمائیں کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

آپؑ نے فرمایا: "تمہارا کیا معاملہ ہے اور اس وقت تمہاری حالت کیا ہے؟"

اس نے جواب دیا: "ہم صبح کے وقت بالکل خیریت سے بیدار ہوئے تھے اور شام کو ہم "ھاویہ" میں پہنچ گئے۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "ھاویہ کیا ہے؟"

اس نے جواب دیا: "ھاویہ آگ کا دریا ہے جس میں پہاڑ جل رہے ہیں۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: "تمہارا جرم کیا تھا؟"

اس نے کہا: "حب الدنیا و عبادۃ الطاغوت." دنیا کی محبت اور طاغوت کی اطاعت نے ہمیں ھاویہ میں بھیجا ہے۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "تمہیں دنیا سے کتنی محبت تھی؟"

اس نے کہا: "جتنی محبت چھوٹے بچے کو ماں کے پستان سے ہوتی ہے۔ ہمیں بھی دنیا سے اتنی ہی محبت تھی۔ جب دنیا ہماری طرف رخ کرتی تو ہم خوش ہوتے اور جب وہ منہ پھیرتی تو ہم غمگین ہو جاتے تھے۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "طاغوت کی اطاعت میں تم کہاں تک جا پہنچے تھے؟"

اس نے کہا: "ہمیں طاغوت جو کچھ کہتے ہم اس پر فوراً عمل کیا کرتے تھے۔"

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: "ان تمام مردوں میں سے صرف تو نے ہی مجھے جواب کیوں دیا اور باقی مردے کیوں خاموش رہے؟"

اس نے کہا: "ان کے منہ میں آگ کی لگامیں ڈالی جاچکی ہیں اور تند خو اور سخت گیر فرشتے ان کے عذاب کے لئے مامور ہیں۔

میں بھی انہیں میں رہتا تھا لیکن میں ان کی پیروی نہیں کرتا تھا، جب اللہ کا عذاب آیا تو اس نے مجھے بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس وقت دوزخ کے کنارے میں ایک بال کے ساتھ میں لٹکا ہوا ہوں اور اندیشہ ہے کہ کسی بھی وقت وہ بال ٹوٹ سکتا ہے اور میں دوزخ میں جاسکتا ہوں۔ "فقال عیسیٰ لاصحابہ ان النوم علی المزابل و اکل خبز الشعیر خیر کثیر مع سلامۃ الدین."

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "سلامتی دین کے ساتھ نانِ جویں کھا کر راوڑی پر سونا بہتر ہے۔" (بحار جلد ۱۴ صفحہ ۳۲۲۔ الکافی میں طاغوت کی جائے اھل معصیت کے الفاظ درج ہیں)

عشاقِ دنیا کی شکل و صورت

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک پیروکار ہمیشہ ان کے ساتھ رہتا تھا اور ان سے علم حاصل کرتا تھا۔ کافی عرصہ کے بعد اس نے آپؑ سے گھر جانے کی اجازت طلب کی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے اجازت دی اور فرمایا: "جاؤ اپنے رشتہ داروں اور بھائیوں سے ملو لیکن ایک بات کا خصوصی خیال رکھنا اللہ نے تمہیں علم دیا ہے۔ اپنے علم کے مطابق عمل کرنا اور علم کے بدلے دنیا طلب نہ کرنا ورنہ تم

نقصان اٹھاؤ گے۔"

شاگرد نے کہا: "ہمیں اللہ تعالیٰ سے بھلائی کی امید ہے۔"

شاگرد چلا گیا اور عرصہ دراز تک موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس نہ آیا۔

آپؑ لوگوں سے اس کے متعلق دریافت کرتے رہے لیکن کہیں سے بھی اس کی خبر نہ ملی۔ ایک دن آپؑ نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا: "تم نے میرے فلاں شاگرد کو دیکھا؟"

جبرئیل امینؑ نے کہا: "حضور! وہ مسخ ہو کر بندر بن چکا ہے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "اس کا جرم کیا تھا؟"

حضرت جبرئیل امینؑ نے عرض کی: "اللہ نے اسے علم عطا کیا تھا لیکن اس نے علم کو دنیا کے بدلہ میں فروخت کر دیا، اسی لئے خداوند عالم نے اسے مسخ کر کے بندر بنا دیا۔

ایک عورت سے محبت کا انجام

بنی عباس کے ابتدائی خلفاء میں "ہادی" نامی خلیفہ گزرا ہے۔ یہ ہارون الرشید کا بھائی تھا اور اس کی موت کے بعد ہارون الرشید بر سر اقتدار آیا تھا۔

ہادی عباسی کے پاس ایک خوش آواز کنیز تھی۔ جس کا نام "غادرہ" تھا۔

وہ اپنے دور کی حسین اور خوش آواز عورتوں میں شمار ہوتی تھی اور اس کے پاس ادبی ذخیرہ موجود تھا اور قادر الکلام شعراء کی نظمیں اسے ازبر یاد تھیں۔

چنانچہ اس کی انہی خوبیوں کی وجہ سے ہادی عباسی اس کا عاشق تھا۔

ایک رات وہ ہادی عباسی کے محل سرا میں گانا گا رہی تھی اور ہادی بڑی

محویت سے اس کا گانا سن کر محظوظ ہو رہا تھا کہ یکایک اس کی طبعت منقبض ہو گئی۔

جب کنیز نے ہادی کی اکتاہٹ محسوس کی تو اس نے بصد ناز ہادی سے اکتاہٹ کا سبب دریافت کیا۔

ہادی نے کہا: "کچھ نہیں! دراصل میں تمہاری صورت و آواز سے محظوظ ہو رہا تھا کہ ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں عنقریب مر جاؤں گا اور تو جس طرح سے میرا دل خوش کر رہی ہے اسی طرح سے میرے بھائی ہارون کا دل خوش کرے گی۔ یہی سوچ کر میں پریشان ہو گیا۔"

"غادرہ" نے بصد عشوہ و ناز سے جواب دیا: "آپ کیسی باتیں کرتے ہیں، کیا میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی؟"

بہر نوع ہادی کی اکتاہٹ دور نہ ہوئی اور کنیز سے کہا: "تم قسم کھاؤ میرے مرنے کے بعد تم ہارون کا دل نہیں بہلاؤ گی۔" کنیز نے قسم کھائی۔

پھر ہادی عباسی نے اپنے بھائی ہارون الرشید کو بلایا اور کہا: "زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ تم میرے ساتھ یہ وعدہ کرو اور قسم کھاؤ کہ میرے مرنے کے بعد تم غادرہ سے دل نہیں بہلاؤ گے۔" ہارون نے بھی وعدہ کیا اور قسم کھائی۔

اس واقعہ کے ایک ماہ بعد ہادی عباسی مر گیا اور ہارون الرشید بر سر اقتدار آیا۔

چند دن بعد ہارون نے اسی کنیز کو بلایا اور کہا: "میں بھی تیرے وجود سے بہرہ مند ہونا چاہتا ہوں۔"

کنیز نے کہا: "مگر ہم دونوں نے جو قسمیں کھائی تھیں ان کا کیا بنے گا؟"

ہارون نے کہا: "میں اپنی اور تیری طرف سے قسم کا کفارہ ادا کر دیتا

ہوں۔" اس کے بعد ہارون کے غادرہ سے وہی شب و روز گزرنے لگے جو اس کے بھائی کے گزرتے تھے۔

ایک دن غادرہ نے اپنا سر ہارون کی گود میں رکھا ہوا تھا اور اسے نیند آگئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ ہارون نے اس سے گھبراہٹ کا سبب پوچھا تو اس نے کہا۔ "جیسے ہی مجھے آپ کی ران پر نیند آئی تو میں نے تیرے بھائی ہادی عباسی کو خواب میں دیکھا، اس نے مجھے کہا کہ جس نے تیرا نام غادرہ (بے وفا) رکھا تھا وہ بالکل سچا تھا۔"

پھر کنیز نے کہا: "ہارون! مجھے یقین ہے کہ میں آج رات تک مر جاؤں گی اور ہادی کے پاس چلی جاؤں گی۔"

ہارون نے اسے تسلیاں دے کر کہا: "کچھ نہیں بعض اوقات انسان ایسے پریشان کن خواب دیکھ لیتا ہے۔ اس سے تجھے نہیں گھبرانا چاہئے۔"

لیکن اس کے بعد اس کی طبیعت بگڑنے لگی اور اس کے پورے وجود میں رعشہ پیدا ہو گیا اور اس کا منہ کھل گیا اور آنکھیں پھیل گئیں۔ اسکی یہ مہیب صورت دیکھ کر ہارون اٹھ کھڑا ہوا اور کچھ دیر بعد وہ مر گئی۔ (تتمۃ الیتیمہ صفحہ ۲۳)

چند روایات

سئل علی بن الحسینؑ ای الاعمال افضل عنداللہ عزوجل فقال ما من عمل بعد معرفۃ اللہ و معرفۃ رسولہ افضل من بغض الدنیا و ان لذلک شعبا کثیرۃ وللمعاصی شعباء فاول ما عصی اللہ بہ الکبر و ھی معصیۃ ابلیس حین ابیٰ واستکبر و کان من الکافرین.

والحرص وهي معصية ادم وحواء، حين قال الله لهما "كلامن حيث شئتما ولا تقربا هذه الشجرة فتكونا من الظالمين" فاحذا مالا حاجه بهما اليه فدخل ذلك على ذريتهما الى يوم القيامة و ذلك ان اكثر مايطلب ابن ادم مالا حاحة به اليه.

ثم الحسد وهي معصية ابن ادم حيث حسد احاه فقتله فتشعب من ذلك حب النساء وحب الدنيا وحب الرياسة وحب الراحة وحب الكلام وحب العلو و الثروة فصرن سبع خصال اجتمعن كلهن في حب الدنيا فقال الانبياء والعلماء بعد معرفة ذلك حب الدنيا رأس كل خطيئة، والدنيا دنيانان دنيا بلاغ و دنيا ملعونة.

"الکافی جلد ۲ صفحہ ۱۳۱"

امام علی زین العابدین علیہ السلام سے پوچھا گیا "اللہ کے نزدیک کون سا عمل افضل ہے؟"

آپؑ نے فرمایا: "اللہ اور رسولؐ کی معرفت کے بعد افضل ترین عمل بغضِ دنیا ہے۔"

اس کی بہت سی شاخیں ہیں اور گناہوں کی بھی شاخیں ہیں:

خدا کی پہلی نافرمانی تکبر کی وجہ سے کی گئی اور یہ ابلیس کی نافرمانی تھی اس نے سجدہ کا حکم سن کر انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا اور حرص یہ آدمؑ و حواؑ کی معصیت کا سبب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا تھا: "جنت میں جہاں سے چاہو کھاؤ لیکن اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔"

مگر آدمؑ و حواؑ حرص سے مجبور ہو کر اس درخت کے پاس گئے اور جس کی ضرورت

نہ تھی انہوں نے اس سے استفادہ کیا اور یہی عادت بطور میراث قیامت تک ان کی نسل میں جاری رہے گی کیونکہ فرزند آدمؑ زیادہ تر وہی چیزیں جمع کرتا ہے جس کی اسے ضرورت نہیں ہوتی۔

ان دو گناہوں کے بعد حسد بڑا گناہ ہے اور اسی کی وجہ سے قابیل ملعون بنا کیونکہ اس نے حسد کی وجہ سے اپنے بھائی کو قتل کیا تھا۔

پھر اسی صفت حسد سے یہ صفات رذیلہ پیدا ہوتی ہیں :

۱) عورتوں سے محبت
۲) دنیا سے محبت
۳) حب ریاست
۴) حب راحت
۵) بات کرنے کی محبت
۶) برتری کی محبت
۷) دولت کی محبت

مجموعی طور پر یہ سات صفات رذیلہ ہیں ان سب کا سرچشمہ حب دنیا ہے۔

اسی لئے انبیاء و علماء نے اس نکتہ سے واقف ہو کر فرمایا تھا۔ "دنیا کی محبت ہر غلطی کی بنیاد ہے۔"

مر قال رسول اللهؐ بجدی اسك ملقیً علی مزبلة میتا فقال لاصحابه کم یساوی هذا فقالو لو کان حیاً لم یساوِ درهما فقال النبیؐ والذی نفسی بیده الدنیا اهون علی الله من هذا الجدی علی اهله.

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ کہیں جا رہے تھے کہ

ان کا گزر ایک اروڑی سے ہوا جس پر کان کٹا ہوا بکری کا بچہ مرا پڑا تھا۔

آپؐ نے فرمایا: "اس بکری کے بچہ کی کیا قیمت ہوگی؟"

اصحاب نے عرض کی: "اگر یہ زندہ بھی ہوتا تو ایک درہم کے برابر بھی اس کی قیمت نہ ہوتی۔"

آپؐ نے فرمایا: "مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اللہ کی نظر میں یہ دنیا اس بکری کے بچے سے بھی زیادہ حقیر ہے۔"

عن ابی عبداللهؑ قال ان فی کتاب علی صلوات الله علیه انما مثل الدنیا کمثل الحیة ماالین مسها وفی جوفها سم الناقع یحذرها الرجل العاقل ویهوی الیها الصبی الجاهل: وقال الصادقؑ مثل الدنیا کمثل ماء البحر کلما شرب منه العطشان ازداد عطشا حتی یقتله.

"کافی جلد ۲ صفحہ ۱۳۶"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "حضرت علی علیہ السلام کی کتاب میں درج ہے کہ دنیا کی مثال سانپ کی سی ہے جو کہ بہت نرم اور خوش رنگ ہے لیکن اس کے اندر زہر قاتل بھرا ہوا ہے، عقل مند شخص اس سے ڈرتا ہے اور بے وقوف بچہ اس کی طرف مائل ہوتا ہے۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: "دنیا کی مثال سمندر کے پانی جیسی ہے، اسے جب کوئی پیاسا پئے گا تو اس کی پیاس میں اضافہ ہوتا جائے گا اور وہ پانی اسے مار ڈالے گا۔"

عن حماد بن بشیر قال سمعت ابا عبداللهؑ یقول مذئبان ضاریان فی غنم قد فارقها رعاؤها احدهما فی اولها والاخر فی آخرها بافسد فیها من حب المال

والشرف فی دین المسلم.

"الکافی جلد ۲ صفحہ ۳۱۵"

حماد بن بشیر کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا: "اگر بکریوں کے ریوڑ کا چرواہا موجود نہ ہو اور اس کی عدم موجودگی میں دو بھیڑیے ریوڑ میں چلے آئیں، ایک بھیڑیا ریوڑ کی ابتداء میں ہو اور دوسرا ریوڑ کے آخر میں ہو تو وہ دونوں بھیڑیے ریوڑ کا اتنا نقصان نہیں کریں گے جتنا کہ حب مال اور حبِ منصب مسلمان کے دین کو نقصان پہنچاتے ہیں۔"

قرآن، حدیث، تاریخ، اخلاق، اعمال اور دعاؤں پر مشتمل

علمی کتابیں

پنج سورہ .... باترجمہ	۱۰۱ دلچسپ مکالمے
سورۂ یٰس .... باترجمہ	جواب حاضر ہے
سورۂ یٰس سات مبین ...... باترجمہ	زیارات چہاردہ معصومین
دعائے کمیل .... باترجمہ	درسِ اخلاق
دعائے جوشن کبیر .... باترجمہ	شیعہ ہی اہلسنت ہیں
حدیث کساء .... باترجمہ	المیہ جمعرات
اعمال ماہ رمضان .... باترجمہ	تجوید القرآن
تحفۃ المؤمنین .... پاکٹ سائز	کیفر گناہان کبیرہ
تحفۃ المومنین .... کلاں مجلد	داستان ازدواج و تربیت
تعقیبات نماز .... پاکٹ سائز	آموزش دین
قلب سلیم .... ۲ جلدیں	اٹھو! خون حسینؑ کا انتقام لو
معراج .... یک جلدی	امام صاحب الزمانؑ کے اعمال
ہدیۃ الشیعہ .... یک جلدی	اسلام کا تصور الوہیت
نوادر الاحادیث ...... ۵ جلدیں	مثالی ماں
شرح قرآن .... جلد اول	مثالی خواتین
پند تاریخ ...... ۵ جلدیں	گلدستہ مناجات
گناہان کبیرہ ...... ۲ جلدیں	حماسہ و عرفان

بچوں کیلئے باتصویر کہانیاں بھی دستیاب ہیں

ملنے کا پتہ

حسن علی بک ڈپو بالمقابل بڑا امام باڑہ، کھارادر، کراچی۔ فون ۲۴۳۳۰۵۵

پندِ تاریخ

تالیف
موسیٰ خسروی

ترجمہ
محمد حسن جعفری

حسن علی بُک ڈپو بالمقابل بڑا امام باڑہ۔ کھارادر۔ کراچی فون ۲۴۳۳۰۵۵

વકફ

આ કિતાબ હાજી મહંપદઅલી ભાઈ અલીભાઈ સુંદરજી ''સોમાસોક'' તનનારીવ માડાગાસ્કરવાળા તરફથી તેમના મરહુમ સગાવહાલાઓની રૂહોના સવાબ અર્થે વકફ કરવામાં આવેલ છે.

લાભ લેનાર ભાઈ - બહેનો મરહુમોની અરવાહોના સવાબ અર્થે એક સુરએ ફાતેહા પઢી બક્ષી આપે એવી નમ્ર અરજ છે.

۴

پندِ تاریخ

اخلاقی ▣ تاریخی ▣ اجتماعی

تالیف : موسیٰ خسروی

ترجمہ : محمد حسن جعفری

حسن علی بک ڈپو

بالمقابل بڑا امام باڑہ۔ کھارادر۔ کراچی فون ۲۴۳۳۰۵۵

جملہ حقوق طبع حق ناشر محفوظ ہیں

کتاب	پند تاریخ جلد چہارم
تالیف	موسیٰ خسروی
ترجمہ	محمد حسن جعفری
کمپوزنگ	عبیداللہ اکرام
تصحیح	حسنین فاطمہ جعفری
طبع اول	۲۰۰۰ء

عناوین کتاب

باب اوّل ۔ شراب نوشی کے نقصانات

شراب نے شکست دے دی ---------- ۱۱
نعمان بن منذر اور شراب ---------- ۱۵
دعبل کی صورت سیاہ کیوں ہوئی ؟ ---------- ۱۶
صفوی حکومت کا آفتاب کیوں غروب ہوا؟ ---------- ۱۹
شراب خور کا یہ انجام بھی ممکن ہے ---------- ۱۹
شراب نے برامکہ کا خانہ خراب کیا ---------- ۱۲
شراب کے لئے امام علی رضا علیہ السلام کا فرمان ---------- ۲۵
حنفی مذہب اور نبیذ ---------- ۲۶
یزید بن عبدالملک اور شراب ---------- ۲۹
ولید بن یزید بدترین شرابی ---------- ۳۰
شراب ام الخبائث ہے ---------- ۳۲
ایرج میرزا کی نظم ---------- ۳۴

قربِ سلطاں آتش سوزاں بود ---- ۱۰۸
بد عقیدہ لوگوں سے نشست و برخاست نہ رکھیں ---- ۱۰۸
ایک ستمگار سے درخواست کرنے کی سزا ---- ۱۱۰
طاؤس یمانیؒ اور ہشام بن عبدالملک ---- ۱۱۱
جو عورت کی بات سن کر خوابِ غفلت سے بیدار ہوگیا ---- ۱۱۳
ظالموں کے لئے قوت کا سرچشمہ ---- ۱۱۵
نظام الملک کے عمل کی گواہی ---- ۱۱۸
ظلم کے بغیر ظالم کی ملازمت مشکل ہے ---- ۱۲۰
اگر طاغوتی حکومت میں ملازمت کرنی بھی ہو تو؟ ---- ۱۲۱
میں نے ملازمت غریب شیعوں کے لئے اختیار کی ہے ---- ۱۲۳
امام محمد تقی علیہ السلام کی سفارش ---- ۱۲۵
علی بن یقطین اور وزارت ---- ۱۲۷
چند روایات ---- ۱۲۹

باب پنجم۔ صدقہ و انفاق

کیا مؤمنین کے علاوہ کسی اور کو صدقہ دیا جاسکتا ہے؟ ---- ۱۳۵
ماؤں کو ایسی ہی تربیت کرنی چاہئے ---- ۱۳۷
صدقہ و انفاق کے لئے مال کا حلال ہونا ضروری ہے ---- ۱۴۱

ادھر سے مال ملا تو ادھر صدقہ کردیا ---- ۱۴۳
صدقہ سے آسمانی بلائیں دور ہوتی ہیں ---- ۱۴۷
صدقہ سے مال کی حفاظت کریں ---- ۱۴۸
حضرت یعقوب علیہ السلام کی آزمائش ---- ۱۵۰
صدقہ سے نحوست دور ہوتی ہے ---- ۱۵۳
صدقہ کے بعد احسان نہ جتلائیں ---- ۱۵۴
ایسا بھی ممکن ہے ---- ۱۵۷
حاجت برآری کا خوبصورت انداز ---- ۱۵۸
امام زین العابدین علیہ السلام کا کردار ---- ۱۶۰
اولاد کی حفاظت صدقہ سے کریں ---- ۱۶۲
صدقہ دے کر رزق میں اضافہ کریں ---- ۱۶۳
سوال نہ کرنا شرطِ جنت ہے ---- ۱۶۴
انداز سوال ---- ۱۶۵
چند روایات ---- ۱۶۶

باب ششم۔ دعا و توسل

دعا کی حیرت انگیز قبولیت ---- ۱۷۲
دعا کے لئے صفائے دل کی ضرورت ہے ---- ۱۷۷
وہ جس کے لئے جنت سے سواری آئی ---- ۱۷۹

خدا نے فرعون کی دعا بھی قبول فرمائی ---- ۱۸۱
اجابت دعا میں تاخیر کیوں ہوتی ہے؟ ---- ۱۸۳
دعا مستجاب کیوں نہیں ہوتی؟ ---- ۱۸۶
وقت مصیبت معصومینؑ سے متوسل ہونا چاہئے ---- ۱۸۸
جب توسل ذریعہء نجات بنا ---- ۱۸۹
التجا بحضور امام زمانہ (عج) ---- ۱۹۴
دعا مانگی تو نجات ملی ---- ۱۹۶
استجابت دعا کی ایک شرط یہ بھی ہے ---- ۲۰۲
دعا کا طریقہ ---- ۲۰۴
دعا اور توسل کے لئے بلند ہمتی ---- ۲۰۵
چند روایات ---- ۲۰۹

باب ہفتم۔ غازیانِ دین کی ایک جھلک

میثم تمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف ---- ۲۱۵
آخری سانس تک نصرت حق کرنے والے ---- ۲۲۳
سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حجاج ملعون ---- ۲۳۴
عدی بن حاتمؓ اور معاویہ ---- ۲۴۳
پاسبان مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے ---- ۲۴۵
زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کون ہیں؟ ---- ۲۴۷

وفادارِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ---- ۲۵۱
ربذہ کا ریگستان اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقت آخر ---- ۲۵۲
چند روایات ---- ۲۵۵

باب ہشتم۔ امید و خوف

سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کس چیز کا ڈر تھا؟ ---- ۲۶۰
امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کس چیز سے خوفزدہ تھے؟ ---- ۲۶۲
امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی پیادہ روی کا ایک واقعہ ---- ۲۶۳
حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غمگین کیوں رہتے تھے؟ ---- ۲۶۵
خوف خدا گناہوں سے بچاتا ہے ---- ۲۶۶
امام کی نصیحت کا انداز ---- ۲۶۸
جس نے عذاب آخرت پر آتش دنیا کو ترجیح دی ---- ۲۷۰
حضرت علی علیہ السلام کی راتیں کیسے گزرتی تھیں؟ ---- ۲۷۳
نوف بکالی کی دوسری روایت ---- ۲۷۵
آخرت کی تیاری کر کے جائیں ---- ۲۷۶
خوف خدا کی انتہا ---- ۲۷۹
خدا کی رحمت ملاحظہ کریں ---- ۲۸۲
رحمت خداوندی کی وسعت ---- ۲۸۴
چند روایات ---- ۲۸۵

باب نہم۔ توبہ و استغفار

شیطان اور توبہ	۲۹۰
توبہ سے خدا کتنا خوش ہوتا ہے	۲۹۲
بشر حافی کی توبہ	۲۹۳
ڈاکو سے ولی	۲۹۴
حقیقی توبہ کا ایک نمونہ	۲۹۶
توبہ کا ایک اور نمونہ	۲۹۹
مخفی توبہ بہتر ہے یا اعلانیہ؟	۳۰۲
استغفار کی شرائط و حدود	۳۰۵
توبہ کا یہ انداز بھی ملاحظہ فرمائیں	۳۰۶
آج کے لوگوں سے موازنہ کریں	۳۱۰
توبہ کے لئے تاخیر نہ کریں	۳۱۱
کب ایمان لایا اور توبہ کی؟	۳۱۲
ہر گناہ کے بعد توبہ کریں	۳۱۴
ولایت امیر کی گواہی کس عالم میں دی	۳۱۶
ہر گناہ کی علیحدہ توبہ ہے	۳۱۷
چند روایات	۳۱۹

باب اوّل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شراب نوشی کے نقصانات

یا ایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطٰن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ۔ (القرآن)

"اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت پانسے کے تیر ناپاک اور شیطانی عمل ہیں ان سے پرہیز کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔"

شراب نے شکست دے دی

جب چنگیز خان کے لشکر کے تعاقب سے تنگ آکر سلطان محمد خوارزم شاہ نے جزیرہ "آب سکون" میں پناہ حاصل کی تو اس وقت اس کے بیٹے جلال الدین نے باپ کی ذلت و رسوائی کو دھونے کا ارادہ کیا اور شہزادہ جلال الدین مشہور جنگ آزما نوجوان تھا۔

چنانچہ خوارزم شاہی سلطنت کو بچانے کے لئے وہ جزیرہ سے باہر آیا اور

خوارزم گیا وہاں سے غزنی چلا گیا۔

اس علاقے کے لوگوں نے جیسے ہی اس کے آنے کی خبر سنی تو وہ دھڑا دھڑ اس کے پرچم کے نیچے جمع ہونے لگے۔ چند دنوں میں اس کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ سے تجاوز کر گئی۔ جلال الدین فوج لے کر منگول لشکر پر حملہ آور ہوا اور اس کی صفوں کی صفیں تباہ کر دیں۔

چند دن بعد شہزادہ کے لشکر میں اختلاف پیدا ہو گیا اور اس کا لشکر منتشر ہونے لگا۔ لشکر کے اختلاف کی خبر جیسے ہی چنگیز خان نے سنی تو وہ فوراً اپنا وحشی لشکر لے کر غزنی پہنچا اور غزنی پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ شہزادہ جلال الدین ہندوستان کی طرف رخ کر کے چلا گیا ہے۔

چنگیز خان یہ خبر سن کر سخت غصہ کی وجہ سے پیچ و تاب کھانے لگا اور اس کے تعاقب کے لئے اس کے پیچھے چلنا لگا۔ یہاں تک کہ دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ ہو گئی۔ وحشی منگول لشکر نے شہزادے کی فوج کو تہس نہس کر دیا۔ چند گھنٹوں کی جنگ کے بعد جلال الدین کے پاس صرف سات سو فوجی بچ گئے۔ اس قلیل فوج کے باوجود شہزادہ منگول فوج پر تابڑ توڑ حملے کرتا رہا اور منگول فوج اس کا گھیرا تنگ کرتی رہی۔ جلال الدین بھی اس صورت حال سے بے خبر نہیں تھا اس نے تازہ دم گھوڑا منگوایا اور منگول فوج پر زبردست حملہ کر دیا آخر کار اس کے سامنے سے منگول فوج چھٹ گئی اور اس نے اپنے گھوڑے کو دریائے سندھ میں ڈال دیا اور متلاطم موجوں کو چیر کر دریا کے دوسرے کنارے پہنچ گیا۔

یہ منظر دیکھ کر چنگیز خان نے بے ساختہ کہا: "بے شک ایسی اولاد پر

باپ کو فخر کرنا چاہئے۔"

پھر چند سال تک جلال الدین اسی طرح سے اچانک حملے کر کے منگول لشکر کو تباہ کرتا رہا۔ پھر ۶۲۸ھ میں سلطان کو خبر ملی کہ تاتاریوں کا ایک بڑا لشکر تاتاری سردار جرماغون کی زیر قیادت دریائے آمو سے گزر کر عراق آرہا ہے۔ چنانچہ ان کے مقابلے کے لئے سلطان تبریز آیا اور وہاں سے اس نے عباسی خلیفہ اور سلطان علاؤالدین سلجوقی اور حاکم شام کے پاس خطوط لکھے جس میں اس نے تحریر کیا کہ آپ لوگ تاتاری فتنہ کو معمولی فتنہ نہ سمجھیں، آج میں اس فتنہ کے سامنے حد سکندری بنا ہوا ہوں، آپ لوگوں کا فرض ہے کہ آپ میری پشت پناہی کریں اور یاد رکھیں اگر اس سیلاب نے اس بند کو کمزور کر کے گرا دیا تو یہ سیلاب تم سب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا اور تمہاری حکومتیں اس میں خس و خاشاک کی طرح سے بہہ جائیں گی۔ لیکن سلطان کے قاصد وہاں سے مایوس ہو کر واپس آگئے اور مذکورہ سلاطین نے اس کی مدد کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر سلطان تبریز سے نکل کر دیار بکر چلا گیا اور اس نے وہاں سے جاسوس روانہ کئے تاکہ معلوم کیا جاسکے کہ تاتاری لشکر کی تعداد کیا ہے اور وہ کہاں تک پہنچ پایا ہے؟

جاسوسوں نے چند دن بعد سلطان کو یہ خبر سنائی کہ منگول لشکر آذربائی جان اور عراق کی سرحد کے قریب آکر واپس چلا گیا۔ یہ سن کر سلطان بے حد خوش ہوا کہ خدا نے قضائے مبرم کو ٹال دیا ہے۔ بس اس کے بعد سلطان شراب و شباب کی طرف متوجہ ہوا اور دربار میں مغنیوں کے ساز بجنے لگے اور سلطان ہر وقت بربط و رباب کی جھنکار میں کھویا ہوا رہنے لگا۔

جب سلطان کو شراب میں لوگوں نے محو پایا تو انھوں نے بھی سلطان کی عادت اپنائی اور لشکر کے افسر بھی ہر وقت شراب میں دھت رہنے لگے۔

نورالدین زیدی سلطان کا اتالیق تھا، اس نے یہ حالات دیکھی تو سلطان کے دربار میں اس نے یہ رباعی پڑھی:

شاها زمی گراں چه برخواهد خاست
وزمستی بیکراں چه برخواهد خاست
شه مست و جهاں خراب دشمن پس و پیش
پیداست کزیں میاں چه برخواهد خواست

شاہ! شراب کا کیا نتیجہ نکلے گا اور اس بے تحاشا مستی کا انجام کیا ہوگا حالت یہ ہے کہ شاہ مست ہے اور جہاں تباہ ہے اور دشمن گرد و پیش سے تاک میں ہے۔ ان حالات کا آخر نتیجہ کیا بر آمد ہوگا۔

لیکن نقار خانے میں طوطی کی آواز بھلا کون سنتا؟ دربار میں تو ہر طرف شراب کی مستی چھائی ہوئی تھی اور خمار نے ان کی عقلوں پر پردے ڈال دیئے تھے، یہاں کے یہی شب و روز تھے، لیکن دشمن تاک میں بیٹھا تھا۔

ایک مرتبہ آدھی رات کے وقت معلوم ہوا کہ چنگیز خان کے لشکر نے سلطان کے شہر پر شب خون مارا اور اس وقت سلطان شراب ناب کے نشے میں مدہوش تھا، ایک معتمد نے بھاگتے ہوئے سلطان کو چنگیز خان کی آمد کی اطلاع کی، سلطان بستر سے اٹھا تو اس کے ذہن سے خمار نہیں جاتا تھا آخرکار اس کے سر پر ٹھنڈا پانی ڈالا گیا، بڑی مشکل سے سلطان کا خمار دور ہوا لیکن اس عرصے میں چنگیز خان کی فوج نے بلائے آسمانی بن کر پورے شہر کو اپنی گرفت

میں لے لیا۔ سلطان جنگ میں مارا گیا اور خوارزم شاہی سلطنت کا ٹمٹماتا ہوا چراغ بجھ گیا۔

نمید انند اهل غفلت انجام شراب آخر
بآتش میر وند این غافلاں ازراه آب آخر

اہل غفلت کو شراب کے نقصان کا اندازہ ہی نہیں ہے، اس نجس پانی کی وجہ سے دوزخ میں جا رہے ہیں۔ (قطعات منتخبہ اسماعیل امیر خیزی)

نعمان بن منذر اور شراب

نعمان بن منذر عرب کا بادشاہ تھا اور جس دور میں ایران پر ساسانی خاندان کی حکومت تھی، اسی دور میں یہ عرب کا حکمران تھا۔ اس کے دو ندیم تھے جن سے وہ بے حد پیار کرتا تھا اور شب و روز انہیں اپنے ساتھ رکھا کرتا تھا۔ ایک رات بادشاہ نے بے تحاشا شراب پی اور جب ہوش و حواس سے بیگانہ ہوگیا تو اس نے حکم دیا کہ ان دونوں ندیموں کو زندہ درگور کردیا جائے۔ شاہی حکم کی فوری تعمیل ہوئی اور انہیں اسی وقت زندہ دفن کردیا گیا۔

صبح کے وقت جب بادشاہ ہوش میں آیا تو اپنے ندیموں کو بلانے کا حکم دیا۔ اسے بتایا گیا کہ: "انہیں رات کے وقت خود اسی کے حکم سے زندہ درگور کیا جاچکا ہے۔"

یہ سن کر بادشاہ سخت مغموم ہوا لیکن کمان سے نکلا ہوا تیر واپس نہیں آسکتا تھا، پھر بادشاہ نے ان ندیموں کا مزار بنایا اور سال میں دو دن کے لئے ان کی قبروں پر آیا کرتا تھا۔

زمانہ جاہلیت میں قیس بن عاصم شراب پی کر اتنا مست ہوا کہ اپنی باکرہ بہن کی عزت تار تار کر ڈالی۔ لٹی ہوئی بہن اپنے ماموں کے گھر چلی گئی۔

صبح ہوئی تو قیس نے اپنی بہن کے متعلق پوچھا تو اسے بتایا گیا کہ:

"رات تم نے اپنی بہن کو بے توقیر کیا تھا۔"

یہ سن کر وہ سخت شرمندہ ہوا اور ہمیشہ کے لئے شراب سے توبہ کر لی۔" (معجزات توشلبہ ہائی الکلی ص ۲۸)

دعبل کی صورت سیاہ کیوں ہوئی؟

دعبل خزاعی ایک قادرالکلام شاعر تھے۔ انہوں نے اپنے اشعار میں آل محمدؐ کی بے حد خوبصورت انداز میں مدح کی ہے۔ آپ ہی نے امام علی رضا علیہ السلام کے دربار میں اپنا مشہور مرثیہ پڑھا تھا۔ امام علیہ السلام نے اس مرثیے کو بے حد پسند فرمایا اور مرثیے کے آخر میں ایک شعر کا اپنی طرف سے اضافہ فرمایا تھا اور وہ شعر یہ تھا:

وقبر بنو قان یالها من مصیبة

تضنمها الرحمن بالصلواة

ایک قبر نوقان میں ہے اور ہائے یہ کتنی بڑی مصیبت ہے اور اللہ اس قبر والے پر صلواۃ اور رحمت فرمائے۔

دعبل خزاعی نے یہ شعر سن کر کہا تھا: مولا! علاقہ نوقان (مشہد) میں تو آل محمدؐ کی کوئی قبر نہیں ہے، آپ کا اشارہ کس قبر کی طرف ہے؟"

امام علی رضاؑ نے فرمایا: "میرا اشارہ میری اپنی قبر کی طرف ہے۔"

امام ہشتم علیہ السلام نے دعبل خزاعی کو اپنا جبہ عطا کیا اور اس کے علاوہ آپؑ نے کچھ دینار رضوی بھی عطا فرمائے، ان دیناروں پر امام علی رضا علیہ السلام کا نام کندہ تھا، جبہ امامؑ کے ایک ٹکڑے کی کرامت سے دعبل کی والدہ کی کھوئی ہوئی بصارت لوٹ آئی تھی۔

امام علی رضا علیہ السلام نے دعبل کو ان الفاظ سے خوش آمدید کہا تھا:

"مرحبا بك یا دعبل مرحبا بما دحنا و محبنا و بناصرنا بیده ولسانه."

دعبل! تمہیں خوش آمدید، ہمارے مداح اور محبّ اور ہاتھ اور زبانؔ سے ہماری مدد کرنے والے کو خوش آمدید ہو۔

اسی دعبل کا بیٹا علی بن دعبل روایت کرتا ہے کہ وفات کے وقت میرے والد کا چہرہ سیاہ ہو گیا اور ان کی زبان بند ہو گئی تھی۔ میں یہ ماجرا دیکھ کر بے حد پریشان ہوا اور میں مذہب اہلبیتؑ کے متعلق نظر ثانی پر مجبور ہونے ہی والا تھا کہ تین دن بعد اپنے والد کو عالم خواب میں دیکھا، انہوں نے سفید براق قسم کا لباس پہنا ہوا تھا اور ان کے سر پر سفید رومال تھا، میں نے عرض کی:

"بابا جان! اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ کیا؟"

انہوں نے کہا: "بیٹا! تم نے جو آخر وقت میں میرے چہرے کی سیاہی اور زبان کی بندش کو دیکھا تو اس کا سبب میری وہ شراب نوشی تھی جو میں اپنی زندگی میں کیا کرتا تھا، اسی شراب نوشی کی وجہ سے میں آج تک تکلیف میں مبتلا رہا اور آج پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور آپؐ نے سفید لباس زیب تن کیا ہوا تھا اور مجھ سے فرمایا: "تو دعبل ہے؟"

میں نے عرض کی: "جی ہاں! میں دعبل ہوں۔"

آپؐ نے فرمایا: "مجھے کوئی ایسا شعر سناؤ جو تم نے میرے مظلوم فرزند

حسینؑ کے لئے کہا ہو۔"

میں نے حضور اکرمؐ کو اپنے یہ شعر سنائے:

لا اضحك الله سن الدهر ان ضحكت
وال احمد مظلومون قد قهروا
مشردون نفوا عن عقر دار هم
كانهم قد جنوا ماليس يغفر

اگر زمانہ ہنسنا چاہے تو خدا اس کے چہرے کو کبھی ہنسنا نصیب نہ کرے جبکہ آل محمد مظلوم ہیں اور ان پر ظلم کیا گیا ہے۔ وہ آج دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں انہیں ان کے گھروں سے نکال دیا گیا ہے گویا انہوں نے کوئی ایسا جرم کیا ہے جو قابل معافی نہیں ہے۔

حضور اکرمؐ نے یہ سن کر فرمایا: "بہت اچھا۔" پھر آپؐ نے میری شفاعت فرمائی اور یہ لباس عطا کیا جو تم اس وقت دیکھ رہے ہو۔(روضات الجنات ص ۲۸۱، بحار الانوار ج ۱۲ ص ۷۲)

حکیم سنائی نے شراب کی مذمت میں نظم تحریر کی تھی جس کا ایک مصرعہ یہ ہے:

گر کنی بخشش ، گویند فی کرد نه وی
ورکنی عربده گویند که وی کرد نه فی

اگر شراب پی کر سخاوت کروگے تو لوگ کہیں گے کہ سخاوت شراب نے کی ہے اس نے نہیں کی اور اگر برائی کروگے تو لوگ کہیں گے کہ برائی اس نے کی ہے شراب نے نہیں کی۔

صفوی حکومت کا آفتاب کیوں غروب ہوا؟

شاہ طہماسپ نے نادر کی اطلاع اور اجازت کے بغیر عثمانی ترکوں سے جنگ کی اور شکست کھائی۔ جس کے نتیجے میں اسے عثمانی حکومت سے ذلت آمیز شرائط پر صلح کرنی پڑی۔

نادر نے مذکورہ صلح کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اصفہان چلا گیا اور شاہ طہماسپ کو کافی سرزنش کی اور پھر دوسری رات اسے فوجی چھاؤنی بلایا۔

اسی رات شاہ طہماسپ نے بے تحاشا شراب پی رکھی تھی اور نشہ میں وحشت ہو کر نادر کے پاس گیا اور احمقانہ حرکات کرنے لگا۔

نادر نے فوجی افسران سے کہا: "کیا یہ شخص ایران جیسے حساس ملک کی حکومت کے لائق ہو سکتا ہے؟"

سب نے نفی میں جواب دیا۔ نادر نے اسے حکومت سے معزول کر دیا اور اسے تخت و تاج سے علیحدہ کر دیا اور یوں شاہ اسماعیل اور شاہ عباس کبیر کے ہاتھوں پروان چڑھنے والی سلطنت ایک شرابی کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔(مضرات نوشابہ الکلی ص ۶۲)

شراب خور کا یہ انجام بھی ممکن ہے

ظہور اسلام کے بعد مکہ کے قریشی مسلمانوں کو تنگ کرتے تھے اور انہیں طرح طرح کی اذیتیں دیا کرتے تھے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو حبشہ جانے

کی اجازت دی۔ چنانچہ کچھ مسلمان حضرت جعفر طیار علیہ السلام کی زیر قیادت نجاشی کے ملک حبشہ چلے گئے۔ کفار کو ان کے جانے کا افسوس ہوا اور انہیں یہ خطرہ محسوس ہوا کہ اب مہاجرین کے ذریعے سے اسلام حبشہ کی سرزمین میں بھی متعارف ہو جائے گا۔

انہوں نے ایک سفارت تشکیل دی جس میں عمرو بن العاص اور عمارہ بن ولید سرفہرست تھے اور انہیں بہت سے تحفے دے کر حبشہ بھیجا گیا کہ نجاشی اور اس کے مشیروں کو یہ ہدیے دے کر مہاجرین کو وہاں سے نکالا جاسکے۔ عمرو بن العاص اور عمارہ بن ولید سمندری کشتی کے ذریعے سے حبشہ روانہ ہوئے، اس سفر میں عمرو بن العاص کی بیوی بھی اس کے ہمراہ تھی۔

عمارہ بن ولید انتہائی خوبصورت اور بدقماش انسان تھا اور شراب کا بے حد رسیا تھا۔ عمرو بن العاص اور عمارہ مل کر مے نوشی کیا کرتے تھے اور عمارہ مخلوط اجتماع کی وجہ سے عمرو بن العاص کی بیوی پر عاشق ہوگیا اور ایک مرتبہ جب دونوں مے نوشی کی وجہ سے بدمست ہو چکے تھے تو عمارہ نے عمرو کی بیوی سے کہا: "تم میرا بوسہ لو۔" اور شراب نے عمرو کو بھی اس درجہ غیرت سے عاری کردیا تھا کہ اس نے بیوی سے کہا۔ "تم عمارہ کو بوسہ دو۔" عورت نے عمارہ کو بوسہ دیا اور یوں دونوں ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہوتے گئے۔

ایک مرتبہ جبکہ عمرو جہاز کے عرشے پر کھڑا تھا تو عمارہ نے اسے سمندر میں دھکا دیا۔ بڑی مشکل سے عمرو نے جان بچائی اور عمرو کے دل میں اس کے خلاف کینہ پیدا ہوگیا۔

جب دونوں حبشہ پہنچے تو وہاں کئی ماہ تک مقیم رہے۔ عمارہ نے کسی

طرح سے نجاشی کی بیوی کے پاس آمد و رفت کا سلسلہ پیدا کرلیا اور نجاشی کی بیوی سے بھی اس کی آشنائی پیدا ہوگئی اور پھر عمارہ، عمرو کو روزانہ اپنی محبت اور عشق کی داستانیں سنایا کرتا تھا۔

ایک دن عمرو نے کہا: "میں تمہاری باتوں کو اس وقت تک تسلیم نہیں کروں گا جب تک تم اس کی بیوی سے نجاشی کا مخصوص عطر لے کر مجھے نہ دکھاؤ گے۔"

چنانچہ دوسرے دن عمارہ نے عطر کی مخصوص شیشی عمرو کو لاکر دی۔ عمرو نے چوری چھپے جاکر نجاشی کو اپنے ہم سفر کی خیانت سے مطلع کیا۔ نجاشی نے بظاہر عمارہ کو کوئی سزا نہ دی لیکن انہوں نے دوران ضیافت اسے ایک عجیب و غریب دوائی کھلادی جس کا اثر یہ ہوا کہ عمارہ نے انسانوں کی صحبت کو چھوڑ دیا اور حیوانات کے ساتھ رہنے لگا۔

عمرو بن العاص بڑی مشکل سے اسے واپس مکہ لایا لیکن یہاں پہنچ کر وہ انسانوں کی محفلوں میں نہ بیٹھا، جنگلوں میں چلا گیا اور جنگلی حیوانات کے ساتھ مل کر اچھل کود کیا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ قریش نے اسے بڑی مشکل سے پکڑا تو وہ چیخنے چلانے لگا اور واپس جنگل جانے کے لئے بڑے جتن کرنے لگا اور اتنا مضطرب ہوا کہ قریش کے ہاتھوں اس نے جان دے دی۔ (الغدیر ج ۲ ۱۲۶)

شراب نے برامکہ کا خانہ خراب کیا

ہارون الرشید، جعفر برمکی کا شیدائی تھا اور اسے دیکھے بغیر اسے چین

نہیں آتا تھا، ہارون کی ایک بہن تھی جس کا نام عباسہ تھا، ہارون کو اپنی بہن سے بھی بے پناہ محبت تھی۔ اس الفت و محبت کی وجہ سے ہارون بڑا پریشان تھا کہ اگر وہ عباسہ کے پاس وقت بسر کرتا تو جعفر کی صحبت سے اسے محروم ہونا پڑتا تھا اور اگر وہ جعفر کے پاس بیٹھتا تو اسے اپنی بہن کی یاد اور محبت ستایا کرتی تھی۔ آخرکار اس نے اس مسئلہ کا حل یہ سوچا کہ دونوں کا آپس میں نکاح کر دیا جائے تاکہ وہ دونوں کی محبتوں کو بیک وقت سمیٹ سکے۔

اس نے جعفر سے کہا کہ میں اپنی بہن عباسہ کو تمہارے نکاح میں دیتا ہوں لیکن اس کے لئے میری ایک شرط ہے اور وہ یہ ہے کہ میری مجلس کے علاوہ تم دونوں آپس میں اکٹھے نہیں بیٹھو گے اور اس سے جنسی تعلقات قائم نہیں کرو گے۔

جعفر نے پہلے پہل بڑی معذرت کی لیکن ہارون کے اصرار پر اسے یہ شرط قبول کرنی پڑی۔ بہر نوع ان دونوں کا عقد پڑھ دیا گیا اور وہ دونوں ہارون کے دربار میں اکٹھے بیٹھا کرتے تھے۔

عباسہ شوہر کے وصال کی خواہش مند تھی لیکن جعفر اس کی خواہش کو ٹھکراتا رہا۔ عباسہ نے جعفر کی ماں سے منت سماجت کی کہ: "کسی طرح سے جعفر کو اس کے ساتھ شب باشی کے لئے آمادہ کرو۔"

جعفر کی ماں روزانہ جعفر سے کہتی: "بیٹا! میں نے تمہارے لئے ایک خوبصورت کنیز خریدی ہے اور وہ شکل و صورت کے اعتبار سے بے مثال ہے، جب تم اسے دیکھو گے تو تمہیں اس کے چہرے کے سامنے چاند بھی ماند نظر آئے گا۔" وہ یوں ہر روز اس کی خواہش کو برانگیختہ کرتی رہی۔

ایک شب جب کہ جعفر نے خوب شراب پی ہوئی تھی تو ماں سے کہا: "تم روزانہ کنیز کا ذکر کرتی ہو لیکن تم نے مجھے ابھی تک اس کے وصل سے محروم رکھا ہوا ہے، میں چاہتا ہوں کہ آج شب اسے میرے خلوت کدہ میں بھیجا جائے۔"

جعفر کی ماں یہ سن کر خوش ہو گئی اور عباسہ سے جا کر کہا: "تمہیں مبارک ہو تمہاری وصل کی گھڑی آگئی ہے۔"

عباسہ، جعفر کے خلوت کدہ میں داخل ہو گئی اور دونوں ایک دوسرے سے متمتع ہوئے، جب صبح ہونے لگی تو عباسہ نے کہا: "جعفر! تم نے شاہزادیوں کی چالاکی دیکھی؟"

اس کے باوجود بھی جعفر کو اصل حقیقت کا علم نہ ہوا تو عباسہ نے کہا:

"جعفر! ہوش میں آؤ اور مجھے پہچانو میں تمہاری بیوی عباسہ ہوں۔"

عباسہ کے ان الفاظ نے کوڑے کا کام دیا، جعفر کا نشہ ہرن ہو گیا اور اپنی ماں کے پاس آیا اور لرزتے ہوئے لہجے میں کہا: "تم نے مجھے انتہائی قلیل معاوضہ کے بدلے میں فروخت کیا ہے اور اس رات کا نتیجہ عنقریب تمہارے سامنے آجائے گا۔"

اس رات کے نتیجہ میں عباسہ حاملہ ہو گئی اور اسے ایک بچہ پیدا ہوا جسے بڑے مخفی انداز میں دایہ کے ہاتھوں مکہ بھیج دیا گیا۔ مگر ہارون کی بیوی زبیدہ کو سارے واقعے کی اطلاع ہو گئی، وہ برامکہ کو سخت ناپسند کرتی تھی، اس نے ایک دن مناسب موقع پاکر تمام واقعہ ہارون کے گوش گزار کر دیا، ہارون نے پہلے پہل تو زبیدہ کی بات کا یقین نہ کیا لیکن جب زبیدہ نے اس مقام کی بھی نشاندہی

کردی جہاں جعفر اور عباسہ کا بیٹا پرورش پا رہا تھا تو ہارون نے اس سال حج کی تیاری کی اور مکہ آیا اور مکہ میں رہ کر اس نے تمام حالات کی تحقیق کی تو اسے زبیدہ کی بات سچ نظر آئی۔

حج سے واپسی پر ہارون نے خاندان برامکہ کو تباہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔

مکہ سے ہارون جب بغداد واپس آیا تو ایک رات قمر نامی سیرگاہ میں کافی دیر تک جعفر کے ساتھ خوش گپیاں کرتا رہا اور اس نے سندی بن شاہک کو یہ حکم دیا کہ وہ برامکہ کے تمام محلات کو اپنے محاصرے میں لے لے۔

جب جعفر ہارون سے رخصت ہو کر اپنے محل میں گیا تو ہارون نے اپنے خادم مسرور کو بلا کر کہا: "مسرور! میں تمہارے ذمہ ایک ایسا کام لگانا چاہتا ہوں جس کا اہل میں اپنے بیٹوں کو بھی نہیں سمجھتا، تو بتاؤ کیا تم میرا وہ کام کرو گے؟"

مسرور نے کہا: "اگر آپ حکم دیں تو میں آپ کے حکم پر اپنے شکم میں چھری گھونپنے پر بھی آمادہ ہوں۔"

یہ سن کر ہارون نے کہا: "تو کیا تم جعفر کو جانتے ہو؟"

مسرور نے کہا: "میں بھلا جعفر سے کیسے ناواقف رہ سکتا ہوں۔"

تو ہارون نے کہا: "اب میرا حکم یہ ہے کہ تم جاؤ اور جعفر کو اس وقت جس حال میں بھی پاؤ اس کی گردن جدا کر دو اور اس کا سر میرے پاس لاؤ۔"

بادشاہ کا حکم سن کر مسرور گیا اور جعفر کو بلا کر ہارون کا یہ حکم سنایا تو جعفر نے کہا: "تمہیں ایسا کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اصل بات یہ ہے کہ ہارون بعض اوقات مجھ سے اس طرح کا مذاق کیا کرتا ہے تم مجھے کم از کم آج کی

رات کی ہی مہلت دے دو۔"

مسرور نے اس کی درخواست قبول نہ کی اور اسے اپنے ساتھ پکڑ کر ہارون کے خیمہ کے قریب لا کر بٹھایا اور خود ہارون کے پاس گیا اور اس سے کہا: "میں جعفر کو لے آیا ہوں۔"

ہارون نے غصے میں کہا: "اسے فوراً قتل کر دو۔"

مسرور واپس آیا اور جعفر سے کہا: "تم نے بادشاہ کا حکم سن لیا ہے، اب تم قتل کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔"

جعفر نے جیب سے رومال نکال کر اپنی آنکھوں پر پٹی باندھی اور گردن جھکادی۔ مسرور نے بے دریغ اس کا سر قلم کردیا اور اس کا سر ہارون کے قدموں میں ڈال دیا۔

ہارون نے جعفر کے سر کو اپنے سامنے رکھ کر کہا: "جعفر! تم نے یہ جرم کیا تھا، تم نے وہ جرم کیا تھا وغیرہ وغیرہ۔"

پھر مسرور سے کہا: "جاؤ تم فلاں فلاں شخص کو میرے پاس لاؤ۔"

مسرور مذکورہ افراد کو لے کر ہارون کے پاس آیا تو ہارون نے ان سے کہا: "تم فوراً مسرور کو قتل کر دو کیونکہ میں جعفر کے قاتل کو زندہ نہیں دیکھ سکتا۔ (مروج الذہب مسعودی ج ۲ ص ۳۸۶)

شراب کے لئے امام علی رضاؑ کا فرمان

فضل بن شاذان نے امام علی رضا علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: "جب امام حسین علیہ السلام کا سر اقدس شام لایا گیا تو یزید نے حکم

دیا کہ دستر خوان بچھایا جائے، دستر خوان بچھایا گیا تو اس پر یزید اپنے دوستوں سمیت بیٹھ گیا اور شراب پینے لگا۔ پھر اس نے کہا کہ شطرنج لائی جائے، شطرنج لائی گئی تو وہ شطرنج کھیلنے میں مشغول ہو گیا اور امام حسین علیہ السلام کے والد اور نانا کا تذکرہ کر کے مذاق اڑاتا رہا اور وہ ملعون پیالہ کی بچی ہوئی شراب کو اسی طشت کے قریب پھینکتا جس میں امام مظلوم کا سر اقدس تھا۔"

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "فمن کان من شیعتنا فلیستورع من شرب الخمر ولعب الشطرنج." پس جو ہمارا شیعہ ہے اسے چاہئے کہ وہ شراب نہ پیئے اور شطرنج نہ کھیلے اور جب کبھی اس کی نظر شراب اور شطرنج پر پڑے تو امام حسین علی السلام کو یاد کرے اور یزید پر لعنت کرے اللہ تعالیٰ اس عمل کے بدلے میں اس کے گناہ معاف کر دے گا۔ اگرچہ اس کے گناہ ستاروں کی تعداد کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ (روضات الجنات ص ۱۳۲)

حنفی مذہب اور نبیذ

امام ابو حنیفہ نے نبیذ کو حلال قرار دیا ہے جبکہ امت کے باقی علماء اسے شراب قرار دے کر حرام اور نجس قرار دیتے ہیں۔ ویسے بھی امام ابو حنیفہ کی فقہ بھی انتہائی عجیب ہے جس میں بہت سے ایسے مسائل ہیں جنہیں کسی بھی انسان کی طبع سلیم قبول نہیں کر سکتی۔

مثلاً فقہ حنفی کا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی ماں یا بہن سے جان بوجھ کر نکاح کرے تو اس پر زنا کی حد شرعی نافذ نہ ہو گی اور اس نکاح سے پیدا ہونے والا بچہ بھی اسی سے ملحق کیا جائے گا اور اس سے بھی زیادہ عجیب

فقہ حنفی کا یہ مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ بایں طور ہمبستر ہو کہ وہ آلہ تناسل کو کسی کپڑے وغیرہ سے لپیٹے ہوئے ہو تو ایسے شخص پر زنا کی حد شرعی نافذ نہیں ہو گی۔ البتہ قاضی کو چاہئے کہ وہ اسے سخت قسم کے الفاظ سے سرزنش کرے۔

فقہ حنفی کے گلستان میں کس طرح کے بیل بوٹے ہیں اس کے لئے سلطان محمود غزنوی کے دور کا ایک واقعہ ہی کافی ہے:

مشہور مورخ ابن خلکان اپنی کتاب وضیات الاعیان میں لکھتے ہیں کہ سلطان محمود غزنوی کو احادیث سننے کا بہت شوق تھا جب وہ احادیث سنتا تو وہ محسوس کرتا کہ احادیث فقہ شافعی کو تقویت دیتی ہیں جبکہ سلطان فقہ حنفی کا پیروکار تھا۔ اس نے فقہ حنفی و فقہ شافعی دونوں کے علماء کو دربار میں بلا کر کہا: "آپ اپنی اپنی فقہ کی برتری کے دلائل بیان کریں۔"

ان علماء میں مشہور شافعی عالم قفال مروزی موجود تھے انہوں نے کہا: "سلطان! آپ ان طویل بحثوں میں اپنا وقت ضائع نہ کریں آپ دونوں فقہوں کی دو دو رکعت نماز دیکھ کر خود ہی فیصلہ کر لیں۔"

سلطان نے کہا: "درست ہے، مجھے دو رکعت نماز مذہب شافعی کے مطابق پڑھ کر دکھاؤ اور دو رکعت نماز فقہ حنفی کے مطابق بھی پڑھ کر دکھاؤ۔"

قفال مروزی نے سلطان کے سامنے وضو کیا اور دو رکعت نماز بڑے ہی خشوع و خضوع سے ادا کر کے کہا "یہ فقہ شافعی کی تجویز کردہ نماز ہے، اب میں آپ کو فقہ حنفی کے مطابق بھی دو رکعت نماز پڑھ کر دکھاتا ہوں اور جب آپ نے دو رکعت نماز دیکھ لی تو پھر آپ کو فقہ حنفی کے باطل ہونے کے

لئے کسی اور دلیل کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔"

قفال مروزی کھڑے ہوئے اور کتے کی رنگی ہوئی کھال کندھے پر ڈالی اور سر کو نجاست سے آلودہ کیا اور خرما کے شیرے سے وضو کیا، گرمیوں کا موسم تھا شیرے کی وجہ سے مکھیاں اور مچھر اس پر بھنبھنانے لگے۔ پھر اس نے نماز شروع کی۔ تکبیر الاحرام "اللہ اکبر" کہنے کی بجائے اس نے فارسی میں کہا: "خدا بزرگ است" اور پھر سورۃ رحمان کی آیت "مدھامتان" کا ترجمہ فارسی میں یہ کیا "برگ سبز"، پھر سجدے میں چلا گیا اور مرغ کی طرح زمین پر دو ٹھونگے مارے، تشہد پڑھی اور سلام کے بجائے اس نے زور سے اپنے پیٹ کی ہوا خارج کی اور نماز سے فارغ ہو گیا اور کہا: "سلطان معظم! یہ نماز فقہ حنفی کے مطابق ہے۔"

سلطان یہ نماز دیکھ کر سخت ناراض ہوا اور کہا: "یہ کیسی نماز ہے؟ کوئی بھی مسلمان اسے نماز نہیں کہہ سکتا، اگر تم نے اپنی اس نماز کو فقہ حنفیہ کی کتابوں سے ثابت نہ کیا تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔"

پھر سلطان نے چند افراد کو حکم دیا کہ وہ قفال سے حنفی کتابوں کا ثبوت مانگیں اور مذکورہ نماز کا جواز کتب حنفیہ سے حاصل کریں۔

چنانچہ قفال نے اپنی پڑھی ہوئی نماز سلطان کے مقرر کردہ افراد کو کتب حنفیہ سے دکھائی اور ان افراد نے سلطان کے پاس توثیق کی کہ واقعی یہ نماز فقہ حنفیہ کے مطابق ہے۔

اسی دن سے سلطان نے فقہ حنفی کو چھوڑ کر فقہ شافعی کو اختیار کیا۔

یزید بن عبدالملک اور شراب

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بعد یزید بن عبدالملک سریر آرائے سلطنت ہوا اور یہ بدبخت لہو و لعب اور شراب خوری کا رسیا تھا۔ اس کے حرم سرا میں سینکڑوں کنیزیں تھیں جن میں سے دو کنیزوں "سلامۃ النفس" اور "حبابہ" نامی کنیزوں سے وہ بے حد عشق کیا کرتا تھا اور وہ دونوں اپنے وقت کی عمدہ گلوکارہ تھیں۔

ولید جب شراب نوشی کی محفل جماتا تو ان میں سے ایک کو دائیں اور دوسری کو بائیں پہلو میں بٹھاتا تھا اور دو کنیزیں ساز بجاتیں اور "خلافت مآب" شراب نوش فرماتے تھے۔ اور جب شراب و شباب میں بدبخت پوری طرح مست ہوتا تو کہتا تھا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں پرواز کروں، یہ سن کر کنیزیں کہتی تھیں کہ خدارا یہ ظلم مت کریں، امت کو بے سہارا مت کریں۔ یہ منحوس خلیفہ ان کنیزوں سے ایک آن کے لئے جدا ہونا پسند نہیں کرتا تھا۔

ایک مرتبہ حبابہ نامی کنیز بیمار ہوئی تو خلیفہ صاحب اس کی پٹی سے لگ کر بیٹھ گئے۔ چند دن بعد وہ مر گئی تو خلیفہ صاحب اسے دفن کرنے کی اجازت نہ دیتے تھے اور ہر وقت اس کے مردہ جسم کو تکتے جاتے تھے۔ آخرکار نوبت بآنجا رسید کہ اس کا جسم متعفن ہو گیا اور پورے محل میں بدبو پھیلنے لگی۔ خلیفہ کے مقربین نے اسے لعنت ملامت کی تو اس نے کنیز کے جسم کو دفن کرنے کی اجازت دی اور اس کی جدائی خلیفہ جی پر اتنی شاق گزری کہ چند دن بعد خلیفہ دنیا سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گیا۔

اس سے پہلے اسکا ہم نام یزید لعین بھی شراب نوشی میں اپنی مثال آپ

تھا اور وہ بدبخت اپنے ہم پیالہ لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر یہ شعر پڑھا کرتا تھا:

ذع المساجد للعباد تسکنها
واجلس علی دکة الخمار و اسقینا
ما قال ربك ویل للذی شربا
بل قال ربك ویل للمصلینا

مساجد کو عبادت گزاروں کے حوالے کردو اور میخانہ کے تھڑے پر بیٹھ جا اور ہمیں شراب پلا۔ تیرے رب نے یہ نہیں کہا کہ شراب پینے والوں کی تباہی ہے بلکہ تیرے رب نے یہ کہا ہے کہ نماز پڑھنے والوں کے لئے ہلاکت و تباہی ہے۔(مروج الذہب مسعودی)

ولید بن یزید بدترین شرابی

یزید بن عبدالملک کا بیٹا ولید بن یزید باپ کی طرح بدترین شرابی تھا اور امت اسلامیہ کی بدنصیبی ملاحظہ فرمائیں کہ یہ لوگ بھی امت اسلامیہ کے سربراہ گزرے ہیں۔ یزید بن عبدالملک کا عرصہ حکومت تین حالتوں سے عبارت تھا۔ خلیفہ یا تو شراب نوشی میں مصروف ہوتا تھا، یا جوا بازی میں اپنا وقت برباد کرتا، یا محفل موسیقی بجی ہوتی اور خلیفہ بربط و رباب کی سروں سے اپنے آپ کو محظوظ کرتا نظر آتا تھا۔

ایک مرتبہ چند اعرابی کسی کام کے سلسلے میں اس کے پاس آئے۔ دربانوں نے خلیفہ کو ملاقاتیوں کی اطلاع دی اور خلیفہ نے انہیں آنے کی اجازت دی۔ جب وہ اندر داخل ہوئے تو شراب کی محفل بجی ہوئی تھی۔ انہوں نے یہ

منظر دیکھ کر کہا: "ایسا شخص خلافت کے عہدے کے لائق نہیں ہے۔"

یہ سن کر خلیفہ نے ندیموں کو حکم دیا کہ مہمانوں کو بھی شراب پلائی جائے۔ انہوں نے شراب پینے سے انکار کیا تو خلیفہ نے حکم دیا انہیں زبردستی شراب پلائی جائے۔ چنانچہ دربار میں خلیفہ کے حکم کی حرف بہ حرف تعمیل کی گئی۔

ولید کی خباثتوں کے تذکرے کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ اس کی خباثت کے اثبات کے لئے ذیل کا ایک واقعہ ہی کافی ہے:

ولید نے ایک کنیز سے صحبت کی اور اتنے میں دروازے پر مؤذن نے آکر نماز کی اطلاع دی۔ ولید نے کنیز کو اپنا جبہ پہنا کر مسجد میں بھیج دیا کہ تو مسجد میں جاکر مسلمانوں کو نماز پڑھادے۔ چنانچہ اس کنیز نے حالت جنابت میں جاکر مسجد اموی میں نماز پڑھائی۔

ولید نے اپنے محل میں ایک حوض بنایا ہوا تھا جو کہ ہر وقت شراب سے بھرا ہوتا تھا اور جب ولید کو شراب کی طلب ہوتی تو جانوروں کی طرح سے حوض کے کناروں پر بیٹھ کر شراب پیتا تھا۔

مورخ ماوردی رقم طراز ہیں کہ ولید نے ایک مرتبہ قرآن سے فال نکالی تو یہ آیت برآمد ہوئی: "وخاب کل جبار عنید" ہر سرکش جابر ناکام ہوگیا۔" قرآن کی یہ آیت دیکھ کر ولید کو قرآن پر غصہ آیا اور تیر کمان اٹھا کر قرآن پر تیر برسانے لگا اور یہ شعر پڑھنے لگا:

اتوعد کل جبار عنید
فها انا ذاك جبار عنید

اذا ماجئت ربك يوم حشر

فقل لله مزقنی الولید

کیا ہر سرکش جابر کو تو دھمکیاں دیتا ہے، تو سن لے وہ سرکش جابر میں ہوں۔ جب قیامت کے روز تیری تیرے خدا سے ملاقات ہو تو اسے کہہ دینا کہ ولید نے مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔

شراب ام الخبائث ہے

حضرت اصبغ بن نباتہ راوی ہیں کہ جب مولائے کائنات امیر المؤمنینؑ کو ظاہری خلافت ملی اور لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی تو آپؑ نے خلعت ابراہیمی زیب تن کی، عصائے موسیٰ ہاتھ میں لیا اور دستار محمدؐ کو سر پر سجایا اور انگشتر سلیمان کو انگلی میں پہن کر منبر پر تشریف لائے اور آپؑ نے خلافت ظاہری کا پہلا خطبہ دیا۔ پھر آپؑ نے فرمایا: "سلونی قبل ان تفقدونی." تم نے جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لو قبل اس کے کہ تم مجھے کھو دو۔"

آپؑ کا یہ اعلان سن کر ایک شخص نے ایک سوال کیا، آپؑ نے جواب دیا۔ پھر آپؑ نے دوبارہ یہی اعلان کیا تو اشعث بن قیس نے آپؑ سے پوچھا: "یہ بتائیں کہ مجوسی نہ تو اہل کتاب ہیں اور نہ ہی مجوسیوں میں کوئی نبی مبعوث ہوا، اس کے باوجود آپؑ مجوس سے جزیہ کیوں لیتے ہیں؟"

آپؑ نے فرمایا: "اللہ جل شانہ نے مجوس میں ایک نبی بھیجا اور اس پر کتاب نازل فرمائی، اس زمانے میں مجوسیوں کا ایک بادشاہ جو کہ بلانوش تھا، ایک

رات اس نے شراب پی اور ہوش و حواس سے بیگانہ ہوا تو اس نے اپنی بیٹی کے ساتھ زنا کیا، لڑکی نے باپ کی زیدتی سے لوگوں کو آگاہ کیا تو لوگ جمع ہو کر بادشاہ کے پاس آئے اور کہا کہ تو نے ہمارے دین کو فاسد کیا ہے، تجھے چاہیے کہ توبہ کر کے اپنے آپ کو اس گناہ سے پاک کرو ورنہ ہم حد شرعی جاری کرینگے۔

بادشاہ نے کہا: "پہلے تم سب لوگ جمع ہو جاؤ اور میری بات سنو اگر تمہیں میری بات معقول نظر آئے تو اسے تسلیم کرنا ورنہ جو تمہارا جی چاہے مجھ سے سلوک کرنا۔"

اس شہر کے پیر و جواں تمام جمع ہوئے تو بادشاہ نے کہا: "لوگو سنو! اللہ کی تمام مخلوق میں سے آدم و حوا اللہ کو سب سے زیادہ پیارے ہیں کیا تم لوگ اس بات کی تصدیق کرتے ہو؟"

سب نے کہا: "جی ہاں! ہم تصدیق کرتے ہیں۔"

بادشاہ نے کہا: "آدم نے بھی حوا کو اپنی بیوی بنایا جبکہ حوا آدم کے وجود سے ہی پیدا ہوئی تھی اور اس کے بعد آدم نے اپنی اولاد کا نکاح ان کی بہنوں سے کیا تھا، اگر بیٹی سے ہم بستر ہونا حرام ہوتا تو آدم، حوا کا شوہر نہ بنتا اور اگر بہنوں سے نکاح حرام ہوتا تو آدم اپنے بیٹوں کا نکاح اپنی بیٹیوں سے نہ کرتا۔"

یہ بات سن کر سب لوگ مطمئن ہو گئے اور انہوں نے پھر محرمات سے نکاح شروع کر دیئے ان کے اس عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے سینوں سے علم محو فرما دیا اور ان کے درمیان سے اپنی کتاب اٹھالی۔ یہ لوگ کافر ہیں بغیر حساب کے دوزخ میں جائیں گے لیکن منافق ان سے بھی بدتر ہیں۔"

وضاحت: مجوسی بادشاہ کا یہ استدلال غلط ہے کیونکہ آل محمد علیہم

السلام نے بڑی وضاحت سے اعلان فرمایا ہے کہ جناب حوا حضرت آدم کی پسلی سے پیدا نہیں ہوئی تھیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت آدم کی بچی ہوئی مٹی سے پیدا کیا اور شیخ صدوق نے اپنی کتاب "من لایحضره الفقیه" میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آدم کے ایک بیٹے کے لئے جنت سے حور بھیجی اور حضرت آدم نے اپنے بیٹے کا نکاح حور سے کیا اور دوسرے بیٹے کے لئے قوم جنات میں سے مادہ جنی کو شکل انسانی میں تشکل کر کے بھیجا گیا، حضرت آدم نے اپنے دوسرے بیٹے کا نکاح اس جنی عورت سے کیا، پھر ان دونوں بیٹوں کی آگے اولادیں ہوئیں، پھر ایک دوسرے سے رشتے ہونے لگے، اسی لئے انسانوں میں جو خوبصورتی نظر آتی ہے وہ اسی حور کی وجہ سے ہے اور جو بداخلاقی پائی جاتی ہے وہ اسی جنی عورت کی وجہ سے ہے۔

ایرج میرزا کی نظم

موضوع کی مناسبت سے ہم ایرج میرزا کی یہ نظم اپنے قارئین کی نذر کرتے ہیں:

ابلیس شبی رفت به بالین جوانی
آراسته باشکل مهیبی سرو بر را
گفتا که صنم مرگ اگر خواهی زنهار
باید بگزینی تدیکی زین سه خطر را

یا ان پدر پیر خودت رابکشی زار
یا بشکنی از خواهر خود سینه و سر را
یا خود زمی ناب بنوشی دوسه ساغر
تا آنکه بپوشم ز هلاك تو نظر را
لرزید ازین بیم جوان برخود و جاداشت
کز مرگ فتدلرزه بتن ضیغم نر را
گفتا که نکنم با پدر و خواهرم این کار
لیکن بمی از خویش کنم دفع ضرر را
جامی دوسه می خورد چو شد چیره زمستی
هم خواهر خود را زد وهم کشت پدر را
ای کاش شود خشك بن تاك و خداوند
زین مایه شر حفظ کند نوع بشر را

ایک رات ابلیس ڈراؤنی شکل و صورت لے کر ایک جوان کے سرہانے گیا، اس سے کہا کہ میں تیری موت ہوں اگر تو مجھ سے نجات چاہتا ہے تو تین کاموں میں سے ایک کام تجھے کرنا ہوگا۔

یا تو اپنے باپ کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر دو یا اپنی بہن کو زدو کوب کرو، اگر یہ دونوں کام مشکل نظر آئیں تو پھر شراب کے دو تین جام پیو تاکہ میں تمہاری ہلاکت کے متعلق نظر ثانی کر سکوں۔

نوجوان یہ باتیں سن کر لرز اٹھا اور موت کے نام سے شیروں کے بدن پر بھی لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔

کہنے لگا کہ میں تیرے کہنے پر نہ تو بوڑھے باپ کو قتل کروں گا اور نہ ہی اپنی بہن کو پیٹوں گا، البتہ اس موت کو میں شراب سے دور کروں گا۔

اس نے شراب کے دو تین جام پیئے اور جب وہ شراب کی وجہ سے مست ہوگیا تو اس نے مستی میں آکر اپنے بوڑھے باپ کو قتل کر دیا اور بہن کو بھی خوب مارا پیٹا۔

کاش کہ دنیا میں انگور کی بیل ہی خشک ہو جائے تاکہ دختر انگور دنیا میں بن ہی نہ سکے اور اللہ تعالیٰ اس ام الخبائث سے نوع بشر کو محفوظ رکھے۔

شرابی سے کیا سلوک روا رکھنا چاہئے؟

حماد نے امام صادق علیہ السلام سے روایت کی آپؑ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی شراب کو حرام قرار دیا، اگر شرابی اپنے لئے رشتہ طلب کرے تو اسے رشتہ نہیں دینا چاہئے اور اس کی بات کی تصدیق نہیں کرنی چاہئے، اگر وہ کسی کے لئے سفارش کرنے تو اس کی سفارش قبول نہیں کرنی چاہئے اور شرابی کے پاس کسی طرح کی امانت نہیں رکھنی چاہئے، اگر کوئی شخص شرابی کے پاس امانت رکھے اور شرابی اس کی امانت کو تلف کردے تو اللہ تعالیٰ صاحب امانت کو اس کا کوئی اجر نہیں دے گا اور نہ ہی اس کی امانت کی تلافی کرے گا۔

میں نے ایک مرتبہ ارادہ کیا تھا کہ فلاں شخص کو کچھ رقم دوں تاکہ وہ میرا امین بن کر مال تجارت یمن لے جائے۔ میں مشورے کے لئے اپنے پدر بزرگوار امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس گیا اور ان کی خدمت میں عرض کی کہ

میں فلاں شخص کو سرمایہ دے کر یمن بھیجنا چاہتا ہوں، اس سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

تو انہوں نے فرمایا: "تم نہیں جانتے کہ وہ شراب پیتا ہے؟"

میں نے عرض کی: "بعض مؤمن یہ بات بھی کہتے ہیں۔"

تو میرے والد بزرگوار نے فرمایا: "تم ان کی بات کی تصدیق کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک صفت یہ بیان فرمائی ہے "یؤمن باللّٰہ و یؤمن للمؤمنین" کہ میرا حبیب اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور مؤمنین کی باتوں کی تصدیق کرتا ہے۔"

اس کے بعد میرے والد طاہر علیہ السلام نے فرمایا: "بیٹا اگر تم نے اس کے ہاتھ میں سرمایہ دیا اور اس نے تمہارا سرمایہ تلف کردیا تو اللہ نہ تو تمہیں اس کی پاداش دے گا اور نہ ہی مذکورہ سرمایہ کی تلافی کرے گا۔"

میں نے عرض کی: "ابا جان! وہ کیسے۔"

تو انہوں نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "ولا تؤتو السفهاء اموالکم التی حعل الله لکم قیاما" نادانوں کو اپنا مال نہ دو اللہ نے اس مال کو تیرے لئے مایہ حیات بنایا ہے اور شرابی سے بڑھ کر نادان اور کون ہو سکتا ہے؟"

پھر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "ان العبد لایزال فی فسحة من ربه مالم یشرب الخمر فاذا شربها خرق الله سرباله فکان ولده واخوه وسمعه وبصره ویده ورجله ابلیس یسوقه الی کل شر ویصرفه عن کل خیر" بندہ جب تک شراب نہ پیئے اللہ کی نگہبانی اور مغفرت کے دائرے میں رہتا ہے اور جب شراب پی لے تو اللہ تعالیٰ اپنے حفاظتی حصار کو اس سے

ہٹا دیتا ہے، پھر ابلیس اس کا بھائی، بیٹا، آنکھ، کان اور ہاتھ بن جاتا ہے، یعنی وہ ہر لحاظ سے ابلیس کے قبضے میں آجاتا ہے، پھر ابلیس اسے ہر برائی کی طرف لے جاتا ہے اور اسے ہر نیکی سے روک دیتا ہے۔" (بحارالانوار ج ۱۴ ص ۹۱۲)

ہارون بن جہم روایت کرتے ہیں کہ جب امام صادق علیہ السلام منصور دوانیقی کے پاس "حیرہ" تشریف لے گئے تھے تو میں امام علیہ السلام کے ہمراہ تھا۔ ایک فوجی افسر کے بیٹے کا ختنہ ہوا، اس نے بہت سے لوگوں کو دعوت دی اور امام جعفر صادق علیہ السلام کو بھی مدعو کیا گیا، میں امام علیہ السلام کے ہمراہ اس دعوت میں شریک تھا، دسترخوان پر مہمان کھانا کھا رہے تھے کہ اسی اثناء میں ایک شخص نے پانی طلب کیا تو اس کے سامنے شراب کا جام پیش کیا گیا یہ منظر دیکھ کر امام عالی مقام اس دسترخوان سے فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور باہر چلے آئے، بعد ازاں اس دسترخوان سے فوراً اٹھنے کی آپؑ سے وجہ پوچھی گئی تو آپؑ نے فرمایا: "قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم ملعون من جلس علی مائدۃ یشرب علیہا الخمر.

وفی روایۃ ملعون ملعون من جلس کائعا علی مائدۃ یشرب علیہا الخمر."

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ وہ شخص ملعون ہے جو ایسے دسترخوان پر بیٹھے جہاں شراب پی جاتی ہو۔

ایک اور روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ شخص ملعون ہے، وہ شخص ملعون ہے، جو اپنی رضامندی کے ساتھ ایسے دسترخوان پر بیٹھے جہاں شراب نوشی ہو رہی ہو۔ (بحارالانوار ج ۱۱ ص ۱۰۴)

غلام کی توبہ

حنان بن سدیر کہتے ہیں کہ یزید بن خلیفہ جس کا تعلق بنی حارث ابن کعب سے تھا، اس نے بیان کیا کہ میں مدینہ منورہ میں امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ: "میرا تعلق بنی حارث بن کعب سے ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے خاندان کی ولایت سے سرفراز کیا ہے۔"

یہ سن کر امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: "تمہیں ہماری ولایت کی توفیق کیسے نصیب ہوئی جبکہ تمہارے خاندان میں ہم سے محبت کرنے والے بہت ہی کم ہیں؟"

میں نے کہا: "اس کا سبب یہ ہے کہ میرے پاس ایک خراسانی غلام ہے، وہ ہمارے کپڑے دھویا کرتا ہے اور ہمارے شہر میں اس کے علاقے کے اور چار افراد بھی مختلف لوگوں کے پاس غلام ہیں اور ہر جمعہ کے روز وہ ایک دوسرے کو دعوت دیتے ہیں۔ چنانچہ ہر پانچویں جمعہ کو ان چار غلاموں کی دعوت میرے غلام کے پاس ہوتی ہے اور وہ پانچوں خراسانی جمع ہو کر کھانا کھاتے ہیں اور کھانے کا آغاز محمد و آل محمد پر صلوٰۃ پڑھنے سے کرتے ہیں اور آخر میں وہ کچھ مشروب بھی پیتے ہیں جس کا مجھے صحیح طور پر علم نہیں ہے کہ وہ مشروب کیسا ہے؟ بس مجھے اپنے غلام کے ذریعے سے آپ کی ولایت کی دولت نصیب ہوئی ہے۔"

امام علیہ السلام نے فرمایا: "میں تجھے اس غلام کی سفارش کرتا ہوں اور اسے کہنا کہ جعفر بن محمد علیہ السلام تجھے سلام کہتے تھے اور وہ مزید یہ کہتے تھے کہ جو مشروب تم پیتے ہو اگر اس مشروب کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرتی ہو تو

اس کی کم مقدار بھی حرام ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے، جس کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرے اس کی کم مقدار بھی حرام ہے۔"

میں کوفہ آیا اور میں نے اپنے غلام کو امام صادق علیہ السلام کا سلام پہنچایا۔ امامؑ کا سلام سن کر غلام اتنا رویا کہ بے ہوش ہونے کے قریب ہو گیا اور رو رو کر بار بار یہی کہتا تھا کہ: "میرے امامؑ نے مجھے اتنی اہمیت دی ہے کہ مجھے سلام کہلا بھیجا ہے؟"

میں نے کہا: "جی ہاں! امام علیہ السلام نے تجھے سلام کہا ہے اور اس کے بعد انہوں نے یہ پیغام دیا کہ جو مشروب تم پیتے ہو اگر اس کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرتی ہے تو اس کا ایک قطرہ پینا بھی تمہارے لئے حرام ہے اس کے علاوہ امام نے مجھے تمہارے متعلق سفارش بھی کی ہے، اسی لئے میں تمہیں راہ خدا میں آزاد کرتا ہوں۔"

غلام نے کہا: "خدا کی قسم جس مشروب کو ہم پیا کرتے تھے وہ شراب تھی، اب میں ہمیشہ کے لئے اس سے توبہ کرتا ہوں اور جب تک زندہ رہوں گا اس کا ایک قطرہ بھی اپنے حلق میں نہ جانے دوں گا۔" فروع کافی ج ۶ ص ۴۱۱)

چند روایات

عن ابی عبداللہؑ قال قال رسول اللہؐ لا ینال شفاعتی من استخف بصلوٰتہ ولا یرد علی الحوض، لا واللہ لاینال شفاعتی من شرب المسکر ولا یرد علی الحوض لا واللہ.

"فروع کافی ج ۶ ص ۴۰۰"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اپنی نماز کو حقیر سمجھے وہ میری شفاعت کا حقدار نہیں ہوگا اور نہ ہی وہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوگا۔ نہیں خدا کی قسم میری شفاعت اسے نصیب نہ ہوگی جو نشہ آور چیز پیئے اور خدا کی قسم وہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد نہ ہوگا۔"

قیل لامیر المؤمنینؑ انک تزعم ان شرب الخمر اشد من الزنا والسرقۃ فقالؑ نعم ان صاحب الزنا لعلہ لا یعدوہ الی غیرہ وان شارب الخمر زنی وسرق وقتل النفس التی حرم اللہ عزوجل وترک الصلوٰۃ.

"فروع کافی ج ۶ ص ۴۰۳"

امیر المؤمنین علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ: "آپؑ گمان کرتے ہیں کہ شراب نوشی زنا سے بھی بڑا جرم ہے، آخر اس کی وجہ کیا ہے؟"

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: "جی ہاں! زانی کے لئے ممکن ہے کہ وہ اپنے آپ کو زنا تک محدود رکھے، لیکن شرابی زنا بھی کرے گا اور چوری بھی کرے گا اور قابل احترام جان کو قتل بھی کرے گا اور نماز بھی ترک کرے گا۔"

سال زندیق ابا عبداللہؑ لم حرم اللہ الخمر ولا لذۃ افضل منھا قال حرمھا لانھا ام الخبائث وراس کل شر یاتی علی شاربھا ساعۃ یسلب لبہ فلا یعرف ربہ ولا ترک معصیۃ الا رکبھا ولا یترک حرمۃ الا انتھکھا ولا رحما ماسۃ الا قطعھا ولا فاحشۃ الا اتاھا والسکران زمامہ بید الشیطان ان امرہ ان یسجد لا وثان سجد و ینقا دحیثما قادہ.

"بحار الانوار ج ۱۴ ص ۹۱۳ نقل از احتجاج"

ایک ملحد نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ: "اللہ نے شراب کیوں حرام

کی جبکہ شراب سے بدتر اور کوئی لذت ہی نہیں ہے؟"

امام علیہ السلام نے فرمایا: "اللہ نے شراب اس لئے حرام فرمائی ہے کہ یہ تمام برائیوں اور آفات کی جڑ ہے۔ شراب پینے والے پر مستی کا ایک ایسا لمحہ طاری ہوتا ہے جس میں اس کی عقل سلب ہو جاتی ہے وہ اپنے رب کو نہیں پہچانتا اور ہر طرح کی برائی کا ارتکاب کرتا ہے اور ہر طرح کی حرمت کو پامال کرتا ہے اور ہر تعلق کو قطع کرتا ہے اور ہر قسم کا پلید کام سرانجام دیتا ہے اور مست شخص کی باگ ڈور ابلیس کے ہاتھ میں ہوتی ہے اگر ابلیس اسے بت پرستی کا حکم دے تو وہ سجدہ کرنے پر آمادہ ہوتا ہے اور وہ ادھر جائے گا جدھر اسے ابلیس لے کر جائے گا۔"

عن علی بن زید قال حضرت ابا عبداللهؑ ورجل يساله عن شارب الخمر اتقبل له صلوٰة فقال ابو عبداللهؑ لا تقبل صلاة شارب المسكر اربعين يوما الا ان يتوب قال له الرجل فان تاب من يومه وساعته قال تقبل توبته و صلاته اذاتاب وهو يعقل فاما ان يكون في سكره فما يعبا بتوبته.

"بحارالانوار ج ۱۴ ص ۹۱۲"

علی بن زید کہتے ہیں کہ میں امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت ایک شخص آپ سے پوچھ رہا تھا کہ "آیا شرابی کی نماز قبول ہوتی ہے؟"

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: "نشہ پینے والے شخص کی نماز چالیس دن تک قبول نہیں ہوتی ہاں اگر توبہ کرلے تو اور بات ہے۔"

اس شخص نے کہا: "اگر شرابی اسی دن اور اسی وقت توبہ کرلے تو کیا اس کی نماز قبول ہوگی؟"

امام علیہ السلام نے فرمایا: "ہاں اس کی توبہ اور نماز دونوں قبول ہوں گی لیکن شرط یہ ہے کہ اس نے توبہ ہوش و حواس میں کی ہو اگر مدہوشی میں توبہ کی ہو تو اس کی توبہ قابل قبول نہیں ہے۔"

عن ابی جعفرؑ قال مدمن الخمر يلقى الله حين يلقاه كعابد وثن ومن شرب منها شربة لم يقبل الله منه صلوٰة اربعين ليلة عن احمد بن اسماعيل الكاتب عن ابيه قال اقبل ابو جعفرؑ فی المسجد الحرام فنظر اليه قوم من قريش فقالوا من هذا فقيل لهم امام اهل العراق فقال بعضهم لو بعثتم اليه بعضكم فساله فاتاه شاب منهم فقال له يا عم ما اكبر الكبائر فقال شرب الخمر فاتاهم فاخبرهم فقالو اعد اليه فعاد اليه فقال له الم اقل لك يابن اخ شرب الخمر ان شرب الخمر يدخل صاحبه فى الزنا والسرقة وقتل النفس التى حرم الله وفى الشرب بالله وافاعيل الخمر تعلو على كل ذنب كما تعلو شجرها على كل شجر.

"بحارالانوار ج ۱۱ ص ۱۰۳"

احمد بن اسماعیل کاتب نے اپنے باپ سے روایت کی کہ امام محمد باقر علیہ السلام مسجد الحرام میں آئے تو قریش نے ایک دوسرے سے پوچھا کہ: "یہ بزرگوار کون ہیں؟"

انہیں بتایا گیا کہ: "آپؑ اہل عراق کے امام ہیں۔"

انہوں نے آپس میں کہا کہ: "ہم اپنے میں سے کسی کو ان کے پاس بھیجیں جو ان سے دینی مسئلہ پوچھ کر آئے۔"

یہ سن کر ان میں ایک نوجوان اٹھا اور امام باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا

کہ : "چچا جان سب سے بڑا گناہ کونسا ہے ؟"

آپؑ نے فرمایا: "شراب نوشی سب سے بڑا گناہ ہے۔"

نوجوان واپس آیا اور انہیں آپؑ کے جواب سے مطلع کیا، یہ جواب سن کر ان کی تسلی نہ ہوئی اور جوان سے کہا کہ ۔ "تم دوبارہ ان کے پاس جاؤ اور مزید تسلی کرو، جوان واپس آیا تو امام باقر نے فرمایا "بھتیجے! کیا میں نے تمہیں یہ نہیں بتایا کہ سب سے بڑا گناہ شراب نوشی ہے کیونکہ شراب نوشی شرابی کو زنا اور چوری اور محترم جان کے قتل اور شرک میں ڈال دیتی ہے اور شراب نوشی تمام گناہوں کا سرچشمہ ہے اور شراب تمام گناہوں میں اتنی ہی بلند ہے جتنا کہ اس کا درخت تمام درختوں کے اوپر بلند ہو کر چڑھ جاتا ہے۔"

عن جعفر بن محمدؑ انه قال حرمت الجنة على ثلاثة مؤمن الخمر و عابد وثن و عدو آل محمدؑ ومن شرب الخمر فمات بعدما شربها باربعين يوما لقى الله كعابد وثن.

"بحارالانوار ج ۱۶ ص ۹۱۲"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "جنت تین قسم کے لوگوں کے لئے حرام ہے شراب کا عادی اور بت پرست اور آل محمدؑ کا دشمن۔ جس نے شراب پی اور شراب پینے کے بعد چالیس دن کے اندر مر گیا تو وہ خدا کے سامنے بت پرست کی مانند حاضر ہوگا۔"

باب دوم

سخاوت و فیاضی

ويؤثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصة (القرآن)

"وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں،
اگرچہ وہ خود ضرورت مند ہوتے ہیں۔"

باہمی تعاون و ایثار

مسعودی مروج الذہب میں رقم طراز ہیں کہ واقدی کہتے ہیں میرے دو اچھے دوست تھے ایک دوست ہاشمی تھا اور دوسرا غیر ہاشمی تھا۔ اتفاق یہ ہوا کہ عیدالفطر کے دن قریب آگئے اور ہمارے گھر میں فاقوں کی تیاری ہو رہی تھی۔

میری بیوی نے کہا: "عید کے دن میں اور آپ تو کسی نہ کسی طرح سے صبر کرلیں گے مگر ہمارے چھوٹے بچے دوسرے لوگوں کے بچوں کو جب رنگ برنگے کپڑے پہلے ہوئے دیکھیں گے تو وہ صبر نہیں کریں گے۔ لہذا چاہیے کسی سے قرض کیوں نہ لو بچوں کے لئے لباس ضرور خریدو۔"

بیوی کے مسلسل اصرار پر میں نے اپنے ہاشمی دوست کو خط لکھا کہ : "میں اس

وقت انتہائی پریشان ہوں خدا کیلئے آپ میری مالی مدد فرمائیں۔" چنانچہ میرے دوست نے میرے پاس ایک تھیلی روانہ کی جس میں ایک ہزار درہم تھے۔

ابھی میں وہ تھیلی لے کر گھر بھی نہیں گیا تھا کہ میرے دوسرے دوست کا مجھے رقعہ ملا جس میں اس نے تحریر کیا تھا کہ: "اس وقت جب کہ عید سر پر آرہی ہے میرے مالی حالات انتہائی خراب ہیں آپ میری مالی مدد کریں۔"

واقدی کہتے ہیں کہ میں نے وہی تھیلی کھولے بغیر اس دوست کے پاس روانہ کردی اور شرمندگی کی وجہ سے گھر نہیں گیا پوری رات مسجد میں گزاردی۔ صبح ہوئی میں گھر گیا خیال تھا کہ میری بیوی میرے اس فعل پر مجھے سرزنش کرے گی لیکن جب میں نے اسے پورا واقعہ سنایا تو اس نیک بخت نے کہا: "چلو اچھا ہوا تم نے ایک غریب دوست کی آڑے وقت مدد کردی۔"

ابھی میں گھر میں اپنی بیوی سے گفتگو کر رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی، میں باہر آیا تو دیکھا کہ میرا ہاشمی دوست ہاتھ میں وہی تھیلی لئے کھڑا تھا جو اس نے مجھے بھیجی تھی اور میں نے اپنے دوست کو روانہ کی تھی۔

اس نے مجھ سے کہا کہ: "میں نے آپ کو تھیلی روانہ کی تھی، آپ نے اس سے کیا معاملہ کیا؟"

میں نے بتایا کہ مجھے تمہاری تھیلی ملی تو اسی کے ساتھ ہی میرے فلاں دوست کا رقعہ ملا جس میں اس نے اپنی پریشانی کا ذکر کیا تھا تو میں نے اپنے دوست کو اپنی ذات پر ترجیح دی اور تمہاری ارسال کردہ تھیلی کھولے بغیر میں نے اسے روانہ کردی۔

یہ سن کر میرا ہاشمی دوست ہنسنے لگا اور کہا کہ سنو اصل واقعہ یہ ہے:

"جب تمہارا رقعہ مجھے ملا تو اس وقت میرے گھر میں بس یہی تھیلی تھی میں نے وہ تھیلی تمہیں روانہ کردی اور میں نے دل میں سوچا کہ میں اپنے اخراجات پورا کرنے کے لئے کس سے درخواست کروں؟ چنانچہ میں نے اپنے فلاں دوست کو رقعہ لکھا کہ میں مالی پریشانی میں مبتلا ہوں، آپ میری مالی مدد کریں اور جیسے ہی اسے میرا رقعہ ملا تو اس دوست کے پاس بھی کچھ نہیں تھا اس نے فوراً تمہیں رقعہ لکھ بھیجا اور تم نے وہ تھیلی اس دوست کے پاس بھیج دی اور وہ ہمارا مشترکہ دوست وہ تھیلی لئے خوشی خوشی میرے پاس چلا آیا اور کہا کہ بھائی میرے اپنے گھر میں تو اس وقت کوئی چیز نہیں تھی، البتہ میں نے ایک دوست سے یہ رقم منگائی ہے تم اسے خرچ کرو، آگے اللہ مالک ہے اور یوں میری بھیجی ہوئی تھیلی میرے پاس واپس آگئی۔"

اب ہم اس ایک ہزار درہم کو تین حصوں میں تقسیم کرلیتے ہیں اس میں ایک سو درہم تیری بیوی کو دیتے ہیں اور باقی رقم ہم تینوں آپس میں برابر برابر تقسیم کرلیتے ہیں اور ہم میں سے ہر ایک کے حصے میں تین تین سو درہم آتے ہیں۔ چنانچہ میرے ہاشمی دوست نے اس رقم کو تقسیم کردیا اور چلا گیا۔

ہمارے اس واقعہ کی اطلاع کسی طرح سے مامون کو مل گئی تو اس نے مجھے اپنے پاس بلایا اور واقعہ کی تفصیل سنی۔

پورا واقعہ سننے کے بعد اس نے سات ہزار درہم منگائے اور کہا: "میں ایک ہزار درہم تیری بیوی کے ہیں اور باقی چھ ہزار درہم تم تینوں آپس میں برابر برابر تقسیم کرلو۔" (روضات الجنات درذیل ترجمہ ابو عبداللہ محمد الواقدی)

مدینہ کے مشہور اسخیاء

حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابو طالب اپنے زمانے کے مشہور سخی تھے۔

محدث قمی سفینۃ البحار ج ۲ ص ۱۲۶ پر لکھتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک گلی سے گزر ہوا تو عبداللہ بن جعفر طیارؑ جو کہ اس وقت بچے تھے، کو آپؐ نے دیکھا کہ مٹی کی چیزیں بنا بنا کر رکھ رہے ہیں، رسول خداؐ نے فرمایا: "تم مٹی کی چیزیں کیوں بنا رہے ہو؟"

عبداللہ نے معصومانہ لہجے میں کہا: "میں انہیں بیچوں گا۔"

پھر رسول اللہؐ نے فرمایا: "قیمت لے کر کیا کرو گے؟"

عبداللہ نے کہا: "میں کھجوریں لے کر کھاؤں گا۔"

جناب رسول خداؐ نے فرمایا: "اللھم بارك فی صفقة یمینه." خدایا! اس کے معاملات میں برکت عطا فرما۔"

عبداللہ کہا کرتے تھے کہ: "جناب رسول خداؐ کی دعا کا ثمر یہ ہوا کہ میں نے آج تک جو چیز خریدی اللہ نے مجھے اس میں نفع دیا۔"

حضرت عبداللہ اپنے دور کے مشہور سخی تھے اور ان کی سخاوت و عطا کے بھروسے پر غریب لوگ دکانداروں سے قرض لیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم عبداللہ کی عطا سے تمہارا قرض ادا کردیں گے۔

حضرت عبداللہ شام گئے ہوئے تھے کہ حاکم شام نے انہیں ایک لاکھ درہم بطور نذرانہ پیش کئے۔ ابھی وہ نذرانہ کی رقم ان کے سامنے رکھی ہوئی تھی کہ ایک شخص نے آکر انہیں خبر دی کہ خدا نے آپ کو بیٹا عنایت فرمایا ہے۔

آپ نے وہ تمام رقم خبر لانے والے شخص کو عطا کردی۔

امام حسنؑ مجتبیٰ کی سخاوت کا نمونہ

ایک مرتبہ حضرت امام حسنؑ مجتبیٰ شام تشریف لے گئے حاکم شام نے اپنی سخاوت و فیاضی کے اظہار کے لئے ایک بہت بڑی رقم آپ کی نذر کی۔ اتنے میں ایک شخص نیا جوتا لیکر امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی آقا: "میں موچی ہوں، میں نے آپؑ کے لئے یہ جوتا تیار کیا ہے، مہربانی فرما کر میرا یہ تحفہ قبول فرمائیں۔"

امام علیہ السلام نے اس سے جوتا لیکر پہن لیا اور حاکم شام نے جتنی دولت آپؑ کو نذر کی تھی آپؑ نے وہ تمام دولت اس موچی کے حوالے کردی۔ (بحار الانوار ج ۱۰ ص ۹۵)

آل محمد کی سخاوت

حموی اپنی کتاب ثمرات الاوراق میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام حسن اور امام حسین اور عبداللہ بن جعفر علیہم السلام حج کرنے کے لئے مدینہ سے روانہ ہوئے اور راستہ میں ایسا اتفاق ہوا کہ یہ تینوں بزرگوار اپنے قافلے سے جدا ہوگئے اور ان کا تمام سامان بھی قافلہ والوں کے پاس تھا۔

ان تینوں کو بھوک نے ستایا تو صحرا میں کسی خیمہ کی تلاش شروع کی انہیں دور ایک اعرابی کا خیمہ نظر آیا۔ تینوں حضرات اس خیمہ کے پاس تشریف لے گئے وہاں ایک عورت بیٹھی تھی، انہوں نے سلام کیا اور عورت نے جواب دیا۔ شہزادوں نے اس عورت سے کہا: "ہم پیاسے ہیں کیا ہمیں تمہارے ہاں

پانی مل سکے گا؟"

عورت نے کہا: "میرے پاس اس وقت یہی ایک بھیڑ موجود ہے، آپ چاہیں تو اس کا دودھ پی لیں۔"

شہزادوں نے بھیڑ کا دودھ دوہ کر پیا۔ پھر فرمایا: "کیا آپ ہمیں کھانا کھلا سکتی ہیں؟"

عورت نے کہا: "بس یہی بھیڑ موجود ہے، آپ اسے ذبح کریں، میں پکا کر آپ کی خدمت میں پیش کردوں گی۔"

شہزادوں نے بھیڑ ذبح کی اور عورت نے گوشت پکا کر شہزادوں کی خدمت میں پیش کیا، تینوں نے سیر ہو کر گوشت کھایا اور جب سورج کی تپش کچھ کم ہوئی تو عورت سے کہا: "ہم جارہے ہیں، ہمارا تعلق قریش سے ہے، اگر تم کبھی مدینہ آؤ تو ہمارے پاس ضرور آنا ہم اس مہمان نوازی کی قدردانی کریں گے۔"

تینوں شہزادے روانہ ہوگئے۔ کچھ دیر بعد اس عورت کا شوہر آیا تو عورت نے اسے سارا حال سنایا، اس کا شوہر اپنی بیوی ناراض ہوا اور کہا۔ "تم نے بہت غلط کام کیا ہے، گھر کی ساری پونجی اپنے ہاتھ سے تباہ کردی ہے اور قریش کا نام سن کر خوش ہوگئی ہو۔

بہر نوع چند دنوں بعد وہ اعرابی اپنی بیوی کو ے کر مدینہ آیا اور یہاں چھوٹا موٹا کاروبار شروع کیا۔ ایک دن وہی عورت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی گلی سے گزر رہی تھی کہ امامؑ نے اس عورت کو دیکھ لیا اور غلام کو حکم دیا کہ اس عورت کو بلا کر میرے پاس لاؤ۔

جب عورت آئی تو آپ نے فرمایا "تم نے ہمیں پہچانا؟"

عورت نے کہا: "نہیں۔"

آپؑ نے فرمایا: "میں تیرا وہ مہمان ہوں جو ایک دن اپنے دو بھائیوں کے ہمراہ صحرا میں تیرے پاس آیا تھا۔"

عورت نے کہا: "جی ہاں! اب میں آپ کو پہچان گئی۔"

آپؑ نے غلام کو حکم دیا کہ بازار سے ایک ہزار بھیڑ خرید کر اس عورت کے حوالے کرو اور آپؑ نے اس عورت کو ایک ہزار درہم نقد بھی عطا فرمائے۔ پھر اپنے غلام سے فرمایا: "تم اس عورت کو میرے بھائی حسینؑ اور عبداللہؓ کے پاس بھی لے کر جاؤ۔"

غلام اس عورت کو لے کر امام حسینؑ کے پاس لے گیا، امام حسینؑ نے اس عورت کے لئے ایک ہزار بھیڑیں خرید کرنے کا حکم دیا اور ایک ہزار درہم نقد بھی عطا فرمائے۔

پھر غلام اس عورت کو لے کر عبداللہ بن جعفر طیارؓ کے پاس لے کر گیا، عبداللہ نے اس عورت کے لئے دو ہزار بھیڑیں خرید کرائیں اور دو ہزار درہم نقد عطا فرمائے۔

چنانچہ وہ عورت اور اس کا شوہر مدینہ سے چار ہزار بھیڑیں اور چار ہزار درہم لے کر واپس اپنے وطن روانہ ہوئے۔

ان میں سے بڑا سخی کون ہے؟

مدینہ طیبہ میں ایک وقت تین اسخیاء کا بڑا تذکرہ ہوتا تھا اور وہ تین سخی

یہ تھے: (۱) عبداللہ بن جعفر طیارؓ (۲) قیس بن سعد بن عبادہ (۳) عرابہ اوسی۔

ایک مرتبہ مدینہ کے تین افراد میں یہ بحث ہوئی کہ سب سے بڑا سخی اس وقت کون ہے؟

چنانچہ ایک شخص نے کہا کہ اس دور کا بڑا سخی عبداللہ بن جعفر طیارؓ ہے۔ دوسرے شخص کا دعوی تھا کہ اس وقت کا بڑا سخی قیس بن سعد بن عبادہ ہے اور تیسرے شخص کا خیال تھا کہ اس زمانے میں بڑا سخی عرابہ اوسی ہے۔

اس بحث نے اتنا طول پکڑا کہ تینوں افراد ایک دوسرے سے لڑنے مرنے پر تل گئے ایک عقلمند نے ان سے کہا: "تمہیں آپس میں جھگڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، تم میں سے جو جسے بڑا سخی تصور کرتا وہ اس کے پاس سائل بن کر چلا جائے اور جو کچھ اسے وہاں سے عطیہ ملے وہ دوسرے دوستوں کو آکر دکھائے، اس طرح سے تینوں اسخیاء کی سخاوت کا اندازہ ہو جائے گا۔"

تجویز معقول تھی، تینوں افراد نے اس تجویز کا خیر مقدم کیا۔ چنانچہ جو شخص حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ کو سب سے بڑا سخی سمجھتا تھا وہ ان کے پاس گیا، جب وہ شخص ان کے دروازے پر پہنچا تو دیکھا کہ عبداللہ ایک اونٹ پر سوار ہو رہے تھے ان کا ایک پاؤں اونٹ کی پشت پر آچکا تھا اور دوسرا رکھنا چاہتے تھے کہ اس نے انہیں سلام کیا اور کہا: "اے رسول خداؐ کے ابن عم! مجھے آپ سے ایک حاجت درپیش ہے۔"

حضرت عبداللہ نے کہا: "بیان کرو۔"

اس شخص نے کہا: "میں مسافر ہوں اور میرے پاس اس وقت کچھ بھی نہیں ہے، آپ میری مدد فرمائیں۔"

یہ سن کر عبداللہ اونٹ سے نیچے اتر آئے اور کہا: "یہ اونٹ لے لو اور اس پر سوار ہو جاؤ، اونٹ کے محمل میں ایک خورجین رکھی ہوئی ہے اس میں جو کچھ بھی ہے وہ تمہاری ملکیت ہے اور اونٹ کے پالان کے ساتھ تلوار لٹکی ہوئی ہے، یہ تلوار بھی تمہاری ہے، لیکن اس تلوار کی اہمیت کو بھی جان لو، یہ تلوار میرے چچا جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام کی تلواروں میں سے ایک ہے۔"

وہ شخص اونٹ پر سوار ہو کر چلا گیا اور دوستوں کے پاس آیا، خورجین کو کھولا گیا تو اس میں چند ریشمی لباس تھے اور چار ہزار دینار اشرفی بھی موجود تھے اور سب سے بڑھ کر مولائے متقیان کی ایک تاریخی تلوار بھی تھی۔

دوسرا شخص قیس بن سعد کے دروازے پر گیا اور اس نے دروازے پر دستک دی تو ان کی ایک کنیز باہر آئی، اس شخص نے کہا: "کیا قیس موجود ہیں؟"

کنیز نے کہا: "جی ہاں! وہ موجود ہیں لیکن اس وقت وہ سوئے ہوئے ہیں بتاؤ تمہیں ان سے کیا کام ہے؟"

اس شخص نے کہا: "میں مسافر ہوں اور میرا سفر خرچ ختم ہو گیا ہے، میں ان سے امداد کا طالب ہوں۔"

کنیز اندر گئی اور ایک تھیلی لے کر آئی اور کہا: "یہ تھیلی لے لو، اس میں سات سو درہم ہیں اور خدا گواہ ہے کہ اس وقت قیس کے گھر میں اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور یہ قیس کی انگشتری بطور نشانی لے کر جاؤ اور ان کے چرواہے کو جا کر دکھاؤ، وہاں سے سفر کے لئے ایک اونٹ کا انتخاب کر لو اور وہاں سے ایک غلام بھی اپنے ساتھ لے جاؤ۔"

وہ شخص قیس کا عطیہ لے کر چلا گیا۔ جب قیس بیدار ہوئے تو کنیز نے انہیں سارا حال سنایا، واقعہ سن کر قیس خوش ہوئے اور اس کارخیر میں تعاون کرنے کی وجہ سے کنیز کو آزاد کر دیا۔

تیسرا شخص عرابہ اوسی کے پاس گیا، جب وہ وہاں پہنچا تو دیکھا کہ عرابہ اوسی اپنے دو غلاموں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر مسجد کی طرف جا رہے تھے، عرابہ اوسی اس زمانے میں نابینا ہو چکے تھے اسی لئے وہ غلاموں کے کندھوں کا سہارا لے کر مسجد جایا کرتے تھے۔

اس شخص نے مخاطب کر کے کہا: "میں مسافر ہوں اور ضرورت مند ہوں، آپ میری مدد کریں۔"

یہ سن کر عرابہ اوسی نے غلاموں کے کندھوں سے اپنے ہاتھ اٹھا لئے اور کہا: "خدا گواہ ہے اس وقت میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے، میرے پاس بس یہی دو غلام ہیں، تم انہیں لے جاؤ انہیں بازار میں فروخت کر کے اپنے گھر پہنچ جاؤ۔"

اس شخص نے کہا: "ایسا کرنا غیر مناسب ہے کیونکہ یہ دو غلام آپ کے لئے پروں کی طرح ہیں، میں آپ کے یہ پر آپ سے جدا کرنا پسند نہیں کرتا۔"

عرابہ اوسی نے کہا: "بھائی اگر تم نے مجھ سے میرے غلام نہ لئے تو میں انہیں آزاد کر دوں گا، اپنے پاس نہیں رکھوں گا، اسی لئے تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ تم انہیں لے جاؤ اور اگر تمہیں ان کا لے جانا ناگوار گزرے تو انہیں تم اپنی طرف سے آزاد کر دو۔"

یہ کہہ کر عرابہ نے دیوار کا سہارا لیا اور اسی سہارے سے اپنے گھر واپس چلے گئے۔

مذکورہ شخص کچھ دیر بعد ان دونوں غلاموں کو لے کر اپنے دوستوں کے پاس آیا اور تمام واقعہ ان کے گوش گزار کیا۔

اس سخاوت کو دیکھنے کے بعد تینوں دوست سخی ترین شخص کے انتخاب سے عاجز آگئے۔ (زندگانی حضرت فاطمہ زہراؑ از آقائی سید ہاشم رسولی محلاتی)

ایک فوجی کی سخاوت

معن بن زائدہ شیبانی اپنے دور کا ایک سخی انسان تھا۔ دور بنی امیہ میں اموی گورنر یزید بن عمر بن ہبیرہ سے اس کے دوستانہ مراسم تھے۔ جب بنی امیہ کی حکومت ختم ہوئی اور بنی عباس کی حکومت شروع ہوئی تو بنی امیہ اور ان کے حامیوں کو پکڑ پکڑ کر سزائیں دی جانے لگیں۔

معن بن زائدہ کی گرفتاری کے احکام بھی جاری ہوئے۔ اس نے ایک عرصہ تک اپنے آپ کو مخفی رکھا اور روپوشی کے ایام میں وہ روزانہ کئی کئی گھنٹے چلچلاتی دھوپ میں بیٹھا کرتا تھا تاکہ اس کے چہرے کی رنگت بدل سکے۔

چنانچہ مسلسل دھوپ میں بیٹھنے کی وجہ سے اس کے چہرے کی رنگت سیاہ ہوگئی اور اسے یقین ہوگیا کہ اب اسے کوئی نہیں پہچان سکے گا۔

یہ سوچ کر وہ منظر عام پر آیا اور اس نے معمولی قسم کا لباس پہنا تاکہ اس کی شناخت نہ ہو سکے لیکن جب وہ بغداد کے باب حرب سے باہر نکل رہا تھا تو ایک فوجی نے اسے پہچان لیا اور کہا: "تم اب بھاگ کر کہیں نہیں جاسکتے،

منصور نے تمہاری گرفتاری کا حکم جاری کیا ہوا ہے، میں نے تجھے پہچان لیا ہے تو معن بن زائدہ ہے۔"

معن نے سپاہی کو بہتیرا سمجھایا کہ تمہیں مغالطہ ہو رہا ہے میں تو ایک غیر شخص ہوں، میں معن نہیں ہوں۔

سپاہی نے کہا: "زیادہ غلط بیانی کی ضرورت نہیں ہے، میں تجھے پہچان چکا ہوں۔"

جب معن نے دیکھا کہ کسی طریقے سے گلوخلاصی نہیں ہوگی تو اس نے اپنی جیب سے ایک قیمتی گلوبند نکالا جس میں خوبصورت ہیرے جڑے ہوئے تھے اور سپاہی سے کہا: "تم یہ گلوبند اپنے پاس رکھ لو اور مجھے یہاں سے جانے دو۔"

سپاہی نے گلوبند لیا اور غور سے دیکھنے کے بعد کہا: "جی ہاں! یہ گلوبند اصلی ہیروں سے بنا ہوا ہے اور اس وقت بازار میں اس کی قیمت کئی ہزار دینار ہے، جبکہ میری ماہانہ تنخواہ صرف بیس درہم ہے، لیکن میں یہ گلوبند تجھے واپس کر رہا ہوں اور تمہیں جانے کی اجازت بھی دیتا ہوں اور ایسا میں اس لئے کر رہا ہوں تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ اس دنیا میں تجھ سے بھی بڑے سخی موجود ہیں، اب تم چلے جاؤ، میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔"

معن کہا کرتا تھا کہ کاش وہ سپاہی مجھے اپنا ممنون احسان بنانے کی بجائے قتل کر دیتا تو زیادہ بہتر تھا۔

بہر نوع معن وہاں سے چلا گیا اور محفوظ جگہ میں روپوش ہو گیا۔

حضرت موسیٰؑ نے سامری کو قتل کیوں نہ کیا؟

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ تیس راتوں کے لئے طور سینا پر آئیں تا کہ نہیں کتاب تورات عطا کی جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے روانگی سے قبل اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو قوم میں جانشین مقرر کیا اور کوہ طور پر چلے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے تیس راتوں کی بجائے موسیٰ علیہ السلام کو چالیس راتیں گزارنے کا حکم دیا۔

سامری نے بنی اسرائیل سے زیورات لے کر ایک بچھڑا تیار کیا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدموں والی مٹی اس میں ڈال دی تو وہی بچھڑا ڈکارنے لگا اور اس میں سے آواز آنے لگی۔

سامری نے بنی اسرائیل سے کہا: "یہ موسیٰ اور ہارون کا رب ہے، آؤ اس کی عبادت کرو، بنی اسرائیل کی اکثریت اس گوسالہ کی پوجا کرنے لگی۔

چالیس راتوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا کی اور یہ بھی انہیں بتایا کہ ہم نے تمہاری غیبت میں تمہاری قوم کو آزمایا ہے اور اس وقت انہیں سامری گمراہ کر چکا ہے، سامری نے ان کے لئے سونے کا گوسالہ بنایا ہے جس میں سے آواز آتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: "خدایا! بچھڑا تو سامری نے بنایا لیکن آواز کہاں سے آئی؟"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "آواز میری طرف سے پیدا ہوئی، جب میں نے تیری قوم کی گمراہی کو دیکھا تو میں نے گوسالہ میں آواز پیدا کر دی تاکہ تمہاری

قوم کی مکمل آزمائش ہو جائے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے ناراض ہو کر ان کے پاس آئے اور قوم کو خوب سرزنش کی اور اپنے بھائی ہارون علیہ السلام پر بھی ناراض ہوئے اور ان کے سر اور ریش کو پکڑ کر اپنی جانب کھینچا اور فرمایا "جب تم نے دیکھ لیا کہ یہ گمراہ ہو گئے ہیں تو تم نے میری پیروی کیوں نہ کی؟ اور میرے احکام کی خلاف ورزی کیوں کی؟"

قال یا بن ام لاتاخذ بلحیتی ولا براسی انی خشیت ان تقول فرقت بین بنی اسرائیل ولم ترقب قولی.

حضرت ہارون علیہ السلام نے عرض کی: "ماں جائے! میری داڑھی اور سر کو مت پکڑیں، مجھے خوف محسوس ہوا کہ آپؑ واپس آکر یہ نہ کہیں کہ تو نے بنی اسرائیل میں تفریق پیدا کی ہے اور میری بات کو تو نے مدنظر نہ رکھا۔

اس کے علاوہ حضرت ہارون علیہ السلام نے دوسرا جواب یہ دیا تھا کہ قوم نے مجھے کمزور کر دیا تھا اور قریب تھا کہ یہ لوگ مجھے قتل کر دیتے۔"

اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام سامری کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: "تو نے ایسا کیوں کیا؟"

سامری نے کہا: "میں نے وہ چیز دیکھ لی تھی جو دوسروں کو نظر نہیں آئی تھی، میں نے خدا کے فرستادہ (جبرئیلؑ) کی سواری کی مٹی اٹھائی تھی، پھر میرے نفس میں تحریک ہوا کہ میں ایک گئوسالہ بناؤں اور میں نے گئوسالہ بنا کر جب اس میں خاک ڈالی تو اس میں سے آواز پیدا ہو گئی۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس گئوسالہ کو آگ میں گرم کر کے

اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور پھر اس کے ٹکڑوں کو دریا میں بہا ڈالا۔

آپؑ نے سامری کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو منع فرمایا اور ارشاد فرمایا: "موسیٰؑ اسے قتل نہ کرنا یہ سخی ہے۔"

پھر حضرت موسیٰؑ نے فرمایا: "**اذھب فان لك فی الحیاۃ ان تقول لامساسی.**" چلے جاؤ دنیا میں تمہاری سزا یہی ہے کہ لوگوں کو تو کہتا پھرے گا کہ مجھے ہاتھ نہ لگانا۔"

سامری خوار ہو کر وہاں سے نکلا، اگر اسے کوئی شخص ہاتھ لگاتا تو اسے بخار ہو جاتا تھا۔ آج سامری کی کچھ اولاد مصر اور شام میں موجود ہے، جو "لامساس" کہلاتے ہیں انہیں کوئی چھولے تو انہیں بخار اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ (بحار الانوار ج ۱۳ ص ۲۰۹ نقل از تفسیر قمی)

ایک گستاخ کو رسول خداؐ نے سزا کیوں نہ دی؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "یمن سے چند افراد جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور ان میں ایک شخص بڑا منہ پھٹ تھا اور وہ حضور کریمؐ سے لایعنی بحث کرنے لگا اور اس کی یاوہ گوئی اتنی بڑھی کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غصہ آیا اور ناراضگی کے آثار آپؐ کی پیشانی سے ظاہر ہونے لگے اور آپؐ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا، آپؐ نے سر جھکا کر زمین کی جانب دیکھنا شروع کیا، اسی اثناء میں حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور عرض کی: "یارسول اللہؐ! آپؐ کا پروردگار آپؐ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے "**ھذا رجل سحی یطعم الطعام**" یہ سخی شخص ہے یہ لوگوں کو کھانا

کھلاتا ہے۔"

یہ پیغام سنتے ہی پیغمبر اکرمؐ کا غصہ ختم ہو گیا اور آپؐ نے فرمایا: "اگر تیرے متعلق مجھے اللہ یہ نہ بتاتا کہ تو سخی ہے اور لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے تو میں تجھے نشانِ عبرت بنا دیتا۔"

یہ سن کر اس نے کہا: "کیا تمہارا پروردگار سخاوت کو پسند کرتا ہے؟"

آپؐ نے فرمایا: "جی ہاں!۔"

تو اس نے بے ساختہ کہا: "اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمد عبده ورسوله. میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے قابل نہیں اور محمد اللہ کے عبد اور اس کے رسول ہیں۔"

میرے اور آپؐ کے پروردگار نے سچ فرمایا ہے، میں نے آج تک کسی کو اپنے مال سے مایوس نہیں کیا۔ (فروع کافی ج ۴ ص ۳۹)

علیؑ جنگ میں دشمن کو تلوار دے دیتے ہیں

ایک جنگ میں حضرت علی علیہ السلام ایک مشرک پہلوان سے جنگ کر رہے تھے۔

دشمن نے کہا: "علیؑ! اپنی تلوار مجھے عطا کر۔"

آپؑ نے بے دریغ اپنی تلوار اس کی جانب پھینک دی۔

پہلوان نے تلوار اٹھائی اور حیران ہو کر کہا: "علیؑ! کیا ایسے موقع پر بھی دشمن کو تلوار دی جاتی ہے؟"

حضرت علیؑ نے فرمایا: "تو نے سوال کیا تھا اور کسی سائل کو مایوس

کرنا ہمارے شیوۂ کرم سے بعید ہے۔"

کافر گھوڑے سے نیچے اترا اور کہا: "یہ اہل دیانت کی سیرت ہے۔"

پھر اس نے آپؑ کے پاؤں کا بوسہ لیا اور مسلمان ہو گیا۔ (سفینۃ البحار ج ۱ ص ۳۱۴)

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ کے صفحہ ۱۰ پر لکھتے ہیں: "علیؑ سارا دن یہودیوں کے باغ میں درختوں کو پانی دیا کرتے تھے اور وہاں سے جو مزدوری حاصل کرتے وہ غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیتے تھے اور خود فاقہ کی وجہ سے شکم پر پتھر باندھا کرتے تھے۔"

معاویہ بن ابوسفیان آپؑ کا بدترین دشمن تھا وہ بھی آپؑ کی سخاوت کو تسلیم کرتا تھا اور آپؑ کی فیاضی کا مداح تھا۔

ایک مرتبہ ایک شخص کوفہ سے دنیاوی لالچ کے تحت معاویہ کے پاس شام گیا۔ معاویہ نے پوچھا: "تو کہاں سے آ رہا ہے؟"

اس نے کہا: "میں (نعوذباللہ) بخیل ترین شخص کے پاس سے آ رہا ہوں۔" اس کا مقصود علیؑ تھے۔

یہ سن کر معاویہ نے اسے سرزنش کی اور کہا: "تجھ پر افسوس! تو ایسے انسان کو بخیل کہہ رہا ہے، اگر اس کے پاس دو گھر ہوں اور ایک گھر میں سونا بھرا ہوا ہو اور دوسرے گھر میں بھوسہ بھرا ہوا ہو تو علیؑ سونے کو بھوسہ سے پہلے خرچ کر دیں گے۔"

جی ہاں! علیؑ وہ شخصیت ہیں جنہوں نے بیت المال کو غرباء و فقراء میں تقسیم کر دیا تھا اور بیت المال میں جھاڑو دلائی تھی اور اس میں مصلی بچھا کر دو

رکعت نماز پڑھی تھی اور سونا و چاندی کو خطاب کر کے کہا تھا: "یا صفراء یا بیضاء غوی غیری. سونا و چاندی تو میرے دشمن کو جا کر دھوکا دے، علیؑ تیرے دھوکے میں آنے والا نہیں ہے، میں تجھے تین طلاقیں دے چکا ہوں، اب میرا رجوع تیری جانب نہیں ہو سکتا۔"

امام حسین علیہ السلام کی سخاوت

عمرو بن دینار روایت کرتا ہے کہ اسامہ بن زید بیمار ہوا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپؑ نے دیکھا کہ اسامہ سخت پریشان ہے۔

آپؑ نے فرمایا: "اسامہ اتنا پریشان کیوں ہے؟"

اسامہ نے کہا: "میں سمجھتا ہوں کہ میری زندگی کا چراغ بجھنے والا ہے لیکن میں ساٹھ ہزار درہم کا مقروض ہوں۔"

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: "مت گھبراؤ میں تمہارا قرض ادا کروں گا۔"

اسامہ نے کہا: "مجھے خوف ہے کہ میں کہیں قرض کی ادائیگی سے پہلے ہی نہ مر جاؤں۔"

امام حسین علیہ السلام نے ساٹھ ہزار درہم منگوا کر اسی وقت اس کا قرض ادا کر دیا۔

امام حسین علیہ السلام ہمیشہ فرمایا کرتے تھے: "شر خصال الملوك الجبن من الاعداء والقسوة على الضعفاء والبخل عند الاعطاء۔"

بادشاہوں کے لئے تین عادات بری ہیں: (۱) دشمنوں سے ڈرنا (۲) کمزوروں پر ظلم کرنا (۳) اور سخاوت کے وقت کنجوسی کرنا۔

ایک اعرابی مدینہ آیا اور اہل مدینہ سے پوچھا: "اس شہر میں بڑا سخی کون ہے؟"

اہل مدینہ نے کہا: "حسین بن علیؑ سب سے بڑے سخی ہیں۔"

اعرابی مسجد نبوی میں آیا اور امام حسین علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، اس نے یہ شعر پڑھے:

لم يخب الآن من رجاك و من
حرك من دون بابك الحلقه
انت جواد وانت معتمد
ابوك قد كان قاتل الفسقه
لو لا الذى كان من اوائلكم
كانت علينا الجحيم منطبقه

جس نے آپؑ سے امید وابستہ کی وہ کبھی ناکام نہیں ہوا اور جس نے آپؑ کے دروازے پر دستک دی وہ کبھی ناامید نہیں ہوا۔

آپؑ فیاض ہیں اور آپؑ غریبوں کے پشت پناہ ہیں، آپؑ کا باپ فاسقین کا قاتل ہے۔

اگر آپؑ کے بزرگ نہ ہوتے تو ہمارا ٹھکانہ دوزخ ہوتا۔

امام حسین علیہ السلام نے نماز مکمل کی تو قنبر سے فرمایا: "اس وقت ہمارے پاس کتنا مال حجاز بچا ہوا ہے؟"

قنبر نے عرض کی: "اس وقت چار ہزار دینار بچے ہوئے ہیں۔"

آپؑ نے فرمایا: "اس کا مستحق آچکا ہے، جب آپؑ کے پاس رقم لائی گئی تو آپؑ نے دروازے کی اوٹ سے وہ رقم اعرابی کے حوالے فرمائی اور یہ شعر پڑھے:

خذها فانی الیك معتذر

و اعلم بانی علیك ذو شفقه

لو كان فی سیرنا الغداة عصا

امست سمانا علیك متدفقه

لكن ریب الزمان ذو غیر

و الكف منی قلیلة النفقه

یہ حقیر سی مقدار مجھ سے لے لو اور میں اس کے لئے تجھ سے معذرت چاہتا ہوں، اگر مستقبل میں ہمارے حالات کچھ درست ہوگئے تو ہم آپ کو اس سے زیادہ دیں گے۔

زمانے کے حوادث نے بہت سی تبدیلیاں پیدا کردی ہیں، اس وقت مالی لحاظ سے ہم تنگدستی کا شکار ہیں۔

اعرابی نے وہ رقم لے لی اور رونے لگا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "ہمارا عطیہ قلیل تھا شاید تم اسی لئے روتے ہو؟"

اعرابی نے کہا: "نہیں! آپؑ کا عطیہ بہت زیادہ ہے، میں اس لئے روتا ہوں کہ آپؑ جیسا سخی انسان زمین میں کیسے مدفون ہوگا؟"

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپؑ کی پشت پر کچھ داغ دنیا نے دیکھے جب امام زین العابدین علیہ السلام سے ان داغوں کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میرے والد رات کے وقت اپنی پشت پر غرباء و یتاما اور بیوگان کے لئے آٹا اور دوسری ضرورت کی اشیاء اپنی پشت پر لاد کر ان کے گھر پہنچایا کرتے تھے، یہ وہی داغ ہیں۔(مناقب شہر آشوب ج ۴ ص ٦٥)

امام جعفر صادقؑ کی سخاوت کا نمونہ

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دن اشجع سلمی چند اشعار لکھ کر میرے والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب وہ میرے والد کے پاس آیا تو دیکھا کہ وہ بستر علالت پر لیٹے ہوئے ہیں۔ اس نے میرے والد کو اس حال میں دیکھا تو شعر پڑھنے کا ارادہ ترک کردیا۔

میرے والد بزرگوار نے فرمایا: "تم میری بیماری کی فکر نہ کرو اپنے شعر سناؤ۔"

اشجع سلمی نے فی البدیہہ یہ شعر پڑھا:

ابسك الله منه عافیة

فی نومك المعتری وفی ارقك

یخرج من جسمك السقام كما

اخرج ذل السوالی من عنقك

اللہ آپ کو آپ کی بیداری اور نیند میں خلعت عافیت پہنائے۔

آپ کے جسم سے اللہ اس طرح سے بیماریاں دور کرے جس طرح

سے آپ کی گردن سے سوال کی ذلت کو دور کیا ہے۔

یہ شعر سن کر میرے والد محترم نے غلام سے پوچھا: "تمہارے پاس اس وقت کتنی دولت ہے؟"

غلام نے عرض کیا: "آقا میرے پاس چار سو درہم ہیں۔"

آپؑ نے فرمایا: "یہ رقم اشجع سلمی کو دے دو۔" اشجع سلمی نے وہ رقم لی اور دعائیں دیتا ہوا باہر چلا گیا۔

ابھی وہ چند قدم چلا ہوگا کہ امام صادقؑ نے حکم دیا کہ شاعر کو واپس بلاؤ، جب شاعر واپس آیا تو آپؑ نے فرمایا: "میرے نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے "خیر العطایا ما ابقی نعمة باقیة. بہترین عطیہ وہ ہے جس کا اثر دیرپا ہو۔"

میں نے جو کچھ تمہیں دیا ہے وہ تم جلد خرچ کرلو گے، تم میری یہ انگشتری بھی لے لو، اس کی قیمت دس ہزار درہم ہے، اس سے کم رقم میں انگشتری فروخت نہ کرنا، اگر لوگ تمہیں اس انگشتری کی قیمت دس ہزار نہ دیں تو فلاں تاریخ کو میرے پاس آجانا میں تمہیں اس کی قیمت دس ہزار دوں گا۔"

اشجع سلمی نے آپؑ کو دعائیں دیں اور پھر کہا: "مولا! میری آپؑ سے ایک اور درخواست ہے، مجھے اکثر و بیشتر سفر کے لیے باہر جانا پڑتا ہے اور بعض اوقات خوفناک مقامات سے بھی میرا گزر ہوتا ہے، آپؑ مجھے کوئی ایسی دعا تعلیم فرمائیں جس کی وجہ سے میں قوم جنات کے شر سے محفوظ رہوں۔"

آپؑ نے فرمایا: "جب کبھی تمہیں کسی پر ہول مقام سے گزرنا پڑے تو دایاں ہاتھ اپنے سر پر رکھ کر بلند آواز سے یہ آیت پڑھو، انشاء اللہ تمہیں کوئی

تکلیف نہیں ہوگی اور وہ آیت یہ ہے:

افغیر دین اللہ یبغون ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعا و کرھا و الیہ یرجعون.

اشجع کا بیان ہے کہ کئی مرتبہ میرا گزر پر خطر مقامات سے ہوا تو میں نے امام کے فرمان کے مطابق اس آیت کو بلند آواز سے پڑھا اور کئی دفعہ میرے کانوں سے جنات کی یہ آوازیں ٹکرائیں کہ ایک جن کہتا کہ اسے پکڑو اور مار ڈالو، جواب میں یہ آواز سنائی دیتی کہ ہم اسے کیسے پکڑیں اور کیسے ماریں یہ تو آیت طیبہ کی پناہ میں آچکا ہے۔ (بحار الانوار ج ۱۱ ص ۱۹۸ نقل از امالی شیخ)

امام موسیٰ کاظمؑ اور عید نوروز

ایک مرتبہ منصور دوانیقی نے امام موسیٰ کاظمؑ سے درخواست کی کہ وہ عید نوروز کے دن دربار میں حاضر ہوں۔

امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا: "مجھے اس سے معذور رکھو۔"

جب منصور کا اصرار حد سے زیادہ بڑھا تو آپؑ نے فرمایا: "انی فتشت الاخبار عن جدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلم اجد لهذا العید خبراً.

میں نے اپنے نانا جناب رسول خداؐ کی احادیث کی جستجو کی تو مجھے اس عید کا کوئی نام و نشان نظر نہیں آیا، یہ عید فارسیوں کے ساتھ مخصوص ہے، اسلام نے اسے ختم کردیا ہے اور جسے اسلام مٹادے ہم اسے دوبارہ زندہ کریں یہ بات ناممکن ہے۔"

منصور نے کہا۔ "میں بھی اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ یہ اسلامی تہوار نہیں ہے، ہم لشکری سیاست کی وجہ سے اس کا اہتمام کرتے ہیں اور میں آپؑ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپؑ اس دن دربار میں ضرور تشریف لائیں۔"

دربار لگا، امام کاظمؑ تشریف لائے اور فوجی افسران منصور کو اس دن کی مبارک دیتے رہے اور اپنے تحفے تحائف پیش کرتے رہے، منصور کا ایک خادم تحائف لکھتا رہا۔

سب لوگوں کے بعد ایک بوڑھا شخص آیا اور امام عالی مقامؑ کو سلام کیا اور عرض کیا: "میں ایک غریب آدمی ہوں اور کسی طرح کا ہدیہ پیش کرنے سے عاجز ہوں، میں اپنی طرف سے یہ تین اشعار آپ کی نذر کرتا ہوں اور یہ اشعار میرے دادا نے آپ کے دادا حسین علیہ السلام کے مرثیے میں لکھے تھے۔

پھر اس نے یہ شعر پڑھے:

عجبت لمصقول علاك فرنده
يوم الهياج وقد علاك غبار
ولا سهم نفذتك حرون حوائر
يدعون جدك والد موع غزار
الا تفنقضت السام و عاقها
عن جسماك الا جلال و الاكبار

مجھے تعجب ہے کہ صیقل شدہ تلوار نے آپؑ کو اپنے گھیرے میں کیسے لے لیا، جب کہ غبار مظلومیت نے چاروں طرف سے آپ کا احاطہ کیا ہوا تھا۔

اور مجھے تعجب ہے کہ تیر آپ کے تن نازنین میں کیسے پیوست

ہوگئے، جبکہ مخدرات عصمت رو رو کر اپنے جدنامدار رسول خداؐ کو پکار رہی تھیں؟

اور آپ کی بزرگواری اور جلال کے سامنے تیر درہم برہم کیوں نہ ہوئے اور کس طرح سے آپ کے جسم میں پیوست ہوگئے؟

آپؑ نے یہ شعر سن کر فرمایا: "میں نے تمہارا ہدیہ قبول کیا اللہ تمہیں برکت دے۔"

امام موسیٰ کاظمؑ نے منصور کے خادم سے کہا کہ منصور سے جاکر کہو کہ یہ تحفے اور ہدایا کیا کرو گے؟

منصور نے جواب دیا: "یہ تمام تحفے اور ہدیے آپ کے ہیں، آپ جہاں چاہیں انہیں صرف کریں۔"

امام موسیٰ کاظمؑ نے بوڑھے شخص سے کہا: "تم یہ تمام ہدیے سمیٹ لو اور میری طرف سے انہیں قبول کرو۔" (مناقب شہر آشوب ج ۴ ص ۳۱۹)

ایک مؤمن امام موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "آقا! میں انتہائی نادار شخص ہوں، آپؑ مجھے ایک سو درہم عنایت کریں تاکہ اس سے میں اپنے لئے کوئی چھوٹا موٹا کاروبار شروع کرسکوں۔"

امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا۔ "میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں اگر تم نے اس کا صحیح جواب دیا تو تمہیں دس گنا زیادہ دوں گا ورنہ تمہاری مطلوبہ رقم تمہیں عنایت کروں گا۔"

مؤمن نے کہا: "اچھا آپ اپنا سوال بیان کریں اور میں اس کے صحیح جواب کے لئے اللہ سے مدد کی درخواست کروں گا۔"

آپؑ نے فرمایا: "اچھا یہ بتاؤ اگر تمہیں یہ کہا جائے کہ تم نے جو کچھ مانگنا ہے مانگو، تمہاری ہر درخواست پوری کردی جائے گی، تو اس صورت میں تم کیا مانگنا پسند کرو گے؟"

یہ سن کر مؤمن نے کہا: "اگر ایسا ہو جائے تو میں دین میں تقیہ اور برادران ایمانی کے ادائے حقوق کی توفیق کے لئے درخواست کروں گا۔"

امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا: "اچھا یہ بتاؤ کہ تم نے ہماری محبت وولایت کی درخواست کیوں نہ کی؟"

مؤمن نے کہا۔ "جو نعمت مجھے اللہ نے پہلے سے عطا کی ہے اس کے لئے میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور جس چیز سے محروم ہوں اسی کی درخواست کررہا ہوں۔"

آپؑ نے فرمایا: "تم نے بالکل صحیح جواب دیا۔"

پھر آپؑ نے اسے دو ہزار درہم عطا فرمائے اور ارشاد فرمایا: "تم اس رقم سے "مازو"(۱) خرید کر لینا، تمہیں نفع حاصل ہوگا۔"

چند روایات

قال رسول اللہؐ یوتی یوم القیامۃ برجل فیقال احتج فیقول: یارب خلقتنی و ھدیتنی فاوسعت علی فلم ازل اوسع علی خلقك وایسر علیھم لکی تنشر علی ھذا الیوم رحمتك وحیرہ فیقول الرب: صدق عبدیٔ ادخلوہ الجنۃ.

(۱) مازو ایک مشہور پھل ہے جو دواؤں میں استعمال ہوتا ہے۔

اتی رجل النبیؐ فقال یارسول اللہ: ای الناس افضلھم ایمانا قال ابسطھم کفا.

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے دن ایک شخص کو حساب کے لئے لایا جائے گا اور اسے کہا جائے گا کہ تم اپنی نجات کے لئے دلیل وبرہان دو۔

وہ کہے گا خدایا تو نے مجھے پیدا کیا اور تو نے مجھے ہدایت دی اور تو نے مجھے فراخی رزق عطا فرمائی، میں نے بھی تیرے عطا کردہ رزق کو تیری مخلوق پر خرچ کیا اور ان کے لئے آسانی پیدا کی تاکہ اس دن میں تیری رحمت کا حقدار بن سکوں اور تو میرے لئے آسانی پیدا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوگا کہ میرے بندے نے بالکل سچ کہا ہے، اسے جنت میں داخل کردو۔"

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے آپؐ سے دریافت کیا: "کونسا انسان ایمان کے لحاظ سے افضل ہے؟"

آپؐ نے فرمایا: "جس کا ہاتھ کشادہ ہو۔"

سال رجل ابا الحسن الاولؑ وھو فی الطواف فقال: اخبرنی عن الجواد فقال ان لکلامك وجھین فان کنت تسال عن المخلوق فان الجواد ھوالذی یؤدی ما افترض اللہ علیہ وان کنت تسال عن الخالق فھو الجواد ان اعطی وھو الجواد ان منع لانہ ان اعطاك اعطاك مالیس لك وان منعك منعك مالیس لك.

امام موسیٰ کاظمؑ طواف کر رہے تھے کہ ایک شخص نے ان سے پوچھا: "جواد

(سخی) کون ہے؟"

آپؑ نے فرمایا: "تمہاری بات کے دو پہلو ہیں، اگر تم مخلوق کے کسی سخی کا پوچھنا چاہتے ہو تو وہ شخص سخی ہے جو اللہ کے فرائض ادا کرے اور اگر تم خالق کے متعلق پوچھنا چاہتے ہو تو پھر اللہ جواد ہے چاہے وہ عطا کرے پھر بھی جواد ہے اور محروم رکھے تو بھی جواد ہے کیونکہ وہ تجھے جو کچھ عطا کرتا ہے وہ تیرا استحقاق نہیں ہوتا اور تجھے جس سے محروم رکھتا ہے وہ بھی تیرا استحقاق نہیں ہوتا۔"

عن ابی الحسن موسیٰؑ قال السخی الحسن الخلق فی کنف اللّٰہ لا یستخلی اللّٰہ منه حتی یدخله الـنة . وما بعث اللّٰہ عزوجل نبیا ولا وصیا الاسخیا وما کان احد من الصالحین الاسخیا وما زال ابی یوصینی بالسخاء حتی مضی وقال من اخرج الزکوٰة قامة فوضعها فی موضعها لم یسال من این اکتسبت مالك.

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: "سخی، خوش اخلاق اللہ کی پناہ میں رہتا ہے اللہ اسے اپنی پناہ سے نہیں نکالے گا یہاں تک کہ اسے جنت میں داخل کردے اللہ نے جتنے بھی انبیاء و اوصیاء بھیجے وہ سب کے سب سخی تھے اور اس وقت کوئی شخص صالحین میں سے شمار نہیں ہو سکتا جب تک وہ سخی نہ ہو۔

میرے والد محترم علیہ السلام اپنی زندگی کے آخری لمحات تک مجھے سخاوت کا حکم دیتے رہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: "جو شخص اپنے مال کی مکمل زکوٰة ادا کرے اور اسے صحیح مصرف میں خرچ کرے تو قیامت کے روز اس سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تو نے یہ مال کہاں سے حاصل کیا تھا۔"

قال ابو عبداللّٰہؑ لبعض جلسائه الا اخبرك بشیء یقرب من اللّٰہ ویقرب من الجنة و یباعد من النار؟

فقال بلی فقال علیك بالسخاء فان اللّٰہ خلق خلقا برحمته لرحمته فجعلهم للمعروف اهلا و للخیر موضعا وللناس وجها یسعی الیهم لکی یحبوهم کما یحیی المطر الارض المجدبة اولئك هم المؤمنون الاضون یوم القیامة.ط

امام جعفر صادق علیہ السلام نے حاضرین مجلس میں سے ایک سے کہا: "کیا میں تجھے ایسی چیز کی تعلیم نہ دوں جو تمہیں خدا کے قریب کرے اور جنت کے قریب کرے اور دوزخ سے تجھے دور رکھے؟"

اس نے کہا: "کیوں نہیں! آقا۔"

تو آپؑ نے فرمایا: "تم سخاوت کو اپناؤ، اللہ نے اپنی رحمت کے ذریعے سے ایک مخلوق پیدا کی ہے جنہیں اپنی رحمت کے لئے پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان افراد کو اہل احسان اور بھلائی کا منبع بنایا اور یہ لوگ لوگوں کے مرجع و ماویٰ ہیں۔

لوگ اپنی حاجات کے لئے ان کے پاس جاتے ہیں اور وہ اپنی سخاوت سے لوگوں کو از سر نو اسی طرح سے زندگی دیتے ہیں جیسا کہ بارش سے خشک اور بنجر زمین کو حیات نو ملتی ہے۔

ایسے لوگ واقعی مؤمن ہیں اور قیامت کے روز یہ لوگ امن حاصل کرنے والے ہیں۔"

قال امیرالمؤمنینؑ لابنه الحسنؑ یا بنی ما السماقه قال البدال فی الیسر والعسر. عن ابی عبداللّٰہؑ قال شاب سخی مرهق فی الذنوب احب الی

اللّٰہ من شیخ عابد بخیل.

امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنے فرزند حسن علیہ السلام سے فرمایا: "بیٹا سخاوت کیا ہے؟"

امام حسن علیہ السلام نے جواب دیا "فراخی و تنگ دستی دونوں حالتوں میں بخشش کرنا سخاوت ہے۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "گناہوں میں ڈوبا ہوا نوجوان سخی، اللہ کو بوڑھے بخیل عابد سے زیادہ محبوب ہے۔"

عن ابی عبداللّٰہؑ قال: اهل المعروف فی الدنیا هم اهل المعروف فی الاخرة یقال لهم ان ذنوبکم قد غفرت لکم فهبوا حسناتکم لمن شئتم.

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "جو لوگ اس دنیا میں نیکی اور احسان والے ہیں آخرت میں بھی وہی صاحب احسان ہوں گے، انہیں کہا جائے گا کہ میں نے تمہارے گناہ معاف کردیئے ہیں، تم جنہیں چاہو انہیں اپنی نیکیاں دے دو۔"

وضاحت: اس باب کی جملہ احادیث فروع کافی جلد چہارم سے ماخوذ ہیں۔

باب سوم

مذمت بخل

الذین یبخلون ویامرون الناس بالبخل ...... (القرآن)

"وہ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں اور جو مال خدا نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے اسے چھپاتے ہیں، ہم نے کفران نعمت کرنے والوں کے لئے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

بخیل سے ہر شخص ناخوش رہتا ہے

ایک بخیل نے مرغ ذبح کیا اور اپنے غلام کو آواز دے کر کہا: "اگر تو نے آج اس مرغ کو اچھی طرح سے پکایا تو میں تجھے غلامی سے آزاد کردوں گا۔"

غلام نے پوری جانفشانی سے مرغ کا سالن تیار کیا اور سالن پکا کر بخیل آقا کے پاس لے گیا۔

بخیل نے سالن میں سے شوربہ پی لیا اور مرغ جوں کا توں رہنے دیا اور کہا: "اگر تو اس کی اچھی یخنی بنا کر لائے تو تجھے آزاد کردوں گا۔"

غلام نے یخنی تیار کی اور بخیل کے پاس لے گیا۔

بخیل نے یخنی پی لی اور مرغ کو ہاتھ تک نہ لگایا۔

پھر غلام سے کہا: "تم مرغ چاول تیار کر کے لاؤ۔"

غلام کو یقین ہو گیا کہ وہ اسے آزادی نہیں دینا چاہتا اس نے جل کر کہا: "جناب مجھے اب آزاد ہونے کا چنداں شوق نہیں ہے، خدارا آپ اس بے چارے مرغ کو آزاد کر دیں تو آپ کی مہربانی ہو گی، وہ بے چارہ بار بار تکلیف اٹھا رہا ہے۔

بخیل سے سخاوت ناممکن ہے

ایک نیک سرشت طالب علم اپنی مالی پریشانی کی وجہ سے تنگ آکر ایک دولت مند بخیل کے پاس امداد حاصل کرنے کی غرض سے گیا۔

بخیل نے طالب علم سے کہا: "دیکھو میں نے اپنی دولت کا ایک حصہ نابینا افراد کیلئے مخصوص کیا ہوا ہے، اگر تم نابینا ہوتے تو میں تمہاری امداد کرتا۔"

طالب علم نے کہا: "آپ میری مدد کریں میں بھی نابینا ہوں۔"

بخیل نے کہا: "تمہیں تو سب کچھ نظر آتا ہے بھلا تم نابینا کیسے ہو؟"

طالب علم نے کہا: "اگر میں اندھا نہ ہوتا تو تجھ جیسے بخیل کے دروازے پر ہی کیوں آتا؟"

یہ کہہ کر طالب علم چلا گیا۔

دوانیقی ایک مشہور کنجوس

منصور دوانیقی مشہور کنجوس گزرا ہے۔ اس زمانے میں ایک شاعر تھا

جسے ثعلبی کہا جاتا تھا۔ ثعلبی کا بیان ہے کہ میں نے انعام کے لالچ میں ایک قصیدہ منصور کی شان میں تیار کیا اور میں نے وہ قصیدہ دربار میں جاکر سنایا۔ حاضرین کی طرف سے بڑی داد ملی اور منصور بھی قصیدہ سن کر بہت خوش ہوا۔

منصور نے کہا: "ثعلبی! چاہو تو میں تم کو تین سو دینار دے دوں اگر چاہو تو تین حکمت کے کلمات سن لو جو تمہیں آئندہ فائدہ دیں گے۔"

ثعلبی کہتا ہے کہ میں نے کہا: "پھر میں تین کلمات حکمت سننا پسند کروں گا۔"

منصور نے کہا: "پہلی بات یہ ہے کہ جب تم نے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہوں تو ان کے ساتھ نیا جوتا نہ پہننا، وہ بدنما لگے گا۔"

یہ سن کر میں نے دل میں کہا کہ میرا ایک سو دینار اس لایعنی بات میں برباد ہو گیا۔

منصور نے کہا: "دوسری بات یہ ہے کہ جب تم داڑھی کو تیل لگاؤ تو زیادہ نیچے تک تیل نہ لگاؤ کیونکہ قمیص کو تیل لگ جاتا ہے اور دھبے پڑ جاتے ہیں۔"

میں نے دل میں کہا کہ ہائے افسوس میرے دو سو دینار برباد ہو گئے۔

خلیفہ تیسری بات کہنا ہی چاہتا تھا کہ میں نے کہا: "حضور آپ یہ بات اپنے پاس بطور ذخیرہ جمع رکھیں اور مجھے ایک سو دینار عنایت فرمائیں۔ ایک سو دینار آپ کے کلمات حکمت سے سو گنا زیادہ مفید ہے۔

یہ سن کر منصور ہنس پڑا اور مجھے پانچ سو دینار دیئے۔

منصور کی کنجوسی کی داستانیں لوگوں میں ضرب المثل بن گئی تھیں۔

منصور اپنے زمانے میں کنجوسوں کا سرتاج تھا۔

ایک دن مسیب بن زہیر سے منصور نے کہا: "ایک اچھا معمار تلاش کر کے لاؤ، میں ایک اور کمرہ تعمیر کرانا چاہتا ہوں۔"

معمار آیا اور اسے ایک کمرہ تعمیر کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس نے کئی دن کی محنت سے کمرہ تعمیر کیا۔ جب کمرہ مکمل ہوگیا تو منصور نے مسیب بن زہیر سے کہا: معمار کو اس کی اجرت دے دو۔"

مسیب نے اسے پانچ درہم دیئے۔

منصور نے کہا: "نہیں! یہ تم نے بہت زیادہ رقم اسے دے دی ہے، کچھ کم کرو۔

آخرکار معمار سے مزدوری کم کرا کے اسے صرف ایک درہم دے کر رخصت کر دیا گیا اور چار درہم بچانے کی وجہ سے منصور اتنا خوش ہوا جیسا کہ کے ہاتھ میں خزانہ آگیا ہو۔

کسی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ جب سے منصور تخت حکومت پر بیٹھا ہے اس نے درشت لباس کے علاوہ کوئی اچھا لباس نہیں پہنا اور دال ساگ کے علاوہ اس نے کبھی اچھی خوراک نہیں کھائی اور تمام دولت کو ذخیرہ کئے جارہا ہے۔

یہ سن کر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "**الحمد لله الذی حرمه من دنیاه ماله کما ترك دینه.** اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے اسے دنیا کی لذتوں سے محروم رکھا جیسا کہ اس نے اپنے دین کو چھوڑا ہے۔" (سفینۃ البحار ج ۱ ص ۶۱)

ہشام بن عبدالملک کی کنجوسی

ہشام بن عبدالملک اموی بھی اپنے زمانے کا مشہور کنجوس تھا۔ اسے کبوتر رکھنے کا بے حد شوق تھا۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے اسے دو خوبصورت کبوتر بطور ہدیہ لا کر دیئے۔ ہشام نے کبوتروں کو دیکھا تو اسے بہت پسند آئے۔

کبوتر لانے والے شخص نے کہا: "آپ مجھے انعام عطا کریں اور دونوں کبوتر اپنے پاس رکھ لیں۔"

ہشام نے کہا: "تو کیا کبوتروں پر بھی انعام دیا جاتا ہے؟"

اس شخص نے کہا: "جی ہاں! کبوتروں پر بھی انعام دیا جاتا ہے۔"

ہشام نے کہا: "تو ایسا کرو انعام کی بات چھوڑو البتہ ان میں سے ایک کبوتر تم واپس لے لو۔"

اس شخص نے دو میں سے خوبصورت کبوتر اپنے پاس رکھ لیا۔

ہشام نے کہا: "تو نے اچھا کبوتر تو اپنے پاس رکھ لیا اور بے کار کبوتر میرے پاس رہنے دیا، اچھا اب ایسا کرو کہ یہ کبوتر مجھے واپس کردو میں تجھے انعام دوں گا۔"

اس شخص نے کبوتر واپس کیا تو ہشام نے تین درہم کا اسے انعام دیا۔

ہشام کا ایک باغ تھا جس میں مختلف اقسام کے ثمر دار درخت لگے ہوئے تھے۔ ایک دن ہشام اپنے مصاحبین سمیت باغ کی سیر کرنے کے لئے گیا تو پھل پکے ہوئے تھے۔ درباریوں نے پھل توڑ کر کھانے شروع کئے اور آپس میں کہنے لگے: "اللہ خلیفہ کو آباد رکھے اور اللہ اس کے باغ میں برکت عطا فرمائے۔"

ہشام یہ منظر دیکھ کر پہلے ہی پیچ و تاب کھا رہا تھا، آخر کار پھٹ پڑا اور کہا: "جس طرح سے تم نے باغ کو اجاڑنا شروع کیا ہے اس طرح سے تو اللہ برکت نہیں دے گا۔"

پھر اس نے باغبان کو بلا کر حکم دیا کہ تمام درخت کاٹ دیئے جائیں اور ان کی جگہ زیتون کے پودے لگا دیئے جائیں تاکہ انہیں کوئی توڑ کر نہ کھا سکے۔

ایک بخیل کی تقریر اور اس کا انجام

دعبل خزاعی ایک مشہور شاعر تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ شعراء اور ادباء سعید بن ہارون کے ہاں اس کی دعوت پر جمع ہوئے۔ صبح سے ظہر تک ہم وہاں بیٹھے رہے اس بندۂ خدا نے ہمیں ایک لقمہ تک کھانے کو نہ دیا۔ بھوک کی وجہ سے ہماری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔

اسی اثناء میں اس نے اپنے بوڑھے غلام کو آواز دے کر کہا: "اگر کچھ کھانے کا انتظام ہے تو لاؤ۔"

غلام یہ سن کر گھر کے اندر چلا گیا۔ ظہر ڈھل گئی مگر غلام واپس نہ آیا۔ اس وقت ہماری نگاہوں کے سامنے دنیا تاریک ہوگئی۔ پھر کافی دیر کے بعد وہ غلام ایک دسترخوان لایا جو کہ بے حد میلا کچیلا تھا اس نے وہ بچھایا اور اس پر دو خشک روٹیاں لا کر رکھ دیں، جن کا چبانا پتھر کو چبانے کے مترادف تھا، پھر وہ ایک لب شکستہ سا پیالہ لے آیا جس میں گرم گرم شوربہ تھا اور درمیان میں ایک مرغ پکایا گیا تھا۔

جب صاحب خانہ نے مرغ کو دیکھا تو چیخ کر کہا: "نمک حرام! مرغ لائے ہو مگر اس کا سر کہاں ہے؟"

غلام نے کہا: "میں نے ذبح کر کے اسے پھینک دیا تھا۔"

آقا نے کہا: "مگر بدتمیز تجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ مجھے ان لوگوں پر سخت غصہ آتا ہے جو مرغ کے سر کو پھینک دیں۔ مجھے تو وہ لوگ بھی اچھے نہیں لگتے جو مرغ کی ٹانگ پھینکیں تو بھلا سر پھینکنے والوں کو میں کیسے معاف کر سکتا ہوں؟ کیا تو نہیں جانتا کہ سر کی چند خصوصیات ہیں:

اول: اس میں مرغ کا منہ ہوتا ہے جس سے آواز نکلتی ہے اور مرغ کی اذان سن کر بندگان خدا نماز کی تیاری کرتے ہیں، سوئے ہوئے افراد اسی سے بیدار ہوتے ہیں اور اسی کی برکت سے شب زندہ دار افراد نماز تہجد کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

دوم: اس کے سر پر تاج ہوتا ہے اور یہ تاج بادشاہوں کے تاج سے مشابہت رکھتا ہے اور یہ تاج اسے دوسرے پرندوں میں ممتاز رکھتا ہے۔

سوم: اس کے سر میں دو آنکھیں ہوتی ہیں اور ان آنکھوں سے مرغ خدا کے فرشتوں کا دیدار کرتا ہے اور یار لوگ سرخ رنگ کی شراب کی تشبیہ اس کی آنکھوں سے دیا کرتے ہیں۔

چہارم: اس کے سر میں مغز ہوتا ہے اور مرغ کا مغز تو سبحان اللہ بڑے کام کی چیز ہے، مرغ کا مغز گردوں کے لئے حکم اکسیر رکھتا ہے۔

علاوہ ازیں اس کے سر کی ہڈی کی تو مثال ہی نہیں ملتی۔ اگر تو نے یہ سمجھ کر اس کے سر کو پھینکا کہ میں سر کھانا پسند ہیں کرتا تو پھر تو نے شدید

غلطی کی۔ مجھے مرغ کے سر کا کھانا اچھا معلوم ہوتا ہے اور اس کے مغز کا میں مداح اور معتقد ہوں۔

فرض کرو اگر میں نہ بھی کھاتا تو میرے اہل و عیال کے کام آجاتا۔ اگر بالفرض میرے اہل و عیال بھی سر نہ کھاتے تو تجھے نظر نہیں آتا کہ صبح سے ہمارے ہاں معزز شعراء و ادباء تشریف فرما ہیں، یہ کھا لیتے اور ہمارا شکریہ بھی ادا کرتے۔ اب تم فوراً جاؤ اور سر کو ڈھونڈ کر لاؤ اور اگر تم نے کوتاہی کی تو میں تمہیں سخت اذیت دوں گا جسے تم ہمیشہ یاد کرو گے۔

غلام نے چیخ کر کہا: "خدا کی قسم مجھے بالکل علم نہیں ہے کہ میں نے سر کہاں پھینکا تھا۔"

آقا نے کہا: "ہاں تو تجھے علم نہیں ہے لیکن مجھے تو علم ہے کہ تو نے مرغ کا سر کہاں پھینکا ہے؟ میں جانتا ہوں کہ تو نے مرغ کا سر اپنے شکم میں پھینک دیا ہے۔"

غلام نے قسم کھا کر کہا: "میں نے نہیں کھایا۔

آقا نے کہا: "تو جھوٹی قسمیں کھا رہا ہے۔ پھر سعید کو غصہ آیا تو اٹھ کر غلام سے لپٹ گیا۔

غلام نے بھی اپنے مالک کا کوئی حیا نہ کیا، جواب میں وہ بھی گتھم گتھا ہوگیا۔

سعید کا پاؤں پیالے سے ٹکرایا تو تمام شوربا اس میلے دستر خوان پر پھیل گیا اور مرغ دور مٹی پر جا گرا۔

بلی گھات لگائے بیٹھی تھی، اس نے مرغ جھپٹ لیا اور بھاگ نکلی۔

جب ہم نے یہ منظر دیکھا تو وہاں سے چل دیئے۔ (لطائف الطوائف)

کنجوس کی مہمان نوازی

کوفہ کے ایک بخیل کو پتہ چلا کہ بصرہ میں اس کا ایک اور بھائی بند بخیل رہتا ہے۔ چنانچہ کوفی بخیل بصری بخیل کو دیکھنے کے لئے بصرہ گیا اور اس کے مکان پر جا پہنچا۔

کوفی نے اسے بتایا کہ میں کوفہ کا مشہور بخیل ہوں لیکن آپ کی تعریف سن کر آپ کی ملاقات کے لئے طویل سفر کر کے آیا ہوں تاکہ آپ کے فیض صحبت سے کچھ استفادہ کر سکوں۔

بصری بخیل نے کہا: "بھائی آپ طویل سفر کر کے ہمارے ہاں آئے اور پھر آپ ہمارے مہمان بھی ہیں، آپ کی ضیافت اور خدمت میرا فرض ہے، آپ جس چیز کی خواہش کریں میں آپ کے لئے حاضر کروں۔"

کوفی بخیل نے کہا: "اگر آپ خواہ مخواہ تکلف ہی کرتے ہیں تو پھر تازہ پنیر لے آئیں، مجھے تازہ پنیر کھانے کا شوق ہے۔"

بصری بخیل نے برتن اٹھایا اور پنیر فروش کے پاس گیا اور اسے کہا: "میرے پاس دور دراز مقام سے ایک مہمان آیا ہے تم آدھی چھٹانک تازہ پنیر اس برتن میں ڈال دو۔"

دکاندار نے کہا: "جناب آپ مطمئن رہیں میں آپ کو ایسا پنیر دوں گا جو مکھن جیسا ہوگا۔"

بصری بخیل نے دل میں خیال کیا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مکھن،

پنیر سے بہتر ہوتا ہے، لہذا مجھے مہمان کی تواضع پنیر کی بجائے مکھن سے کرنی چاہئے۔

اس نے پنیر کی دکان کو چھوڑا اور مکھن کی دکان پر گیا اور کہا: "بھائی میرا دور دراز سے ایک مہمان آیا ہوا ہے آپ آدھی چھٹانک عمدہ قسم کا مکھن دے دیں۔"

دکاندار نے کہا: "جناب میں آپ کو ایسا مکھن دوں گا جو روغن زیتون سے بھی زیادہ صاف ہوگا۔"

کنجوس نے دل میں سوچا کہ روغن زیتون مکھن سے بہتر ہوتا ہے، اسی لئے یہ دکاندار مکھن کی مثال روغن زیتون سے دے رہا ہے۔

یہ سوچ کر اس نے اس دکان کو چھوڑا اور روغن زیتون کی دکان پر آیا اور اس سے کہا: "بھائی میرا دور دراز سے ایک مہمان آیا ہے، آپ سے التماس ہے کہ آپ اس کی ضیافت کے لئے آدھی چھٹانک عمدہ قسم کا روغن زیتون دے دیں۔"

دکاندار نے کہا: "جناب آپ مطمئن رہیں میں آپ کو ایسا روغن زیتون دوں گا جو صاف پانی سے بھی زیادہ صاف ہوگا۔"

کنجوس نے دل میں سوچا کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ صاف پانی زیتون کے تیل سے زیادہ بہتر ہے اور وہ میرے اپنے گھر میں موجود ہے، کچھ دیر کے بعد اپنے گھر سے پانی کا جام بھر کر مہمان کے پاس پہنچ گیا اور کہا: "ناراض نہ ہونا میں نے تمہاری خواہش پوری کرنے کی کوشش کی تھی لیکن آخر میں جاکر معلوم ہوا کہ صاف پانی ان سب سے بہتر ہے اسی لئے میں آپ کی تواضع کے

لئے اپنے گھر سے پانی لایا ہوں۔

کوفی بخیل نے بصری بخیل کے ہاتھوں کو بوسہ دے کر کہا: "اشهد انك احذق منی" میں گواہی دیتا ہوں کہ اس فن میں آپ میرے بھی استاد ہیں۔ (تاریخ خیرہ ص ۲۹۴)

بخل۔ قارون کی تباہی کا موجب

قارون کے متعلق مروی ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قریبی رشتہ دار تھا۔ بعض مؤرخین اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی اور بعض نے اسے خالہ زاد بھائی بیان کیا ہے۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن حضرت کلثوم کا منگیتر بھی بیان کیا جاتا ہے۔

یہ پہلے بے حد غریب تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس نے درخواست کی کہ اسے کوئی عمل اور ورد تعلیم دیں تاکہ اللہ تعلی اسے وسیع رزق عطا فرمائے۔

آپؑ نے اسے وظیفہ تعلیم فرمادیا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ اس کے پاس دولت کے ڈھیر جمع ہوگئے اور اس کے خزانوں کی چابیاں بہت سے لونٹوں پر لادی جاتی تھیں۔

جب وہ اپنے نوکروں اور خادموں کے ساتھ اپنے محل سے برآمد ہوتا تھا تو لوگوں کے منہ سے بے ساختہ یہ دعا نکلا کرتی کہ اللہ ہمیں بھی قارون کی طرح دولت مند بنائے۔

بحارالانوار جلد سیز دہم کے صفحہ ۲۵۶ پر علامہ مجلسی ابن عباس کی

زبانی نقل کرتے ہیں کہ جب زکوٰۃ کا حکم آیا اور جناب موسیٰ علیہ السلام نے قارون سے زکوٰۃ کی ادائیگی کا مطالبہ کیا تو اس نے اپنے بخل کی وجہ سے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے رعایت دیتے ہوئے فرمایا: "تو ایک ہزار گوسفند میں سے ایک گوسفند اور ایک ہزار دینار میں سے ایک دینار بطور زکوٰۃ دے دے تو بھی قابل قبول ہے۔"

قارون نے مجبور ہو کر یہ مقدار تسلیم کر لی لیکن جب گھر آیا اور اس نے اپنی جائیداد کا حساب لگایا تو اسے اپنی جائیداد کا ہزارواں حصہ بہت زیادہ نظر آیا اور اسے اس کے فطری بخل نے ہزارواں حصہ ادا کرنے سے روک دیا۔

پھر اس نے اپنے دوستوں کو بلا کر ان سے کہا: "اب تک جو کچھ موسیٰ کہتے آئے، ہم ان کا کہا مانتے رہے لیکن اب پانی سر سے اوپر ہو چکا ہے، اب موسیٰ ہماری جائیداد کا بھی ہم سے ایک حصہ لینا چاہتا ہے اور یہ چیز ہمارے لئے ناقابل برداشت ہے، اس کے لئے تم لوگ کوئی طریقہ سوچو۔"

قارون کے دوستوں نے اس سے کہا: "ہم کچھ نہیں کہتے، آپ ہمارے بزرگ ہیں جیسا مناسب سمجھیں کریں۔"

قارون نے کہا: "فلاں بدکار عورت کو بلاؤ، میں اسے کچھ انعام دے کر موسیٰ پر تہمت لگانا چاہتا ہوں تاکہ موسیٰ ہمیشہ کے لئے بدنام ہو جائیں اور ہمیں کسی طرح کا حکم دینے کے قابل نہ رہیں۔"

بدکار عورت آئی، قارون نے اسے ایک ہزار دینار دینے کا وعدہ کیا اور اس کے ساتھ یہ وعدہ بھی کیا کہ اگر اس نے موسیٰ پر تہمت لگائی تو وہ اس سے

شادی کر لے گا۔

دوسرے دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے گھر سے برآمد ہوئے اور میدان میں پہنچ کر انہوں نے وعظ و نصیحت شروع کی اور آپؑ نے اپنے وعظ میں ارشاد فرمایا: "میں چور کا ہاتھ قلم کر دوں گا، جو کسی پر افترا باندھے اسے اسی کوڑے سزا دوں گا، جو کنوارہ شخص زنا کا مرتکب ہو گا اسے اسی کوڑے اور جو شادی شدہ زنا کا مرتکب ہو گا اسے سنگسار کروں گا۔"

اس مجمع میں قارون موجود تھا۔ اس نے کھڑا ہو کر کہا: "جناب! اگر یہ جرم آپ سے بھی صادر ہو تو بھی اس کی یہی سزا ہے؟"

حضرت موسیٰ نے فرمایا: "بے شک! میرے لئے بھی یہی سزا ہے۔"

قارون نے کہا: "لیکن بنی اسرائیل میں تو یہ مشہور ہے کہ آپ نے (نعوذباللہ) زنا کیا ہے۔"

حضرت موسیٰ نے فرمایا: "خوب سوچ کر بات کرو کیا میں نے زنا کیا ہے؟"

قارون نے کہا: "جی ہاں! اور اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ جاؤ فلاں عورت کو میدان میں لے کر آؤ۔"

عورت میدان میں آئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عورت سے کہا: "کیا جو الزام قارون مجھ پر لگا رہا ہے کیا یہ درست ہے؟"

اس وقت عورت نے دل میں سوچا کہ میرے لئے بہتر یہی ہے کہ سچ بات کہہ دوں اور نبی کو اذیت نہ دوں، یہ سوچ کر اس عورت نے کہا: "قارون جھوٹا ہے اس نے مجھے ایک ہزار دینار کی لالچ دی ہے تاکہ میں آپؑ پر تہمت

لگاؤں۔"

عورت کا بیان سن کر قارون بے حد شرمندہ ہوا اور شرمندگی سے سر جھکا لیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عزت نفس سلامت رہنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر کیا اور دو رکعت نماز شکرانہ پڑھی اور نماز پڑھنے کے بعد انہوں نے رو رو کر بارگاہ احدیت میں عرض کی: "خدایا! تیرا دشمن مجھے رسوا کرنا چاہتا ہے، آج مجھے اس پر غلبہ عطا فرما۔"

اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوئی کہ ہم نے زمین کو تمہارا مطیع بنایا ہے تم زمین کو جو بھی حکم دو گے زمین اس کی تعمیل کرے گی۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی طرف رخ کیا اور فرمایا: "جس طرح سے اللہ نے مجھے فرعون اور آل فرعون پر غلبہ دیا تھا اسی طرح سے اس نے مجھے قارون اور اس کے ساتھیوں پر بھی غلبہ عنایت کیا ہے۔"

پھر آپؑ نے فرمایا: "جو قارون کے ساتھ رہنا چاہتا ہو وہ اس کے ساتھ کھڑا ہو جائے، باقی لوگ اس سے دور ہو جائیں۔"

یہ اعلان سننے کے بعد صرف دو شخص قارون کے ساتھ کھڑے ہوئے باقی لوگ قارون سے جدا ہو گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا کہ قارون اور اس کے ساتھیوں کو نگل لے۔ زمین نے پہلے پہل اسے پنڈلی تک نگلا، پھر زانوں تک نگلا، قارون نے چیخ کر کہا: "موسیٰ! میں سمجھ گیا تو مجھے زمین میں داخل کر کے

میرے خزانے پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی: "خدایا! اس کے تمام خزانے اس کے سر پر رکھ دے اور پھر اسے داخل زمین کر دے۔"

فرشتوں نے اس کے خزانوں کے بھرے ہوئے کمرے اس کے سر پر رکھ دیئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا کہ اسے نگل لے، اب کی بار زمین نے اسے کمر تک نگل لیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو پھر حکم دیا کہ اسے نگل لے، زمین نے اسے گردن تک نگل لیا۔

قارون حضرت موسیٰؑ کو واسطے دیتا رہا کہ مجھ پر رحم کرو لیکن حضرت موسیٰؑ جلال میں تھے، پھر آپؑ نے زمین کو حکم دیا کہ اب اسے پوری طرح سے نگل لے۔ زمین نے قارون اور اس کے ساتھیوں کو نگل لیا۔

جب بنی اسرائیل نے قارون کا یہ حشر دیکھا تو کہا: "خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں قارون جیسی دولت نہیں دی ورنہ ہمارا حشر بھی قارون جیسا ہوتا۔"

قارون کے اس واقعے کے بعد حق سبحانہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ: "موسیٰؑ تم بڑے سخت دل ثابت ہوئے، قارون نے آپ کو بڑے واسطے دیئے لیکن تم نے اس پر رحم نہ کیا، مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم اگر قارون مجھے ایک مرتبہ بھی پکار لیتا تو میں اسے نجات دے دیتا۔"

ثعلبہ بن حاطب کا بخل

ابوامامہ باہلی بیان کرتے ہیں کہ ثعلبہ بن حاطب انصاری رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "یارسول اللہؐ! آپ میرے حق میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے وسیع رزق عطا فرمائے۔"

آپؐ نے فرمایا: "ثعلبہ انسان جتنے رزق کا شکر ادا کرسکے اس کے لئے رزق کی وہی مقدار ہی بہتر ہے، انسان کو اس رزق کا سوال نہیں کرنا چاہئے جس کا شکر ادا نہ ہوسکے اور جس کے حقوق ادا نہ کئے جائیں۔"

اس وقت ثعلبہ چلا گیا لیکن چند دنوں کے بعد دوبارہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی درخواست آپؐ کے سامنے دہرائی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دوبارہ تلقین فرمائی اور اسے بتایا کہ دیکھو اگر زیادہ مقدار میں مال و دولت بہتر ہوتی تو میرے پاس سونے چاندی کے پہاڑ ہوتے لیکن تم خود دیکھ رہے ہو کہ میرے گھر میں اکثر اوقات فاقہ رہتا ہے۔

ثعلبہ آپؐ کی باتیں سن کر چلا گیا، چند دن گزار کر پھر آپؐ کے کاشانہء نبوت پر حاضر ہوا اور وہی پرانی درخواست دہرائی اور کہا: "میں وعدہ کرتا ہوں اگر اللہ نے مجھے دولت سے نوازا تو ہر حقدار کو اس کا حق دوں گا۔"

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے حق میں دعا کرتے ہوئے فرمایا: "خدایا! ثعلبہ کو مال و دولت عنایت فرما۔"

ثعلبہ کے پاس چند بھیڑیں تھیں، قدرت خداوندی سے ان میں اتنی افزائش ہوئی کہ چند دنوں کے اندر ایک بڑا ریوڑ بن گیا، ثعلبہ ریوڑ کو لے کر

جنگل میں چلا جاتا۔

اس سے پہلے ثعلبہ تمام نمازیں حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا میں پڑھا کرتا تھا، پھر صرف ظہر و عصر کی نمازیں آپؐ کے ساتھ آکر ادا کرتا۔ ادھر اس کا ریوڑ روز بروز بڑھتا گیا، وہ پھر نماز جمعہ آپؐ کے ساتھ آکر ادا کرتا۔ پھر آہستہ آہستہ یہ نوبت آپہنچی کہ نماز جمعہ میں بھی شریک نہ ہوتا، اس دن راستہ پر آکر بیٹھ جاتا اور لوگوں سے مدینہ کے حالات دریافت کیا کرتا تھا۔

ایک دن رسول پاکؐ نے ثعلبہ کے متعلق لوگوں سے دریافت کیا تو آپؐ کو بتایا گیا کہ اس کے پاس اتنے جانور ہوگئے ہیں کہ اس کے لئے اب مدینہ آنا مشکل ہوگیا ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: "ثعلبہ پر افسوس، ثعلبہ پر افسوس، ثعلبہ پر افسوس۔"

آپؐ پر زکوٰۃ کی آیات نازل ہوئیں تو آپؐ نے زکوٰۃ کی وصولی کے لئے دو افراد کو منتخب فرمایا، ایک کا تعلق بنی جہینہ اور دوسرے کا تعلق بنی سلیم سے تھا۔ آپؐ نے انہیں زکوٰۃ حاصل کرنے کے لئے تحریری حکم بھی لکھ کر دیا۔ آپؐ نے کارندے ثعلبہ کے پاس آئے اور حضور کا نامہء مبارک اسے دکھا کر زکوٰۃ کا مطالبہ کیا۔

ثعلبہ نے آپ کا نامہء مبارک پڑھ کر کہا: "یہ تو مجھے جزیہ یا جزیہ کے مشابہ ٹیکس نظر آتا ہے۔ فی الحال تم جاؤ اور لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرو، میں اس کے متعلق غور و فکر کروں گا۔"

پھر آپؐ کے دونوں کارندے بنی سلیم کے ایک شخص کے پاس گئے اور اسے زکوٰۃ کا حکم سنایا تو اس نے بہترین اونٹوں کا انتخاب کر کے ان سے کہا:

"تم یہ اونٹ زکوۃ میں لے جاؤ۔"

حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نمائندوں نے کہا: "حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں یہ حکم نہیں دیا تھا کہ ہم بہترین مویشی کا انتخاب کر کے زکوۃ حاصل کریں۔"

اس شخص نے کہا: "لیکن میں خود چاہتا ہوں کہ خدا کے نام پر اچھی چیز پیش کروں۔"

اس سے زکوۃ وصول کرنے کے بعد دونوں نمائندے دوبارہ ثعلبہ کے پاس آئے اور اسے زکوۃ کی ادائیگی کا حکم دیا۔

ثعلبہ نے کہا: "تم فی الحال حضور کریمؐ کا نامہ مجھے دے کر چلے جاؤ تاکہ میں اچھی طرح سے سوچ کر فیصلہ کر سکوں کہ یہ جزیہ یا شبیہ جزیہ ہے یا کوئی اور قسم کا ٹیکس ہے؟ میں اس کا جواب بعد میں دوں گا۔"

حضور کریمؐ کے نمائندے اس کے پاس سے چلے گئے اور رسول خداؐ کی خدمت میں جاکر انہوں نے تمام واقعہ سنایا۔

تمام واقعات سن کر آپؐ نے فرمایا: "ثعلبہ پر افسوس، پھر آپؐ نے بنی سلیم کے شخص کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے ثعلبہ کی مذمت میں یہ آیات نازل فرمائیں:

"ومنهم من عاهد الله لئن اتانا من فضله لنصدقن و لنكونن من الصالحين فلما اتاهم من فضله بخلوا به و تولوا وهم معرضون فاعقبهم نفاقا في قلوبهم الى يوم يلقونه بما اخلفوا الله ما وعدوه وبما كانوا يكذبون." (سورۃ توبہ ۷۵ تا ۷۷)

منافقین میں کچھ ایسے افراد بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ اگر اللہ انہیں اپنے فضل و کرم سے رزق عطا کرے تو ہم صدقہ دیں گے اور ہم نیک لوگوں میں سے ہو جائیں گے، جب اللہ نے اپنی فضل کرتے ہوئے انہیں رزق عطا فرمایا تو انہوں نے اس کے متعلق بخل کیا اور اعراض کرتے ہوئے انہوں نے پشت پھیرلی، اسی لئے اس وعدہ خلافی اور جھوٹ بولنے کی وجہ سے اللہ نے ان کے دلوں میں روز قیامت تک نفاق رکھ دیا۔

جب رحمت عالمؐ نے یہ آیات پڑھ کر سنائیں تو اس وقت مسجد میں ثعلبہ کا ایک رشتہ دار بھی موجود تھا، وہ آیات سن کر ثعلبہ کے پاس گیا اور اسے نزولِ آیات سے باخبر کیا، اس کے بعد ثعلبہ حضور کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "میں زکوۃ دینے پر آمادہ ہوں آپؐ میری زکوۃ قبول فرمائیں۔"

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ نے مجھے تیری زکوۃ لینے سے روک دیا ہے، اس لئے میں تجھ سے یہ زکوۃ نہیں لوں گا۔"

ثعلبہ نے اپنے سر اور داڑھی پر خاک ڈالی، رسول خداؐ نے فرمایا: "یہ تیرے اپنے عمل کا بدلہ ہے۔"

پھر ثعلبہ دوبارہ اپنے ریوڑ کے پاس چلا گیا اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثعلبہ کی زکوۃ قبول نہ فرمائی۔

حضور اکرمؐ کی وفات کے بعد ثعلبہ حضرت ابوبکر کے پاس گیا اور زکوۃ ادا کرنے کی خواہش کا اظہار کیا لیکن حضرت ابوبکر نے اس کی زکوۃ لینے سے انکار کردیا۔ پھر ثعلبہ حضرت عمر کے پاس بھی زکوۃ دینے کے لئے گیا لیکن انہوں نے بھی ثعلبہ کی زکوۃ قبول کرنے سے انکار کردیا۔ پھر ثعلبہ حضرت عثمان

کے دور خلافت میں بھی زکوۃ لے کر گیا لیکن انہوں نے بھی اس کی زکوۃ قبول نہ کی۔ حضرت عثمان کے دور حکومت میں ثعلبہ کی وفات ہوئی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ثعلبہ جنگ بدر میں بھی شریک ہوا تھا۔(اسُد الغابہ ج ۱ ص ۲۳۷)

دو بخیل

تاریخ خیرہ کے صفحہ ۲۷۲ پر مرقوم ہے، مؤلف لکھتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں ایک بخیل گزرا ہے اور اس کا مشہور مقولہ تھا کہ کچھ لوگ دولت سے اس لئے پیار کرتے ہیں کہ اس کے ذریعے سے اچھے کھانے، کھانے کو ملتے ہیں۔ بعض لوگ دولت سے اس لئے محبت کرتے ہیں کہ اس سے عمدہ لباس خرید کرتے ہیں۔ بعض لوگ دوست سے اس لئے الفت کرتے ہیں کہ وہ اس کے ذریعے سے مقام ریاست و حکومت تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ یہ سب لوگ دراصل دولت سے محبت نہیں رکھتے یہ لوگ دولت کو مادی اشیاء کا وسیلہ قرار دیتے ہیں جبکہ میں دولت سے اس لئے پیار کرتا ہوں کہ وہ دولت ہے، میری نظر میں عظیم لذت یہ ہے کہ انسان دولت کو جمع کرتا رہے اور اسے مادی وسائل کی فراہمی کا ذریعہ نہ بنائے۔

ایک شخص کہتا ہے کہ سوئے اتفاق اس بدبخت کے ساتھ مجھے اصفہان جانے کا اتفاق ہوا وہاں اس نے ایک مکان میں رہائش رکھی، مکان کے باورچی خانے میں ایک بخاری تھی، وہاں ایک بلی نے قبضہ کیا ہوا تھا، تین ماہ تک میں وقتاً فوقتاً اس کے مکان پر جاتا رہا، اس بخاری پر میں نے بلی اور اس کے چھوٹے

بچوں کو ہی متمکن دیکھا جس سے میں نے اندازہ کر لیا کہ اس عرصے میں اس بدبخت نے ایک دفعہ بھی اس مکان میں آگ نہیں جلائی تھی۔

کتاب مذکور میں لکھا ہے کہ مستنصر باللہ عباسی نے احمد خطیب کو منصب وزارت تفویض کیا، احمد خطیب اپنے دور کا مشہور کنجوس تھا۔

اس کے بخل کے اظہار کے لئے یہی کافی ہے کہ ایک وزیر کے پاس ایک فقیر گیا اور اس سے کچھ خیرات کا مطالبہ کیا، بخیل وزیر کو اس فقیر پر بے حد غصہ آیا، اس نے فقیر کو بے تحاشہ پیٹنا شروع کیا، فقیر بے چارہ اس کی ضربوں کی تاب نہ لاتے ہوئے موقع پر مر گیا، جب اس واقعہ کی اطلاع عباسی خلیفہ مستنصر باللہ کو ملی تو اس نے احمد کو وزارت سے سبکدوش کر دیا اور کہا کہ میں نے اسے وزیر بنا کر غلطی کی تھی کیونکہ اتنا رذیل شخص منصب وزارت کے لائق نہیں ہوتا اور خلیفہ نے اس کی تمام تر جائیداد ضبط کر لی اور حکم دیا کہ اس کی تمام تر جائیداد مرنے والے فقیر کے ورثاء کو خون بہا میں دی جائے۔

بخل کس قدر قابل نفرت ہے؟

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رحمت عالم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ کے طواف میں مصروف تھے، آپؐ نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک شخص نے غلاف کعبہ کو تھاما ہوا ہے اور کہہ رہا ہے: "خدایا! تجھے تیرے اس باعظمت گھر کی قسم دیتا ہوں کہ میرا گناہ معاف فرما۔"

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا: "تو نے کونسا گناہ کیا ہے؟"

اس نے جواب دیا: "حضور میرا گناہ بہت بڑا ہے۔"

آپؐ نے فرمایا: "آخر تو اللہ کی رحمت سے اتنا مایوس کیوں ہے؟ کیا تیرا گناہ پہاڑوں سے بھی بڑا ہے؟"

اس نے عرض کی: "جی ہاں! میرا گناہ پہاڑوں سے بھی بڑا ہے۔"

آپؐ نے ارشاد فرمایا: "تو کیا تیرا گناہ اس زمین کے وزن سے بھی زیادہ ہے؟"

اس نے کہا: "جی ہاں! یارسول اللہؐ۔"

پھر آپؐ نے فرمایا: "تیرا گناہ بڑا ہے یا آسمان بڑا ہے؟"

اس نے کہا: "میرا گناہ آسمانوں سے بھی زیادہ وزنی ہے۔"

پھر آپؐ نے فرمایا: "کیا تیرا گناہ عرش سے بھی زیادہ وزنی ہے؟"

اس نے کہا: "جی ہاں! میرا گناہ عرش سے بھی زیادہ وزنی ہے۔"

پھر آپؐ نے فرمایا: "اچھا یہ بتا (**ذنبك اعظم ام الله**) تیرا گناہ بڑا ہے یا خدا بڑا ہے؟"

اس نے کہا: "خدا بڑا ہے۔"

پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا: "اپنے گناہ کے متعلق بیان کر۔"

اس نے کہا: "یارسول اللہؐ! میں دولت مند انسان ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت کچھ عطا کیا ہوا ہے لیکن جب بھی کوئی سائل مجھ سے سوال کرے تو میرے تن بدن میں غصہ کی وجہ سے آگ لگ جاتی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ سائل کو قتل کر ڈالوں۔"

یہ سن کر آپؐ نے فرمایا: "**الیك عنی لا تحرقنی بنارك**" مجھ سے دور

ہو جا، اپنے ساتھ آگ میں مجھے مت جلا۔ مجھے اس ذات کی قسم جس نے مجھے ہادی بنا کر مبعوث کیا، اگر تو اس بخل کی وصف کے ساتھ رکن و مقام کے درمیان دو ہزار سال تک نماز پڑھے اور خوف خدا میں تو اتنا روئے کہ تیری آنکھوں سے چشمے پھوٹ نکلیں اور درخت سیراب ہو جائیں تو اس کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ تجھے معاف نہیں فرمائے گا تجھے سر کے بل دوزخ میں ڈالے گا۔"

کیا تجھے علم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "**ومن یبخل فانما یبخل عن نفسه**" جو بخل کرتا ہے وہ اپنے لئے ہی بخل کرتا ہے۔"

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "**ومن یوق شح نفسه فاولئك هم المفلحون**" جنہیں ان کے اپنے نفس کے بخل سے محفوظ کر دیا جائے تو وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔"

دردمندانہ گزارش

خدا پرستی کا مقام صرف زبانی گفتگو سے حاصل نہیں ہوتا اس کے لئے بہت کچھ قربان کرنا پڑتا ہے۔ اس کے لئے سب سے پہلے علائق جسمانی کو قربان کرنا ضروری ہے۔ خداوند عالم نے اہل ایمان کے ساتھ خوبصورت بیع و شرا کی ہے اور اس بیع و شرا کا تذکرہ ان الفاظ سے فرمایا ہے: "**ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم واموالهم بان لهم الجنة**" بے شک اللہ نے مؤمنین سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔"

حصول جنت کے لئے اہل ایمان کو جان و مال کی قربانی سے دریغ نہیں کرنا چاہئے۔ ایمان کی سیڑھی کا پہلا زینہ انفاق فی سبیل اللہ ہے اور زکوٰۃ و خمس

اور دیگر صدقات انفاق فی سبیل اللہ کی مختلف صورتیں ہیں۔ جو شخص ایمان کے اثبات کے لئے اپنا مال قربان نہیں کر سکتا وہ ایمانی مدارج سے قارون اور ثعلبہ کی طرح بے بہرہ رہتا ہے۔

امام عالی مقام کا یہ فرمان آپ اپنے پیش نظر رکھیں "من منع قیراطا من الزکوۃ فلیس بمؤمن ولا مسلم" جو شخص ایک قیراط زکوٰۃ روک لے وہ نہ تو مؤمن ہے اور نہ ہی مسلم ہے۔"

ہادیان دین میں سے ایک ہادی کا یہ فرمان بھی ہمیشہ ذہن نشین رہنا چاہئے: "ان الزکوۃ لیس یحمد بھا صاحبھا، انما ھو شیء ظاھر حقن بھا دمه وسمی بھا مسلما ولو لم یؤدھا لم یقبل له صلوٰۃ" یعنی انسان زکوٰۃ ادا کرنے سے لائق تعریف نہیں بن جاتا، زکوٰۃ تو ایسی چیز ہے جس سے انسان کی جان کی حفاظت کی جاتی، یہ تو ایک واضح سا فریضہ ہے اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے ہی کوئی شخص مسلم کہلاتا ہے۔ اگر کوئی شخص زکوٰۃ ادا نہ کرے تو اس کی نماز قبول ہی نہ ہوگی۔"

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر ہادیان دین نے انسان کو ہمیشہ اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا ہے کہ زر پرستی بت پرستی کی ایک قسم ہے اور معصومینؑ نے انسان کو اس سے پرہیز کرنے کا حکم دیا۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "البخیل بعید من اللہ، بعید من الناس، بعید من الجنة و قریب من لنار و جاھل سخی احب الی اللہ من عابد بخیل و اودی الداء البخل" یعنی بخیل اللہ سے دور ہے، انسانوں سے دور ہے، جنت سے دور ہے اور دوزخ کے قریب ہے اور جاہل سخی اللہ کو

عابد بخیل سے زیادہ محبوب ہے اور بخل بدترین بیماری ہے۔"

حضرت امام صادق علیہ السلام نے بخل کو ہر برائی کی جڑ قرار دیا اور فرمایا: "وھو زمان یقادبه الی کل سوء" یعنی بخل ایک ایسی رسی ہے جو انسان کو ہر برائی کی جانب لے کر جاتی ہے۔"

چند روایات

قال رسول اللہؐ مامحق الاسلام محق الشح شیء ثم قال ان لھذا الشح دبیبا کدبیب النمل وشعبا کشعب الشرك وفی نسخة اخرالشوك.

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بخل کی طرح کسی چیز نے اسلام کو تباہ نہیں کیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ پستی اور بخل کی شرک کی طرح سے بہت سی شاخیں ہیں اور بخل بھی انسان کے دل میں اس مخفی انداز سے چلتا ہے جیسا کہ چیونٹی چلتی ہے۔"

ایک اور نسخہ میں لفظ شرک کی بجائے لفظ "شوک" استعمال ہوا ہے۔ تو اس شکل میں حدیث شریف کا یہ ترجمہ بنے گا کہ مختلف کانٹوں کی طرح سے اس کی شاخیں بھی پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔

"فروع کافی ج ۴ ص ۴۵"

عن ابی جعفرؑ قال: قال رسول اللہؐ لیس البخیل من ادلی الزکوٰۃ المفروضة من ماله واعطی البائنة فی قومه انما البخیل من لم یؤد الزکوٰۃ المفروضة من ماله ولم یعط البائنة فی قومه وھو یبذر فیما سوی ذلك.

"فروع کافی ج ۴ ص ۴۵"

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ: "وہ شخص بخیل نہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے اور اپنی قوم کو عطیات دے، بخیل وہ ہے جو زکوٰۃ واجب ادا نہ کرے اور اپنی قوم کو عطیات سے محروم رکھے اور اس کے علاوہ دوسرے کاموں میں اسراف کرتا ہے۔"

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دور حاضر کے اکثر مالدار افراد بخیل ہیں اور وہ یقیناً اس بخل کا انجام بد پائیں گے۔ اکثر دولت مند زکوٰۃ و خمس ادا کرنے کے روادار نہیں ہیں اور "فحشاء و منکر" پھیلانے والے اداروں کو دل کھول کر چندہ دیتے ہیں۔

عن زرارة قال: سمعت ابا عبداللهؑ يقول انما الشحيح من منع حق الله وانفق فی غير حق الله عزوجل.

عن عبدالاعلی بن اعين عن ابی عبداللهؑ قال: ان البخيل من كسب مالا من غير حله وانفقه فی غير حقه.

"معانی الاخبار ص ۲۴۵"

زرارہ کہتے ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپ فرماتے تھے: "بخیل وہ ہے جو اللہ کا حق ادا نہ کرے اور حقوق اللہ کے علاوہ باقی مقامات پر دولت خرچ کرے۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "بخیل وہ ہے جو حرام طریقے سے دولت حاصل کرے اور اسے ناجائز صرف کرے۔"

ان امیرالمؤمنینؑ سمع رجلا يقول: ان الشحيح اعذر من الظالم فقال له كذبت ان الظالم قديتوب و يستغفر ويرد الظلامه على اهلها والشحيح

اذا شح منع الزكوٰة والصدقة و صلة الرحم وقرى الضيف و النفقة فی سبيل الله وابواب البر وحرام على الجنة ان يدخلها شحيح.

عن ابی عبداللهؑ قال: قال اميرالمؤمنينؑ اذالم يكن لله فی عبد حاجة ابتلاه الله بالبخل.

"فروع کافی ج ۴ ص ۴۴"

امیرالمؤمنین علیہ السلام نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: "ظالم کی بہ نسبت بخیل کا انجام آسان تر ہے۔"

آپؑ نے فرمایا: "تو نے جھوٹ بولا، ظالم کبھی توبہ و استغفار کر لیتا ہے اور مظلوم کے حق کو واپس کر دیتا ہے جبکہ بخیل جب بخل کرتا ہے تو زکوٰۃ اور صدقہ اور صلہ رحمی اور مہمان نوازی اور انفاق فی سبیل اللہ اور نیکی کے تمام دروازے اپنے اوپر بند کر لیتا ہے اور بہشت کے لئے حرام ہے کہ اس میں بخیل داخل ہو سکے۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ امیرالمؤمنین علیہ السلام کا فرمان ہے: "اللہ جس بندہ سے بے اعتنائی کرتا ہے تو اسے بخل میں مبتلا کر دیتا ہے۔"

عن فضل بن ابی قرہ قال ابو عبداللهؑ تدری ما الشحيح؟

قلت هو البخيل قال الشح اشد من البخل ان البخيل يبخل بما فی يده والشحيح يشح على مافی ايدی الناس وعلى مافی بديه حتى لايرى مما فی ايدی لناس شيئا الا تمنى ان يكون له بالحل و الحرام ولا يقنع بما رزقه الله.

"فروع کافی ج ۴ ص ۴۵"

فضل بن ابی قرہ کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے فرمایا "جانتے

ہو کہ کنجوس کون ہے؟"

میں نے عرض کی: "بخیل ہی کنجوس ہوتا ہے۔"

آپ علیہ السلام نے فرمایا: "نہیں کنجوسی کا درجہ بخل سے زیادہ ہے کیونکہ بخیل تو صرف اس چیز کا بخل کرتا ہے جو اس کے ہاتھوں میں ہوتی ہے جبکہ کنجوس اس مال کا بھی بخل کرتا ہے جو اس کی ملکیت ہوتا ہے اور اپنے مال کے علاوہ دوسروں کے مال کے لئے بھی بخل کرتا ہے اور اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کے ہاتھوں میں جو کچھ دیکھتا ہے تو وہ تمنا کرتا ہے کہ وہ اس کے پاس بھی ہو چاہے حلال سے آئے یا حرام سے آئے اور اللہ کے عطا کردہ رزق پر قناعت نہیں کرتا۔"

باب چہارم

ظالموں کی معاونت

ولاترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار ...... (القرآن)

"اور ظالموں کی طرف داری نہ کرو ورنہ آگ کی لپیٹ میں آجاؤ گے۔"

ظالموں سے اجتناب کی انتہا

صفوان بن مہران کوفی کا شمار امام جعفر صادقؑ و امام موسیٰ کاظمؑ علیہم السلام کے اصحاب میں سے ہوتا ہے۔ وہ پسندیدہ شخصیت کے مالک تھے اور انتہائی پرہیزگار انسان تھے۔ ان کا ذریعہ معاش اونٹوں سے وابستہ تھا۔ انہوں نے بہت سے اونٹ خریدے ہوئے تھے اور اونٹ کرایہ پر دیا کرتے تھے۔

صفوان کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا: "صفوان! تم ایک اچھے اور پرہیزگار انسان ہو مگر تم میں ایک وصف صحیح نہیں ہے۔"

صفوان کہتا ہے کہ میں نے عرض کی: "مولا! میں نے کونسی غلطی کی ہے؟"

آپؑ نے فرمایا: "تو اپنے اونٹ اس شخص (ہارون الرشید) کو کرایہ پر دیتا ہے۔"

صفوان نے عرض کی: "مولا! میں نے اونٹ حرص و لالچ کی بنا پر اور سیر و شکار اور لہو لعب کی غرض سے اسے نہیں دیئے۔ ہارون نے حج کے لئے مجھ سے اونٹ طلب کئے میں نے دے دیئے اور پھر میں بذات خود بھی اونٹوں کے ہمراہ روانہ نہیں ہوا اور اس کام کے لئے میں نے اپنے غلام اس کے ہمراہ بھیجے ہیں۔"

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: "تو تمہارا کرایہ ان کے ذمہ واجب الادا ہے یا نہیں؟"

صفوان نے کہا: "جی ہاں مولا! میرا کرایہ ان کے ذمہ واجب الادا ہے جب وہ حج سے واپس آئیں گے تو مجھے کرایہ ادا کریں گے۔"

امام علیہ السلام نے فرمایا: "پھر اس صورت میں تمہاری خواہش تو یہی ہوگی کہ ہارون اور اس کا خاندان جب تک تمہیں کرایہ نہ دیں زندہ سلامت رہیں کیونکہ ان کے ہلاک ہونے کی صورت میں تم کرایہ سے محروم ہو سکتے ہو۔"

صفوان نے کہا: "مولا! ظاہر ہے کہ ایسا ہی ہونا چاہئے۔"

آپؑ نے فرمایا: "جو شخص ان کی بقاء کا آرزو مند ہو وہ انہی میں سے ہے اور وہ ان کے ساتھ دوزخ میں جائے گا۔"

صفوان کا بیان ہے کہ مولا کے اس فرمان کو سن کر میں نے تمام اونٹ فروخت کر دیئے۔ جب ہارون کو یہ خبر ملی تو اس نے مجھے اپنے پاس طلب کیا اور

کہا: "میں نے سنا ہے کہ تو نے تمام اونٹ فروخت کر دیئے ہیں؟"

میں نے کہا: "جی ہاں! میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور اونٹوں کی نگرانی کے لئے خود سفر نہیں کر سکتا اور غلاموں پر بھی زیادہ بھروسہ نہیں کیا جا سکتا، اسی لئے میں نے مجبوراً تمام اونٹ فروخت کر دیئے۔"

ہارون نے کہا: "ایسا ہرگز نہیں، تو نے موسیٰ کاظم کے کہنے پر اپنے اونٹ فروخت کئے ہیں۔"

میں نے کہا: "بادشاہ! موسیٰ کاظم کے ساتھ میرا کیا واسطہ ہے؟"

ہارون نے کہا: "تو جھوٹ کہتا ہے، اگر ہم نشینی کا حق نہ ہوتا تو میں تجھے فوراً قتل کرا دیتا۔ (مجالس المؤمنین قاضی نوراللہ شوستری ص ۲۹۱)

ایک لقمے کا اثر

فضل بن ربیع کہتا ہے کہ ایک دن شریک بن عبداللہ بن سنان نخعی خلیفہ مہدی عباسی کے پاس آیا۔

خلیفہ نے کہا: "شریک! تجھے ان تین کاموں میں سے ایک کام ضرور کرنا ہوگا: (۱) تو منصب قضاوت قبول کرو (۲) یا میری اولاد کو تعلیم دو (۳) یا میرے ساتھ دستر خوان پر بیٹھ کر ایک مرتبہ کھانا کھاؤ۔"

شریک نے کہا: "خلیفہ سچی بات یہ ہے کہ یہ دونوں کام میرے لئے مشکل ہیں، مگر تیسرا کام پہلے دو کاموں کی بہ نسبت کچھ آسان نظر آتا ہے۔"

مہدی نے باورچی کو بلا کر حکم دیا کہ ہمارے لئے آج کے کھانے میں مغز استخوان اور سفید شکر تیار کرو اور ہاں خیال رکھنا کہ کھانا بہت ہی عمدہ اور

لذیذ ہونا چاہئے۔"

دستر خوان بچھایا گیا، شریک دستر خوان پر بیٹھا اور خلیفہ کے ساتھ بیٹھ کر خوب اچھی طرح سے ڈٹ کر کھانا کھایا۔ باورچی خانہ کا نگران اس سارے منظر کو دیکھتا رہا اور اس نے مہدی کے کان میں آہستہ سے کہا: "لیس یفلح الشیخ بعد هذه الاكلة ابدا۔" آپ کو مبارک ہو یہ کھانا کھانے کے بعد شریک کبھی بھی اپنی گلو خلاصی نہیں کر سکے گا۔

فضل بن ربیع کہتا ہے کہ خدا کی قسم اس دن کے طعام کھانے کے بعد وہی شریک، بنی عباس کا حاشیہ نشین بنا اور اس نے منصب قضاوت بھی حاصل کیا اور ان کی اولاد کا معلم بھی بنا۔

ایک دن خلیفہ نے شریک بن عبداللہ کے لئے انعام کی ایک چٹ جاری کی، شریک خلیفہ کی چٹ لے کر بیت المال کے خازن کے پاس گیا اور اس سے کہا: "جلدی سے مجھے میری رقم ادا کرو۔"

خازن نے کہا: "آپ اتنی جلدی کیوں کرتے ہیں؟ آپ نے کوئی گندم فروخت کی ہے یا آپ نے کوئی کپاس فروخت کی ہے؟"

شریک بن عبداللہ نے کہا: "بندۂ خدا میں نے سب سے قیمتی چیز فروخت کی ہے، میں نے اپنا دین و ایمان فروخت کیا ہے۔(مروج الذہب مسعودی ج ۳ ص ۳۲۰، روضات الجنات)

ظالموں کی دوستی سے بیماری ہی بھلی

شیخ بہائی اپنی کتاب کشکول میں تحریر کرتے ہیں:

ابن اثیر مجدالدین ابوالسعادات کتاب جامع الاصول اور نہایہ کے مؤلف گزرے ہیں اور وہ اہلسنت کے بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں اور ان کی زندگی کا ایک حصہ سلاطین کے ساتھ صرف ہوا اور وہ کلیدی مناصب پر فائز رہے۔

ایک دفعہ بیمار ہوئے اور ان کے ہاتھ پاؤں کام کرنے سے ناکارہ ہوگئے جس کے نتیجے میں انہوں نے اپنا منصب چھوڑ دیا اور خانہ نشین ہوگئے۔ ان کی عیادت کے لئے علماء و فضلاء ان کے مکان پر جاتے اور ان سے خوب علمی مباحثہ ہوتا تھا۔

ایک طبیب روزانہ ان کے علاج کے لئے آتا تھا، جب انہوں نے محسوس کیا کہ وہ کافی حد تک درست ہو چکے ہیں تو انہوں نے طبیب کو معقول رقم دے کر رخصت کردیا۔

دوستوں نے ان سے کہا: "آپ نے غلطی کی، آپ پہلے اچھی طرح سے صحت مند ہو جاتے پھر آپ طبیب کو رخصت کرتے۔"

ابن اثیر نے کہا: "میں نے جو کچھ کیا بالکل درست کیا، اگر میں اچھی طرح سے صحتیاب ہو جاتا تو پھر چارو ناچار مجھے سلاطین کی صحبت اختیار کرنا پڑتی اور اس حالت میں کسی طرح کے منصب لینے سے عاجز ہوں، میں نے مناسب یہی سمجھا کہ ظالموں کی معاونت سے جسمانی بیماری بہتر ہے۔

پھر اسی گوشہ نشینی کے ایام میں انہوں نے کتاب نہایہ اور جامع الاصول تالیف کیں۔

قربِ سلطاں آتش سوزاں بود

مقدس اردبیلیؒ اپنی کتاب کشف الغمہ میں بحوالہ تذکرہ ابن حمدون رقم طراز ہیں کہ منصور عباسی نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو خط لکھا تھا جس میں اس نے تحریر کیا تھا کہ آپ ہمارے مصاحب بن جائیں تاکہ آپ ہمیں نصیحت کر سکیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا: "من ارادالدنیا لاینصحك ومن ارادالاخرة لا یصحبك."

دنیا طلب شخص تجھے نصیحت نہیں کرے گا اور آخرت طلب شخص تیرے ساتھ نہیں رہے گا۔

جب منصور نے امام علیہ السلام کا یہ خط پڑھا تو کہا: "خدا کی قسم امام جعفر صادق علیہ السلام نے افراد کا میزان مجھے دے دیا ہے اس میزان سے میں دنیا طلب اور آخرت طلب افراد کی پہچان کر سکوں گا۔"

بدعقیدہ لوگوں سے میل جول نہ رکھیں

ابوہاشم جعفری کہتے ہیں کہ امام علی نقی علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ: "تو عبدالرحمٰن بن یعقوب کے ساتھ کیوں بیٹھتا ہے؟ میں نے تجھے اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھا ہے۔"

میں نے جواب دیا: "وہ میرا رشتہ دار ہے اور وہ رشتے میں میرا ماموں لگتا ہے۔"

آپؑ نے فرمایا: "یہ سچ ہے کہ وہ تمہارا ماموں ہے لیکن اللہ جل شانہ کو وہ صفت جسمانیت کے ساتھ متصف قرار دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی وہ صفات بیان کرتا ہے جو اس کے مقام عظمت کے لائق نہیں ہیں۔ تو یا تو اس کی صحبت چھوڑ یا پھر ہماری صحبت چھوڑ دے۔"

ابوہاشم نے کہا: "آقا! میں اس کا ہم عقیدہ و ہم نوا نہیں ہوں، کیا اس کے باوجود بھی میں گناہگار متصور ہوں گا؟"

آپؑ نے فرمایا: "تم بھلا یہ تو سوچو کہ اگر اس کی بدعقیدگی کی وجہ سے کسی وقت اللہ کا عذاب آئے اور تو بھی اس کے ساتھ بیٹھا ہوا ہو تو کیا وہ عذاب تمہیں اپنی لپیٹ میں نہیں لے گا؟ یقیناً اس صورت میں تو بھی عذاب کی لپیٹ میں آئے گا۔"

پھر آپؑ نے فرمایا: "موسیٰ علیہ السلام کے ایک صحابی کا باپ فرعون کے ساتھ رہتا تھا، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رات کے وقت ہجرت فرمائی تو وہ صحابی بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔ فرعون نے ان کا تعاقب کیا، دریائے قلزم نے باذن خدا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو راستہ دیا، آپ خیر و عافیت وہاں سے گزر گئے۔

آپؑ کے صحابی نے دل میں سوچا کہ اب بھی وقت ہے میں اپنے باپ پر اتمام حجت کروں۔ یہ سوچ کر وہ آل فرعون کے لشکر میں آیا اور اپنے باپ سے کہنے لگا کہ ابا جان اب بھی وقت ہے ظالمین کی صحبت سے باز آجاؤ اور موسیٰؑ و ہارونؑ پر ایمان لے آؤ۔ باپ بیٹا بحث کر رہے تھے کہ اللہ کا عذاب آ پہنچا، تمام لوگ پانی میں غرق ہوگئے۔

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ احدیت میں عرض کی: "خدایا! میرے فلاں صحابی کا کیا بنا؟"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وہ میری رحمت میں ہے لیکن چونکہ عذاب کے وقت وہ ظالموں کے ساتھ تھا اسی لئے جب میرا عذاب آیا تو وہ بھی اس کی لپیٹ میں آگیا۔" (بحارالانوار ج ۱۶ ص ۵۴)

ایک ستمگار سے درخواست کرنے کی سزا

امام صادق علیہ السلام نے بیان کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک ظالم حاکم حکومت کیا کرتا تھا۔ اتفاق سے ایک مؤمن اس کے پاس دوسرے مؤمن کے لئے سفارشی بن کر گیا تو بادشاہ نے اس کی سفارش قبول کرتے ہوئے اس کا کام کردیا۔ پھر کچھ عرصے بعد اتفاق یہ ہوا کہ وہ ظالم حاکم اور سفارش کرنے والے مؤمن کی ایک ہی دن میں وفات واقع ہوئی۔

بادشاہ کی موت کے سوگ کی وجہ سے پورے تین دن تک بازار بند رہے اور تمام اہل شہر بادشاہ کے مراسم عزا میں مصروف ہوگئے اور بے چارے مؤمن کی لاش تین دن تک گھر میں پڑی رہی اور حیوانات اس پر مسلط ہوگئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: "خدایا! وہ شخص تیرا دشمن تھا اور یہ دوست تھا، تیرے دوست کا جنازہ تین دن تک گھر میں پڑا رہا، حیوانات نے اس کی شکل و صورت مسخ کردی۔"

آواز قدرت آئی: "یہ مؤمن ایک مرتبہ ظالم بادشاہ سے سفارش کرنے کے لئے گیا تھا، بادشاہ نے اس کی سفارش قبول کی، سفارش قبول کرتے

کی وجہ سے میں نے اس بادشاہ کے جنازے کو عزت دی اور ظالم بادشاہ کے دربار میں جانے کی وجہ سے میں نے اس مؤمن کی میت پر حیوانات مسلط کئے۔" (بحارالانوار ج ۱۶ ص ۸۳)

طاؤس یمانیؒ اور ہشام بن عبدالملک

ہشام بن عبدالملک اپنے ایام خلافت میں ایک مرتبہ حج کے لئے مکہ آیا اور اس نے حکم دیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی صحابی کو تلاش کر کے اس کے سامنے لایا جائے۔

لوگوں نے کہا: "رسول خداؐ کے تمام اصحاب اس دنیا سے رخصت ہوچکے ہیں۔"

پھر اس نے کہا: "اچھا اگر اس دور میں کوئی صحابی باقی نہیں رہا تو پھر کسی تابعی کو لے کر آؤ۔"

طاؤس یمانی جو کہ مشہور اور باکردار تابعی تھے، ان کو ہشام کے پاس لایا گیا۔ جب طاؤس اس کے دربار میں پہنچے تو قالین کے قریب آکر انہوں نے اپنا جوتا اتارا اور اسے لفظ امیرالمؤمنین کے ساتھ خطاب کرنے کی بجائے سلام کیا اور اس کے سامنے بیٹھ گئے اور کہا: "ہشام کیا حال ہے؟"

ہشام کو ان کے اس طرز عمل پر غصہ آیا اور کہا: "بندۂ خدا تو کیسا انسان ہے اور تو نے یہ کیسے کام کئے ہیں؟"

طاؤس نے کہا: "میں نے کونسے غلط کام کئے ہیں؟"

ہشام نے کہا: "تیری پہلی غلطی یہ ہے کہ تو نے قالین کے قریب

پہنچ کر جوتا اتارا جب کہ جوتے دور اتارے جاتے ہیں۔ تیری دوسری غلطی یہ ہے کہ تو نے مجھے امیر المؤمنین کہہ کر سلام نہیں کیا۔ تیری تیسری غلطی یہ ہے کہ تو نے مجھے مخاطب کرنے کے لئے میری کنیت کی بجائے میرا نام لے کر کہا: ہشام کیسا حال ہے؟ اور چوتھی غلطی یہ ہے کہ میرے بالکل سامنے بیٹھ گیا جبکہ یہ سُوئے ادب ہے۔"

طاؤس نے کہا: "تیرے پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ تو ایک ملک کا بادشاہ ہے جب کہ میں روزانہ پانچ بار احکم الحاکمین بادشاہ کے حضور حاضری دیتا ہوں تو مسجد کے دروازے سے گزر کر جوتا اتارتا ہوں، اللہ نے تو اس کام سے منع نہیں کیا، تجھے میرا یہ فعل برا کیوں لگا؟

تیرا دوسرا سوال کہ میں نے تجھے امیر المؤمنین نہیں کہا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ تمام اہل ایمان تیری حکومت پر راضی ہی نہیں ہیں اس لئے میں نے تجھے امیر المؤمنین کہنا مناسب نہیں سمجھا۔

تیرے تیسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ میں نے حضرت علیؑ سے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا کہ اگر تم کسی دوزخی کو دیکھنا چاہو تو اس شخص کو دیکھو جو بیٹھا ہوا ہو اور لوگ اس کے ارد گرد کھڑے ہوئے ہوں۔

اور تیرا یہ کہنا کہ میں نے تجھے کنیت کی بجائے تیرے نام سے مخاطب کیا، تو اس میں کیا برائی ہے؟ اللہ نے اپنے انبیاء کو مخاطب کرتے وقت ان کی کنیت کا تذکرہ نہیں کیا بلکہ انہیں ان کے نام سے یاد کیا اور فرمایا: "یا داؤدؑ انا جعلنك خليفة فى الارض. يايحيىٰ خذالكتاب بقوة. يا عيسىٰ انى متوفيك ورافعك الى."

جب نام لینے سے انبیاء کی بے ادبی نہیں ہوئی تو تمہاری بے ادبی کیسے ہوگئی؟ اور اس کے برعکس اپنے دشمنوں کا نام کنیت سے لیا: "تبت یدا ابی لھب وتب."

ہشام نے کہا: "اچھا مجھے نصیحت کرو۔"

طاؤس نے کہا: "میں نے امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے سنا کہ اللہ نے دوزخ میں ایسے سانپ بنائے ہیں جو وزنی ٹیلے کے برابر ہیں اور ایسے بچھو پیدا کئے ہیں جن کا قد گدھے کے برابر ہے، یہ سانپ اور بچھو دوزخ میں اسے ڈنک ماریں گے جس نے اپنی رعیت میں عدالت نہیں کی ہوگی۔"

یہ کہہ کر طاؤس ہشام کی محفل سے اٹھ کر چلے گئے۔ (الکنی والالقاب ج ۲ ص ۴۰۵)

جو عورت کی بات سن کر خواب غفلت سے بیدار ہوگیا

علی بن عیسی بغدادی عباسی خلفاء مقتدر اور قادر کے زمانۂ خلافت میں مدت دراز تک عہدہ وزارت پر قائم رہا اور وزارت سے مستعفی ہونے کی داستان کو ملا جامی نے اس نظم میں یوں قلم بند کیا ہے:

می شد اندر حشم و حشمت و جاه
پادشه و ار وزیری در راه
هر که آن دولت و حشمت نگریست
بانگ بر درشت این کیست این کیست ؟

بود چابك زنی آن جا حاضر
گفت تا چند که این کیست آخر ؟
رانده ای از حرم قرب خدا
کرده در کو کبهء دوران جا
خورده از شعبده دهر فریب
مبتلا گشته باین زینت و زیب
آمد آن زمزمه در گوش وزیر
داشت درسینه دلی پند پذیر
همه اسباب وزارت بگذاشت
بحرم راه زیارت برداشت
اے خوش آن جذبه که ناگاه رسد
ناگاه بر دل آگاه رسد
صاحب جلوه بخود باز دهد
وز بد و نیکی خود باز دهد
جائے در کعبهء امید کند
روی در قبله جاوید کند

مفہوم اشعار:

وزیر بڑی شان و شوکت اور شاہی دبدبہ کے ساتھ گزر رہا تھا اور جو شخص بھی اس رعب و داب اور ہٹو بچو اور عصابرداروں کو دیکھتا تو وہ بے ساختہ کہتا کہ یہ کون گزر رہا ہے؟

ایک مرتبہ وزیر اسی شان و شوکت سے گزر رہا تھا کہ لوگ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے کہ یہ کون ہے؟

اس مجمع میں دو عورتیں بھی موجود تھیں، ایک عورت نے دوسری سے پوچھا کہ یہ کون جارہا ہے؟ تو دوسری عورت جو کہ بڑی دانا تھی، اس نے جواب میں کہا: "یہ وہ شخص ہے جسے قرب خدا سے دھکیل دیا گیا ہے اور پست ترین مخلوق کی خدمت پر مامور کردیا گیا ہے، یہ وہ ہے جو زمانے کی نیرنگی سے فریب کھا کر اس زیب و زینت میں لگ گیا۔"

وزیر نے عورت کی یہ بات سنی اور اللہ نے اسے ایسا دل دیا تھا جو نصیحت کو قبول کرنے والا تھا۔

اس نے تمام اسباب وزارت کو ٹھوکر ماری اور حرم بیت اللہ کی طرف روانگی اختیار کرلی اور پوری زندگی بیت اللہ کا مجاور بن کر گزاردی۔

وہ جذبہ قابل تحسین ہے جو غیب سے دل میں پیدا ہو اور اس جذبہ کا مالک ہوش و حواس میں آجائے۔

یہی جذبہ انسان کو کعبہ امید میں جگہ عطا کرتا ہے اور اسے ہمیشہ روبقبلہ رکھتا ہے۔

ظالموں کے لئے قوت کا سرچشمہ

علی بن ابی حمزہ روایت کرتے ہیں کہ سلاطین بنی امیہ کا ایک کاتب میرا دوست تھا اور اس نے مجھ سے اصرار کیا کہ میں اس کے لئے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاقات کی اجازت طلب کروں۔

میں نے امام صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ سلاطین بنی امیہ کا ایک کاتب آپ سے ملنے کا خواہش مند ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں اسے آپ کی خدمت میں پیش کروں؟

آپؑ نے اجازت دی تو میں اسے امام عالی مقامؑ کی خدمت میں لے گیا۔

اس نے امام عالی مقامؑ کو سلام کیا اور بیٹھ گیا، پھر اس نے عرض کی: "فرزند رسولؐ! میں ایک عرصے تک سلاطین بنی امیہ کا کاتب رہا اور ان کے دفتروں میں کام کرتا رہا اور دوران ملازمت میں نے بہت سی دولت جمع کرلی اور دولت کی جمع آوری کے لئے میں نے کبھی حلال و حرام کی تمیز نہیں کی تھی۔"

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: "لولا ان بنی امية وجدوا من يكتب لهم ويجبى لهم الفىء ويقاتل عنهم و يشهد جماعتهم لما سلبوا حقنا ولو تركهم الناس وما فى ايديهم ما وجدوا شيئا الا ما وقع فى ايديهم."

اگر بنی امیہ کو ایسے افراد نہ ملتے جو ان کے کاتب بنتے اور جو ان کے لئے خراج کی رقم صول کرتے اور ان کی طاغوتی حکومت کے لئے جنگ کرتے اور ان کے درباروں کی زینت بنتے تو وہ کبھی بھی ہمارا حق چھین نہیں سکتے تھے۔ اگر لوگ ان سے عدم تعاون کا مظاہرہ کرتے تو انہیں یہ جرأت نہ ہوتی کہ لوگوں کے حقوق غصب کرتے اور ان کے ہاتھ میں بھی کچھ نہ رہتا۔

اس شخص نے یہ سن کر عرض کی: "تو میرے لئے اب نجات کی کیا صورت ہے؟"

آپؑ نے فرمایا: "میں تیری راہ نمائی کرتا ہوں اور کیا تو میرے فرمان پر عمل کرے گا؟"

اس نے کہا: "جی ہاں۔"

آپؑ نے فرمایا: "تو پھر تم نے ان کی نوکری سے جو کچھ بھی حاصل کیا ہے اس سے ہاتھ اٹھالو جو صاحبان حق تمہیں یاد ہوں ان تک ان کا حق پہنچادو اور جو تمہیں بھول چکے ہوں باقی رقم ان کی طرف سے صدقہ کردو اور اگر تم نے میرے فرمان پر عمل کیا تو میں خدا کی طرف سے تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔"

آپؑ کا فرمان سن کر اس شخص نے کچھ دیر تک سر جھکائے رکھا، پھر ایک نئے عزم و ولولہ سے کہا: "میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپؑ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔"

راوی کہتا ہے کہ ہم دونوں واپس اپنے گھر کوفہ آئے، اس شخص کے گھر میں جو کچھ تھا اس نے سب کا سب صاحبان حقوق کو واپس کیا اور جس کے مالک کا اسے علم نہیں تھا ان کی طرف سے صدقہ کیا۔ اس شخص نے اپنے جسم کے کپڑے بھی اتار کر رکھ دیئے۔

میں نے اس کے لئے اپنے ایمانی بھائیوں سے تعاون کی درخواست کی اور ہم نے اسے کپڑے لاکر دیئے اور اس کے اخراجات کے لئے ہم نے کچھ رقم بھی اس کے حوالے کی۔

اس کے بعد وہ شخص محنت مزدوری کرنے لگا اور اس سے اپنی ضروریات زندگی فراہم کرنے لگا۔

چند ماہ کے بعد وہ بیمار ہوا، میں اس کی عیادت کے لئے اس کے گھر گیا تو دیکھا کہ اس پر نزع کا عالم طاری تھا اور جیسے ہی اس نے آنکھ کھولی اور مجھے دیکھا تو کہا: "آپ کے مولا و آقا نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔"

یہ الفاظ کہہ کر وہ دنیا سے رخصت ہو گیا۔ ہم نے اس کی تجہیز و تکفین کے فرائض سرانجام دیئے۔

کچھ عرصے بعد میں امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: "ہم نے تمہارے دوست کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا۔"

میں نے عرض کی: "بے شک آپؑ سچ کہتے ہیں۔ میرے دوست نے بھی عالم نزع میں مجھے یہی کہا تھا۔" (فروع کافی ج ۵ ص ۱۰۵)

نظام الملک کے عمل کی گواہی

خواجہ نظام الملک طوسی ایک مدبر اور عدالت پرور وزیر گزرا ہے۔ سلجوقی حکومت کے استحکام کے لئے اس کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ وہ دس سال الپ ارسلان کے وزیر رہے اور اس کے بعد اس کے بیٹے ملک شاہ کے پاس بیس سال تک منصب وزارت پر فائز رہے اور ملک شاہ کے دور میں وہ ملک کے سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ بادشاہ کے پاس تخت شاہی اور شکار کے علاوہ کچھ نہیں رہا تھا۔

خواجہ نظام الملک علم پرور شخص تھے۔ انہوں نے اپنے دور وزارت میں ۴۵۷ھ میں بغداد میں مدرسہ نظامیہ کی بنیاد رکھی اور پورے ملک کے اہل

علم کو تدریس کے لئے دعوت دی اور اس عظیم الشان درسگاہ کا صدر مدرس شیخ ابو اسحاق شیرازی کو مقرر کیا۔ موصوف اپنے دور کے بہت بڑے عالم تھے اور ان کا تعلق فقہ شافعی سے تھا۔

خواجہ نظام الملک امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور رد مظالم کو بڑی اہمیت دیتے تھے اور جب بھی کوئی ستم رسیدہ شخص ان کے پاس جاتا تو اسے انصاف فراہم کرتے تھے اور ان کی موت کا سبب بھی ان کی دادگستری کو قرار دیا جاتا ہے۔

خواجہ صاحب ملک شاہ کے ساتھ اصفہان جا رہے تھے کہ نہاوند کے قریب فرقہ اسماعیلیہ کے ایک فدائی نے اچانک حملہ کر کے انہیں قتل کر دیا۔

اس واقعے کی تفصیل یہ ہے کہ جب نظام الملک نہاوند پہنچے تو وہاں ایک شخص روتا ہوا آیا اور کہا کہ: "ایک ظالم نے مجھ پر ظلم کیا ہے، مجھے انصاف فراہم کیا جائے۔"

نظام الملک کے ماتحت ملازمین نے کہا: "تم اپنی درخواست ہمیں دے دو ہم درخواست نظام الملک کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اور وہ تمہاری درخواست پر مناسب حکم تحریر کر دیں گے۔"

لیکن اس شخص نے اصرار کیا کہ مجھے خواجہ کے روبرو پیش کیا جائے۔ آخرکار اسے خواجہ کے سامنے لایا گیا تو اس نے کمر سے پوشیدہ چھری نکالی اور خواجہ پر پے در پے وار کئے جس سے خواجہ نظام الملک کی وفات ہو گئی۔

خواجہ کو زندگی کے آخری ایام میں اپنی عاقبت کی بڑی فکر تھی۔ اس نے ایک لمبے کاغذ پر علماء و قضاۃ سے اپنے متعلق گواہی تحریر کرائی تھی۔

اکثر علماء و قضاۃ نے اس کاغذ پر اس کی نیکی اور رحمدلی کی گواہی تحریر کر کے اپنے دستخط کئے لیکن جب یہی کاغذ مدرسہ نظامیہ کے صدر مدرس ابواسحاق شیرازی کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے اپنی گواہی کچھ اس طرح سے لکھی: "**خیر الظلمه حسن. کتبه ابواسحاق.**"

حسن اچھے ظالموں میں سے ایک ہے۔ دستخط ابواسحاق۔

جب خواجہ نظام الملک نے ابواسحاق کی یہ تحریر پڑھی تو کافی دیر تک روتا رہا اور کہا: "اصل حقیقت وہی ہے جو ابواسحاق نے لکھی ہے۔" (تاریخ حیرہ ص ۴۱۴)

ظلم کے بغیر ظالم کی ملازمت مشکل ہے

امام زین العابدین علیہ السلام کا ایک آزاد کردہ غلام روایت کرتا ہے کہ میں کوفہ میں تھا۔ میں نے سنا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام حیرہ تشریف لائے ہیں۔

میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے درخواست کی: "آپ داؤد بن علی یا حکومت کے کسی اور حصہ دار سے میرے متعلق سفارش کریں تاکہ مجھے کسی علاقہ کا والی مقرر کر دیا جائے۔"

آپؑ نے میری خواہش سن کر فرمایا: "ایسا ممکن نہیں ہے۔ میں تمہاری سفارش نہیں کروں گا۔"

غلام کہتا ہے کہ میں حضرت سے رخصت ہو کر گھر آیا تو میں نے دل میں سوچا کہ امام عالی مقام نے میری سفارش اس لئے نہیں کی کہ شاید انہیں

خوف ہوگا کہ میں کوئی عہدہ لے کر سستی کروں گا یا کسی پر ظلم کروں گا۔

میں دوسرے دن امام عالی مقامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "آپؑ نے میری سفارش کسی ممکنہ سستی اور ظلم کے خوف سے نہیں کی، بہر حال میں آپؑ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھ سے کسی طرح کی کوئی غفلت اور ظلم سرزد نہ ہوگا۔"

آپؑ نے دوسرے دن بھی مجھے واپس لوٹایا اور یہی فرمایا کہ: "میں تیرے لئے کسی عہدہ کی سفارش نہیں کروں گا۔"

میں تیسرے دن پھر امام عالی مقامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "آقا! اگر میں کسی پر ظلم کروں تو میری بیوی کو طلاق ہو جائے اور میرے تمام غلام آزاد ہو جائیں۔"

آپؑ نے آسمان کی جانب سر بلند کیا اور فرمایا: "**تناول السماء ایسر علیك من ذلك**"

ہتھیلی پر آسمان کا اٹھالینا عدل قائم کرنے سے آسان ہے۔"

مقصد یہ تھا کہ اگر تمہیں کوئی عہدہ مل گیا تو تم عدل نہیں کر سکو گے۔" (فروع کافی ج ۵ ص ۱۸۰)

اگر طاغوتی حکومت میں ملازمت کرنی بھی ہو تو؟

زیاد بن ابی سلمہ دور ہارون میں ایک کلیدی عہدہ پر فائز تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا: "زیاد! امور سلطنت انجام دے رہے ہو؟"

میں نے عرض کی: "جی ہاں۔"

آپؑ نے فرمایا: "کیوں؟"

میں نے عرض کی: "آقا! دو وجوہات کی وجہ سے میں ملازمت سے وابستہ ہوں: ایک یہ کہ لوگوں کی مشکلات حل کرتا ہوں اور ضرورت مند افراد کی دستگیری کرتا ہوں۔

دوسری وجہ یہ کہ صاحب عیال ہوں، ملازمت کے علاوہ اور کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔"

آپؑ نے فرمایا: "سنو! اگر مجھے پہاڑ کی چوٹی سے زمین پر پھینکا جائے جس سے میرا تمام بدن چور چور ہو جائے تو میرے لئے یہ سلوک برداشت کرنا آسان ہے، مگر ظالم حکومت کا دست و بازو بننا اور ان کے دروازے پر قدم رکھنا مشکل ہے۔"

یاد رکھو تم طاغوتی حکومت میں اس صورت میں کام کرسکتے ہو:

"الا لتفزیح کربة عن مؤمن اوفلك اسره او قضاء دینه."

کسی مؤمن کی پریشانی دور کرنے یا اس کی قید رہا کرنے یا اس کا قرض ادا کرنے کی شکل میں تم اس عہدے پر کام کرسکتے ہو۔

پھر آپؑ نے فرمایا: "زیاد! سن لو امور سلطنت کے عہدہ داروں سے جو آسان ترین معاملہ کیا جائے گا وہ یہ ہے کہ ان کے لئے قیامت کے دن آتش دوزخ کے خیام لگائے جائیں گے، وہ اس وقت تک ان میں رہیں گے جب تک اللہ حساب سے فارغ ہوگا۔

زیاد! اگر حکومت کے کسی منصب پر آچکے ہو تو کوشش کرو اپنے ایمانی

بھائیوں کے ساتھ بھلائی کرو تاکہ حکومت میں شمولیت کے گناہوں کا کفارہ ہو سکے۔

اور یاد رکھو! ہمارا جو محب بھی کسی عہدۂ حکومتی پر فائز ہو اور ہمارے ماننے والوں اور ہمارے اغیار کے درمیان مساوی سلوک رکھتا ہو تو اس سے کہہ دو کہ محبت آل محمدؐ کے دعویٰ میں تو جھوٹا ہے۔

زیاد! یہ حقیقت بھی ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھو کہ تمہیں لوگوں پر قدرت حاصل ہے تو خداوند عالم کو بھی تم پر قدرت حاصل ہے اور اپنے اقتدار کے زمانے میں تم محبان آل محمدؐ سے جو نیکی کرو گے ممکن ہے انہیں وہ نیکی بھول جائے لیکن قیامت کے دن وہی نیکی تیرے کام آئے گی۔" (فروع کافی ج ۵ ص ۱۱۰)

میں نے ملازمت غریب شیعوں کیلئے اختیار کی ہے

سید نعمت اللہ جزائری انوار نعمانیہ کی جلد سوم صفحہ ۱۷۲ پر رقم طراز ہیں کہ ایک مرتبہ چند عراقی کسی کام کے سلسلے میں شام گئے اور وہاں انہوں نے عارضی طور پر رہائش کے لئے ایک مکان کرایہ پر حاصل کیا۔

شب کے آخری حصے میں وہ حمام جانے کے مقصد سے اٹھے۔ پہرے داروں نے انہیں مشتبہ سمجھ کر پکڑ لیا اور اپنے سردار کے پاس لے گئے۔

اس دور میں طوائف الملوکی کی وجہ سے شام میں چوری کی وارداتیں زیادہ ہو رہی تھیں اور پہرے داروں نے اپنے افسر اعلیٰ کے سامنے انہیں چور کی حیثیت سے پیش کیا۔

پولس کا افسر اعلیٰ ایک قوی ہیکل اور رعب و دبدبہ والا شخص تھا، اس نے رومی لباس پہنا ہوا تھا۔ اس نے سوال کیا: "کہاں سے آئے ہو؟"

انہوں نے کہا: "ہم عراقی ہیں۔"

عراق کے نام سے اس نے اندازہ لگایا کہ یہ شیعہ ہیں۔ اس نے بڑے غصے میں قسم کھا کر کہا "میں انہیں بدترین سزادوں گا اور دوسروں کے لئے انہیں نشانِ عبرت بنا کر چھوڑوں گا۔"

پھر اس نے سپاہیوں سے کہا: "ان کو میرے گھر کے ایک کمرے میں مقید کردو اور میں انہیں ایسی سزادوں گا جو ان کی موت پر منتج ہوگی۔"

سپاہیوں نے افسر اعلیٰ کے فرمان کی تعمیل کی۔

صبح ہوئی تو وہ افسر اپنے گھر آیا۔ عراقیوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ اب یہ ہمیں قتل کردے گا۔

جو سپاہی اس کے ساتھ آئے تھے باری باری اس نے سب کو رخصت کیا۔ پھر اس کے گھر کے مخصوص ملازمین نے اسے سفید لباس لا کر دیا، اس نے رومی لباس اتارا اور سفید لباس پہن کر خشوع و خضوع سے نماز ادا کی اور نماز کے بعد کافی دیر تک بارگاہ احدیت میں گریہ کرتا رہا۔

پھر اس نے حکم دیا کہ: "ملزموں کو میرے سامنے پیش کیا جائے۔"

جب ملزم اس کے سامنے حاضر ہوئے تو اس نے کہا: "تمہیں گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میں بھی تمہاری طرح شیعہ ہوں، میں کھاتے، پیتے گھرانے کا فرد ہوں، مجھے اس ملازمت کی کوئی ضرورت نہیں تھی لیکن میں نے یہ ملازمت صرف اس لئے حاصل کی ہے تاکہ تم جیسے غریب

شیعوں کا تحفظ کرسکوں، مجھ سے پہلے جب بھی کوئی شیعہ ان ظالموں کے ہاتھ لگتا تھا تو وہ اسے بدترین اذیتیں دیا کرتے تھے اور حیلوں بہانوں سے انہیں تنگ کیا کرتے تھے، اسی لئے میں نے پولس کی ملازمت اختیار کی تاکہ غریب شیعوں کو ان کے ظلم و ستم سے محفوظ رکھ سکوں۔ یہ کہہ کر اس نے سب کو جانے کی اجازت دے دی۔

سید نعمت اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے خود اصفہان میں دیکھا کہ حکومت کے کارندے مظلوم شیعوں کو تنگ کرتے ہیں اور نہایت ہی مبارک ہیں وہ افراد جنہوں نے پولس میں اس نیت سے ملازمت اختیار کی ہے کہ وہ شیعوں کو ان کے مظالم سے بچائیں اور ایسے لوگ یقیناً آلِ محمدؐ کی دعائیں حاصل کرتے ہیں اور ان لوگوں نے اپنی ملازمت کے ذریعے سے اپنے لئے جنت حاصل کی ہے۔

امام محمد تقی علیہ السلام کی سفارش

سیستان کے ایک شخص جس کا تعلق بنی حنیفہ سے تھا، روایت کرتا ہے کہ خلافت معتصم کے اوائل میں امام محمد تقی علیہ السلام حج کرنے کے لئے گئے اور حسنِ اتفاق سے میں ان کا ہم سفر تھا۔

ایک مرتبہ آپ دسترخوان پر بیٹھے کھانا تناول فرما رہے تھے میں نے عرض کی: "آقا! میں آپؑ پر قربان جاؤں، ہمارے شہر کا حاکم آپؑ کے خاندان سے ارادت و عقیدت رکھتا ہے اور میں نے خراج دینا ہے جو کہ میری استطاعت سے زیادہ ہے، مہربانی کر کے آپؑ اس حاکم کے نام مجھے رقعہ لکھ کر

دیں تاکہ وہ میرے لئے کچھ رعایت کرے۔"

آپؑ نے فرمایا: "میں اسے نہیں پہچانتا۔"

میں نے عرض کی: "مگر وہ آپؑ سے عقیدت رکھتا ہے اور آپؑ کا رقعہ میرے لئے فائدہ مند ثابت ہوگا۔"

آپؑ نے کاغذ اٹھا کر رقعہ لکھا جس میں آپؑ نے تحریر فرمایا:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم . اما بعد! فان موصل کتابی هذا ذکر عنك مذهبا جمیلا وان مالك من عملك ما احسنت فیه ، فاحسن الی اخوانك واعلم ان اللہ عزوجل سائلك عن مثاقیل الذرو الخردل."

حامل رقعہ ہذا نے کہا ہے کہ تو اچھا مذہب رکھتا ہے، خدا نے تم کو عہدہ دیا ہے، متوجہ رہو جتنا اچھائی کرو گے وہ تمہارے لئے سود مند ہوگی، اپنے دینی بھائیوں سے اچھائی کرو اور یہ بھی جان لو کہ اللہ تم سے وزن ذرہ اور دانہ خردل کا بھی حساب لے گا۔

راوی کہتا ہے کہ ہمارے گھر پہنچنے سے پہلے حاکم شہر کو اس رقعہ کا علم ہوگیا تھا۔ جب ہم واپس اپنے علاقے سیستان گئے تو حاکم شہر نے دو فرسخ پر ہمارا استقبال کیا۔ میں نے امام علیہ السلام کا خط اسے دیا اس نے چوم کر آنکھوں پر رکھا اور پوچھا: "تمہارا کیا مسئلہ ہے؟"

میں نے کہا: "آپ نے اپنے رجسٹر میں مجھ پر بہت سا خراج لکھا ہوا ہے، میں اس کی ادائیگی سے عاجز ہوں۔"

اس نے رجسٹر منگایا اور اسے مٹا دیا اور کہا: "جب تک میں یہاں کا حاکم رہوں گا وعدہ کرتا ہوں کہ تجھ سے خراج نہیں لوں گا۔"

پھر اس نے میری مالی معاونت بھی کی۔ وہ حسب وعدہ جب تک حاکم رہا اس نے مجھ سے کبھی خراج کا مطالبہ نہیں کیا تھا اور ہر سال میری مالی مدد بھی کیا کرتا تھا۔ (فروع کافی ج ۵ ص ۱۱۱)

علی بن یقطین اور وزارت

علی بن یقطین امام جعفر صادق اور امام موسیٰ کاظم علیہم السلام کا مخلص پیروکار تھا اور وہ ہارون الرشید کا وزیر تھا، مگر اس نے احتیاط و تقیہ سے خود کو محفوظ کیا ہوا تھا اور امام صادق و امام کاظم علیہم السلام کی خدمت میں گرانقدر نذرانے روانہ کرتا تھا۔

اس کی جلالت قدر کے لئے یہی بات کافی ہے کہ بکر بن محمد اشعری کہتا ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہم السلام سے سنا کہ کل رات میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ وہ مجھے علی بن یقطین بخش دے۔ میری دعا قبول ہوئی اور اللہ نے مجھے وہ بخش دیا۔ چونکہ علی بن یقطین نے ہمارے لئے مال و دولت خرچ کی ہے اور ہم سے محبت کی ہے اسی لئے وہ دنیا اور آخرت میں لائق قدر بن گیا۔

کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ علی بن یقطین نے ایک لاکھ سے تین لاکھ درہم تک کی رقم امام علیہ السلام کی خدمت میں روانہ فرمائی اور آپؑ نے اس رقم کو اپنے خاندان کے غریب افراد اور دیگر غریب مؤمنین میں تقسیم فرمایا۔

ایک مرتبہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے تین یا چار فرزندوں کی شادی کرنی تھی تو آپؑ نے علی بن یقطین کو خط لکھا کہ: "میں نے ان کے

حق مہر تمہارے حوالے کیے۔"

علی بن یقطین نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ: "گھر میں رکھی ہوئی اجناس فروخت کر کے مہر کی رقم مہیا کرو۔"

مہر کی رقم دس ہزار تھی تو اس نے تیرہ ہزار دینار امام عالی مقام کی خدمت میں روانہ کئے اور غلام کو خط لکھ کر رقم کے ہمراہ بھیجا اور خط میں لکھا۔ "آقا! دس ہزار دینار بعنوان مہر بھیج رہا ہوں اور تین ہزار دینار ولیمہء عروسی کے لئے روانہ کرتا ہوں۔"

علی بن یقطین نے ایک مرتبہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے عرض کی تھی: "اگر آپؑ مناسب سمجھیں تو میں وزارت سے مستعفی ہو جاتا ہوں۔"

آپؑ نے فرمایا: "لا تفعل فان لنا بك انسا ولا خوانك بك عزا وعسى ان يجبر الله بك كسرا او يكسر بك نائرة المخالفين عن اوليائه باعلى كفارة اعمالكم الاحسان الى اخوانكم، اضمن لى واحدة اضمن لك ثلاثا اضمن لى ان لا تلقى احدا من اخوانك الا قضيت حاجته واكرمة واضمن لك ان لا يظلك سقف سجن ابدا ولا ينالك حد السيف ابدا ولا يدخل الفقر بيتك، يا على من سر مؤمنا فبالله بدا وبالنبى ثنى وبنا ثلث"

علی! ایسا نہ کرنا ہمیں تم سے انس و الفت ہے اور تمہارے اس عہدے سے تمہارے دینی بھائیوں کی عزت ہے۔ ممکن ہے کہ اللہ تمہارے ذریعے سے کسی مصیبت کو دور کر دے اور مخالفین کی آتش کینہ کو بجھا دے۔

اس ملازمت اور عہدہ کا کفارہ برادران ایمانی سے بھلائی کرنا ہے۔

اگر تم ایک کام کرنے کی مجھے ضمانت دو تو میں تمہیں تین باتوں کی

ضمانت دیتا ہوں۔

تم مجھے اس بات کی ضمانت دو کہ تمہارے پاس جو بھی تمہارا ایمانی بھائی آئے تم اس کا احترام کرو گے اور اس کی حاجت روائی کرو گے۔

اور میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں کہ تم کبھی زندان میں نہ جاؤ گے اور تمہیں تلوار سے قتل نہ کیا جائے گا اور تمہارے گھر میں فقر و تنگ دستی نہ آئے گی۔

اے علی بن یقطین! جس نے کسی مؤمن کو خوش کیا تو اس نے پہلے اللہ کو خوش کیا، پھر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوش کیا اور بعد ازاں اس نے ہمیں خوش کیا۔"

علی بن یقطین نے ۱۸۰ھ میں وفات پائی۔ اس وقت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام زندان ہارون میں قید تھے۔(بحارالانوار ج ۱۵ ص ۲۲۰ ، مجالس المؤمنین ج ۱ ص ۳۸۸)

چند روایات

قال رسول اللهؐ اذا كان يوم القيامة نادى مناد اين الظلمة والاعوان للظلمة من لاق لهم دواة اوربط لهم كيسا او مدلهم مدة احشروهههم وبهذا لاسنا وقال رسول اللهؐ الفقهاء رضاء الرسل (الرسول) مالم يدخلوا فى الدنيا قيل يارسول اللهؐ فما دخولهم فى الدنيا قال اتباع السلطان فاذا فعلوا ذلك فاحذرو هم على اديانكم.

"بحارالانوار ج ۱۵ جزاء ۴ ص ۲۲۱"

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے دن آواز آئے گی کہ ظالم اور ان کے مددگار کہاں ہیں؟ جس نے انہیں قلم دوات فراہم کی یا ان کو ایک تھیلا تیار کر کے دیا یا ایک تھیلا ان کے گھوڑے کی زین سے باندھا یا ان کے اقتدار کی طوالت کا سبب بنا، ایسے تمام لوگوں کو ظالموں کے ساتھ محشور کرو۔"

اسی اسناد سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "فقہاء رسولوں کے امین ہیں جب تک وہ دنیا میں داخل نہ ہوں۔

آپؐ سے پوچھا گیا کہ: "ان کے دنیا میں داخلہ کی شکل و صورت کیا ہے؟"

تو آپؐ نے فرمایا: "بادشاہ کی پیروی جب وہ سلطان کی پیروی کرنے لگیں تو چو اور اپنے دین کے لئے ان سے پرہیز کرو۔"

في وصية اميرالمؤمنينؑ لكميل: يا كميل اياك والتطرق الى ابواب الظالمين والاختلاط بهم والاكتساب منهم واياك ان تطيعهم او تشهد في مجالسهم بما يسخط الله عليك يا كميل اذا اضطررت الى حضورهم فداوم ذكرالله وتوكل عليه و استعذ بالله من شرهم واطرق عنهم وانكر بقلبك فعلهم واظهر بتعظيم الله تعالى تسمعهم فانهم يهابوك وتكفى شرهم.

"سفینۃ ج ۲ ص ۱۰۸"

امیرالمؤمنین علیہ السلام نے حضرت کمیل بن زیاد کو جو نصیحتیں فرمائیں تھیں ان میں یہ باتیں بھی تھیں:

"ظالموں کے دروازوں پر آنے جانے اور ان کی آمیزش سے پرہیز کرو اور ان سے بہرہ مند ہونے کی کوشش نہ کرو اور ان کی پیروی سے پرہیز کرو اور ان کی

مجلس میں کسی قسم کی گواہی نہ دو کہ جس سے اللہ ناراض ہو۔

کمیل! اگر کسی مجبوری کے تحت تمہیں ان کے پاس جانا پڑ جائے تو وہاں جاکر سر جھکا کر خاموشی سے بیٹھے رہو اور خدا کو بکثرت یاد کرو اور اسی پر بھروسہ رکھو اور اسی ذات باری سے ان کے شر سے بچنے کے لئے پناہ طلب کرو اور ان کے تمام غلط اقدامات کو دل میں برا سمجھو اور بلند آواز سے انہیں سنا کرو، اللہ کی عظمت کا اظہار کرو، وہ تمہیں خوفزدہ کرنا چاہیں گے اور خدا تمہیں ان کے شر سے محفوظ رکھے گا۔"

عن ابی بصير قال سالت ابا جعفرؑ عن اعمالهم فقال لي يا ابا محمد لا ولامدة قلم ان احدكم لا يعيب من دنيا هم شيئا الا اصابو من دينه مثله.

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے بنی امیہ کے ہاں نوکری کرنے کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: "ان کی نوکری ہرگز جائز نہیں، حتی کہ ان کے لئے قلم کو دوات میں ڈبو کر انہیں پیش کرنا بھی جائز نہیں، ان سے جو شخص جتنی مقدار میں دولت حاصل کرے گا یہ اس سے اتنی مقدار میں اس کا دین تباہ کردیں گے۔"

عن ابی عبداللهؑ فی قول الله عزوجل: ولا تركنوا الى الذين ظلموا فتمسكم النار" قال: هوالرجل ياتى السلطان ينحب بقائه الى ان يدخل يده الى كسيه فيعطيه.

"وافی ج ۳ ص ۲۶"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اس قول "ظالموں کی طرف داری نہ کرو ورنہ تم بھی دوزخ کی لپیٹ میں آجاؤ گے" کی تفسیر کرتے ہوئے

ارشاد فرمایا: "کوئی شخص کسی ظالم بادشاہ کے پاس جاتا ہے اور وہ اس کی بقا صرف اتنے لمحے کے لئے پسند کرتا ہے کہ وہ اپنا ہاتھ جیب میں ڈال کر اسے کچھ انعام دے، تو جو شخص کسی ظالم کے لئے اتنی قلیل وقت کی بقا کا بھی خواہش مند ہو تو وہ بھی قرآن مجید کی آیت میں شامل ہے۔"

محمد بن ابی نصر عن ابی عبداللّٰہ قال سمعتہ یقول: مامن جبار الاومعہ مؤمن یدفع اللّٰہ بہ عن المؤمنین وھو اقلھم حظا فی الاخرۃ یعنی اقل المؤمنین حظاً لصحبۃ الجبار.

"فروع کافی ج ۱ ص ۱۱۱"

محمد بن ابی نصر کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا انہوں نے فرمایا: "ہر جابر ظالم کے ساتھ کوئی نہ کوئی مؤمن ضرور ہوتا ہے جس کے ذریعے سے اللہ اہل ایمان کا دفاع کرتا ہے اور آخرت میں وہ تمام مؤمنین سے بلحاظ درجہ کم تر ہوگا کیونکہ اس نے ظالم کی صحبت اختیار کی ہوتی ہے۔"

عن ابی یعفور قال: کنت عند ابی عبداللّٰہؑ اذ دخل علیہ الرجل من اصحابنا فقال لہ اصلحك اللّٰہ انہ ربما اصاب الرجل منا الضیق او الشدۃ فیدعی الی البناء یبنیہ او النھر یکریہ او المسناۃ یصلحھا فما تقول فی ذلك؟ فقال ابو عبداللّٰہؑ ما احب انی عقدت لھم عقدۃ او وکیت لھم وکاء وان لی مابین لا بیتھا لا ولا مدۃ بقلم ان اعوان الظلمۃ یوم القیامۃ فی سرادق من نار حتی یحکم اللّٰہ بین العباد.

"فروع کافی ج ۵ ص ۱۰۷"

ابن ابی یعفور کہتے ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ہمارا ایک دوست وہاں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی: "اے فرزند رسولؐ!

اللہ تعالیٰ آپؑ کی توفیقات میں اضافہ فرمائے، یہ بتائیں کہ اگر بعض اوقات ہم فقر و فاقہ کی زد میں آجائیں اور خلیفہ کی طرف سے ہمیں مکان بنانے یا نہر تیار کرنے یا سرحد اور بند کی اصلاح کے لئے بلایا جائے تو شرعی طور پر کیا ایسا کرنا ہمارے لئے جائز ہوگا؟"

آپؑ نے فرمایا "میں تو ان کے لئے ایک دھاگہ کو گانٹھ نہیں دینا چاہتا اور میں ان کے لئے کیسہ یا برتن کا منہ بند کرنے پر بھی تیار نہیں ہوں اگرچہ مجھے اس کے عوض مدینہ اور اس کے چاروں اطراف دے دیئے جائیں، نہیں نہیں میں تو ان کے لئے قلم کو دوات سے تر کرنے کا روادار بھی نہیں ہوں۔

یاد رکھو! ظالموں کی مدد کرنے والے قیامت کے دن دوزخ کے خیموں میں اس وقت تک رہیں گے جب تک اللہ تمام خلائق کے حساب سے فارغ ہوگا۔"

عن حدید قال: سمعت ابا عبداللّٰہؑ یقول، اتقوا اللّٰہ وصو نوادینکم بالورع وقووۃ بالتقیۃ والاستغناء باللّٰہ عروجل انہ من خضع لصاحب سلطان ولمن یخالفہ علی دینہ طلبا لما فی یدیہ من دنیاہ اخملہ اللّٰہ عزوجل ومقتہ علیہ و وکلہ الیہ، فان ھو غلب علی شیء من دنیاہ فصار الیہ شیء نزع اللّٰہ البرکۃ منہ ولم یاجرہ علی شیء ینفقہ فی حج ولا عتق ولابر.

"فروع کافی ج ۵ ص ۱۰۶"

حدید کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا: "اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور پرہیزگاری سے اپنے دین کی حفاظت کرو اور تقیہ اور لوگوں سے بے نیازی اور خدا کی طرف متوجہ ہو کر اپنے دین کو تقویت دو۔

جو دنیا کے حصول کے لئے کسی صاحب اقتدار و سلطنت کے سامنے جھکے یا ایسے

شخص کے سامنے جھک جائے جو اس کے دین کا مخالف ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی قدر و قیمت کم کردے گا اور اس پر ناراض ہوگا اور اسے اس دولت مند اور اقتدار والے کے زیر عتاب بنادے گا۔ اگر وہ اتفاق سے اس سے کچھ دولت و ثروت حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہوگیا تو اللہ اس کے اس رزق سے برکت اٹھالے گا اور اگر وہ شخص اس دولت سے حج کرے یا غلام آزاد کرے یا کوئی نیکی کرے تو اللہ اسے قبول نہیں کرے گا اور اسے ان نیک کاموں پر اجر نہیں دے گا۔"

باب پنجم

صدقہ و انفاق

ومما رزقناهم ينفقون ...... (القرآن)

"اور ہم نے انہیں جو رزق دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔"

کیا مؤمنین کے علاوہ کسی اور کو صدقہ دیا جاسکتا ہے؟

معلیٰ بن خنیس کا بیان ہے کہ ایک شب جب کہ بادو باران جاری تھی، میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو دیکھا کہ انہوں نے کوئی بھاری چیز اٹھائی ہوئی تھی اور گھر سے نکل کر ظلہ بنی ساعدہ(۱) کی طرف جارہے تھے۔

میں آہستہ سے ان کے پیچھے چل پڑا۔ راستہ میں کچھ چیز گری تو امام عالی مقام نے کہا: "بسم الله اللهم رد علينا." خدایا! ہماری گری ہوئی چیز ہمیں واپس کردے۔

میں آگے بڑھ کر آپ کے پاس گیا اور انہیں سلام کیا۔

ا۔ بنی ساعدہ نے رفاہ عامہ کے لئے ایک چھپر سا بنایا ہوا تھا جہاں مسافر اور خستہ افراد آکر آرام کرتے تھے۔

آپؑ نے فرمایا "معلیٰ ہو؟"

میں نے عرض کی: "جی ہاں! معلیٰ ہوں۔"

آپؑ نے فرمایا: "اچھی طرح سے نیچے نظر کرو تمہیں جو کچھ ملے وہ مجھے پکڑا دو۔"

میں نے تلاش شروع کی تو بہت سی روٹیاں بکھری ہوئی تھیں، میں نے جمع کر کے آپؑ کو دیں اور عرض کی: "آقا! اتنا بڑا وزن آپؑ نہ اٹھائیں، آپؑ یہ وزن میرے حوالے فرمائیں، اسے میں اٹھاؤں گا۔"

آپؑ نے فرمایا: "نہیں تمہاری نسبت اس وزن کے اٹھانے کا زیادہ حقدار میں ہوں، تم میرے ساتھ ظلہ بنی ساعدہ تک آؤ۔"

جب ہم وہاں پہنچے تو ہم نے بہت سے افراد کو سویا ہوا دیکھا۔ امام جعفر صادقؑ ہر شخص کے سرہانے ایک ایک یا دو دو روٹیاں رکھتے گئے، آپؑ نے روٹیوں کی بھری ہوئی بڑی ٹوکری وہاں تقسیم کی اور وہاں سے واپس آئے تو میں نے عرض کی: "آقا! کیا یہ لوگ حق کی معرفت رکھتے ہیں؟" مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ آپؑ کے شیعہ ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: "اگر یہ حق کے عارف ہوتے تو ہم نمک میں بھی ان کی مدد کرتے۔" (ممکن ہے اس سے یہ مقصد ہو کہ اگر یہ شیعہ ہوتے تو ہم انہیں اپنے دستر خوان پر بٹھا کر کھانا کھلاتے اور خود بھی ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے)

معلیٰ! جان لو کہ اللہ نے جو بھی چیز پیدا کی ہے تو اس کا کسی کو خزینہ دار بھی مقرر کیا ہے، مگر صدقہ کا نگران اور محافظ خود اللہ تعالیٰ ہے۔

میرے والد امام محمد باقر علیہ السلام جب کسی سائل کو خیرات دیتے تو اس کے ہاتھ سے دوبارہ اٹھا کر اسے چومتے تھے اور اس کی خوشبو سونگھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ صدقہ سائل کے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے اللہ کے ہاتھ میں جاتا ہے۔

یاد رکھو! رات کے وقت صدقہ دینا اللہ کے غضب کو بجھا دیتا ہے اور گناہ کو محو کرتا ہے اور روز آخرت کے حساب کو آسان بناتا ہے اور دن کے وقت صدقہ دینے سے جان و مال میں اضافہ ہوتا ہے۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام دریا کے کنارے سے گزر رہے تھے، آپؑ نے اپنی روٹی اٹھا کر دریا میں پھینک دی۔

ایک حواری نے عرض کی: "آپؑ نے یہ کیا کیا ہے؟ یہ روٹی آپؑ کے کام آسکتی تھی۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "میں نے دریائی جانوروں کے لئے روٹی دریا میں ڈالی تاکہ کسی نہ کسی جاندار کے منہ میں آجائے اور اللہ کے ہاں اس عمل کا بڑا رتبہ ہے۔" (فروع کافی ج ۴ ص ۹)

ماؤں کو ایسی ہی تربیت کرنی چاہئے

صاحب بن عباد ایک مشہور شخصیت تھے اور اوراق تاریخ میں ان کی خوبیوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ آپ بہت بڑے عالم فاضل اور دانش مند فقیہ تھے۔

آپ ۳۲۶ھ میں پیدا ہوئے، مؤید الدولہ دیلمی کے دور سے ان کی وزارت کا آغاز ہوا اور فخر الدولہ کے دور تک منصب وزارت پر فائز رہے آپ

باکردار اور باکمال شخصیت کے مالک تھے اور وزراء کی فہرست میں ان جیسا صاحب کمال اور کوئی نہیں گزرا، ان کی زرین ملکی خدمات سے متاثر ہو کر سلطان نے انہیں "کافی الکفاۃ" کا لقب دیا تھا۔

شیخ صدوق رضوان اللہ علیہ نے اپنی کتاب عیون الاخبار بھی انہی کے لئے تالیف کی تھی۔

حسین بن محمد قمی نے تاریخ قم بھی انہی کے لئے تالیف کی تھی۔

ماہ رمضان المبارک میں اگر کوئی شخص عصر کے وقت ان کے پاس آتا تو افطار کیئے بغیر اسے جانے نہیں دیتے تھے۔

صاحب بن عباد کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات ان کے دسترخوان پر ایک ہزار افراد کھانا کھاتے تھے۔

صاحب بن عباد گیارہ ماہ میں جتنا انفاق کیا کرتے تھے اتنا ہی انفاق ماہ رمضان میں کیا کرتے تھے۔ یہ سب کچھ ان کی والدہ کی تربیت کا اثر تھا۔

ان کی والدہ کا معمول تھا کہ جب بچپن میں صاحب قرآن مجید پڑھنے کے لئے مسجد جاتے تھے تو وہ انہیں ایک دینار اور ایک درہم روزانہ دیا کرتی تھیں اور کہتیں کہ بیٹا راستے میں تمہیں جو پہلا فقیر ملے یہ رقم صدقہ کے طور پر اسے دے دینا۔

ماں کی تربیت ان میں اتنی راسخ ہوئی کہ انہوں نے اپنی جوانی اور اپنی وزارت کے ایام میں بھی اس معمول کو کبھی ترک نہیں کیا تھا۔

انہوں نے اپنی خوابگاہ کے ملازم کو ہدایت کی ہوئی تھی کہ وہ روزانہ ان کے سرہانے کے نیچے یہ رقم رکھ دیا کرے اور جوں ہی صبح بیدار ہو کر مسجد

جاتے تو وہ رقم ساتھ لے جاتے اور کسی نہ کسی مسکین کو دے دیتے۔

ایک شب خادم رقم رکھنی بھول گیا، صاحب حسب عادت اٹھے تو رقم موجود نہ تھی اور اس وجہ سے صاحب پریشان ہوگئے اور دل میں کہنے لگے کہ شاید آج میری موت کا وقت آگیا ہے، آج صبح کا صدقہ دینے سے میں محروم ہوگیا ہوں۔

انہوں نے خادم سے کہا کہ: "میرے اس کمرے کی تمام اشیاء کو جمع کرو اور باہر جاکر دیکھو جو سائل تمہیں سب سے پہلے ملے اسے یہاں لے کر آؤ اور یہ تمام سامان اسے دے دو۔"

خادم باہر گیا تو ایک نابینا شخص کو دیکھا جس کا ہاتھ اس کی بیوی نے پکڑا ہوا تھا۔

خادم اس کے پاس گیا اور کہا: "اے سائل! ہم جو کچھ تمہیں دیں گے کیا تم لوگے؟"

سائل نے کہا: "کیوں نہیں، تم مجھے کیا دینا چاہتے ہو؟"

خادم نے اسے بتایا کہ: "اطلس و کمخواب کا بستر اور قالین اور دیبا کی رضائی تمہیں دینا چاہتا ہوں۔"

جب سائل نے ان چیزوں کا نام سنا تو فرط مسرت سے بے ہوش ہوگیا۔

خادم نے آکر صاحب کو اس کی اطلاع دی، صاحب اٹھ کر باہر گئے تو سائل پر بے ہوشی طاری تھی، صاحب نے اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے، کچھ دیر بعد وہ ہوش میں آگیا۔

صاحب نے کہا: "بندۂ خدا! تجھے کیا ہوا تھا تو بے ہوش کیوں ہوگیا؟"

اس نے کہا: "اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا تعلق خاندان سادات سے ہے اور ایک آبرو مند شخص ہوں لیکن گردش ایام کی وجہ سے چند سالوں سے تہی دست ہوگیا ہوں، اس عورت سے خدا نے مجھے ایک بیٹی عطا کی ہوئی ہے۔ میری بیٹی سن رشد کو پہنچ چکی ہے اور ایک نوجوان کے ساتھ میں نے اس کا نکاح بھی کر دیا ہے لیکن رخصتی ابھی باقی ہے، مجھے بیٹی کے لئے جہیز کی ضرورت ہے۔ آج رات میری بیوی مجھ سے یہ کہتی رہی کہ بیٹی کے لئے دیبا کا ایک لحاف تیار کروادو اور کچھ ریشمی جوڑے بھی بیٹی کو جہیز میں دو۔

میں نے بیوی سے کہا کہ نیک بخت میرے حالات تجھ سے مخفی نہیں ہیں، میں ایک غریب اور نابینا شخص ہوں، میں یہ اشیاء کیسے فراہم کر سکتا ہوں؟ مگر تمام حالات جاننے کے باوجود میری بیوی کا اصرار پھر بھی قائم رہا، میں نے مجبور ہو کر کہا کہ جب صبح ہوگی تو تم میرا ہاتھ پکڑ کر مسجد کے دروازے پر لے جانا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی اسباب پیدا کردے، اب جو تمہارے خادم نے مجھے اتنی قیمتی اشیاء دینے کی پیشکش کی تو فرط مسرت سے میں بیہوش ہوگیا۔"

صاحب بن عباد یہ ماجرا دیکھ کر متعجب ہوئے اور حکم دیا کہ: "تم یہ سامان بھی لے جاؤ اور تمہاری بیٹی کے لئے ہم خود جہیز تیار کریں گے، تمہیں اس کے لئے فکر مند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

اس کے بعد اس کے داماد کو بلایا اور اسے معقول رقم دے کر کہا کہ تم اس سے اپنے لئے کوئی کاروبار کرلو۔ (روضات الجنات ص ۱۰۵)

صدقہ وانفاق کیلئے مال کا حلال ہونا ضروری ہے

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "میں نے اہل سنت افراد سے ایک شخص کی بڑی تعریف سنی اور اس کے اہل اللہ اور صاحب کرامت ہونے کی کئی داستانیں سنیں تو مجھے اس کو دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔

اتفاق سے ایک دن میں نے اسے ایک مقام پر دیکھا، لوگ اس کے اردگرد جمع تھے اور وہ لوگوں کو اپنے آپ سے دور کر رہا تھا۔ اس نے کپڑے سے اپنا چہرہ چھپایا ہوا تھا اور اس کی پیشانی اور آنکھیں ظاہر تھیں۔ وہ اپنے ارادت مندوں کو اپنے آپ سے دور کرتا گیا۔ آخرکار وہ اکیلا ایک راستے پر چلنے لگا۔ میں بھی خاموشی سے اس کے تعاقب میں چلتا گیا۔

راستے میں نانبائی کی ایک دکان تھی جہاں لوگوں کا کافی اژدہام تھا، یہ شخص بھی اس جگہ گیا، میں نے دیکھا کہ اس نے وہاں سے دو روٹیاں چرائیں اور چل دیا، پھر آگے ایک شخص انار بیچ رہا تھا۔ اس نے اس کی غفلت سے فائدہ اٹھایا اور دو انار چوری کر لئے، میں یہ ماجرا دیکھ کر سخت متعجب ہوا کہ یہ شخص بھی چوری کرتا ہے۔

چند قدم چلنے کے بعد راہ میں اس نے ایک مریض کو دیکھا تو وہ دو روٹیاں اور دو انار اسے دے دیئے۔

میں نے اسے صدا دی تو رک گیا، میں نے اسے کہا: "اے بندۂ خدا! میں نے تیری تعریفیں سنی تھیں اور تجھے دیکھنے کی خواہش تھی لیکن آج میں نے تجھے دیکھا تو مجھے تمہاری حالت پر بہت ہی دکھ ہوا۔"

اس نے کہا: "تو نے کیا دیکھا اور میری کس بات سے دکھ پہنچا؟"

میں نے کہا: "میں نے تجھے نانبائی سے دو روٹیاں اور انار فروش سے دو انار چوری کرتے دیکھا ہے۔"

جب میں یہ الفاظ کہے تو اس نے مجھے مزید بات کرنے کی مہلت ہی نہ دی اور فوراً بول اٹھا: "تو کون ہے؟"

میں نے کہا: "میرا تعلق اہلبیت رسولؐ سے ہے۔"

اس نے مجھ سے میرا وطن پوچھا تو میں نے کہا: "میرا گھر مدینے میں ہے۔"

اس نے کہا: "تو پھر آپ شاید جعفر بن محمد بن علی بن حسین ہیں۔"

میں نے کہا: "بالکل میں وہی ہوں۔"

اس نے کہا: "رسول کریمؐ سے تمہاری یہ نسبت تمہیں کیا فائدہ دے گی جبکہ تم اپنے نانا کے علم سے ناواقف ہو؟"

میں نے کہا: "بیان کرو میں کیسے ناواقف ہوں۔"

اس نے کہا: "شاید تم نے قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "من جاء الحسنة فله عشر امثالها و من جاء بالسيئة فلا يجزى الا مثلها." یعنی جو شخص ایک نیکی کرے اسے دس گنا اجر ملے گا اور جو ایک برائی کرے تو اس کے نامہ ء اعمال میں ایک ہی برائی درج کی جائے گی اور اسے ایک ہی برائی کا بدلہ دیا جائے گا۔

تو اب سنو! میں نے دو روٹیاں اور دو انار چوری کئے میرے نامہ ء اعمال میں چار گناہ درج ہوئے اور میں نے پھر راہ خدا میں ایک مریض کو دے دیئے تو میرے نامہ ء اعمال میں چالیس نیکیاں درج ہوئیں، اب چالیس میں

سے اگر چار کو نفی کردو تو بھی میرے حصے میں چھتیس نیکیاں بچ جائیں گی۔"

میں نے اس کی یہ بات سن کر کہا: "ثكلتك امك" تیری ماں تیرے غم میں روئے۔ تجھے تو کتاب خدا کا ذرہ برابر علم نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اعلان کیا ہے: "انما يتقبل الله من المتقين" اللہ پرہیزگاروں کے عمل کو قبول کرتا ہے اور بدیہی سی بات ہے کہ چور پرہیزگار نہیں ہوتا اور تجھے اجر تو تب ملتا جب اصل تیری ہوتی، اب تو نے دو روٹیاں اور دو انار چوری کئے، تیرے نامہ ء اعمال میں چار برائیاں درج ہوئیں اور پھر تو نے ان چیزوں کے مالک کی اجازت کے بغیر ان میں تصرف کیا تو چار گناہ اور تمہارے نامہ ء اعمال میں لکھ دیئے گئے۔ اس طرح سے تیرے نامہ ء اعمال میں آٹھ گناہ لکھے گئے اور جبکہ نیکی ایک بھی درج نہیں ہوئی۔"

میرا استدلال سن کر وہ عجیب و غریب نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر میں وہاں سے چلا آیا۔ (انوار نعمانیہ ص ۱۹)

ادھر سے مال ملا تو ادھر صدقہ کر دیا

عامر شعبی بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میرے دروازے پر دستک ہوئی میں نے دروازہ کھولا تو حجاج بن یوسف کا غلام میرے دروازے پر کھڑا تھا۔ اس نے مجھے کہا کہ تجھے حجاج نے اس وقت اپنے دربار میں یاد کیا ہے۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

میں کانپتا ہوا گھر آیا۔ گھر میں وضو کیا افراد خانہ کو اپنی وصیتیں کیں اور کہا کہ ممکن ہے میں قتل ہو جاؤں تو میرے حق میں دعا کرنا۔

پھر میں حجاج کے دربار میں پہنچ گیا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ جلاد و شمشیر بھی موجود ہے اور چمڑا بھی بچھا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر میں گھبرا گیا۔ حجاج نے میری گھبراہٹ محسوس کر کے کہا: "مت ڈر تو اس وقت میری امان میں ہے۔"

تھوڑی سی دیر گزری کہ حجاج کے غلام ایک بوڑھے شخص کو جو کہ طوق و زنجیر میں مقید تھا، کشاں کشاں حجاج کے سامنے لے آئے۔

حجاج نے قیدی سے کہا: "تیرا عقیدہ ہے کہ حسنؑ و حسینؑ رسول خداؐ کے فرزند ہیں اس کی دلیل قرآن سے پیش کر، ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔"

قیدی نے کہا: "پہلے میرے طوق و رسن مجھ سے دور کرو کیونکہ ان کی موجودگی میں مجھ سے بولا نہیں جاتا۔"

حجاج نے غلاموں سے کہا: "بہتر ہے اس کے طوق و زنجیر اتار لو، اگر اس نے جواب دے دیا تو یہ آزاد ہوگا، اگر جواب نہ دے سکا تو پھر اسے قتل کروا دوں گا اور اگر کوئی شخص طوق و زنجیر پہنے ہوئے ہو تو تلوار اچھی طرح سے اس پر اثر نہیں کرتی۔"

قیدی کے طوق و زنجیر اتارے گئے، میں نے غور سے اس کے چہرے کو دیکھا تو وہ قیدی مشہور تابعی سعید بن جبیر تھا۔ مجھے اس بے چارے پر بڑا رحم آیا اور دل میں سوچنے لگا کہ اب یہ ہر صورت میں قتل ہو جائے گا کیونکہ یہ حسنینؑ کا فرزند رسول ہونا قرآن سے کیسے ثابت کر سکے گا؟

حجاج نے کہا: "جلدی سے جواب دو ورنہ قتل کر دیے جاؤ گے۔"

سعید بن جبیر نے کہا: "ذرا صبر کرو۔"

پھر اس نے سر جھکایا اور سوچنے لگا۔

حجاج نے دوبارہ کہا: "جلدی سے اپنے دعویٰ کا ثبوت پیش کرو۔"

سعید نے کہا: "ذرا صبر سے کام لو۔"

پھر حجاج نے تیسری بار کہا: "اب مجھ سے مزید صبر نہیں ہوتا یا تو ثبوت پیش کرو ورنہ قتل کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

سعید نے کہا: "اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. ووھبنا لہ اسحق و یعقوب کلا ھدینا و نوحا ھدینا من قبل ومن ذریتہ داوٗد و سلیمان و ایوب و یوسف و موسیٰ و ھارون و کذلک نجزی المحسنین."

یہاں تک پڑھنے کے بعد سعید نے حجاج سے کہا: "آگے تم آیت پڑھو۔"

حجاج نے آیت پڑھی: "و زکریا و یحیی و عیسی و الیاس کل من الصالحین."

سعید نے کہا: "رک جاؤ، آگے پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے اور مجھے یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں حضرت عیسیٰؑ کو کیوں داخل کیا ہے؟"

حجاج نے کہا: "حضرت عیسیٰؑ ابراہیمؑ کی اولاد میں سے ہیں۔"

سعید نے کہا: "وہ اولاد ابراہیمؑ کیسے بن گئے جب کہ ان کا تو والد ہی کوئی نہ تھا؟"

حجاج نے کہا: "سچ ہے ان کا والد کوئی نہیں تھا مگر وہ اپنی ماں حضرت مریمؑ کی وجہ سے اولاد ابراہیمؑ میں شمار ہوتے ہیں۔"

سعید نے کہا: "حجاج! انصاف سے کام لو، حضرت ابراہیمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے درمیان صدیوں کا فاصلہ ہے اور حضرت مریمؑ چالیس پچاس پشت کے بعد حضرت ابراہیمؑ سے جاکر ملتی ہیں، جب چالیس پچاس نسلوں کے بعد حضرت مریمؑ کا بیٹا فرزند ابراہیمؑ ہے اور حسنؑ و حسینؑ کی ماں فاطمہ زہرؑا ہے اور ان کے درمیان کوئی فاصلہ بھی نہیں ہے تو حسنؑ و حسینؑ رسول خداؐ کے بیٹے کیوں کر قرار نہ پائیں گے؟"

یہ استدلال سن کر حجاج لاجواب ہوگیا اور کہا "میں نے تجھے اسی وقت آزاد کیا۔"

اور ایک ہزار دینار انعام دیا اور غلاموں سے کہا کہ وہ انہیں ان کے گھر تک پہنچائیں۔ سعید آزاد ہو کر چلے گئے۔ کچھ دیر بعد میں بھی اجازت لے کر اپنے گھر چلا آیا۔

میں نے دل میں ارادہ کرلیا کہ میں ان سے قرآن کے معانی و مطالب سیکھنے کیلئے جاؤں گا۔ اس سے پہلے میرا خیال یہ تھا کہ میں معانی قرآن کا عالم ہوں لیکن سعید کے اس استدلال سے معلوم ہوا کہ میں ابھی طفل مکتب ہوں۔

صبح ہوئی تو میں نے ان کی تلاش شروع کی، آخرکار انہیں ایک مسجد میں جاکر پایا، انہوں نے دس دس دینار کو علیحدہ علیحدہ رکھا ہوا تھا اور فقراء و مساکین میں وہ رقم بانٹ رہے تھے اور مجھے دیکھ کر فرمایا "یہ رقم حسنؑ و حسینؑ کی برکت سے ملی ہے، اگر ہم نے ایک فرد کو ناراض کیا ہے تو اس کے عوض ایک سو کو خوش کیا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہم نے اللہ اور اس کے رسولؐ کو راضی کیا ہے۔" (شجرۂ طوبیٰ ج ۲ ص ۲۰۰ طبع نجف)

صدقہ سے آسمانی بلائیں دور ہوتی ہیں

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول خداؐ اپنے اصحاب کے ساتھ ایک جگہ بیٹھے تھے کہ وہاں سے ایک یہودی کا گزر ہوا تو اس نے کہا: "السام علیك"

رسول خداؐ نے جواب میں فرمایا: "وعلیك."

اصحاب نے عرض کی: "یارسول اللہ اس گستاخ نے دراصل آپ پر سلام نہیں کیا بلکہ اس نے "**السلام علیك**" کہنے کی بجائے "**السام علیك**" کہا، یعنی آپ پر موت ہو۔"

رسول خداؐ نے فرمایا: "تو میں نے اسے کونسا سلام کیا ہے؟ میں نے بھی تو اسے یہی کہا ہے "**وعلیك**" یعنی تجھ پر آئے۔"

پھر آپؐ نے فرمایا: "آج اس یہودی کو سیاہ رنگ کا سانپ ڈسے گا جس سے اس کی موت واقع ہو جائے گی۔"

کچھ دیر بعد وہی یہودی اپنے سر پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے واپس آرہا تھا، جب اس کا گزر رسول کریمؐ کی مجلس کے پاس سے ہوا تو رسول کریمؐ نے فرمایا: "یہ گٹھا زمین پر رکھو۔" پھر گٹھا کھول کر دیکھا گیا تو کالا ناگ گٹھے میں موجود تھا اور اس نے ایک لکڑی کو اپنے دانتوں سے پکڑا ہوا تھا۔ پھر آپؐ نے یہودی سے پوچھا: "آج تو نے کونسی نیکی کی ہے؟"

یہودی نے کہا: "جب میں لکڑیاں جمع کرنے گیا تو اس وقت میرے پاس دو روٹیاں تھیں اتفاق سے ایک سائل کا وہاں سے گزر ہوا تو میں نے ایک روٹی اسے دے دی۔"

رسول خداؐ نے فرمایا: "اسی صدقے کی وجہ سے تمہاری زندگی محفوظ رہی ورنہ آج تیری قضا آنے ہی والی تھی۔"

پھر آپؑ نے فرمایا: "الصدقة تدفع ميتة السوء عن الانسان" صدقہ انسان سے مرگ ناگہانی کو دور کرتا ہے۔" (فروع کافی ج ۴ ص ۵)

صدقہ سے مال کی حفاظت کریں

ایک مرتبہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے تجار کے قافلے کے ہمراہ سفر کیا۔ تاجروں کے پاس بہت سا سامان تھا۔ ایک مقام پر پہنچے تو وہاں اطلاع ملی کہ آگے فلاں مقام پر ڈاکو جمع ہیں اور قافلوں کو لوٹ رہے ہیں۔

یہ سن کر تاجر بہت پریشان ہوئے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "تم لوگ اس قدر پریشان کیوں ہو؟"

انہوں نے کہا "ہمارے پاس بہت سا سامان ہے ہمیں خوف ہے کہ ڈاکو ہمارا تمام مال لوٹ لیں گے۔ ہم آپؑ سے گزارش کرتے ہیں کہ آپؑ ہمارا تمام سامان ہم سے لے لیں ممکن ہے جب ڈاکو آپؑ کا نام سنیں تو آپؑ سے حیا کر جائیں اور یوں یہ سامان غارت ہونے سے بچ جائے۔"

آپؑ نے فرمایا: "تمہیں کیسے پتا چلا کہ ڈاکو میرا سامان نہیں لوٹیں گے؟ یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ صرف میرے سامان کو لوٹنے کے لئے جمع ہوئے ہوں اور میری وجہ سے تمہارا نقصان بھی ہو سکتا ہے۔"

تاجروں نے عرض کی: "آقا! آپؑ ہمیں کوئی تدبیر بتائیں ہم اس بلائے ناگہانی سے کیسے بچ سکتے ہیں؟ اگر آپؑ کہیں تو ہم اپنا سامان زمین میں دفن

کر دیتے ہیں۔"

آپؑ نے فرمایا: "یہ طریقہ بالکل غلط ہے، ممکن ہے کہ کسی کو علم ہو جائے تو وہ زمین سے تمہارا سامان نکال لے اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم خود ہی جگہ بھول جاؤ۔"

تاجروں نے کہا: "پھر آپؑ بتائیں ہم کیا کریں؟"

آپؑ نے فرمایا: "تم اپنا سامان اس کے حوالے کردو جو اس کا نگہبان ہے اور جو تمہارے مال میں افزائش بھی پیدا کرے اور بوقت احتیاج تمہاری ضرورت بھی پوری کرے۔"

تاجروں نے کہا: "وہ کون ہے؟"

آپؑ نے فرمایا: "تم اپنا مال اللہ کی حفاظت میں دے دو۔"

تاجروں نے کہا: "ہم اللہ کی حفاظت میں کیسے دیں؟"

آپؑ نے فرمایا: "ضرورت مند غرباء کی ضروریات پوری کرو اور انہیں صدقہ دو۔"

تاجروں نے کہا: "آقا! اس مقام پر تو کوئی غریب سائل موجود ہی نہیں ہے، اب ہم صدقہ دیں تو کسے دیں؟"

آپؑ نے فرمایا: "اس کا طریقہ یہ ہے کہ تم منت مان لو کہ اس مال کی تہائی بطور صدقہ غرباء و مساکین میں تقسیم کرو گے، اگر تم نے خلوص دل سے یہ منت مان لی تو اللہ تعالیٰ تمہارے بقیہ مال کی بھی حفاظت فرمائے گا اور اب اپنے مال کو اللہ کی حفاظت میں دے کر سفر جاری رکھو۔"

قافلہ کچھ دیر چلا، ڈاکو سامنے آگئے، اہل قافلہ گھبرا گئے، امام علیہ

السلام نے فرمایا: "جب تم اللہ کی حفاظت میں آچکے ہو تو پھر تمہیں خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

ڈاکوؤں کی نظر جیسے ہی امام جعفر صادق علیہ السلام پر پڑی تو وہ گھوڑوں سے اتر کر آپؑ کی قدم بوسی کرنے لگے اور ڈاکوؤں کے سردار نے کہا: "مولا! کل رات میں نے خواب میں جناب رسول خداؐ کو دیکھا، انہوں نے فرمایا کہ ہم آپؑ کی خدمت میں اپنے آپ کو پیش کریں۔ اب ہم آپؑ کی خدمت میں حاضر ہیں، ہم آپؑ کی حفاظت کے لئے آپ کے ہمراہ چلیں گے۔"

آپؑ نے فرمایا: "نہیں ہمیں تمہاری نگہبانی کی ضرورت نہیں ہے، جس ذات نے ہمیں تمہارے شر سے بچایا ہے وہی دوسرے شرپسندوں سے بھی ہمیں بچائے گا۔"

قافلہ خیر و عافیت روانہ ہوا اور ہر تاجر کو دس گنا منافع حاصل ہوا۔

تاجر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ تم نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی برکت ملاحظہ کی ہے؟

یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا: "تم نے خدا کے ساتھ سودا کرنے کی برکت ملاحظہ کرلی ہے، اب آئندہ بھی اسی روش پر قائم رہنا۔" (کلمہء طیبہ ص ۲۶۲)

حضرت یعقوبؑ کی آزمائش

ابوحمزہ ثمالی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے جمعہ کے دن صبح کی نماز امام زین العابدین علیہ السلام کے ساتھ ادا کی۔ پھر آپؑ کافی دیر تک ذکر

خداوندی میں مصروف رہے۔ بعدازاں تسبیح پڑھتے ہوئے اپنے خانہء کرامت آشیانہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب آپ اپنے گھر پہنچے تو آپ نے اپنی ایک کنیز جس کا نام سکینہ تھا، کو حکم دیا کہ: "خیال کرنا اگر کوئی غریب و مسکین ہمارے دروازے پر آئے تو اسے خالی ہاتھ نہ لوٹانا، آج روز جمعہ ہے۔"

میں نے عرض کیا: "تمام سوالی مستحق تو نہیں ہوتے۔"

آپؑ نے فرمایا: "ثابت! (یہ ابوحمزہ ثمالی کا اصلی نام ہے) میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ان سائلوں میں کوئی مستحق نہ ہو اور ہمارے در سے خالی نہ لوٹ جائے اور ہم پر وہ آزمائش نہ آجائے جو گھرانہء حضرت یعقوبؑ پر آئی تھی۔"

حضرت یعقوب علیہ السلام روزانہ ایک گوسفند ذبح کرتے تھے اور خود بھی تناول کرتے اور سائلوں کو بھی اس میں سے کھانا کھلایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک صاحب نظر فقیر ان کے دروازے پر آیا۔ وہ سارے دن کا روزہ دار تھا اور وہ مسافر بھی تھا۔ سائل نے ان کے دروازے پر صدا دی اور کہا: "میں مسافر ہوں اور بھوکا ہوں، اللہ کے نام پر مجھے کھانا کھلاؤ۔" اس نے کئی مرتبہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے دروازے پر صدا دی لیکن کسی نے اس کی جانب توجہ تک نہ کی۔

فقیر مایوس ہو گیا اور بے ساختہ کہا: "انا للّٰہ وانا الیہ راجعون." اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے اور پوری رات اس نے بھوک کی حالت میں بسر کی۔ صبح ہوئی تو اس نے روزہ رکھا اور خداوند عالم کی حمد و ثناء کی۔

صبح کے وقت اللہ نے حضرت یعقوبؑ کو وحی فرمائی کہ: "تو نے رات میرے مقبول بندے کو خوار کیا۔ جس کے سبب تم آزمائش کے حقدار ٹھہرے

اور اب میری طرف سے تمہارے خاندان پر بلائیں نازل ہوں گی۔

یعقوبؑ! یاد رکھو: "ان احب انبیائی الی واکرمهم علی من رحم مساکین عبادی و قربهم الیه واطعمهم و کان لهم مادی وملجاء." میرے انبیاء میں سے مجھے وہ نبی سب سے زیادہ محبوب ہے جو میرے مسکین بندوں پر رحم کرے اور انہیں اپنے قریب جگہ دے اور ان کا ملجا و ماویٰ بنے۔

یعقوبؑ! کل رات میرا محبوب بندہ ذمیال بھوکا تھا، اس نے تم سے باربار روٹی کا سوال کیا لیکن تم نے اسے روٹی کھلانا گوارا نہ کی اس نے رو رو کر اپنی بھوک کی شکایت مجھ سے کی اور تم اور تمہارے اہل خانہ نے سیر ہو کر کھانا کھایا اور تمہارے گھر میں کافی مقدار میں کھانا بچا ہوا بھی تھا۔

یعقوبؑ! تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ میں اپنے دوستوں کی خطا کا جلدی مؤاخذہ کرتا ہوں اور اپنے دشمنوں کو ڈھیل دیتا ہوں تاکہ وہ استغفار و توبہ سے محروم رہیں۔

مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں تجھے اور تیری اولاد کو گرفتار مصائب کروں گا اور تمہارے گھرانے پر آزمائش نازل کروں گا، اب تم آزمائش کے لئے اپنے آپ کو آمادہ کرلو اور اب جو کچھ تم پر نازل ہو اس پر صبر کرنا اور راضی رہنا۔"

ابوحمزہ ثمالی کہتے ہیں کہ میں نے زین العابدین علیہ السلام سے پوچھا کہ: "یوسف علیہ السلام نے کس رات خواب دیکھا تھا؟"

امام زین العابدینؑ نے فرمایا: "جس رات ان کے دروازے پر سائل آیا تھا اور خالی ہاتھ لوٹا تھا، اسی رات یوسفؑ نے خواب دیکھا تھا اور صبح کے وقت

اپنے والد کو سنایا تھا، خواب سن کر یعقوب افسردہ ہوئے تھے اور بیٹے سے فرمایا تھا کہ تم اپنا خواب اپنے بھائیوں کو مت سنانا ورنہ وہ تمہارے خلاف کوئی سازش کریں گے، بے شک شیطان انسانوں کا کھلم کھلا دشمن ہے۔(بحارالانوار ج ۱۲ ص ۲۷۲ چاپ اخوندی)

صدقہ سے نحوست دور ہوتی ہے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ایک شخص کے ساتھ میری زمین مشترک تھی، میں نے اس سے تقسیم کا مطالبہ کیا، وہ شخص علم نجوم سے بھی شغف رکھتا تھا، وہ جان بوجھ کر تقسیم میں تاخیر کرتا رہا تاکہ سعد ساعت آسکے۔

آخرکار ایک دن اس نے تقسیم کے لئے حامی بھری اور میں تقسیم کے لئے روانہ ہوا تو وہ ساعت اس کے علم کے مطابق اس کے لئے سعد تھی اور میرے لئے نحس تھی۔

ہم نے زمین تقسیم کی، قرعہ اندازی ہوئی تو اسے زمین کا وہ ٹکڑا ملا جو غیر آباد تھا اور آباد ٹکڑا میرے حصے میں آیا۔

یہ دیکھ کر اس نے ٹھنڈی سانس بھری اور کہا: "اس دن جیسا نحس دن میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

میں نے کہا: "کیا ہوا؟"

اس نے کہا: "میں نے تقسیم کے لئے اس ساعت کا انتخاب کیا تھا جو میرے لئے سعد اور آپؑ کے لئے نحس تھی، مگر قرعہ اندازی میں الٹا مجھے ہی

نقصان پہنچا۔

میں نے کہا: "اگر چاہو تو میں تمہیں وہ حدیث سناؤں جو میرے والد نے مجھے سنائی تھی؟"

اس نے کہا: "ضرور سنائیں۔"

میں نے کہا: "پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص یہ چاہتا ہو کہ دن کی نحوست اس سے دور رہے تو اپنے دن کا آغاز صدقہ سے کرے اور جو چاہتا ہو کہ رات کی نحوست سے محفوظ رہے تو رات کا آغاز صدقہ سے کرے۔" اور آج صبح جب میں تقسیم کے لئے روانہ ہوا تو میں نے پہلے صدقہ دیا تھا۔

یاد رکھو! "علم نجوم پر بھروسہ کرنے سے صدقہ دینا زیادہ بہتر ہے۔" (کافی ج ۴ ص ۷)

تاتوانی بجهان خدمت محتاجان کنی
بدمی یا درمی یا قلمی یا قدمی

جہاں تک ممکن ہو محتاجوں کی دامے، درمے، سخنے اور قدمی مدد کرو۔

صدقہ کے بعد احسان نہ جتلائیں

ایک شخص امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں اس حال میں حاضر ہوا کہ اس کے چہرے سے خوشی ٹپک رہی تھی۔

آپؑ نے فرمایا: "آج میں تمہیں بہت خوش خوش دیکھ رہا ہوں، اس کا سبب کیا ہے؟"

اس نے عرض کی: "میں نے آپؑ کے والد ماجد علیہ السلام سے سنا تھا کہ انسان کے لئے وہ دن نہایت مبارک ہے جس دن کا آغاز اس نے اپنے دینی بھائیوں کی خدمت سے کیا ہو اور میری خوش نصیبی یہ ہے کہ آج میرے پاس صبح سویرے دس ضرورت مند مؤمن آئے، میں نے ان کی مہمان نوازی کی اور حسب حیثیت ان کی مدد کی، اس لئے میں آج بہت خوش ہوں۔"

یہ سن کر امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا: "مجھے اپنی جان کی قسم تم نے بہت ہی اچھا کیا ہے مگر شرط یہ ہے کہ تم نے اگر اس عمل کو برباد نہیں کیا اور مستقبل میں بھی اسے برباد نہ کرو تو یہ تمہارے لئے بہت ہی اچھا ہے۔"

اس شخص نے کہا: "آقا! بھلا یہ کیسے ممکن ہے میں اپنی نیکی کیوں کر برباد کروں گا جبکہ میں تو آپؑ کا خالص شیعہ ہوں۔"

امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا: "تم نے اپنے بھائیوں سے کی ہوئی نیکی تباہ کردی ہے۔"

اس شخص نے کہا: "مولا! میں نے اپنی نیکی کیسے برباد کی ہے؟"

آپؑ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی: "لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی" اے ایمان دارو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور اذیت دے کر باطل نہ کرو۔"

اس شخص نے عرض کی: "مولا! میں نے ان پر نہ تو اپنا احسان جتلایا ہے اور نہ ہی میں نے انہیں اذیت دی ہے، بھلا میری نیکی کیوں برباد ہوئی ہے؟"

امام عالی مقامؑ نے فرمایا: "اس اذیت سے مراد صرف سائلین کو

اذیت دینا نہیں ہے، یہ اذیت عام ہے، بھلا یہ بتاؤ کہ کسی سائل کو اذیت دینا زیادہ برا ہے یا کراماً کاتبین فرشتوں اور ہمیں اذیت دینا برا ہے؟"

اس شخص نے کہا: "مولا! واضح سی بات ہے کہ سائل کی بہ نسبت ملائکہ اور آپ کو اذیت دینا زیادہ برا ہے۔"

آپؑ نے فرمایا: "تو سنو! تم نے ہمیں اور اپنے کراماً کاتبین کو اذیت دی ہے۔"

مذکورہ شخص نے کہا: "آقا! میں نے آپؑ کو اور کراماً کاتبین کو کیسے اذیت دی ہے؟"

آپؑ نے فرمایا: "تم نے ابھی دعویٰ کیا ہے کہ تم ہمارے خالص شیعہ ہو، کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ ہمارے خالص شیعہ کون ہیں؟"

اس شخص نے کہا: "آقا! مجھے نہیں معلوم۔"

آپؑ نے فرمایا: "تو سنو! ہمارے خالص شیعوں میں حزقیل مؤمن آل فرعون اور صاحب یٰسین ہے، جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "**وجاء رجل من اقصا المدینة یسعی**" شہر کے آخری کونے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا۔ ہمارے شیعوں میں سلمانؓ، ابوذرؓ، مقداد و عمار جیسے لوگ ہیں۔ تو نے اپنے آپ کو ہمارا خالص شیعہ کہہ کر ان لوگوں کے ساتھ برابری کا دعویٰ کیا ہے۔ تو کیا تمہارے اس دعویٰ سے ہمیں اور ملائکہ مقربین کو اذیت نہ ہوگی؟"

مذکورہ شخص نے کہا: "آقا! میں اپنی غفلت و غلطی کی معافی چاہتا ہوں، آپؑ بتائیں کہ ہم لوگ اپنے آپؑ کو کیا کہیں؟"

امام عالی مقامؑ نے فرمایا: "تم یہ کہو کہ ہم تمہارے دوست ہیں اور

تمہارے دشمنوں کے دشمن اور تمہارے دوستوں کے دوست ہیں۔"

اس شخص نے کہا: "مولا! میں پھر یہی الفاظ اپنے متعلق کہتا ہوں اور سابقہ الفاظ سے توبہ کرتا ہوں۔"

امام عالی مقامؑ نے فرمایا: "اب جب کہ تم نے توبہ کرلی تو تمہارا رائیگاں ہونے والا ثواب تمہیں دوبارہ مل جائے گا۔"

جواں مرد اگر راست خواہی ولیست
کرم، پیشہء شاہ مردان علیست

ایسا بھی ممکن ہے

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھا تھا اور دسترخوان پر مرغ بریاں رکھا ہوا تھا۔ دروازے پر سائل نے صدا دی اور روٹی کا سوال کیا۔

مالک مکان بڑے غصے سے دسترخوان سے اٹھا اور فقیر کو جھڑکیاں دے کر ہٹا دیا۔

کچھ عرصے کے بعد وہ شخص مفلس ہوگیا اور تنگ دستی کی وجہ سے اس نے بیوی کو طلاق دے دی۔

پھر ایک عرصے کے بعد اس عورت کی دوسری جگہ شادی ہوگئی، ایک مرتبہ وہ عورت اپنے شوہر کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھی ہوئی تھی اور ان کے سامنے مرغ بریاں رکھا ہوا تھا۔ اتنے میں دروازے پر ایک سائل نے صدا دی اور روٹی کا سوال کیا۔

شوہر نے بیوی سے کہا: "یہ بھنا ہوا مرغ جاکر سائل کو دے دو۔"

عورت نے مرغ کو ایک برتن میں رکھا اور دروازے پر گئی، پھر دروازے سے روتی ہوئی اپنے شوہر کے پاس آئی۔

شوہر نے رونے کا سبب پوچھا تو عورت نے کہا: "دروازے پر جو سائل آیا ہے یہ میرا سابقہ شوہر ہے۔ ایک دفعہ میں اور یہ آج کی طرح دسترخوان پر بیٹھے تھے اور ہمارے سامنے بھنا ہوا مرغ رکھا تھا کہ سائل نے دروازے پر صدادی تھی، میرا شوہر ناراض ہو کر گیا تھا اور سائل کو دھکے دے کر بھگادیا تھا اور آج وہ خود سائل بن کر روٹی کا سوال کررہا ہے۔"

یہ سن کر شوہر نے بیوی سے کہا: "اچھا تو سنو! اس دن تمہارے شوہر نے جس سائل کو دھکے دیئے تھے وہ سائل میں ہی تھا۔" (ثمرات الاوراق ابن حجۃ حمدی، حاشیہ مستطرف ج ۲ ص ۱۴۸)

حاجت برآری کا خوبصورت انداز

یسع بن حمزہ کہتے ہیں کہ میں امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا اور میرے علاوہ اور بھی بہت سے افراد امام علیہ السلام کے پاس بیٹھے حلال وحرام کے مسائل کا استفادہ کر رہے تھے کہ اس اثناء میں ایک بلند قد اور گندمی رنگ والا ایک خراسانی حاضر ہوا اور سلام کے بعد اس نے کہا: "اے فرزند رسولؐ! میں آپؑ کا اور آپؑ کے آباء واجداد کا محبّ ہوں، سفر حج پر گیا تھا اور واپسی کا زاد راہ بھی میرے پاس موجود تھا لیکن بد قسمتی سے میری رقم گم ہوگئی، آپؑ سے التماس ہے کہ آپؑ میری مدد فرمائیں تاکہ میں اپنے وطن واپس پہنچ

سکوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے دولت مند بنایا ہے اسی لئے میں صدقہ کا مستحق نہیں ہوں، البتہ آپؑ جو کچھ مجھے عطا کریں گے میں اتنی رقم گھر جاکر آپؑ کی طرف سے صدقہ کردوں گا۔"

آپؑ نے فرمایا: "بیٹھ جاؤ، خدا تمہاری مغفرت کرے۔ پھر آپؑ نے وعظ ونصیحت کا سلسلہ شروع کردیا۔ کچھ دیر کے بعد حاضرین آپؑ سے رخصت ہو کر چلے گئے۔ آخر میں میں اور سلیمان جعفری اور خیثمہ اور وہ مرد خراسانی باقی رہ گئے۔ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "مجھے گھر جانے کی اجازت دو۔"

ہم نے عرض کی: "آقا! آپؑ شوق سے جائیں۔"

امام عالی مقام گھر تشریف لے گئے۔ پھر آپؑ نے دروازے کے پیچھے کھڑے ہو کر آواز دی: "خراسانی کہاں ہو؟"

اس نے کہا: "مولا! میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوں۔"

آپؑ نے فرمایا: "دروازے کے قریب آجاؤ، پھر آپؑ نے دروازے سے اپنا ہاتھ نکالا اور فرمایا کہ میری طرف سے دو سو دینار لے لو اور گھر جاکر ان کو صدقہ کرنے کی تمہیں ضرورت نہیں ہے، اب تم یہاں سے چلے جاؤ، میں چاہتا ہوں کہ مجھے تم نہ دیکھو اور نہ ہی میں تمہیں دیکھوں۔"

اس شخص نے رقم لی اور دعائیں دیتا ہوا چلا گیا۔

کچھ دیر بعد امام علیہ السلام ہمارے پاس تشریف لائے تو سلیمان جعفری نے کہا: "مولا! آپؑ نے خراسانی کے ساتھ نیکی کی لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ آپؑ نے دروازے کی دوسری طرف منہ کیا ہوا تھا، آخر اس کی کیا وجہ ہے؟"

آپؑ نے فرمایا: "بات یہ ہے کہ میں سائل کے چہرے کے انکسار اور شرمندگی کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا، اسی لئے میں نے اس کی جانب نظر کرنا مناسب نہیں سمجھا اور میں نے اسے چلے جانے کا حکم بھی اسی لئے دیا کہ وہ مجھ سے شرمندہ نہ ہوسکے۔ کیا تم نے پیغمبر خداؐ کی یہ حدیث نہیں سنی کہ آپؐ نے فرمایا: "المستتر بالحسنة يعدل سبعين حجة والمذيع بالسيئة مخذول والمستتر بها مغفورله" جو شخص چھپ کر نیکی کرے تو اسے ستر حج کا ثواب دیا جائے گا اور جو کھل کر برائی کرے وہ مردود ہے اور جو چھپ کر برائی کرے وہ بخشا جائے گا؟"

اور کیا تم نے عرب شاعر کا یہ شعر نہیں سنا:

متى اته يوما لاطلب حاجة.

رجعت الى اهلى و وجهى بمائه

میں جب بھی اس کے پاس کسی چیز کی درخواست کے لئے گیا تو اس نے میری حاجت پوری کی پھر میں اپنے گھر واپس گیا تو میری آبرو قائم تھی۔ (فروع کافی ج ۴ ص ۲۴)

امام زین العابدین کا کردار

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "جب میرے والد طاہر امام زین العابدین علیہ السلام کو غسل میت دیا گیا تو اس وقت قریب کھڑے ہوئے افراد میرے والد کے زانوں اور پاؤں کی جانب متوجہ ہوئے جن پر سفید رنگ کے داغ تھے، پھر ان کی نگاہ آپؑ کے شانوں پر پڑی تو ان پر بھی انہیں سفید رنگ

کے داغ نظر آئے۔

یہ داغ دیکھ کر لوگ پوچھنے لگے کہ زانوں اور پاؤں کے سفید داغ تو اس لئے پیدا ہوئے کہ آپؑ شب و روز رکوع و سجود میں مصروف رہتے تھے لیکن یہ شانوں پر سفید داغ کیوں ہیں؟

جب لوگوں نے شانے کے داغ کی بات کی تو میں نے کہا: "اگر میرے والد زندہ ہوتے تو میں تمہیں کبھی اس کی حقیقت سے مطلع نہ کرتا، میرے والد کا دستور تھا کہ جو کھانا بھی گھر میں زائد پکتا تو رات کے وقت میرے والد ایک چادر میں اس کھانے کو ڈالتے تھے اور چادر کو اپنے شانوں پر ڈال دیتے تھے، پھر ان غرباء و مساکین کے دروازوں پر جاتے تھے جو سوال کرنا پسند نہیں کرتے تھے، آپؑ ان کے دروازے پر دستک دیتے اور کھانا پہنچاتے تھے اور ایسا کرتے وقت اپنے چہرے پر عبا کا دامن پھیلا دیتے تھے۔ اس طرح سے لوگوں کو پتہ ہی نہیں چلنے دیتے تھے کہ ان کی خبر گیری کرنے والا کون ہے؟ میرے علاوہ میرے افراد خانہ کو ان کے اس عمل کا کوئی علم نہیں تھا۔ میں نے کئی بار بوجھ اپنے شانے پر اٹھانے کی درخواست کی تو انہوں نے میری درخواست کو ہمیشہ رد کردیا تھا اور آپؑ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے: "ان صدقة السرتطفى غضب الرب كما يطفى الماء الحطب. فاذا تصدق احد كم فاعطى بيمينه فلينحصها بشماله" پوشیدہ طور پر دیا ہوا صدقہ اللہ کے غضب کی آگ تو ایسے بجھا دیتا ہے جیسا کہ پانی آگ کو بجھاتا ہے، جب تم میں سے کوئی شخص صدقہ دے تو اس انداز سے صدقہ دے کہ بائیں ہاتھ کو پتہ نہ چلے کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا ہے؟" (سفینة البحار ج ۲ ص ۲۴)

اولاد کی حفاظت صدقہ سے کریں

محمد بن عمر روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی: "میرے دو بیٹے فوت ہو چکے ہیں اور اس وقت میرا ایک چھوٹا بیٹا زندہ ہے۔

آپؑ نے فرمایا: "اس کی زندگی کی حفاظت کے لئے صدقہ دو۔"

جب میں آپؑ سے رخصت ہونے لگا تو آپؑ نے فرمایا: "جب صدقہ دینا چاہو تو اسی بچے کے ہاتھ سے صدقہ دو، صدقہ میں اگرچہ روٹی کا ٹکڑا ہو یا کھانے کی کوئی دوسری چیز ہو، بہر نوع جو کچھ بھی ہو وہ صدقہ بچے کے ہاتھ سے دلاؤ اور صدقہ کے متعلق یہ کبھی نہ سوچا کرو کہ یہ کم ہے کیونکہ جو چیز خالص نیت کے ساتھ خدا کی راہ میں دی جائے وہ کبھی کم نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یره ومن یعمل مثقال ذرة شرا یره" جو کوئی ذرہ برابر نیکی کرے گا تو وہ اپنی نیکی کو دیکھ لے گا اور جو کوئی ذرہ برابر برائی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا۔"

اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

"فلا اقتحم العقبة وما ادراك ما العقبة فك رقبة او اطعام فی یوم ذی مسغبة یتیما ذا مقربة او مسکینا ذا متربة."

پھر وہ گھاٹی سے نہیں گزرا اور تم کو کیا معلوم گھاٹی کیا ہے؟ کسی کی گردن کا چھڑانا یا بھوک کے دن رشتہ دار یتیم یا خاک دار محتاج کو کھانا کھلانا۔

آپؑ نے فرمایا: "خدا کو علم تھا کہ ہر شخص غلام آزاد کرنے کا متحمل نہیں ہو سکتا اسی لئے اللہ نے یتیم و مسکین کو کھانا کھلانے کا حکم دیا اور مسکین و

یتیم کے کھانا کھلانے کو غلام آزاد کرنے کے برابر قرار دیا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: "اپنے بیٹے کی طرف سے صدقہ دو۔" (فروع کافی ج ۴ ص ۴)

صدقہ دے کر رزق میں اضافہ کریں

ایک مرتبہ امام صادق علیہ السلام نے اپنے فرزند محمد سے فرمایا: "بیٹا دیکھو! اخراجات سے کیا کچھ بچا ہے؟"

بیٹے نے عرض کی: "چالیس دینار۔"

آپؑ نے فرمایا: "چالیس دینار اٹھاؤ اور راہ خدا میں انہیں تقسیم کردو۔"

بیٹے نے عرض کی: "ابا جان! اس وقت گھر میں صرف یہی چالیس دینار موجود ہیں اس کے علاوہ گھر میں کچھ بھی موجود نہیں ہے۔"

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: "بیٹا! چاہے کچھ بھی ہو اس رقم کو خدا کے نام پر تقسیم کردو۔ "اماعلمت ان لکل شیء مفتاح و مفتاح الرزق الصدقة" بیٹا! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہر چیز کی ایک چابی ہوتی ہے اور صدقہ رزق کی چابی ہے؟"

بیٹے نے باپ کے حکم کی تعمیل کی۔ ابھی صدقہ دیئے دس دن نہ گزرے تھے کہ ایک مقام سے چار ہزار دینار آئے۔

آپؑ نے بیٹے کو مخاطب کر کے فرمایا: "جان پدر! تم نے دیکھا ہم نے چالیس دینار صدقہ دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں چار ہزار دینار عطا فرمائے ہیں۔" (کافی ج ۴ ص ۱۰)

سوال نہ کرنا شرطِ جنت ہے

امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ انصار کا ایک گروہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کرنے کے بعد انہوں نے عرض کی ۔ "یارسول اللہؐ! ہم ایک حاجت لے کر آپؐ کے پاس آئے ہیں۔"

آپؐ نے فرمایا: "اپنی حاجت بیان کرو۔"

انہوں نے کہا: "ہماری حاجت بہت بڑی ہے۔"

آپؐ نے فرمایا: "تمہاری جو بھی حاجت ہو بیان کرو۔"

انہوں نے کہا: "یارسول اللہؐ! ہماری حاجت یہ ہے کہ آپؐ ہمارے لئے جنت کی ضمانت دیں۔"

یہ سن کر کچھ دیر تک آپؐ نے سر جھکائے رکھا اور زمین پر کچھ لکیریں کھینچیں، پھر سر اٹھا کر فرمایا: "میں تمہیں اس شرط پر جنت کی ضمانت دیتا ہوں کہ تم کسی سے سوال نہیں کرو گے۔"

انصار نے کہا: "ہمیں یہ شرط منظور ہے۔"

امام صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ انصار نے اپنے وعدہ کو اس طرح سے نبھایا کہ اگر وہ گھوڑے پر سوار ہوتے اور ان کے ہاتھ سے چابک گر پڑتا تو وہ کسی سے چابک اٹھانے کا سوال نہیں کرتے تھے۔ فوراً گھوڑا روک لیتے اور خود اتر کر اپنا چابک اٹھاتے تھے اور اگر دسترخوان پر بیٹھے ہوتے تو ساتھ والے شخص سے کبھی پانی طلب نہیں کرتے تھے خود ہی اٹھ کر پانی پی لیتے تھے۔(فروع کافی ج ۴ ص ۲۱)

انداز سوال

مسمع بن عبدالملک کا بیان ہے کہ ہم مقام منیٰ میں امام صادق علیہ السلام کے ساتھ تھے اور انگور کھا رہے تھے۔ اتنے میں ایک سائل آیا اور خیرات طلب کی۔

آپؑ نے فرمایا: "اسے انگور کا ایک خوشہ دے دو۔"

جب اسے خوشہ دیا جانے لگا تو اس نے کہا: "اس کی بجائے مجھے کچھ نقد رقم دے دیں۔"

آپؑ نے فرمایا: "خدا تمہیں فراخی دے (یعنی معاف کرو)۔"

سائل چلا گیا، کچھ دیر بعد سائل دوبارہ آیا اور کہا: "وہی خوشہ انگور ہی دے دیں۔"

حضرت امام صادق علیہ السلام نے اسے کچھ نہ دیا اور فرمایا: "جاؤ معاف کرو۔"

کچھ دیر بعد دوسرا فقیر آیا تو امامؑ نے اسے انگور کے تین دانے دیئے۔

فقیر نے وہ انگور لئے اور کہا: "رب العالمین کی حمد ہے جس نے مجھے روزی عطا کی۔"

آپؑ نے اس کا جذبۂ شکر دیکھ کر حکم دیا کہ: "دو مشت بھر کر اسے انگور دیئے جائیں۔"

جب فقیر کو دو مشت انگور ملے تو اس نے کہا: "الحمدللہ رب العالمین۔"

امامؑ نے غلام سے پوچھا: "اس وقت تمہارے پاس کیا ہے؟"

غلام نے کہا: "میرا اندازہ ہے کہ اس وقت میرے پاس بیس درہم موجود ہیں۔"

آپؑ نے فرمایا: "یہ درہم اس فقیر کو دے دو۔"

غلام نے فقیر کو درہم دیئے تو اس نے کہا: "الحمدلله هذا منك وحدك لا شريك لك" اللہ تیری حمد ہے تو واحد لاشریک ہے اور یہ تیری عطا ہے۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنا پیراہن اتار کر اسے دیا اور کہا: "لو یہ پہن لو۔"

فقیر نے وہ پیراہن لے کر کہا: "اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے لباس دیا اور پھر کہا کہ امامؑ آپ کو اللہ جزائے خیر دے۔" یہ کہہ کر فقیر چلا گیا۔

اس دن ہم نے اندازہ لگایا کہ اگر سائل مسلسل اللہ کی تعریف و ثناء کرتا رہتا تو امام علیہ السلام اسے مسلسل عطا کرتے رہتے لیکن جب اس نے آپؑ کو دعا دی اور آپؑ کا شکریہ ادا کیا تو آپؑ نے ہاتھ کھینچ لیا۔(کافی ج ۴ ص ۴۹)

چند روایات

قال رسول اللّهؐ الایدی ثلاث: یدالله العلیا ویدالمعطی الت تلیها وید المعطی اسفل الایدی، فاستعفوا عن السوال ما استطعتم ان الارزاق دونها حجب فمن شاء قنی حیائه واخذ برزقه ومن شاء هتك الحجاب واخذرزقه والذی نفسی بیده لان یاخذ احدکم حبلا ثم یدخل عرض هذا الوادی فیحتطب حتی لا یلتقی طرفاه ثم یدخل به السوق فیبیعه بمد من

تمرو یاخذ ثمنه ویتصدق بثلثیه خیر له من ان یسال الناس اعطوه اوحرموه.

"فروع کافی ج ۴ ص ۲۰"

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہاتھ تین طرح کے ہیں، اللہ کا ہاتھ بلند و برتر ہے، اس کے بعد عطا کرنے والے شخص کے ہاتھ کا رتبہ ہے اور لینے والا ہاتھ سب ہاتھوں سے پست ہے۔ لہذا جہاں تک ممکن ہو سوال کرنے سے پرہیز کرو۔ رزق کے آگے کئی حجاب اور پردے ہیں۔

اب ہر شخص کی مرضی پر منحصر ہے چاہے تو شرم و حیا قائم رکھ کر رزق حاصل کرے اور اگر چاہے تو شرم وحیا کی چادر اتار کر رزق حاصل کرے۔

مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہء اختیار میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی شخص رسی لے کر اس وادی میں چلا جائے اور لکڑیاں جمع کرے اور محنت کر کے اتنی لکڑیاں اکٹھی کرے کہ رسی کے دونوں سرے ایک دوسرے سے نہ مل سکیں اور پھر وہ لکڑیاں شہر میں لاکر فروخت کرے اور اس کی اجرت کے طور پر مٹھی بھر کھجوریں حاصل کرے اور اپنی اجرت میں سے دو تہائی حصہ کو اللہ کی راہ میں خیرات کردے تو یہ اس کے لئے اس بات سے بہتر ہے کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر سوال کرتا پھرے اور پھر لوگوں کی مرضی اسے کچھ دیں یا محروم رکھیں۔"

فی وصیة امیرالمؤمنینؑ لا بنه الحسنؑ واعلم ان امامك طریقاً ذامسافة بعیدة و مشقة شدیدة وانه لاغنی بك فیه من حسن الارتیاد وقدر بلاغك من الزاد مع خفة الظهر فلا تحملن علی ظهرك فوق طاقتك فیکون ثقل

ذلك و بالاعليك واذا وجدت من اهل الفاقة منيحمل زادك الى يوم القيامة فيوا فيك به غدا حيث تحتاج اليه فاغتنمه وحمله اياه و اكثر من تزويده وانت قادر عليه فلعلك تطلبه فلا تجده.

"نہج البلاغہ کتب وسائل"

امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند حسن مجتبیٰؑ کو وصیت فرمائی جس میں یہ الفاظ بھی تھے:

"پیارے فرزند! متوجہ رہو کہ تم نے ایک طویل سفر کرنا ہے، جس کو طے کرنا انتہائی دشوار ہے اس راہ پر چلنے کے لئے تمہیں نیکی کے زادِ راہ کی شدید ضرورت ہے، تم اتنا توشہ اپنے ساتھ لے کر جاؤ جس سے تم منزل مقصود پر پہنچ سکو اور اپنی پشت کو ہلکا رکھو، یعنی گناہوں کا بوجھ اپنی پشت پر مت لادو۔

یاد رکھو! اپنی پشت پر اپنی طاقت سے زیادہ بوجھ مت لادو اور یہ بوجھ تمہارے لئے وبال بن جائے گا اور جب تمہیں کوئی ایسا ضرورت مند مل جائے جو تمہارا بوجھ اٹھا سکے اور قیامت کے دن جب تم کو اس کی ضرورت ہو وہ نیکی نہیں مل جائے تو ایسے شخص کو غنیمت جانو اور اپنا زاد راہ اس کی کمر پر رکھ دو اور یوں اپنا توشہ آگے روانہ کردو بشرطیکہ تمہیں اس کی قدرت ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم ایسے افراد کو تلاش کرو لیکن تم انہیں نہ پاسکو۔"

عن ابی جعفرؑ قال: لان احج حجة احب الی من ان اعتق رقبة ورقبة حتی انتهی عشرة و مثلها حتی انتهی الی سبعين ولان اعول اهل بيت من المسلمين اشبع جوعتهم واكسو عودتهم واكف وجوههم عن الناس

احب الی من ان احج حجة وحجة وحجة انتهی الی عشر و عشر و عشر و مثلها حتی انتهی الی سبعين.

"فروع کافی ج ۴ باب صدقہ"

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "ستر غلام آزاد کرنے سے مجھے ایک حج کرنا زیادہ پسند ہے اور ایک مسلمان خاندان کو روٹی کھلانا اور کپڑے دینا اور ان کی عزت و آبرو کی حفاظت کرنا مجھے ستر حج کرنے سے زیادہ پسند ہے۔"

عن ابی جعفرؑ ایضاً قال ان الصدقه لتدفع سبعين بلية من بلايا الدنيا مع ميتة السؤ ان صاحبها لايموت يستة السؤ ابداً مع ما يدخر لصاحبها فی الاخری.

عن ابی ولاد قال سمعت ابا عبداللهؑ يقول بكروا بالصدقة وارغبوا فيها فما من مؤمن يتصدق بصدقة يريد بها ماعندالله ليدفع الله بها عنه شر ما ينزل من السماء الی الارض فی ذلك اليوم الا وقاه الله شرما ينزل من السماء الی الارض فی ذلك اليوم.

"فروع کافی ج ۴ ص ۱۶"

امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے کہ صدقہ سے دنیا کی ستر بلائیں دور ہوتی ہیں اور صدقہ بری موت سے بچاتا ہے، صدقہ دینے والے شخص کو بری موت نہیں آئے گی، اس کے علاوہ اس کے لئے ثواب آخرت ذخیرہ کیا جاتا ہے۔

ابو ولاد کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادقؑ کو یہ کہتے ہوئے سنا: "اپنی صبح کا آغاز صدقہ سے کرو اور اس کی رغبت رکھو کیونکہ جو بھی مؤمن خدا سے جزا حاصل کرنے کی نیت سے صدقہ دے تاکہ اللہ اس سے اس شر کو دور رکھے جو آسمان سے زمین پر نازل ہوتا ہے تو یقیناً اللہ اسے اس دن کے اس شر سے

محفوظ رکھے گا جو آسمان سے زمین پر نازل ہوگا۔"

عبداللہ بن سنان قال: قال ابو عبداللہؑ داوا وامرضاكم بالصدقة و ادفعوا البلاء بالدعاء و استنزلوا الرزق بالصدقة فانها تفك من بين طى سبع مائة شيطان وليس شيء اثقل على الشيطان من الصدقة على المؤمن وهى تقع فى يدالرب تبارك و تعالى قبل ان تقع فى يدالعبد.

"فروع کافی ج ۴ ص ۳"

عبداللہ بن سنان کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "اپنے بیماروں کی دوا صدقہ دے کر کرو اور بلاؤں کو دعا کے ذریعے سے دور کرو اور صدقہ کے ذریعے سے رزق کو اپنی جانب کھینچ لو، صدقہ سات سو شیطانوں کے منہ سے نکالتا ہے، مؤمن کا صدقہ دینا شیطان کے لئے بہت گراں ثابت ہوتا ہے اور صدقہ بندے کے ہاتھ میں جانے سے قبل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں جاتا ہے۔"

قال ابو عبداللہؑ اعط الكبير و الكبيرة والصغير و الصغيرة ومن وقعت له فى قلبك الرحمة و اياك و كل وقال بيده هزها.

عن عمرو بن ابى نصر قال قلت لابى عبداللہؑ ان اهل السواد يقتحمون علينا و فيهم اليهود والنصارى والمجوس فنتصدق عليهم فقال نعم.

"فروع کافی ج ۴ ص ۸"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت اور چھوٹے مرد و عورت غرضیکہ تمہارے دل میں جس پر رحم کا مادہ پیدا ہو، اسے صدقہ دے دو اور ان لوگوں کو صدقہ نہ دو۔" پھر آپؑ نے ہاتھ سے اشارہ کیا، غالباً اس سے مراد مخالفین ولایت آل محمدؐ ہیں۔

عمرو بن ابی نصر کہتا ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی: "ہمارے پاس بادیہ نشین لوگ خیرات مانگنے کے لئے آتے ہیں ان میں یہودی، نصرانی اور مجوسی بھی ہوتے ہیں، تو کیا ہم انہیں صدقہ دے سکتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: "ہاں!۔"

باب ششم

دعا و توسل

ادعونی استجب لکم ..... (القرآن)

"تم مجھ سے دعا کرو، میں قبول کروں گا۔"

یا ایھا الذین امنوا تقو اللّٰہ وابتغوا الیہ الوسیلة ...... (القرآن)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے پاس جانے کا وسیلہ تلاش کرو۔"

دعا کی حیرت انگیز قبولیت

یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو تیس سال تک تبلیغ کی۔ دو افراد کے علاوہ اور کوئی شخص ایمان نہ لایا۔ ان میں سے ایک عابد تھا، جس کا نام ملیخا یا تنوخا تھا اور دوسرا عالم تھا اس کا نام روبیل تھا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ہم نے جس قوم پر عذاب کا وعدہ کیا ہم نے وہ عذاب کبھی دور نہیں کیا سوائے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے۔"

حضرت یونس علیہ السلام نے دن رات تبلیغ فرمائی لیکن کوئی اور شخص

حلقۂ اسلام میں داخل نہیں ہوا۔ آپؑ نے بددعا کا ارادہ کیا اور عابد نے بھی آپؑ کو بددعا کی ترغیب دی لیکن روبیل نے عرض کی: "آپؑ بددعا نہ فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپؑ کی بددعا کو نامنظور نہیں کرے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ رحمٰن ہے وہ اپنے بندوں کی ہلاکت پر بھی راضی نہیں ہے۔"

حضرت یونس علیہ السلام نے عابد کے مشورے کو ترجیح دی اور قوم پر بددعا کی۔

اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ فلاں روز اور فلاں وقت عذاب نازل ہوگا۔

عذاب کی تاریخ نزدیک آئی تو حضرت یونس علیہ السلام عابد کو لے کر شہر سے باہر چلے گئے اور روبیل وہاں ٹھہرا رہا۔ عذاب کا وقت قریب ہونے لگا اور عذاب کے آثار نمودار ہونا شروع ہوئے تو قوم یونسؑ پریشان ہوئی۔ انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کیا لیکن وہ انہیں کہیں نظر نہ آئے۔

روبیل نے قوم کو تسلی دیتے ہوئے کہا: "اگر حضرت یونس علیہ السلام نہیں ہیں تو تم یونسؑ کے خدا کے حضور تضرع اور عاجزی کرو، ممکن ہے کہ اسے تم پر رحم آجائے۔"

قوم نے روبیل سے دریافت کیا کہ ہم تضرع و زاری کیسے کریں تاکہ اللہ ہم پر رحم کرے؟

روبیل نے سوچ کر کہا: "تم لوگ اپنے مال و مویشی سمیت ایک کھلے میدان میں جمع ہو جاؤ، شیر خوار بچوں کو ماؤں سے جدا کردو، مویشیوں کے شیر خوار بچے ان کی ماؤں سے جدا کردو اور رب العالمین کے حضور رو رو کر اپنے

گناہوں کی معافی مانگو۔"

لوگوں نے روبیل کے حکم پر عمل کیا، چھوٹے بچے رونے لگے، جانور علیحدہ آوازیں نکالنے لگے اللہ کا عذاب پوری طرح سے ظاہر ہوا اور ہر طرف تاریکی پھیلنے لگی اور قوم یونسؑ رو رو کر ارحم لراحمین سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگی، ان کی یہ ادا دیکھ کر رب العالمین کو ان پر ترس آیا اور آیا ہوا عذاب ان سے ہٹا دیا اور وہ عذاب پہاڑوں پر آن کر گرا۔

عذاب کی تاریخ گزر گئی، یونس علیہ السلام بربادی و تباہی کا ہولناک منظر دیکھنے کے لئے اپنے علاقے کی طرف آئے اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ سب لوگ اپنے معمول کے کاموں میں لگے ہوئے تھے، آپؑ نے ایک شخص سے پوچھا کہ : "قوم یونس کا کیا بنا؟"

وہ شخص آپؑ کو نہیں پہچانتا تھا، اس نے جواب دیا کہ : "حضرت یونس علیہ السلام نے قوم پر بد دعا کی تھی اللہ نے عذاب نازل کرنے کا وعدہ فرمایا تھا لیکن عذاب کے وقت تمام لوگ ایک میدان میں جمع ہوگئے تھے اور انہوں نے رو رو کر اللہ سے گناہوں کی معافی مانگی تو اللہ نے قوم پر رحم کیا اور آیا ہوا عذاب دور کردیا، اس وقت پوری قوم کو ان کی جستجو ہے پوری قوم ان کے ہاتھ پر ایمان لانا چاہتی ہے۔"

یہ سن کر حضرت یونسؑ ناراض ہوئے اور ایک دریا پر گئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا قصہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "وذا النون اذ ذهب مغاضبا فظن ان لن نقدر عليه ...." دریا کے کنارے پر تشریف لائے، ایک کشتی روانگی کے لئے بالکل تیار کھڑی تھی، آپؑ اس پر سوار ہوئے اور کشتی

کے اگلے حصے پر تشریف فرما ہوئے، کشتی چل پڑی جب دریا کے درمیان گہرے پانیوں میں پہنچی تو اچانک ایک بہت بڑی مچھلی ظاہر ہوئی، ملاح اس مچھلی کو دیکھ کر خوفزدہ ہوگئے۔

حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کی ہیبت سے کشتی کے پچھلے حصے پر آگئے، مگر وہ مچھلی فوراً پچھلے حصے کی طرف آئی، تمام مسافروں کو اپنی ہلاکت کا یقین ہوگیا۔

ملاحوں نے کہا: "معلوم ہوتا ہے کہ اس کشتی میں کوئی ایسا غلام سوار ہے جو اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہے، اس غلام کو چاہئے کہ باقی مسافروں کی جان بچانے کیلئے خود ہی دریا میں چھلانگ لگادے۔" لیکن کسی نے چھلانگ نہ لگائی۔

آخرکار قرعہ اندازی ہوئی کہ کس شخص کو کشتی سے دھکا دے کر دریا میں ڈالا جائے؟ قرعہ حضرت یونسؑ کے نام پر نکلا۔

حضرت یونسؑ نے فوراً چھلانگ لگائی، مچھلی نے انہیں فوراً نگل لیا۔

ابوالجارود نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت یونسؑ پورے تین شب و روز مچھلی کے شکم میں رہے اور دریا اور شکم ماہی کی تاریکیوں میں اپنے پروردگار کی تسبیح کرتے تھے "فنادى فى الظلمات ان لا اله الا انت سبحانك انى كنت من الظالمين" انہوں نے تاریکیوں میں ندا دی کہ تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، تو پاک ہے بے شک میں ظالموں میں سے ہوں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "فلولا انه كان من المسبحين للبث فى بطنه الى يوم يبعثون" اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے

نہ بنتا تو وہ مچھلی کے شکم میں قیامت کے دن تک رہتا۔"

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں نجات عطا فرمائی۔

مچھلی نے انہیں ساحل دریا پر اگلا، جب آپؑ شکم ماہی سے برآمد ہوئے تو آپؑ کی جلد سے بال اتر چکے تھے اور آپؑ کی جلد بہت نازک ہو چکی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے کدو کا درخت اگایا، آپؑ اس کے سائے میں آرام کرتے رہے، آخرکار آپؑ کی جلد مضبوط ہو گئی اور آپؑ تنومند و صحتیاب ہو گئے تو آپؑ نے دریا کے کنارے چلنا شروع کیا، جب اپنی جگہ پر واپس آئے تو دیکھا کہ کدو کی بیل خشک ہو چکی تھی۔ آپؑ یہ دیکھ کر بہت غمگین ہوئے، اس وقت انہیں ندائے قدرت سنائی دی: "اے یونسؑ! کیوں غمگین کھڑے ہو؟"

آپؑ نے عرض کی: "یہ بیل سوکھ گئی ہے میں اس کے سائے میں آرام کیا کرتا تھا اسی لئے میں غمگین ہوں۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے یونسؑ! یہ بیل تم نے اپنے ہاتھوں کاشت نہیں کی تھی اور نہ ہی تم نے اسے پانی پلایا تھا، یہ سوکھ گئی تو تم غمگین ہو گئے لیکن ایک لاکھ سے زائد ہماری مخلوق کی بربادی کی دعا کرتے وقت تم غمگین نہیں ہوئے، آخر میں نے انہیں پیدا کیا اور انہیں رزق دے کر پروان چڑھایا، وہ میری مخلوق ہیں اور میری مخلوق مجھے پیاری ہے۔ اب تم قوم کے پاس جاؤ انہیں تمہارا شدت سے انتظار ہے۔"

آپؑ حکم خداوندی سن کر قوم کے پاس تشریف لے گئے، پوری قوم ان کے ہاتھ پر ایمان لے آئی۔ (نقل از دو روایت در جزء ۱۴ بحار الانوار)

دعا کے لئے صفائے دل کی ضرورت ہے

سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ ایک سال قحط پڑا۔ لوگ نماز استسقاء کے لئے شہر سے باہر ایک کھلے میدان میں جمع ہوئے۔ مجمع کے اندر میں نے ایک سیاہ فام غلام کو دیکھا جو مجمع سے الگ کھڑا تھا، پھر وہ غلام مجمع سے دور ایک ٹیلے پر چلا گیا اور وہاں کچھ دعا مانگنے لگا۔ میں اس کی دعا سننے کے واسطے اس کے نزدیک گیا۔ اس کی دعا کے الفاظ تو میں نہ سن سکا البتہ میں نے یہ ضرور دیکھا کہ جیسے ہی اس کی دعا مکمل ہوئی آسمان پر بادل چھا گئے، بادلوں کو دیکھ کر غلام نے اللہ کی حمد کی اور اٹھ کر چل پڑا۔

بارش کھل کر برسی اور اتنی زیادہ بارش ہوئی کہ ہمیں سیلاب کا خطرہ محسوس ہونے لگا۔

بارش کے پہلے قطرے کے ساتھ ہی سب لوگ خوشی خوشی اپنے گھروں کو جانے لگے میں نے اس غلام کا تعاقب شروع کیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ غلام امام علی زین العابدین علیہ السلام کے گھر آیا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ امام عالی مقام کا غلام ہے۔

دوسرے دن میں امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "آقا! آپ مجھ پر احسان فرمائیں، آپؑ اپنا ایک غلام میرے ہاتھ فروخت کر دیں۔"

آپؑ نے فرمایا: "تمہیں قیمت ادا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ میں اپنے غلام کو تمہاری غلامی میں دینے پر آمادہ ہوں۔"

پھر آپؑ نے تمام غلاموں کو بلایا اور فرمایا "تم کس غلام کو اپنے ساتھ

لے جانا چاہتے ہو؟"

میں نے تمام غلاموں کو دیکھا اور عرض کی "میرا مطلوبہ غلام ان میں موجود نہیں ہے۔ کاان کے علاوہ آپؑ کے پاس کوئی غلام نہیں ہے؟"

آپؑ نے فرمایا "ان کے علاوہ میرے پاس ایک اور غلام بھی ہے، وہ اونٹوں کی نگہبانی پر مامور ہے۔"

میں نے عرض کی: "آپؑ اسے بلائیں، جب وہ آیا تو میں نے دیکھا کہ یہ وہی غلام تھا جس نے ٹیلے پر اللہ سے بارش کی دعا کی تھی۔"

میں نے کہا: "آقا! میں اسی غلام کا خواہش مند ہوں۔"

امام علیہ السلام نے اس حکم دیا کہ آج سے تمہارا مالک میں نہیں یہ ہے، تم اس کے ساتھ چلے جاؤ۔

غلام نے میری طرف دیکھ کر کہا: "تو نے مجھے میرے آقا و مولا سے کیوں جدا کیا؟"

میں نے کہا: "تو مستجاب الدعوات ہے، اللہ تیری دعا قبول کرتا ہے، اسی لئے میں تجھے اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں میں اپنی دعاؤں کے لئے تجھے واسطہ بنانا چاہتا ہوں۔"

جب غلام نے میری گفتگو سنی تو اس نے جاں سوز آواز نکالی اور دونوں ہاتھ آسمان کی جانب بلند کر کے کہا:

"پروردگار! تیرے اور میرے درمیان اب تک ایک راز پوشیدہ تھا لیکن اب وہ راز کھل چکا ہے، اب میری یہی درخواست ہے کہ تو مجھے اپنے پاس بلالے۔"

اس کی آواز میں اس قدر درد تھا کہ امام زین العابدینؑ اور باقی تمام حاضرین رونے لگے اور میں بھی بے ساختہ رونے لگا۔

میں وہاں سے اٹھ کر گھر آیا، تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ میرے دروازے پر امام زین العابدینؑ کا ایک قاصد یہ پیغام لے کر آیا کہ اگر اپنے دوست کے جنازے کو کندھا دے سکتے ہو تو چلے آؤ۔

میں وہاں گیا تو غلام میرے جانے سے پہلے فوت ہو چکا تھا۔(اثبات الوصیہ مسعودی صاحب مروج الذہب چاپ نجف ص ۱۴۳)

وہ جس کے لئے جنت سے سواری آئی

مالک دینار کہتے ہیں کہ لوگ حج بیت اللہ کے لئے شہر سے روانہ ہو رہے تھے تو ایک ضعیفہ خاتون کو ہم نے دیکھا جس کے پاس سواری کے لئے ایک لاغر اونٹ تھا۔ تمام عازمین حج نے اس بی بی سے کہا کہ یہ سواری آپ کو مکہ تک نہیں پہنچائے گی۔ اگر آپ کے پاس استطاعت ہو تو موٹا تازہ اونٹ خریدیں، اگر اونٹ خریدنے کی سکت نہیں ہے تو آپ اپنے گھر میں بیٹھی رہیں، اس اونٹ کے ساتھ مکہ جانا محال ہے۔

مگر اس ضعیفہ خاتون نے کسی کی بات پر توجہ نہ کی اور قافلے کے ساتھ روانہ ہوئی۔

راستے میں اس خاتون کا اونٹ تھک ہار کر بیٹھ گیا اور کسی طرح سے اٹھنے میں نہ آیا، تمام اہل قافلہ اس افتاد پر پریشان ہوئے۔

میں اس خاتون کے پاس گیا اور اسے ملامت آمیز لہجے میں کہا: "آپ

بھی کیا ضدی خاتون ہیں، تمام قافلہ والوں نے آپ کو سمجھایا تھا لیکن اس وقت آپ نے کسی کی بات نہ مانی تھی، اب تمہیں ہماری بات کے صحیح ہونے کا اندازہ بخوبی ہوگیا ہوگا۔"

اس خاتون نے مجھے کوئی جواب نہ دیا، آسمان کی طرف اس نے سر اٹھا کر کہا۔ "خدایا! تو نے مجھے میرے اپنے گھر بھی نہ رہنے دیا اور اپنے گھر بھی نہ پہنچایا۔ "لو فعل بی غیرك لما شكته الا اليك" اگر تیرے علاوہ کسی اور نے میرے ساتھ ایسا کیا ہوتا تو میں اس کی شکایت تیرے پاس کرتی لیکن اب میں تیری شکایت کس کے پاس کروں؟"

مالک کہتے ہیں، اتنے میں میں نے دیکھا کہ ایک شخص ناقہ دوڑا کر اس خاتون کے پاس آیا اور اس خاتون سے کہا کہ آپ سوار ہو جائیں۔

خاتون ناقہ پر سوار ہوئی، وہ ناقہ بجلی کی طرح تیز تھا، تمام اہل قافلہ پیچھے رہ گئے اکیلی خاتون اس ناقہ پر سوار ہو کر ہم سے آگے نکل گئی، پھر کسی منزل پر میں نے اس خاتون کو دوبارہ نہ دیکھا۔

ایک مرتبہ جب میں حرم شریف میں طواف کررہا تھا تو وہی خاتون مجھے طواف کرتی نظر آئی۔ میں نے خاتون کو قسم دے کر کہا کہ وہ اپنا تعارف کرائے۔

تو اس نے کہا: "میرا نام شہرہ ہے۔ میری ماں کا نام مسکہ ہے اور میری نانی کا نام فضہ ہے، جو حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی کنیز تھیں اور تم نے جو ناقہ دیکھا یہ جنت کا ناقہ تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کو حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی عظمت و حرمت کی قسم دی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کے

ہاتھ جنت کے ناقہ کو میرے پاس روانہ کیا تاکہ میں پیدل نہ چلتی رہوں۔" (مجمع النورین ص ۹۴)

خدا نے فرعون کی دعا بھی قبول فرمائی

فرعون کے زمانے میں ایک دفعہ دریائے نیل میں پانی کی شدید قلت ہوگئی لوگ بڑے پریشان ہوئے کیونکہ ان کی کھیتیاں پانی کی کمی سے متاثر ہوئی تھیں۔ لوگ وفد بنا کر فرعون کے پاس آئے اور کہا: "تو ہمارا خدا بنا بیٹھا ہے، نیل میں پانی کی شدید قلت ہے، نیل کا پانی بڑھاؤ۔"

فرعون نے کہا: "اس کا پانی اس لئے کم ہوگیا کہ میں تم سے ناراض ہوں۔"

یہ سن کر زمینداروں کا وفد چلا گیا۔ چند دنوں بعد مذکورہ وفد دوبارہ فرعون کے پاس آیا اور پانی کی کمی کی شکایت کی۔ اس مرتبہ بھی فرعون نے انہیں وہی جواب دیا۔

پھر چند دنوں کے بعد مذکورہ وفد تیسری بار فرعون کے پاس آیا اور پانی جاری کرنے کی درخواست کی۔

فرعون نے کہا: "میں تم سے ناراض ہوں۔"

ایک سا جواب تین مرتبہ سن کر وفد نے فرعون سے کہا کہ پانی کی قلت سے ہمارے حیوان مر رہے ہیں، ہماری کھیتیاں سوکھ رہی ہیں، اگر تو نے دریا کو جاری نہ کیا تو ہم تجھے چھوڑ کر اور معبود کا انتخاب کرلیں گے۔

ان کی یہ دھمکی کارگر ثابت ہوئی، فرعون نے کہا کہ آپ بیابان میں

جمع ہو جائیں، میں بھی وہاں پہنچ رہا ہوں۔ لوگ بیابان میں جمع ہوئے، فرعون بھی کچھ دیر بعد وہاں گیا، ان لوگوں سے دور ہٹ کر ایک جگہ پر گیا جہاں اسے کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا اور نہ ہی کوئی اس کی آواز سن سکتا تھا۔ پھر اس نے خاک اٹھا کر اپنے منہ پر ماری اور انگشت شہادت آسمان کی جانب اٹھائی اور کہا: "خدایا! جس طرح سے ایک حقیر و ذلیل بندہ اپنے مالک کے پاس آتا ہے اسی طرح سے میں بھی تیرے حضور حاضر ہوں، میں بخوبی جانتا ہوں کہ تیرے علاوہ نیل کو اور کوئی جاری نہیں کر سکتا، خدایا! اپنے لطف و کرم سے نیل کو جاری فرما۔"

بعد ازاں فرعون ان لوگوں کے پاس گیا اور کہا: "تم مطمئن ہو کر چلے جاؤ، نیل کو میں نے جاری کر دیا اور اب وہ اپنی پوری آب و تاب سے بہے گا۔"

نیل پانی سے بھر گیا اور پوری روانی سے بہنے لگا۔ لوگ یہ دیکھ کر فرعون کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے۔

عین اسی وقت جبرئیل امینؑ انسانی شکل میں فرعون کے دربار میں تشریف لائے اور کہا: "فرعون بادشاہ! میں بھی ایک علاقے کا سردار ہوں، میرے بہت سے غلام ہیں، ان غلاموں میں سے میں نے ایک غلام کو ممتاز کیا اور باقی غلام اس کے دست تصرف میں دیئے اور اپنے مال و خزائن کی چابیاں بھی اس کے حوالے کی ہیں لیکن میرا وہ غلام سرکشی پر اتر آیا، اب وہ مجھے اپنا دشمن سمجھتا ہے اور میرے دوستوں سے دشمنی اور میرے دشمنوں سے دوستی کرنے لگا ہے۔ بتاؤ اس غلام کو کونسی سزا ملنی چاہئے؟"

فرعون نے کہا: "وہ غلام بے حد نالائق اور نمک حرام ہے۔ اگر ایسا شخص میرے اختیار میں ہوتا تو میں اسے نیل میں ڈبو دیتا۔"

جبرئیل امینؑ نے کہا: "لیکن بادشاہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تو نے جو سزا مقرر کی ہے اسے تحریری طور پر لکھ کر دے اور اس پر مہر بھی لگا دے۔"

فرعون نے لکھا کہ میرا فیصلہ یہ ہے کہ نمک حرام اور نالائق غلام کو دریائے نیل میں ڈبو دیا جائے اور اس پر کسی طرح کا رحم نہ کیا جائے۔ پھر اس تحریر پر فرعون نے اپنی مہر لگا دی۔ جبرئیلؑ وہ تحریر لے کر چلے گئے۔

جب فرعون دریائے نیل میں اپنے لشکر سمیت غرق ہونے لگا تو کہنے لگا کہ: "ہائے اللہ تو نے مجھے یہ سزا کیوں دی؟"

اس وقت جبرئیل امینؑ نے اس کی تحریر اس کے سامنے کر دی اور فرمایا: "تیرے لئے یہ سزا اللہ نے مقرر نہیں کی، تو نے خود اپنے لئے یہ سزا تجویز کی تھی اور یہ تمہاری تحریر ہے، تم نے خود لکھا ہے کہ نمک حرام غلام کو نیل میں غرق کیا جائے۔" (علل الشرائع ج ا ص ۵۵ چاپ قم)

اجابت دعا میں تاخیر کیوں ہوتی ہے؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "ایک دفعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کوہ بیت المقدس کے قریب اپنی بھیڑوں کے لئے چراگاہ تلاش کرنے گئے۔ آپؑ نے وہاں ایک صدا سنی۔ آپؑ نے اس طرف نظر کی تو ایک بلند قامت شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

آپؑ نے پوچھا: "بندۂ خدا! کس کی عبادت کر رہے ہو؟"

اس نے جواب دیا: "میں آسمانوں کے پروردگار کی عبادت کرتا ہوں۔"

آپؒ نے فرمایا: "کیا تمہارے اہل و عیال بھی ہیں؟"

اس نے کہا: "اس وقت میرا کوئی رشتہ دار موجود نہیں ہے۔"

آپؒ نے فرمایا: "پھر تم کھانا کہاں سے کھاتے ہو؟"

اس نے کہا: "میں اس درخت کا پھل کھاتا ہوں اور سردیوں کے لئے اس کے پھل کو ذخیرہ کر لیتا ہوں۔"

آپؒ نے فرمایا: "تمہاری رہائش کہاں ہے؟"

اس نے پہاڑ کی طرف اشارہ کیا اور کہا۔ "اس پہاڑ کے قریب میری رہائش ہے۔"

آپؒ نے فرمایا۔ "تم مجھے اپنے ساتھ لے چلو اور ایک رات اپنا مہمان بناؤ۔"

اس شخص نے کہا: "آپؒ میرے گھر نہیں جاسکتے کیونکہ راستے میں ایک دریا ہے، آپؒ اسے عبور نہیں کرسکتے۔"

آپؒ نے فرمایا: "بندۂ خدا! تم اس دریا کو کس طرح سے عبور کرتے ہو؟"

اس نے جواب دیا: "میں دریا کے اوپر چلتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے دریا سے گزرنے کی قوت عطا کی ہے۔"

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ: "تم مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو اور میرا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے پار کراؤ، ممکن ہے اللہ تمہارے ذریعے سے مجھے بھی دریا عبور کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔"

دونوں بزرگ وہاں سے چلے اور اللہ کا نام لے کر دریا کو پار کیا اور اس

کے گھر پہنچ گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے پوچھا: "تمہاری نظر میں سب سے مشکل دن کونسا ہے؟"

اس شخص نے کہا: "قیامت کا دن بہت ہی مشکل دن ہے، اس دن تمام لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: "آؤ ہم دونوں مل کر دعا کریں کہ اللہ ہمیں اس دن کے شر سے محفوظ رکھے۔"

اس شخص نے کہا: "آپؒ مجھ سے دعا کرا کے کیا حاصل کریں گے؟ خدا کی قسم تین سال سے میں ایک دعا مانگ رہا ہوں، لیکن وہ ابھی تک قبول نہیں ہوئی۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: "اگر پسند کرو تو میں تمہیں اجابت دعا میں تاخیر کی وجہ بتاؤں؟"

اس شخص نے کہا: "ضرور! آپؒ بیان فرمائیں کہ دعا کا اثر مرتب کیوں نہیں ہوتا؟"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: "بعض اوقات تاخیر کا سبب یہ ہوتا ہے کہ اللہ کسی کی آواز کو باربار سننا پسند کرتا ہے، اسی لئے اس کی دعا کو فوراً شرف قبولیت نہیں بخشتا اور بعض اوقات اپنے نافرمان بندے کی دعا کو فوراً اس لئے قبول کرتا ہے کہ وہ اس کی آواز سننا پسند نہیں کرتا یا اس کے دل کو امید قبولیت سے مایوس کر دیتا ہے، نتیجہ کے طور پر دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: "تم بتاؤ تم تین سال سے

کونسی دعا مانگ رہے ہو؟"

اس شخص نے کہا: "آج سے تین سال قبل ایک خوبصورت نوجوان کو میں نے گلہ بانی کرتے دیکھا تھا جس کی زلفیں دراز تھیں، میں نے اس جوان سے سوال کیا تھا کہ یہ گلہ کس کا ہے؟"

نوجوان نے جواب دیا تھا کہ: "بھیڑوں کا یہ گلہ اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کا ہے اس دن سے میں اللہ سے روزانہ دعا مانگتا ہوں کہ وہ مجھے اپنے خلیل کی زیارت سے مشرف فرمائے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: "تمہاری دعا مستجاب ہے، میں ابراہیم خلیلؑ ہوں۔"

یہ سن کر وہ شخص بہت خوش ہوا سجدہ شکر بجالایا اور حضرت ابراہیمؑ سے مصافحہ کیا۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: "جب پیغمبر خداؐ مبعوث ہوئے تو آپؐ نے اپنی امت کو مصافحہ کا حکم دیا۔" (بحارالانوار ج ۱۶ ص ۲۴۸)

دعا مستجاب کیوں نہیں ہوتی؟

ایک مرتبہ ابراہیم ادہم بازار بصرہ سے گزر رہے تھے۔ لوگ ان کے ارد گرد جمع ہوگئے اور ان سے کہا: "اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اعلان کیا ہے "ادعونی استجب لکم" تم مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا۔ لیکن ہم دعا مانگتے ہیں مگر اللہ قبول نہیں کرتا، اس کی کیا وجہ ہے؟"

ابراہیم ادہم نے کہا: "دس وجوہات کی بناء پر اللہ تمہاری دعاؤں کو

قبول نہیں کرتا اور سنو وہ دس وجوہات یہ ہیں:

۱۔ تم نے اللہ کو پہچانا لیکن تم نے اس کا حق ادا نہیں کیا۔

۲۔ تم نے قرآن کی تلاوت کی لیکن اس کے احکام پر عمل نہیں کیا۔

۳۔ تم نے پیغمبر اکرمؐ سے محبت کی دعویٰ کیا لیکن ان کی اولاد سے دشمنی رکھی۔

۴۔ تم نے شیطان سے دشمنی رکھنے کا دعویٰ تو کیا لیکن عمل میں تم نے اس کی موافقت کی۔

۵۔ تم نے زبان سے تو کہا کہ تم جنت کے خواہش مند ہو لیکن تم نے جنت کے حصول کے لئے کوئی کام نہیں کیا۔

۶۔ تم نے زبان سے تو کہا کہ ہمیں دوزخ کا خوف ہے لیکن تم نے اس سے بچنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔

۷۔ دوسروں کے عیب تمہیں برے لگتے ہیں لیکن تم نے اپنے عیوب پر نظر نہیں کی۔

۸۔ تم نے زبان سے یہ دعویٰ کیا کہ ہم دنیا سے پیار نہیں کرتے لیکن دنیا جمع کرتے رہے۔

۹۔ تم نے موت کا اقرار تو کیا لیکن موت کے لئے تم نے کسی طرح کی تیاری نہیں کی۔

۱۰۔ تم نے اپنے ہاتھوں سے بہت سے مردے دفن کئے لیکن تم نے خود کوئی عبرت حاصل نہ کی۔

یہی دس اسباب ہیں جن کی وجہ سے تمہاری دعائیں قبول نہیں

ہو تیں۔ (روضات الجنات لفظ ابراہیم)

محدث قمی نے تتمۃ المنتہی میں یہی دس اسباب پیغمبر اکرمؐ کی زبانی نقل کئے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم ادہم نے یہ اسباب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سے اخذ کئے تھے۔

یك صبح به اخلاص بیا بر درما
گر کام تو برنیاید آنگه گله کن

(ابوسعید ابوالخیر)

کسی وقت اخلاص کے ساتھ ہمارے دروازے پر آکر تو دیکھ، اگر تیری حاجت روائی نہ ہو تو پھر گلہ کرنا۔

وقت مصیبت معصومینؑ سے متوسل ہونا چاہئے

آیت اللہ حاج شیخ عبدالکریم حائری بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرزا علی آقا اور آقا سید محمد سنگجی ایک رات سامرا میں مرحوم آقا محمد تقی شیرازی کے مکان کی چھت پر بیٹھے درس پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں مرحوم آیت اللہ سید محمد فشارکی بڑے پریشان ہو کر وہاں تشریف لائے۔

ہم نے مرحوم آیت اللہ سے اس پریشانی کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے فرمایا کہ آج کل عراق میں طاعون کی وبا پھیل رہی ہے، میں اس کی وجہ سے پریشان ہوں۔

پھر انہوں نے فرمایا: "آپ لوگ مجھے مجتہد تسلیم کرتے ہیں؟"

ہم نے عرض کی: "جی ہاں! آپ کو ہم مجتہد مانتے ہیں۔"

انہوں نے کہا: "تو کیا آپ مجھے عادل مانتے ہیں؟"

ہم نے عرض کی: "جی ہاں! ہم آپ کو عادل مانتے ہیں۔"

انہوں نے کہا: "تو پھر میں سامرا کے تمام شیعہ مرد و زن کو حکم دیتا ہوں کہ وہ کل روضہء امام علی نقی و حسن و عسکری پر حاضر ہوں اور بی بی نرجس خاتون والدۂ امام صاحب الزمان (عج) کی نیابت میں زیارت عاشورا پڑھیں اور بی بی نرجس خاتون سلام اللہ علیہا کو ان کے فرزند ارجمند کے حضور شفیع بنائیں تاکہ امام زمانہ خدا کے حضور ہماری شفاعت فرمائیںؑ اور شیعان سامرا کو اس وبا سے محفوظ رکھیں۔

مجتہد اعظم کا جب یہ حکم شیعان سامرا نے سنا تو سب کے سب افراد نے اس حکم کی تعمیل کی۔ اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ طاعون کے زمانے میں شہر سامرا کا ایک شیعہ بھی اس وبا سے متاثر نہ ہوا جبکہ روزانہ دوسرے مذاہب کے افراد بڑی تعداد میں اس وبا سے مرتے رہے۔ (الکلام یجر الکلام ج ۱ ص ۵۵)

الٰهی بعزت که خوارم مکن
بجرم و گنه شرمسارم مکن
اگر دعوتم رد کنی و رقبول
فن و دست دامان آل رسول

جب توسل ذریعہء نجات بنا

محمد بن ہارون نے ابوالحسین بن ابی البغل سے روایت کی ہے، وہ کہتے

ہیں کہ میں نے وزیر ابو منصور بن صالحان کی کچھ عرصے ملازمت کی، پھر ہمارے درمیان اختلافات نے جنم لیا، وزیر میری جان کا دشمن ہو گیا، مجبوراً میں نے روپوشی اختیار کی۔

ایک مرتبہ شب جمعہ کو میں نے امام موسیٰ کاظم و امام محمد تقی علیہما السلام کے روضہ ء اطہر جانے کا ارادہ کیا اور سوچا کہ پوری رات حرم مطہر میں بسر کروں گا اور رو رو کر خداوند کریم کو ان بزرگوں کا واسطہ دوں گا تاکہ میری یہ مصیبت دور ہو سکے۔

شب جمعہ آئی اور اس رات بارش ٹوٹ کر برس رہی تھی، میں کاظمین آیا اور حرم میں داخل ہوا، کچھ دیر بعد زائرین یکے بعد دیگرے حرم سے روانہ ہونے لگے، آخر میں حرم میں صرف میں اکیلا رہ گیا، میں نے حرم کے خادم ابو جعفر سے عرض کی کہ وہ حرم بند کر دیں اور مجھے تمام رات اندر رہنے کی اجازت دیں۔

خادم نے اجازت دے دی، پھر اس نے حرم مطہر کے تمام دروازے بند کر دیئے اور وہ خود چلا گیا۔

اس شب طوفانی بارش ٹوٹ کر برس رہی تھی، لوگوں کی آمد و رفت بالکل موقوف تھی، میں نے آدھی رات کے بعد ایک خوبصورت نوجوان کو دیکھا جو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی قبر مطہر کے قریب کھڑا زیارت پڑھ رہا تھا۔

اس جوان کے لہجے میں اس قدر مٹھاس تھی کہ میں اپنی مناجات بھول کر اس کی زیارت کے الفاظ سننے میں محو ہو گیا، اس نے حضرت آدم اور انبیائے اولوالعزم علیہم السلام پر سلام پڑھا، پھر ائمہ طاہرین علیہم السلام پر نام بنام سلام

پڑھا، مگر اس نے سلام کا سلسلہ امام یازدہم تک جاری رکھا۔

مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ اس نے امام صاحب الزمان پر سلام نہیں پڑھا۔ میں نے دل میں سوچا ممکن ہے کہ اس نے سہواً ایسا کیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا مذہب و عقیدہ ہی یہی ہو۔

جوان نے زیارت مکمل کی، پھر اس نے دو رکعت نماز پڑھی۔

پھر وہ جوان امام محمد تقی علیہ السلام کی قبر مطہر پر آیا اور یہاں بھی اس نے وہی زیارت پڑھی جو وہ پہلے پڑھ چکا تھا، پھر اس نے دو رکعت نماز پڑھی۔

میں نے اس جوان کو پہلے کبھی دیکھا ہوا نہیں تھا، اسی لئے میں دل میں خوف کھانے لگا۔ پھر میں نے اچھی طرح سے اس کی جانب دیکھا تو میں نے جوان کو سفید لباس میں ملبوس دیکھا اور اس نے عمامہ باندھا ہوا تھا اور تحت الحنک بھی موجود تھی، اس کے کندھے پر چادر تھی۔

جب اس نے نماز زیادرت سے فراغت حاصل کی تو میری طرف متوجہ ہو کر کہا "ابوالحسین بن ابی البغل! این انت من دعاء الفرج "

ابوالحسین بن ابی البغل! اگر پریشان ہو تو دعائے فرج کیوں نہیں پڑھتے؟

میں نے پوچھا: "وہ کونسی دعا ہے؟"

انہوں نے فرمایا: "پہلے دو رکعت نماز پڑھو اور پھر یہ دعا پڑھو "یامن اظهر الجميل و ستر القبيح يامن لم يؤاخذ بالجريرة و من يهتك الستر يا عظيم لمن يا كريم الصفح ياحسن التجاوز يا واسع المغفرة يا باسط اليدين بالعطية يا منتهى كل بخوى و يا غاية كل شكو يا عون كل متعين و

یا مبتداء بالنعم قبل استحقاقها."

یاربّاه (دس مرتبہ) یاغایة رغبتاه (دس مرتبہ) اسئلك بحق هذه الاسماء و بحق محمد و آله الطاهرین الا ماکشفت کربی و نفست همی و فرجت غمی و اصلحت حالی.

پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کرو اور اس کے بعد اپنے داہنے رخسار کو زمین پر رکھ کر ایک سو مرتبہ یہ الفاظ کہو: "یا محمد یا علی یا علی یامحمد اکفیانی فانکما کافیان . وانصرانی فانکما ناصران.

پھر اپنے بائیں رخسار کو زمین پر رکھ کر ایک سو مرتبہ کہو: "ادرکنی."

پھر کہو: "الغوث، الغوث، الغوث."

اس لفظ کو اتنی بار کہو کہ تمہاری سانس ٹوٹ جائے اور کئی بار ایسا کرو پھر زمین سے سر اٹھالو، انشاء اللہ تمہاری حاجت پوری ہوگی۔

میں نے جوان کے فرمان کے مطابق عمل کیا۔ نماز تہجد کا وقت ہوا، خادم حرم ابو جعفر نے دروازہ کھولا، میں نے اس سے پوچھا: "بندۂ خدا! کیا تمہیں یقین ہے کہ رات تم نے تمام دروازے بند کردیئے تھے؟"

اس نے کہا: "جی ہاں۔"

میں نے کہا: "یہاں کوئی خفیہ دروازہ تو نہیں ہے؟"

اس نے کہا "نہیں۔"

میں نے کہا: "پھر رات میں نے ایک جوان کو دیکھا وہ اندر کیسے آگیا جبکہ تمام دروازے بند تھے؟"

ابو جعفر نے کہا: "وہ امام صاحب الزمان (عج) تھے، میں نے اس سے قبل بھی اس حرم مطہر میں ان کی کئی مرتبہ زیارت کی ہے۔"

یہ سن کر مجھے انتہائی غم ہوا کہ میں امام زمانہ کو پہچان نہ سکا اور ان کی صحبت سے مستفید نہ ہوسکا۔ میں حرم سے باہر آیا، صبح صادق ہو رہی تھی اور میں اپنے آپ کو چھپاتا ہوا محلہ کرخ کے اس مکان تک پہنچا جہاں میں کئی دنوں سے روپوش تھا۔

تھوڑی دیر بعد میرے مکان پر دستک ہوئی، میں نے دروازہ کھولا تو وزیر کے چند دوست میرے دروازے پر کھڑے تھے، میں بڑا پریشان ہوا۔

انہوں نے کہا: "تمہیں ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، وزیر نے تمہارے لئے امان نامہ تحریر کیا ہے۔"

میں نے امان نامہ کی عبارت کو دیکھا تو تحریر واقعی وزیر کی ہی تھی اور پھر دوستوں نے کہا کہ اب روپوشی ختم کرو، وزیر نے تمہیں بلایا ہے اور وہ بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ میں اٹھ کر ان کے ساتھ چلا گیا، جب میں وزیر کے مکان پر پہنچا تو جیسے ہی اس کی نظر مجھ پر پڑی دوڑتا ہوا آیا اور مجھے گلے لگایا اور کہا: "دوست! تم اتنے تنگ ہوگئے تھے کہ تم نے میری شکایت امام زمانہ (عج) کے حضور کرڈالی۔ امام زمانہ نے مجھے تجھ سے نیکی و بھلائی کا حکم دیا ہے۔" پھر وزیر نے کہا کہ آپ تفصیل سے مجھے واقعہ سنائیں کہ آپ کے امام سے کب ملاقات ہوئی اور تم نے یہ توسل کیسے کیا؟"

میں نے تمام واقعات وزیر کو سنائے تو وزیر نے کہا: "بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ پوری کائنات کے امام برحق اور نائب رسول ہیں۔"

وزیر نے مجھے بہت کچھ عطیات دیئے۔ یہ سب کچھ امام زمانہ (عج) کے انفاس قدسیہ کی وساطت سے ہوا۔ (فرج المہموم سید ابن طاؤوس در تاریخ علماء نجوم ص ۲۴۷)

التجا بحضور امام زمانہ (عج)

افسوس که عمری پی اغیار دویدیم
از یار بما ندیم و بمقصد نر سیدیم
سرمایه زکف رفت تجارت ننمودیم
جز حسرت واندوه متاعی نخریدیم
بس سعی نمودیم ببینیم رخ دوست
جانها بلب آمد رخ دلدار ندیدیم
ماتشنه لب اندر لب دریا متحیر
آبی بجز از خون دل خود پخسیدیم
ای بسته بزنجیر تو دلها محبان
رحمی که در این بادیه بس رنج کشیدیم
چند انکه شب و روز بیاد تو نشستیم
از شام فراقت چو سحرگه ندمیدیم
تارشتهء طاعت بتو پیوست نمودیم
هر رشته که بر غیر به بستیم بریدیم
شاها! بتولای تو درمهد غنودیم
برباد لب لعل تو ماشیر مکیدیم

ای حجت حق پرده زرخسار برافگن
گزهجر تو پیرهن صبر دریدیم
ایدست خدا دست برآور که ز دشمن
بس ظلم بدیدیم و بس طعنه شنیدیم
شمشیر کجت، راست کند قامت دین را
هم قامت مارا که ز هجر تو خمیدیم
شاها! ز فقریان درت روی مگر دان
بردر گهت افتاده بصد گونه امیدیم

(از حجۃ الاسلام مرحوم شیخ علی اکبر نوغانی)

مفہوم اشعار:

ہائے افسوس کہ ہم غیروں کے پیچھے دوڑتے رہے۔ محبوب سے رہ گئے اور مقصد تک نہ پہنچے۔

ہاتھوں سے سرمایہ چلا گیا کوئی تجارت نہ کر سکے۔ حسرت و ملال کے سوا کوئی متاع نہ خریدا۔

رخ دوست دیکھنے کی بڑی کوشش کی۔ جان لبوں پر آگئی مگر دلدار کو نہ دیکھ پائے۔

لب دریا پہنچ کر بھی ہم تشنہ لب رہے۔ خون دل کے سوا ہمیں پینے کے لئے کچھ نہ ملا۔

محبوب! تیری زنجیر سے عشاق کے دل پیوستہ ہیں۔ رحم کر ہم اس کوچہ میں بہت دکھ اٹھا چکے ہیں۔

ہم شب و روز آپ کی یاد میں بیٹھے رہے۔ لیکن ابھی تک ہماری شام فراق سحر میں تبدیل نہیں ہوئی۔

جب سے ہم نے آپ کی اطاعت کا سلسلہ قائم کیا ہے تب سے تمام سلسلے ہم نے چھوڑ دیئے ہیں۔

اے شاہ! ہم تو مہد سے ہی آپ سے تولا رکھتے تھے اور آپ کے لب لعل کی یاد کی امید پر ہم شیر مادر پیتے رہے۔

اے حق کی حجت! اپنے رخسار سے پردہ ہٹائیں۔ آپ کے ہجر کی وجہ سے ہم نے قبائے صبر کو پھاڑ دیا ہے۔

اے دست خدا! اب تو ظہور فرمائیں۔ دشمنوں نے ہم پر بہت ظلم کئے ہیں اور ہمیں بہت طعنے دیئے ہیں۔

آپ کی شمشیر کج قامت دین کو سیدھا کرے گی اور ہماری قامت جو کہ آپ کے ہجر کی وجہ سے خمیدہ ہو چکی ہے اسے بھی سیدھا کرے گی۔

اے شاہ! اپنے در کے فقیروں سے منہ نہ موڑیں۔ ہم سینکڑوں امیدیں لے کر آپ کے دروازے پر گرے ہوئے ہیں۔

دعا مانگی تو نجات ملی

خواجہ ابو صلت ہروی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن مجھے میرے مولا و آقا امام علی رضا علیہ السلام نے طلب فرمایا۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا: "تم اس مقبرے پر جاؤ جہاں ہارون الرشید دفن ہے۔ اس کے دروازے کے سامنے اور اس کی قبر کے دائیں اور بائیں سے مٹی اٹھالاؤ۔"

امام عالی مقام علیہ السلام کے فرمان کے مطابق میں نے علیحدہ علیحدہ مٹی حاصل کی۔

امام علیہ السلام نے سب سے پہلے ایک مٹی کو مشاہدہ کیا پھر فرمایا:

"یہ مٹی دروازے کے سامنے والی ہے؟"

میں نے عرض کی: "جی ہاں۔"

آپؑ نے فرمایا: "کل اسی سمت میں میرے لئے قبر کھودی جائے گی مگر ایک سخت پتھر نمودار ہوگا، جس کی وجہ سے قبر کھودنی ناممکن ہو جائے گی۔

پھر آپؑ نے اس مٹی کو پھینک دیا۔

پھر آپؑ نے دوسری مشت خاک کو اٹھا کر اپنے ہاتھوں پر رکھا اور فرمایا: "یہ مٹی قبر ہارون کی دائیں جانب سے لی گئی ہے؟"

میں نے عرض کی: "جی ہاں۔"

آپؑ نے فرمایا: "پھر اس طرف میری قبر کھودی جائے گی، مگر یہاں بھی پتھروں کا ایک ٹیلہ نمودار ہوگا جس کی وجہ سے کدالیں کام نہ کر سکیں گی۔

پھر آپؑ نے اس مٹی کو بھی پھینک دیا۔ بعد ازاں آپؑ نے ایک مشت خاک اٹھائی اور فرمایا: "یہ مٹی قبر کے بائیں طرف سے حاصل کی گئی ہے؟"

میں نے عرض کی: "جی ہاں۔"

آپؑ نے فرمایا: "اس طرف میری قبر کھودنے کی کوشش کی جائے گی، مگر اس طرف سنگ خارا نمودار ہوگا جس کی وجہ سے قبر کھودنا ناممکن ہو جائے گا۔ پھر آپؑ نے اس مشت خاک کو بھی پھینک دیا۔ بعد ازاں آپؑ نے ایک اور مشت خاک اٹھائی اور فرمایا: "یہ مٹی ہارون کے بالائے سر کی جانب سے لائی

گئی ہے؟"

میں نے عرض کی: "جی ہاں۔"

آپؑ نے فرمایا: "جب اس طرف قبر کھودی جائے گی تو کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے گی۔"

مزید فرمایا: "جب میری قبر تیار ہو جائے تو تم میری قبر کی پائنتی کی جانب بیٹھ کر اپنا ہاتھ میری قبر پر رکھنا اور یہ کلمات پڑھنا۔ تم دیکھو گے کہ میری قبر میں شفاف پانی بھر جائے گا۔ بعد ازاں اس پانی میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں جمع ہوں گی۔ تم روٹی کے چھوٹے ٹکڑے بنا کر پانی میں ڈالنا۔ مچھلیاں اسے کھائیں گی۔ پھر تم دیکھو گے کہ ایک بڑی مچھلی نمودار ہوگی وہ ان سب مچھلیوں کو کھا جائے گی اور پھر وہ بھی گم ہو جائے گی۔ پھر تم پانی پر ہاتھ رکھ کر وہی کلمات دوبارہ پڑھنا، پانی خشک ہو جائے گا اور مامون سے کہنا کہ قبر کھودنے کے وقت وہ موجود رہے تا کہ ان عجائبات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔

ابوصلت ہروی کہتے ہیں کہ امام علی رضا علیہ السلام کو زہر ستم سے شہید کردیا گیا۔ مامون نے حکم دیا کہ امام علی رضاؑ کو میرے باپ کے مقبرے میں دفن کیا جائے۔

میں مامون کے پاس گیا اور کہا: "امام علی رضاؑ کی وصیت تھی کہ قبر کی کھدائی کے وقت تم وہاں موجود رہنا۔"

مامون اٹھا اور مقبرۂ ہارون پر آیا اور ایک کرسی پر بیٹھا۔ اس نے حکم دیا کہ امام کی قبر دروازے کی سمت میں کھودی جائے۔ تھوڑی دیر بعد وہاں پتھر برآمد ہوا جس کا توڑنا کسی کے لئے ممکن نہ ہوا۔

مامون نے کہا: "کوئی بات نہیں امام کی قبر میرے باپ کے دائیں جانب کھودی جائے۔ مگر وہاں بھی سخت پتھر کھدائی میں مانع ہوئے۔

بعدازاں مامون نے حکم دیا کہ امام کی قبر ہارون کے بائیں جانب کھودی جائے۔ مگر اس دفعہ بھی سخت پتھروں کی وجہ سے کھودنا ممکن نہ ہوا۔

آخرکار مامون نے حکم دیا کہ امام کی قبر ہارون کے سرہانے کھودی جائے۔ چنانچہ اس مرتبہ کوئی رکاوٹ پیش نہ آئی اور بڑی آسانی سے قبر تیار ہوگئی۔

میں قبر کی پائنتی بیٹھا اور دایاں ہاتھ قبر اطہر پر رکھا اور امام علیہ السلام کے بتائے ہوئے کلمات پڑھے تو قبر میں شفاف پانی بھر گیا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے چھوٹی چھوٹی مچھلیاں اس پانی میں جمع ہوگئیں۔ پھر میں نے انہیں روٹی کے ٹکڑے ڈالے جو انہوں نے کھائے۔ پھر ایک بڑی مچھلی نمودار ہوئی جو ان سب مچھلیوں کو کھا گئی۔

اس کے بعد میں نے پانی پر ہاتھ رکھا اور مولا کے بتائے ہوئے کلمات پڑھے تو پانی خشک ہوگیا، جیسے ہی پانی خشک ہوا وہ کلمات میرے ذہن سے اتر گئے۔

مامون نے کہا: "کیا تجھے امام علی رضا علیہ السلام نے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا؟"

میں نے کہا: "جی ہاں۔"

مامون نے کہا: "واقعی علی رضاؑ اپنی زندگی میں بھی عجیب و غریب کرامات دکھاتے تھے اور وفات کے بعد بھی انہوں نے اپنی کرامت کا اظہار

کیاہے۔"

پھر مامون نے اپنے ایک وزیر سے دریافت کیا کہ: "پانی میں چھوٹی مچھلیاں نمودار ہوئیں، بعد ازاں ایک بڑی مچھلی ظاہر ہوئی جس نے تمام مچھلیوں کو نگل لیا، اس سے کیا کنایہ مراد ہو سکتا ہے؟"

وزیر نے کہا: "میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس سے تمہیں یہ پیغام دیا گیا کہ اپنی حکومت پر ناز مت کرو، عنقریب اللہ تعالیٰ ایک بڑے سر والے شخص کو تم پر مسلط کرے گا جو تمہاری حکومت کو تہس نہس کردے گا۔"

امام علی رضا علیہ السلام کی تجہیز و تدفین مکمل ہوگئی۔ مامون الرشید نے مجھے بلایا اور کہا: "امام علی رضا علیہ السلام نے جو کلمات تمہیں تعلیم کئے تھے وہ کلمات مجھے بتاؤ۔"

میں نے کہا: "وہ کلمات مجھے بھول چکے ہیں۔"

ملعون کو میری بات پر یقین نہ آیا اور مجھے قید کردیا۔ پھر روزانہ زندان سے مجھے بلاتا اور کہتا کہ تم وہ کلمات مجھے تعلیم کرو۔ میں نے قسم کھا کر کہا کہ وہ کلمات میرے ذہن سے اتر چکے ہیں۔

مامون نے کئی مرتبہ مجھے قتل کی دھمکیاں دیں لیکن جب مجھے کچھ یاد ہی نہیں رہا تھا تو میں اسے کیا تعلیم دیتا۔

زندان میں پورا سال گزر گیا اور میں قید وبند کی زندگی سے تنگ ہوگیا تو ایک شب جمعہ میں نے غسل کیا اور تمام رات رکوع و سجود میں گزاری اور خداوند عالم کو رو رو کر امام علی رضاؑ کا واسطہ دے کر سوال کیا کہ مجھے اس زندان سے نجات عطا فرمائے۔

رات بیت گئی اور نماز فجر کو میں نے اول وقت میں پڑھا تو اچانک میں نے دیکھا کہ امام محمد تقی علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا: "ابوصلت! زندان سے تنگ آگئے ہو؟"

میں نے عرض کی: "جی ہاں مولا و آقا۔"

آپؑ نے فرمایا: "**امالو فعلت قبل هذا مافعلته الليلة لكان الله قد خلصك كما يخلصك الساعة.**" اگر تو نے اس سے پہلے وہ کچھ کیا ہوتا جو تو نے آج رات کیا ہے تو اللہ نے بھی تجھے قید و بند سے نجات دے دی ہوتی، جیسا کہ وہ اب تمہیں نجات دے رہا ہے۔

امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا: "اب اٹھو چلیں۔"

میں نے کہا: "آقا! دروازے پر محافظ و نگران کھڑے ہیں وہ مجھے جانے نہ دیں گے۔"

آپؑ نے فرمایا: "مت گھبراؤ تم میرے ساتھ چلو وہ تمہیں نہیں دیکھ سکیں گے۔"

میں اٹھا اور امام علیہ السلام کے ساتھ چل پڑا۔ ہم پہرے داروں کے درمیان میں سے گزر گئے لیکن کسی نے بھی ہم کو جاتے ہوئے نہ دیکھا۔ جب ہم زندان سے باہر آگئے تو امام محمد تقی علیہ اسلام نے فرمایا: "ابوصلت! اب کہاں جانا پسند کرو گے؟"

میں نے کہا: "میں اپنے شہر ہرات جانا چاہتا ہوں اور اپنے خاندان سے ملاقات کا خواہش مند ہوں۔"

آپؑ نے فرمایا: "اپنے چہرے پر چادر ڈالو۔"

میں نے چہرے پر چادر ڈالی اور امام علیہ السلام نے میرے بازو سے پکڑا مجھے ایسا معلوم ہوا جیسا کہ دائیں سے بائیں جانب مجھے لایا جارہا ہو۔

پھر آپؑ نے فرمایا: "چادر چہرے سے ہٹاؤ۔"

جب میں نے چہرے سے چادر ہٹائی تو امام محمد تقی علیہ السلام موجود نہیں تھے۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا تو میں اپنے گھر کے صحن میں کھڑا تھا۔ اللہ نے پھر مجھے مامون اور اس کے کارندوں سے ملاقات نہ کرائی۔(بحار الانوار ج ۱۲ ص ۱۱۳)

استجابت دعا کی ایک شرط یہ بھی ہے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جو تین سال تک مسلسل اولاد کے لئے دعا کرتا رہا، لیکن اس کی دعا قبول نہ ہوئی۔

ایک دن اس نے دوران مناجات کہا: "یارب ابعید انا منك فلا فسمعني ام قريب فلا تجيبني" پروردگار کیا میں تجھ سے دور ہوں اور تجھے میری آواز سنائی نہیں دیتی یا قریب ہوں تو تو مجھے جواب نہیں دیتا۔"

خواب میں اسے کہا گیا کہ تو تین سال سے اللہ کو اس زبان سے پکار رہا ہے جو فحش و ناسزا کہنے کی عادی ہے اور تو آلودہ دل اور جھوٹی نیت سے رب کو پکارتا ہے۔ خدا کا خوف کر اور اپنے قلب کو آلودگی سے پاک کر اور اپنی نیت درست کر۔

صادق آل محمد علیہ السلام نے فرمایا کہ عابد نے ان ہدایات پر عمل کیا

تو اللہ نے اس کی دعا قبول فرمائی اور اسے بیٹا عطا کیا۔(اصول کافی ج ۲ ص ۳۲۵،۳۲۶)

امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: "ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے پیروکاروں کو وعظ و نصیحت فرما رہے تھے، سامعین میں سے ایک شخص نے وعظ سے متاثر ہو کر اپنے پیراہن کو پھاڑ دیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اس سے کہو: "لا تشق قمیصك و لكن اشرح لی عن قلبك" اللہ یہ نہیں چاہتا کہ تم اپنی قمیص پھاڑو، اللہ تو چاہتا ہے کہ اپنا قلب اس کے لئے کھول دو۔"

امام صادق علیہ السلام نے اپنی تقریر کے آخر میں فرمایا: "حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک مقام سے گزرے تو انہوں نے اپنے ایک پیروکار کو سجدہ میں دیکھا۔ آپؑ کام کرنے کے بعد جب واپس وہاں سے گزرے تو وہ شخص بدستور سجدے میں پڑا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے مخاطب کر کے فرمایا: "اگر تیری حاجت میرے بس میں ہوتی تو میں اسے ضرور بر لاتا۔"

اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ندائے قدرت سنائی دی: "لو سجد حتی ينقطع عنقه ماقبلته حتی يتحول عما اكره الی ما احب۔"

اے موسیٰ! اس سے کہہ دو کہ اگر یہ اتنے سجدے کرے کہ سجدے میں اس کی گردن ٹوٹ جائے تو بھی میں اس کا سجدہ قبول نہیں کروں گا یہاں تک کہ وہ اپنے قلب کو پاک نہ کرے اور جسے میں پسند کرتا ہوں اسے یہ پسند کرے اور جسے میں ناپسند کرتا ہوں اسے ناپسند نہ کرے۔"(روضہ کافی ص ۱۲۸،۱۲۹)

دعا کا طریقہ

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے جب اللہ سے کسی حاجت کا سوال کرنا چاہو تو سب سے پہلے اس کی حمد و ثناء کرو اور حمد و ثناء کے لئے اس طرح کے کلمات انتہائی موزوں ہیں:

یاجود من اعطی و یاخیر من سئل یاارحم من استرحم یااحد یاصمد یامن لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا احد یامن لم یتخذ صاحبة ولا ولدا ویامن یفعل مایشاء ویحکم مایرید.

اللہ تعالیٰ کے ایسے نام بہت زیادہ ہیں جو اس کی شان رحمانیت پر دلالت کرتے ہیں انسان کو چاہئے کہ وہ اللہ کے ایسے نام بیان کرے۔ پھر محمد و آل محمد علیہم السلام پر درود و سلام پڑھے اور کہے:

ویقضی مایحب یامن یحول بین المرء وقلبه یامن هو بالمنظر الاعلی یامن لیس کمثله شیء یاسمیع یابصیر اللهم اوسع علی من رزقك الحلال ما اكف به وجهی واؤدی به عن امانتی واصل به رحمی ویكون عونا لی فی الحج والعمرة.

اے پروردگار! میرے رزق حلال میں فراخی عطا فرما جس سے میں اپنی آبرو کی حفاظت اور امانت کی ادائیگی اور صلہ رحم کر سکوں اور مجھے ایسا مال عطا کر جو حج و عمرہ کے لئے میرا معاون ثابت ہو۔

بعد ازاں امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: "ایک شخص مسجد نبویؐ میں آیا اور دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور اللہ سے اپنی حاجت طلب کرنے لگا۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس

شخص نے جلد بازی اور بے صبری کا مظاہرہ کیا ہے۔

پھر ایک دن ایک اور شخص آیا اس نے دو رکعت نماز پڑھی بعد میں اللہ کی حمد و ثناء کی اور محمدؐ و آل محمدؐ پر درود پڑھی۔ رسول خداؐ نے اس سے فرمایا: "اب اللہ سے سوال کر، اللہ تجھے عطا فرمائے گا۔" (اصول کافی ج ۲ ص ۴۸۵)

دعا اور توسل کے لئے بلند ہمتی

دمیری اپنی کتاب حیات الحیوان میں لکھتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوران سفر ایک شخص کے مہمان بنے اور اس نے آپؐ کی شایان شان خدمت کی۔

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رخصت ہونے لگے تو میزبان سے فرمایا: "تمہاری جو بھی حاجت ہو بیان کرو میں اللہ تعالیٰ سے اس کی درخواست کروں گا اور کریم و رحیم اللہ تمہاری حاجت پوری کرے گا۔"

میزبان نے کہا: "آپؐ اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں کہ وہ مجھے ایک اونٹ عطا کرے جس پر میں اپنا اسباب لادوں اور اس کے علاوہ چند بھیڑوں کا بھی سوال کریں جن کا دودھ پیوں۔"

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لئے دعا مانگی اور اپنے اصحاب سے فرمایا: "کاش آج یہ شخص بنی اسرائیل کی بوڑھی عورت جیسا سوال کرتا تو اس کے لئے بہتر ہوتا۔"

اصحاب نے عرض کی: "یارسول اللہؐ! بنی اسرائیل کی بوڑھی عورت نے کیا سوال کیا تھا؟"

آپؑ نے فرمایا: "جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے شام کی طرف روانہ ہوئے تو وہ راستے سے بھٹک گئے، ہر چند انہوں نے راستہ تلاش کیا مگر انہیں راستہ نہ ملا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اندیشہ ہوا کہ اب وہ پہلے کی طرح بھٹکتے نہ پھریں۔"

پھر آپؑ نے اپنے اصحاب کو جمع کر کے فرمایا: "کیا تم نے اہل مصر میں سے کسی کے ساتھ کوئی وعدہ تو نہیں کیا تھا اور اب وعدہ خلافی ہوئی ہو جس کی وجہ سے ہمیں راستہ نہیں مل رہا؟"

اصحاب موسیٰ علیہ السلام نے کہا: "جی ہاں! ہم نے اپنے بزرگوں سے سنا تھا وہ کہا کرتے تھے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کا وقت ہوا تو انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ میری آخری وصیت یہ ہے کہ جب تم لوگ مصر چھوڑ کر شام جاؤ تو میری میت کو بھی اپنے ساتھ لے جانا اور وہاں مجھے میرے والد جناب یعقوب علیہ السلام کے پہلو میں دفن کرنا۔ ہمارے بزرگوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ضرور ایسا کریں گے۔"

یہ سنکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "پھر واپس مصر چلو اور اپنا وعدہ پورا کرو ورنہ ہم اس سرگردانی سے نجات حاصل نہ کر سکیں گے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام دوبارہ مصر تشریف لائے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کے متعلق لوگوں سے پوچھا تو لوگوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتایا گیا کہ ایک بوڑھی عورت یہاں رہتی ہے جس کا دعویٰ ہے کہ اسے قبر یوسف کا علم ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس بوڑھی کو لایا جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چند ساتھی بوڑھی عورت کے پاس گئے اور اسے کہا کہ تمہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام بلاتے ہیں تم ان کے پاس حاضری دو۔

بڑھیا نے کہا: "تم موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جاکر عرض کرو کہ انہیں میرے علم کی احتیاج ہے تو انہیں چاہئے کہ وہ خود چل کر میرے پاس آئیں، کیونکہ علم کا تقاضا یہ ہے کہ طالب علم کو خود چل کر علم حاصل کرنے کے لئے جانا چاہئے۔"

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بڑھیا کا جواب سنا تو آپؑ نے اسے داد دی اور فرمایا: "واقعی علم کا تقاضا ہے کہ انسان خد چل کر اسے حاصل کرنے جائے۔" پھر حضرت موسیٰؑ اس بڑھیا کے پاس گئے اور قبر یوسف علیہ السلام کے متعلق اس سے دریافت کیا۔

بڑھیا نے کہا: "اے موسیٰ! علم مفت ہاتھ نہیں آتا اس کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ میں نے بچپنے سے اس راز کو اپنے سینے میں محفوظ رکھا ہوا ہے۔ اگر آپؑ میری تین حاجتیں پوری کر دیں تو میں آپؑ کو قبر یوسفؑ کے متعلق بتادوں گی۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "اپنی حاجات بیان کرو۔"

بڑھیا نے کہا: "میری پہلی حاجت یہ ہے کہ میں ازسرنو جوان ہو جاؤں۔

دوسری خواہش یہ ہے کہ آپؑ مجھ سے نکاح کر کے اپنی بیوی بنائیں۔

تیسری خواہش یہ ہے کہ آخرت میں بھی میں آپؑ کی بیوی ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی، اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی، بڑھیا فوراً جوان بن گئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے عقد کیا۔ پھر اس نے قبر یوسفؑ کے متعلق یہ انکشاف کیا کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات ہوئی تھی تو مصر کے ہر قبیلے کی خواہش تھی کہ یوسفؑ کی قبر ان کے محلے میں ہو۔ یہ اختلاف اتنا بڑھا کہ تلواریں نیاموں سے باہر نکل آئیں، جنگ کے شعلے اس مسئلے پر بھڑکا ہی چاہتے تھے کہ ایک عقل مند نے مشورہ کیا کہ قبائل اس مسئلہ کے لئے جنگ نہ کریں، حضرت یوسفؑ کو ایک بلوری تابوت میں رکھا جائے اور تابوت کو اچھی طرح سے بند کر کے دریا میں دفن کردیا جائے، دریا کا پانی ان کے تابوت سے مس ہو کر آئے گا، پھر یہی پانی پورے مصر کے کھیتوں کو سیراب کرے گا، یہی پانی محلات میں گردش کرے گا، تمام قبائل نے اس مشورے کو تسلیم کیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو بلور کے تابوت میں رکھ کر دریا میں دفن کیا گیا تھا۔

بعدازاں اس عورت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس مقام کی نشان دہی کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے ان کے تابوت کو دریا سے نکالا گیا اور بیت المقدس کے قریب چھ فرسخ کے فاصلے پر مقام الخلیل میں حضرت ابراہیم و حضرت یعقوب علیہم السلام کے پہلو میں انہیں دفن کیا گیا۔

چند روایات

قال امیرالمؤمنینؑ الدعاء مفاتیح النجاح و مقالید الفلاح و خیرالدعاء ماصدر عن صدر نقی و قلب تقی وفی المناجاة سبب النجاة و بالاخلاص یکون الخلاص فاذا اشتد الفزع فالی اللّٰہ المفزع، الدعاء ترس المؤمن و متی تکثر قرع الباب یفتح لك وعن الرضاؑ انه کان یقول لاصحابه علیکم بسلاح الانبیاء فقیل وما سلاح الانبیاء قال الدعاء.

"اصول کافی ج ۲ ص ۴۶۸"

امیرالمؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: "دعا کامیابی و کامرانی کی چابی ہے اور بہترین دعا وہ ہے جو صاف سینے اور پاک دل سے برآمد اور مناجات میں نجات کا سبب مضمر ہے اور اخلاص چھٹکارے کا ذریعہ ہے اور وحشت و ہولناکی کے وقت اللہ کی ذات ہی پناہ گاہ ہے۔

دعا مؤمن کی سپر ہے اور جب تم باربار دروازے پر دستک دو گے تو آخرکار وہ دروازہ تمہارے لئے کھول دیا جائے گا۔

امام علی رضا علیہ السلام اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے تھے کہ تم اپنے آپ کو انبیاءؑ کے ہتھیار سے لیس کرو۔

آپؑ سے پوچھا گیا: "انبیاء کا ہتھیار کیا ہے؟"

آپؑ نے فرمایا: "دعا انبیاء کا ہتھیار ہے۔"

عن ابی جعفرؑ قال ان اللّٰہ عزوجل یحب من عباده المؤمنین کل عبد دعاء فعلیکم بالدعاء فی السحر الی طلوع الشمس فانها ساعة تفتح فیها

ابواب السماء و تقسم فیها الارزاق و تقضی فیها الحوائج العظام.

"اصول کافی ج ۲ ص ۴۷۸"

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "اللہ کو اپنے مؤمن بندوں میں وہ شخص محبوب ہے جو اس سے دعا مانگے، تمہیں سحر کے وقت سے طلوع آفتاب تک دعا مانگنی چاہئے کیونکہ یہ وہ وقت ہے جس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس ساعت میں رزق تقسیم کیا جاتا ہے اور بڑی بڑی حاجات اسی وقت پوری کی جاتی ہیں۔"

عن میسر بن عبدالعزیز عن ابی عبداللہ قال: قال لی یامیسر ادع ولا تقل ان الامر قد فرغ منه، ان عنداللہ منزلة لا تنال الا بمسئلة ولو ان عبداسد فاه ولم یسال لم یعط شیئا فسل تعط، یامیسر انه لیس من باب یقرع الایوشك ان یفتح لصاحبه.

"اصول کافی ج ۲ ص ۴۴۴"

میسر بن عبدالعزیز کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: میسر! دعا مانگا کرو اور یہ خیال نہ کرو کہ تقدیر کے تحت ہر چیز کا پہلے ہی فیصلہ ہو چکا ہے اور اب دعا مانگنا بے کار ہے خداوند عالم کے ہاں ایک بزرگ مقام ہے جس پر دعا کے سوا پہنچا نہیں جاسکتا۔

اگر بندہ اپنے منہ کو بند رکھے اور سوال نہ کرے تو اسے کچھ بھی نہیں ملے گا۔ تم خدا سے سوال کرو خدا تمہیں عطا فرمائے گا۔

میسر! یاد رکھو جو شخص کسی دروازے پر دستک دیتا رہے تو آخرکار اس کے لئے دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

عن عبداللہ بن سنان قال سمعت ابا عبداللہؑ یقول الدعاء یرد القضاء بعد ما ابرم ابراما فاکثر من الدعاء فانه مفتاح کل رحمة ونجاح کل حاجة ولا ینال ما عنداللہ عزوجل الا بالدعاء وانه لیس باب یکثر قرعه الایوشك ان یفتح لصاحبه قال ابوالحسن موسیٰ علیکم بالدعاء فان الدعاء للہ والطلب الی اللہ یردالبلاء وقد قدر و قضی ولم یبق الا امضائه فاذا دعا اللہ عزوجل وسئل صرف البلاء صرفه.

"اصول کافی ج ا ص ۴۷۰"

عبداللہ بن سنان کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ دعا محکم قضا کو بھی ٹال دیتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ دعا مانگو کیونکہ دعا ہر رحمت کی کلید اور ہر حاجت بر آری کا وسیلہ ہے، جو لطف و کرم اللہ کے پاس موجود ہے انسان اسے دعا کے بغیر حاصل نہیں کر سکتا، جو دروازہ باربار کھٹکھٹایا جائے آخرکار وہ کھل ہی جاتا ہے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: "میں تمہیں دعا کرنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ دعا خالص اللہ کے لئے ہے اور خداوند عالم کے حضور دعا و طلب سے ایسی بلائیں دور ہوتی ہیں جن کا فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے اور صرف ان کا نفاذ باقی ہوتا ہے اور جب بندۂ اللہ سے دعا کرتا ہے اور بلاء و آزمائش کے دور کرنے کا سوال کرتا ہے تو اللہ اس سے بلا کو دور کر دیتا ہے۔

عن ابی جعفرؑ قال مامن قطرة احب الی اللہ عزوجل من قطرة دموع فی سواد اللیل مخافة من اللہ لا یراد بها غیره.

عن ابی عبداللہؑ قال کل عین باکیة یوم القیامة الا ثلاثة (راعین ظ) عین

غضت من محارم اللہ وعین سھرت فی طاعۃ اللہ وعین بکت فی جوف اللیل من خشیۃ اللہ.

"اصول کافی ج ۱ ص ۴۸۲"

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "تاریکی شب میں خوف خدا سے بہنے والے آنسو سے بڑھ کر اللہ کو کوئی اور قطرہ پسند نہیں ہے۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "قیامت کے دن ہر آنکھ روئے گی مگر تین آنکھیں نہ روئیں گی:

۱۔ وہ آنکھ جو حرام کاموں سے چشم پوشی کرے۔
۲۔ وہ آنکھ جو اطاعت خدا کے لئے جاگتی رہی۔
۳۔ وہ آنکھ جو نصف شب کے وقت خوف خدا میں روئی۔

عن ابی بصیر عن ابی عبداللہؑ قال لایزال المؤمن بخیر و رجاء رحمۃ من اللہ عزوجل مالم یستعجل فیقنط ویترک الدعاء قلت لہ کیف یستعجل قال یقول قد دعوت منذ کذا ولکن لا اری الا جابۃ.

ایضاً قالؑ ان المؤمن لیدعواللہ عزوجل فی حاجتہ فیقول اللہ عزوجل اخروا اجابتہ شوقا الی صوتہ ودعائہ فانہ فاذا کان یوم القیامۃ قال اللہ عزوجل عبدی اخرت اجابتک وثوابک کذا و دعوتنی فی کذا و کذا فاخرت اجابتک وثوابک کذا وکذا فیتمنی المؤمن انہ لم یستجب لہ دعوۃ فی الدنیا مما یری من حسن الثواب.

"اصول کافی ج ۲ ص ۴۹۰، ۴۹۱"

ابوبصیر نے امام صادق علیہ اسلام سے روایت کی کہ آپؑ نے فرمایا: "مؤمن بہتری اور رب کی رحمت کی امید سے اس وقت تک وابستہ رہتا ہے جب تک وہ

جلد بازی نہ کرے اور رحمت سے مایوس نہ ہو جائے۔"

میں نے عرض کی: "جلد بازی سے کیا مراد ہے؟"

آپؑ نے فرمایا: "وہ یہ کہے کہ میں نے اتنے عرصے سے دعا مانگی ہے لیکن دعا کا اثر مجھے نظر نہیں آیا۔"

آپؑ نے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: "بندۂ مؤمن اللہ سے دعا کرتا ہے اللہ کو اس کی آواز اور اشتیاق پسند ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کی حاجت کو مؤخر کردو اور جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے خطاب کر کے فرمائے گا. "اے میرے بندے تو نے مجھ سے دعا مانگی تھی، میں نے اس کی اجابت میں تاخیر کی تھی، اس دعا کا ثواب یہ ہے اور تو نے فلاں موقع پر دعا مانگی تھی، میں نے اس میں تاخیر کی تھی تو اس کے بدلے میں آج تجھے اتنا اتنا ثواب عطا کرتا ہوں۔"

اس وقت مؤمن کہے گا: "کاش! دنیا میں میری کوئی دعا قبول نہ ہوئی ہوتی اور آج مجھے اس کے بدلے میں یہ عظیم القدر ثواب ملتا۔"

MAHODALY ALIBAY SONDARJEE
Marchandises Generales
[illegible]
TSARALALANA-ANTANANARIVO

SOMASOC
ANTANANARIVO
(MADAGASCAR)

باب ہفتم

غازیانِ دین کی ایک جھلک

ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا والبشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون نحن اولیاؤ کم فی الحیاۃ الدنیا و فی الاخرۃ ولکم فیھا ماتشتھی انفسکم ولکم فیھا ماتدعون نزلا من غفور رحیم. (القرآن)

"جن لوگوں نے سچے دل سے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ اس پر قائم رہے ان پر فرشتے نازل ہوں گے اور کہیں گے کہ کچھ خوف نہ کرو اور کوئی غم نہ کھاؤ اور جس جنت کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اس میں خوشیاں مناؤ، ہم دنیا کی زندگی میں تمہارے دوست تھے اور آخرت میں بھی رفیق ہیں اور جس چیز کو تمہارا جی چاہے بہشت میں تمہارے واسطے موجود ہے اور تم جو چیز طلب کرو گے موجود ہوں گی، یہ بخشنے والے مہربان خدا کی طرف سے تمہاری مہمانی ہے۔"

میثم تمارؓ کا تعارف

حضرت میثم بنی اسد کی ایک عورت کے غلام تھے۔ مولائے کائنات امیر المؤمنین علیہ السلام نے اسے خرید کر آزاد کیا تھا۔

آپؑ نے اس سے نام پوچھا تو اس نے کہا: "میرا نام سالم ہے۔"

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: "پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تیرے متعلق بتایا تھا کہ تیرے والدین نے تیرا نام میثم رکھا تھا۔"

میثم نے عرض کی: "قربان جاؤں! یہ بات بالکل صحیح ہے۔"

پھر آپؑ نے فرمایا: "تم اپنا سابقہ نام اختیار کرو اور اپنی کنیت ابوسالم رکھو۔

حضرت میثم مولا علی علیہ السلام سے مسلسل کسبِ فیض کرتے رہے میثم مسجد کوفہ کے دروازے پر کھجوریں بیچا کرتے تھے، اسی لئے ان کا لقب تمار مشہور ہو گیا یعنی کھجوریں بیچنے والا۔

کبھی کبھی مولائے کائنات حضرت علیؑ اس کی دکان پر تشریف لاتے تھے اور اسے فرماتے کہ تم جاؤ کھانا کھاؤ اور میں تمہاری جگہ تمہاری کھجوریں فروخت کروں گا۔ چنانچہ ایک مرتبہ میثم کھانا کھانے گئے ہوئے تھے اور دکان پر مولائے کائنات حضرت علیؑ تشریف فرما تھے کہ ایک سائل آیا اور اس نے کھجوروں کا سوال کیا۔

مولائے کائناتؑ نے میثم کے ٹوکرے کی تمام کھجوریں سائل کو دے دیں۔

کچھ دیر بعد میثم آئے تو دیکھا کہ کھجوریں ختم ہو گئی ہیں، سمجھے کہ بک

چکی ہیں۔

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: "میثم وہ کھجوریں ہم نے راہِ خدا میں دے دی ہیں۔

میثم نے عرض کی: "پھر آپؑ راہِ خدا میں مجھے بھی کچھ عنایت فرمائیں۔

مولا علی علیہ السلام نے اس کے سینے پر ہاتھ پھیرا تو میثم کو علم المنایا والبلایا کا علم ہوگیا، اس علم کی وجہ سے میثم لوگوں کو پیش آنے والے واقعات کی خبر کیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ بازار کوفہ میں میثم گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہے تھے، سامنے سے حضرت حبیب بن مظاہر گھوڑے پر آتے ہوئے نظر آئے۔ جب گھوڑوں کی کلوتیاں ایک دوسرے سے ملیں تو حبیب بن مظاہر نے انہیں سلام کیا، حضرت میثم نے سلام کا جواب دے کر فرمایا: "میں خوش آمدید کہتا ہوں اس جوان کو جو ایک دن فرزند رسولؐ کی نصرت میں شہید کیا جائے گا۔"

جیسے ہی یہ جملے جناب حبیب بن مظاہر نے سنے تو فوراً کہا: "میں بھی اس بزرگ کو خوش آمدید کہتا ہوں جسے وصی رسولؐ کی الفت میں سولی پر لٹکایا جائے گا۔"

میثم نے جیسے ہی حبیب کی زبانی اپنے انجام کی خبر سنی تو تعجب سے کہا: "میں نے تو یہ علم مولا علیؑ سے لیا ہے، تم نے یہ علم کہاں سے لیا ہے؟"

حبیب نے کہا: "ہمارا سرچشمہ ء علم ایک ہی ہے تم نے یہ علم مولا علیؑ سے لیا ہے اور میں نے یہ علم ان کے فرزند حسینؑ ابن علیؑ سے لیا ہے۔"

ابو خالد تمار کہتا ہے کہ ایک مرتبہ ہم میثم تمار کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے، اتنے میں زور کی آندھی چلنے لگی، حضرت میثم نے فرمایا: "اپنی کشتیوں کو مضبوطی سے باندھ دو آندھی میں مزید شدت پیدا ہونے والی ہے ابھی ابھی معاویہ بن ابو سفیان مر گیا ہے۔"

ابو خالد کہتا ہے کہ اس دن جمعہ کا روز تھا اور ماہِ رجب کی بائیس تاریخ تھی۔ میں نے دن اور وقت ایک کاغذ پر لکھ لیا ایک ہفتے کے بعد شام سے قاصد آیا تو میں نے اس سے حالات دریافت کئے تو اس نے کہا: "حاکم شام معاویہ مر گیا اور لوگوں نے بتایا کہ بائیس رجب بروز جمعہ فوت ہوا۔"

حضرت میثم شب و روز امیر المؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر رہتے تھے، میثم کہتے ہیں کہ ایک شب میں امیر المؤمنینؑ کے ساتھ تھا، آپؑ کوفہ سے نکل کر مسجد جعفی تشریف لائے۔ آپؑ نے اس مسجد میں چار رکعت نماز ادا کی اور نماز و تسبیح سے فارغ ہو کر آپؑ نے آسمان کی جانب ہاتھ بلند کر کے یہ دعا پڑھی "الهی کیف ادعوك وقد عصيتك وكيف لا ادعوك وقدعرفتك وحبك في قلبي مكين مددت اليك يدا بالذنوب مملوءة وعينا بالرجاء ممدودة. ... الخ

پروردگار میں تجھے کیسے پکاروں جب کہ میں تیری نافرمانی کر چکا ہوں اور میں تجھے کیسے نہ پکاروں جب کہ مجھے تیری معرفت حاصل ہے اور تیری محبت میرے دل میں جاگزیں ہے میں نے گناہوں سے بھرا ہوا ہاتھ تیری جانب پھیلایا ہے اور میں نے اس نگاہ کو تیرے لطف کی طرف متوجہ کیا جو امید سے لبریز ہے۔

پھر آپؑ نے سر سجدے میں رکھا اور سجدے میں آپؑ نے ایک سو مرتبہ **الغفور** کہا، بعد ازاں آپؑ نے سجدے سے سر اٹھایا اور وہاں سے چل دیئے میں بھی آپؑ کے پیچھے چلنے لگا، آپؑ بیابان میں تشریف لائے اور زمین پر ایک لکیر کھینچ کر مجھے فرمایا "میرے آنے تک تم اس لکیر سے باہر نہ جانا۔"

میں رک گیا، آپؑ آگے چلے گئے۔ بیابان کا ماحول تھا اور رات تاریک تھی میں نے اپنے آپ سے کہا کہ میں نے یہ کیا کیا ہے، میں نے اس بیابان میں اپنے آقا و مولا کو تنہا چھوڑ دیا ہے جبکہ مولا کے دشمنوں سے پورا عرب بھرا ہوا ہے، اگر خدانخواستہ میرے مولا کو کوئی گزند پہنچی تو میں قیامت کے دن خدا اور رسولؐ کو کیا جواب دوں گا؟ ہائے افسوس مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ پھر میں نے عزم مصمم کیا کہ میں اس لکیر کی سرحد سے باہر نکل کر اپنے آقا و مولا کا پتا چلاؤں، اگرچہ میرا یہ عمل آپؑ کے فرمان کے مطابق نہیں ہے۔

چنانچہ عشق علیؑ کے جذبہ سے مجبور ہو کر میں لکیر سے باہر آیا اور بیابان میں انہیں ڈھونڈنے لگا۔ ایک جگہ پہنچا تو میں نے دیکھا کہ مولا ایک کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھے ہیں اور آپؑ نے اپنا چہرہ کنوئیں کی طرف کیا ہوا ہے اور آپؑ محوِ کلام ہیں اور کنوئیں سے بھی جواب آرہا ہے، جیسے ہی آپؑ نے میرے قدموں کی چاپ سنی تو فرمایا: "کون ہے؟"

میں نے عرض کی: "میثم ہوں۔"

آپؑ نے فرمایا: "کیا میں نے تجھے اس خط کی سرحد میں رہنے کا حکم نہیں دیا تھا؟"

میں نے عرض کی: "مجھے آپؑ کے دشمنوں کا اندیشہ تھا اس لئے آپؑ

کو اس بیابان میں تنہا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا اگر خدانخواستہ آپؑ کو کوئی گزند پہنچا تو میں اپنے آپ کو معاف نہیں کر سکوں گا۔"

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: "تو نے میری گفتگو سنی ہے؟"

میں نے عرض کی: "مولا! صرف آواز سنی ہے مگر سمجھا کچھ نہیں۔"

آپؑ نے میری طرف رخ کر کے یہ اشعار پڑھے:

وجی الصدر لبانات
اذا ضاق لها صدری
نکت الارض بالکف
و ابدیت لها سری
فمهما شنبت الارض
فذاك النسبت من بذری

میرے دل میں بہت سے درد ہیں، جب میں افسردہ اور تنگ دل ہوتا ہوں تو اپنے ہاتھ سے زمین کو کھود لیتا ہوں اور اپنے دکھ درد زمین سے بیان کرتا ہوں اور انہیں اس میں چھپا دیتا ہوں۔

زمین سے جو گھاس برآمد ہوتی ہے تو اس کا بیج میں نے ڈالا ہوتا ہے یعنی اس کا بیج میری آہ اور سوز و گداز ہے۔

اکثر اوقات امیرالمؤمنین علیہ السلام مسجد سے فارغ ہو کر میثم کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپؑ نے میثم سے فرمایا: "میثم! تجھے ایک خوشخبری سناؤں۔"

میثم نے کہا: "ضرور سنائیں۔"

آپؑ نے فرمایا: "لوگ تجھے سولی پر لٹکائیں گے۔"

میثم نے کہا: "مولا! یہ بتائیں کیا اس دن میں فطرتِ اسلام اور عقیدہ و مذہب پر ثابت قدم ہوں گا؟"

آپؑ نے فرمایا: "جی ہاں۔"

مرحوم قاضی نوراللہ شوستریؒ اپنی کتاب مجالس المؤمنین کے صفحہ ۳۰۷ پر لکھتے ہیں کہ مولائے کائنات نے میثم سے فرمایا تھا "میثم! اس دن تم کیا کرو گے جب عبیداللہ بن زیاد تمہیں مجھ سے بیزاری کے اعلان کرنے کا حکم دے گا؟"

میثم نے کہا: "مولا! میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔"

امیرالمؤمنینؑ نے فرمایا: "اگر تم ایسا نہ کرو گے تو وہ تجھے سولی پر لٹکا دے گا۔"

میثم نے کہا: "مولا! میں صبر کروں گا اور راہ خدا میں اس معمولی تکلیف کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔"

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: "اگر تم اس دن صابر اور ثابت قدم رہے تو قیامت کے دن تم میرے ساتھ ہو گے اور میرے درجہ میں ہو گے۔(۱)

جس دن کی مولا نے میثم کو خبر دی تھی آخرکار وہ دن آگیا، عبیداللہ بن زیاد نے میثم کو گرفتار کیا، اس ملعون کو ایک شخص نے کہا: "یہ علیؑ کے محبوب ترین اشخاص میں سے ایک ہے۔"

ابن زیاد نے ازراہ تمسخر کہا: "یہ عجمی علیؑ کا دوست ہے جو صحیح طرح

۱۔ اسی کتاب کی جلد اول میں ہم میثم کا علمی مقام لکھ چکے ہیں۔ اس طرف رجوع کریں۔

سے بات بھی نہیں کر سکتا۔"

درباریوں نے کہا: "جی ہاں۔"

ابن زیاد نے میثم سے پوچھا: "این ربك" تیرا رب کہاں ہے؟"

میثم نے فرمایا: "**بالمرصاد لکل ظالم وانت احد الظلمة**" میرا خدا ظالموں کی گھات میں ہے اور تو بھی ایک ظالم ہے۔"

ابن زیاد نے کہا: "علیؑ نے تجھے کیا خبر دی تھی کہ میں تجھ سے کیا سلوک کروں گا؟"

میثم نے فرمایا: "میرے آقا و مولا نے مجھے بتایا تھا تو مجھے سولی چڑھائے گا اور میری سولی دسویں نمبر پر ہوگی اور میری سولی کی لکڑی سب سے چھوٹی ہوگی اور زمین سے زیادہ قریب ہوگی۔"

ابن زیاد نے کہا: "علیؑ نے تجھے جو خبر دی ہے میں اسے جھوٹا کرونگا۔"

میثم نے کہا: "ایسا ناممکن ہے کیونکہ علیؑ نے جو کچھ کہا ہے انہوں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن کر کہا ہے اور پیغمبرؐ نے جبرئیلؑ سے سن کر کہا اور جبرئیلؑ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کہا۔ علیؑ کے فرمان کو جھوٹا کرنے کے لئے پیغمبر اسلامؐ اور جبرئیلؑ اور خدا کے کلام کو جھوٹا ثابت کرنا ہوگا اور ایسا ہونا ناممکن ہے۔ خدا کی قسم! میں جانتا ہوں کہ کوفہ کے کس مقام پر مجھے صلیب دی جائے گی اور تاریخ اسلام میں میں پہلا شخص ہوں گا جس کے منہ میں لگام ڈالی جائے گی۔"

ابن زیاد نے انہیں زندان بھیج دیا، اس وقت قید خانے میں مختار بن ابو عبیدہ ثقفی بھی قید تھے۔

میثم نے مختار سے فرمایا: "تو رہا ہو جائے گا اور قاتلین امام حسینؑ سے تو انتقام لے گا اور میرے قاتل عبید اللہ بن زیاد کو تو قتل کرے گا۔"

ایک دن ابن زیاد نے امیر مختار کو قتل کرنے کے لئے زندان سے نکالا۔ ابن زیاد جلاد کو حکم دے چکا تھا کہ مختار کا سر قلم کر دو کہ اتنے میں معلم عمیر یزید سے مختار کی رہائی کا پروانہ لے کر آ گیا اور مختار کو رہائی مل گئی۔ اس کے بعد ابن زیاد نے حکم دیا کہ میثم کو سولی پر چڑھا دیا جائے۔ چنانچہ عمرو بن حریث کے گھر کے سامنے انہیں شاخ خرما پر لٹکا دیا گیا اور ان کے ہاتھ پاؤں اور ریڑھ کی ہڈی میں میخیں مار دی گئیں۔

یہ منظر دیکھ کر عمرو بن حریث نے کہا: "خدا کی قسم! میثم نے کئی بار مجھ سے کہا تھا کہ میں عنقریب تمہارا ہمسایہ ہوں گا، میں یہ سمجھتا تھا کہ میثم میرے قریب ابن مسعود یا کسی اور کا مکان خرید کر میرا ہمسایہ بننا چاہتا ہے۔"

عمرو بن حریث نے اپنی کنیز کو حکم دیا کہ میثم کی صلیب کے نیچے جھاڑو پھیر اور اس جگہ کو اچھی طرح سے صاف کر۔

میثم سولی پر چڑھے تو لوگ ان کو دیکھنے کے لئے آئے۔ میثم نے سولی پر کھڑے ہو کر فضائل امیر المؤمنینؑ کی احادیث پڑھنی شروع کر دیں اور فضائل علیؑ کے خطبات صلیب پر دیئے۔

حکومت کے مخبروں نے ابن زیاد کو اطلاع دی کہ میثم صلیب پر چڑھ کر فضائل علیؑ کی نشر و اشاعت کر رہا ہے اور اگر یہ سلسلہ بند نہ ہوا تو کوفہ میں انقلاب آجائے گا اور تیرا ٹھکانہ یہاں نہیں ہوگا۔

اس وقت ابن زیاد لعین نے حکم دیا کہ اس کے منہ میں جا کر لگام ڈالو

تاکہ یہ بول نہ سکے۔ تیسرے دن میثم کے جسم پر نیزہ مارا گیا اور شام کے وقت ان کے دماغ اور منہ سے خون جاری ہوا اور انہوں نے صلیب پر جان دیدی۔

میثم کی لاش صلیب پر لٹکی ہوئی تھی اور رات کے وقت کچھ پہرہ دار ان کی صلیب سے کچھ فاصلے پر آگ جلا کر لاش پر پہرہ دے رہے تھے۔

سات خرما فروشوں نے آپس میں اجتماع کیا کہ میثم کی لاش کو کسی طرح سے وہاں سے نکال کر دفن کرنا چاہئے۔ چنانچہ انہوں نے رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھایا اور صلیب سمیت میثم کی لاش کو اٹھا کر چل دیئے۔ میثم کی لاش کو انہوں نے صلیب سے اتارا اور بنی مراد کی ایک نہر میں انہوں نے میثم کی لاش کو دفن کر کے پانی جاری کر دیا اور چوب دار کو ویرانہ میں پھینک دیا۔ صبح ہوئی تو پہرہ داروں نے دیکھا کہ میثم کی لاش موجود نہیں ہے، انہوں نے اس کو بہت تلاش کیا لیکن انہیں میثم کی لاش کا کوئی پتا نہ چل سکا۔(۱)

آخری سانس تک نصرتِ حق کرنے والے

حضرت حجر بن عدی پیغمبر خداؐ کے جلیل القدر صحابی تھے، وہ صائم النہار اور قائم اللیل شخص تھے، ان کے زہد و تقویٰ کی وجہ سے لوگ انہیں "حجر الخیر" کہا کرتے تھے، ان کے متعلق مشہور ہے کہ وہ دن رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے اور مستجاب الدعوات انسان تھے، اللہ تعالیٰ سے وہ جو بھی درخواست کرتے تھے، خداوند کریم ان کی دعا کو رد نہیں کرتا تھا۔

۱۔ زندگی میثم کے یہ حالات مجالس المؤمنین جلد۱، ص ۳۰۷، ارشاد مفید طبع اصفہان ص ۱۱۲ اور نفس المہموم ص ۸۰ سے نقل کئے گئے۔

اہلیان کوفہ کہا کرتے تھے کہ کوفہ پر جو پہلی خواری آئی وہ امام حسنؑ مجتبیٰ کی شہادت اور حجر بن عدی کی شہادت اور معاویہ کا مجہول النسب زیاد کو اپنا بھائی قرار دینا تھا۔

۵۱ھ میں حجر نے شہادت پائی، کیفیت شہادت یہ ہے کہ معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کا گورنر بنا کر بھیجا، وہ بدبخت منبر پر بیٹھ کر علیؑ اور شیعان علیؑ کو ردبد کہتا تھا اور قاتلینِ عثمان پر لعنت کرتا اور عثمان اور بنی امیہ کے لئے مغفرت طلب کرتا۔

حجر بن عدی جس کی ہر رگ میں علی علیہ السلام کی محبت بھری ہوئی تھی اور ان کے دل میں علیؑ کی محبت شیر مادر کی طرح گردش کیا کرتی تھی، وہ خاموش نہ رہ سکتے تھے وہ کھڑے ہو کر بلند آواز سے یہ آیت پڑھا کرتے تھے:

"یاایھا الذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للّٰہ ولو علی انفسکم."

اے ایمان والو! حق و انصاف پر قائم رہنے والے اور اللہ کے لئے گواہی دینے والے ہو اگرچہ تمہیں سچی گواہی اپنے خلاف ہی کیوں نہ دینی پڑے۔

یہ آیت پڑھنے کے بعد حجر کہا کرتے تھے: "مغیرہ! میں گواہی دیتا ہوں جس کا تو شکوہ کر رہا ہے تو قابل تکریم شخصیت ہے اور جس کی تو صفت و ثناء کر رہا ہے وہ ملامت و سرزنش کے لائق ہے۔"

کافی عرصہ اس طرح سے گزرا ایک دن مغیرہ نے بے حیائی کی تمام حدود پار کرتے ہوئے جمعہ کے خطبے میں امیرالمؤمنین علیہ السلام کو ناسزا کہا اور مولائے کائنات پر لعنت کی۔

حجر بن عدی یہ سب کچھ برداشت نہ کرسکے غیرت ایمانی سے معمور

ہو کر نعرۂ مستانہ بلند کر کے فرمایا۔ "ملعون! اپنی زبان پر قابو رکھ، علی نفس رسولؐ اور زوج بتولؑ ہیں، علیؑ اول المؤمنینؑ ہیں، لعنت کا حقدار تو اور تیرا امیر ہے۔"

۵۰ھ میں مغیرہ ہلاک ہوا، معاویہ نے کوفہ و بصرہ کا گورنر زیاد بن ابیہ کو مقرر کیا، زیاد کوفہ آیا۔ کسی زمانے میں اس کے حجر سے اچھے تعلقات تھے اس نے حجر سے کہا: "مجھے معلوم ہے کہ مغیرہ کے ساتھ تیری کیا گفتگو ہوا کرتی تھی اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ صبر و تحمل سے کام لیتا تھا لیکن اب تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ میں اپنے پیش رو کی طرح صبر نہیں کروں گا اور میرے دل میں جو پہلے علیؑ اور علیؑ کی اولاد کی محبت موجود تھی وہ محبت میرے دل سے نکل چکی ہے اور قبل ازیں میرے دل میں آل ابوسفیان کی جو عداوت تھی وہ عداوت اب محبت میں تبدیل ہوچکی ہے۔ لہٰذا میں تمہیں متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے آئندہ شکوہ کا موقع نہیں ملنا چاہئے۔"

حجر نے کہا: "زیاد! میں نہ تو مفسد ہوں اور نہ ہی باغی و سرکش ہوں، میں فساد کو سخت ناپسند کرتا ہوں البتہ میں تجھ سے امید کرتا ہوں کہ تو بھی امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کے متعلق بدزبانی نہیں کرے گا۔

زیاد گرمیاں کوفہ میں بسر کرتا تھا اور سردیاں بصرہ میں بسر کرتا تھا، جب زیاد بصرہ روانہ ہوتا تھا تو عمرو بن حریث کو کوفہ میں اپنا قائم مقام بنا کر جاتا تھا اور جب وہ کوفہ میں ہوتا تو بصرہ میں سمرہ بن جندب کو اپنا نائب مقرر کیا کرتا تھا۔

شیعان امیرالمؤمنینؑ حجر بن عدی کے پاس جمع ہوتے تھے اور اس سے

تعلیم حاصل کرتے تھے اور حجر مسجد میں بیٹھ کر انہیں دین و ایمان کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ مسجد سارا دن شیعان حیدر کرار سے بھری رہتی تھی۔

عمرو بن حریث کو اس کے مخبر لحہ لحہ کی اطلاع فراہم کیا کرتے تھے، مخبروں نے عمرو بن حریث کو اطلاع دی کہ مسجد میں معاویہ کی بدگوئی کی جاتی ہے اور اسے سخت سست کہا جاتا ہے۔

عمرو بن حریث مسجد میں آیا اور حکومت کی فرماں برداری کی ترغیب دی اور مخالفت سے باز رہنے کا مشورہ دیا۔

اس کی تقریر سن کر حجر کے چند ساتھی کھڑے ہوگئے اور کہا: "تم نے بھی خوب کہی، جس گروہ کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حیات طیبہ میں باغی کہہ کر گئے تھے ہم اس کی اطاعت کریں، جس کے حکم سے ہزاروں بے گناہ افراد کا خون بہایا گیا ہے ہم اس کی فرماں برداری کریں۔"

عمرو بن حریث نے مجمع کے جوش کو دیکھا تو منبر سے اترا اور دارالامارہ میں چلا گیا اور دارالامارہ کے دروازے بند کر دیئے اور زیاد کو خط لکھ کر تمام حالات سے مطلع کیا۔

زیاد کوفہ آیا تو اس نے دیکھا کہ مسجد لوگوں سے بھری ہوئی ہے اور حضرت حجر انہیں مسائل حلال و حرام سے آگاہ کر رہے ہیں۔

زیاد نے ہر قبیلے کے سردار کو طلب کیا اور کہا: "تم لوگ اپنے قبیلوں کے نوجوانوں کو حجر بن عدی کے پاس سے اٹھا کر لے جاؤ ورنہ میں تم سب کو گرفتار کر کے سخت سزا دوں گا۔"

تمام قبائل کے سردار اپنے قبیلے کے نوجوانوں کو اپنے ساتھ لے گئے

اور حجر کے پاس تھوڑے سے افراد رہ گئے۔

زیاد نے اپنے پولیس افسر کو جس کا نام شداد تھا، حکم دیا کہ حجر کو گرفتار کر کے میرے پاس لاؤ۔

حجر کے ساتھیوں نے مزاحمت کا ارادہ کیا تو حضرت حجر نے فرمایا: "تم لوگ مزاحمت نہ کرو، اس دن کی اطلاع مجھے امیر المؤمنین علیہ السلام نے بہت پہلے کردی تھی جس دن ابن ملجم لعین نے آپؑ کو ضرب ماری تھی تو میں ان کی عیادت کرنے ان کے بیت الشرف گیا تھا تو میں نے اپنے آقا و مولا کو زخمی حالت میں دیکھا تو میں نے یہ شعر پڑھا تھا۔

فیا اسفی علی المولا التقی

ابی الاطھار حیدرۃ الزکی

ہائے مجھے مولائے متقیان پر افسوس ہے مجھے طیب و طاہر حیدر پر افسوس ہے جو کہ پاک وپاکیزہ نسل کا باپ ہے۔

اس وقت میرے آقا و مولا نے مجھے فرمایا تھا کہ تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تمہیں مجھ سے بیزاری کرنے کے لئے کہا جائے گا؟

میں نے عرض کی تھی خدا کی قسم میں ایسا ہرگز نہ کروں گا۔ ولو قطعت بالسیف اربا اربا و اخرم لی النار والقیت فیھا لاثرت ذلك علی البراۃ منك.

مجھے اگر تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کردیا جائے اور آگ جلا کر مجھے اس میں جلا دیا جائے تو میں تلوار اور آگ کو پسند کروں گا لیکن آپؑ سے بیزاری پسند نہیں کروں گا۔

زیاد بن ابیہ نے حجر سے کہا: "تو ابوتراب کے متعلق کیا کہتا ہے؟"

حجر نے کہا: "میں ابوتراب کو نہیں جانتا۔"

زیاد نے کہا: "کیا تو علی ابن ابی طالبؑ کو نہیں پہچانتا؟"

حجر نے کہا: "میں انہیں جانتا ہوں۔"

زیاد نے کہا: "وہی تو ابوتراب ہے۔"

حجر بن عدی نے کہا: "مگر وہ تو ابوالحسنؑ اور ابوالحسینؑ ہیں۔"

پولیس افسر نے کہا: "امیر کہتا ہے کہ وہ ابو تراب ہے اور تو کہتا ہے کہ وہ ابوالحسنؑ ہے۔

حجر نے کہا: "اگر امیر جھوٹ بولے تو کیا میں بھی جھوٹ بولوں؟"

زیاد نے کہا: "لکڑی لے آؤ اور پھر کہا اب کہو تم علیؑ کے متعلق کیا کہتے ہو؟"

زیاد نے کہا: "اسے مارو پیٹو۔"

حجر کو بہت زیادہ زدو کوب کیا گیا، بے ہوش ہو کر زمین پر گرے، جب ہوش میں آئے تو زیاد نے کہا: "اب بتاؤ علیؑ کے متعلق کیا کہتے ہو؟"

حجر نے کہا: "میں نے جو کچھ پہلے کہا ہے اس کے علاوہ تم مجھ سے اور کچھ نہیں سن سکو گے۔"

زیاد نے کہا: "تو علیؑ پر لعنت کرو ورنہ میں تجھے قتل کردوں گا۔"

حجر نے کہا: "اگر قتل ہونے سے میرا دین بچ سکتا ہے تو میں اس پر راضی ہوں لیکن تم بھی یاد رکھو میرے قتل کی وجہ سے تم بھی ہمیشہ کے لئے بدبخت اور شقی بن جاؤ گے۔"

زیاد نے انہیں طوق و زنجیر میں مقید کر کے زندان بھیج دیا اور کہا کہ اس کے باقی دوستوں کو گرفتار کرو۔ بارہ دیگر افراد کو بھی قید کرلیا گیا۔ زیاد نے سردارانِ قبائل کو جمع کر کے کہا کہ تم اس کے خلاف اپنی گواہی تحریر کرو۔ چنانچہ بنی امیہ سے انعام و اکرام حاصل کرنے والوں نے لکھا کہ وہ گواہی دیتے ہیں کہ حجر لوگوں کو اپنے پاس جمع کرتا ہے اور خلیفہ کو گالیاں دیتا ہے اور زیاد کو حرام زادہ کہتا ہے اور علیؑ سے محبت کرتا ہے اور جن لوگوں نے علیؑ سے جنگ کی ہے ان سے برائت کرتا ہے۔

زیاد نے یہ گواہی پڑھ کر کہا کہ اتنی گواہی کافی نہیں ہے اس سے بہتر گواہی کی ضرورت ہے۔

چنانچہ ابو موسیٰ اشعری کے بیٹے ابوبردہ نے لکھا کہ ابوبردہ خدا کی رضا کے لئے گواہی دیتا ہے کہ حجر بن عدی نے خلیفہ کے احکام کی خلاف ورزی کی ہے اور شہر میں شورش بپا کی ہے اور شہر کے بہت سے بے گناہ لوگوں کو اس نے قتل کیا ہے اور خلیفہ پر لعنت کرتا ہے اور ایک بڑی تعداد جمع کر کے معاویہ کے خلاف جنگ کی تیاری میں مصروف ہے اور خدا کے متعلق اس نے کفر کیا۔

زیاد نے اس گواہی کو پسند کیا اور لوگوں سے کہا کہ وہ بھی اسی قسم کی گواہی تحریر کریں۔ ستر ہوا خواہانِ بنی امیہ نے اس طرح کی گواہی تحریر کی۔

حجر بن عدی اور ان کے ساتھی دس دن تک کوفہ کے زندان میں مقید رہے۔ گیارہویں دن قیدیوں کو فوجی دستہ کی نگہبانی میں شام بھیجا گیا۔ ان بے گناہ قیدیوں میں ایک قیدی کا نام قبیصہ بن ضبیعہ تھا اور اس کا گھر کوفہ کے قریب مقام جبانہ میں تھا، جب قیدیوں کا قافلہ اس کے گھر کے پاس سے گزرا

تو اس نے دیکھا کہ اس کی بیٹیاں چھت پر چڑھ کر قیدیوں کو حسرت بھری نگاہ سے دیکھ رہی تھیں۔

قبیصہ نے کہا: "مجھے میرے گھر کے قریب لے چلو میں اپنی بیٹیوں کو تسلی دینا چاہتا ہوں۔"

جب بے گناہ قیدی طوق و زنجیر پہنے ہوئے اپنے مکان کے نیچے پہنچا تو بیٹیوں میں کہرام مچ گیا۔

جب معصوم بیٹیاں اچھی طرح سے گریہ کر چکیں تو قبیصہ نے اپنی بیٹیوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: "خدا سے ڈرو اور صبر کرو اس راہ میں دو میں سے ایک سعادت میری منتظر ہے یا تو میں شہید کر دیا جاؤں گا اور یہ میرے لئے معراج سعادت ہے اور میں مدت دراز سے شہادت کا خواہش مند ہوں۔ یا پھر میں آزاد ہو کر واپس آجاؤں گا۔ خدا تمام جہانوں کا رازق ہے اور تمہاری تمام ضروریات کا وہی کفیل ہے، وہ زندہ ہے اسے موت نہیں آئے گی اور میں اپنے خدا سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ تمہیں ضائع نہ ہونے دے گا اور میری بھی حفاظت کرے گا۔"

بیٹیوں نے رو رو کر اپنے باپ کی سلامتی کی دعائیں کیں اور اشک بار آنکھوں سے اسے الوداع کیا۔

حجر اور اس کے ساتھیوں کو شام سے بارہ میل کے فاصلے پر "مرج عذرا" نامی مقام پر روک دیا گیا اور ایک قاصد معاویہ کے پاس گیا اور قیدیوں کے آنے کی اطلاع دی۔ معاویہ نے اپنے درباریوں سے مشورہ کیا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟

یزید بن اسد بجلی نے کہا: "قیدیوں کو شام کے اطراف میں پراگندہ کر دیا جائے، اہل شام کا رویہ انہیں خود بخود درست کر دے گا۔"

چند شامی مشیروں کی سفارش پر حجر کے چھ ساتھیوں کو رہائی ملی۔

معاویہ نے اپنے چند ساتھی باقی قیدیوں کے پاس بھیجے کہ وہ علیؑ سے اظہار بیزاری یا قتل ہونے میں سے ایک چیز کا انتخاب کریں۔

معاویہ کے فرستادہ افراد شام کے وقت وہاں آئے ان میں ایک شخص کانا تھا اسے دیکھ کر حجر بن عدی کے ایک ساتھی کریم بن عفیف خشعمی نے کہا کہ میرا خیال یہ ہے کہ ہم میں سے آدھے افراد بچ جائیں گے اور آدھے شہید کر دیئے جائیں گے۔

چھ افراد کو رہا کر دیا گیا، باقی آٹھ افراد سے کہا گیا کہ تمہارے شہر کے لوگوں نے تمہارے خلاف گواہی تحریر کی ہے جس کے تحت تمہارا خون مباح ہو چکا ہے، اس کے باوجود اگر تم علیؑ سے اظہار بیزاری کرو تو تمہیں معاف کر دیا جائے گا۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اپنے آپ کو قتل کے لئے آمادہ کر لو۔

سب مجاہدین نے بغیر کسی شک و تردد کے یک زبان ہو کر کہا: "ہم مولائے کائنات سے بیزاری نہیں کریں گے۔"

پھر تمام رات قیدی نماز و مناجات میں مصروف رہے۔ معاویہ کے نمائندوں نے کہا: "تم نے تمام رات عبادت خدا میں بسر کی ہے تم انتہائی نیک لوگ ہو لیکن یہ بتاؤ کہ عثمان کے متعلق تمہارا نظریہ کیا ہے؟"

قیدیوں نے جواب دیا: "سب سے پہلے ظلم کی بنیاد اسی نے رکھی اور اپنے خاندان کو امت اسلامیہ کی گردن پر سوار کیا اور مسلمانوں کے بیت المال کو

بے دریغ خاندان مروان میں تقسیم کیا۔"

یہ جواب سن کر معاویہ کے نمائندوں نے کہا: "واقعی معاویہ تمہیں بہتر طور پر پہچانتا ہے۔"

مظلوم قیدیوں سے کہا گیا کہ اب تم مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ لیکن ہم تمہیں آخری موقع دیتے ہیں اگر علیؑ سے بیزاری کا اعلان کردو تو تمہاری زندگی محفوظ رہ سکتی ہے۔

خدا پرست قیدیوں نے جواب دیا: "یہ ایک جان ہے ہمارے پاس ہزاروں جانیں ہوتیں تو بھی علیؑ پر نثار تھیں۔ تم نے جو کچھ کرنا ہے جلد کرو۔"

قیدیوں کو کفن پہنا دیئے گئے، حضرت حجر نے جلاد سے کہا کہ مجھے وضو کرنے دو۔ اجازت ملی۔

انہوں نے وضو کے بعد فرمایا: "میری پوری زندگی کا معمول رہا ہے کہ میں نے جب بھی وضو کیا تو اس کے بعد دو رکعت نماز ضرور پڑھی۔"

پھر انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا: "خدا جانتا ہے اس نماز سے زیادہ مختصر نماز میں نے زندگی میں کبھی نہیں پڑھی۔ نماز میں نے اس لئے مختصر پڑھی کہ تم یہ نہ کہو کہ موت کے خوف سے طویل نماز پڑھی ہے۔"

جلاد نے تلوار لہرائی تو حجر کے جسم پر لرزہ طاری ہوا۔ جلاد نے ہنس کر کہا: "تو کہتا تھا کہ موت سے نہیں ڈرتا اب لرز کیوں رہا ہے؟"

حجر نے فرمایا: "اس تلوار اور کفن اور قبر کو دیکھ کر کون خوفزدہ نہیں ہوتا؟ لیکن یاد رکھو میں اس عالم میں بھی ایسی بات نہیں کروں گا جس سے خدا ناراض ہو جائے۔"

پھر انہوں نے فرمایا: "میری آخری وصیت یہ ہے کہ قتل کے بعد میرے طوق و زنجیر نہ اتارے جائیں اور مجھے غسل میت نہ دیا جائے، میں چاہتا ہوں کہ اسی عالم میں قیامت کے روز معاویہ سے ملاقات کروں۔"

حضرت حجر بن عدی کے بعد ان کے ایک ایک ساتھی کو بے دردی سے قتل کیا گیا اور مقتولین میں حضرت قبیصہ بھی شامل تھے جن کی بیٹیاں ان کے لئے چشم براہ تھیں۔

چھ افراد شہید ہوگئے باقی دو افراد نے کہا: "تم ہمیں معاویہ کے پاس لے جاؤ۔"

ان دو میں سے ایک کا نام کریم بن عفیف تھا، اس نے معاویہ سے کہا: "کچھ تو خدا کا خوف کر قیامت کے دن ان بے گناہوں کے خون کا تو کیا جواب دے گا؟"

معاویہ نے کہا: "علیؑ کے متعلق تو کیا کہتا ہے؟"

اس نے کہا: "علیؑ کے متعلق میں وہی کچھ کہتا ہوں جو کچھ تو علیؑ کو اپنے دل کی گہرائیوں میں کہتا ہے۔"

معاویہ نے کہا: "علیؑ سے بیزاری اختیار کر۔"

اس نے سر جھکایا اور کوئی جواب نہ دیا۔

حاضرین میں سے ایک نے اس کی سفارش کی تو معاویہ نے کہا: "یہ ایک ماہ قید میں رہے گا، پھر ہم اسے اس شرط پر رہائی دیں گے کہ یہ زندگی بھر دوبارہ اپنے وطن نہ جائے گا۔"

دوسرا شخص عبدالرحمٰن بن حسان تھا، معاویہ نے اس سے کہا: "علیؑ

کے متعلق تیرا عقیدہ کیا ہے؟"

اس نے قلب محکم سے کہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ علی ہمیشہ ذکر پروردگار میں مشغول رہتے تھے، وہ ہمیشہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے رہے، علی جواں مرد تھے، علی کریم تھے۔"

معاویہ نے کہا: "تم عثمان کے متعلق کیا کہتے ہو؟"

عبدالرحمٰن نے بڑے پر اعتماد لہجے میں کہا: "عثمان پہلا شخص ہے جس نے ظلم و ستم کی بنیاد رکھی، اس نے مسلمانوں کے لئے حق و حقیقت کے راستوں کو بند کردیا تھا۔"

معاویہ نے کہا: "تم نے یہ الفاظ کہہ کر اپنا خون مباح کردیا ہے۔"

عبدالرحمٰن نے کہا: "معاویہ تو نے غلط سمجھا، تو نے میرا خون مباح نہیں کیا بلکہ میں نے تیرے خون کو مباح کردیا ہے۔"

معاویہ نے زیاد کے نام خط لکھا: "تو نے جو قیدی شام بھیجے تھے ان سب قیدیوں میں سے یہ قیدی زیادہ خطرناک ہے، میں اسے دوبارہ تیرے پاس کوفہ بھیج رہا ہوں اور تجھے حکم دیتا ہوں کہ اسے بدترین طریقے سے قتل کرو۔"

عبدالرحمٰن کو دوبارہ زیاد کے پاس لایا گیا اس ملعون نے انہیں زندہ دفن کرادیا اور یوں راہ حق کے شہیدوں کی تعداد سات ہوگئی۔ (رضوان اللہ علیہم)۔(۱)

سعید بن جبیرؓ اور حجاج ملعون

سعید بن جبیر مشہور تابعی تھے۔ انہوں نے مولائے کائنات اور ابن

۱۔ انتخاب و نقل از تاریخ طبری جلد چہارم، نفس المہموم ص ۱۹۲۔

عباس سے کسب فیض کیا تھا اور ان کا شمار امیر المؤمنینؑ کے مشہور اصحاب میں ہوتا تھا۔ حجاج بن یوسف ثقفی کے ظلم و ستم سے انہوں نے روپوشی اختیار کرلی تھی۔

ایک مرتبہ حجاج کے سامنے ان کا ذکر چھڑا تو حجاج نے کہا: "میں چاہتا ہوں کہ اسے میرے سامنے پیش کیا جائے۔"

ایک شامی کی سرکردگی میں چند افراد کو ان کی تلاش کے لئے روانہ کیا گیا۔ حجاج کے سپاہی ایک راہب کی خانقاہ میں آئے اور اس سے سعید کے متعلق دریافت کیا۔

راہب نے کہا: "میں اسے ذاتی طور پر نہیں پہچانتا تم اس کی شکل و صورت بیان کرو اگر میں نے انہیں دیکھا ہوگا تو تمہیں بتادوں گا۔"

حجاج کے سپاہیوں نے اس کے سامنے جناب سعید کا حلیہ بیان کیا، اتفاقاً راہب نے انہیں دیکھا ہوا تھا اس نے ان کی جائے رہائش بتادی۔ جب سپاہی حضرت سعید کے مکان میں داخل ہوئے تو انہیں حالتِ سجدہ میں دیکھا اور انہیں پروردگار جہاں سے مصروف مناجات پایا۔

حضرت سعید نے نماز مکمل کی تو سپاہیوں نے کہا: "ہم تمہیں گرفتار کرنے آئے ہیں۔"

حضرت سعید نے فرمایا: "کیا میرا تمہارے ساتھ جانا ضروری ہے؟"

سپاہیوں نے کہا: "جی ہاں! ہم آپ کو لئے بغیر نہیں جائیں گے۔"

حضرت سعید نے رب العزت کی ثناء کی اور رسول مقبولؐ پر درود پڑھی اور سپاہیوں کے ساتھ چل پڑے اور راہب کی خانقاہ پر آئے۔

راہب نے سپاہیوں سے پوچھا: "تمہیں تمہارا مطلوبہ شخص مل گیا؟"

سپاہیوں نے کہا: "جی ہاں۔"

رات ہونے لگی تو راہب نے کہا: "تم سب کی سلامتی اسی میں ہے کہ تم لوگ یہ رات اس خانقاہ میں بسر کرو، رات ہوتے ہی جنگل سے نر و مادہ شیر یہاں آتے ہیں وہ بڑے خطرناک ہیں اس لئے اگر تمہیں اپنی سلامتی مطلوب ہے تو اندر آجاؤ، وقت کم ہے کچھ دیر بعد شیر یہاں آجائیں گے۔"

سپاہیوں نے سعید سے کہا: "آؤ آج رات اس خانقاہ میں بسر کریں۔"

حضرت سعید نے فرمایا: "میں ایک غیر مسلم کی خانقاہ کے اندر داخل نہیں ہو سکتا۔"

سپاہیوں نے پھر کہا: "باہر شیروں کا اندیشہ ہے، لہٰذا آپ وقت ضائع کئے بغیر خانقاہ میں داخل ہو جائیں۔"

حضرت سعید نے فرمایا: "کوئی بات نہیں میں خدا سے پناہ طلب کروں گا اور وہی میری حفاظت فرمائے گا۔"

سپاہیوں نے کہا: "تو پھر آپ قسم کھائیں کہ آپ رات کو یہاں سے فرار نہیں کریں گے۔"

حضرت سعید نے قسم کھا کر کہا: "میں کہیں جاؤں گا۔"

راہب نے سپاہیوں کو آواز دے کر کہا: "بس تم لوگ جلدی سے اندر آجاؤ اور اسے اس کے حال پر چھوڑ دو یہ مضبوط دل گردے کا مالک ہے وہ میری خانقاہ میں نہیں آئے گا۔"

سپاہی خانقاہ میں داخل ہو گئے اور دروازے بند کر دیئے اور خانقاہ کے دریچوں سے سعید کو دیکھتے رہے، چاندنی رات تھی، جیسے ہی رات کا ایک حصہ

گزرا تو سپاہیوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ شیرنی دور سے آ رہی ہے انہیں یقین ہو گیا کہ سعید چند لمحات کے بعد اس جانور کے ہاتھوں قتل ہو جائے گا۔

جب شیرنی نے سعید کو دیکھا تو ادب سے ان کے قدموں سے لپٹ گئی اور اپنی دم زمین پر مارنے لگی، حضرت سعید اس کی پشت پر ہاتھ پھیرنے لگے اور وہ سعید کے قریب زمین پر لیٹ گئی۔ پھر کچھ دیر بعد نر شیر آیا اس نے بھی اپنی مادہ کی طرح سے سعید کے قدموں پر اپنا منہ رکھا اور سعید کے دوسری جانب لیٹ گیا۔ پھر صبح صادق کے وقت شیروں کا جوڑا وہاں سے چلا گیا۔

جیسے ہی دن طلوع ہوا تو راہب اپنی خانقاہ سے باہر آیا اور آتے ہی حضرت سعید سے دین اسلام کے احکام و خصوصیات دریافت کرنے لگا۔

حضرت سعید نے پوری تفصیل اور وضاحت سے اس کے تمام سوالات کے جوابات دیئے۔

راہب فوراً مسلمان ہو گیا اور حجاج کے سپاہی بھی ان کی اس کرامت سے متاثر ہوئے اور کہا: "ہم نے حجاج کے سامنے قسم کھا کر کہا تھا کہ اگر ہم نے سعید پر قابو پانے کے بعد اسے چھوڑا تو ہماری بیویوں کو طلاق ہو گی اور ہمارے غلام آزاد ہوں گے لیکن ہم آپ کی شخصیت سے متاثر ہیں اگر آپ کا ارادہ ہو تو ہم آپ کو آزاد کر دیتے ہیں۔"

حضرت سعید نے فرمایا: "نہیں تمہیں ایسا کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور تقدیر کے لکھے کو کوئی مٹا نہیں سکتا۔"

سپاہی انہیں لے کر واسط شہر پہنچے تو حضرت سعید نے کہا: "ممکن ہے کہ آج رات میری زندگی کی آخری رات ثابت ہو، تم آج رات مجھے میرے

حال پر چھوڑ دو میں یہ رات اپنے پروردگار سے مناجات میں بسر کرنا چاہتا ہوں۔"

سپاہیوں نے اجازت دی۔ آپ نے اپنے پیراہن کو دھویا اور غسل کر کے مناجات میں مصروف ہوگئے، یوں پوری رات انہوں نے عبادت الٰہی میں بسر کی، صبح ہوئی تو حضرت سعید اٹھ کر خود سپاہیوں کے پاس گئے اور سپاہی انہیں اپنے ساتھ حجاج کے دربار میں لے گئے۔

دربان دوڑتا ہوا حجاج کے پاس گیا اور کہا: "تمہیں مبارک ہو سعید گرفتار ہو کر آگیا۔"

حضرت سعید حجاج کے سامنے پیش ہوئے تو اس ملعون نے کہا: "تیرا نام کیا ہے؟"

حضرت سعید نے فرمایا: "میرا نام سعید بن جبیر ہے۔"

حجاج نے کہا: "نہیں بلکہ تیرا نام شقی بن کسیر ہے۔"

حضرت سعید نے فرمایا: "میری ماں میرے نام سے تجھ سے زیادہ واقف تھیں۔"

حجاج نے کہا: "تو اور تیری ماں دونوں شقی وبدبخت ہیں۔"

حضرت سعید نے فرمایا: "شقاوت و سعادت کا تعلق علم و غیب سے ہے۔ تجھے کب سے علم غیب عطا ہوا ہے؟"

حجاج نے کہا: "میں تیری دنیا کو تاریک بنادوں گا۔"

حضرت سعید نے فرمایا: "اگر مجھے تیری اس قدرت کا پتہ ہوتا تو میں تجھے خدا مان لیتا۔"

حجاج نے کہا: "تیرا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کیا عقیدہ ہے؟"

حضرت سعید نے فرمایا: "وہ پیغمبر رحمتؐ ہیں۔"

حجاج نے کہا: "تو ابوبکر و عمر کے متعلق کیا کہتا ہے، کیا وہ جنتی ہیں یا دوزخی ہیں؟"

حضرت سعید نے فرمایا: "اگر میں بذات خود جنت یا جہنم میں سے کسی ایک میں گیا ہوتا تو تجھے ان کے متعلق خبر دیتا، ابھی تک تو میں جنت و جہنم میں سے کسی میں داخل نہیں ہوا مجھے ان کے انجام کی کیا خبر ہے؟"

حجاج نے کہا: "خلفاء کے متعلق تیرا عقیدہ کیا ہے؟"

حضرت سعید نے فرمایا: "میں کسی کا وکیل صفائی نہیں ہوں۔"

حجاج نے کہا: "خلفاء میں سے تجھے سب سے زیادہ پیارا کون ہے؟"

حضرت سعید نے فرمایا: "مجھے وہی زیادہ پیارا ہے جو اپنے خدا کو زیادہ پیارا ہے۔"

حجاج نے کہا: "تو پروردگار کس سے زیادہ راضی ہے؟"

حضرت سعید نے فرمایا: "اللہ ان کے ظاہر و باطن سے باخبر ہے اور ان کے قلبی کیفیات بھی اس سے مخفی نہیں ہیں۔"

حجاج نے غصے میں آکر کہا: "معلوم ہوتا ہے کہ تو میری کسی بات کا جواب نہیں دینا چاہتا اور تو میری کسی بات کی تصدیق کرنا پسند نہیں کرتا۔"

حضرت سعید نے فرمایا: "مجھے تیری تصدیق و تکذیب کا کوئی شوق نہیں ہے۔"

حجاج نے کہا: "اچھا یہ بتا کہ تو میرے متعلق کیا نظریہ رکھتا ہے؟"

حضرت سعید نے فرمایا: "میں تجھے عادل اور قاسط جانتا ہوں۔"

حاضرین نے تعجب سے سعید کی یہ بات سنی کہ سعید حجاج کو ان الفاظ سے کس طرح منسوب کر رہا ہے؟

حجاج نے حاضرین سے کہا کہ تم لوگ کسی خوش فہمی میں مبتلا نہ رہو یہ مجھے صاحب عدل و انصاف نہیں جانتا، یہ ان الفاظ سے مجھے ظالم و مشرک کہہ رہا ہے کیونکہ قرآن مجید کی آیت ہے: "واما القاسطون فکانوا لجهنم حطبا یعنی ظلم کرنے والے دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔ ثم الذین کفروا بربهم یعدلون یعنی پھر وہ لوگ جو کافر ہیں وہ اپنے رب سے اوروں کو ملاتے ہیں۔"

پھر اس نے سعید کی طرف منہ کر کے کہا: "اس معنی و مطلب پر تو کیوں نہیں ہنسا؟"

حضرت سعید نے فرمایا: "آب و گل سے پیدا ہونے والا کیوں کر ہنسے ممکن ہے دوزخ کی آگ اس کو نابود کر دے۔"

حجاج نے کہا: "تو بتاؤ پھر ہم کیوں ہنستے ہیں؟"

حضرت سعید نے فرمایا: "سارے انسان یکساں طبیعت کے مالک نہیں ہیں۔"

پھر حجاج نے بیت المال کے خازن کو حکم دیا کہ وہ بیت المال سے ہیرے جواہرات ایک تھالی میں بھر کر لائے۔

ہیرے جواہرات پیش ہوئے تو حضرت سعید نے فرمایا: "حجاج اگر تو اس دولت سے آخرت خریدنا چاہتا ہے تو انہیں فقراء و مساکین میں تقسیم

کر دے اور یاد رکھ یوم آخرت بڑا سخت ہے اس دن ماؤں کو اپنے شیر خوار بچے تک کا ہوش نہیں ہوگا۔"

پھر حجاج نے کہا: "موسیقی کے آلات پیش کئے جائیں۔"

حضرت سعید ان آلات کو دیکھ کر رو دیئے۔

حجاج نے کہا: "سعید! بتا تو میرے ہاتھوں کس طرح کی موت مرنا پسند کرتا ہے؟"

حضرت سعید نے فرمایا: "جس طرح کی موت قیامت کے دن تو میرے ہاتھ سے مرنا پسند کرے کیونکہ تو جس طرح سے مجھے قتل کرے گا میں قیامت کے دن اسی طرح سے تجھے قتل کروں گا، خدا نے بدلہ کے لئے یوم آخرت مقرر کیا ہوا ہے۔"

حجاج نے کہا: "اگر تو چاہے تو میں تجھے معاف بھی کر سکتا ہوں۔"

حضرت سعید نے فرمایا: "معافی کی درخواست میں اپنے خدا سے کروں گا تجھ جیسے شخص سے میں کبھی معافی کی درخواست نہیں کروں گا۔"

حجاج نے چیخ کر کہا: "میں تجھے پارہ پارہ کر دوں گا اور تیرے جسم کے ایک ایک بند کو علیحدہ کر دوں گا۔"

حضرت سعید نے فرمایا: "اس طرح سے تو میری فانی دنیا تباہ کرے گا اور میں تیری جاودانی دنیا تباہ و برباد کروں گا۔"

حجاج نے کہا: "اسے لے جاؤ اور قتل کر دو۔"

یہ سن کر حضرت سعید زور سے ہنسنے لگے۔

حجاج نے کہا: "ہنستے کس لئے ہو؟"

حضرت سعید نے فرمایا: "میں تیرا کردار دیکھتا ہوں اور اپنے پروردگار کا حلم دیکھتا ہوں تو مجھے ہنسی آجاتی ہے۔"

سعید موت کے لئے تیار ہوگئے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے کہا:

"انی وجهت وجهی للذی فطرالسماوات والارض حنیفا مسلما وما انا من المشرکین" یعنی میں نے اپنا چہرہ اس ذات کی طرف متوجہ کیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا میں سارے علائق دنیا سے کٹ چکا ہوں اور اس کا فرماں بردار ہوں اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔"

حجاج نے کہا: "اس کا چہرہ قبلہ سے موڑ دو۔"

جلاد نے جیسے ہی ان کا چہرہ قبلہ سے موڑا تو انہوں نے یہ آیت پڑھی: "اینما تولوا فثم وجه الله" یعنی تم جدھر بھی رخ کرو ادھر خدا کا چہرہ موجود ہے۔"

یہ آیت سن کر حجاج کو زیادہ غصہ آیا اور ملعون نے حکم دیا کہ انہیں زمین پر لٹا دیا جائے۔

حضرت سعید جیسے ہی زمین پر لیٹے تو آپ نے یہ آیت پڑھی: "منها خلقنا کم و فیها نعید کم و منها نخرجکم تارة اخری" ہم نے تمہیں زمین سے بنایا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور پھر اسی سے دوبارہ نکالیں گے۔"

حجاج کے غصے کی کوئی انتہا نہ رہی اور کہا: "بس اب اسے جلدی سے قتل کر دو۔"

حضرت سعید نے کلمہ شہادتین پڑھا اور پھر بارگاہ احدیت میں عرض کی: "اللهم لا تسلطه علی احد بعدی" یعنی خدایا میرے بعد اسے کسی اور پر

مسلط نہ کرنا۔"

جلاد نے تلوار چلائی ان کا سر ان کے جسم سے جدا ہوا لیکن اس وقت حاضرین یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ان کے کٹے ہوئے سر سے لا اله الا الله محمد رسول الله کی صدا بلند ہو رہی تھی۔

حضرت سعید کی بد دعا نے حجاج پر اپنا اثر دکھایا، حضرت سعید کی شہادت کے بعد حجاج زیادہ عرصہ زندہ نہ رہا۔ ملعون بیمار ہوا اور اس پر غشی کے دورے پڑتے تھے اور اس بے ہوشی کے عالم میں بڑبڑاتا تھا: "مالی ولسعید" یعنی میرا سعید کے ساتھ کیا واسطہ ہے؟"

حضرت سعید امام زین العابدین علیہ السلام کے باعتماد رفقاء میں سے تھے اور ان کے عقیدت مند تھے، حجاج نے بھی اسی لئے انہیں شہید کیا تھا۔(۱)

عدی بن حاتمؓ اور معاویہ

ایک مرتبہ حضرت عدی بن حاتم طائی معاویہ کے پاس گئے۔ معاویہ نے اسے مولائے کائناتؑ کی نصرت کے لئے سرزنش کرنے کی نیت سے پوچھا: "طرفات کا کیا بنا؟"

اس لفظ سے معاویہ کا اشارہ عدی کے تین بیٹوں طریف، طارف اور طرفہ کی طرف تھا اور یہ تینوں نوجوان "طرفات" کے نام سے مشہور تھے، صفین میں شہید ہوئے تھے۔

حضرت عدی نے کہا: "وہ تینوں اللہ کی راہ میں شہید ہوگئے۔"

۱۔ روضات الجنات لفظ سعید ص ۲۱۰، مجالس المؤمنین شہید نور اللہ شوستری۔

معاویہ نے کہا: ”علیؑ نے تمہارے ساتھ اچھا نہیں کیا، علیؑ نے اپنے بیٹے بچا لئے لیکن تمہارے بیٹے میدان میں لا کر قتل کرا دیئے، آج علیؑ کے بیٹے زندہ ہیں مگر تمہارے بیٹے زندہ نہیں ہیں۔“

یہ سن کر حضرت عدی نے کہا: ”نہیں یہ خیال درست نہیں ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ میں نے علیؑ کا حق رفاقت ادا نہیں کیا کیونکہ علیؑ شہید ہو کر خدا کے حضور جا پہنچے جبکہ میں ابھی تک زندہ ہوں۔“

معاویہ نے کہا: ”ابھی تک خون عثمان کا ایک چھینٹا باقی ہے جو اس وقت تک دھل نہیں سکتا جب تک میں یمن کے کسی سردار کو قتل نہ کروں۔ ان الفاظ سے معاویہ نے عدی کو دھمکی دی۔“

حضرت عدی نے فرمایا: ”معاویہ! جو دل تیرے بغض سے بھرے تھے ابھی تک وہ دل ہمارے سینے میں موجود ہیں اور برابر دھڑک رہے ہیں اور وہ تیز کاٹ والی تلواریں جن کے ساتھ ہم نے تیرا مقابلہ کیا تھا ابھی تک ہمارے کندھوں پر موجود ہیں، اگر تو مکرو حیلہ کے ذریعہ سے ایک ہاتھ ہم سے قریب ہوگا تو ہم مقابلہ میں مقاتلہ سے ایک ہاتھ تیرے قریب پہنچیں گے۔

معاویہ! متوجہ رہو اگر ہماری گردن کٹ جائے اور سکرات موت ہم پر سایہ فگن ہو جائے تو ہمیں یہ تو قبول ہے لیکن علی کی تنقیص میں ایک لفظ بھی سننا قبول نہیں ہے۔

اور سن لو! اگر تم نے صرف ایک دھکا دیا تو اسی سے نہ ختم ہونے والی جنگ کے شعلے بھڑک اٹھیں گے اور تلواریں نیاموں سے نکل آئیں گی۔“

حضرت عدی کے دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے ان الفاظ نے

معاویہ کے دل پر اثر کیا اور اس نے اپنے کاتبوں سے کہا کہ عدی فصیح ترین شخص ہیں ان کی باتیں لکھ لو، ان کے ہر جملے میں حکمت و وعظ موجود ہے۔

پھر معاویہ نے ہنس ہنس کر عدی سے گفتگو شروع کر دی۔ معلوم ہوتا تھا کہ ان کے درمیان گویا تلخ و تند جملوں کا تبادلہ ہوا ہی نہیں ہے۔(۱)

پاسبان مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

محمد بن ابو حذیفہ، معاویہ کے ماموں کا بیٹا تھا لیکن وہ امیر المؤمنینؑ کا محب صادق تھا۔ حُبِ علیؑ کی وجہ سے معاویہ نے اسے قید کر دیا۔

جب اسے قید خانے میں کافی عرصہ گزرا تو معاویہ نے دوستوں سے کہا: ”میرا خیال ہے کہ محمد بن ابو حذیفہ نادان کو قید خانے سے نکالیں اور اس کی راہ نمائی کریں امید ہے کہ قید نے اس کے دماغ کو ٹھنڈا کر دیا ہوگا اور اب وہ علیؑ کو سب و شتم کرنے پر آمادہ ہو چکا ہوگا۔“

ساتھیوں نے کہا: ”ہاں یہ رائے بالکل درست ہے۔“

معاویہ نے اس کے متعلق حکم دیا کہ اسے زندان سے نکال کر اس کے سامنے پیش کیا جائے۔

جب وہ معاویہ کے پاس آیا تو معاویہ نے کہا: ”محمد! کیا ابھی تک وہ وقت نہیں آیا کہ تو علیؑ کی حمایت سے دست بردار ہو جائے اور اس گمراہی سے چھٹکارا پا جائے، کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ عثمان مظلوم ہو کر مارا گیا اور طلحہ و زبیر اور ام المؤمنینؑ نے اس کے انتقام کے لئے جنگ لڑی۔ علیؑ خفیہ طور پر عثمان

۱۔ مروج الذہب مسعودی جلد ۲ ص ۱۳۔

کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتا تھا اور ہم خون عثمان کا انتقام لینا چاہتے ہیں۔"

محمد بن ابی حذیفہ نے کہا: "معاویہ! تو جانتا ہے کہ میں تیرا سب سے قریبی رشتہ دار ہوں اور لوگوں سے زیادہ میں تجھے پہچانتا ہوں کیا یہ بات غلط ہے؟"

معاویہ نے کہا: "نہیں! یہ بات درست ہے۔"

پھر محمد بن ابی حذیفہ نے معاویہ سے خطاب کر کے کہا: "میں سمجھتا ہوں کہ عثمان کے قاتل تو اور تیرے جیسے دوسرے لوگ ہیں جنہیں دور عثمانی میں بڑے بڑے مناصب پر فائز کیا گیا۔ تم لوگوں نے امت اسلامیہ کے مقدر کو تاریک کر دیا تھا۔ مہاجرین و انصار عثمان کو بار بار کہتے تھے کہ وہ تجھ جیسے تمام افراد کو معزول کردے اور طلحہ و زبیر اور ام المؤمنینؓ بھی مخالفین عثمان میں سے تھے اور ان کے قتل میں ان کا ایک کردار ہے۔

واللہ انی لاشھد اننی مذعرفتك فی الجاھلیة والاسلام لعلی خلق واحد مازاد فیك الاسلام لاقلیلا ولا کثیرا وان علاقه ذلك لبینة تلوموننی علی حبی علیا خرج مع علی کل صوام و قوام و مهاجری و انصاری و خرج هك ابناء المنافقین والطلقاء والعتقاء خد عهم من دینهم و خدعوك من دنیاك.

معاویہ! میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں تجھے زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام سے جانتا ہوں تیری ہر دور میں ایک ہی طبیعت رہی ہے اسلام کی وجہ سے اس میں کوئی بھی تبدیلی نہیں ہوئی اور اس کی علامت یہ ہے کہ تو مجھے علیؑ کی محبت پر ملامت کر رہا ہے۔

معاویہ یاد رکھو! علیؑ کے ساتھ "صائم النہار" اور "قائم اللیل" اور مہاجرین و انصار شامل تھے اور علیؑ کے ساتھ وہ میدان میں آئے اور تیرے ساتھ منافقین اور "طلقاء و عتقاء" کی نسلیں میدان میں گئیں اور تیرے اطراف میں بیٹھنے والے دوغلے لوگ ہیں۔ تو نے ان سے دین چھینا، انہوں نے تجھ سے دنیا چھینی، تو نے اب تک جو کچھ کیا ہے دل میں اسے خوبی جانتا ہے اور تیرے ساتھی بھی اپنے کارناموں سے اچھی طرح واقف ہیں اور میں جب تک زندہ رہوں گا خدا اور رسولؐ کی رضامندی کے لئے علیؑ سے محبت کرتا رہوں گا اور تجھ سے اللہ و رسولؐ کی رضا کے حصول کے لئے بغض رکھوں گا۔"

معاویہ نے حکم دیا کہ اسے دوبارہ قید کر دیا جائے۔ چنانچہ اسے قید کر دیا گیا اور اس کی موت بھی قید میں واقع ہوئی۔(۱)

زید بن حارثہ کون ہیں؟

زید بن حارثہؓ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام تھے۔ پیغمبر اسلامؐ کے اعلان نبوت سے قبل زیدؓ اپنی ماں کے ساتھ ان کے قبیلے بنی معن کی طرف جا رہا تھا کہ بنی قین کے چند سواروں نے اسے راستہ میں اٹھا لیا اور اسے فروخت کرنے کے لئے بازار عکاظ میں لے آئے۔

اس وقت زیدؓ کی عمر آٹھ برس تھی۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں اپنے مال سے خرید کر رسول خداؐ کو بخش دیا۔ کچھ عرصے

۱۔ مجالس المؤمنین قاضی نور اللہ شوستری جلد ۱ ص ۲۹۵۔
عربی عبارات منتہی الامال جلد ۱ ص ۵۴ سے ماخوذ ہیں۔

تک زیدؓ کے خاندان کا کوئی پتا نہ چلا، پھر ایک مرتبہ بنی کلب کے افراد مکہ آئے تو انہوں نے زیدؓ کو دیکھ کر پہچان لیا کیونکہ زیدؓ کا تعلق بھی اسی خاندن سے تھا۔ انہوں نے وطن لوٹ کر زیدؓ کے والد حارثہ بن شرجیل کو زیدؓ کی اطلاع دی۔ حارثہ جو کہ اپنے بیٹے کی جدائی کی وجہ سے بہت غمگین تھا یہ خبر سن کر خوش ہوگیا اور اپنے بھائی کعب کے ساتھ مکہ آیا اور پیغمبر خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "اے فرزند عبدالمطلب! ہم ایک حاجت اور درخواست کے لئے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں کہ آپؐ ہم پر احسان کریں اور ہم سے وہ قیمت لے لیں جو آپؐ نے زیدؓ کی خریداری پر صرف کی ہے اور زیدؓ ہمارے حوالے کردیں۔"

آپؐ نے فرمایا: "میں تم سے کوئی رقم نہیں لیتا اس کے بدلے میں دوسرا طریقہ کار اختیار کرتے ہیں کہ اگر زیدؓ تمہارے ساتھ جانے پر آمادہ ہو تو تم قیمت کے بغیر اسے اپنے ساتھ لے جاؤ اگر وہ رضامند نہ ہو تو وعدہ کرو تم اسے زبردستی نہیں لے جاؤ گے۔"

انہوں نے حضور اکرمؐ کی اس تجویز کو سراہا اور دل کھول کر آپؐ کی تعریف کی۔

رسول خداؐ نے زیدؓ کو صدا دی، جب وہ آیا تو آپؐ نے فرمایا: "زید! ان کو پہچانتے ہو؟"

زیدؓ نے کہا: "جی ہاں! ایک میرا والد حارثہ ہے اور دوسرا میرا چچا کعب ہے۔"

پھر آپؐ نے فرمایا: "تو مجھے بھی پہچانتا ہے تو کچھ عرصہ سے میرے

پاس رہ رہا ہے اگر تو اپنے باپ کے ساتھ جانے کا خواہش مند ہے تو اس کے ساتھ چلا جا اور اگر میرے ساتھ رہنا چاہتا ہے تو یہیں میرے پاس ٹھہر جا۔"

زیدؓ نے کہا: "میں آپؐ کی خدمت گزاری پر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔ آپؐ ہی میرے لئے بمنزلہ باپ و چچا کے ہیں۔"

حارثہ اور اس کے بھائی کعب نے زیدؓ کو ملامت کی اور کہا: "تو نادانی کر رہا ہے، تو آزادی پر غلامی کو ترجیح دے رہا ہے اور اپنے خاندان کو چھوڑ کر دوسرے خاندان میں رہنا چاہتا ہے۔"

زیدؓ نے اپنے باپ اور چچا سے کہا: "آپ جائیں میں نے ان میں ایسی خصوصیات دیکھی ہیں جن کی وجہ سے میں ان سے جدا ہونا پسند نہیں کرتا اور کسی کو ان پر مقدم نہیں رکھ سکتا۔(۱)

مرحوم طبرسیؒ سورۂ احزاب کی تفسیر میں رقم طراز ہیں کہ جب حارثہ اپنے بیٹے سے مایوس ہوگیا تو اس نے قریش کے مجمع میں اعلان کیا: "لوگو! گواہ رہنا زید میرا بیٹا نہیں ہے۔"

رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا: "لوگو! گواہ رہنا زیدؓ میرا بیٹا ہے۔"

اس دن سے زیدؓ کو فرزند محمد کہہ کر پکارا جاتا تھا اور آنحضرتؐ کو زیدؓ اتنا محبوب تھا کہ اس کا نام زیدالحب مشہور ہوگیا۔

اسلامی برادری میں زیدؓ کا مقام اتنا بلند ہوا کہ رسول خداؐ نے انہیں حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کا بھائی بنایا۔

حضرت زیدؓ اسلام کے نامور جانثار اور بااستقامت سپاہی تھے۔ جنگ

۱۔ اسد الغابہ جلد ۲ ص ۲۲۵۔

موتہ میں لشکر کی سرداری انہیں عطا کی گئی تھی۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لشکر روانہ کرتے وقت فرمایا تھا: "سالار لشکر زیدؓ ہوں گے، اگر زیدؓ شہید ہو جائیں تو پھر جعفر بن ابی طالبؑ لشکر کے سالار ہوں گے، اگر جعفر بن ابی طالبؑ بھی شہید ہو جائیں و عبداللہ بن رواحہؓ سالار ہوں گے۔"

اس جنگ میں یہ تینوں نامزد سپہ سالار شہید ہو گئے۔

قال الصادقؑ: ان النبیؐ حین جائه وفاة زید بن حارثة و جعفر بن ابی طالب دخل بیته فکثر بکائه علیهما جدا و یقول کانا یحدثانی و یونسانی فذهبا جمیعا.

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "جب اللہ کی طرف سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زید بن حارثؓ اور جعفر بن ابی طالبؑ کی شہادت کی خبر ملی تو اپنے گھر گئے اور خوب روئے اور رو رو کر کہتے تھے کہ یہ دونوں میرے مونس اور ہم سخن تھے اب دونوں چلے گئے۔"

ایک اور روایت میں ہے کہ جب رسول کریمؐ کو وحی کے ذریعے سے زیدؓ کی خبر شہادت ملی تو آپؐ زیدؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ زیدؓ کی یتیم بیٹی روتی ہوئی آئی، رسول خداؐ بھی بہت زیادہ روئے۔

کچھ صحابہ نے آپؐ سے کہا: "یارول اللہؐ! یہ گریہ کس لئے ہے؟"

آپؐ نے فرمایا: "ہذا شوق الحبیب الی حبیبہ" یعنی یہ بہتے ہوئے آنسو اور آہِ سوزاں ایک دوست کی دوسرے دوست سے محبت کی وجہ سے ہے۔(۱)

۱۔ سفینۃ البحار جلد ۱ ص ۵۷۵۔

وفادارِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جنگ احد میں لشکر اسلام کا بہت سا جانی نقصان ہوا۔ جب جنگ ختم ہو گئی تو مسلمان اپنے مقتولین اور زخمیوں کو تلاش کرنے لگے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کوئی سعد بن ربیعؓ کی اطلاع مجھے دے گا؟"

ایک مجاہد نے کہا: "یارسول اللہؐ! میں میدان میں جا کر سعد بن ربیعؓ کو تلاش کرتا ہوں۔"

آپؐ نے فرمایا: "تجھے اس کی تلاش کے لئے ادھر ادھر بھٹکنے کی ضرورت نہیں ہے، تو فلاں سمت میں جا تجھے وہاں سعدؓ شدید زخمی حالت میں ملے گا اسے اس جنگ میں بارہ نیزے لگے ہیں اسے میرا سلام پہنچانا۔"

وہ شخص کہتا ہے کہ اس سمت میں گیا اور آواز دے کر کہا: "سعدؓ! جواب دو۔"

سعدؓ شدید زخمی تھا جواب نہ دے سکا۔ میں نے پھر آواز دے کر کہا: "سعدؓ! جواب دو رسول خداؐ تجھے یاد کرتے ہیں۔"

سعدؓ میں رمقِ جان تھوڑی سی باقی تھی جیسے ہی اس نے رسول خداؐ کا نام سنا تو اپنی تمام تر قوت کو جمع کر کے کہا: "میں حاضر ہوں۔"

چنانچہ وہ مجاہد زخمی سعد کے پاس گیا اور سعد نے اس سے پوچھا: "کیا رسول خداؐ زندہ ہیں؟"

میں نے کہا: "جی ہاں! وہ زندہ سلامت ہیں۔"

(جنگ احد میں ابلیس نے مشہور کر دیا تھا کہ رسول خداؐ شہید ہو گئے

ہیں، اسی لئے اکثر زخمی مجاہدین یہی سمجھے ہوئے تھے کہ حضور واقعی شہید ہو چکے ہیں)

میں نے کہا: "رسول خداؐ نے مجھے تیرے پاس سلام دے کر بھیجا ہے اور انہوں نے تیرے متعلق بتایا کہ تجھے بارہ نیزے لگے ہیں۔"

سعد بن ربیعؓ نے حضور کریمؐ کی سلامتی کا سنا تو خوش ہو کر کہا: "الحمدللہ. واقعی مجھے بارہ نیزے لگے ہیں، تم میری طرف سے حضور اکرمؐ کو سلام پہنچانا اور انصار کو میرے سلام دینا اور انہیں کہنا کہ سعد کہہ رہا تھا کہ اگر تمہارے جیتے جی پیغمبر اسلام کو کوئی گزند پہنچی تو تم خدا کو کوئی جواب نہیں دے سکو گے۔" یہ کہہ کر اس نے نحر شدہ اونٹ کی طرح سے لمبا سانس لیا اس کی روح پرواز کر گئی۔

میں پیغمبر خداؐ کے پاس واپس آیا اور سعدؓ کی تمام گفتگو نقل کی تو آپؐ نے فرمایا: "رحم اللّٰہ سعد انصرنا حیا و اوصی بنا میتا."

اللہ تعالیٰ سعدؓ پر رحم کرے، اس نے زندگی میں ہماری مدد کی اور مرتے وقت ہمارے متعلق وصیت کر کے گیا۔"(۱)

ربذہ کا ریگستان اور حضرت ابوذرؓ کا وقتِ آخر

ما اظلت الخضراء و لا اقلت الغبراء اصدق من ذی لھجة من ابی ذرؓ.

آسمان نے سایہ نہیں کیا اور زمین نے اپنی پشت پر کسی ایسے انسان کو نہیں اٹھایا جو ابوذرؓ سے زیادہ سچا ہو۔ (فرمان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

۱۔ حیاۃ القلوب جلد ۲ ص ۳۸۰۔ اسد الغابہ ص ۲۷۷۔

خلیفہ ثالث نے ابوذرؓ کو درشت ناقہ پر مدینہ سے جلاوطن کر کے صحرائے ربذہ بھیجا۔

وہاں ابوذرؓ ایک عرصے تک سرگرداں رہے۔ اس صحرا میں ان کا بیٹا ذر فوت ہو گیا۔ لخت جگر کو سپرد خاک کیا اور کہا: "بیٹا میں تیری قبر پر بیٹھ کر ضرور روتا مگر مجھے خود ایک طویل سفر درپیش ہے۔"

چند دن بعد ان کی زوجہ بھی اس صحرا میں وفات پا گئیں۔ ابوذرؓ نے اپنی بیوی کو دفن کیا، اب لق و دق صحرا میں ان کی ایک معصوم بچی اور وہ زندہ رہ گئے۔

ابوذرؓ کی بیٹی نے کہا: "اباجان! تین دن سے میں بھوکی ہوں، بھوک کی وجہ سے میرے اعضاء جواب دے گئے ہیں اور میرے جسم میں ایک طرح کی کمزوری داخل ہو چکی ہے۔"

ابوذرؓ نے کچھ ریت جمع کر کے سر کے نیچے رکھی اور ریت کا سرہانہ بنایا اور اس پر سر رکھ کر لیٹ گئے بچی اپنے والد کے قریب گئی تو دیکھا کہ ان کی آنکھوں کی پتلی پھر چکی تھی اور ان پر نزع کا عالم طاری تھا۔ بچی کہتی ہے: "میں یہ دیکھ کر رونے لگی اور میں نے کہا کہ اباجان آپ کا آخری وقت آپہنچا ہے لیکن اس صحرا میں میں اکیلی ہوں، میں آپ کی تجہیز و تکفین کیسے کروں گی؟

میرے والد نے میری طرف دیکھا اور کہا کہ پیاری بیٹی جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے چہرے پر میری عبا کا دامن ڈال دینا اور عراق کے راستے پر جا کر بیٹھ جانا، وہاں سے ایک قافلہ گزرے گا ان سے کہنا کہ صحابی پیغمبرؐ ابوذرؓ اس دنیا سے رخصت ہو گیا ہے اس کی تجہیز و تکفین کرو۔ مجھے اس کی

خبر حبیب خداؐ نے غزوۂ تبوک سے واپسی پر دی تھی۔"

بچی روایت کرتی ہے کہ ربذہ کے چند افراد میرے والد کی عیادت کے لئے آئے اور کہا: "آپ کو کس چیز کا خوف ہے؟"

ابوذرؓ نے کہا: "مجھے اپنے گناہوں کا خوف ہے۔"

لوگوں نے کہا: "تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے؟"

ابوذرؓ نے کہا: "اللہ کی رحمت کی ضرورت ہے۔"

لوگوں نے کہا: "کیا تمہارے لئے کوئی طبیب لائیں؟"

ابوذرؓ نے کہا: "طبیب نے تو بیماری دی ہے۔"

بچی کہتی ہے کہ جب میرے والد کی نظر ملک الموت پر پڑی تو انہوں نے کہا: "میں اس دوست کو خوش آمدید کہتا ہوں جو انتہائی احتیاج کے وقت میرے پاس آیا ہے وہ شخص کبھی کامیاب نہ ہو تو تجھے دیکھ کر پشیمان ہوتا ہے۔

پروردگار! تو اپنی رحمت میں مجھے جلد جگہ عطا کر تو بہتر جانتا ہے کہ میں ہمیشہ سے تیری ملاقات کا آرزو مند رہا ہوں اور میں نے موت کو کبھی بھی ناپسند نہیں کیا تھا۔"

جب میرے والد کی وفات ہوگئی تو میں نے ان کے چہرے پر عبا ڈالی اور راستے پر جاکر بیٹھی، دور سے ایک قافلہ نظر آیا، جب قافلہ میرے قریب آیا تو میں نے کہا: "مسلمانو! رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ابوذرؓ دنیا سے رخصت ہوگیا ہے۔ میں اس کی بیٹی ہوں۔"

قافلہ رک گیا اور مجھ سے میرے والد کی لاش کے متعلق سوال کیا۔ میں انہیں والد کی میت پر لے کر آئی۔ جب قافلے والوں نے ابوذرؓ کی میت کو

دیکھا تو رونے لگے۔ بعد ازاں انہیں غسل و کفن دیا گیا اور مالک اشتر نے ان کا جنازہ پڑھا اور انہیں دفن کیا۔ مالک اشتر کے پاس ایک قیمتی حلہ تھا جس کی قیمت چار ہزار درہم تھی اس حلہ کا ابوذرؓ کو کفن پہنایا گیا۔(۱)

چه خوش رسمے بنا کر دند بخاك و خون غلطیدن
خدا رحمت کند این عاشقان پاك طینت را

چند روایات

عن عبدالرحمن بن حجاج قال: ذكر عند ابی عبداللهؑ البلاء وما يخص الله عزوجل المؤمن، فقال سئل رول اللهؐ من اشد الناس بلاء؟

فقال النبيون ثم الامثل فالامثل و يبتلى المؤمن بعد على قدر ايمانه وحسن اعماله فمن صح ايمانه وحسن عمله اشتد بلاؤه ومن سخف ايمانه وضعف عمله قل بلاؤه.

عن ابی عبداللهؑ قال: ان الله عزوجل عبادا فی الارض من خالص عباده ماينزل من السماء تحفة الى الارض الاصرفها عنهم الى غيرهم ولا بلية الاصرفها اليهم.

"اصول کافی جلد ۲ ص ۲۵۶"

عبدالرحمٰن بن حجاج کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آزمائش و امتحان کا ذکر کیا گیا اور اس بات کا ذکر چھڑا کہ اللہ مؤمن کو کس طرح سے آزماتا ہے تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ

۱۔ حیاۃ القلوب جلد ۲ ص ۶۷۴۔ اسد الغابہ جلد ۲ ص ۳۰۱ با مختصر اختلاف۔

علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ دنیا میں سب سے زیادہ کس کی آزمائش ہوتی ہے؟

آپؐ نے فرمایا: "انبیاء کی سب سے زیادہ آزمائش ہوتی ہے۔ اس کے بعد اس کی آزمائش زیادہ ہوتی ہے جو درجہ میں ان کے قریب ہوتا ہے۔ پھر اس کی آزمائش ہوتی ہے جو ان سے تیسرے درجے پر ہوتا ہے۔ پھر مؤمن کی ایمان اور حسن اعمال کے مطابق آزمائش ہوتی ہے۔ جس کا ایمان صحیح ہو اور عمل نیک ہو تو اس کی آزمائش زیادہ ہوتی ہے اور جس کا ایمان کمزور اور عمل ضعیف ہو اس کی آزمائش کم ہوتی ہے۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "زمین پر اللہ کے کچھ خالص بندے ایسے بھی رہتے ہیں کہ جب آسمان سے کوئی تحفہ نازل ہوتا ہے تو اللہ ان سے اسے پھیر دیتا ہے اور جب کوئی آزمائش نازل ہوتی ہے تو ان کی طرف چلی جاتی ہے۔"

عن ابی عبداللهؑ قال ینبغی للمؤمن ان یکون فیه ثمان خصال: وقورعند الهزاهز، صبور عندالبلاء، شکور عندالرخاء، قانع بما رزقه الله، بدنه منه فی تعب و الناس منه فی راحة ان العلم خلیل المؤمن والحلم و زیره و الصبر امیر جنوده و الرفق اخوه و اللین و الده.

"اصول کافی جلد ۲ ص ۲۳۱"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "مؤمن میں آٹھ صفات ہونی چاہئیں:

۱۔ فتنہ و آشوب کے وقت پروقار ہو۔

۲۔ آزمائش کے وقت صابر ہو۔

۳۔ نعمت و فراخی کے وقت شاکر ہو۔

۴۔ خدا کے عطا کردہ رزق پر قانع ہو۔

۵۔ دشمنوں پر ستم نہ کرے۔

۶۔ دوستوں کی وجہ سے اپنے آپ کو گناہ سے آلودہ نہ کرے۔

۷۔ اپنے آپ کو زحمت میں ڈالے لیکن دوسروں کو آسودہ رکھے۔

۸۔ علم مؤمن کا دوست اور حلم اس کا وزیر اور صبر اس کا امیر لشکر اور نرمی و ملائمت اس کے لئے بمنزلہ والد ہوتا ہے۔

عن ابی جعفر علیه السلام قال: قال امیرالمؤمنینؑ شیعتنا المتباذلون فی ولا یتنا، المتحابون فی مودتنا، المتزاورون فی احیاء امرنا الذین ان غضبوا لم یظلموا وان رضوالم یسرفوا برکة علی من جاوروا سلم لمن خالطوا.

"اصول کافی جلد ۲ ص ۲۳۶"

امام باقر علیہ السلام نے حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: "ہمارے شیعہ ہماری دوستی کے لئے ایک دوسرے سے تعاون کرنے والے اور ہماری مودت کی بنیاد پر آپس میں مودت کرنے والے اور ہمارے فرمان کو زندہ رکھنے کے لئے ایک دوسرے کے پاس آنے جانے والے ہوتے ہیں، ہمارے شیعہ اگر غصہ میں آئیں تو وہ کسی پر ظلم نہیں کرتے اور اگر وہ راضی ہوں تو اسراف نہیں کرتے، ہمارے شیعہ اپنے ہمسایوں کے لئے باعث برکت ہوتے ہیں اور اپنے دوستوں سے ہم آہنگی رکھتے ہیں۔"

عن ابی جعفرؑ قال المؤمن اصلب من الجبل، الجبل یستقل منه والمؤمن

لا يستقل من دينه شيء.

عن ابی عبداللهؑ قال المؤمن حسن المعونة، خفيف المؤنة جيدالتدبير لمعيشته، لا يلسع من حجر مرتين.

"الکافی جلد ۲ ص ۲۴۱"

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "مؤمن پہاڑ سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے بعض اوقات پہاڑ ہل جاتا ہے لیکن مؤمن کو کوئی چیز اس کے دین سے نہیں ہلا سکتی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "مؤمن دوسروں سے تعاون کرنے والا اور دوسروں کو کم زحمت دینے والا اور معیشت میں اچھی تدبیر کرنے والا ہوتا ہے وہ کبھی ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔"

عن ناجية قال قلت لابی عبداللهؑ ان المغيرة يقول. ان المؤمن لا يبتلی بالجذام ولابالبرص ولابكذا ولابكذا فقال ان كان لغافلا عن صاحب يسن انه كان مكنعا ثم رد اصابعه فقال كانی انظر الی تكنيعه اتاهم فانذرهم ثم عاد اليهم من الغد فقتلوه ثم قال: ان المؤمن يبتلی بكل بلية ويموت بكل ميتة الا انه لايقتل نفسه.

"اصول کافی جلد ۲ ص ۲۵۴"

ناجیہ نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ مغیرہ (مغیرہ بن سعید جس پر لعنت کی بہت سی روایات رجال کشی میں ہیں) کہتا ہے کہ مؤمن جذام اور برص اور فلاں فلاں مرض میں مبتلا نہیں ہوتا۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ وہ صاحب یسین سے غافل ہے۔

(سورۂ یسین میں ایک مؤمن کا ذکر ہے کہ اس کا نام حبیب بن اسرائیل تھا اور قرآن کی آیت "رو جاء من اقصا المدينة رجل يسعی" میں اس کا ذکر کیا گیا

ہے) صاحب یسین کا ہاتھ شل تھا وہ اپنے لنجے ہاتھ سے اشارہ کر کے کہتا تھا "یاقوم اتبعوا المرسلین" یعنی میری قوم انبیاء کی پیروی کرو۔ میں اس وقت گویا اس کے شل ہاتھ کو دیکھ رہا ہوں، صاحب یسین نے کفار کو عذاب خدا سے ڈرایا لیکن اسے دو دن بعد شہید کر دیا گیا۔

مؤمن ہر قسم کی آزمائش میں مبتلا ہو سکتا ہے اور ہر طرح کی موت مر سکتا ہے، البتہ مؤمن خودکشی نہیں کرتا۔

باب ہشتم

امید و خوف

قال یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ (القرآن)

"اے رسول کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جان پر زیادتی کی ہے تم لوگ خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔"

افامنوا مکر اللہ فلا یامن مکر اللہ الاالقوم الخاسرون .... (القرآن)

"کیا یہ خدا کے داؤ سے مطمئن ہو چکے ہیں جبکہ خدا کے داؤ سے صرف گھاٹا اٹھانے والے ہی نڈر ہو بیٹھتے ہیں۔"

سلمان فارسیؓ کو کس چیز کا ڈر تھا؟

حضرت سلمان فارسیؓ کو جب مدائن کا گورنر مقرر کیا گیا تو وہ تقرری نامہ لے کر گدھے پر سوار ہو کر مدائن کی جانب روانہ ہوئے۔ مدائن کے لوگوں کو بھی پتا چل گیا کہ ایک نیا حاکم جس کا نام سلمان فارسیؓ ہے آرہا ہے۔ شہر کے لوگ روزانہ مدائن سے باہر نئے حاکم کے استقبال کے لئے جمع ہوتے تھے لیکن حاکم کے پہنچنے میں تاخیر ہوتی رہی۔

ایک دن جبکہ اہل شہر مایوس ہو کر واپس جانے والے ہی تھے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص گدھے پر سوار ہو کر آرہا ہے۔ وہ اسے آتا دیکھ کر رک گئے اور جب وہ پہنچ گیا تو اہل شہر کو اس نے سلام کیا۔ شہر والوں نے اس سے پوچھا: "راستے میں امیر مدائن کو تم نے کہاں دیکھا تھا؟"

سلمان نے کہا: "اس کا کیا نام ہے؟"

اہل شہر نے کہا: "اس کا نام سلمان فارسیؓ ہے اور وہ پیغمبر خداؐ کا صحابی ہے۔"

حضرت سلمانؓ نے کہا: "امیر کو تو میں نہیں جانتا البتہ سلمان فارسی میں ہوں۔"

سب لوگ ان کے احترام کے لئے گھوڑوں سے اترے اور ان کی خدمت میں گھوڑا پیش کیا گیا۔

سلمانؓ نے کہا: "میرے لئے یہی گدھا بہتر ہے۔"

آپؓ کو دارالامارہ لایا گیا تو آپؓ نے فرمایا: "میں حاکم و امیر نہیں ہوں اسی لئے میں اس میں نہیں رہوں گا۔"

پھر آپؓ نے ایک دکان کرائے پر حاصل کی اور اسے اپنا دفتر بنالیا، اسی دکان پر بیٹھ کر آپؓ مقدمات کا فیصلہ کیا کرتے تھے اور احکام جاری کیا کرتے تھے۔ آپؓ کے دور گورنری کا کل سرمایہ ایک کھال، ایک آفتابہ اور ایک عصا پر مشتمل تھا۔

ایک مرتبہ مدائن میں سیلاب آگیا۔ لوگ سامان نکال کر محفوظ مقامات پر منتقل کرنے لگے اور ان پر سخت پریشانی کا عالم طاری تھا۔ اتنے میں حضرت

سلمان فارسیؓ اپنے دفتر سے اس حالت میں برآمد ہوئے کہ انہوں نے کھال کو اپنے کندھے پر ڈالا ہوا تھا اور ایک ہاتھ میں آفتابہ اور دوسرے میں عصا تھا اور پریشان حال لوگوں کو دیکھ کر فرمایا: "دنیا میں اس طرح سے رہو کہ تمہیں کسی چیز کے لئے پریشان نہ ہونا پڑے اور یاد رکھو سبک بار افراد پل صراط سے بھی اسی طرح جلدی سے گزر جائیں گے۔"(۱)

ورام بن ابی فراس تحریر کرتے ہیں کہ سلمانؓ بیمار ہوئے۔ سعد ان کی عیادت کے لئے گیا۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے سلمانؓ سے مزاج پرسی کی تو وہ رونے لگے۔ میں نے رونے کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا۔ "میں دنیا کے حرص پر نہیں روتا، میں اس لئے روتا ہوں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے یہ عہد لیا تھا کہ ہم اتنا ہی متاع دنیا اپنے ساتھ رکھیں جتنا کہ ایک مسافر ایک منزل تک پہنچنے کے لئے زاد راہ اپنے پاس رکھتا ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ میں نے اس مقدار سے تجاوز نہ کیا ہو۔"

سعد کہتا ہے کہ میں نے سلمان کے کمرے میں نگاہ ڈالی تو ایک آفتابہ اور ایک کاسہ اور ایک طشت کے سوا مجھے کچھ نظر نہ آیا۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کس چیز سے خوفزدہ تھے؟

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ جب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا تو آپؑ رونے لگے۔

حاضرین نے عرض کی: "آپؑ کیوں روتے ہیں، آپؑ جوانان جنت

۱۔ انوار نعمانیہ ص ۱۸۔

کے سردار ہیں اور آپؑ کے حق میں پیغمبر اسلامؐ نے بہت سی احادیث ارشاد فرمائی ہیں۔ آپؑ نے بیس حج پاپیادہ کئے اور تین مرتبہ اپنے پورے گھر کو اللہ کے نام پر لٹایا۔ اس کے باوجود آپؑ پریشان کیوں ہیں؟"

آپؑ نے فرمایا: "ابکی لهول المطلع و فراق الاحبة" یعنی میں مطلع کے خوف اور احباب کی جدائی پر رو رہا ہوں۔"

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ بحار میں تحریر کرتے ہیں کہ "مطلع" سے مراد قیامت کی حاضری ہے۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی پیادہ روی کا ایک واقعہ

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام ایک مرتبہ حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر پاپیادہ مدینہ واپس آرہے تھے۔ آپؑ کے قدم مبارک پر ورم آگیا۔

ساتھیوں نے عرض کی: "آقا! آپؑ سوار ہو جائیں تو قدموں کی ورم اتر جائے گی اور آپؑ کو آسودگی حاصل ہوگی۔"

آپؑ نے فرمایا: "میں سوار نہیں ہونا چاہتا، اس منزل پر ایک سیاہ رنگت والا شخص ہمیں ملے گا اس کے پاس ایک مخصوص قسم کا تیل ہوگا، اس تیل کی مالش سے ورم اتر جائے گی۔"

ایک غلام نے عرض کی: "اگلی منزل پر کچھ دکانیں ہیں جہاں یہ تیل فروخت ہوتا ہے۔"

آپؑ نے فرمایا: "ہاں تیری بات درست ہے۔"

ابھی تھوڑا سا ہی چلے تھے کہ سیاہ رنگت کا ایک شخص نمودار ہوا، آپؑ نے ایک غلام سے فرمایا: "وہ سامنے دیکھو سیاہ رنگت والا شخص آرہا ہے، جاؤ اس سے تیل خریدو اور تیل کی خریداری کے لئے اس سے رعایت طلب نہ کرنا۔"

مولا کا غلام اس شخص کے پاس گیا اور اس سے تیل خریدنے کی خواہش کا اظہار کیا۔

اس نے پوچھا: "تم تیل کس کے لئے خریدنا چاہتے ہو؟"

اس نے جواب دیا: "میں امام حسن بن علی علیہما السلام کے لئے خریدنا چاہتا ہوں۔"

اس شخص نے کہا: "پھر مجھے اپنے آقا کی خدمت میں لے چل۔"

جب وہ آپؑ کی خدمت میں آیا تو اس نے عرض کی: "مولا! میں آپؑ کا محب اور غلام ہوں میں آپؑ سے تیل کی رقم نہیں لوں گا، البتہ عرض یہ ہے کہ جب میں کچھ دیر قبل اپنے گھر سے نکلا تھا تو میری بیوی کو دردزہ لگا ہوا تھا، آپؑ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسا بیٹا دے جو آپؑ کا محب ہو۔"

امام حسن مجتبیٰؑ نے فرمایا: "واپس گھر جاؤ اللہ نے تمہیں بیٹا دیا ہے۔"

وہ شخص یہ خوشخبری سنتے ہی تیزی سے گھر گیا۔ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے پاؤں پر تیل کی مالش کی تھوڑی دیر بعد پاؤں کی ورم ختم ہوگئی اور کچھ دیر بعد وہ شخص مسکراتا ہوا آیا اور امام علیہ السلام کو دعائیں دینے لگا کہ اللہ نے آپؑ کی دعا قبول فرمائی اور مجھے کامل الخلقت بیٹا عطا فرمایا۔(۱)

۱۔ بحار الانوار جلد ۱۰ ص ۹۲ روایت اسو ۹۰۔

حارثہؓ غمگین کیوں رہتے تھے؟

اسحاق بن عمار روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز صبح کے بعد ایک جوان کو دیکھا جس کی آنکھیں مسلسل شب بیداری کی وجہ سے سرخ تھیں اور اس کا سر کبھی دائیں کبھی بائیں حرکت کرتا اور اس کا چہرہ زرد تھا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **"کیف اصبحت یاحارثہ؟"** حارثہ! تو نے کیسے صبح کی؟"

اس نے کہا: **"اصبحت موقنا یارسول اللہ"** یارسول اللہؐ! میں نے حالت یقین میں صبح کی۔"

رسول خداؐ نے حارثہ کا جواب سن کر تعجب کیا اور فرمایا: "ہر یقین کی ایک حقیقت ہوتی ہے اور تمہارے یقین کی کیا حقیقت ہے؟"

اس نے عرض کی: "یقین نے رات کی نیند مجھ سے چھین لی ہے اور مجھے شب بیداری پر آمادہ کیا ہے اور یقین نے ہی سخت گرم دنوں میں مجھ سے روزے رکھائے اور یقین نے مجھے دنیا و مافیہا سے بے تعلق کر دیا ہے اور یقین کی بدولت میں اس مقام پر پہنچ چکا ہوں کہ میری نظر میں قیامت کا دن مجسم ہو کر ہر وقت سامنے رہتا ہے اور میں ہر وقت اپنی آنکھوں سے قیامت کو بپا دیکھتا ہوں کہ لوگ حساب کے لئے آمادہ ہیں اور میں ان کے درمیان اپنے آپ کو موجود پاتا ہوں۔ مجھے جنتی لوگ جنت کی نعمات سے لطف اندوز ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں اور وہ جنت کی تکیہ گاہوں پر تکیہ لگائے نظر آتے ہیں اور اہل دوزخ کو جہنم کے شعلوں میں فریاد کرتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ یارسول اللہؐ! دوزخ کے

شعلوں کی مہیب آوازیں ہر وقت مجھے سنائی دیتی ہیں۔"

فقال رسول اللهؐ لاصحابه: "هذا نور الله قلبه بالايمان."

حضرت رسول اللہؐ نے فرمایا: "اللہ نے اس کے دل کو نور ایمان سے منور فرمایا ہے۔"

پھر آپؐ نے جوان کو خطاب کر کے فرمایا "اس حال پر اپنے آپ کو ثابت رکھو۔"

جوان نے عرض کی: "یارسول اللہؐ! آپ میرے لئے شہادت کی دعا فرمائیں۔"

آپؐ نے اس کے لئے شہادت کی دعا فرمائی، آپؐ کی دعا قبول ہوئی، چند دنوں بعد ایک جنگ میں حارثہ نو افراد کے بعد شہید ہوا۔

جان دی ، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

خوف خدا گناہوں سے بچاتا ہے

ابوحمزہ ثمالی نے امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا "ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کے ہمراہ کشتی پر سوار ہوا، کشتی سمندر میں سفر کر رہی تھی کہ سخت آندھی آئی اور کشتی تختہ تختہ ہوگئی، کشتی پر سوار تمام مسافر سمندری لہروں میں ڈوب گئے بس ایک وہی عورت ایک تختہ پر سوار ہوگئی اور ہوا نے اسے ایک جزیرے پر لا کر ڈال دیا۔

وہ عورت تختہ سے اتر کر جزیرے میں آئی۔ اس جزیرے میں ایک

بحری قزاق بھی رہائش پذیر تھا۔

ایک دن قزاق جزیرے کی سیر کرتا ہوا اتفاقاً اس طرف آنکلا جہاں اکیلی عورت نے اپنی جھونپڑی بنائی ہوئی تھی۔ اس نے اکیلی عورت کو دیکھا تو اس کی نیت خراب ہوگئی اور اس نے عورت کو غیر شرعی کام کے لئے آمادہ کرنا چاہا تو عورت نے انکار کردیا۔ قزاق نے جبراً اس کی عصمت دری کرنی چاہی تو اس نے دیکھا کہ عورت بے چاری تھر تھر کانپ رہی ہے اور اس کا چہرہ ہلدی کی طرح زرد ہو چکا ہے۔

قزاق نے عورت سے پوچھا: "آخر تو اتنا خوفزدہ کیوں ہو رہی ہے؟"

عورت نے آسمان کی طرف اشارہ کر کے کہا: "مجھے اللہ کا خوف کھائے جاتا ہے اور خدا کی قسم میں نے آج تک غیر شرعی فعل انجام نہیں دیا۔"

عورت کی حالت نے اس بحری قزاق پر گہرا اثر ڈالا اور اس نے عورت سے معافی طلب کی اور کہا: "میری نالائقی کہ آج تک میں نے خوف خدا کو مد نظر نہیں رکھا۔" بعدازاں اس قزاق نے صدق دل سے توبہ کی اور تمام برائیاں چھوڑ دیں۔

ایک مرتبہ یہی جوان کہیں جارہا تھا۔ اتفاق سے ایک راہب بھی اس کا ہم سفر ہوا، دوپہر کا وقت تھا، گرمی بہت زیادہ تھی، بادسموم چل رہی تھی، راہب نے جوان سے کہا: "بھائی آپ دعا مانگیں اللہ تعالیٰ بادل بھیجے تاکہ ہم اس کے سائے میں یہ سفر طے کر سکیں اور اس گرمی سے نجات ملے۔"

جوان نے شرمندگی سے سر جھکا کر کہا: "میں ایک بدکار انسان ہوں، خدا کے نزدیک میری کوئی نیکی نہیں ہے، لہٰذا آپ دعا مانگیں۔"

راہب نے کہا: "بہتر ہے میں دعا مانگتا ہوں اور تم آمین کہو۔"

راہب نے دست دعا بلند کئے اور جوان نے آمین کہی۔ دعا نے فوراً اپنا اثر دکھایا، بادل کا ایک ٹکڑا ان کے سر پر سایہ فگن ہوگیا، کچھ دیر تک دونوں ساتھ چلتے رہے، پھر ایک دوراہے پر ان کے راستے جدا ہوئے، جوان ایک راستے پر چلا اور راہب دوسرے راستے پر ہولیا۔ بادل کا ٹکڑا جوان کے سر پر سایہ فگن ہوگیا اور راہب کے سر پر دھوپ چمکنے لگی۔

راہب نے جوان سے کہا: "اصل میں اللہ تعالیٰ نے تیری دعا قبول فرمائی تھی جبکہ میری دعا رد کردی گئی، تم نے ایسا کونسا نیک کام کیا ہے جس کی وجہ سے اللہ نے تمہاری دعا قبول فرمائی؟"

جوان نے اپنی تمام داستان من و عن بیان کی۔

راہب نے اس کی اس کی داستان سن کر کہا: "تیرے دل میں اللہ کا خوف پیدا ہوا اسی لئے اللہ نے تجھے توبہ کی توفیق عنایت کی، اللہ نے تیرے پچھلے گناہ معاف کئے ہیں، آئندہ محتاط رہنا۔(۱)

امام کی نصیحت کا انداز

اسحاق بن عمار ایک دولت مند شخص تھا۔ اس نے غریب شیعہ مؤمنین کو در سے دور رکھنے کے لئے ایک غلام کو اپنے دروازے پر کھڑا کردیا تھا اور اسے حکم دیا تھا کہ جو بھی ضرورت مند یہاں آئے اسے واپس لوٹا دے۔

ایک مرتبہ یہ شخص فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے مکہ گیا اور امام

۱۔ اصول کافی جلد ۲ ص ۷۰۔

جعفر صادق علیہ السلام بھی حج کے لئے مکہ آئے ہوئے تھے، وہ شخص زیارت امام کے لئے آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور امام علیہ السلام کو سلام کیا۔

امام علیہ السلام نے بڑی تنگ دلی سے اس کے سلام کا جواب دیا۔

اسحاق بن عمار نے کہا: "میں محسوس کرتا ہوں کہ آپؑ مجھ سے کبیدۂ خاطر ہیں، آخر اس کی کیا وجہ ہے؟"

امام علیہ السلام نے فرمایا: "اس لئے کہ تو مؤمنین سے کبیدۂ خاطر رہتا ہے۔"

اسحاق نے کہا: "مولا! خدا کی قسم میں ان کے حق اور ان کے اعتقاد کی حقیقت کو بخوبی جانتا ہوں لیکن میں ڈرتا ہوں کہ میری سخاوت کی شہرت ہو جائے اور لوگ میرے دروازے پر ہجوم نہ بنالیں۔"

امام علیہ السلام نے فرمایا: "کیا تجھے علم نہیں کہ جب دو مؤمن ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایک سو رحمتیں نازل کرتا ہے اور اس سو میں سے ننانوے رحمتیں اس کے حصے میں آتی ہیں جس کے ہاتھ میں زیادہ اخلاص ہوتا ہے۔

جب دو مؤمن فرط محبت کی وجہ سے ایک دوسرے کو بوسہ دیتے ہیں تو اس وقت ایک منادی ندا دے کر کہتا ہے کہ اللہ نے تمہارے گناہ معاف کردیئے۔

اور جب مؤمن ایک دوسرے سے درد دل بیان کرنے لگتے ہیں تو اس وقت کراماً کاتبین ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ انہیں علیحدگی کا ماحول فراہم کرو اور ان سے کچھ دیر کے لئے ہٹ جاؤ، خدا کو یہ پسند نہیں ہے کہ ہم ان کے

راز و نیاز میں شریک ہوں۔"

جب امام علیہ السلام نے یہ بات بیان فرمائی تو اسحاق بن عمار نے تعجب سے کہا. "مولا! بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ کراماً کاتبین ان کی گفتگو کو حیطہ تحریر میں نہ لائیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق بیان کیا ہے کہ "ما یلفظ من قول الالدیہ رقیب عتید" یعنی انسان جو بھی گفتگو کرتا ہے تو رقیب و عتید نامی دو فرشتے اس کی گفتگو کو محفوظ کر لیتے ہیں۔"

امام عالی مقام علیہ السلام نے یہ سن کر کچھ دیر تک سر جھکائے رکھا جب انہوں نے سر اٹھایا تو آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جاری تھی پھر فرمایا. "اسحاق! اگر کراماً کاتبین ان کی باتوں کو نہ سنیں اور نہ لکھیں تو حاضر و غائب کو جاننے والا خدا تو سنتا ہے اور جانتا ہے۔

اسحاق! خدا سے ڈر اور یہ سمجھ کہ تو گویا اس کو دیکھ رہا ہے اور اگر تمہیں شک ہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے یا نہیں تو پھر کافر ہو جائے گا اور خدا کے سامنے گناہ کرتے ہوئے انسان کو شرم آنی چاہئے اور اسے پست ترین دیکھنے والا نہیں سمجھنا چاہئے۔ تعالی اللہ عن ذلك علوا کبیرا۔ (۱)

جس نے عذاب آخرت پر آتش دنیا کو ترجیح دی

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک دن امیر المؤمنین علیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے آپؑ سے عرض کی "آقا! میں نے ایک لڑکے سے بدفعلی کی ہے آپؑ مجھے

۱۔ مجالس المومنین قاضی نور اللہ شوستری جلد ۱ ص ۳۸۱۔

پاک کریں۔"

آپؑ نے فرمایا: "واپس چلا جا ممکن ہے تو یہ الفاظ اختلال مزاج اور بدحواسی کی وجہ سے کہہ رہا ہو۔"

وہ شخص واپس چلا گیا۔ دوسرے دن وہ پھر آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "مولا! مجھے اس گناہ سے پاک کریں۔"

آپؑ نے اسے دوبارہ واپس کر دیا۔

وہ شخص تیسرے دن آیا اور وہی عرض کی، آپؑ نے پھر اسے واپس کیا۔

آخرکار وہ شخص چوتھے دن پھر آیا اور آپؑ سے پاک کرنے کی درخواست کی۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا؛ "پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجھ جیسے گنہگاروں کے لئے تین قسم کی سزائیں بیان فرمائیں ہیں ان میں سے تو ایک کا اپنے لئے انتخاب کر۔"

اس شخص نے عرض کی: "مولا! آپؑ وہ سزائیں بتلائیں، پھر میں ان میں سے ایک سزا کا انتخاب کروں گا۔"

آپؑ نے فرمایا: "وہ سزائیں یہ ہیں: (۱) تیری گردن پر تلوار کا وار کیا جائے وہ جہاں تک چلی جائے ٹھیک ہے۔ (۲) تیرے ہاتھ پاؤں باندھ کر پہاڑ کی چوٹی سے گرایا جائے۔ (۳) آگ جلا کر تجھے اس میں جلادیا جائے۔"

اس شخص نے عرض کی: "امیر المؤمنین! ان تینوں سزاؤں میں سے کونسی سزا زیادہ سخت ہے؟"

آپؑ نے فرمایا: "آگ میں جلنا سب سے زیادہ سخت ہے۔"

اس شخص نے کہا: "پھر میں آگ میں جلنے کو باقی دو سزاؤں پر ترجیح

دیتا ہوں۔"

آپؑ نے فرمایا: "پھر لکڑیاں جمع کر کے لاؤ۔"

اس شخص نے فوراً لکڑیاں لا کر حاضر کر دیں۔

پھر جوان نے دو رکعت نماز پڑھی، نماز سے فارغ ہو کر جوان نے دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے اور رو رو کر کہا: "پروردگار! تو بہتر جانتا ہے کہ مجھ سے کیسا گناہ سرزد ہوا ہے، میں تیرے پیغمبرؐ کے ابن عم کی خدمت میں آیا اور پاک کرنے کی درخواست کی، انہوں نے تین سزاؤں میں سے ایک کے انتخاب کا حکم دیا۔ پروردگار! میں نے اپنے لئے سخت ترین سزا کا انتخاب کیا ہے۔ خدایا! میں درخواست کرتا ہوں کہ تو اسے میرے گناہ کی مغفرت کا ذریعہ بنا اور قیامت کے دن آتش دوزخ میں مجھے نہ جلانا۔"

جوان اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کی آنکھوں سے سیلاب اشک رواں تھا۔

پھر وہ اس گڑھے میں جا کر بیٹھ گیا جو اس کے لئے بنایا گیا تھا اور اس کے چاروں اطراف میں آگ لگا دی گئی۔ آگ کے شعلے لمبی لمبی زبانیں نکالے اس کی جانب رواں تھے اور جوان رو رو کر خدا سے اپنے گناہ کی معافی طلب کر رہا تھا۔

منظر انتہائی جاں سوز تھا، ہر شخص اس کے گناہوں کی معافی کے لئے دعا مانگ رہا تھا۔ "فبکی امیرالمؤمنین علیه السلام و بکی اصحابه جمیعاً فقال له قم یا هذا فقد الكبيت ملائكة السماء و ملائكة الارض خان الله قدتاب علیك فقم ولا تعاودن شیئاً مما قد فعلت."

یہ رقت آمیز منظر دیکھ کر مولائے کائنات اور ان کے تمام اصحاب رونے لگے، مولائے کائنات نے فرمایا: "بندۂ خدا! اب اٹھ تو نے آسمان و زمین

کے ملائکہ کو رلا دیا، اللہ نے تیری توبہ قبول کرلی ہے، اب اس گڑھے سے اٹھ جا اور دوبارہ یہ غلطی کبھی نہ کرنا۔"(۱)

حضرت علیؑ کی راتیں کیسے گزرتی تھیں؟

حبہ عرنی کہتے ہیں کہ ایک رات میں اور نوف بن فضالہ بکالی امیرالمؤمنین علیہ السلام کے مکان کے آگے سوئے ہوئے تھے۔

رات کا ایک حصہ گزرا تو ہم نے دیکھا کہ امیرالمؤمنینؑ اپنے بیت الشرف سے برآمد ہوئے اور آپ حیران و پریشان شخص کی طرح سراسیمہ ہو کر "ان فی خلق السمٰوٰت والارض" کی تلاوت کر رہے تھے۔

مجھے خطاب کر کے آپؑ نے فرمایا: "حبہ! سو رہے ہو یا بیدار ہو؟"

میں نے عرض کی: "مولا! میں بیدار ہوں، آپؑ کا یہ حال ہے ہم کہاں جائیں اور کیا کریں؟"

اس وقت میں نے آپؑ کی جانب نظر کی تو آپؑ کی آنکھوں سے آنسوؤں سے سیلاب جاری تھا اور فرمایا: "یاحبة ! ان لله موقفا ولنابین یدیه موقفا لا یخفی علیه شیء من اعمالنا، یا حبة ان الله اقرب الی والیك من حبل الورید، یا حبة لا یحجبنی ولا ایاك عن الله شیء.

حبہ! اللہ نے حساب کے لئے ایک دن مقرر کیا ہے اور ہم نے اس دن اس کے حضور پیش ہونا ہے، ہمارا کوئی بھی عمل اس سے مخفی نہیں رہتا۔ حبہ سنو! خداوند تعالیٰ تیری اور میری رگ جان سے بھی زیادہ ہمارے قریب

۱۔ فروع کافی جلد ۷ ص ۲۰۷۔

ہے۔ حبہ یاد رکھو! کوئی چیز مجھے اور تجھے اللہ کی نظر سے چھپا نہیں سکتی۔"

بعدازاں آپؑ نے نوف کی طرف رخ کر کے فرمایا: "نوف! سوئے ہوئے ہو یا بیدار ہو؟"

نوف نے کہا: "مولا! میں جاگ رہا ہوں اور آج رات خوف خدا میں مجھے زیادہ رونا آرہا ہے۔"

امیرالمؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: "یانوف! بکائك فی هذه اللیلة مخافة الله قرت عیناك غدابین یدی الله عزوجل. یا نوف! انه لیس من قطرة قطرت من عین رجل من خشیة الله الاطفأت بحارا من النیران انه لیس من رجل اعظم منزلة عندالله تعالیٰ من رجل بکی من خشیة الله واحب فی الله وابغض فی الله.

نوف! اگر اس رات تو خوف خدا میں زیادہ رویا تو یہی رونا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے حضور میں تیری آنکھوں کی ٹھنڈک کا ذریعہ بن جائے گا۔

نوف! جب بھی کسی شخص کی آنکھ سے خوف خدا میں آنسوؤں کا ایک قطرہ ٹپکتا ہے تو وہ قطرہ آگ کے سمندروں کو بجھا دیتا ہے۔ اللہ کے نزدیک اس شخص سے بڑھ کر اور کسی کی قدرو منزلت نہیں ہے جو خوف خدا میں رویا اور خدا کے واسطے کسی سے محبت رکھی اور خدا کے واسطے کسی سے بغض رکھا، جو شخص خدا کی وجہ سے کسی سے محبت رکھتا ہے تو وہ خدا کی محبت پر کسی کو مقدم نہیں کرتا اور جو شخص ایسا کام کرتا ہے جس میں خدا کی ناراضگی ہو تو اس کام میں اسے بھلائی حاصل نہ ہوگی۔"

پھر آپؑ نے ان دونوں کو مخاطب کر کے فرمایا: "اس وقت تم نے

حقائق ایمان کی خصوصیت پر عمل کیا ہے، میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خدا سے ڈرتے رہا کرو۔"

پھر آپؑ اٹھ کر چل دیئے اور یہ کہہ رہے تھے: "لیت شعری فی غفلاتی امعرض انت عنی ام ناظرالی ولیت شعری فی طول منامی وقلة شکری فی نعمك علی ما حالی.

ہائے کاش مجھے علم ہو سکتا کہ میری غفلتوں کے وقت تو نے مجھ سے منہ پھیر لیا یا میری طرف دیکھ رہا ہے۔ کاش مجھے میری طویل نیند اور نعمات پر کم شکرگزاری کے متعلق معلوم ہو سکتا کہ تیرے ہاں میرا کیا حال ہے؟"

حبہ کہتے ہیں کہ امیرالمؤمنینؑ پوری رات اسی طرح سے سوزو گداز اور راز و نیاز میں مصروف رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔(۱)

نوف بکالی کی دوسری روایت

نوف بن فضالہ بکالی کہتے ہیں کہ میں نے ایک شب امیرالمؤمنین علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ فرش خواب سے اٹھے، ایک نظر ستاروں پر ڈالی، پھر فرمایا: "اے نوف! سوتے ہو یا جاگ رہے ہو؟"

میں نے کہا: "یا امیرالمؤمنینؑ جاگ رہا ہوں۔"

آپؑ نے فرمایا: "اے نوف! خوشا نصیب ان کے جنھوں نے زہد اختیار کیا اور ہمہ تن آخرت کی طرف متوجہ رہے، یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے زمین کو فرش، مٹی کو بستر اور پانی کو شربت خوش گوار قرار دیا، قرآن کو سینے

۱۔ الکنی جلد ۲ ص ۸۲۔

سے لگایا اور دعا کو سپر بنایا، پھر حضرت مسیح کی طرح دامن جھاڑ کر دنیا سے الگ تھلگ ہو گئے۔

اے نوف! داؤد علیہ السلام رات کے ایسے ہی حصے میں اٹھے اور فرمایا: "یہ وہ گھڑی ہے کہ جس میں بندہ جو بھی دعا مانگے مستجاب ہو گی، سوا اس شخص کے جو سرکاری ٹیکس وصول کرنے والا یا لوگوں کی برائیاں کرنے والا یا (کسی ظالم حکومت کی) پولیس میں ہو یا سارنگی ڈھول تاشہ بجانے والا ہو۔"(۱)

آخرت کی تیاری کر کے جائیں

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب امیر المؤمنین علیہ السلام کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد کی وفات ہوئی تو حضرت علیؑ روتے ہوئے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

رسول خداؐ نے پوچھا: "علیؑ کیا ہوا؟"

حضرت علیؑ نے عرض کی: "میری ماں دنیا سے رخصت ہوگئیں۔"

یہ سن کر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "وہ صرف تمہاری ماں نہیں تھیں وہ میری بھی ماں تھیں۔

آپؐ رو رو کر کہنے لگے: "امی جان! امی جان۔"

پھر آپؐ نے اپنا پیراہن اور ردا علیؑ کو دے کر فرمایا: "جاؤ ماں کو غسل دلاؤ اور کفن میں میرے یہ کپڑے پہناؤ۔"

جب جنازہ تیار ہوا تو آپؐ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور آپؐ نے

۱۔ نہج البلاغہ ج ۴ ص ۱۰۴۔

جنازہ میں وہ دعائیں پڑھیں جو آپؐ نے نہ تو اس سے پہلے اور نہ ہی اس کے بعد کسی کے جنازے میں پڑھی تھیں۔

چچی کو قبر میں داخل کرنے سے پہلے آپؐ خود قبر میں اترے اور کچھ دیر قبر میں لیٹے رہے، پھر آپؐ قبر سے باہر آئے تو انہیں قبر میں دفن کیا گیا۔

جب مخدومہ دفن ہوگئیں تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر پر بیٹھ کر چچی کو آواز دے کر کہا: "فاطمہ! بتاؤ جو تیرے رب نے تجھ سے وعدہ کیا تھا وہ درست تھا؟"

قبر سے بی بی کی آواز بلند ہوئی اور کہا: "بے شک درست تھا، خدا آپؐ کو اس کی بہترین جزا عطا کرے۔"

پھر آپؐ کافی دیر تک اپنی چچی اماں کی قبر پر بیٹھ کر مناجات میں مصروف رہے۔

جب آپؐ قبرستان سے باہر آئے تو صحابہ نے عرض کی: "یارسول اللہؐ! آج آپؐ نے اپنی چچی اماں کے جنازے کو جو اعزاز بخشا آج تک وہ کسی کو نہیں بخشا۔"

آپؐ نے فرمایا: "جی ہاں! میں نے اپنی چچی اماں کے کفن کے لئے اپنا قمیص اور ردا اس لئے دی کہ میں نے ایک دن اپنی چچی کے سامنے قیامت کے دن محشور ہونے کا ذکر کیا تھا تو وہ بہت متاثر ہوئی تھیں اور کہا تھا کہ افسوس میرا کیا ہوگا؟ اس لئے میں نے انہیں اپنے لباس کا کفن دیا ہے اور خدا سے درخواست کی ہے کہ یہ کفن قبر میں پرانا نہ ہو اور میری چچی اسی کفن میں قیامت کے دن محشور ہوں اور اسی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جائیں۔

میں اپنی چچی اماں کی قبر میں اس لئے جاکر لیٹا کہ ایک مرتبہ میں نے انہیں بتلایا تھا کہ جب میت قبر میں داخل ہوتی ہے تو دو فرشتے آکر اس سے سوال و جواب کرتے ہیں، یہ سن کر میری چچی اماں نے کہا تھا کہ میں اس دن کے لئے اپنے خدا سے پناہ مانگتی ہوں۔

اسی لئے میں خود ان کی قبر میں جاکر لیٹا اور لیٹ کر میں نے اللہ سے درخواست کی کہ وہ میری چچی کی قبر میں جنت کا دریچہ کھول دے اور جب جنت کا دریچہ کھل گیا تو پھر میں قبر سے باہر آیا اور بعدازاں چچی اماں کو قبر میں اتارا۔(۱)

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ جلد ۱ صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں:

"پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمہ بنت اسد کی قبر میں لیٹے تھے اور اپنے لباس کا انہیں کفن دیا تھا۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم نے آپؐ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا تھا: "ابوطالب کے بعد تمام لوگوں میں سے میری چچی میری زیادہ خیر خواہ تھیں، میں نے ان کے کفن کے لئے اپنا لباس اس لئے دیا کہ اس کی برکت سے وہ جنتی لباس پہنیں اور میں ان کی قبر میں خود اس لئے لیٹا تاکہ وہ فشار قبر سے محفوظ رہیں۔"

ابوبصیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب رقیہ دختر رسول مقبولؐ کی وفات ہوئی تو رسول خداؐ نے ان کی قبر پر کھڑے ہو کر آسمان کی جانب ہاتھ بلند کئے اور روتے رہے۔

۱۔ بحار الانوار جلد ۶ ص ۲۳۶۔

صحابہ کرام نے آپؐ سے پوچھا: "آپؐ ہاتھ آسمان کی جانب بلند کر کے کیوں روئے؟"

فقال انی سألت ربی ان یهب لی رقیة من ضغطة القبر.

آپؐ نے فرمایا: "میں نے اللہ سے درخواست کی کہ وہ میری بیٹی رقیہ کو فشار قبر سے محفوظ رکھے۔"(۱)

خوف خدا کی انتہا

جب قرآن مجید کی اس آیت کو جبرئیلؑ لے کر نازل ہوئے کہ: "**وان جهنم لموعدهم اجمعین لها سبعة ابواب لکل باب منهم جزء مقسوم.**

اور بے شک دوزخ ان سب کی وعدہ گاہ ہے جس کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازے کے لئے ایک تقسیم شدہ حصہ ہے۔"

جناب رسول خداؐ یہ آیت سن کر رونے لگے اور آپؐ کو روتا دیکھ کر صحابہ نے بھی رونا شروع کیا، کسی کو حضور اکرمؐ سے پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی۔

کچھ صحابہ نہ سوچا کہ جناب زہرا سلام اللہ علیہا رسول خداؐ کو سب سے پیاری ہیں اور رسول خداؐ کی نظر جب بھی اپنی بیٹی پر پڑتی ہے تو آپؐ مسرور ہو جاتے ہیں۔ یہ سوچ کر ایک صحابی کو روانہ کیا گیا کہ سیدۂ عالمیان کے ذریعے گریۂ رسولؐ کا سبب پوچھا جائے۔

۱۔ بحار الانوار جلد ۹ ص ۲۱۷۔

عرض مترجم: رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں کی تعداد میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض علماء انہیں حضرت خدیجہ کی بیٹیاں اور رسول کریمؐ کی ربیبہ کہتے ہیں اور بعض علماء انہیں ہالہ کی دختر بتاتے ہیں۔ اس کیلئے برصغیر کے محقق شیعہ علماء کی کتابوں کی جانب رجوع فرمائیں۔

صحابی حضرت سیدہؑ کے در اطہر پر آیا اور دیکھا کہ سیدہ چکی پیس رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں: "ما عنداللّٰہ خیر و ابقی" یعنی جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔"

صحابی نے سلام کیا اور نزول وحی اور گریہء پیغمبرؐ کا حال سیدہ کو سنایا۔

حضرت سیدہ اپنی جگہ سے اٹھیں اور آپؑ نے اپنی کہنہ چادر زیب سر فرمائی۔

سلمان فارسی نے سیدہ سلام اللہ علیہا کو اس عالم میں آتے دیکھا تو بے ساختہ رو دیئے اور اپنے آپ سے کہنے لگے: "قیصر و کسریٰ کی بیٹیاں زربفت و دیبا کے لباس پہنیں اور بنت پیغمبرؐ کے لئے ایک بوسیدہ ردا ہو جس پر بارہ مقامات پر برگ خرما کے پیوند لگے ہوئے ہیں۔"

حضرت زہراؑ خدمت پیغمبر اکرمؐ میں آئیں اور عرض کی: "بابا جان! سلمان میرے لباس کو دیکھ کر تعجب کرتا ہے حالانکہ پانچ سال سے ہمارے سونے کے لئے ایک بھیڑ کی کھال کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ دن کے وقت ہمارا اونٹ اس پر گھاس کھاتا ہے اور رات کے وقت ہم اسے بچھا لیتے ہیں اور ہمارا سرہانہ چمڑے کا ہے جس میں روئی کی جگہ لیف خرما بھری ہوئی ہے۔"

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "سلمان! میری بیٹی ان لوگوں میں سے ہے جو نیکی اور بندگی میں سبقت کرتے ہیں۔"

حضرت سیدہ نے عرض کی: "بابا جان! آپ کو کس چیز نے غمگین کیا ہے اور آپ کیوں رو رہے ہیں؟"

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "پیاری بیٹی! ابھی جبرئیلؑ یہ آیت لے کر آئے اور میں یہ آیت سن کر غمگین ہو گیا، پھر آپؐ نے

وہ آیت حضرت سیدہ کو سنائی۔"

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے یہ آیت سنی تو اتنی مضطرب ہوئیں کہ کھڑی نہ رہ سکیں اور زمین پر گریں اور فرمایا: "وہ کتنا بدنصیب ہے جو داخل دوزخ ہو۔"

سلمان نے کہا: "کاش میں گوسفند ہوتا اور لوگ مجھے ذبح کر کے کھا لیتے اور میری کھال کو پھاڑ ڈالتے اور میں نے دوزخ کا نام اپنے کانوں سے نہ سنا ہوتا۔"

ابوذرؓ نے کہا: "کاش کہ میری ماں نے مجھے نہ جنا ہوتا اور جہنم کا نام نہ سنتا۔"

مقدادؓ نے کہا: "کاش میں پرندہ ہوتا اور بیابان میں زندگی بسر کرتا اور میرا حساب و کتاب نہ ہوتا اور میں نے دوزخ کا نام نہ سنا ہوتا۔"

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: "کاش! میں پیدا نہ ہوتا اور دوزخ کا نام نہ سنا ہوتا۔

پھر آپؑ نے رو رو کر کہا: "وابعد سفراہ واقلہ تزاداہ فی سفر القیامۃ یذھبون فی النار ویخلفون مرضی لایعاد سقیمھم وجرحی لایداوی جریحھم واسری لایفك اسرھم من النار یاکلون ومنھا یشربون وبین اطباقھا یتقلبون ..... الخ

ہائے سفر طویل ہے اور زاد راہ کم ہے، گناہگار جہنم میں جائیں گے اور وہاں بیمار ہوں گے تو ان کی بیمار پرسی نہیں کی جائے گی اور وہ ایسے زخمی ہوں گے جن کا مداوا نہیں کیا جائے گا اور ایسے قیدی ہوں گے جن کی قید رہا نہیں

ہو گی، ان کی غذا آگ ہو گی اور آگ جیسا کھولتا ہوا پانی پئیں گے اور آگ کے طبقات میں الٹتے پلٹتے رہیں گے۔(۱)

خدا کی رحمت ملاحظہ کریں

علامہ طبرسیؒ احتجاج میں تحریر کرتے ہیں کہ ابو جہل مشرکین مکہ کا ایک نمائندہ وفد لے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور آپؐ سے کہا: "آپؐ کہا کرتے ہیں کہ قوم موسیٰؑ نے اللہ کو دیکھنے کا مطالبہ کیا تھا تو ان پر بجلی گری تھی اور وہ جل کر ہلاک ہوئے تھے، اگر آپؐ بالفرض موسیٰؑ کی طرح سچے نبی ہیں تو آپؐ بھی اللہ سے درخواست کریں کہ وہ ہم پر قوم موسیٰؑ کی طرح بجلیاں گرائے، موسیٰؑ کی قوم موسیٰؑ پر ایمان لاچکی تھی جبکہ ہم آپؐ پر ایمان بھی تو نہیں لائے، اسی لئے ہم پر بدرجہء اولیٰ بجلیاں گرنی چاہئیں۔"

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"ابو جہل کیا تو نے داستان ابراہیمؑ کبھی نہیں سنی؟

حضرت ابراہیمؑ کے لئے زمین و آسمان کے حجاب ہٹا دیئے گئے اور انہیں آسمان پر لے جایا گیا تو انہوں نے ایک مرد و عورت کو غیر شرعی فعل سرانجام دیتے ہوئے ملاحظہ کیا۔ آپؑ نے انہیں بددعا دی وہ اسی وقت ہلاک ہوگئے۔

پھر ابراہیمؑ نے ایک اور مقام پر یہی منظر دیکھا تو انہیں بددعا دی وہ بھی فوراً ہلاک ہوگئے۔

۱۔ بحار انوار جلد ۱۰ ص ۲۶۔

پھر آپؑ نے تیسرے جوڑے کو غیر شرعی فعل کرتے ہوئے دیکھا تو آپؑ نے انہیں بھی بددعا کی وہ جوڑا بھی فوراً ہلاک ہوگیا۔

آپؑ نے چوتھے جوڑے کو بدکاری کرتے ہوئے دیکھا بددعا دینے کا ارادہ فرمارہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی ندا آئی: "اے ابراہیمؑ! میری کتنی مخلوق کو مارو گے؟ میرے بندوں کو اپنی بددعا سے بچا، میں غفور الرحیم اور جبار و حلیم ہوں، میں تو اپنی مخلوق کو گناہ کرتے ہوئے دیکھتا رہتا ہوں مگر میں انہیں فوراً تباہ و برباد نہیں کرتا۔

اپنی زبان کو بددعا دینے سے دور رکھو، میں نے تمہیں تبلیغ دین کے لئے مبعوث کیا ہے تو نہ تم میری مملکت میں میرے شریک ہو اور نہ ہی مجھ پر تمہارا حکم چلتا ہے۔

میرے بندے تین حال سے خالی نہیں:

(۱) وہ گناہ کرتے ہیں اور میں انہیں سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا اگر وہ توبہ کرلیں تو میں ان کے گناہ معاف کردیتا ہوں اور ان کی پردہ پوشی بھی کرتا ہوں۔

(۲) بعض نافرمانوں کو میں اس لئے مہلت دیتا ہوں کہ ان کی صلب میں سے کسی مؤمن نے پیدا ہونا ہوتا ہے جب تک ان کی صلب سے نکل کر مؤمن زمین پر قدم نہ رکھے میں انہیں سزا نہیں دیتا، جب مؤمن پیدا ہو جائیں تو بعد میں انہیں مہلت نہیں دیتا۔ اگر یہ دو اسباب (توبہ و مؤمن اولاد) نہ ہوتے تو میرا عذاب تیری بددعا سے زیادہ سخت ہوتا۔

(۳) بعض لوگوں کو میں اس لئے مہلت دیتا ہوں کہ وہ کھل کر گناہ کرلیں اور جب میں انہیں گناہوں کی وجہ سے پکڑتا ہوں تو انہیں مجھ سے نجات دلانے والا کوئی نہیں ہوتا۔

اس لئے ابوالحکم میرے بندوں کا حساب مجھ سے ہی مربوط رہنے دو، میں علیم و حکیم ہوں، تم میری قضا و قدر میں مداخلت نہ کرو۔"

پھر پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: "ابوجہل خدا نے اس وقت تجھے مہلت دی ہوئی ہے، تیری پشت سے عکرمہ پیدا ہوگا جو مسلمانوں کے لئے کچھ کارآمد ہوگا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اب تک تجھ پر اللہ کا عذاب نازل ہو چکا ہوتا اور قریش کے باقی افراد کو اللہ اس لئے مہلت دے رہا ہے کہ عنقریب یہ اسلام قبول کریں گے، اللہ تعالیٰ ان کے موجودہ کفر کی وجہ سے انہیں مستقبل کی سعادت سے محروم نہیں رکھنا چاہتا، اگر ایسا نہ ہوتا تو تم سب پر کبھی کا عذاب آچکا ہوتا۔(۱)

رحمت خداوندی کی وسعت

سلیمان بن خالد کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے یہ آیت پڑھی: "الامن تاب و امن و عمل صالحاً فاولئك يبدل الله سياتهم حسنات. یعنی سوائے اس کے جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک کام کرے تو اللہ ان کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے گا۔"

امام علیہ السلام نے یہ آیت سن کر فرمایا: "یہ آیت تمہارے لئے

۱۔ احتجاج طبرسی ص ۱۸۔

ہے۔ قیامت کے دن بندۂ مؤمن کو خداوند عالم کے حضور پیش کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی ایک ایک غلطی سنائے گا کہ تو نے فلاں دن فلاں وقت یہ غلطی کی تھی اور فلاں وقت یہ غلطی کی تھی۔

وہ تسلیم کرے گا کہ بے شک مجھ سے یہ غلطیاں سرزد ہوئی تھیں۔

اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "اے میرے بندے! میں نے اس دنیا میں تیری پردہ پوشی کی تھی اور آج تیرے گناہ معاف کرتا ہوں۔"

پھر اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا کہ اس کی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کردو۔ اس کی برائیاں نیکیوں میں بدل جائیں گی۔ لوگ اس کے نامہء اعمال کو دیکھیں گے تو اس میں کوئی برائی انہیں نظر نہیں آئے گی اور وہ تعجب سے کہیں گے کہ اس کے نامہء اعمال کو دیکھو جس میں کوئی غلطی نہیں ہے۔ چنانچہ **"فاولئك يبدل الله سياتهم حسنات"** کا مفہوم یہی ہے۔(۱)

چند روایات

عن الهيثم بن واقد قال: سمعت اباعبداللهؑ يقول: من خاف الله اخاف الله منه كل شيء و من لم يخف الله اخافه الله من كل شيء.

عن ابی عبدالله قال قلت له قوم يعملون بالمعاصی ويقولون نرجو فلا يزالون كذلك حتى يأتيهم الموت فقال هؤلآء قوم يترجحون في الامانی كذبوا ليسوا براجين ان من رجا شيأ طلبه و من خاف من شيء هرب منه.

"اصول کافی ج ۲ ص ۶۸"

۱۔ بحار الانوار جلد ۷ ص ۲۸۸۔

ہیثم بن داؤد کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو کہتے ہوئے سنا جو خدا سے ڈرے خدا ہر چیز کو اس سے ڈراتا ہے اور جو خدا سے نہ ڈرے تو اللہ اسے ہر چیز سے ڈراتا ہے۔

ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو گناہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں خدا کی رحمت کی امید ہے۔ وہ پوری زندگی اسی طرح سے گناہ کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ انہیں موت آجاتی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: "ان کی آرزوؤں نے انہیں راہ راست سے منحرف کیا ہوا ہے، یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں، یہ خدا کی رحمت کے امیدوار نہیں ہیں کیونکہ جو کسی چیز کی امید کرتا ہے تو اسے طلب کرتا ہے اور جو کسی چیز سے ڈرتا ہے وہ اس سے بھاگتا ہے۔"

قال ابو عبداللهؑ: ان من العبادة شدة الخوف من الله عزوحل يقول الله "انما يخشى الله من عباده العلمآء" وقال جل ثناؤه "فلا تخشوا الناس واخشون" وقال تبارك و تعالىٰ من يتق الله يجعل له مخرجا و يرزقه من حيث لا يحتسب" قال ابوعبداللهؑ ان حب الشرف و الذكر لايكونان فى قلب الخائف الراهب.

"اصول کافی ج ۲ ص ۶۹"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "خداوند عالم کا سخت خوف رکھنا عبادت کا اہم حصہ ہے۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اہل علم ہی اللہ کے بندوں میں سے اللہ سے ڈرتے ہیں۔" اور پروردگار عالم نے فرمایا: "لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے

ڈرو۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "جو اللہ سے ڈرے تو اللہ اس کے لئے مشکل سے نکلنے کا راستہ بنادے گا اور اسے وہاں سے رزق دے گا جس کا اسے گمان تک نہ ہو گا۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "ریاست و شہرت کی طلب خدا کا خوف رکھنے والے پارسا شخص کے دل میں جمع نہیں ہوتیں۔"

عن ابى عبداللهؑ فى قول الله عزوجل "ولمن خاف مقام ربه جنتان" قال من علم ان الله يراه ويسمع مايقول ويعلم مايعمله من خير اوشر فيحجزه ذلك عن القبيح من الاعمال، فذلك الذى خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى.

عن ابى عبدالله ايضا قال: المؤمن بين مخافتين ذنب قدمضى لايدرى ماصنع الله فيه و عمر قد بقي لا يدرى مايكتسب فيه من المهالك فهو لا يصبح الاخائفا ولا يصلحه الاالخوف.

"اصول کافی ج ۲ ص ۷۰، ۷۱"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے "ولمن خاف مقام ربہ جنتان" کی آیت مجیدہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: "جس شخص کو یہ علم ہو کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے اور اس کی ہر بات سن رہا ہے اور جو کچھ وہ نیکی اور برائی کرتا ہے اسے خدا جانتا ہے، تو وہ شخص برے اعمال سے رک جائے تو یہ شخص ان لوگوں میں شامل ہے جنہوں نے مقام خدا کا خوف کیا اور خواہشات سے نفس کو روکا۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "مؤمن ہمیشہ دو قسم کے خوف میں مبتلا رہتا ہے، وہ گناہ جو سرزد ہو چکا ہے جس کے متعلق اسے کوئی علم نہیں کہ خدا

نے اس کے متعلق کیا کیا اور باقی رہنے والی عمر کے متعلق اسے ہمیشہ یہ خوف طاری رہتا ہے کہ خدا جانے آئندہ زندگی میں اس سے کیا کچھ سرزد ہو جائے اسی لئے وہ مستقبل کے خوف میں مبتلا رہتا ہے اسی وجہ سے وہ صبح کرتا ہے تو خوف زدہ ہو کر کرتا ہے اور اس کی اصلاح بھی اسی خوف سے ہی ممکن ہے۔"

قال رجل لرسول اللهؐ قول الله تعالیٰ والذین یؤتون ماآتوا وقلوبهم وجلة انهم الی ربهم راجعون یعنی بذلك الرجل الذی یزنی ویسرق ویشرب الخمر وهو خائف قال ولكن الرجل الذی یصلی ویصوم و یتصدق وهو مع ذلك یخاف ان لا یقبل منه.

"ارشاد القلوب ص ۱۴۳"

ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: "اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وہ جو کچھ بھی کرتے ہیں تو ان کے دل خوف زدہ ہوتے ہیں کہ انہیں اللہ کے حضور رجوع کرنا ہے۔ تو کیا اس آیت سے ایسے افراد مراد ہیں جو زنا اور چوری اور شراب نوشی کریں تو انہیں خدا کا خوف طاری رہتا ہے؟"

آپؐ نے فرمایا: "نہیں! اس سے وہ شخص مقصود ہے جو نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور صدقہ دے اور اس کے ساتھ اسے یہ خوف ہو کہ اس کا یہ عمل قبول بھی ہوتا ہے یا نہیں؟"

عن ابی عبداللهؑ قال کان ابیؑ یقول انه لیس من عبد مؤمن الاوفی قلبه نوران نور خیفة و نور رجاء لو وزن هذا لم یزد علی هذا ولو وزن هذا لم یزد علی هذا.

"اصول کافی ج ۲ ص ۷۱"

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: "میرے والد کہا کرتے تھے کہ ہر مؤمن کے دل میں دو نور ہوتے ہیں، خوف کا نور اور امید کا نور۔ اگر اس کا اس کے ساتھ وزن کیا جائے تو دونوں برابر ہوں گے ان میں سے کوئی بھی دوسرے زیادہ نہ ہوگا۔"

باب نہم

توبہ و استغفار

وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ و یعفوا عن السیأت. (القرآن)

"اور وہ وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور برائیوں کو معاف کرتا ہے۔"

ویا قوم استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ یرسل السماء علیکم مدرارا (القرآن)

"اور اے میری قوم! اپنے رب سے استغفار کرو اور اس کے حضور توبہ کرو اللہ تم پر موسلادھار بارش برسائے گا۔"

شیطان اور توبہ

وہب سے منقول ہے کہ ایک دن شیطان حضرت یحییٰ علیہ السلام کے سامنے ظاہر ہوا اور کہنے لگا: "میں آپؑ کو نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔"

حضرت یحییٰؑ نے فرمایا: "مجھے تیری نصیحت کی کوئی ضرورت نہیں۔ البتہ مجھے لوگوں کی حالت اور ان کے طبقات کے متعلق بتا۔"

شیطان نے کہا: "ہماری نظر میں بنی آدم کی تین اقسام ہیں:

۱۔ ایک گروہ آپؑ کی طرح معصوم ہے۔ ہم ان سے مایوس ہیں اور ہمیں علم ہے کہ وہ ہمارے کسی بھی بچھائے ہوئے جال میں نہیں پھنسیں گے ہمیں ان کے لئے تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۲۔ ایک گروہ آپؑ کے بالکل متضاد ہے۔ اس گروہ کی حیثیت ہماری نظر میں وہی ہے جو گیند کی بچہ کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ ہم انہیں گیند کی طرح جہاں چاہیں لڑھکا دیں۔ انہوں نے ہمارے سامنے کبھی مزاحمت نہیں کی۔

۳۔ تیسرا طبقہ ہمارے لئے ان مذکورہ ہر دو طبقوں سے زیادہ تھکا دینے والا ہے۔ اس طبقہ میں سے ہم ایک شخص پر نظر رکھتے ہیں۔ بڑی مشکل سے وہ ہمارے دام میں پھنستا ہے اور ایک دو قدم ہمارے ساتھ چلتا ہے پھر فوراً اس پر خوف خدا طاری ہو جاتا ہے اور وہ توبہ و استغفار میں لگ جاتا ہے اور یوں ہماری تمام محنت اکارت ہو جاتی ہے۔ ہم اسے دوسری مرتبہ اپنے جال میں پھنساتے ہیں مگر وہ ہمارے تصرف میں آنے کے بعد پھر توبہ و استغفار کرنے لگ جاتا ہے۔ درحقیقت یہ طبقہ ہمارے لئے سردردی کا موجب ہے۔ اس گروہ سے ہم نہ تو مایوس ہیں اور نہ ہی پر امید ہیں۔ اس طبقہ نے ہماری تکلیف کو دو چند کر رکھا ہے۔(۱)

۱۔ خزائن نراقی ص ۳۶۸۔

توبہ سے خدا کتنا خوش ہوتا ہے؟

پوچھا گیا کہ مؤمن کی توبہ سے اللہ کتنا خوش ہوتا ہے؟

جواب دیا گیا کہ ایک شخص قافلے کے ہمراہ کہیں جارہا تھا کہ اس کا اونٹ گم ہوگیا۔ وہ شخص اونٹ کو تلاش کرنے لگا۔

تلاش کرتے کرتے رات ہوگئی اور اس شخص کی طرف سے مایوس ہو کر قافلہ آگے چلا گیا اور اس شخص کو اونٹ نہ ملا۔

آخر کار وہ شخص بصد حسرت قافلہ کے پڑاؤ پر آیا۔

یہاں آکر دیکھا تو قافلہ جاچکا تھا۔ اس کے پاس خوردو نوش کا بھی کوئی سامان نہ تھا۔ وہ سر جھکا کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ آج رات میں صحرائی جانوروں کی غذا بن جاؤں گا۔

اتنے میں ایک شخص اس کے اونٹ کی مہار پکڑے اس کے پاس آیا اور کہا: "اٹھو سوار ہو جاؤ اور میں تمہیں قافلہ تک پہنچا آتا ہوں۔"

تو وہ شخص کتنا خوش ہوگا؟

بتایا گیا کہ اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں ہوگی۔

آپ نے فرمایا: "جب کوئی مؤمن توبہ کرتا ہے تو اللہ کو اس شخص سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے۔"(۱)

۱۔ انوار النعمانیہ ص ۸۸۔

بشر حافی کی توبہ

ایک مرتبہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بغداد شہر سے گزر رہے تھے کہ ان کا گزر بشر کے گھر سے ہوا، بشر کے گھر سے گانے بجانے کی آوازیں آرہی تھیں، معلوم ہوتا تھا کہ گھر میں موسیقی زور و شور سے جاری ہے۔

اسی اثناء میں بشر کی ایک کنیز کوڑا کرکٹ ڈالنے کے لئے گھر سے باہر آئی۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اس کنیز سے دریافت فرمایا: "یہ کس کا گھر ہے؟"

کنیز نے کہا: "گھر کے مالک کا نام بشر ہے۔"

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے دریافت فرمایا: "گھر کا مالک آزاد ہے یا غلام ہے؟"

کنیز نے کہا: "میرا آقا آزاد ہے۔"

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: "واقعی تو نے درست کہا ہے، اگر وہ کسی کا غلام ہوتا تو اسے اپنے آقا کا خوف ہوتا۔"

کنیز واپس آئی، بشر شراب کی محفل سجائے بیٹھا تھا، اس نے کنیز سے پوچھا: "تم نے اتنی دیر کیوں لگائی؟"

کنیز نے جواب دیا: "میں باہر گئی تو ایک نورانی شکل و صورت والا بزرگ یہاں سے گزر رہا تھا اس نے مجھ سے پوچھا کہ اس گھر کا مالک بندہ ہے یا آزاد ہے؟"

میں نے انہیں بتایا کہ آزاد ہے۔

انہوں نے کہا: "واقعی اگر وہ کسی کا بندہ ہوتا تو آداب زندگی بجالاتا اور اسے اپنے آقا کا خوف ہوتا۔"

یہ الفاظ سن کر بشر سر تاپا کانپ گیا اور برہنہ پا گھر سے نکلا اور اس بزرگوار کی تلاش شروع کی، جلد ہی اس کی ملاقات امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ہوگئی اور عرض کی۔ "آقا! واقعی میں اب تک آزاد تھا لیکن اب غلام بننا چاہتا ہوں۔"

پھر اس نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ہاتھ پر توبہ کی اور پوری زندگی زہد و تقویٰ میں بسر کردی۔

بشر نے برہنہ پا امام عالی مقام کے ہاتھ پر توبہ کی تھی، اسی لئے اس نے پوری زندگی کبھی جوتا نہ پہنا اور پوری زندگی برہنہ پا رہ کر بسر کردی، اسی وجہ سے اس کا لقب "حافی" مشہور ہوگیا، لوگ جب بھی اس کا نام لیتے تو اسے بشر حافی کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

عربی زبان میں "حافی" پابرہنہ شخص کو کہا جاتا ہے۔(۱)

ڈاکو سے ولی

فضیل بن عیاض ایک مشہور ڈاکو تھا، اس نے اپنا ایک گروہ تشکیل دیا ہوا تھا۔ قافلوں کو لوٹنا اس کا محبوب مشغلہ تھا اور اس نے اپنی زندگی کا ایک حصہ ڈاکہ زنی میں صرف کیا تھا۔ لوگ اس کا نام سن کر کانپ اٹھتے تھے اور ہمیشہ اس کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ فضیل نے ایک

۱۔ روضات الجنات ص ۲۳۲۔

عورت سے بھی دوستی کی ہوئی تھی۔

ایک مرتبہ وہ اپنی محبوبہ سے ملنے کے لئے گیا اور وہ اس کے مکان کی دیوار پر چڑھا، دیوار پھاندنا چاہتا تھا کہ اس کے کانوں میں ایک قاری قرآن کی صدا آئی اور قاری نے یہ آیت پڑھی۔ "الم أأن للذين امنوا ان تخشع قلوبهم لذكر الله. کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا، جب ان کے دل اللہ کی یاد کے لئے خشوع پیدا کریں؟"

آیت نے فضیل پر اثر مرتب کیا اور اس کا رواں رواں کانپ گیا اور اسے آیت مجیدہ کے الفاظ اپنے دل میں اترتے ہوئے محسوس ہوئے اور اسے یوں لگا جیسے اللہ تعالیٰ اس آیت کے ذریعے براہ راست اس سے خطاب کر رہا ہے۔

فوراً دیوار سے نیچے اترا اور گردن جھکا کر کہا: "یارب ان" پروردگار! وقت آگیا ہے۔"

غسل کیا مسجد میں آیا، خدا کے حضور توبہ کی اور رو رو کر گناہوں کی معافی طلب کی اور آئندہ کے لئے توفیق ایزدی کی درخواست کی۔ پھر مسجد سے نکل کر ایک ویرانہ میں گیا۔ اتفاق سے وہاں چند افراد بیٹھے تھے اور آپس میں کہہ رہے تھے۔ "ہم فضیل کے شر سے کیسے نجات پائیں گے؟ اگر ہم آگے چلے تو یقیناً وہ بدبخت ہمیں لوٹ لے گا۔"

قافلہ والوں کی یہ گفتگو سن کر فضیل نے اپنے آپ سے کہا: "میں کتنا بدبخت اور بدنصیب ہوں کہ اللہ کی مخلوق کو ہر وقت میرے شر سے بچنے کی فکر ہے۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور کارواں والوں کے پاس جاکر کہا: "بھائی آپ مطمئن

ہو کر سفر کریں، آپ کو فضیل سے کوئی شکوہ نہیں ہوگا، میں فضیل ہوں اور میں نے توبہ کرلی ہے آئندہ کسی کو مجھ سے شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔(۱)

حقیقی توبہ کا ایک نمونہ

جنگ تبوک درپیش ہوئی۔ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو جنگ کی ترغیب دی۔ آخرالامر حضور کریمؐ اپنے ساتھ لشکر لے کر چلے گئے۔ اکثر منافق مختلف حیلوں بہانوں سے مدینہ میں رہ گئے۔ تین افراد جو کہ منافق نہ تھے وہ بھی لشکر اسلام میں جانے سے رہ گئے۔ ان میں سے ایک کا نام کعب بن مالک تھا۔

کعب کہتا ہے کہ میرے پاس جنگ تبوک میں شرکت نہ کرنے کا کوئی شرعی عذر نہیں تھا، ان دنوں سفر کرنے کی مجھ میں جتنی طاقت تھی اس سے پہلے کبھی حاصل نہ تھی، میرے پاس سواری بھی تھی اور سفر خرچ بھی تھا اور گھر میں متعلقین بھی ہر طرح خیریت سے تھے۔

حضور اکرمؐ روانہ ہوئے تو میں روزانہ اپنے آپ سے کہتا تھا کہ میں کل یہاں سے روانگی اختیار کروں گا، غرضیکہ آج اور کل کرتے کرتے کافی وقت گزر گیا اور یوں اس سستی کی وجہ سے میں رہ گیا۔ میری ملاقات ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع سے ہوئی وہ بھی میری طرح سے پیچھے رہ گئے تھے۔ ہم تینوں جنگ میں شرکت نہ کرنے پر شرمندہ اور پریشان تھے۔

ایک دن ہم نے سنا کہ رسول مقبولؐ اپنی فوج کے ساتھ مدینہ

۱۔ روضات الجنات لفظ فضیل

تشریف لا رہے ہیں، ہم حضور اکرمؐ کے استقبال کے لئے گئے اور ہماری طرح سے جو منافق پیچھے رہ گئے تھے وہ بھی استقبال پیغمبرؐ کے لئے جمع ہوئے۔

رسول کریمؐ نے ہر ایک سے پیچھے رہنے کی وجہ دریافت کی تو منافقین نے خوب حیلے بہانے بیان کئے، جب میری باری آئی تو آپؐ نے مجھ سے شرکت نہ کرنے کی وجہ پوچھی تو میں نے کہا: "یارسول اللہؐ! اگر کوئی اور مجھ سے اس طرح کا سوال کرتا تو میں بھی یقیناً حیلے بہانے بناتا لیکن آپؐ اللہ کے رسول ہیں میں آپؐ کے سامنے ہرگز جھوٹ نہیں بولوں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے پاس لشکر میں شرکت نہ کرنے کا کوئی بھی شرعی عذر موجود نہیں تھا، میں روانگی کے لئے جملہ وسائل سے مالامال تھا، پھر بھی میں آج اور کل کرتا رہا اور یوں اس سعادت سے محروم رہ گیا اور میرے دو ساتھیوں ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع نے بھی یہی جواب دیا۔"

رسول کریمؐ نے ہم سے بات نہ کی، پھر ہم نے باقی لشکر والوں کو سلام کیا تو انہوں نے بھی ہمیں سلام کا جواب نہ دیا۔

ہمارے خاندان والوں کو رسول مقبولؐ کے اس طرز عمل کا علم ہوا تو انہوں نے بھی ہم سے قطع تعلق کرلیا اور ہم سے بولنا چھوڑ دیا۔

ہمارے لئے ایک عجیب صورتحال پیدا ہوگئی، ہم مسجد میں جاتے تو کوئی بھی شخص ہم سے گفتگو نہ کرتا اور ہماری باتوں کا جواب نہ دیتا۔

ہماری بیویاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: "یارسول اللہؐ! ہم نے سنا ہے کہ آپؐ نے ہمارے خاوندوں سے قطع تعلق کرلیا ہے، اب ہمارے لئے آپؐ کا کیا حکم ہے کیا ہم

ان سے جدا ہو جائیں؟"

حضور اکرمؐ نے فرمایا: "تم ان سے کنارہ کشی نہ کرو البتہ ان سے جنسی تعلقات قائم نہ رکھو۔"

یہ حالات دیکھ کر کعب نے اپنے دوستوں سے کہا: "ہم سے پورے مدینہ میں کوئی گفتگو نہیں کرتا، ہماری بیویاں تک ہم سے روٹھ چکی ہیں، ہمارے رشتہ دار ہم سے بولنے کے روادار نہیں رہے، اندریں حالات ہمارا گھروں میں رہنا بے فائدہ ہے، شہر سے باہر بیابان میں نکل جائیں اور اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور جب تک اللہ ہمیں معاف نہ کرے واپس اپنے گھروں کو نہ لوٹیں۔

پھر ہم مدینہ کے باہر ایک پہاڑ پر چلے گئے اور دن رات رو رو کر اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہے مگر رحمت الٰہی جنبش میں نہ آئی اور ہمیں اپنے دامن عفو میں نہ لیا۔

جب اس عالم میں کئی دن گزر گئے تو میں نے اپنے باقی دو ساتھیوں سے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ اب ہم آپس میں بھی بولنا بند کر دیں اور علیحدہ علیحدہ ہو کر اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔

پھر یہ تینوں دوست ایک دوسرے سے جدا ہوگئے اور علیحدہ علیحدہ سمتوں میں جا کر بیٹھ گئے۔

تین دن اسی حالت میں گزر گئے۔ چوتھی رات رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زوجہ ام سلمہ کے گھر میں تھے کہ نصف شب کے وقت یہ آیت آپؐ پر نازل ہوئی: "لقد تاب اللہ علی النبی والمھاجرین و الانصار

الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرہ من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منھم ثم تاب علیھم انہ بھم رؤف رحیم و علی الثلاثۃ الذین خلفوا حتی اذا ضاقت علیھم الارض بما رحبت و ضاقت علیھم انفسھم و ظنوا ان لا ملجا من اللہ الا الیہ ثم تاب علیھم یتوبوا ان اللہ ھو التواب الرحیم.

بے شک اللہ نے نبی کی طرف رجوع کیا اور ان مہاجرین و انصار کی توبہ قبول کی جنہوں نے مشکل وقت میں ان کی اتباع کی جبکہ ایک فریق کا دل ٹیڑھا ہونے کے قریب پہنچ چکا تھا، بے شک اللہ ان کے لئے مہربان اور رحم کرنے والا ہے اور ان کے علاوہ اللہ نے ان تین افراد کی توبہ بھی قبول کی جو پیچھے رہ گئے تھے۔ یہاں تک جب ان پر زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہوگئی اور غم و اندوہ کی وجہ سے وہ تنگ دل ہوگئے اور انہیں یقین ہوگیا کہ خدا کے علاوہ خدا سے بھاگ کر کہیں پناہ نہیں مل سکتی، پھر ان کی توبہ قبول کی تاکہ اور مؤمن توبہ کریں، بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔"(۱)

توبہ کا ایک اور نمونہ

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میرا ایک ہمسایہ تھا جو کہ سلاطین کا مقرب تھا اور اس نے حرام کمائی سے کافی دولت جمع کی ہوئی تھی۔ اس کے پاس چند خوش آواز کنیزیں تھیں اور ہر وقت اس کے گھر میں محفل موسیقی جمی رہتی تھی اور دسترخوان پر شراب و کباب سجا رہتا تھا۔

میں اس کی ان محافل سے بہت تنگ ہوتا تھا اور میں نے اسے کئی بار نصیحت کی

۱۔ تفسیر البرہان ج ۲ ص ۱۳۲، مجمع البیان۔

لیکن وہ میری نصیحت پر عمل پیرا نہ ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ میں نے زیادہ اصرار کیا تو اس نے کہا: "تو بخوبی جانتا ہے کہ میں اپنے حرص و ہوا کا قیدی ہوں اور میں ابلیس کے ہاتھوں اسیر ہوں، لیکن تو ابلیسی پھندے سے آزاد ہے میرے متعلق اپنے امام کو جا کر کہو ممکن ہے تمہارے ذریعے سے میں اپنے نفس کی غلامی سے آزاد ہو جاؤں۔"

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ہمسائے کی بات کو ذہن میں رکھا، کچھ عرصے بعد میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے ہمسائے کی داستان انہیں سنائی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "اب جب تو واپس کوفہ جائے تو لوگ تجھے ملنے کے لئے آئیں اور اگر تیرا ہمسایہ بھی تجھے ملنے آئے تو اس سے کہنا کہ جعفر بن محمد کہتے تھے کہ اگر تو غلط کام چھوڑ دے تو میں تیری جنت کا ضامن ہوں۔"

میں کوفہ واپس آیا، دوست و احباب مجھے ملنے کے لئے آئے، ان میں میرا ہمسایہ بھی شامل تھا، میں نے اپنے ہمسائے سے کہا کہ میں نے تجھ سے ایک ضروری بات کرنی ہے، وہ بیٹھا رہا۔ جب خلوت میسر آئی تو میں نے اسے کہا: "حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے تیرے لئے میری زبانی پیغام بھیجا ہے کہ اگر تو غلط کام چھوڑ دے تو میں تیری جنت کا ضامن ہوں۔"

یہ سن کر وہ رونے لگا اور مجھ سے کہا: "تجھے خدا کی قسم! کیا امام جعفر صادق علیہ السلام نے تجھے یہ پیغام دیا ہے؟"

میں نے کہا: "جی ہاں۔"

اس نے کہا: "میرے لئے یہی بہت ہے۔"

پھر اس نے اپنے تمام غلط کاموں سے توبہ کرلی۔ چند دن بعد مجھے اس کا پیغام ملا کہ آکر مل جاؤ۔ میں اسے ملنے گیا تو وہ بے چارہ دروازہ کے پیچھے چھپ کر کھڑا ہو گیا۔

میں نے کہا: "بندۂ خدا تم سامنے کیوں نہیں آتے؟"

اس نے جواب دیا: "ابوبصیر! میں کیسے تمہارے سامنے آؤں؟ تمام لوٹی ہوئی دولت میں نے واپس کردی، اب میرے پاس پہننے کے کپڑے تک نہیں ہیں، اسی شرمندگی کی وجہ سے میں تمہارے سامنے نہیں آسکتا۔"

میں وہاں سے واپس آیا اور اس کو لباس فراہم کیا اور اس کے لئے قوت لایموت کا انتظام کیا۔

پھر چند دن بعد اس کا پیغام ملا کہ میں بیمار ہوں، ایک دفعہ ملنے کے لئے چلے آؤ۔ میں نے اس کی عیادت کی اور روزانہ اس کی عیادت کے لئے جاتا تھا اور میں نے اپنے طور پر اس کا کافی علاج معالجہ کرایا لیکن وہ صحت یاب نہ ہو سکا۔ آخر کار اس کی زندگی کے لمحات ختم ہونے کو آئے تو وہ بے ہوش ہو گیا۔ کچھ دیر بعد اسے ہوش آیا تو اس نے نحیف آواز میں مجھ سے کہا: "ابوبصیر! تیرے مولا نے اپنا وعدہ پورا کردیا۔" پھر اس نے ہچکی لی اور انتقال کر گیا۔

میں اسی سال حج کے لئے مکہ گیا تو وہاں امامؑ سے ملاقات ہوئی تو آپؑ نے فرمایا: "ابوبصیر! ہم نے تیرے ہمسائے سے کیا ہوا وعدہ پورا کردیا۔"(۱)

۱۔ بحار الانوار ج ۱۱ ص ۱۴۶۔ اس داستان جیسی ایک اور داستان "ظالموں سے تعاون" کے باب میں گزر چکی ہے۔ واضح رہے کہ دونوں داستانیں الگ الگ ہیں۔ ایک داستان ابوبصیر سے مروی ہے جبکہ دوسری داستان علی بن ابی حمزہ سے مروی ہے۔ انہیں ایک داستان تصور نہ فرمائیں۔

مخفی توبہ بہتر ہے یا اعلانیہ ؟

امیر المؤمنین علی علیہ السلام کوفہ میں سریر آرائے سلطنت تھے کہ ایک شخص آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔ "میں نے زنا کیا ہے آپؑ مجھے پاک کریں۔"

آپؑ نے فرمایا: "کون سے قبیلے سے تمہارا تعلق ہے؟"

اس نے عرض کی: "مزنیہ قبیلہ سے۔"

آپؑ نے فرمایا: "قرآن پڑھ سکتے ہو؟"

اس نے عرض کی: "جی ہاں! پھر اس نے چند آیات پڑھ کر سنائیں۔

آپؑ نے پوچھا: "تم جنون اور ذہنی عارضہ میں مبتلا تو نہیں ہو؟"

اس نے عرض کی: "ہرگز نہیں! میں جو کچھ کہہ رہا ہوں بقائی ہوش و حواس کہہ رہا ہوں۔"

آپؑ نے فرمایا: "آج چلے جاؤ ہم تمہارے حال کی تحقیق کریں گے۔"

وہ شخص اس وقت چلا گیا، دوسرے دن پھر آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پاک کرنے کا تقاضا کیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: "شادی شدہ ہو؟"

اس نے عرض کی: "جی ہاں! میں شادی شدہ ہوں۔"

آپؑ نے فرمایا: "جب تو نے اس فعل حرام کا ارتکاب کیا تو اس وقت تمہاری بیوی گھر میں موجود تھی؟"

اس نے عرض کی: "جی ہاں! میری بیوی موجود تھی۔"

آپؑ نے فرمایا: "آج بھی تم چلے جاؤ ہم تمہارے لئے مزید تحقیق

کریں گے۔"

آپؑ نے لوگوں سے اس کے متعلق دریافت کیا تو اس کے تمام جاننے والوں نے کہا کہ یہ شخص عاقل اور صحیح الدماغ ہے۔

وہ شخص تیسرے دن پھر آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؑ سے پاک کرنے کا تقاضا کیا۔

آپؑ نے فرمایا: "آج پھر واپس چلے جاؤ ہم لوگوں سے تمہارے متعلق پوچھیں گے۔"

چوتھے دن وہ شخص پھر آپؑ کے حضور حاضر ہوا اور آپؑ سے پاک کرنے کی درخواست کی۔

آپؑ نے قنبر سے فرمایا: "تم اس کا خیال رکھو۔"

پھر حضرت علیؑ کے چہرۂ انور پر ناراضگی کے آثار طاری ہوئے اور فرمایا: "مااقبح بالرجل منکم ان یأتی بعض هذه الفواحش فیفضح نفسه علی رؤوس الملا افلا تاب فی بیته فواللّٰه لتوبته فیما بینه و بین اللّٰه افضل من اقامتی علیه الحد.

انسان کے لئے یہ بات کتنی شرمناک ہے کہ وہ اس طرح کی برائی کر کے اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے رسوا کرے، کیا یہ شخص اپنے گھر میں توبہ نہیں کر سکتا تھا خدا کی قسم اس کے اس گناہ کی توبہ جو اس کے اور اللہ کے درمیان ہے میری طرف سے حد شرعی جاری کرنے سے بہتر ہے۔"

بعدازاں آپؑ حد شرعی جاری کرنے کے لئے بیابان کی طرف آئے اور اعلان کیا: "لوگو! آؤ مل کر اس شخص پر حد جاری کریں اور لوگو! حد جاری

کرنے کیلئے اس طرح سے آؤ کہ تمہارے منہ چادر سے چھپے ہونے چاہئیں۔"

حد شرعی کا تقاضا کرنے والے نے آپ سے درخواست کی کہ اسے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ نماز کے بعد اسے اس گڑھے میں کھڑا کیا گیا جو اس کے لئے کھودا گیا تھا اس کا چہرہ مولائے کائنات کی جانب تھا۔ لوگ جمع ہو کر وہاں آگئے، انہوں نے اپنے چہروں کو چادر سے چھپایا ہوا تھا۔

مولائے کائنات نے ارشاد فرمایا "لوگو! یہ خدائی حق ہے تم میں سے جو شخص خود اس حد شرعی کا حقدار ہو وہ واپس چلا جائے اور اسے سنگسار نہ کرے کیونکہ حد شرعی کا مستحق کسی کو سزا دینے کا حقدار نہیں ہے۔"

حضرت علی علیہ السلام کا یہ اعلان سن کر سب لوگ واپس چلے گئے۔

امیرالمؤمنین علیہ السلام کے پاس صرف امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کھڑے رہ گئے۔ امیرالمؤمنین علیہ السلام نے ایک پتھر اٹھا کر تین مرتبہ تکبیر کہی پھر وہ پتھر اسے مارا اسی طرح سے آپؑ نے تین پتھر مارے۔

بعدازاں امام حسن اور امام حسین علیہما السلام نے بھی اسی انداز سے پتھر مارے انہی ضربات کی وجہ سے وہ شخص مر گیا۔

امیرالمؤمنین علیہ السلام نے اسے گڑھے سے باہر نکالا اور اس کی قبر تیار کرائی اس کی نماز جنازہ آپؑ نے پڑھی اور اسے دفن کردیا۔

کسی نے آپؑ سے پوچھا: "کیا آپؑ اسے غسل نہیں دیں گے؟"

آپؑ نے فرمایا: "**قد اغتسل بما هو طاهر الى يوم القيامة لقد صبر على امر عظيم.** اس نے ایسی چیز سے غسل کیا کہ وہ قیامت تک پاک رہے گا اس نے انتہائی دشوار امر پر صبر کیا۔"

استغفار کی شرائط و حدود

ایک کہنے والے نے آپ کے سامنے **استغفراللہ** کہا۔

آپ نے اس سے فرمایا: "تمہاری ماں تمہارا سوگ منائے، کچھ معلوم بھی ہے کہ استغفار کیا ہے؟ استغفار بلند منزلت لوگوں کا مقام ہے اور یہ ایسا لفظ ہے جو چھ باتوں پر حاوی ہے۔ جو یہ ہیں:

(۱) جو ہوچکا اس پر نادم ہو۔

(۲) ہمیشہ کے لئے اس کے مرتکب نہ ہونے کا تہیا کرنا۔

(۳) مخلوق کے حقوق ادا کرنا۔ یہاں تک کہ اللہ کے حضور میں اس حالت میں پہنچو کہ تمہارا دامن پاک و صاف اور تم پر کوئی مواخذہ نہ ہو۔

(۴) جو فرائض تم پر عائد ہوئے تھے اور تم نے انہیں ضائع کردیا تھا، انہیں اب پورے طور پر بجالاؤ۔

(۵) جو گوشت (اکل) حرام سے نشوونما پاتا رہا ہے اس کو غم و اندوہ سے پگھلاؤ۔ یہاں تک کہ کھال کو ہڈیوں سے ملا دو کہ پھر سے ان دونوں کے درمیان نیا گوشت پیدا ہو۔

(۶) اپنے جسم کو اطاعت کے رنج سے آشنا کرو، جس طرح اسے گناہ کی شیرینی سے لذت اندوز کیا ہے تو اب کہو:

"استغفراللہ۔"(۱)

۱۔ نہج البلاغہ ج ۴ ص ۴۱۷۔

توبہ کا یہ انداز بھی ملاحظہ فرمائیں

جنگ خندق ختم ہوئی۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے۔ ظہر کے وقت جبرئیل امین نازل ہوئے اور آپؐ کو بنی قریظہ سے جنگ کرنے کا حکم پہنچایا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً جسم پر ہتھیار سجائے اور اعلان کیا کہ عصر کی نماز بنی قریظہ پڑھیں گے۔ مسلمانوں نے ہتھیار اٹھائے اور بنی قریظہ کے قلعوں کا محاصرہ کرلیا۔(۱)

محاصرہ نے طول کھینچا اور یہودی تنگ ہوگئے تو انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ آپ اپنے صحابی ابولبابہ کو ہمارے پاس بھیجیں ہم اس سے صلاح مشورہ کریں گے۔

ابولبابہ بنی قریظہ کے حلیف رہ چکے تھے۔ رسول کریمؐ نے ابولبابہ سے فرمایا: "تم اپنے حلیفوں کے پاس جاؤ اور دیکھو کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

ابولبابہ بنی قریظہ کے قلعے میں آئے، بنی قریظہ کی عورتوں اور بچوں کی جیسے ہی نظر اپنے ایک حلیف پر پڑی تو وہ شدت غم سے رونے لگے۔ ابولبابہ اس رقت انگیز منظر سے دل ہی دل میں متاثر ہوئے۔

بنی قریظہ کے افراد نے کہا: "ابولبابہ! تم بتاؤ ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ کیا

۱۔ بنی قریظہ یہودی تھے اور مدینہ سے چار کلومیٹر کے فاصلے پر آباد تھے۔ انہوں نے حضور اکرمؐ سے معاہدہ کیا تھا کہ وہ ان کے دشمن کی مدد نہیں کریں گے لیکن انہوں نے جنگ خندق کے موقع پر کھل کر مسلمانوں کی مخالفت کی اور کفار کا ساتھ دیا تھا۔ جنگ خندق کے خاتمہ پر آپؐ نے انہیں عہد شکنی کی سزا دی تھی۔

ہم غیر مشروط طور پر آپ کو محمدؐ کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں اور وہ ہمارے لئے جو فیصلہ چاہیں کریں یا ہمیں کوئی اور طریقہ سوچنا چاہئے؟"

ابولبابہ نے کہا: "میرا مشورہ یہی ہے کہ تم مزاحمت ختم کر کے اپنے آپ کو غیر مشروط طور پر محمدؐ کے حوالے کردو۔"

یہ الفاظ کہتے وقت ابولبابہ نے اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا۔ اشارے سے انہیں یہ سمجھانا مقصود تھا کہ اگر تم نے ایسا کیا تو تم قتل ہو جاؤ گے۔

ابولبابہ اشارہ تو کر بیٹھے لیکن وہ اپنے اس طرز عمل پر سخت پشیمان ہوئے اور انہوں نے اپنے آپ سے کہا کہ میں نے خدا و رسول سے خیانت کی ہے۔ پھر ابولبابہ قلعے سے باہر آئے اور ضمیر کی ملامت کی وجہ سے رسول کریمؐ کے سامنے جاتے ہوئے انہیں حیا آئی، وہ قلعے سے نکل کر سیدھے مسجد میں چلے گئے اور انہوں نے اپنی گردن میں رسی باندھ کر مسجد کے ایک ستون کے ساتھ رسی کا دوسرا سرا باندھا وہ ستون "ستوانہ توبہ" کہلاتا تھا۔ ابولبابہ نے دل میں اپنے آپ سے یہ عہد کرلیا کہ میں اپنے آپ کو اس قید سے اس وقت تک نہیں نکالوں گا جب تک اللہ میری توبہ قبول نہیں کرے گا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ابولبابہ کا شدت سے انتظار تھا۔ آخرکار رسول مقبولؐ نے فرمایا: "ابولبابہ ابھی تک کیوں واپس نہیں آیا؟"

ایک صحابی نے عرض کی: "اس نے اپنے آپ کو ستون توبہ کے ساتھ باندھا ہوا ہے۔"

آپؐ نے فرمایا: "اگر ابولبابہ ہمارے پاس چلا آتا اور اپنے گناہ کی مغفرت کے لئے درخواست کرتا تو ہم اللہ سے اس کا گناہ معاف کرا دیتے لیکن

اب اس نے براہ راست اللہ تعالیٰ سے رابطہ کیا ہے اب اللہ تعالیٰ جو مناسب ہوگا اس کے لئے فیصلہ فرمائے گا۔"

ابولبابہ نے کئی روز تک اپنے آپ کو رسی سے باندھے رکھا، وہ دن کو روزہ رکھتے تھے اور افطار کے وقت انتہائی قلیل غذا کھاتے۔ قضائے حاجت کے علاوہ مسجد سے باہر نہ جاتے۔

ایک شب جب کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف فرما تھے تو اللہ تعالیٰ نے ابولبابہ کی توبہ قبول کرنے کی آیت نازل فرمائی اور جبرئیل امینؑ یہ آیت لے آئے:

"واخرون اعترفوا بذنوبهم خلطوا عملا صالحا وآخر سيأعسى الله ان يتوب عليهم ان الله غفور رحيم. اور کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا، انہوں نے نیک اور بد عمل مخلوط کر دیئے تو اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زوجہ ام سلمہؓ سے فرمایا: "اللہ نے ابولبابہ کی توبہ قبول کرلی ہے۔"

ام سلمہؓ نے عرض کی: "اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اسے خوش خبری سناؤں؟"

آپؐ نے اجازت دی، حضرت ام سلمہؓ نے حجرے سے سر نکال کر اسے خوش خبری سنائی۔(۱) ابولبابہ نے اللہ کی حمد و ثناء کی۔ چند مسلمان آگے بڑھے تاکہ اسے رسی سے آزاد کریں۔ ابولبابہ نے سب کو سختی کے ساتھ منع

۱۔ مورخ طبری لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ نزول توبہ سے قبل کا ہے۔

کیا اور کہا: "جب تک رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اپنے ہاتھوں سے آزاد نہیں کریں گے اس وقت تک میں اس قید میں رہوں گا۔"

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور اسے اپنے ہاتھوں سے آزاد کیا اور فرمایا: "اللہ نے تیری توبہ قبول کی اور آج تو گناہوں سے اسی طرح سے پاک ہے جیسا کہ پیدائش کے دن پاک تھا۔"

ابولبابہ نے عرض کی: "آقا! میں شکران نعمت کے طور پر تمام مال صدقہ کرنا چاہتا ہوں۔"

رسول خداؐ نے اجازت نہ دی۔ ابولبابہ نے نصف ترکہ صدقہ کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اجازت نہ دی۔ ابولبابہ نے تہائی جائیداد صدقہ کرنے کی اجازت مانگی تو آپؐ نے اجازت دے دی اور اس آیت میں اسی قبولیت صدقہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ "خذ من اموالهم صدقة تطهرهم و تزكيهم بها وصل عليهم ان صلاتك سكن لهم والله سميع عليم الم يعلموا ان الله هويقبل التوبة عن عباده ويأخذ الصدقات وان الله هو التواب الرحيم.

ان کے مال سے صدقہ لیں انہیں اس کے ذریعے سے پاک صاف کریں اور ان کے لئے دعا فرمائیں، بے شک تمہاری دعا ان کے لئے باعث تسکین ہے اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے، کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور صدقات کو منظور کرتا ہے اور بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔"(۱)

۱۔ تفسیر برہان ج ۲ ص ۱۵۴۔

آج کے لوگوں سے موازنہ کریں

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں ایک دن امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آپؑ کی خدمت میں عرض کی: "فرزند رسولؐ! میرے والدین آپؑ پر قربان ہوں، میرا ایک ہمسایہ ہے جس کے پاس خوش نوا کنیزیں ہیں اور وہ ان سے گانا سنتا ہے اور جب میں قضائے حاجت کے لئے بیت الخلا جاتا ہوں تو وہاں ان کی آواز مجھے صاف سنائی دیتی ہے، میں وہاں کافی دیر تک بیٹھ کر ان کے گانے سنتا ہوں۔"

آپؑ نے فرمایا: "ایسا نہ کیا کرو۔"

اس نے عرض کی: "آقا! میں تو قضائے حاجت کے لئے وہاں جاتا ہوں، گانا سننے کی نیت سے نہیں جاتا، مگر وہاں ان کی آواز سنائی دیتی ہے تو کچھ دیر کے لئے میں بھی لطف اندوز ہو جاتا ہوں۔"

آپؑ نے فرمایا کہ کیا تو نے قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ نہیں سنی: "ان السمع و البصر و الفؤاد کل اولئک کان عنه مسؤلا" بے شک کان اور آنکھ اور دل سے سوال کیا جائے گا۔"

یہ آیت سن کر اس نے کہا: "خدا کی قسم آج مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا میں نے یہ آیت اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ سنی، میں آئندہ اس عمل کو کبھی نہیں دہراؤں گا اور سابقہ گناہوں کی اللہ سے معافی چاہتا ہوں۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "جاؤ توبہ کی نیت سے غسل کرو اور جاکر حسب خواہش نماز پڑھو اور اس سے اپنے گناہ کی معافی طلب کرو، تم غلط کام غلط افراد کے لئے رہنے دو، تمہارے لئے یہ کام زیبا نہیں ہے۔(۱)

۱۔ بحار الانوار ج ۶ ص ۳۴۔

توبہ کے لئے تاخیر نہ کریں

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب مؤمن نیک کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس نیت کی وجہ سے اس کے نامہء اعمال میں ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور جب وہ نیک کام کرلیتا ہے تو اس کے نامہء اعمال میں دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور جب گناہ کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے نامہء اعمال میں برائی نہیں لکھی جاتی اور جب وہ گناہ کرتا ہے تو پورے سات گھنٹوں تک اسے مہلت دی جاتی ہے۔ دائیں طرف والا فرشتہ نیکیاں لکھتا ہے اور بائیں طرف والا فرشتہ برائیاں لکھتا ہے۔ گناہ کے بعد دائیں طرف والا بائیں طرف والے فرشتے سے کہتا ہے کہ ابھی اس کی اس برائی کو اس کے نامہء اعمال میں مت لکھو، ممکن ہے کہ یہ کوئی ایسا نیک کام کرے جو برائی کو ختم کردے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "ان الحسنات یذهبن السیات" بے شک نیکیاں برائیوں کو ختم کردیتی ہیں۔"

اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ استغفار کرے۔ اگر ان سات گھنٹوں کے اندر مؤمن یہ کہہ دے: "استغفراللّٰه الذی لا اله الا هو عالم الغیب و الشهادة العزیز الحکیم الغفور الرحیم ذالجلال والاکرام۔"

تو اس کا گناہ نامہء اعمال میں نہیں لکھا جاتا۔ اگر سات گھنٹوں میں انسان کوئی نیک عمل بجانہ لائے اور نہ ہی استغفار کرے تو نیکیاں لکھنے والا فرشتہ برائیاں لکھنے والے فرشتے سے کہتا ہے "اکتب علی الشقی المحروم. اب اس بدبخت اور محروم شخص کے نامہء اعمال میں گناہ لکھ دو۔"(۱)

۱۔ وسائل جہاد نفس ص ۵۲۴۔

کب ایمان لایا اور توبہ کی؟

امام محمد باقر علیہ السلام روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا اور وہ آپؐ کی شفقت سے مانوس ہو گیا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسے کبھی آنے سے منع نہیں کیا اور کبھی وہ چھوٹے کام بھی کر دیتا تھا اور کبھی حضور اکرمؐ کوئی خط لکھ کر اسے دیا کرتے تھے کہ اپنے فلاں رشتہ دار تک یہ خط پہنچاؤ۔

پھر ایسا اتفاق ہوا کہ وہ بچہ کئی دن تک آپؐ کی خدمت میں شرفیاب نہ ہوا۔ آپؐ نے اس کے متعلق دریافت کیا تو پتا چلا کہ وہ بیمار ہے اور مرنے ہی والا ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند اصحاب کو ساتھ لے کر اس کی عیادت کرنے چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرمؐ کو یہ خصوصیت عطا فرمائی تھی کہ آپؐ جس سے بات کرنا چاہتے تھے تو وہ جواب دیتا تھا اگرچہ اس پر سکرات بھی کیوں نہ طاری ہو۔

آپؐ نے اس کا نام لے کر پکارا تو بچے نے آنکھیں کھولیں اور عرض کی: "لبیك یا ابا لقاسم."

آپؐ نے فرمایا: "کلمۂ شہادت زبان پر جاری کرو، خدا کی وحدانیت اور میری رسالت کی گواہی دو۔"

بچے نے اپنے باپ کی طرف نظر کی اور خاموش ہو گیا، معلوم ہوتا تھا کہ بچہ باپ سے ڈر گیا تھا یا باپ کی موجودگی میں اسے کلمہ پڑھتے شرم محسوس

ہوتی تھی۔

آپؐ نے دوبارہ بچے سے فرمایا: "کلمہ شہادتین پڑھو۔"

اس مرتبہ بھی بچے نے باپ کی طرف دیکھا اور زبان سے کچھ نہ کہا۔

آپؐ نے تیسری مرتبہ پھر بچے سے فرمایا: "کلمۂ شہادتین پڑھ۔"

بچے نے اس بار بھی اپنے باپ کی جانب نظر کی۔

آپؐ نے فرمایا: "اگر تو چاہتا ہے تو کلمہ پڑھ لے ورنہ منہ بند رکھ۔"

بچے نے فوراً کہا "اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمد الرسول الله. میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔"

کلمہ طیبہ بچے کی زبان پر جاری ہوا اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے باپ سے فرمایا: "اب یہ بچہ ہمارا ہے، تمہارا اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔"

آپؐ نے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ اسے غسل و کفن دیں، صحابہ نے اس بچے کو غسل و کفن دیا اور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور نماز جنازہ کے بعد آپؐ نے فرمایا "اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری وجہ سے ایک انسان کی رہنمائی فرمائی اور اسے آتش دوزخ میں جانے سے بچا لیا۔"(۱)

۱۔ بحار الانوار ج ۶ ص ۲۔

ہر گناہ کے بعد توبہ کریں

سلام بن مستنیر روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دن امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ حمران بن اعین بھی آگئے۔ انہوں نے آپؑ سے بہت سے مسائل دریافت کیے۔

جب حمران روانہ ہونے لگے تو انہوں نے کہا: "مولا! میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عمر دراز عطا فرمائے ور ہمیں آپ سے مستفید ہونے کی توفیق عنایت فرمائے میں چاہتا ہوں کہ آپ کے سامنے اپنی قلبی کیفیت عرض کروں۔

جب ہم آپؑ کی خدمت میں آتے ہیں تو آپؑ کی گفتگو سن کر ہمارے دل منور ہو جاتے ہیں اور ہم دنیا کو یکسر فراموش کر دیتے ہیں اور مال دنیا کی ہماری نظر میں کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی اور جب ہم آپ کے پاس سے اٹھ کر جاتے ہیں تو تاجروں سے ملتے ہیں اور دوسرے افراد سے ملاقات ہوتی ہے تو ہمارے دل میں دوبارہ دنیا کی محبت بیدار ہو جاتی ہے اور ہمارے دل کی وہ پہلے کیفیت باقی نہیں رہتی۔"

امام علیہ السلام نے فرمایا: "یہی تو قلب ہے (لفظ قلب "دل" تقلب سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی زیر و زبر ہونا ہے) کبھی سخت ہوتا ہے اور کبھی نرم ہوتا ہے۔"

پھر آپؑ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ اصحاب رسولؐ رضوان اللہ علیہم نے رسول خداؐ سے عرض کی تھی "یا رسول اللہؐ! ہمیں اپنے متعلق منافق ہونے کا اندیشہ ہے۔"

آپؐ نے پوچھا۔ "وہ کیوں؟"

تو انہوں نے کہا "یارسول اللہؐ! جب ہم آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو آپؐ ہمیں آخرت کا شوق دلاتے ہیں اور ہم فکر آخرت میں اتنا ڈوب جاتے ہیں کہ ہم دنیا سے بے رغبت ہو جاتے ہیں اور ہمیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا ہم اپنی ان آنکھوں سے جنت و جہنم کا مشاہدہ کر رہے ہیں، مگر ہماری یہ حالت صرف اس وقت تک رہتی ہے جب تک ہم آپؐ کی خدمت میں موجود رہتے ہیں اور جب ہم آپؐ کے پاس سے اٹھ کر گھر جاتے ہیں، اپنی اولاد سے ملتے ہیں اور اپنے گھریلو ضروریات میں مصروف ہوتے ہیں تو ہماری سابقہ کیفیت باقی نہیں رہتی، اسی لئے ہمیں اپنے متعلق نفاق کا اندیشہ ہے کہ ہم منافق تو نہیں بن گئے؟"

آپؐ نے فرمایا: "ہرگز نہیں دل کی کیفیت شیطانی وسوسوں کی وجہ سے بدل جاتی ہے۔ ابلیس تمہیں آخرت سے منحرف کر کے دنیا کی جانب مائل کرنا چاہتا ہے۔ خدا کی قسم اگر تم اپنی سابقہ کیفیت پر برقرار رہتے تو ملائکہ تم سے مصافحہ کرتے اور تم بے خوف ہو کر پانی کی لہروں پر چلا کرتے۔"

پھر آپؐ نے فرمایا: "لولا انکم تذنبون فتستغفرون اللہ لخلق اللہ خلقا حتی یذنبوا ثم یستغفروا اللہ فیغفرلھم ان المؤمن تواب۔ اگر دنیا میں گناہ کرنے، اللہ سے استغفار کرنے والے نہ ہوتے تو اللہ ایسی مخلوق پیدا کرتا جو گناہ کر کے استغفار کرتی اور اللہ انہیں معاف کرتا، بے شک مؤمن توبہ کرنے والا ہوتا ہے۔

مؤمن ہمیشہ امتحان و آزمائش میں رہتا ہے۔ گناہ کرتا ہے تو توبہ کرلیتا

ہے پھر اگر گناہ کرتا ہے تو پھر توبہ کرتا ہے۔

کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی "ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین" بے شک اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

حضور اکرمؐ نے مزید فرمایا: "استغفروا ربکم ثم تولوا الیہ۔ اپنے رب سے مغفرت طلب کرو اور اس کے حضور توبہ کرو۔"(۱)

ولایت امیر کی گواہی کس عالم میں دی

معاویہ بن وہب کہتے ہیں کہ میں مکہ کی طرف سفر کر رہا تھا۔ اس سفر میں ایک بوڑھا عابد ہمارے ساتھ تھا لیکن وہ ہمارے مذہب کا پیروکار نہیں تھا۔ وہ سفر میں بھی قصر کرنے کی بجائے نماز پوری پڑھتا تھا۔ اس کے ساتھ اس کا ایک نوجوان بھتیجا بھی تھا اور وہ ہمارا ہم مذہب تھا۔

راستے میں بوڑھا شخص بیمار ہوا اور ہمیں اس کے بچنے کی کوئی امید نہ رہی، میں نے اس کے بھتیجے سے کہا کہ اپنے چچا کو ولایت علیؑ کی طرف مائل کرو تاکہ اس کا خاتمہ بالخیر ہو جائے۔

نوجوان چچا کے پاس بیٹھا اور کہا: "چچاجان! یہ ایک حقیقت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اکثر افراد صحیح نظریات پر قائم نہیں رہے تھے اور انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کی پیروی لیں روگردانی کی جبکہ علیؑ کی اتباع دراصل رسول خداؐ کی اتباع ہے۔"

۱۔ اصول کافی ج ۲ ص ۴۲۳، ۴۲۴

بوڑھے شخص نے آہ کی آواز سینے سے نکالی اور کہا: "میں اس وقت اسی عقیدہ کو قبول کرتا ہوں اور اسی مذہب کو اختیار کرتا ہوں۔"

یہ الفاظ کہنے کے بعد اس کی روح اس کے جسم سے نکل گئی۔

ہم مکہ آئے اور امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے، علی بن سری نے بوڑھے شخص کی روئیداد امام جعفر صادقؑ کو سنائی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "وہ جنتی ہے۔"

علی بن سری نے کہا: "مولا! اس نے تو مرنے کے وقت ولایت علیؑ کا عقیدہ اختیار کیا بھلا اسے اس کا ایمان کیا فائدہ دے گا؟"

آپؑ نے فرمایا: "تم اس سے اور کیا چاہتے ہو؟ خدا کی قسم وہ جنت میں داخل ہو چکا ہے۔"(۱)

ہر گناہ کی علیحدہ توبہ ہے

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: "پچھلے زمانے میں ایک شخص رہتا تھا اس نے حلال طریقے سے دنیا تلاش کی مگر ناکام رہا اس کے ہاتھ دنیا نہ آئی۔ اس نے حرام طریقوں سے دنیا طلب کی پھر بھی ناکام رہا اس کے ہاتھ دنیا نہ لگی۔

ایک مرتبہ ابلیس مجسم ہو کر اس کے سامنے آگیا اور کہا: "تم نے حلال اور حرام طریقوں سے دنیا حاصل کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ اگر تم میرے کہنے پر عمل کرو تو تمہارے پاس دنیا کی کوئی کمی نہیں رہے گی اور بہت سے افراد تمہاری پیروی کرنا اپنے لئے باعث سعادت بھی سمجھیں گے۔

اصول کافی ج ۲ ص ۴۴۱۔

اس شخص نے کہا: "میں تیری بات پر ضرور عمل کروں گا۔"

ابلیس نے اسے مشورہ دیا: "تو ایک نیا دین و مذہب ایجاد کرلے اور لوگوں کو اس کی دعوت دے۔" اس نے ابلیس کے کہنے پر عمل کیا، آہستہ آہستہ لوگ اس کے پیروکار بننے لگے اور اس کے پاس دولت کے ڈھیر جمع ہوگئے۔

پھر کچھ عرصے کے بعد اس نے سوچا کہ میں نے بہت غلط کام کیا، میں نے لوگوں کو گمراہ کیا، اب میرے لئے توبہ صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ میں اپنے پیروکاروں کے سامنے اپنے جھوٹ کا اقرار کروں تاکہ وہ غلط نظریات سے بچ جائیں اور اللہ مجھے معاف فرما دے۔ چنانچہ اس نے اپنے پیروکاروں کا ایک اجتماع بلا کر اعلان کیا کہ میں نے اب تک تمہیں گمراہ کیا تھا اور میں جو کچھ بیان کرتا تھا وہ سب باطل اور جھوٹ تھا۔

انہوں نے کہا: "تو اب جھوٹ بولتا ہے اور تو اپنے دین میں شک کر کے گمراہ ہوگیا۔" یہ کہہ کر اس کے پیروکار وہاں سے چل دیئے۔

اس شخص نے اپنے آپ کو طوق و زنجیر سے قید کرلیا اور ارادہ کیا کہ جب تک اللہ میری توبہ قبول نہ کریگا میں یہ طوق و زنجیر جدا نہیں کروں گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے نبی کو وحی فرمائی کہ تم اس شخص سے کہہ دو کہ خدا فرماتا ہے: "مجھے اپنی عزت کی قسم اگر تو اتنی گریہ و زاری کرے کہ تیرے وجود کا بند بند جدا ہو جائے تو بھی میں تیری دعا قبول نہ کرونگا اور نہ تیری توبہ منظور کرونگا جب تک تو ان لوگوں کو زندہ نہ کرے جنہیں تو نے گمراہ کیا تھا اور وہ اسی میں مر گئے تھے۔(۱)

۱۔ بحارالانوار ج ۲ ص ۲۷۷۔

چند روایات

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: "جو اپنی موت سے ایک سال پہلے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا۔"

پھر فرمایا: "سال بہت بڑا عرصہ ہے، جو اپنی موت سے ایک ماہ قبل توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا۔"

پھر فرمایا: "مہینہ بہت بڑا ہے، جو اپنی موت سے ایک جمعہ قبل توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا۔"

پھر فرمایا "جمعہ بھی بڑا ہے، جو اپنی موت سے ایک دن قبل توبہ کرے اللہ تعالیٰ قبول کرے گا۔"

پھر فرمایا: "ایک دن بھی بہت بڑا ہے، جو ملک الموت کو دیکھنے سے پہلے توبہ کرے تو بھی اللہ تعالیٰ قبول کرے گا۔"

"کافی ج ۲ ص ۴۴۰"

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "جب سانس یہاں تک آجائے اور آپ نے اپنے حلق کی جانب اشارہ کیا تو اس وقت عالم کی توبہ قبول نہیں ہوتی اور جاہل کی توبہ قبول ہو جاتی ہے۔"

محمد بن مسلم روایت کرتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: "محمد بن مسلم! جب مؤمن توبہ کرلے تو اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اسے چاہئے کہ توبہ و استغفار کے بعد نیک عمل بجالائے اور اس حقیقت کی طرف متوجہ رہو خدا کی قسم قبولیت توبہ کا امتیاز اہل ایمان کیلئے مخصوص ہے۔"

میں نے کہا: "آقا اگر توبہ کے بعد پھر گناہ کرے اور دوبارہ توبہ کرے؟"
آپ نے فرمایا "محمد بن مسلم! تو کیا سمجھتا ہے کہ مؤمن اپنے گناہ پر پشیمان ہو اور اللہ کے حضور توبہ و استغفار کرے تو اللہ اس کی توبہ قبول نہیں کرتا؟"
میں نے عرض کی۔ "ایک شخص بار بار گناہ کرتا ہے اور بار بار توبہ کرتا ہے۔"
آپ نے فرمایا "مؤمن جتنی بار بھی توبہ و استغفار کرے گا اللہ اتنی بار اس کی مغفرت کرے گا، بے شک اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔ وہ توبہ قبول کرتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے مؤمن کو اللہ کی رحمت سے ناامید نہ کرنا۔"

"اصول کافی ج ۲ ص ۲۷۷"

معاویہ بن وہب کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا جب بندہ توبہ نصوح کرتا ہے تو اللہ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرماتا ہے اور اس سے محبت کرتا ہے۔
میں نے عرض کی: "اللہ اس کی پردہ پوشی کیسے کرتا ہے؟"
تو امام عالی مقام نے فرمایا "فرشتوں نے جو اس کے گناہ لکھے ہوتے ہیں اللہ وہ گناہ فرشتوں کو فراموش کرا دیتا ہے اور اس کے اعضاء و جوارح کو حکم دیتا ہے کہ تم اس کے گناہوں کو مخفی رکھو اور زمین کو اللہ تعالیٰ وحی کر کے حکم دیتا ہے کہ یہ تیری پشت پر جو گناہ کرتا تھا تو انہیں مخفی رکھ اور توبہ کرنے والا مؤمن جب اللہ کے سامنے حاضر ہوگا تو اس کے خلاف کوئی چیز گواہی نہ دے گی۔"

"اصول کافی ج ۲ ص ۴۳۱"

ہماری مطبوعہ دیدہ زیب علمی کتابیں

سورۂ یٰسٓ	باترجمہ	پندِ تاریخ	۵ جلدیں
زیارت آل یٰسٓ		قلبِ سلیم	۲ جلدیں
سورۂ یٰسٓ سات مبین	باترجمہ	گناہان کبیرہ	۲ جلدیں
پنج سورہ	باترجمہ	کیفر گناہان کبیرہ	
حدیث کساء	باترجمہ	معراج	
دعائے کمیل	باترجمہ	ہدیۃ الشیعہ	
دعائے جوشن کبیر	باترجمہ	درسِ اخلاق	
دعائے ندبہ	باترجمہ	گلدستہ مناجات	
دعائے نور	باترجمہ	جواب حاضر ہے	
دعائے مشلول	باترجمہ	عشق حسینؑ	
دعائے عرفہ	باترجمہ	مثالی خواتین	
دعائے سمات / توسل	باترجمہ	گھر ایک جنت	
اعمال ماہ رمضان	باترجمہ	کربلا کا تاریخی پس منظر	
تعقیباتِ نماز	جیبی سائز	عبرت انگیز واقعات	
تحفۃ المؤمنین	جیبی سائز	زیارات چہاردہ معصومینؑ	

بچوں کیلئے باتصویر کہانیاں بھی دستیاب ہیں

ملنے کا پتہ: حسن علی بک ڈپو

بالمقابل بڑا امام باڑہ، کھارادر، کراچی۔ فون۔ ۲۴۳۳۰۵۵

E-mail hassanalibookdepot@yahoo.com

پندِ تاریخ ۵

تالیف

موسیٰ خسروی

ترجمہ

محمد حسن جعفری

حسن علی بک ڈپو بالمقابل بڑا امام باڑہ۔ کھارادر۔ کراچی فون ۲۴۳۳۲۰۵۵

વકફ

આ કિતાબ હાજી મહમદઅલી ભાઈ
અલીભાઈ સુંદરજી "સોમાસોક"
તનનરીવ માડાગાસ્કારવાળા તરફથી
તેમના મરહુમ સગાવહાલાઓની
રૂહોના સવાબ અર્થે
વકફ કરવામાં આવેલ છે.
લાભ લેનાર ભાઈ બહેનો મરહુમોની
અરવાહોના સવાબ અર્થે એક
સુરએ ફાતેહા પઢી બક્ષી આપે
એવી નમ્ર અરજ છે.

۵

پندِ تاریخ

اخلاقی ○ تاریخی ○ اجتماعی

تالیف : موسیٰ خسروی

ترجمہ : محمد حسن جعفری

حسن علی بک ڈپو

بالمقابل بڑا امام باڑہ کھارادر کراچی۔ ۷۴۰۰۰

جملہ حقوقِ طبع حق ناشر محفوظ ہیں

کتاب ——— پند تاریخ جلد پنجم

تالیف ——— موسیٰ خسروی

ترجمہ ——— محمد حسن جعفری

تصحیح ——— سید فیضیاب علی رضوی

طبع اول ——— سنہ ۲۰۰۰ء

عناوین کتاب

باب اوّل ۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر

قرآنی داستان ——— ۹
برائی سے کیوں نہ روکا؟ ——— ۱۴
نہی عن المنکر کے لئے امام صادقؑ کا طریقہ ——— ۱۷
نرمی و شائستگی سے امر بالمعروف کرنا چاہئے ——— ۱۸
خدا کیا چاہتا ہے؟ ——— ۲۳
عالموں اور دانشوروں پر عذاب الٰہی ——— ۲۴
علماء کا فریضہ کیا ہے؟ ——— ۲۸
تبلیغ کے لئے معروف اور منکر کا علم ہونا چاہئے ——— ۳۰
حکام کا صحیح ہونا ضروری ہے ——— ۳۱
نظم ——— ۳۵
چند روایات ——— ۳۷

باب دوم ۔ فضائل علم و عالم با عمل

معارف دینی کی تعلیم کا اجر کیا ہے؟ ——— ۴۶
ایک دینی مسئلے کی تعلیم کی قدر و قیمت ——— ۴۹
بیس ہزار درہم یا علم کا ایک دروازہ ——— ۵۱
اولوالعزم نبی خدمت استاد میں ——— ۵۴
طلباء محنت کے ساتھ توسل بھی کریں ——— ۶۱
دینی طلباء کو باکردار ہونا چاہئے ——— ۶۲

اس عالم کے نقصان کو بھی ملاحظہ کریں ۶۵
اچھا بادشاہ کون اور بہتر عالم کون؟ ۶۷
دوزخ کی جاگیر ۶۸
دو عالم کامل ۶۹
ایک نالائق مسند علم پر ۷۰
ایک اور نمونہ ۷۳
عالم حقیقی کا مقام ۷۵
چند روایات ۷۷

باب سوم ۔ محبت اہلبیت و نفرت از اعدائے اہلبیت

ایک حقیقی مُحب آل محمد علیم السلام ۸۶
سید حمیری نے حالت احتضار میں کیا دیکھا؟ ۸۹
پنجتن کے وسیلے کے بغیر کسی کا کوئی کام نہیں بنا ۹۳
آل محمدؑ اپنے محبوں سے کیا سلوک کرتے ہیں؟ ۹۶
توسل کا نتیجہ ۹۹
دعائے علیؑ کی اہمیت ۱۰۰
المرء مع من احب ۱۰۴
اعتقاد ولایت کے بغیر اعمال قبول نہیں ہوتے ۱۰۵
نجات کا حقیقی راستہ ۱۰۷
"لیام سے دشمنی نہ رکھو" کا مفہوم ۱۰۹
شیعیان علیؑ کتنے خوش نصیب ہیں؟ ۱۱۲
دشمنوں سے حسن سلوک ۱۱۳
جس نے علیؑ کی نقالی کی ۱۱۷
جس کا تو مولا ہو اس کو ناز کرنا چاہئے ۱۱۹

دوستوں کی ارادت اور ائمہ کی توجہ ۱۲۲
آل محمدؑ دوستوں کی موت پر کیا کرتے ہیں؟ ۱۲۴
اولاد کو یوں تربیت دیں ۱۲۶
شیعہ اور ہیں اور محب اور ہیں ۱۲۸
تائید مزید ۱۳۱
نعمت حقیقی کیا ہے؟ ۱۳۲
چند روایات ۱۳۴

باب چہارم ۔ دین میں استقامت

استقامت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۴۴
استقامت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۴۷
ایک معلم قرآن سے کیا سلوک کیا گیا؟ ۱۵۱
شعب ابی طالبؑ، استقامت کی عظیم مثال ۱۵۴
جنگ احد میں استقامت دکھانے والے ۱۵۸
ابو دجانہؓ، استقامت کا کوہ گراں ۱۶۲
ایک مسلم خاتون کی جاں نثاری ۱۶۳
ایک مسلم خانوادہ کی استقامت ۱۶۶
مسلمان کو ہمیشہ مضبوط ارادے کا مالک ہونا چاہئے ۱۷۰
جب انسان استقامت کھودے ۱۷۱
چند روایات ۱۷۳
عقیدۂ امامت کے لئے استقامت کی ضرورت ہے ۱۷۶

باب پنجم ۔ چغل خوری اور غیبت

چغل خور کا انجام ۱۷۸
چغل خور کی قیامت خیزی ۱۸۳

مالک اشترؒ کب روزہ رکھتے تھے؟ ---------- ۲۷۲
عبادت کے لئے وقت کو غنیمت جانیں ---------- ۲۷۴
تارک حج و زکوۃ یہودی کہ نصرانی؟ ---------- ۲۷۷
چند روایات ---------- ۲۷۸

باب نہم ۔ زہد و پارسائی

مولائے متقیان کا زہد ---------- ۲۸۵
ایک اور داستان ---------- ۲۸۷
شیخ مرتضٰی انصاری کا انداز زندگی ---------- ۲۸۸
زہد کی بھی حدود ہیں ---------- ۲۹۱
لائق توجہ ---------- ۲۹۲
رہبانیت و تصوف ---------- ۲۹۴
خرافات صوفیہ ---------- ۳۰۰
رابعہ بصری کی کرامت ---------- ۳۰۱
دو صوفیوں کا مقابلہ ---------- ۳۰۵
سفید جھوٹ ---------- ۳۰۷
سفیان ثوری کے اساتذہ کا انجام ---------- ۳۰۹
جھوٹ میں ہڈی ہوتی تو گلے میں ضرور اٹکتی ---------- ۳۱۰
سفیان ثوری کی شخصیت ---------- ۳۱۲
بارك الله، ایسی کہانی؟ ---------- ۳۱۳
چہ صوفی کی دعا کے انتظار میں رحم مادر میں ٹکا رہا ---------- ۳۱۶
ایک سے بڑھ کر ایک ---------- ۳۱۷
نماز متصوفہ ---------- ۳۱۹
حقیقت تصوف ---------- ۳۱۹
صوفیہ کی اسلام دشمن تعلیمات ---------- ۳۲۰
چند روایات ---------- ۳۲۲

باب اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امر بالمعروف و نہی عن المنکر

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف
وتنہون عن المنکر (سورۂ آل عمران آیت ۱۱۰)
"تم بہترین امت ہو، جنہیں لوگوں کے لئے پیدا کیا گیا،
تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔"

قرآنی داستان

ولقد علمتم الذين اعتدوا منكم في السبت فقلنا لهم كونوا قردة خاسئين فجعلناها نكالا لما بين يديها وما خلفها وموعظة للمتقين. (سورۃ البقرہ آیت ٦٥۔٦٦)

تمہیں ان لوگوں کے متعلق خوبی معلوم ہے جنہوں نے سنیچر کے دن تجاوز کیا تھا، ہم نے ان سے کہا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ، ہم نے ان کو حاضرین

اور آنے والوں کے لئے باعث عبرت اور پرہیزگاروں کیلئے باعث نصیحت بنادیا۔

اس آیت مجیدہ کی تفسیر میں امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ اصحاب سبت ایک ایسا گروہ تھا جو سمندر کے کنارے آباد تھے اور ان کا پیشہ ماہی گیری تھا۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں ہفتہ کے روز شکار کرنے سے منع کیا تھا اور انبیائے کرام علیہم السلام نے انہیں بتایا کہ یہ دن تمہارے لئے عبادت اور مچھلیوں کے لئے امانِ خداوندی کا دن ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس قوم کا امتحان لیا، ہفتے کے دن مچھلیاں سطح پر آجاتی تھیں اور باقی ایام میں بڑی مشکل سے قابو میں آتی تھیں۔

اس قوم نے عقل عیار کو استعمال میں لاتے ہوئے ایک عجیب طریقہ اختیار کیا اور ان کا خیال یہ تھا کہ ایسا کرنے سے یوم سبت کی حرمت بھی بحال رہ سکتی ہے اور ان کا شکار بھی ہاتھ آسکتا ہے۔

چنانچہ وہ سمندر سے چھوٹی چھوٹی نہریں نکال کر اپنے دروازوں تک لے آئے اور دروازوں پر انہوں نے بڑے بڑے حوض بنالئے۔ جب ہفتے کا دن ہوتا تو وہ اپنی نہروں کے منہ کھول دیتے تھے۔ مچھلیاں امان خداوندی پر اعتماد کر کے ان کی نہروں میں آجاتیں اور حوض میں چلی جاتی تھیں۔ عصر کے وقت جب مچھلیاں واپسی کا ارادہ کرتیں تو وہ نہروں کا دہانہ بند کر دیتے تھے۔ یوں ہر ایک شخص کے حوض میں بڑی مقدار میں مچھلیاں پھنس جاتیں اور وہ اتوار کے دن مچھلیاں پکڑ کر بازار میں فروخت کردیتے تھے، جب انہیں ملامت کی گئی کہ ہفتے کے دن شکار کرنا حرام ہے تو وہ بڑی بے حیائی سے جواب دیتے کہ ہم یہ

مچھلیاں ہفتے کے دن نہیں پکڑتے ہم تو اتوار کے دن مچھیاں پکڑتے ہیں۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: "وہ جھوٹ بولتے تھے کیونکہ وہ ہفتے کے دن مچھلیوں کو اپنے حوضوں میں بند کرلیتے تھے اور خدا کے سامنے حیلے بنانا چاہتے تھے۔ اس طرح سے ان کو ایک بڑی مقدار میں مچھلیاں مل جاتی تھیں۔ مچھلیوں کی فروخت سے انہوں نے بے انتہا دولت کمائی اور دولت کو شراب و شباب میں لٹانے لگے۔

اس شہر میں اسی ہزار افراد سکونت پذیر تھے ان میں سے ستر ہزار افراد اس طریقے پر خوش تھے اور دس ہزار افراد کو یہ طریقہ پسند نہ تھا اور وہ انہیں ایسا کرنے سے منع کرتے تھے۔

قرآن مجید کی ان آیات میں رب العزت نے ان کی داستان بیان کرتے ہوئے فرمایا "واسئلهم عن القرية التى كانت حاضرة البحر اذ يعدون فى السبت. الخ. ان سے اس آبادی کے متعلق دریافت کریں جو سمندر کے کنارے آباد تھی جب وہ ہفتے کے دن تجاوز کرتے تھے۔"

ایک گروہ نہی عن المنکر کا خدائی فریضہ انجام دیتا تھا اور انہیں اس سے روکتا تھا، اس کے علاوہ ایک گروہ ایسا بھی تھا جو عمل میں ان کے ساتھ شریک نہیں تھا لیکن وہ انہیں روکتا بھی نہ تھا اور اس "غیر جانبدار" گروہ کی عجیب بات یہ تھی کہ وہ نہی عن المنکر کرنے والے گروہ کو بھی روکتے تھے۔ قرآن مجید نے اس گروہ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: "لم تعظون قوما الله مهلكهم او معذبهم عذاباً شديداً. تم ایسی قوم کو نصیحت کیوں کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرنا چاہتا ہے یا انہیں سخت عذاب دینا چاہتا ہے۔"

نہی عن المنکر کرنے والے افراد نے انہیں جواب دیا: "ہم اس قوم پر اتمام حجت کرنا چاہتے ہیں تاکہ اللہ کے سامنے ان کا کوئی عذر باقی نہ رہے اور ہمارے اس عمل سے یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ اس غلط کام میں ہم ان کے ساتھ نہیں ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ لوگ اپنی غلط روش سے باز آجائیں۔"

لیکن ان لوگوں پر کسی ناصح کی نصیحت کارگر نہ ہوئی اور وہ بدستور اپنی ضد پر قائم رہے۔

جب نصیحت کرنے والے افراد نے اس قوم کا اجتماعی رویہ دیکھا تو انہوں نے وہ شہر ہی چھوڑ دیا اور دوسرے شہر میں جاکر آباد ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو چند دن کی مہلت دی تاکہ وہ اپنی اصلاح کرلیں لیکن انہوں نے اپنی سابقہ روش کو قائم رکھا۔ آخرکار ایک رات اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا اور تمام افراد بندروں کی صورت میں مسخ ہوگئے۔

صبح کے وقت شہر کا دروازہ نہ کھلا تو ساتھ رہنے والے لوگوں کو تشویش لاحق ہوئی کہ اس شہر کا دروازہ ابھی تک کیوں بند ہے؟

لوگ جمع ہو کر شہر کے دروازے پر آئے اور بڑی دیر تک دستک دیتے رہے لیکن دروازہ نہ کھلا تو انہوں نے شہر پناہ کے ساتھ سیڑھیاں لگائیں اور جاکر دروازہ کھولا۔

جب دروازہ کھلا تو لوگوں نے عجیب دہلا دینے والا منظر دیکھا کہ تمام لوگ بندر بن چکے ہیں ان میں ایک بھی انسان موجود نہیں تھا اور بندر اپنے اپنے دروازوں پر بیٹھے ہوئے حسرت اور یاس کی تصویر بنے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

لوگ دروازوں پر بیٹھے ہوئے بندروں سے کہتے: "کیا تم فلاں بن فلاں ہو؟" تو ان کے آنسو بہنے لگتے۔

تین دن تک بدکار قوم بندروں کی صورت میں زندہ رہی، تین دن کے بعد اللہ تعالیٰ نے سخت بارش برسائی اور ہوا کا طوفان بھیجا۔ اس طوفان نے انہیں سمندر میں غرق کردیا اور یوں یہ بدکار قوم اس صفحہ ہستی سے مٹ گئی۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: "کوئی بھی مسخ شدہ قوم تین دن سے زیادہ زندہ نہیں رہی اور اس وقت جو بندر نظر آتے ہیں یہ پہلے دن سے ہی بندر تھے اور مسخ شدہ قوم کی نسل آج تک نہیں بڑھی۔"(۱)

تفسیر برہان میں محمد بن یعقوب کی زبانی یہ تذکرہ کیا گیا:

"عن ابی عبداللّٰہ (علیہ السلام) فی قولہ تعالیٰ:

فلما نسوا ماذکروا بہ انجینا الذین ینہون عن السوء . قال کانوا ثلاثۃ اصناف . صنف ائتمروا وامروا ونجوا وصنف ائتمروا ولم یأمروا فمسخوا وصنف لم یأتمروا ولم یأمروا فهلکوا۔"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے قرآن کی آیت فلما نسوا ماذکروا۔ جب انہوں نے اس نصیحت کو بھلادیا جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو برائی سے روکتے تھے، کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "ان لوگوں کے تین گروہ تھے:

۱۔ جو خود بھی نیک کام کرتے اور دوسروں کو بھی نیکی کا حکم دیتے تھے انہوں نے نجات پائی۔

۱۔ بحار الانوار ج ۱۴ ص ۵۷۔

شخص کی برائی بری ہے اور تمہاری برائی زیادہ بری ہے کیونکہ تم ہم سے نسبت رکھتے ہو (کیونکہ تم ہماری طرف منسوب ہو اور آزاد کردۂ رسول کے بیٹے ہو اسی لئے نیکی تمہارے لئے اوروں کی بہ نسبت زیادہ ضروری ہے اور تمہارے لئے برائی زیادہ باعث عار ہے)۔

امام عالی مقامؑ نے شقرانی کو یہ نصیحت اس لئے کی تھی کہ آپؑ کو اس کی شراب نوشی کا علم ہو چکا تھا اور آپؑ نے حسین کنایہ سے اسے نصیحت فرمائی تھی۔(۱)

نرمی وشائستگی سے امر بالمعروف کرنا چاہئے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے پیروکاروں سے وداع کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپؑ نے انہیں جمع کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ ہمیشہ کمزور افراد کے مددگار بنیں اور ستم گاروں سے پرہیز کریں۔ پھر آپؑ نے ان میں سے دو افراد کو تبلیغ دین کے لئے انطاکیہ روانہ فرمایا۔

آپؑ کے بھیجے ہوئے مبلغ اس دن شہر انطاکیہ میں وارد ہوئے جس دن انطاکیہ میں بتوں کی رونمائی ہونی تھی اور پورا شہر اس دن عید منا رہا تھا۔

جب انہوں نے یہ صریح گمراہی دیکھی تو شہر والوں کو خوب لعنت ملامت کی۔

یہ بات بڑی واضح ہے کہ جب لوگ ایک کام کے عادی ہو جائیں اور

۱۔ انوار البہیہ ص ۶۷۔

اسے مذہب کا حصہ تصور کرنے لگیں تو وہ آسانی سے اس عمل کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ ہاں رفتہ رفتہ اور دلیل وبرہان سے ایسا کرنا ممکن ہے۔

انطاکیہ کے لوگ ان پر سخت ناراض ہوئے اور انہیں قید کر کے بادشاہ کے پاس لے گئے، بادشاہ نے انہیں زندان بھیج دیا۔

جب کافی عرصے تک ان کی خبر نہ آئی تو حضرت شمعونؑ ان کی خبر لینے شہر انطاکیہ گئے، وہاں جاکر انہیں معلوم ہوا کہ دونوں مبلغ پہلے ہی دن گرفتار ہو کر زندان پہنچ گئے تھے۔

حضرت شمعونؑ نے داروغہ سے مل کر ان سے ملاقات کی اور ان سے کہا "میں نے تمہیں کیا یہ نکتہ نہیں سمجھایا تھا کہ تبلیغ کی ابتدا ظالموں اور طاقتور لوگوں سے نہ کرنا، بہر نوع میں اپنے طور پر تمہاری رہائی کی کوشش کروں گا۔"

پھر آپؑ قید خانے سے باہر آئے اور آپؑ نے غریب طبقے سے اپنی تبلیغ کا آغاز کیا، غریب طبقہ ان کی تبلیغ سے متاثر ہونے لگا، اس طبقے نے ان کا تعارف اپنے سے ذرا برتر طبقہ سے کرایا، آپؑ نے اپنے استدلال اور شیریں بیانی سے انہیں بھی متاثر کیا، آہستہ آہستہ ان کی شہرت بادشاہ تک جا پہنچی۔

بادشاہ نے پوچھا: "اسے ہمارے شہر میں آئے ہوئے کتنا عرصہ گزرا ہے؟"

بادشاہ کو بتایا گیا: "انہیں اس شہر میں دو ماہ ہوئے ہیں۔"

بادشاہ نے حکم دیا: "اسے ہمارے پاس لایا جائے، ہم اس سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

حضرت حضرت شمعونؑ کو بادشاہ کا پیغام پہنچایا گیا تو آپؑ اس کے پاس

تشریف لے گئے۔ بادشاہ سے گفتگو ہوئی تو وہ آپؑ کی حکمت و دانش سے بے حد متاثر ہوا اور کہا کہ میری خواہش ہے کہ آپؑ میرے پاس رہیں۔ حضرت شمعونؑ اس کے مصاحب بن گئے۔

ایک مرتبہ بادشاہ نے ایک ڈراؤنا خواب دیکھا اور حضرت شمعونؑ کے سامنے اپنا خواب بیان کیا تو حضرت شمعونؑ نے اس کی بہترین تعبیر دی۔

کچھ عرصے بعد اس نے دوبارہ ایک ہولناک خواب دیکھا تو اس مرتبہ بھی حضرت شمعونؑ نے اس کی اچھی تعبیر دی جو کہ بادشاہ کو بہت پسند آئی اور یوں حضرت شمعونؑ نے آہستہ آہستہ بادشاہ کے دل و دماغ پر اپنا تسلط قائم کرلیا۔

جب انہوں نے بادشاہ کے دل و دماغ کو اپنا مطیع بنالیا تو ایک دن انہوں نے بادشاہ سے کہا: "میں نے سنا ہے کہ آپ نے ایسے دو افراد کو زندان میں قید کر رکھا ہے جو آپ کے مذہب و عقیدہ کے مخالف تھے؟"

بادشاہ نے کہا: "جی ہاں! درست ہے۔"

حضرت شمعونؑ نے کہا: "میں انہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

جب انہیں زندان سے باہر لایا گیا تو حضرت شمعونؑ نے کہا: "تم جس خدا کی عبادت کرتے ہو وہ کیسا ہے؟"

انہوں نے کہا: "ہم رب العالمین کی عبادت کرتے ہیں۔"

حضرت شمعونؑ نے کہا: "تو جس خدا کی تم عبادت کرتے ہو کیا وہ تمہاری دعا بھی قبول کرتا ہے؟"

انہوں نے کہا: "جی ہاں! ہم اگر کسی مریض، اندھے، کوڑھی یا

مبروص کے لئے دعا کریں تو وہ ہماری دعا قبول کرتا ہے اور وہ صحت یاب ہو جاتے ہیں۔"

حضرت شمعونؑ نے کہا: "ہم ابھی تجربہ کر کے تمہاری صداقت کو آزما لیتے ہیں۔"

یہ کہہ کر انہوں نے حکم دیا کہ برص کے چند مریض لائے جائیں۔ چنانچہ برص کے دو مریض لائے گئے۔

حضرت شمعونؑ نے کہا: "ایک مریض کو تم شفایاب کراؤ۔"

انہوں نے ایک مریض کے جسم پر ہاتھ پھیرا تو اس کا مرض زائل ہوگیا۔

حضرت شمعونؑ نے کہا: "یہ کام تو میں بھی کر سکتا ہوں، دوسرے مریض کے جسم پر حضرت شمعونؑ نے ہاتھ پھیرا تو وہ بھی صحت یاب ہوگیا۔

حضرت شمعون نے کہا: "اگر تم ایک اور کام کر کے دکھا دو تو میں تمہارے خدا پر ایمان لے آؤں گا اور تمہارا مذہب قبول کرلوں گا۔"

انہوں نے کہا: "بتائیں کونسا کام آپؑ ہم سے کرانا چاہتے ہیں؟"

حضرت شمعونؑ نے کہا "اچھا یہ بتاؤ کیا تمہارا خدا مردہ زندہ کر سکتا ہے؟ اور اگر وہ واقعی مردے زندہ کر سکتا ہے تو کیا تمہاری دعا سے بھی مردہ زندہ کردے گا؟"

انہوں نے کہا "بے شک ہمارا خدا مردے زندہ کرتا ہے اور ہم اگر کسی مردے کو زندہ کرنے کی دعا مانگیں تو یقیناً مردہ زندہ ہو جائے گا۔"

حضرت شمعون نے بادشاہ کی طرف رخ کر کے کہا: "بادشاہ! اب ان

لوگوں کی موت یقینی ہے کیونکہ ان کی دعا سے مردہ زندہ ہو نہیں سکے گا، آپ کسی مردے کے زندہ ہونے کی خواہش رکھتے ہیں؟"

بادشاہ نے کہا: "چند سال پہلے میرا جوان بیٹا مرگیا تھا میں چاہتا ہوں کہ وہ زندہ ہو جائے۔"

حضرت شمعونؑ نے کہا: "تو پھر آپ انہیں اپنے ساتھ اپنے بیٹے کی قبر پر لے جائیں۔"

بادشاہ نے ان دونوں کو اپنے ساتھ لیا اور بیٹے کی قبر پر آیا اور کہا: "یہ میرے جوان بیٹے کی قبر ہے تم اسے زندہ کرو۔"

ان دونوں نے اپنے ہاتھ دعا کے لئے بلند کئے، حضرت شمعون نے بھی ان کے ساتھ اپنے ہاتھ دعا کے لئے بلند کئے۔ تھوڑی دیر بعد قبر شگافتہ ہوگئی اور بادشاہ کا بیٹا کفن جھاڑتا ہوا قبر سے برآمد ہوا اور باپ کے سامنے آکر حیرت کی تصویر بن کر کھڑا ہوگیا۔

بادشاہ نے کہا: "بیٹا کیا ہوا ہے تو پریشان کیوں ہے۔"

تو اس نے کہا: "میں مرچکا تھا اور اچانک مجھے ایک وحشت نے گھیر لیا تھا، میں نے دیکھا تو مجھے تین افراد نظر آئے جو خدا سے میری زندگی کی درخواست کر رہے تھے، میں انہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

بادشاہ نے کہا: "ان کو پہچانو۔"

جب لڑکے کی نظر ان تین بزرگوں پر پڑی تو بے ساختہ کہا: "ابا جان! واقعی یہی تین افراد تھے جنہوں نے میری زندگی کے لئے درخواست کی تھی۔"

حضرت شمعونؑ نے ان دو قیدیوں کی طرف نظر کی اور کہا: "اب مجھے

تمہاری سچائی کا یقین آچکا ہے، اب میں تمہارے خدا پر ایمان لاتا ہوں۔"

حضرت شمعونؑ کو دیکھ کر بادشاہ نے بھی اسلام قبول کیا۔

جب بادشاہ مسلمان ہوگیا تو تمام وزراء اور درباری بھی مسلمان ہوگئے اور یوں چند دنوں میں شہر انطاکیہ کے تمام مرد وزن مسلمان ہوگئے۔(۱)

خدا کیا چاہتا ہے؟

شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی رضوان اللہ علیہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے ایک شہر کو تباہ و برباد کرنے کے لئے دو فرشتوں کو بھیجا۔

جب فرشتے اس شہر میں اترے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص آدھی رات کے وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہا ہے اور رو رو کر اپنے گناہوں کی معافی طلب کر رہا ہے۔

ان میں سے ایک فرشتے نے کہا: "اس شہر کو تباہ کرنے سے قبل اللہ تعالیٰ سے اس شخص کے متعلق پوچھ لینا چاہئے۔ کیا اسے بھی دوسروں کے ساتھ ہلاک کردیا جائے یا اسے نجات دی جائے؟"

دوسرے فرشتے نے کہا "ہمیں اس کے متعلق سوال کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو حکم دیا ہے ہمارا کام صرف اس کی تعمیل کرنا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو وحی کی جس نے سوال کرنے سے منع کیا

۱۔ بحار الانوار ج ۱۴ ص ۲۵۲۔

تھا کہ اس شخص کو بھی اور لوگوں کے ساتھ ہلاک کردو۔ (فقد حل به معهم سخطی انّ هذا لم يتغير وجهه قط غضا) میں دوسرے بدکاروں کی طرح اس پر بھی ناراض ہوں کیونکہ یہ عابد اپنی آنکھوں سے میری نافرمانی کو دیکھتا رہا لیکن آج تک اس کے چہرے پر ناراضگی کے آثار طاری نہیں ہوئے۔

جس فرشتے نے اللہ سے اس کے متعلق دریافت کرنا چاہا تھا اس پر اللہ کا غضب نازل ہوا اور اللہ نے اسے ایک جزیرے میں ڈال دیا وہ ابھی تک زندہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے زیر عتاب ہے۔(۱)

ثقۃ الاسلام کلینیؒ امام محمد باقرؑ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو وحی کی کہ میں تمہاری قوم میں سے ایک لاکھ افراد کو ہلاک کروں گا، ان میں سے چالیس ہزار بدکار ہیں اور ساٹھ ہزار اچھے ہیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے التجا کی: "بار الٰہی! گناہگار تو گناہوں کی بدولت ہلاک ہوئے لیکن ساٹھ ہزار بے گناہ افراد کیوں ہلاک ہوں گے؟"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "داهنوا اهل المعاصی ولم يغضبوا لغضبی. انہوں نے گناہگاروں کے ساتھ سہل انگاری روا رکھی ہوئی ہے اور جن پر میں غضبناک ہوں یہ ان پر غضبناک نہیں ہوئے۔"(۲)

عالموں اور دانشوروں پر عذاب الٰہی

قرآن مجید میں رب العزت نے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے ارشاد

۱۔ الکنی والالقاب ج ۱ ص ۳۱۰۔
۲۔ فروع کافی ج ۵ ص ۵۶۔

فرمایا: "او کالذی مر علی قرية وهی خاوية علی عروشها قال انی يحی هذه الله بعد موتها. (سورۃ البقرہ آیت ۲۵۹) تم نے اس کے حال پر نظر کی جو ایک گاؤں پر سے ہو کر گزرا اور وہ ایسا اجڑا تھا کہ اپنی چھتوں پر ڈھے کے گر پڑا تھا یہ دیکھ کر وہ کہنے لگا اللہ اس گاؤں کو موت کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟"

امام صادق علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیاؑ نبی کو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث فرمایا اور انہیں وحی کی کہ میں نے روئے زمین پر کسی شہر کو یوں امتیاز نہیں دیا اور اس میں بہترین درخت لگائے، لیکن اب اس شہر میں عمدہ درختوں کی جائے "خَرنُوب" کے درخت اُگ رہے ہیں۔"(۱)

جب بنی اسرائیل نے یہ پیغام سنا تو انہوں نے اس پیغام کا خوب مذاق اڑایا۔

حضرت ارمیاؑ نے بنی اسرائیل کے اس رویے کی خدا کی بارگاہ میں شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں وحی فرمائی: "اے ارمیاؑ! بنی اسرائیل سے کہہ دو کہ جس شہر کو میں نے امتیاز بخشا وہ بیت المقدس ہے اور بہترین درخت بنی اسرائیل ہیں جنہیں میں نے مسافرت سے نکال کر وطن عطا کیا اور جن سے میں نے ستم گر بادشاہوں کو دور کیا، اب انہوں نے میری اطاعت سے روگردانی اختیار کرلی ہے اور دن رات میری نافرمانی میں مصروف ہیں، میں ان پر ایک ایسے شخص کو مسلط کروں گا جو بے دریغ ان کا خون بہائے گا اور ان کے مال

۱۔ "خَرنُوب" خا اور نون کے ضمہ کے ساتھ اخروٹ کی مانند ایک درخت ہوتا ہے جس کے زرد پھول ہوتے ہیں اور اس کے چھلکے میں لوبیا کی طرح ایک چیز ہوتی ہے۔ یہ درخت انتہائی ناکارہ سمجھا جاتا ہے۔ (فرہنگ عمید)

لوٹ لے گا، اگر یہ مجھ سے دشمن کے دور ہونے کی بھی دعا کریں گے تو میں ان کی دعا قبول نہیں کروں گا اور پورے ایک سو سال تک اس شہر کو ویران رکھوں گا، سو برس بعد اسے آباد کروں گا۔"

ارمیا نبی نے جب یہ پیغام سنایا تو بنی اسرائیل کے علماء زارو قطار رونے لگے اور حضرت ارمیاؑ کی خدمت میں عرض کی: "آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے چھٹکارے کی دعا مانگیں، ہم نے کبھی بنی اسرائیل کے غلط کاموں میں شرکت نہیں کی۔"

حضرت ارمیا نے سات دن روزہ رکھا اور اللہ کے حضور علمائے بنی اسرائیل کی درخواست پیش کی لیکن اللہ کی طرف سے انہیں کوئی جواب نہ ملا۔ انہوں نے پھر سات دن روزے رکھے، بعدازاں اسرائیلی علماء کی درخواست پیش کی لیکن اس مرتبہ بھی اللہ کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ حضرت ارمیا نے پھر سات دن مزید روزے رکھے اور ان کی التجا بارگاہ احدیت میں پیش کی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں یہ جواب ملا: "ارمیا! کیا تم میری تقدیر اور میرے فیصلے کو ختم کرانا چاہتے ہو اگر تم باز نہ آئے تو پھر تمہارا چہرہ پشت کی جانب کردیا جائے گا۔ ان نام نہاد علماء سے کہو کہ "لانکم رایتم المنکر فلم تنکروہ" تمہارا جرم یہ ہے کہ تم نے لوگوں کو برائی کرتے ہوئے دیکھا لیکن تم نے انہیں منع نہیں کیا۔ اسی لئے ان کے جرم میں تم بھی برابر کے شریک ہو اور تم پر بھی اسی طرح سے میرا عذاب نازل ہوگا جیسا کہ دوسرے بدکاروں پر نازل ہوگا۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر

کو مسلط کردیا جس نے اسرائیلیوں کا قتل عام کیا اور پورے شہر کو لوٹ کر آگ لگادی اور بقیۃ السیف افراد کو غلام و کنیز بنا کر بابل لے گیا۔"

بخت نصر نے حضرت ارمیا کو اپنے پاس بلایا اور کہا: "میں نے سنا ہے کہ تم نے ان لوگوں کو میرے متعلق پہلے ہی پیش گوئی کردی تھی، اب اگر پسند کرو تو ہمارے ساتھ رہو اور اگر ہمارے پاس رہنا تمہیں ناگوار ہو تو جہاں جانا چاہو جاسکتے ہو۔"

حضرت ارمیا نے کہا۔ "میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گا، میں کسی اور طرف چلا جاؤں گا۔"

پھر حضرت ارمیا نے کچھ انجیر اور شیرہ کی مقدار اٹھائی اور گدھے پر سوار ہو کر شہر سے باہر جانے لگے، جب انہوں نے شہر کی تباہ حالی دیکھی اور کتوں کو انسانوں کا گوشت بھنبھوڑتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے بے ساختہ کہا کہ ان لوگوں کی موت کے بعد اللہ انہیں کیسے دوبارہ زندہ کرے گا؟

خداوند عالم نے انہیں اسی وقت موت دے دی اور ان کے ساتھ ان کے گدھے کو بھی موت نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

پورے سو برس تک حضرت ارمیا اور ان کے گدھے پر موت طاری رہی۔ پھر سو برس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں دوبارہ زندہ کیا تو وہ آنکھیں جھپکتے ہوئے اٹھ بیٹھے۔ اتنے میں اللہ تعالیٰ کی یہ آواز انہیں سنائی دی: "کم لبثت" تم کتنی دیر یہاں ٹھہرے رہے؟"

انہوں نے کہا: "بس ایک دن۔"

پھر انہوں نے سورج کی طرف دیکھا تو شام ہونے کو تھی اور جب وہ

اپنے گھر سے نکلے تھے تو صبح کا وقت تھا۔

انہوں نے فوراً اپنے کلام کی اصلاح کرتے ہوئے کہا: "خدایا! پورا دن نہیں بلکہ دن کا کچھ حصہ یہاں سویا پڑا رہا۔"

تو موت و حیات کے خالق کی انہیں یہ آواز سنائی دی:

"بل لبثت مائة عام فانظر الی طعامك و شرابك لم یتسنه وانظر الی حمارك و لنجعلك آیة للناس وانظر الی العظام کیف ننشزها ثم نکسوها لحما فلما تبین له قال اعلم ان الله علی کل شیء قدیر.

تم اس حالت میں سو برس پڑے رہے، اب ذرا اپنے کھانے پینے کی چیزوں کی طرف دیکھو وہ ابھی تک خراب نہیں ہوئیں، ذرا اپنے گدھے کو تو دیکھو کہ اس کی ہڈیاں ڈھیر پڑی ہیں اور یہ سب اس واسطے کیا ہے تاکہ لوگوں کے لئے تمہیں قدرت کا نمونہ بنائیں اور گدھے کی ہڈیوں کی طرف نظر کرو کہ ہم کیسے ان کو جوڑ دیتے ہیں، پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں، پس جب ان پر یہ ظاہر ہوا تو بول اٹھے کہ اب میں یقین کامل کے ساتھ جانتا ہوں کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔"(۱)

علماء کا فریضہ کیا ہے؟

جب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو زہر ستم سے شہید کیا گیا تو اس وقت امامؑ کے چند وکلاء کے پاس خمس کی ایک بڑی رقم موجود تھی۔

۱۔ سورۃ البقرہ آیت ۲۵۹۔
بحار الانوار ج ۱۴ ص ۳۵۳۔ تفسیر البرہان ج ۱ ص ۳۴۸۔

چنانچہ زیاد قندی کے پاس ستر ہزار اشرفی تھی اور علی بن ابی حمزہ کے پاس تیس ہزار اشرفیاں موجود تھیں۔

امام عالی مقامؑ کی شہادت کے بعد ان کی نیت میں فتور آگیا اور امام علی رضا علیہ السلام کو امام زمانہ تسلیم کرنے کی بجائے انہوں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات کا ہی سرے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے دن رات لوگوں میں اس نظریے کا پرچار کیا۔ کچھ لوگوں نے ان کی باتوں کو تسلیم کیا اور یوں مذہب واقفیہ کی داغ بیل ڈالی گئی۔

امام موسیٰ کاظم کے اجلہ تلامذہ میں سے یونس بن عبدالرحمٰن لوگوں کو امام علی رضا علیہ السلام کی امامت کی دعوت دیتے تھے۔ ان کے اس طرز عمل کی وجہ سے زیاد قندی اور علی بن ابی حمزہ ان کے مخالف ہوگئے اور اپنے ساتھ ملانے کے لئے انہیں دس ہزار اشرفی کا لالچ دیا۔

یونس بن عبدالرحمٰن صاحب بصیرت شخص تھے انہوں نے ان کی پیشکش کو ٹھکرا دیا اور کہا "امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جب لوگوں میں بدعتیں ظاہر ہو جائیں تو عالم کا فرض ہے کہ وہ اپنے علم کا اظہار کرے (لوگوں کو برائی سے روکے) اگر عالم نے ایسا نہ کیا تو اس سے نور ایمان سلب کر لیا جائے گا، میں کسی بھی حالت میں اس دینی جہاد اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو ترک نہیں کر سکتا۔"(۱)

۱۔ تحفۃ الاحباب ص ۳۲۵۔

تبلیغ کیلئے معروف اور منکر کا علم ہونا چاہئے

حضرت عمر بن خطابؓ رات کے وقت مدینہ کے گلی کوچوں میں بھیس بدل کر چکر لگایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ وہ ایک مکان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے اندر سے مشکوک قسم کی آوازیں سنیں۔ وہ فوراً دیوار پھلانگ کر مکان کے صحن میں پہنچ گئے، وہاں انہوں نے ایک شخص کو نامحرم عورت کے ساتھ تنہائی میں بیٹھا ہوا دیکھا جس کے سامنے شراب کا ایک جام بھی رکھا ہوا تھا۔

حضرت عمرؓ نے اسے سرزنش کی: "کیا تو یہ سمجھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ تیرے راز فاش نہیں کرے گا اور یہ کہ تجھے چھپ کر خدا کی نافرمانی کرتے ہوئے ذرا بھی حیا نہیں آئی؟"

اس شخص نے بڑے حوصلے سے کہا: "عمرؓ! صبر کرو جلد بازی سے کام نہ لو، اگر میں نے ایک غلطی کی ہے تو تم تین غلطیاں کر چکے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکم دیا ہے: **ولا تجسسوا**. (تجسس مت کرو) مگر تم نے ہماری جاسوسی کر کے قرآن کی اس آیت پر عمل نہیں کیا۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے: **واتوا البیوت من ابوابها**. (دروازوں سے گھروں میں داخل ہو) مگر تم دیوار پھلانگ کر اندر آئے ہو یہ تمہاری دوسری غلطی ہے۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے: **واذا دخلتم بیوتاً فسلموا علی اهلها**. (جب تم گھروں میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرو) مگر تم نے ہمیں سلام نہیں کیا۔ اس طرح تم بیک وقت تین غلطیاں کر چکے ہو۔

حضرت عمرؓ نے کہا: "میں اس شرط پر تیری غلطی معاف کر سکتا ہوں کہ تو آئندہ اس قسم کی حرکت نہیں کرے گا۔"

اس نے کہا: "خدا کی قسم میں آئندہ کوئی غلط حرکت نہیں کروں گا۔"

حضرت عمرؓ نے کہا: "مطمئن ہو جاؤ میں نے بھی معاف کر دیا۔"(۱)

حکام کا صحیح ہونا ضروری ہے

مامون الرشید کا دستور تھا کہ وہ ہر سوموار اور جمعرات کے دن کھلی کچہری لگاتا تھا۔ ان دنوں میں ہر شخص کو اس سے ملنے کی کھلی اجازت ہوتی تھی۔ چنانچہ وہ ان دنوں عوام سے ملتا اور ان کے مسائل سنتا اور مقدمات کے فیصلے بھی کرتا تھا۔

ایک مرتبہ جمعرات کے دن اس نے دربار عام لگایا اور امام علی رضا علیہ السلام کو دائیں جانب بٹھایا۔

محمد بن سنان کہتے ہیں کہ میں اس دن اپنے آقا و مولا امام علی رضا علیہ السلام کے ساتھ تھا۔

اتنے میں مامون الرشید کو بتایا گیا کہ صوفیہ میں سے ایک صوفی نے چوری کی اور رنگے ہاتھوں پکڑا گیا اور اس وقت وہ پولیس کی حراست میں ہے اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس سے گفتگو کر لیں۔

مامون نے کہا: "بہتر ہے! اسے میرے سامنے پیش کیا جائے۔"

اس شخص کو مامون کے سامنے پیش کیا گیا تو اس کے چہرے پر

۱۔ الغدیر ج ۶ ص ۱۲۱۔ حوالہ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۶۱۔

زہدو پارسائی کے آثار نمایاں تھے، اس کی پیشانی طویل سجدوں کی وجہ سے داغ دار تھی۔

مامون نے اسے دیکھ کر کہا: "عابد و زاہد ہونے کے باوجود تجھے چوری کرتے حیا نہ آئی؟ تیری شکل متقین جیسی اور کردار فاسقین جیسا ہے۔"

اس صوفی نے کسی خوف کے بغیر کہا: "مامون! میں نے مجبور ہو کر چوری کی ہے کیونکہ تو نے خمس اور غنیمت میں سے مجھے میرا حق نہیں دیا تھا اسی لئے میں نے اپنے جسم و جان کے رشتے کو حال رکھنے کے لئے چوری کی ہے۔"

مامون نے کہا: "خمس اور غنیمت میں تیرا حق کہاں ہے؟"

صوفی نے کہا: "اللہ تعالیٰ نے خمس کو چھ حصوں میں تقسیم کیا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: **واعلموا انما غنمتم من شیء فان اللّٰہ خمسہ وللرسول ولذی القربی و الیتامی و المساکین و ابن السبیل ان کنتم امنتم باللّٰہ وما انزلناعلی عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعن واللّٰہ علی کل شیء قدیر.** (سورۃ انفال آیت ۴۱)

(اور جان لو جو مال تم لڑکر حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ، رسول، رسول کے قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کا ہے، اگر تم خدا پر اور اس غیبی امداد پر ایمان لاچکے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلے کے دن (جنگ بدر) نازل کی تھی۔ جس دن مسلمانوں اور کافروں کی دو جماعتیں ٹکرائی تھیں اور خدا تو ہر چیز پر قادر ہے۔)

علاوہ ازیں اللہ نے غنیمت کو بھی چھ حصوں میں تقسیم کیا ہے:

ما افاء اللّٰہ علی رسولہ من اهل القری فللہ وللرسول ولذی القربی والیتامی والمساکین و ابن السبیل کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم وما اتا کم الرسول فخذوہ وما نهاکم عنہ فانتهوا واتقواللّٰہ ان اللّٰہ شدید العقاب. (سورۃ الحشر آیت ۷)

(جو مال خدا نے رسول کو دیہات والوں سے دلایا ہے وہ خدا اور رسول اور رسول کے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کا ہے تاکہ جو لوگ تم میں سے دولت مند ہیں ہر پھر کر دولت ان ہی میں نہ رہے۔ جو رسول تمہیں دے دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ اور خدا سے ڈرتے رہو، بے شک خدا سخت عذاب دینے والا ہے۔)

ان دونوں آیات میں مسافرین اور فقراء کا حق مقرر کیا گیا ہے اور میں اس وقت مسافر بھی ہوں اور فقیر بھی ہوں۔"

مامون نے صوفی کا استدلال سن کر کہا: "کیا تیری اس یاوہ گوئی کی وجہ سے میں تجھ پر حد شرعی نافذ نہیں کروں گا؟ مجھے خدا کی قسم میں چوری کی وجہ سے تیرا ہاتھ کاٹ دوں گا۔"

صوفی نے کہا: "تو میرا غلام ہے اور میں تیرا آقا و مالک ہوں، ایک غلام اپنے مالک پر حد نافذ نہیں کرسکتا۔"

مامون نے کہا: "میں تیرا غلام کب سے قرار پایا؟"

صوفی نے کہا: "تیرے باپ نے مسلمانوں کے بیت المال کی رقم سے تیری ماں کو خریدا تھا، اسی لئے تو تمام شرق و غرب میں بسنے والے مسلمانوں کا غلام ہے اور جب تک تمام مسلمان بیت المال کے اپنے حصے کو معاف نہ کردیں

تو شرعی طور پر تمام مسلمانوں کا غلام رہے گا۔

اور ہاں یہ بھی سن لے کہ میں نے اپنا حصہ معاف نہیں کیا اور تیری زیادتی کی داستان صرف یہیں ختم نہیں ہو جاتی، تیری جسارت کی انتہا تو یہ ہے کہ پوری خمس کا مالک تو خود بن بیٹھا ہے اور تو نے آلِ رسولؐ کے ساتھ ساتھ ہم جیسے غریبوں کو بھی خمس سے محروم کر رکھا ہے۔

مجھ پر حد شرعی نافذ کرنے سے قبل تم اپنے آپ کو پاک کرو، جو شخص خود ناپاک ہو وہ دوسروں کو پاک نہیں کر سکتا۔"

مامون نے امام علی رضا علیہ السلام کی طرف رخ کر کے کہا: "آپؑ کیا فرماتے ہیں؟"

امام عالی مقام نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو فرمایا ہے کہ "فللّٰه الحجة البالغة" محکم استدلال خدا کی طرف سے ہے۔

یقیناً اگر یہ استدلال جاہل کے سامنے پیش کیا جائے تو اسے جہالت سے باز رکھ سکتا ہے اور اگر کسی عالم کے سامنے یہ استدلال کیا جائے تو اس کے لئے فکر کی راہیں کھل سکتی ہیں، دنیا و آخرت استدلال و برہان پر قائم ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ اس نے تمہارے سامنے خوب استدلال کیا۔"

مامون نے صوفی کو رہا کرنے کا حکم جاری کیا اور یوں وہ حسنِ استدلال کی وجہ سے سزا سے بچ گیا۔(۱)

۱۔ بحار الانوار ج ۱۲ ص ۸۵۔

نظم

محتسب مستی بره دید و گریبانش گرفت
مست گفت ایدوست این پیراهن است افسار نیست
گفت مستی زان سبب افتان و خیزان میروی
گفت جرم راه رفتن نیست ، ره هموار نیست
گفت می باید تورا تا خانهء قاضی برم
گفت رو صبح آی قاضی نیمه شب بیدار نیست
گفت نزدیکست والی راسرای آنجا رویم
گفت والی از کجا در خانهء خمار نیست
گفت تا داروغه را گوئیم ، در مسجد بخواب
گفت مسجد خوابگاه مردم بدکار نیست
گفت دیناری بده پنهان و خودرا وارهان
گفت کار شرع کار درهم و دینار نیست
گفت از بهر غرامت جامه ات بیرون کنم
گفت بوسیده است جز نقشی ز پود و تار نیست
گفت آگه نیستی کز سردر افتادت کلاه
گفت در سر عقل باید بی کلاهی عار نیست
گفت می بسیار خوردی زان چنین بیخود شدی
گفت ای بی هوده گو ، حرف کم و بسیار نیست
گفت باید حد زند هشیار مردم ، مست را
گفت هشیاری بیار ، اینجا کسی هشیار نیست

(پروین اعتصامی)

محتسب نے راہ میں ایک مست کو دیکھا تو اس کا گریبان پکڑ لیا۔

مست نے کہا: "اے دوست یہ گریبان ہے، لگام نہیں ہے۔"

محتسب نے کہا: "تو نے شراب چڑھا رکھی ہے اسی لئے تو افتاں و خیزاں ہو کر چل رہا ہے۔"

مست نے کہا: "اس کا میرے چلنے سے کوئی واسطہ نہیں، دراصل راستہ ہی ناہموار ہے۔"

محتسب نے کہا: "میں تجھے قاضی کے پاس لے کر چلتا ہوں۔"

مست نے کہا: "صبح کے وقت آنا قاضی نصف شب کے وقت بیدار نہیں ہوتا۔"

محتسب نے کہا: "والی کی رہائش گاہ قریب ہے، میں تجھے وہاں لے جاتا ہوں۔"

مست نے کہا: "بھلا اس وقت والی کہاں؟ والی کا گھر مے خانے کا دروازہ نہیں کہ کھلا ہوا ہو۔"

محتسب نے کہا: "میں تیری شکایت داروغہ سے کرتا ہوں، تو فی الحال مسجد میں سو جا۔"

مست نے کہا: "مسجد بدکار لوگوں کی خواب گاہ نہیں ہے۔"

محتسب نے کہا: "پھر خاموشی سے مجھے ایک دینار دیدے اور آزاد ہو جا۔"

مست نے کہا: "شریعت کا کام درہم و دینار سے نہیں ہوتا۔"

محتسب نے کہا: "جرمانہ میں میں تیرا لباس اتارتا ہوں۔"

مست نے کہا "یہ بہت پرانا ہے اس میں تار و پود کے نقش کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔"

محتسب نے کہا: "تو شراب کے نشے میں اس قدر دھت ہے کہ تیرے سر سے ٹوپی گر گئی ہے مگر تجھے اس کا پتا تک نہیں ہے۔"

مست نے کہا: "کوئی بات نہیں، سر میں عقل ہونی چاہئے، ٹوپی کے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

محتسب نے کہا: "تو نے زیادہ چڑھا رکھی ہے اسی لئے تو بے خود ہو چکا ہے۔"

مست نے کہا: "اے بے ہودہ بکواس کرنے والے، میں نے کوئی کم و بیش الفاظ نہیں کہے۔"

محتسب نے کہا: "عقل مند افراد کو چاہئے کہ مست افراد پر حد جاری کریں۔"

مست نے کہا: "پہلے کوئی عقل مند تو یہاں لے آؤ، مگر یہاں کوئی عقل مند موجود نہیں ہے۔"

چند روایات

قال رسول اللّٰہ کیف بکم اذا فسدت نساؤکم وفسق شبابکم ولم تأمروا بالمعروف ولم تنھوا عن المنکر فقیل له ویکون ذلك یارسول اللّٰه؟

فقال نعم و شرمن ذلك کیف بکم اذا امرتم بالمنکر و نھیتم عن المعروف فقیل له یارسول اللّٰه ویکون ذلك؟

قال نعم و شرمن ذلك كيف بكم اذا رأيتم المعروف منكرا والمنكر معروفاً.

"فروع کافی ج ۵ ص ۵۹"

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اس وقت تمہاری حالت کیا ہوگی جب تمہاری عورتیں خراب ہو جائیں گی اور تمہارے جوان بگڑ جائیں گے اور اس وقت تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کروگے۔"

آپؐ سے پوچھا گیا: "یارسول اللہؐ! کیا ایسا بھی ہوگا؟"

آپؐ نے فرمایا: "بلکہ اس سے بھی بدتر حالت ہوگی جب تم برائی کرنے کا حکم دوگے اور نیکی سے منع کروگے۔"

آپؐ سے پوچھا گیا: "یارسول اللہؐ! کیا ایسا بھی ہوگا؟"

آپؐ نے فرمایا: "بلکہ اس سے بھی بدتر حالت ہوگی جب تم نیکی کو برائی اور برائی کو نیکی سمجھنے لگوگے۔"

عن جابر عن ابی جعفر عليه السلام قال: يكون في آخر الزمان قوم فيهم قوم مراؤن ويتنسكون حدثاء سفهاء لا يوجبون امرا بمعروف ولانهيا عن منكر الا اذا امنوا الضرر ويطلبون لانفسهم الرخص والمعاذير يتبعون زلاة العلماء وفساد عملهم يقبلون على الصلاة والصيام و مالا يكلهم في نفس ولا مال ولو اضرت الصلاة بسائر مايعملون باموالهم وابدانهم لرفضوها كماء رفضوا اسمى الفرائض و اشرفها الى ان قال (ع) ان الامر بالمعروف والنهي عن المنكر سبيل الانبياء و منهاج الصلحاء فريضة عظيمة بها تقام الفرائض و تأمن المذاهب و تحل المكاسب و ترد

المظالم و تعمر الارض و ينتصف من الاعداء و يستقيم الامر فانكروا بقلوبكم و الفظوا بالسنتكم وصكوا بها جباههم ولا تخافوا في الله لومة لائم فان اتعظوا والى الحق رجعوا فلا سبيل عليهم "انما السبيل على الذين يظلمون الناس ويبغون في الارض بغير الحق اولئك لهم عذاب عظيم" هنالك فجاهدو هم بابدانكم وابغضوهم بقلوبكم غير طالبين سلطاناً ولا باغين مالا ولامر يدين بظلم ظفرا حتى يفيؤا الى امرالله ويمضوا على طاعته.

"فروع کافی ج ۵ ص ۵۶"

جابر جعفی بیان کرتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "آخری زمانہ میں مسلمانوں کے اندر ایک ریاکار طبقہ ہوگا جو ظاہری عبادات بجالائے گا اور قرآن مجید کی تلاوت بھی کرے گا، وہ احمق قسم کے محدث ہوں گے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو فرض نہیں سمجھیں گے، ہاں جب انہیں نقصان کا اندیشہ نہیں ہوگا تو امر و نہی کو واجب قرار دیں گے اور وہ ہمیشہ اس فکر میں رہیں گے کہ کسی نہ کسی طرح سے دینی احکام سے راہ فرار اختیار کرسکیں اور اس کے لئے کوئی عذر تلاش کرسکیں، وہ لوگ ہمیشہ اہل علم کی لغزشیں تلاش کریں گے اور اہل علم کے فاسد اعمال کی پیروی کریں گے، یہ لوگ نماز اور روزہ اور دوسری اس قسم کی عبادات بجالائیں گے جن سے ان کے جان و مال کو کوئی ضرر نہ پہنچے، اگر انہیں یہ علم ہو جائے کہ نماز و روزہ ان کے مال و جان کے لئے ضرر رساں ہیں تو وہ انہیں بھی اسی طرح سے چھوڑ دیں جیسا کہ انہوں نے بلند ترین اور صاحب شرف فریضہ کو چھوڑا ہے۔"

پھر آپؑ نے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر انبیاء علیہم السلام کا راستہ اور صالحین کا شیوہ ہے، امر و نہی عظیم فریضہ ہے، اسی سے باقی فرائض کی ادائیگی ہوتی ہے اور راستے پر امن رہتے ہیں اور اسی سے کسب حلال وابستہ ہے اور مظلوموں کی حق رسی اسی فرض سے ممکن ہے اور اسی فریضہ سے زمین کی آبادی وابستہ ہے اور اسی فریضہ سے دشمنوں سے انتقام لیا جاسکتا ہے اور دین و دنیا کے تمام امور کی استواری امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے حاصل ہو سکتی ہے۔ معصیت کاروں کے سامنے قلب و زبان کے ساتھ قیام کرو اور زبان کے نیزے سے ان کی پیشانیوں کو رگڑ دو اور اپنی زبان کے ساتھ ان پر حملہ آور ہو جاؤ اور اس کے لئے کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے خوف نہ کھاؤ۔ اگر وہ لوگ نصیحت قبول کرلیں اور حق کی جانب رجوع کرلیں تو پھر تمہیں ان پر کوئی تسلط حاصل نہیں ہے۔ تم سے جہاں تک ممکن ہو ان لوگوں سے مبارزہ کرو جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور جو زمین پر ناحق بغاوت کرتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ تم ان کے خلاف اپنے جسم سے جہاد کرو اور اپنے دلوں میں ان سے نفرت کرو اور تمہاری نظر ریاست و سلطنت کے حصول پر نہ ہو اور دولت کا تمہیں لالچ نہ ہو اور تمہیں چاہئے کہ ظلم کو کامیابی کا ذریعہ مت بناؤ۔ تم عدل و انصاف کے ذریعے سے ان سے جہاد کرو یہاں تک کہ سرکش لوگ خدا کے فرمان کی جانب لوٹ آئیں اور اللہ کی اطاعت پر آمادہ ہو جائیں۔"

خطب امیرالمؤمنینؑ فحمداللّٰہ واثنی علیہ وقال: امابعد فانہ انما ھلك من کان قبلکم حیث ماعملوا من المعاصی ولم ینھھم الربانیون والاحبار عن

ذلك وتنزلت بھم العقوبات فأمروا بالمعروف و انھوا عن المنکر و اعلموا ان الامربالمعروف والنھی عن المنکر لم یقرّبا اجلًا ولم یقطعا رزقا ان الامر ینزل من السماء الی الارض کقطر المطرالیٰ کل نفس بما قدر اللّٰہ لھا من زیادہ اونقصان .... الخ.

"فروع کافی ج ۵ ص ۵۸"

امیرالمؤمنین علیہ السلام نے خطبہ دیا اور حمد و ثناء کے بعد فرمایا: "تم سے پہلے جو امتیں ہلاک ہوئیں تو انکی ہلاکت کی وجہ یہ تھی کہ وہ خدا کی نافرمانی کرتے تھے اور خدا پرست اور علماء انہیں منع نہیں کرتے تھے۔ وہ مسلسل خدا کی نافرمانیاں کرتے رہے اور علماء و زہاد نے بھی آنکھیں بند کئے رکھیں تو ان پر مختلف قسم کے عذاب نازل ہوئے۔

لوگو! متوجہ رہو اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دو اور یہ بھی جان لو کہ امر و نہی سے نہ تو موت قریب ہوتی ہے اور نہ ہی رزق قطع ہوتا ہے اور تقدیر الٰہی میں جو کچھ کسی کے لئے مقرر کیا گیا ہے وہ بارش کی طرح زمین پر نازل ہوتا ہے اور ہر شخص کو اس کا مقدر مل کر ہی رہتا ہے۔"

عن ابی عبداللّٰہؑ ان رجلا من خثعم جآء الی رسول اللّٰہؐ فقال یارسول اللّٰہ اخبرنی ما افضل فی الاسلام قال الایمان باللّٰہ قال ثم ماذا قال ثم صلة الرحم قال ثم ماذا قال ثم الامربالمعروف والنھی عن المنکر قال فقال الرجل فای الاعمال ابغض الی اللّٰہ قال الشرك باللّٰہ قال ثم ماذا قال قطیعة الرحم قال ثم ماذا قال الامر بالمنکر والنھی عن المعروف.

"فروع کافی ج ۵ ص ۵۸"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ قبیلہ خثعم کا ایک شخص رسول خدا صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی "اسلام میں سب سے بہتر عمل کون سا ہے؟"

آپؐ نے فرمایا: "اللہ پر ایمان لانا۔"

اس نے پھر پوچھا: "اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے؟"

آپؐ نے فرمایا: "صلہ رحمی۔"

اس نے پھر پوچھا: "اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے؟"

آپؐ نے فرمایا: "نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔"

اس نے پھر پوچھا: "اللہ کو سب سے زیادہ کون سا عمل ناپسند ہے؟"

آپؐ نے فرمایا: "خدا کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔"

اس نے پھر پوچھا: "اس کے بعد کون سا عمل ناپسند ہے؟"

آپؐ نے فرمایا: "برائی کا حکم دینا اور نیکی سے روکنا۔"

الصادق علیه السلام قال للحرث اس مغیره مایمنعکم اذا بلعکم عن الرجل ماتکرهونه مما یدخل به علینا الاذیٰ..... الخ.

امام صادق علیہ السلام نے حرث بن مغیرہ سے فرمایا: "تمہیں کیا چیز مانع ہے کہ جس کو دیکھو کہ وہ غلط کام کررہا ہے جس کی وجہ سے ہمیں اذیت دے رہا ہے اور لوگوں میں شکوہ کا سبب بن رہا ہے تو تم اس کے پاس جاؤ اور اسے سرزنش اور نصیحت کرو اور محکم استدلال سے اسے برے کام سے روکو۔"

حرث کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی: "مولا! یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ہماری بات نہ مانے اور ہماری پیروی نہ کرے۔"

آپؑ نے فرمایا: "اگر وہ ایسا کرے تو تم اس سے دور ہو جاؤ اور اس کے ساتھ

بیٹھنے سے پرہیز کرو۔"

عن مسعدة بن صدقة قال سمعت اباعبدالله علیه السلام یقول وسئل عن الامربالمعروف والنهی عن المنکرا واجب هو علی الامة جمیعا فقال لا فقیل له ولم؟

قال انما هو علی القوی المطاع، العالم بالمعروف من المنکر لا علی الضعیف الذی لا یهتدی سبیلا الی ای من ای یقول من الحق الی الباطل والدلیل علی ذلك كتاب الله عزوجل "ولتكن مكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر" وهذا خاص غير عام كما قال الله عزوحل "ومن قوم موسى امة يهدون بالحق وبه يعدلون" ولم يقل على امة موسى ولا على كل قومه وهم يومئذ امم مختلفة والامة واحدة فصاعدا كما قال الله عزوجل "ان ابراهيم كان امة قانتالله" يقول مطيعا لله عزوجل وليس على من يعلم ذلك في هذه الهدنة من حرج اذكان لاقوة له ولا عذر ولا طاعة.

"فروع کافی ج۵ ص۵۹"

مسعدہ بن صدقہ کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے امربالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق سوال کیا گیا کہ آیا یہ پوری امت پر واجب ہے؟

آپؑ نے فرمایا "نہیں۔"

پوچھا گیا "وہ کیوں؟"

آپؑ نے فرمایا "امربالمعروف اور نہی عن المنکر اس پر واجب ہے جس کے پاس قدرت ہو لوگ اس کی اطاعت کرتے ہوں اور وہ خود بھی نیکی اور برائی کو سمجھتا

ہو، اگر وہ نیکی و بدی کی تمیز کرنے کا اہل نہ ہوگا تو لوگوں کو راہ راست سے ہٹا کر باطل کی طرف لے جائے گا۔"

اور اس بات کی دلیل کہ امر و نہی ہر فرد پر واجب نہیں ہے، یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: "ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر" (سورۃ آل عمران آیت ۱۰۴) (تم میں ایک گروہ ہونا چاہئے جو نیکی کی دعوت دے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے)۔ یہ خاص ہے عام نہیں ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا: "ومن قوم موسی امة یھدون بالحق وبه یعدلون" (سورۃ اعراف آیت ۱۵۹) (موسیٰ کی قوم میں ایک امت ایسی ہے جو حق کے مطابق ہدایت کرتے ہیں اور اس کے مطابق عدل کرتے ہیں۔)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ پوری قوم موسیٰ ہدایت کرتی ہے اور لفظ "امت" کا اطلاق بعض اوقات فرد واحد کے لئے بھی ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ان ابراھیم کان امة قانتاللہ" (سورۃ نحل آیت ۱۲۰) (بے شک ابراہیمؑ اللہ تعالیٰ کی فرماں بردار امت تھا۔)"

اور ہم اس وقت خلفائے جور کے زیر تسلط ہیں اور اس وقت ہمیں کوئی قوت و قدرت حاصل نہیں ہے۔ اسی لئے عدم قدرت کی وجہ سے ہم پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر واجب نہیں ہے۔

فروع کافی کی اس روایت سے استنباط کرتے ہوئے شیخ بہاء الدین عاملی اپنی کتاب اربعین میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امر و نہی کے لئے دو شرائط کا موجود ہونا ضروری ہے اور فقہاء امر و نہی کی فرضیت کے لئے

چار شرائط بیان کرتے ہیں:

۱۔ انسان امر بالمعروف و نہی عن المنکر تب کرے جب وہ خود معروف اور منکر کو بخوبی سمجھتا ہو۔

۲۔ ایسے گناہگار کو امر و نہی نہیں کرنی چاہئے جو گناہوں پر اصرار کرتا ہو اور اس کے قرائن و آثار سے معلوم ہوتا ہو کہ وہ اپنے گناہوں پر پشیمان نہیں ہے۔

۳۔ تبلیغ کی تاثیر کا بھی امکان ہو۔

۴۔ امر و نہی کی وجہ سے مالی اور جانی نقصان کا اندیشہ نہ ہو۔

درج بالا حدیث میں پہلی اور تیسری شرط کی طرف اشارہ ہے لیکن یہ واضح رہے کہ یہ شرائط اس امر و نہی سے متعلق ہیں جس کا تعلق ہاتھ اور زبان سے ہو لیکن دل سے برائی کو برا سمجھنے کے لئے یہ شرائط نہیں ہیں۔

"اربعین ص ۱۰۶"

باب دوم

فضائلِ علم و عالمِ باعمل

قل هل يستوی الذين يعلمون والذين لا يعلمون. (سورۂ زمر آیت ۹)

"کہہ دو! کیا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں؟"

معارف دینی کی تعلیم کا اجر کیا ہے؟

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا. "ایک شخص دوسرے شخص کو پکڑ کر امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور دعویٰ کیا کہ اس شخص نے میرے باپ کو قتل کیا ہے۔"

قاتل نے آپؑ کے سامنے اعتراف جرم کر لیا۔

امام علیہ السلام نے قصاص کا حکم دیا اور مقتول کے بیٹے سے آپؑ نے خون معاف کرنے کی درخواست کی اور اس سے فرمایا: "اگر تم ایسا کرو گے تو تمہیں عظیم ثواب ملے گا۔"

مدعی خون معاف کرنے پر راضی نہ ہوا۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے مدعی سے فرمایا: "اگر اس شخص نے

تم پر کبھی کوئی احسان کیا ہو تو تمہیں چاہئے کہ اس کے احسان کے بدلے میں اسے معاف کر دو۔"

مدعی نے عرض کی: "مولا! اس نے مجھ پر ایک احسان ضرور کیا تھا لیکن وہ احسان اتنا بڑا نہیں ہے کہ میں اس کی وجہ سے باپ کا خون معاف کر دوں۔"

امام علیہ السلام نے فرمایا: "پھر تو کیا چاہتا ہے؟"

مدعی نے کہا: "میں اپنے باپ کا قصاص چاہتا ہوں لیکن اگر یہ شخص خون بہا اور دیت پر آمادہ ہو تو میں اس سے مصالحت کرنے پر بھی تیار ہوں۔"

امام علیہ السلام نے مدعی سے فرمایا: "یہ بتاؤ کہ اس نے تم سے کونسی بھلائی کی تھی؟"

مدعی نے عرض کی: "فرزند رسولؐ! اس شخص نے مجھے توحید و نبوت اور ائمہ طاہرین کی امامت کی تلقین کی تھی۔"

امام زین العابدینؑ نے بڑے تعجب سے فرمایا: "تو کیا یہ تعلیم تیرے باپ کے خون کی قیمت کے برابر نہیں ہے؟ خدا کی قسم انبیاءؑ و ائمہ کے خون کے علاوہ تمام اولین و آخرین کے خون کے برابر ہے۔ دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس سے انبیاءؑ و اوصیاء کے خون کا وزن کیا جا سکے۔"

پھر آپؑ نے قاتل کی طرف رخ کیا اور فرمایا: "اگر تو اس تعلیم کا اجر مجھے ہبہ کر دے تو میں تیری طرف سے خون بہا دینے پر تیار ہوں۔"

قاتل نے عرض کی: "مولا! مجھے اس ثواب کی زیادہ ضرورت ہے جبکہ آپؑ کو اس کی چنداں ضرورت نہیں ہے، میرے گناہ بہت زیادہ ہیں،

قیامت کے دن مجھے اس ثواب کی ضرورت محسوس ہوگی اور میں نے جو قتل کیا ہے اس کا تعلق مجھ سے اور مقتول سے ہے، اس کا تعلق مجھ سے اور اس (فرزند مقتول) سے نہیں ہے۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: "تو گویا تم ثواب ہبہ کرنے کے عوض قصاص میں قتل ہونا پسند کرتے ہو؟"

مجرم نے جواب دیا: "جی ہاں۔"

پھر آپؑ نے مقتول کے بیٹے سے فرمایا: "اس شخص نے تیرے باپ کو قتل کر کے تجھے یتیمی سے ہمکنار کیا اور تیرے باپ کو اس کی بقایا زندگی سے محروم کیا، اگر تو معاف کردے اور صبر کرلے تو پھر تو بھی اپنے باپ کے ساتھ جنت میں ہوگا اور یاد رکھو کہ جنت میں جانے کا حق تمہیں اس مجرم کی وجہ سے ملا ہے کیونکہ اس نے تجھے دین کے بنیادی عقائد تعلیم کئے ہیں، اس نے قتل کر کے جو جرم کیا ہے وہ کم ہے، البتہ اس نے جو نیکی کی ہے وہ اس جرم سے کئی گنا زیادہ ہے، اگر تو اسے معاف کردے تو میں تم دونوں کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی حدیث سناؤں گا جو خون بہا تو کیا دنیا و مافیہا کی قیمت سے بہتر ہے، اگر تم معاف نہیں کرو گے تو میں وہ حدیث صرف اس کو سناؤں گا۔"

مدعی نے کہا: "آقا! میں نے رضائے الٰہی اور آپؑ کی وساطت کی وجہ سے اسے معاف کیا ہے، آپؑ حدیث بیان فرمائیں۔"(۱)

۱۔ بحارالانوار ج ۲ ص ۱۳۔

نوٹ: علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے مذکورہ حدیث اس مقام پر درج نہیں فرمائی اور باب معجزات رسولؐ کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا، ہم نے اس باب میں مذکورہ حدیث کو کافی تلاش کیا لیکن ہمیں وہ حدیث اس باب میں نہیں مل سکی اس کے لئے ہم اپنے قارئین سے معذرت خواہ ہیں۔

۳ ایک دینی مسئلے کی تعلیم کی قدروقیمت

ایک عورت حضرت صدیقہ طاہرہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ میری ماں بوڑھی ہے میں اس کی طرف سے آپؑ سے چند سوال کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے میری ماں نے ان سوالات کے لئے آپؑ کی خدمت میں بھیجا ہے۔

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا: "ضرور پوچھو۔"

اس عورت نے ایک سوال کیا، حضرت سیدہؑ نے جواب دیا۔ پھر اس نے دوسرا سوال کیا، آپؑ نے اس کا جواب دیا۔ اس طرح سے سائلہ نے آپؑ سے دس سوال پوچھے، آپؑ نے سب کے جوابات دیئے۔

پھر کثرت سوال کی وجہ سے سائلہ نے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا: "میں اب آپؑ کو مزید زحمت دینا پسند نہیں کرتی۔"

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا: "تمہارا جو جی چاہے پوچھو، اگر کسی شخص کو سونے کی ایک لاکھ اشرفی دی جائے اور اسے کہا جائے کہ تم یہ سامان چھت تک پہنچاؤ تو کیا کوئی شخص اس مزدوری کو کم خیال کرے گا؟"

سائلہ نے کہا: "ہرگز نہیں۔"

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا: "میں تجھے جو مسائل بتا رہی ہوں ان میں سے ہر مسئلہ کے بدلے میں مجھے زمین و آسمان اور ان کے مابین فاصلہ اگر جواہر سے بھرا ہوا حاصل ہو، تو مجھے ہر ایک مسئلے کے عوض اتنا اجر مل رہا ہے۔ جب ایک لاکھ طلائی اشرفی کے بدلے میں سامان کو چھت پر لے جانے والا مزدور اس کو اپنے لئے بوجھ نہیں سمجھتا تو میں اتنے بڑے اجر کے

بدلے میں مسئلہ بتانے کو اپنے لئے زحمت کیسے سمجھ سکتی ہوں، جبکہ مزدور کا کام کافی مشکل اور محنت طلب ہے اور میرا کام انتہائی آسان ہے۔ میں نے اپنے والد محترم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن ہمارے شیعہ علماء کو ان کے علم و ہدایت کی مقدار میں خدا کی طرف سے خلعت کرامت پہنائی جائے گی اور اس خلعت کے علاوہ ہر عالم کو دس لاکھ نورانی حلے دیئے جائیں گے۔

ثم ینادی منادی ربنا عزوجل: ایها الکافلون لایتام آل محمد الناعشون لهم عند انقطاعهم عن ابائهم الذین هم ائمتهم هؤلاء تلامذتکم الذین کفلتموهم ونعشتموهم فاخلعوا علیهم خلع العلوم فی الدنیا فیخلعون علی کل واحد من اولئك الایتام علی قدر ما اخذوا عنهم من العلوم حتی ان فیهم یعنی فی الایتام لمن یخلع علیه مائة الف خلعة.

(پھر اس وقت رب العالمین کی جانب سے ایک منادی ندا کرے گا:

"اے یتیمان آل محمدؐ کی کفالت و سرپرستی کرنے والو! جب وہ اپنے آباء یعنی اپنی ائمہ سے منقطع تھے اس وقت تم نے ان کی روحانی تربیت کی تھی آج وہ تمہارے زیر کفالت و تربیت افراد موجود ہیں، انہوں نے دنیا میں تم سے جس جس مقدار میں علم حاصل کیا تھا اسی مقدار میں انہیں جنت کی خلعتیں عطا کرو۔"

پھر علماء اپنے شاگردوں کو ان کے کسب علم کی مقدار میں خلعتیں عطا کریں گے اور ان شاگردوں میں ایسے شاگرد بھی ہوں گے جنہیں ایک لاکھ حلے دیئے جائیں گے) پھر ان شاگردوں کے شاگردوں کو نورانی حلے دیئے جائیں گے اسی طرح سے یہ سلسلہ جاری رہے گا، جب تمام شاگردوں کا سلسلہ پورا ہو

جائے گا تو پھر ندائے قدرت بلند ہوگی کہ اب اتنی ہی تعداد میں ان علمائے شیعہ کو نورانی حلے دیئے جائیں جتنی تعداد میں ان کے شاگرد لے چکے ہیں، جب اس تعداد میں پوشاکیں انہیں مل جائیں گی تو پھر حکم پروردگار ہوگا انہیں اس سے بھی دوگنا پوشاکیں دی جائیں۔"

پھر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے اس عورت سے فرمایا:

"متوجہ رہو ان نورانی پوشاکوں کی ایک تار اس تمام دنیا سے لاکھوں درجہ بہتر ہے، پوری دنیا کی نعمتیں اس سے مقابلہ نہیں کرسکتیں کیونکہ دنیا کی تمام نعمات تکلیف و غم سے وابستہ ہیں۔"(۱)

بیس ہزار درہم یا علم کا ایک دروازہ

ایک شخص امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے لئے ہدیہ لے کر آیا۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے اس کا ہدیہ قبول کیا اور فرمایا: "اگر پسند کرو تو اس ہدیے کے بدلے میں بیس گنا زیادہ دوں اور بیس ہزار درہم تمہیں عطا کروں یا پھر تمہارے لئے علم کا ایک دروازہ کھول دوں اور اس کے وسیلے سے ہمارے خاندان کے فلاں ناصبی دشمن پر فتح پاسکو اور اس علاقے کے ضعیف الاعتقاد شیعوں کو اس کے چنگل سے نجات دے سکو۔ اگر تم نے بہتر چیز کا انتخاب کیا تو میں دونوں ہدیے تمہیں عطا کروں گا اور اگر تمہارا انتخاب درست نہ ہوا تو میں تمہیں ایک چیز دے دوں گا۔"

اس نے عرض کی: "مولا! یہ بتائیں کہ اگر میں اس ناصبی کو مغلوب

۱۔ بحار الانوار ج ۲ ص ۳۔

کرلوں اور کمزور شیعوں کو اس کے ہاتھ سے چھٹکارا دلادوں تو کیا اس کا ثواب بیس ہزار درہم کے برابر ہوگا؟"

آپؑ نے فرمایا: "اس کا ثواب پوری دنیا سے بیس ہزار گنا بہتر ہے۔"

اس نے عرض کی: "مولا! تو میں پھر بہتر کو چھوڑ کر کمتر چیز کا انتخاب کیسے کرسکتا ہوں؟ میں علم کا دروازہ کھولنے کو پسند کرتا ہوں۔"

امام حسن مجتبٰی علیہ السلام نے فرمایا: "تم نے صحیح چیز کا انتخاب کیا۔"

آپؑ نے اس کے لئے علم کا ایک دروازہ بھی کھولا اور اسے بیس ہزار درہم بھی عطا کئے۔

وہ شخص آپؑ کی خدمت سے روانہ ہو کر اپنے گاؤں گیا وہاں اس نے اس ناصبی سے بحث کی اور اسے شکست فاش دی۔ امام حسن مجتبٰی علیہ السلام کو اس مباحثہ کی اطلاع ملی۔

پھر چند دنوں بعد وہی شخص امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا: "دنیا میں کسی شخص نے تیری طرح کبھی نفع حاصل نہیں کیا کیونکہ تو درجہ اول میں خدا کا دوست ہے اور دوسرے درجے میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کا دوست ہے اور تیسرے درجے میں تو اہلبیت اور ائمہ ہدیٰ کا دوست ہے اور چوتھے درجے میں تو ملائکہ کا دوست ہے اور پانچویں درجے میں تو تمام مؤمنین کا دوست ہے اور اس روئے زمین پر بسنے والے تمام مؤمن و کافر کی تعداد سے ہزار گنا بہتر تجھے اللہ تعالیٰ ثواب دے گا۔ تجھے وہ ثواب مبارک ہو۔"(۱)

۱۔ احتجاج طبرسی ص۶۔ متن حدیث نقل از بحار الانوار ج۲۔

امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام نے ایک شخص سے فرمایا: "اگر تمہارے دو دوست ہوں ان میں سے ایک دوست مالدار ہو اور جب بھی تمہاری اس سے ملاقات ہو تو وہ ہر ملاقات پر تمہیں دس ہزار درہم کی تھیلی دے اور دوسرا دوست عالم ہو اور اس سے جب بھی تمہاری ملاقات ہو تو وہ تمہیں ایسی چیز کی تعلیم دے جس کی وجہ سے تم ابلیس کی ایک گرہ سے نجات حاصل کرسکو اور تمہیں ایسی چیز سے آشنا کرے کہ تم شیطانوں کے حیلے کو درہم برہم کرسکو اور ان کے دست فریب کو قطع کرسکو، تو بتاؤ ان دو دوستوں میں سے تم کس دوست کو زیادہ عزیز رکھو گے؟"

اس شخص نے جواب دیا: "میں اس دوست کو زیادہ عزیز رکھوں گا جو مجھے ایسے چیزوں کی تعلیم دے جن سے میں ابلیسی فریب سے بچ سکوں۔"

آپؑ نے اس سے پھر دوسرا سوال کیا اور فرمایا: "اچھا یہ بتاؤ کہ اگر ایک شخص کافروں کے پاس قید ہو اور ایک شخص نواصب اور خاندان نبوت کے دشمنوں کے استدلال کی قید میں پھنس رہا ہو وہ اسے اپنے دلائل سے گمراہ کرنا چاہتے ہوں تو ان دو قیدیوں میں سے تم کس کو آزاد کرانا بہتر سمجھتے ہو؟"

اس نے عرض کی: "فرزند رسولؐ! آپؑ خدا سے دعا کریں کہ اللہ پاک مجھے اس کے صحیح جواب کی توفیق عطا فرمائے۔"

آپؑ نے دعا کی اور کہا: "خدایا! اسے توفیق عطا فرما۔"

اس شخص نے کچھ دیر تامل کرنے کے بعد کہا: "مولا! میں اس مؤمن کو جو ناصبیوں کے ہاتھوں قید ہے چھڑانا زیادہ پسند کروں گا اور اس کی چند

وجوہات ہیں:

۱۔ اگر میں مؤمن کو نواصب کے دام ضلالت سے چھٹکارا دلانے میں کامیاب ہو گیا تو وہ دوزخ کا ایندھن بننے سے بچ جائے گا اور جنت میں داخل ہو گا۔

۲۔ اس کے برعکس اگر میں کسی مؤمن کو کافروں کی قید سے نجات دلاتا ہوں تو زیادہ سے زیادہ اپنی طبعی عمر پوری کر سکے گا۔

۳۔ اگر بالفرض کفار اپنے قیدی کو قتل بھی کر دیں تو وہ شہادت کی وجہ سے جنت میں جائے گا لیکن اگر کوئی مؤمن نواصب کے دام پھنس گیا تو وہ دوزخ میں جائے گا۔

آپؑ نے فرمایا: "بہت خوب اللہ تعالیٰ تیرے باپ پر رحم کرے جس نے تیری اچھی تربیت کی ہے اور تو نے میرے مافی الضمیر کی صحیح ترجمانی کی ہے اور تو نے پیغمبر اسلامؐ کی تعلیمات سے سر مو انحراف نہیں کیا۔"(۱)

اولوالعزم نبی خدمت استاد میں

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اپنی بہت سی نوازشات فرمائیں، انہیں شرف تکلم بخشا، انہیں صاحب تورات بنایا اور انہیں عصا، یدبیضا اور طوفان و خون وغیرہ کے معجزات عطا فرمائے، ان کو دریائے قلزم سے نجات دی اور فرعون کو اس کے لشکر سمیت غرق کیا۔

مسلسل نوازشات کی وجہ سے ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے

۱۔ بحار الانوار ج ۲ ص ۹۔

دل میں خیال پیدا ہوا کہ اللہ نے مجھ سے بڑا صاحب علم کوئی خلق نہیں فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا: "قبل اس کے کہ موسیٰؑ اس خود پسندی کی وجہ سے ہلاک ہوں، جاکر ان کی مدد کر اور ان سے جاکر کہہ کہ جہاں دو سمندر ملتے ہیں وہاں جاؤ، وہاں تمہیں ہمارا ایک بندہ ملے گا جسے ہم نے علم لدُنّی عطا کیا ہے چنانچہ تم جاکر اس سے علم حاصل کرو۔"

حضرت جبرئیلؑ اللہ تعالیٰ کا پیغام لائے، حضرت موسیٰ علیہ السلام فوراً متنبہ ہو گئے کہ یہ سب کچھ اس خود پسندی کی وجہ سے ہے جو چند لمحات قبل میرے اندر پیدا ہوئی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جناب یوشع بن نون کو ساتھ لے کر اس بندۂ خدا کی تلاش میں نکلے، آخرکار دو سمندروں کے مقام اتصال پر ان کی ملاقات ہوئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "فوجد عبدا من عبادنا اتيناه رحمة من عندنا وعلمناه من لدنا علما" (سورہ کہف آیت ۶۵) موسیٰؑ نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو وہاں پایا جسے ہم نے اپنی طرف سے رحمت دی تھی اور جسے ہم نے اپنی جانب سے علم تعلیم فرمایا تھا)۔

موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے درخواست کی: "کیا آپ مجھے اپنے علم میں سے کچھ علم کی تعلیم دیں گے؟"

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: "انك لن تستطيع معى صبراً. (آیت ۶۷) (تم اسے برداشت نہیں کر سکو گے) کیونکہ مجھے ان امور کا حکم ہے جنہیں تم برداشت نہیں کر سکتے اور اللہ نے تمہارے ذمے جو کام لگایا ہے مجھے اس کے اٹھانے کی قوت نہیں ہے۔"

موسیٰ علیہ السلام نے کہا: "میں صبر کروں گا۔"

خضر علیہ السلام نے فرمایا: "خدا کے کاموں میں قیاس کا دخل نہیں ہے۔ وکیف تصبر علی مالم تحط بہ خبراً. (آیت ۶۸) (جس چیز کا تم احاطہ علمی نہیں رکھتے تم اس پر صبر کیسے کرو گے؟)

موسیٰ علیہ السلام نے کہا: "انشاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں کسی کام میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔"

حضرت خضر نے لفظ انشاء اللہ کی وجہ سے انہیں اپنا شاگرد بنانے پر رضامندی کا اظہار کیا اور فرمایا: "میری شرط تعلیم یہ ہے کہ تم میری کسی بات پر اعتراض نہیں کرو گے یہاں تک میں خود تمہیں اس کا سبب بتاؤں۔ فان اتبعتنی فلا تسئلنی عن شیء حتی احدث لك منه ذكراً. (آیت ۷۰)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے استاد کی شرط قبول کرلی۔

چنانچہ استاد و شاگرد دونوں کشتی پر سوار ہوئے، حضرت خضرؑ نے کشتی میں سوراخ کیا اور اسے عیب دار بنادیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خضر علیہ السلام سے اس کام کی توقع نہ تھی وہ ناراض ہوکر کہنے لگے: "اخرقتها لتغرق اهلها لقد جئت شيئاً امراً. (آپؑ نے سوراخ کردیا تاکہ کشتی کے سوار غرق ہوجائیں، بے شک آپؑ نے یہ عجیب کام کیا ہے)۔

حضرت خضرؑ نے کہا: "کیا میں نے پہلے تمہیں یہ نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کرسکو گے؟"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معذرت کی، پھر کشتی سے اتر کر دونوں

جارہے تھے کہ راستے میں خضرؑ نے ایک بچے کو قتل کردیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت نبی تھے انہیں غصہ آیا اور خضرؑ کا گریبان پکڑ کر فرمایا: "اقتلت نفسا زكية بغير نفس لقد جئت شيئاً نكراً. (آیت ۷۴) (آپؑ نے ایک محترم جان کو کسی قصاص کے بغیر قتل کردیا یقیناً آپ نے برا کام کیا)۔

حضرت خضرؑ نے فرمایا: "خدائی کاموں کا فیصلہ انسانی عقول سے کرنا مناسب نہیں ہے، اس کے بجائے عقول کو امر خدا کے تابع کرنا چاہیے۔ تم جو کچھ بھی دیکھو اسے کمال صبر و تسلیم سے برداشت کرو، میں نے تو تمہیں پہلے ہی بتادیا تھا کہ تم صبر نہیں کرو گے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "اگر میں پھر اعتراض کروں تو تمہیں مجھ سے جدا ہونے کا اختیار ہوگا۔"

چنانچہ پھر دونوں بزرگوار چل پڑے۔ ناصرہ نامی ایک بستی میں آئے (نصاریٰ اسی گاؤں کی طرف منسوب ہیں) انہیں اس وقت خوب بھوک لگی ہوئی تھی اور انھوں نے بستی والوں سے روٹی مانگی تو کسی نے انہیں مہمان بنانے پر رضامندی کا اظہار نہ کیا۔

حضرت خضرؑ نے وہاں ایک دیوار کو دیکھا جو ٹیڑھی ہوچکی تھی اور گرنے کے قریب تھی، آپ نے موسیٰ علیہ السلام کو ساتھ ملایا اور اس دیوار کو سیدھا کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "اگر آپ ان سے اجرت لے لیتے تو بہتر تھا۔"

حضرت خضرؑ نے کہا: "هذا فراق بيني و بينك سأنبئك بتأويل مالم تسطع عليه صبراً. (آیت ۷۸) (اب میں اور تم جدا ہیں اور جن چیزوں پر آپ صبر نہیں کرسکے میں آپ کو ان کے متعلق بتاتا ہوں)۔

جس کشتی میں سوراخ کیا تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ کشتی چند مساکین کی تھی جو سمندر میں کشتی چلا کر اپنی روزی حاصل کرتے تھے۔ علاقے کے بادشاہ کو جنگ درپیش ہے، وہ کشتیوں پر قبضہ کررہا ہے، میں نے اسے عیب دار بنادیا، جب وہ کشتی کی یہ حالت دیکھے گا تو کشتی پر قبضہ نہیں کرے گا اور کشتی کے مالک اس کی مرمت کرکے اپنا رزق بدستور حاصل کرتے رہیں گے۔

جس بچے کو میں نے قتل کیا تھا اس بچے کے والدین مؤمن تھے اور اگر یہ لڑکا زندہ رہتا تو والدین کو بھی کفر میں لے جاتا۔ اس لئے مجھے خدا کا حکم ہوا کہ میں اسے قتل کردوں تاکہ اس کے والدین ایمان کی سلامتی لے کر دنیا سے رخصت ہوں۔

جو دیوار ہم نے مفت بنائی تھی وہ دو یتیم بچوں کی تھی اس کے نیچے ان کے لئے خزانہ چھپا ہوا تھا اگر وہ دیوار گرجاتی تو لوگ وہ خزانہ اٹھا کر لے جاتے اسی لئے میں نے اس دیوار کو سیدھا کردیا تاکہ جب بچے جوان ہوں اور اس دیوار کو گرائیں تو انہیں ان کا خزانہ مل جائے۔"

بعض روایات میں ہے کہ دیوار کے نیچے سونے چاندی کا کوئی خزانہ نہیں تھا دیوار کے نیچے ایک سونے کی لوح تھی جس پر یہ جملے تحریر تھے:

"عجبت لمن ايقن بالموت فكيف يفرح ، عجبت لمن ايقن بالقدر فكيف يحزن ، عجبت لمن ايقن بالبعث انه حق فكيف يظلم ،

عجبت لمن يرى الدنيا وتصرف اهلها حالا بعد حال كيف يطمئن اليها.

مجھے اس پر تعجب ہے جسے موت کا یقین ہے وہ خوش کیسے ہوتا ہے؟

مجھے اس پر تعجب ہے جسے تقدیر کا یقین ہے، مگر وہ غمگین کیوں ہوتا ہے؟

مجھے اس پر تعجب ہے جو قیامت کے دن مبعوث ہونے کا یقین رکھتا ہے وہ ظلم کیسے کرتا ہے؟

مجھے اس پر تعجب ہے جو لمحہ بہ لمحہ دنیا کی دگرگونی کو دیکھتا ہے وہ اس پر مطمئن کیسے ہو جاتا ہے؟

حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ ان بچوں کا باپ نیک انسان تھا اور ان یتیم بچوں اور ان کے نیک باپ کے درمیان ستر پشتوں کا فاصلہ ہے اس کی نیکی کی وجہ سے یہ تختی ان بچوں کے لئے محفوظ کی گئی، اس لئے تیرے رب کا ارادہ ہوا کہ بچے جوان ہو جائیں اور اپنا خزانہ خود برآمد کریں۔

یہ تمام کام جو میں نے کئے تھے اپنی جانب سے نہیں کئے تھے اور انہی کاموں پر تم صبر نہیں کرسکے تھے۔

علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ درج بالا واقعہ لکھنے کے بعد تحریر کرتے ہیں کہ اس واقعے سے تعلیم کے بہت سے مسائل کا استفادہ کیا جاسکتا ہے:

۱۔ شاگرد کو استاد کا پیرو ہونا چاہئے۔

۲۔ علم و دانش کے حصول کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔

۳۔ استاد سے کمال ادب کے ساتھ تعلیم کی درخواست کرنی چاہئے۔

موسیٰ علیہ السلام اولوالعزم نبی ہونے کے باوجود حضر علیہ السلام کے

پاس خود چل کر علم حاصل کرنے گئے تھے۔

۴۔ استاد کے سامنے شاگرد یہ نہ کہے کہ وہ اسے اپنا تمام علم تعلیم کردے جیسا کہ موسیٰ نے عرض کی تھی "مما علمت" جو کچھ اللہ کی طرف سے آپ کو علم دیا گیا اس میں سے کچھ علم کی مجھے تعلیم دیں۔

۵۔ اس داستان سے یہ امر بھی مستنبط ہوتا ہے کہ استاد کو شاگرد کی تربیت و تادیب کرنی چاہئے۔

٦۔ تادیب کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ استاد شاگرد سے وعدہ لے اور شاگرد وعدہ کرے۔

۷۔ اگر کوئی اپنے استاد سے زیادہ مستفید ہونے کی خواہش رکھتا ہو تو اسے چاہئے کہ استاد کی ہر بات پر اعتراض نہ کرے اور جب تک استاد اسے خود نہ بتائے، جاننے کے لئے اصرار نہ کرے۔

۸۔ اگر شاگرد سے کبھی کوئی کوتاہی بھی ہو جائے تو اسے کھلے دل سے معذرت کر لینی چاہئے:

"لا تؤاخذنی بما نسیت ولا ترهقنی من امری عسراً" (سورہ کہف آیت ۷۳) (اس مخالفت کی وجہ سے میرا مواخذہ نہ کریں، اور مجھے مشقت میں مت ڈالیں)۔

آن را که علم و دانش و تقویٰ مسلم است
هرجا قدم زند قدمش خیر مقدم است
کس را بمال نیست برایش کمال و فخر
از هر مقام و مرتبه ای علم اعظم است

جاهل اگرچه یافت تقدم مؤخر است
عالم اگرچه گشت مؤخر مقدم است
جاهل بروز فتنه ره خانه گم کند
عالم چراغ جامعه و چشم عالم است

اس کا علم و دانش اور تقویٰ مسلم ہے وہ جہاں بھی قدم رکھے اس کا قدم بابرکت ہے۔

مال و دولت کسی کے لئے کمال و فخر کا سبب نہیں ہے۔ علم کا مقام ہر مقام سے بلند وبالا ہے۔

جاہل اتفاق سے اگر آگے بھی ہو جائے تو بھی وہ درحقیقت مؤخر ہے اور اگر کبھی عالم مؤخر بھی ہو جائے تو بھی وہی مقدم ہے۔

آزمائش کے وقت جاہل اپنے ہی گھر کا دروازہ گم کر بیٹھتا ہے اور عالم معاشرے کا چراغ اور جہان کے لئے بمنزلہ چشم ہے۔

طلبا محنت کے ساتھ توسل بھی کریں

آقائے میر سعید محمد بہبہانی عصر حاضر کے علماء میں سے ہیں۔ وہ دو واسطوں سے شیخ مرتضیٰ انصاری رضوان اللہ علیہ کے ایک شاگرد کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اس کا بیان ہے کہ جب میں مقدمات و سطوح سے فارغ ہوا تو تعلیم کی تکمیل کے لئے نجف اشرف گیا، حوزۂ علمیہ میں داخلہ لیا اور شیخ انصاری کے حلقہ درس میں شامل ہوگیا لیکن شیخ کی تقریر میرے پلے نہ پڑتی تھی اور اس صورت حال کی وجہ سے میں بہت پریشان ہوا۔ میں نے قرآن مجید

کے ختم بھی پڑھے مگر چنداں فائدہ حاصل نہ ہوا۔ آخرکار میں امیرالمؤمنین علیہ السلام سے متوسل ہوا۔

ایک رات میں سویا ہوا تھا کہ مولائے کائنات کی زیارت نصیب ہوئی، آپؑ نے میرے کان میں "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کی تلاوت فرمائی۔

صبح جب میں درس میں حاضر ہوا تو آہستہ آہستہ مجھے درس کی سمجھ آنے لگی اور چند دنوں بعد میں سوال کرنے کے قابل ہوگیا۔

ایک دن میں نے اپنے استاد پر بہت زیادہ سوال کئے، جب درس ختم ہوا تو میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا، شیخ نے مجھے اپنے قریب بلایا اور آہستہ سے میرے کان میں کہا: "جس ذات نے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" تیرے کان میں کہی ہے، اسی ذات نے "ولا الضالین" تک میرے کان میں پوری سورہ فاتحہ پڑھی ہے۔"

میں یہ سن کر بہت حیران ہوا اور مجھے یقین ہوگیا کہ شیخ صاحب کرامت ہیں کیونکہ میں نے اپنا خواب کسی کے سامنے بیان نہیں کیا تھا۔(۱)

دینی طلبا کو باکردار ہونا چاہئے

علامہ ابوالفتح محمد بن علی بن عثمان صاحب کنزالفوائد ایک مشہور شیعہ عالم گزرے ہیں، وہ رقم طراز ہیں کہ میں ماہ ربیع الاول ۴۲۶ھ میں ایک کام کی غرض سے قاہرہ جارہا تھا۔ راستے میں ایک جوان میرا ہم سفر ہوا جو شکل و صورت سے دینی طالب علم نظر آتا تھا۔

۱۔ زندگی و شخصیت شیخ مرتضٰی ص ۱۰۴۔

جب ہم ایک بازار میں گئے تو میں نے اس طالبعلم کو دیکھا کہ اس نے ایک حسین لڑکے کے چہرے پر نظریں گاڑی ہوئی تھیں، آخرکار وہ مجھ سے جدا ہوکر اس لڑکے کے پاس گیا اور کچھ دیر تک اس سے ہنسی مذاق کرتا رہا۔

جب وہ واپس آیا تو میں نے اسے سرزنش کرتے ہوئے کہا: "ایک دینی طالب علم کو یہ حرکات زیب نہیں دیتیں۔"

ابھی ہم چند قدم ہی چلے تھے کہ زمین پر کاغذ کا ایک ورق پڑا ہوا دیکھا، میں نے اسے اس نیت سے اٹھایا کہ ممکن ہے اس میں اللہ کا نام لکھا ہوا ہو تو اسے کسی محفوظ مقام پر دفن کردوں گا۔

جب میں نے ورق پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ یہ کسی بوسیدہ کتاب کا ایک ورق ہے اس کی ابتدا تو موجود نہ تھی البتہ اس صفحہ پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔

"اس نے کہا..... میں تیرا ایمانی بھائی اور دینی معاون ہوں، لیکن میں نے جو کچھ تیرا عمل مشاہدہ کیا ہے میں اس پر خاموش نہیں رہ سکتا اور اس کے لئے تیرا کوئی بھی عذر قابل قبول نہیں ہے اور تو اللہ کے احکام کو چھوڑ کر ایک جاہل اور جوان لڑکے سے مذاق کرتا ہے۔

تجھے اپنی قدروقیمت کا علم ہونا چاہئے، طالب علم ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تیرا مقام بلند کیا ہے، تو اگر اپنی منزلت کو پہچان لے تو تو صدیقین کی جماعت کا فرد ہے کیونکہ تو کہتا ہے: "حدثنا فلان عن فلان عن رسول اللہ صلی اللہ

سادہ لوح لوگوں کی نظر میں شیخ کی قدر و قیمت اور بڑھ گئی۔

شیخ کے انہی "روشن ضمیر" مریدوں میں سے ایک مرید کی بیوی شیعہ تھی، مرید جب گھر آیا تو بیوی سے کہا: "تو میرے شیخ کی کرامات کو تسلیم نہیں کرتی جبکہ شیخ ولایت کے آخری درجہ پر فائز ہیں۔"

بیوی نے پوچھا: "تم نے شیخ کی کونسی کرامت مشاہدہ کی؟"

شوہر نے اسے نماز کا قصہ سنایا تو بیوی نے کہا: "خدارا! مجھے معاف کردیں میں خود ان کی مرید بننا چاہتی ہوں، آپ مہربانی کر کے شیخ کو دعوت دیں میں شیخ کیلئے اپنے ہاتھوں سے کھانا تیار کر کے انہیں کھلانا چاہتی ہوں۔"

شوہر اپنی بیوی کی بات سن خوش ہوا اور سیدھا شیخ کے پاس آیا اور انہیں شام کے کھانے کی دعوت دی جو شیخ نے بلاتردد قبول فرمالی۔

عورت نے شیخ اور ان کے ساتھ آنے والے "روشن ضمیروں" کے لئے پلاؤ تیار کیا۔

شام ہوئی، شیخ صاحب مریدوں سمیت تشریف لائے، بیوی نے اپنے شوہر کو پلیٹیں دیں کہ یہ مریدوں کے سامنے رکھو ان تمام پلیٹوں پر بوٹیاں اور گوشت ظاہر تھا اور پھر اس عورت نے شیخ کے لئے پلیٹ روانہ کی جو کہ کپڑے سے ڈھکی ہوئی تھی۔

شیخ نے جیسے ہی کپڑا ہٹایا تو انہیں خالی چاول نظر آئے، ان پر بوٹی نظر نہ آئی، ناراض ہو کر مرید سے فرمایا: "تمہاری بیوی شیعہ ہے، اس کے دل میں ہمارا کوئی احترام نہیں ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ باقی تمام پلیٹوں میں بوٹیاں موجود ہیں لیکن میرے حصے کی پلیٹ میں بوٹی نہیں ہے؟"

مرید اپنے شیخ کی پلیٹ اٹھا کر غصے کے عالم میں بیوی کے پاس آیا اور کہا: "تجھے شرم نہیں آتی تو نے میرے شیخ کی پلیٹ میں بوٹیاں کیوں نہیں ڈالیں؟"

عورت نے ہنس کر کہا: "بوٹیاں موجود ہیں لیکن وہ چاولوں میں چھپی ہوئی ہیں، تمہیں اگر اعتبار نہیں ہے تو تم خود ہی دیکھ لو۔"

جب شوہر نے دیکھا تو واقعی چاولوں کے اندر بوٹیاں موجود تھیں۔

بیوی نے احمق شوہر سے کہا: "بندۂ خدا! جس شخص کو چاولوں کے نیچے بوٹیاں نظر نہیں آتیں اسے بصرہ سے مسجد الحرام میں کتا کیسے نظر آگیا؟"

شیخ ناراض ہو کر اٹھ کر چلا گیا اور شوہر نے بیوی کا مذہب اختیار کرلیا۔(۱)

ایک اور نمونہ

امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے ہزاروں افراد نے اپنے اپنے ظرف کے مطابق فائدہ حاصل کیا ان میں ایک نمایاں نام محمد بن مسلم کا ہے۔

محمد بن مسلم صادقینؑ کے بزرگ اور باوثوق اصحاب میں سے تھے اور فقہائے امامیہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ہر وہ روایت جو سند صحیح کے ساتھ ان تک پہنچے وہ صحیح ہے۔ انہوں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے تیس ہزار اور امام صادق علیہ السلام سے سولہ ہزار احادیث اخذ کیں۔(۲)

۱۔ انوار نعمانیہ ص ۲۳۵۔

۲۔ الکنی لفظ طحان۔

محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں ایک شب اپنے مکان کی چھت پر لیٹا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی، میں نے پوچھا: "کون؟"

میری کنیز نے کہا: "میں آپ کی کنیز ہوں، دروازہ کھولیں۔"

میں نے دروازہ کھولا تو اس کے ساتھ ایک اور عورت بھی تھی۔

نووارد عورت نے کہا: "میری بیٹی فوت ہوگئی ہے اور اسکے شکم میں بچہ ابھی تک زندہ ہے آپ ہمیں بتائیں کہ اب ہماری تکلیف شرعی کیا ہے؟"

میں نے کہا: "ایک مرتبہ یہی سوال امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا گیا تھا، انہوں نے فرمایا تھا کہ میت کے شکم کو چیر کر بچہ نکال لینا چاہئے، تو بھی ایسا ہی کر۔"

پھر میں نے یکدم کہا: "میں تو یہاں دور گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہا ہوں تجھے میرے متعلق کس نے راہنمائی کی؟"

عورت نے کہا: "میں آپ سے پہلے ابو حنیفہ صاحب الرائے کے پاس گئی تھی اور میں نے اس سے یہ مسئلہ پوچھا تو اس نے کہا کہ مجھے اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے اور اس نے مجھے آپ کے متعلق راہ نمائی کی ہے اور کہا ہے کہ تو محمد بن مسلم کے پاس جاکر اس سے مسئلہ پوچھ اور وہ جو بھی تجھے جواب دیں وہ آکر مجھے بتا۔"

محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے عورت کو خداحافظ کہا۔ دوسری صبح جب میں مسجد میں گیا تو وہاں ابو حنیفہ اپنے شاگردوں کے ساتھ بیٹھے تھے اور کہہ رہے تھے: "کیا تمہیں اس مسئلے کا حکم شرعی معلوم ہے کہ اگر کسی حاملہ کے پیٹ میں بچہ ہو اور حاملہ مر جائے تو اس کے لئے شرعی وظیفہ کیا ہے؟"

شاگردوں نے کہا: "ہمیں معلوم نہیں ہے۔"

ابو حنیفہ نے کہا: "لیکن مجھے معلوم ہے۔"

میں نے اس کے یہ الفاظ سنے تو میں زور سے کھانسنے لگا، ابو حنیفہ نے مجھے دیکھا تو دعائیہ لہجے میں کہا: "اللھم غفرا دعنا نعیش" (خدایا! معاف کرنا اور ہمیں بھی زندہ رہنے دے)۔"

اس کے اس کنایہ سے میں سمجھ گیا کہ وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ خدارا! میرے راز کو فاش مت کرو۔(۱)

عالم حقیقی کا مقام

سید علی شوستری اعلی اللہ مقامہ اپنے دور کے جلیل القدر عالم وعارف تھے۔ ان کے فرزند کا بیان ہے کہ ۱۲۶۰ ہجری میں نجف اشرف میں وبا نے شدت اختیار کرلی تھی چنانچہ میرے والد بھی اس مرض میں مبتلا ہوگئے تھے۔

والد محترم کی طبیعت ایک شب انتہائی ناساز ہوئی تو مجھے اندیشہ ہوا کہ شاید ان کی رخصت کا وقت آن پہنچا ہے۔

میں نے دل میں سوچا کہ بہتر ہے کہ میں شیخ انصاری رضوان اللہ علیہ کو والد کی علالت کی خبر دوں، ایسا نہ ہو کہ والد ناراض ہوں اور فرمائیں کہ تم نے شیخ انصاری کو میری بیماری کی اطلاع کیوں نہ دی؟

چنانچہ میں نے یہ سوچ کر لیمپ روشن کیا اور ابھی اٹھا ہی چاہتا تھا کہ میرے والد نے فرمایا: "بیٹا! کہاں جانا چاہتے ہو؟"

۱۔ مناقب شہر آشوب ج ۴ ص ۲۰۰۔

میں نے عرض کی: "میں شیخ انصاری کو آپ کی علالت کی اطلاع دینا چاہتا ہوں۔"

یہ سن کر میرے والد نے کہا: "نہیں تمہیں ایسا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، شیخ اس وقت یہاں آنے والے ہیں۔"

چند لمحات کے بعد دروازے پر دستک ہوئی، میں نے دروازہ کھولا تو شیخ انصاری موجود تھے، مجھ سے والد کی طبیعت کا پوچھا تو میں نے عرض کی: "اس وقت تو وہ سخت بیمار ہیں، اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔"

انہوں نے کہا: "مت گھبراؤ، تمہارے والد جلد تندرست ہو جائیں گے۔"

انہوں نے میرے والد کی مزاج پرسی کی تو میرے والد نے کہا: "میں چند لمحات کا مہمان ہوں۔"

شیخ انصاری نے کہا: "آپ مضطرب نہ ہوں، آپ بہت جلد روبصحت ہو جائیں گے۔"

میرے والد نے کہا: "مگر آپ کو کیسے پتا چلا کہ میں تندرست ہو جاؤں گا؟"

شیخ نے فرمایا: "میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہ تم میرے بعد زندہ رہو اور میری نماز جنازہ تم ہی پڑھو۔"

میرے والد نے کہا: "مگر آپ نے ایسا کیوں کیا؟"

شیخ نے فرمایا: "بس ایک دن عالم وجد میں میں نے یہ درخواست کی تھی اور میری درخواست قبول ہو چکی ہے۔"

بعد ازاں کچھ دیر بیٹھ کر شیخ رخصت ہو گئے۔ دوسرے دن درس کے اختتام پر انہوں نے فرمایا: "میں نے سنا ہے کہ سید علی شوستری بیمار ہیں، جو ان کی عیادت کا خواہش مند ہو وہ میرے ساتھ چلے۔"

شیخ جب دوسرے دن طلباء کو لے کر ہمارے مکان میں مزاج پرسی کے لئے آئے تو اس طرح سے سوال کرنے لگے جیسے پہلی بار عیادت کے لئے آئے ہوں۔

میں نے چاہا کہ عرض کروں کہ استاد محترم! آپ کل رات تو یہاں تشریف لائے تھے۔ اچانک شیخ نے اپنے منہ پر انگلی رکھ کر مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تو میں چپ ہو گیا۔(۱)

چند روایات

عن ابی عبداللہؑ قال: قال رسول اللہؐ یجئی الرجل یوم القیامة وله من الحسنات کالسحاب الرکام او کالجبال الرواسی فیقول یارب انی لی هذا ولم اعملها فیقول: هذا علمك الذی علمته الناس یعمل به بعدك.

وقال امیرالمؤمنینؑ: المؤمن العالم اعظم اجرامن الصائم القائم الغازی فی سبیل الله و اذا مات ثلم فی الاسلام ثلمة لا یسدها شیء.

"بحار الانوار ج ۲ ص ۱۷۔ نقل از بصائر الدرجات"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "جناب رسول خداؐ کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اس کے نیک اعمال تہہ در تہہ بادل

۱۔ زندگانی و شخصیت شیخ مرتضیٰ انصاری ص ۹۳۔

کی طرح یا بلند و بالا پہاڑوں کی طرح نظر آئیں گے، وہ عرض کرے گا کہ میرے پاس اتنے سارے اعمال کس طرح سے آگئے جبکہ میں نے اتنے عمل تو نہیں کیے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آئے گا کہ یہ تیرا وہ علم ہے جو تو نے لوگوں کو تعلیم کیا جس پر تیرے بعد عمل ہوتا رہا۔

امیرالمؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: "مؤمن عالم کا اجر اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے روزہ دار اور شب زندہ دار سے زیادہ ہے۔

جب عالم دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اسلام میں ایک سوراخ پیدا ہو جاتا ہے جسے قیامت تک کوئی چیز پر نہیں کر سکتی۔"

عن النبیؐ العلم علمان: علم اللسان فذلک حجة علی ابن ادم و علم فی القلب فذلک العلم النافع.

"بحار الانوار ج ۲ ص ۳۶"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "علم دو قسم کا ہے ایک وہ علم ہے جو صرف زبان تک ہوتا ہے اور یہ علم انسان کے خلاف حجت ہے اور دوسرا علم وہ ہے جو قلب میں ہوتا ہے اور یہ علم نفع بخش ہے۔"

عن المفضل قال قلت لابی عبداللہؑ بم یعرف الناجی؟

فقال من کان فعله لقوله موافقا فهو ناج ومن لم یکن فعله لقوله موافقا فانما ذلک مستودع.

"بحار الانوار ج ۲ ص ۳۳"

مفضل کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: "نجات پانے والے کی پہچان کیسے ہو؟"

آپ علیہ السلام نے فرمایا: "جس کا عمل اس کے قول کے مطابق ہو وہ ناجی ہے اور جس کا عمل اس کے قول کے موافق نہ ہو تو وہ علم (یا ایمان) اس کے پاس بطور امانت ہے۔" (وہ اس سے لے لیا جائے گا)

قال سلیم بن قیس الهلالی سمعت علیاً: یقول قال رسول اللهؐ منهومان لایشبعان منهوم فی الدنیا لایشبع فیها و منهوم فی العلم لا یشبع منه، فمن اقتصر من الدنیا علی ما احل الله له سلم، ومن تناولها من غیر حلها هلک الایتوب ویراجع، ومن اخذ العلم من اهله وعمل بها نجا ومن اراد به الدنیا هلک وهو حظه، العلماء عالمان: عالم عمل بعلمه فهو ناج و عالم تارک لعلمه فقد هلک وان اهل النار یتسأذون من نتن ریح العالم التارک لعلمه وان اشد اهل النار ندامة وحسرة. رجل دعا عبدا الی الله فاستجاب له فاطاع الله فدخل الجنة وادخل الداعی النار بترکه علمه و اتباعه هواه وعصیانه لله انما هو اثنان اتباع الهوٰی وطول الامل فاما اتباع الهوی فیصد عن الحق واما طول الامل فینسی الاخرة.

"بحار الانوار ج ۲ ص ۳۶"

سلیم بن قیس ہلالی (العامری) کہتے ہیں کہ میں نے امیرالمؤمنین علیہ السلام سے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "دو حریص کبھی سیر نہیں ہوتے:

۱۔ دنیا کا حریص اپنی زندگی میں کبھی سیر نہیں ہوتا۔

۲۔ علم و دانش کا حریص، جو کبھی علم و دانش سے سیر نہیں ہوتا۔

جو شخص دنیا میں رزق حلال پر قناعت کرے گا وہ سلامتی پائے گا اور جو حرام

طریقے سے دنیا حاصل کرے گا وہ ہلاک ہو جائے گا سوائے اس کے کہ توبہ کرے اور حق کی طرف رجوع کرے۔

اور جس نے اہل علم سے علم حاصل کیا اور اس پر عمل کیا اس نے نجات پائی اور جس نے اہل علم کو دنیا طلبی کا ذریعہ بنایا وہ ہلاک ہوا اور اس کا حصہ بھی علم سے متاع دنیا ہے۔

علماء دو طرح کے ہیں:

۱۔ وہ عالم جس نے اپنے علم کے مطابق عمل کیا وہ ناجی ہے۔

۲۔ وہ عالم جس نے علم کے مطابق عمل نہ کیا تو وہ ہلاک ہونے والا ہے اور اہل دوزخ بد عمل عالم کی بدبو سے اذیت محسوس کریں گے۔

دوزخیوں میں سب سے زیادہ حسرت و ندامت اس شخص کے حصے میں آئے گی جس نے کسی شخص کو اللہ کی طرف بلایا اور اس شخص نے اطاعت خدا بجالائی تو اطاعت کرنے والا جنت میں چلا گیا اور دعوت دینے والا اپنے علم کو چھوڑنے اور اپنی خواہشات کی پیروی اور اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے جہنم میں چلا جائے گا۔

ترک عمل کے دو بنیادی اسباب ہیں:

۱۔ خواہشات نفس کی پیروی۔

۲۔ طول آرزو۔

خواہشات کی پیروی انسان کو حق سے روکتی ہے اور طول آرزو آخرت کی فراموشی کا سبب ہے۔"

عن زرارة عن ابی جعفرؑ قال: قال امیرالمؤمنینؑ قوام الدین باربعة، بعالم ناطق مستعمل له ، وبغنی لایبخل بفضله علی اهل دین الله ، وبفقیر لایبیع

اخرته بدنیاه ، وبجاهل لایتکبر عن طلب العلم ، فاذا کتم العالم علمه ، و بخل الغنی بما له ، وباع الفقیر اخرته بدنیاه واستکبر الجاهل عن طلب العلم رجعت الدنیا الی ورائها القهقری فلا تغرنکم کثره المساجد و اجساد قوم مختلفة.

قیل یا امیرالمؤمنین کیف العیش فی ذلك الزمان؟ فقال خالطوهم بالبرانیة یعنی فی الظاهر و خالفوهم فی الباطن ، للمرء ما اکتسب ومع من احب ، انتظروا مع ذلك الفرج من الله عزوجل.

"بحارالانوار ج۲ ص۶۷"

زرارۃ بن اعین کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا ہے کہ انہوں نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: "دین چار چیزوں سے اپنی جگہ پر قائم و استوار رہتا ہے:

۱۔ ایسا عالم جو بیان کرنے والا ہو اور اپنے علم پر عمل کرنے والا ہو۔

۲۔ ایسا دولت مند جو متدین افراد پر اپنی اضافی دولت خرچ کرنے سے دریغ نہ کرتا ہو۔

۳۔ ایسا غریب جو دنیا کے بدلے اپنی آخرت نہ فروخت کرتا ہو۔

۴۔ ایسا جاہل جو علم کے حصول سے تکبر نہ کرتا ہو۔

جب عالم اپنے علم کو چھپالے اور دولت مند اپنی دولت کے لئے کنجوسی کرے اور غریب اپنی آخرت کو دنیا کے عوض فروخت کرنے لگے اور جاہل طلب علم سے تکبر کرنے لگے تو دنیا میں پھر دور جاہلیت لوٹ آتا ہے۔

اس زمانے کی زیادہ مسجدیں اور مختلف قوموں کے اجسام تمہیں دھوکے میں نہ

ڈالیں۔

آپ علیہ السلام سے پوچھا گیا: "امیرالمؤمنین! اس زمانے میں ہم کس طرح سے زندگی بسر کریں؟"

آپ علیہ السلام نے فرمایا: "ان کے ساتھ ظاہری طور پر معاشرت قائم رکھو اور باطن میں ان کی مخالفت کرو۔ ہر شخص کی زندگی کا ثمر وہی ہے جو اس نے حاصل کیا ہے اور انسان اس کے ساتھ محشور ہو گا جس سے وہ محبت کرے گا اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ سے کشائش کی امید رکھو۔"

عن علی بن الحسین علیه السلام قال: لو یعلم الناس مافی طلب العلم لطلبوه ولو بسفك المهج وخوض اللبحج ان الله تبارك و تعالی اوحی الی دانیال: ان امقت عبیدی الجاهل المستخف لحق اهل العلم التارك للاقتداء بهم وان احب عبیدی الی التقی الطالب للثواب الجزیل اللازم للعلماء التابع للحلماء القابل للحکماء.

"اصول کافی ج ۲ ص ۳۵"

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا "اگر لوگوں کو طلب علم کی فضیلت کا پتہ چل جائے تو وہ اسے ضرور طلب کریں خواہ اس کے لئے انہیں خون کیوں نہ بہانا پڑے اور خواہ امواج متلاطم کو عبور کیوں نہ کرنا پڑے۔"

اللہ تبارک و تعالیٰ نے دانیال علیہ السلام کو وحی فرمائی: "میرے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ شخص وہ جاہل ہے جو اہل علم کے حق کو خفیف سمجھتا ہے اور جو ان کی اقتداء کو ترک کرتا ہے اور میرے نزدیک میرا محبوب ترین بندہ وہ ہے جو ثواب عظیم کا طلبگار ہو اور علماء سے وابستہ رہتا ہو اور حلیم صفت افراد کی پیروی کرتا

اور دانش مندوں کی باتوں کو قبول کرنے والا ہو۔"

قال علی الرضا علیه السلام یقال للعابد یوم القیامة نعم الرجل انت کنت همتك ذات نفسك و کفیت الناس مؤنتك فادخل الجنة الا ان الفقیه من افاض علی الناس خیره و انقذهم من اعدائهم و ومزلهم نعم جنان الله وحصل لهم رضوان الله تعالی ویقال للفقیه یاایها الکافل لایتام ال محمد الهادی ضعفاء محبیهم و موالیهم قف حتی تشفع لمن اخذ عنك او تعلم منك فیقف فیدخل الجنة معه فئاما و فئاما و فئاما حتی قال عشرا وهم الذین اخذوا عنه علومه واخذوا عمن اخذ عنه وعمن اخذ عمن اخذ عنه الی یوم القیامة فانظروا کم فرق بین المنزلتین.

بیان: "الفئام" بالهمزة و کسر الفاء الجماعة من الناس و فسر فی خطبة امیرالمؤمنین علیه السلام فی یوم الغدیر بمأة الف.

"بحارالانوار ج ۲ ص ۶"

امام ہشتم حضرت علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "قیامت کے دن عابد سے کہا جائے گا کہ تو اچھا شخص تھا اور تو نے ہمیشہ اپنی ذات کو مدنظر رکھا تھا اور تو نے لوگوں کو زحمت میں نہیں ڈالا تھا لہذا جنت میں چلا جا۔"

آگاہ رہو کہ فقیہ وہ ہے جو لوگوں پر اپنے خیر و نیکی کا فیضان کرے اور انہیں ان کے دینی دشمنوں سے بچائے اور جنت کی نعمات ان کے لئے افزوں کرے اور جو لوگوں کے لئے رضائے خداوندی کی تحصیل کا ذریعہ بنے تو قیامت کے دن ایسے فقیہ سے کہا جائے گا: "اے آل محمد کے یتیموں کی پرورش کرنے والے! اور ان کے کمزور محبوں اور موالیوں کو ہدایت کرنے والے، تو ٹھہر جا اور تو ان لوگوں

کی شفاعت کر جنہوں نے تجھ سے استفادہ کیا اور تجھ سے تعلیم حاصل کی۔ فقیہ عرصہ محشر میں رک جائے گا حتی کہ اس کے ساتھ "فئام" اور "فئام" اور "فئام" حتی کہ دس فئام جنت میں داخل ہوں گے اور یہ وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے اس سے استفادہ کیا ہوگا یا اس کے شاگردوں سے استفادہ کیا ہوگا یا اس کے شاگردوں کے شاگردوں سے استفادہ کیا ہوگا اور ان میں قیامت تک کے لوگ شامل ہوں گے جنہوں نے کسی نہ کسی طریقے سے اس سے استفادہ کیا ہوگا۔ دیکھو! عابد اور عالم کی منزلت میں کتنا فرق ہے۔"

بیان: لفظ "فئام" ف کی زیر اور ہمزہ سے پڑھا جاتا ہے اور اس سے مراد انسانوں کی ایک جماعت ہے۔ مقام غدیر خم میں ولایت علیؑ کے لئے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا تھا جس کے سامعین کی تعداد "فئام" بیان کی گئی تو اس مقام پر فئام سے ایک لاکھ افراد مراد ہیں۔

عن ابی محمد العسکری علیه السلام قال: قال جعفر بن محمد الصادق علیه السلام علماء شیعتنا یرابطون بالثغرالذی یلی ابلیس و عفاریته ، یمنعونهم عن الخروج علی ضعفاء شیعتنا ، وعن ان یتسلط علیهم ابلیس و شیعته النواصب . الافمن انتصب لذلك من شیعتنا ، كان افضل ممن جاهدالروم و الترك و الخزر الف الف مرة لانه یدفع عن دین محبینا و ذلك یدفع عن ابدانهم.

"بحار الانوار ج ۲ ص ۵"

امام حسن عسکری علیہ السلام نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: "ہمارے شیعہ علماء ابلیس اور اس کے چیلوں کی سرحد پر

کھڑے ہو کر ہمارے کمزور شیعوں کا دفاع کرتے ہیں اور ہمارے شیعوں کو ابلیس اور اس کے پیروکار نواصب کے حملوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔

آگاہ ہو جاؤ! ہمارا جو بھی شیعہ اس منصب کو سنبھالے تو وہ روم و ترک و خزر جیسی کافر اقوام سے جہاد کرنے والے مجاہد سے لاکھوں گنا بہتر ہے کیونکہ یہ ان کے دین کا دفاع کرتا ہے اور وہ مؤمنین کے بدنوں کا دفاع کرتے ہیں۔"

MAMODALY ALIBAY SONDARJEE
TSARALALANA ANTANANARIVO
SOMASOC
ANTANANARIVO

باب سوم

محبت اہلبیت ونفرت از اعدائے اہلبیت

قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی ومن یقترف حسنة نزد له فیها حسنا . ان الله غفور شکور۔ (سورۂ شوریٰ آیت ۲۳)

"کہہ دو! میں تم سے اس کی اجرت نہیں مانگتا مگر یہ کہ میرے قریبوں سے مؤدت رکھو اور جو کوئی نیکی کرے گا ہم اس کی نیکی میں اضافہ کریں گے، بے شک اللہ بخشنے والا قدردان ہے۔"

ایک حقیقی محبّ آل محمد علیہم السلام

حکیم بن عینہ روایت کرتے ہیں کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا اور اس وقت آپ علیہ السلام کا بیت الشرف محبان آل محمدؐ سے چھلک رہا تھا کہ اتنے میں ایک بوڑھا شخص لوہے کے عصا کا سہارا لئے آپ کے دروازہ پر کھڑا ہوا اور کہا: "السلام علیك یابن رسول الله ورحمة الله و برکاته۔"

پھر وہ خاموش ہوگیا۔ امام عالی مقام نے جواب میں فرمایا: "وعلیك السلام ورحمة الله وبرکاته."

پھر بوڑھے نے حاضرین مجلس کی طرف رخ کر کے سب کو سلام کیا اور پوری محفل نے سلام کا جواب دیا۔

بوڑھے نے امام علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر عرض کی: "اے فرزند رسولؐ! مجھے قریب جگہ عطا فرمائیں۔"

فوالله انی لاحبکم واحب من یحبکم و والله ما احبکم ولا احب من یحبکم لطمع فی دنیا والله انی لابغض عدو کم و ابرء منه والله ما ابغضه و ابرأ منه لوتر کان بینی وبینه والله انی لاحل حلالکم و احرم حرامکم و انتظر امر کم فهل ترجولی جعلنی الله فداك.

(خدا کی قسم! میں آپ سے محبت کرتا ہوں اور آپ کے چاہنے والوں سے بھی محبت کرتا ہوں اور خدا گواہ ہے کہ میں آپ سے اور آپ کے چاہنے والوں سے محبت دنیا کی لالچ کی وجہ سے نہیں کرتا اور خدا کی قسم میں آپ کے دشمن سے نفرت کرتا ہوں اور اس سے بیزاری اختیار کرتا ہوں اور خدا گواہ ہے کہ یہ نفرت وبیزاری اس لئے نہیں کرتا کہ مجھے ان سے ذاتی پرخاش ہے۔

اللہ کی قسم میں آپ کے حلال کو حلال اور آپ کے حرام کو حرام جانتا ہوں اور میں آپ کی حکومت الٰہیہ کا منتظر ہوں۔ تو کیا ان عقائد کی وجہ سے آپ میرے لئے بخشش کی کوئی امید رکھتے ہیں؟)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "میرے قریب آجاؤ۔ تم نے مجھ سے جو سوال کیا ہے اسی طرح کا سوال ایک بوڑھے شخص نے میرے والد امام

زین العابدین علیہ السلام سے بھی کیا تھا اور میرے والد نے اس سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ جب تو دنیا سے رخصت ہوگا تو سیدھا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی مرتضیٰ اور امام حسن اور امام حسین اور علی بن الحسین علیہم السلام کے پاس وارد ہوگا اور تو وہاں خوش ہوگا اور تیری آنکھیں ان کے دیدار سے روشن ہوں گی اور کراماً کاتبین کے روبرو تو خوش و خرم ہوگا جب تیری جان حلق تک آجائے گی (آپ نے اپنے حلق کی جانب اشارہ کیا) اور زندگی میں بھی اللہ تجھے وہ کچھ دکھادے گا جس سے تیری آنکھیں ٹھنڈک محسوس کریں گی اور تو جنت میں ہمارے ساتھ بلند و برتر مقام میں ہوگا۔"

بوڑھے نے جب امام محمد باقر علیہ السلام کا یہ جواب سنا تو وہ بہت خوش ہوا اور اس نے امام عالی مقام سے دوبارہ یہی کلمات سننے کی غرض سے عرض کی: "مولا! آپؑ نے کیا فرمایا؟"

امام محمد باقر علیہ السلام نے دوبارہ وہی کلمات ارشاد فرمائے۔

بوڑھے نے کہا: "اگر میں مرجاؤں گا اور میری آنکھیں روشن اور میرا دل شاد اور میرا قلب ٹھنڈک پائے گا اور جب میری جان میرے حلق میں آکر اٹکے گی تو میں اس وقت کراماً کاتبین سے حالت خوشی اور مسرت ملوں گا اور اگر میں زندہ رہا تو میری آنکھیں روشن ہوں گی اور میں آپ کے ساتھ جنت کے بلند و بالا مقام میں ہوں گا۔"

یہ کہہ کر فرط محبت سے بوڑھا اتنا رویا کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اشکوں کا سیلاب چھپائے ہوئے تھا اور وہ اتنا بے ساختہ رویا کہ اس کے آنسو موتیوں کی طرح زمین پر گرنے لگے۔ بوڑھے کو روتا دیکھ کر حاضرین مجلس میں سے ہر

شخص رونے لگا۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے اس بوڑھے کے آنسو اپنے دست مبارک سے پونچھے۔

بوڑھے نے عرض کی: "اے فرزند رسولؐ! آپ اپنا ہاتھ دراز کریں۔"

آپؑ نے ہاتھ دراز کیا تو اس نے آپؑ کے ہاتھ کو چوما۔ پھر آپؑ کے ہاتھ کو اپنے سینے اور شکم پر پھیرا۔ بعدازاں سلام کر کے چلا گیا۔ جب تک بوڑھا نظر آتا رہا امام محمد باقر علیہ السلام اس کی پشت کو بڑی توجہ سے دیکھتے رہے۔ بوڑھے کے جانے کے بعد بھی کافی دیر تک حاضرین پر رقت طاری رہی۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "جو شخص کسی جنتی کو دیکھنے کا خواہش مند ہو تو وہ اس بوڑھے مؤمن کو دیکھے۔"

حکیم ابن عینہ راوی حدیث کہتے ہیں کہ میں نے اس مجلس سے زیادہ آج تک اشکوں کے سیلاب کا منظر کبھی نہیں دیکھا۔(۱)

سید حمیری نے حالت احتضار میں کیا دیکھا؟

محدث قمی مرحوم اپنی کتاب تتمۃ المنتہیٰ میں تحریر کرتے ہیں کہ سید اسماعیل حمیری جلیل القدر و عظیم المنزلت مداح اہلبیت تھے۔

اصحاب ائمہ میں سے کسی نے بھی ان کی طرح امیرالمؤمنین و اہلبیت علیہم السلام کے فضائل نشر نہیں کئے۔ آپ اعلیٰ پائے کے شاعر تھے۔

۱۔ روضہ کافی ص۷۶۔

حجتہ الاسلام علامہ امینی اپنی مشہور عالم کتاب الغدیر جلد دوم کے صفحہ ۲۲۲ پر سید حمیری کی فضیلت کے متعلق ایک روایت نقل کرتے ہیں جس کا مضمون یہ ہے:

"حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مقام پر ایک سیڑھی لگی ہوئی ہے جس کے ایک سو زینے ہیں۔ چنانچہ میں اس سیڑھی پر چڑھا تو ایک سبز قبہ میں داخل ہو گیا۔ وہاں پنج تن پاک موجود تھے اور ان کے سامنے ایک شخص کھڑا ہوا یہ قصیدہ پڑھ رہا تھا:

لام عمرو و باللوىٰ مربع

طامسة اعلامها بلقع

جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھا تو فرمایا: مرحبا پیارے فرزند علی بن موسیٰ الرضا! اپنے آبائے طاہرین علی و فاطمہ اور حسن و حسین علیہم السلام پر سلام کرو۔

میں نے ذوات عالیہ کو سلام کیا۔

پھر رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: یہ سید حمیری ہیں، دنیا میں ہمارے شاعر اور مداح تھے انھیں بھی سلام کرو۔

میں انھیں سلام کر کے بیٹھ گیا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سید شعر شروع کرو۔

جب شعر پڑھتے ہوئے سید حمیری اس مصرعہ پر آئے:

ورایة یقدمها حیدر

و وجهه کالشمس اذا تطلع

(قیامت کے دن علیؑ کے دوش پر ایک پرچم ہوگا اور علیؑ کا چہرہ خورشید تاباں کی طرح چمکتا ہوگا۔)

یہ شعر سن کر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا رونے لگے اور ان کی آنکھوں سے موتیوں کی طرح آنسو ٹپکنے لگے۔

اور جب سید حمیری نے یہ مصرعہ پڑھا:

قالوا له لوشئت لاعلمتنا

الى من الغاية والمفزع

(لوگوں نے حضورؐ سے کہا کہ اگر آپؐ پسند کریں تو ہمیں یہ بتادیں کہ آپؐ کے بعد ہماری پناہ گاہ (خلیفہ) کون ہے؟)

پیغمبر اسلامؐ نے دونوں ہاتھ بلند کئے اور بارگاہ احدیت میں عرض کی:

"الهی انت الشاهد علیّ و علیهم انی اعلمتهم ان الغایة والمفزع علی بن ابی طالب. (خدایا! تو میرا اور ان کا گواہ ہے میں نے انہیں بتلادیا تھا کہ تمہاری پناہ گاہ اور تمہارا ناصر علی بن ابی طالب ہے)۔"

یہ کہہ کر آپؐ نے امیر المؤمنین علیہ السلام کی جانب اشارہ کیا۔

جب سید حمیری قصیدہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: "علی بن موسیٰ! اس قصیدے کو حفظ کرو اور ہمارے شیعوں کو حکم دو کہ وہ بھی اس قصیدے کو حفظ کریں اور اسے ہمیشہ بطور ورد پڑھا کریں اور جو بھی ایسا کرے گا اس کے لئے میں جنت کا ضامن ہوں۔

سید نے مجھے قصیدہ دوبارہ سنایا اور میں نے حفظ کرلیا۔

عون کہتے ہیں جب سید حمیری کی وفات کا وقت ہوا تو میں اس وقت ان کی عیادت کے لئے ان کے گھر میں موجود تھا اور اس وقت ان کے بہت سے مذہبی مخالف عثمانی المذہب لوگ بھی جمع تھے اور ان کے ہم عقیدہ دوست بھی موجود تھے۔ سید حمیری خوبصورت اور کشادہ پیشانی والے تھے۔

ان پر جیسے ہی حالت احتضار شروع ہوئی ان کی پیشانی پر ایک سیاہ نقطہ سا پیدا ہوا پھر وہ پھیلتے پھیلتے ان کے سارے چہرے پر پھیل گیا۔ اس وقت سید حمیری نے تین مرتبہ پکارا کر کہا۔ "هكذا يفعل باوليائك يا علی. یا علیؑ! کیا آپ کے دوستوں کا یہی انجام ہوتا ہے؟"

آپکی یہ حالت دیکھ کر شیعہ پریشان ہوئے اور ناصبی خوش ہونے لگے۔

چند لمحات ہی گزرے تھے کہ جس مقام سے سیاہ نقطہ ابھرا تھا اسی مقام سے روشنی سی پھیلنے لگی۔

پھر کیا تھا چند لمحات میں ان کا پورا چہرہ نور سے جگمگانے لگا اور سید نے مسکراتے ہوئے فی البدیہہ یہ شعر پڑھے:

كذب الزاعمون ان عليا
لن ينجى محبه من هنات
قدوربى دخلت جنة عدن
وعفالى الا له عن سيئاتى
فابشروا اليوم اولياء على
وتولوا عليا حتى الممات
ثم من بعده تولوا بنيه
واحدا بعد واحد بالصفات

(وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں جو کہتے ہیں کہ علیؑ اپنے دوستوں کو مشکلات سے نجات نہیں دیتے۔

مجھے اپنے رب کی قسم میں جنت عدن میں داخل ہوا اور اللہ نے میرے تمام گناہ معاف کردیئے ہیں۔

تو محبان علیؑ! آج تمہیں خوش خبری ہو اور مرتے وقت تک علیؑ سے محبت رکھو۔

اس کے بعد اس کی اولاد سے تولا رکھو جو ایک کے بعد ایک صفات میں برابر ہیں)۔

پنجتن کے وسیلے کے بغیر کسی کا کوئی کام نہیں بنا

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی صلب میں ہمارے نور کی چمک کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے اشباح کو عرش کی بلندی سے ان کی پشت میں منتقل کیا تھا، حضرت آدمؑ نور کی درخشانی کو دیکھ رہے تھے لیکن انہیں اشباح نور کی تعداد کا علم نہ تھا تو انہوں نے عرض کی: "خدایا یہ نور کیسے ہیں؟"

آواز قدرت انہیں سنائی دی: "یہ اشباح نور ہیں جنہیں میں نے عرش کے بلند ترین مقام سے تیری پشت میں منتقل کیا ہے۔ (ولذلك امرت الملائكة بالسجود لك اذ كنت دعاء لتلك الاشباح) اسی لئے میں نے فرشتوں کو تیرے سجدے کا حکم دیا تھا کیونکہ تو ان کے لئے ایک ظرف تھا۔"

آدم علیہ السلام نے عرض کی: "خدایا! کاش ان انوار کو تو میرے لئے آشکار کرتا۔"

اس وقت خطاب ہوا: "آدمؑ! بالائے عرش نگاہ کرو۔" اس وقت پشت آدمؑ سے ہمارے اشباح نور کی تصویر عرش پر منعکس ہوئی۔

آدمؑ نے اسے دیکھا تو پوچھا: "خدایا! یہ کن افراد کے نور ہیں جو عرش پر منعکس ہو رہے ہیں؟"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "آدمؑ! یہ میری اشرف و افضل مخلوق کے اشباح ہیں یہ محمدؐ ہے اور میں اپنے تمام افعال میں محمود ہوں۔ میں نے اس کا نام اپنے نام سے نکالا ہے۔

دوسرا علیؑ ہے اور میں علی العظیم ہوں میں نے اس کا نام بھی اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔

اور یہ فاطمہؑ ہیں اور میں فاطر السمٰوات والارض ہوں اور میرا ایک نام "فاطم" بھی ہے (انا فاطم اعدائی من رحمتی یوم فصل القضاء و فاطم اولیائی مما یعیرھم ویشینھم) میں اپنے دشمنوں کو قیامت کے دن اپنی رحمت سے قطع کرنے والا ہوں اور اپنے دوستوں کو ہلاکت و رسوائی سے قطع کرنے والا ہوں۔

میں نے فاطمہؑ کا نام بھی اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔

اور یہ دو حسنؑ اور حسینؑ ہیں اور میں محسن و مجمل ہوں اور میں ہی سرچشمۂ احسان ہوں۔ میں نے ان دو کا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔ (ھؤلاء خیار خلقی و کرائم بریتی بھم اخذ و بھم اعطی وبھم اعاقب و بھم اثیب

فتوسل بھم الیّ یا آدم واذا دھتك داھیة فاجعلھم شفعاؤك فانی الیت علیٰ نفسی قسما حقا لا اخیب بھم افلا ولا ارد لھم سائلا)

یہ میری بہترین اور اکرم ترین مخلوق ہیں اور انہی کے واسطے سے میں عطا کروں گا اور انہی کی وجہ سے میں کسی کی گرفت کروں گا اور انہیں کی وجہ سے میں لوگوں کو مورد مؤاخذہ قرار دوں گا اور انہی کے واسطے سے میں ثواب دوں گا۔"

آدمؑ تم ان سے توسل رکھو اور جب تم پر کوئی مصیبت نازل ہو تو انہیں میری بارگاہ میں شفیع بناؤ کیونکہ میں اپنے آپ کو اس بات کی قسم دے چکا ہوں کہ ان کا واسطہ دینے والے کسی امیدوار کی امید کو ناکام نہیں کروں گا اور ان کا واسطہ دینے والے کسی سائل کو رد نہیں کروں گا۔

جب حضرت آدمؑ سے ترک اولیٰ سرزد ہوا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کو انہی ناموں کا واسطہ دیا جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی۔

مفضل کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے (واذ ابتلی ابراھیم ربہ بکلمات .....) کی تفسیر کا سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: "یہ وہی کلمات تھے جن کے ذریعے سے اللہ نے آدمؑ کی توبہ قبول کی تھی کیونکہ آدمؑ نے قبولیت توبہ کے لئے یوں دعا کی تھی:

یَارَبِّ اَسْاَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّ عَلِیٍّ وَ فَاطِمَةَ وَ الْحَسَنِ وَ الْحُسَیْنِ اِلَّاَ تُبْتَ عَلَیَّ. (خدایا! میں تجھے محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کا واسطہ دیتا ہوں کہ میری توبہ کو قبول فرما)۔

اللہ نے ان کی توبہ قبول کی وہ "توّاب" اور "رحیم" ہے۔"

مفضل کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی: "اے فرزند رسولؐ! آیت میں فاتمھن کے الفاظ ہیں۔ اس کا کیا مقصد ہے؟"

آپؑ نے فرمایا: "اللہ نے حضرت مہدی علیہ السلام کے نام تک ان کلمات کی تکمیل کی۔(۱)

آل محمدؑ اپنے محبوں سے کیسا سلوک کرتے ہیں

سفیان بن مصعب عبدی شاعر آل محمدؐ تھے۔ ان کی رہائش کوفہ میں تھی۔ ان ہی کے ایمان پرور اشعار کے متعلق امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا تھا: "یا معشر الشیعة علّموا اولادکم شعر العبدی فانه علیٰ دین اللّٰه. (اے گروہ شیعہ! اپنی اولاد کو عبدی کے اشعار کی تعلیم دو بے شک وہ اللہ کے دین پر ہے)۔"

صفوان بن یحیٰی کہتے ہیں کہ عبدی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری بیوی نے مجھ سے کہا: "کافی مدت ہوئی ہے ہم امام جعفر صادق علیہ السلام کی زیارت سے محروم ہیں، بہتر ہوگا کہ امسال ہم حج پر جائیں اور حج سے فراغت پانے کے بعد امام عالی مقام کی زیارت کا شرف بھی حاصل کرلیں گے اور یوں ان سے تجدید عہد بھی ہو جائے گی۔"

میں نے کہا: "خدا گواہ ہے کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے اور اخراجات کے لئے میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے۔"

میری بیوی نے مجھ سے کہا: "کوئی حرج نہیں! میرے پاس کچھ لباس

۱۔ ینابیع المودۃ ج۱ ص۹۵۔

اور زیور موجود ہیں، آپ انہیں فروخت کریں اور حج بیت اللہ کے لئے زادراہ حاصل کریں۔"

چنانچہ میں نے بیوی کے مشورے پر عمل کیا۔ جب میں مدینہ کے قریب پہنچا تو میری بیوی سخت بیمار ہوگئی۔ مدینے سے کچھ فاصلے پر میں نے اپنی بیوی اور کنیز کو ایک جگہ بٹھایا اور میں امام علیہ السلام کی خدمت میں چلا گیا۔ اس وقت میں اپنی بیوی کی صحت سے بالکل مایوس ہو چکا تھا۔ جب میں امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے سرخ رنگ کا لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔

میں نے آقا کو سلام کیا۔ آپؑ نے سلام کا جواب دیا اور آپؑ نے مجھ سے میری بیوی کی خیریت دریافت کی۔ میں نے اس کی بیماری کے متعلق عرض کی اور کہا: "جب میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں اس کی زندگی سے مایوس ہو چکا تھا۔"

آپؑ سر جھکا کر کچھ دیر فکر و تامل کرتے رہے، پھر آپؑ نے سر بلند فرمایا اور کہا: "اپنی بیوی کی بیماری سے غمگین ہو؟"

میں نے عرض کی: "جی ہاں۔"

آپؑ نے فرمایا: "غمگین نہ ہو وہ ٹھیک ہو جائے گی، میں نے اللہ سے اس کی صحت کی درخواست کی ہے۔ جب تم واپس جاؤ گے تو وہ تمہیں تندرست نظر آئے گی اور "طبرزد" (ایک مخصوص قسم کی شکر) کھا رہی ہوگی۔"

میں بڑی جلدی سے واپس آیا تو دیکھا میری بیوی بالکل صحتیاب ہے اور کنیز اسے طبرزد شکر کھلا رہی ہے۔

میں نے بیوی سے پوچھا: "اب تمہاری طبیعت کیسی ہے؟"

میری بیوی نے کہا: "اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا عطا کی ہے اور طبرزد شکر کھانے کا مجھے شوق ہوا۔"

میں نے کہا: "جب میں تجھے یہاں چھوڑ کر گیا تھا تو میں تیری زندگی سے مایوس تھا۔

امام صادق علیہ السلام نے مجھ سے تمہارے متعلق دریافت کیا تو میں نے انہیں تمہاری بیماری کے متعلق عرض کیا تو انہوں نے فرمایا کہ جاؤ تمہاری بیوی شفایاب ہو چکی ہے اور طبرزد کھا رہی ہوگی۔"

میری بیوی نے بتایا: "واقعی جب تم یہاں سے روانہ ہوئے تھے تو چند لمحات کے بعد ملک الموت میرے پاس آیا تھا اور میری روح قبض کرنا چاہتا تھا کہ اچانک ایک مرد اس وقت نمودار ہوا جس نے سرخ رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا، اس نے آتے ہی ملک الموت سے کہا: "ملک الموت۔"

اس نے عرض کی: "لبیک اے امام۔"

پھر انہوں نے کہا: "کیا تجھے ہماری اطاعت کا حکم نہیں دیا گیا؟"

ملک الموت نے کہا: "جی ہاں۔"

پھر انہوں نے کہا: "میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اس کی روح قبض مت کرو اس کی عمر مزید بیس برس بڑھا دی گئی ہے۔"

ملک الموت نے کہا: "حضور بہتر ہے، آپ کے فرمان پر عمل کروں گا۔ پھر ملک الموت چلا گیا اور میں ہوش میں آگئی۔"(۱)

۱۔ بحارالانوار ج ۱۱ ص ۱۳۷۔

توسل کا نتیجہ

داؤد رقی بیان کرتے ہیں کہ میرے دو بھائی حج کے لئے روانہ ہوئے۔ راستے میں میرے ایک بھائی پر پیاس کا غلبہ ہوا۔ اتفاق سے اس وقت ان کے پاس پانی بھی موجود نہیں تھا، پیاس اتنی بڑھی کہ وہ اپنی سواری پر بیٹھنے کے قابل نہ رہا، گدھے سے گر کر بے ہوش ہوگیا۔

میرے دوسرے بھائی نے ادھر ادھر پانی تلاش کیا لیکن کہیں پانی نہ ملا۔ ہر طرف سے مایوس ہو کر دوسرے بھائی نے دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ کو محمدؐ و علیؑ کا واسطہ دیا پھر باری باری ایک ایک امام کا واسطہ دینا شروع کیا، آخر میں امام زمانہ حضرت جعفر صادق علیہ السلام کا بار بار واسطہ دیا اور ان سے متوسل ہوا۔

اسی اثناء میں ایک شخص نمودار ہوا اور کہا: "تمہارا بھائی زمین پر کیوں لیٹا ہوا ہے؟"

اس نے جواب دیا: "یہ پیاس کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر پڑا ہے۔"

نووارد نے ایک چھوٹی سی لکڑی دی اور کہا: "اسے بھائی کے ہونٹوں پر پھیرو۔"

میرے بھائی نے وہ لکڑی لے کر بھائی کے لبوں پر پھیری۔

تھوڑی دیر بعد بھائی ہوش میں آگیا اور پھر دونوں بھائی چل پڑے۔

حج بیت اللہ سے مشرف ہو کر اپنے گھر کوفہ آئے۔

پھر کچھ عرصے بعد میرا ایک بھائی امام جعفر صادق علیہ السلام کی زیارت کے لئے مدینہ گیا تو امام عالی مقام نے فرمایا: "اپنے بھائی کا حال سناؤ اور

یہ بتاؤ کہ وہ لکڑی کہاں ہے؟"

میرے بھائی نے عرض کی: "مولا! جب میرا بھائی ہوش میں آیا تو میں فرطِ مسرت سے اس قدر مسرور ہوا کہ وہ لکڑی اٹھانی مجھے یاد نہ آئی۔"

آپؑ نے فرمایا: "جب تو اپنے بھائی کی وجہ سے سخت پریشان تھا تو اس وقت میں نے خضر علیہ السلام کو شجرۂ طوبیٰ کی وہ لکڑی دے کر تمہارے پاس بھیجا تھا۔"

پھر آپؑ نے غلام کو آواز دے کر فرمایا: "چمڑے کا تھیلا لاؤ۔"

غلام تھیلا لے کر آیا تو آپؑ نے اس میں سے وہی لکڑی نکال کر دکھائی اور فرمایا: "یہ وہ لکڑی ہے جو شجرۂ طوبیٰ سے لی گئی ہے اور یہی لکڑی تو نے اپنے بھائی کے لبوں پر پھیری تھی۔"

پھر آپؑ نے وہ لکڑی دوبارہ تھیلے میں رکھ دی۔(۱)

دعائے علیؑ کی اہمیت

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر فتح کرنے کے بعد مدینہ تشریف لا رہے تھے۔ ایک یہودی عورت نے بکری کی ران میں زہر ملا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کی۔

ابھی آنحضرتؐ نے اس گوشت کو ہاتھ نہیں لگایا تھا کہ براء بن معرور صحابی نے اس گوشت کو کھانا شروع کر دیا۔

حضرت علیؑ نے براء سے فرمایا: "پیغمبر اسلامؐ پر سبقت نہ کرو۔"

۱۔ بحار الانوار ج ۱۱ ص ۳۴۴۔

براء بن معرور میں حسِ مزاح زیادہ تھی، انہوں نے کہا: "تو کیا آپؑ پیغمبر اسلامؐ کو کنجوس سمجھتے ہیں؟"

حضرت علیؑ نے فرمایا: "نہیں ایسی کوئی بات نہیں، میں نے یہ بات آنحضرتؐ کے احترام و عظمت کے پیش نظر کہی ہے۔ ہمارے لئے یہ بات کسی طرح سے جائز نہیں ہے کہ ہم کسی طرح سے آپؐ پر سبقت کریں۔"

براء نے کہا: "مگر میں حضور کریمؐ کو بخیل نہیں سمجھتا۔"

حضرت علیؑ نے فرمایا: "بات یہ ہے کہ یہ غذا ایک یہودی عورت کی طرف سے آئی ہے اور اس پر مکمل طور پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا، اگر تم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے کھاؤ گے تو تمہیں کسی طرح کا گزند نہیں پہنچے گا اور اگر تم نے خود کھانا شروع کر دیا اور اس کا کوئی نقصان ہوا تو اس نقصان کے ذمہ دار تم خود قرار پاؤ گے۔"

براء یہ سب سن کر بھی کھانا کھاتا رہا اور اسی مسموم لقمہ کی وجہ سے اس کی موت واقع ہو گئی۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: "براء بن معرور کا جنازہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لایا گیا تو آپؐ نے فرمایا: "علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟"

لوگوں نے عرض کی: "علیؑ کسی مسلمان کا کام کرنے کے لئے قبا گئے ہوئے ہیں۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "علیؑ کے آنے تک اس کے جنازے میں تاخیر کرو اور یہ حکم میری طرف سے نہیں ہے بلکہ رب

العزت کا یہی فرمان ہے کہ اس کے جنازے میں تاخیر کی جائے تاکہ علیؑ آجائیں اور اسے اس کی گستاخی کی معافی دیں اور میں براء کی مغفرت کروں اور اسی مذاق کے کفارے کے طور پر اس کی موت زہر سے واقع ہوئی ہے۔"

صحابہ نے عرض کی: "یارسول اللہؐ! براء حس مزاح رکھتا تھا اور اس نے علیؑ سے جو کچھ کہا تھا بطور مزاح کہا تھا، ہمیں امید ہے کہ اللہ اس کا مؤاخذہ نہیں کرے گا۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اگر براء یہ بات بطور مزاح نہ کہتا تو اللہ اس کے تمام اعمال اکارت کر دیتا اگرچہ اس کے اعمال زمین و آسمان کے برابر ہوتے اور اگر وہ زمین و عرش کے درمیانی فاصلہ جتنا بھی سونا، چاندی صدقہ کرتا تو بھی اللہ قبول نہ کرتا۔ البتہ براء مزاح کی عادت رکھتا تھا اور اس نے وہ جملہ بطور مزاح کہا تھا اور میں آج یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ علیؑ اس سے ناراض نہیں ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ علیؑ اسے دو مرتبہ معاف کرنے کا اعلان کردیں اور اس کے لئے مغفرت طلب کریں تاکہ براء کے قرب و بلندی درجات کا ذریعہ ثابت ہو جائے۔"

تھوڑی دیر بعد حضرت علیؑ تشریف لائے اور براء کے جنازے پر کھڑے ہو کر فرمایا: "براء! اللہ تجھ پر رحمت فرمائے تو بڑا نمازی اور روزہ دار شخص تھا، خدا کی راہ میں تیری موت واقع ہوئی۔"

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اگر کوئی شخص میری نماز جنازہ سے مستغنی ہوسکتا تو یقیناً آج براء مستغنی ہوتا لیکن ہر شخص میری دعائے خیر کا محتاج ہے۔"

پھر آپؐ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اسے دفن کرنے کا حکم دیا۔ براء دفن ہوگئے۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے متعلقین سے فرمایا: "براء سے وابستہ لوگو! میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ جب براء کی روح نے آسمانوں کی طرف سفر کیا تو آسمان اول سے لے کر آسمان ہفتم تک اور حجاب سے لے کر عرش و کرسی تک کے تمام فرشتوں نے اس کی روح کا استقبال کیا اور جب اس کی روح جنت کی طرف روانہ ہوئی تو خازن جنت اور حوران جنت نے اس کا استقبال کیا اور اس سے کہا "طوباك طوباك یا روح البراء انتظر علیك رسول اللهؐ علیا حتی ترحم علیك واستغفرلك ....." (اے براء کی روح! تجھے مبارک ہو پیغمبرؐ نے تیرے جنازے کے لئے علیؑ کے آنے کا انتظار کیا تاکہ وہ تیرے اوپر رحم کریں اور تیرے لئے استغفار کریں) اللہ کی طرف سے حاملین عرش نے ہمیں بتایا کہ تمہارے پاس ایک مرد مؤمن کی روح آنے والی ہے جس نے اللہ کی راہ میں جان دی، اگر اس کے گناہ ریت کے ذرات اور قطرات باران اور حیوانات کے بالوں کی تعداد میں بھی ہوتے تو میں علی بن ابی طالب کی دعا کے صدقے میں اس کے تمام گناہ معاف کر دیتا۔"

ثم قال رسول اللهؐ متعرضوا عباد الله لدعاء علی لکم ولا تتعرضوا لدعاء علی علیکم فان من دعا علیه اهلکه الله ولو کانت حسناته بعدد ما خلق الله کما ان من دعا له اسعده الله ولو کانت سیئاته بعدد ماخلق الله.

(پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بندگان خدا! علیؑ کی

دعا حاصل کرنے کی کوشش کرو اور اس کی بددعا سے بچو۔ جسے علیؑ بددعا کردے تو اللہ اسے ہلاک کردے گا۔ اگرچہ اس کی نیکیاں تمام مخلوقات کی تعداد کے برابر کیوں نہ ہوں اور جسے علیؑ دعا کردے تو اللہ اسے سعادت مند بنا دے گا، اگرچہ اس کے گناہ تمام مخلوقات کی تعداد کے برابر ہوں)۔"(۱)

المرء مع من احب

امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک تیلی تھا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت زیادہ محبت کیا کرتا تھا اور اس کا اصول تھا کہ جب تک حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اطہر کی زیارت نہ کر لیتا اس وقت تک اپنے کام پر نہ جاتا۔ جب وہ آتا تو آپؐ بھی سامنے آجاتے تاکہ وہ آپؐ کا دیدار کر سکے۔ حسب عادت ایک دن وہ آپؐ کے دیدار میں مصروف ہوگیا۔ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "بیٹھ جاؤ۔"

وہ بیٹھ گیا تو آپؐ نے فرمایا۔ "کیا وجہ ہے کہ آج تم نے ایسا کام کیا ہے جو پہلے کبھی نہیں کیا تھا؟"

اس نے عرض کی۔ "یارسول اللہؐ! اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، جب میں یہاں سے روانہ ہوا تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ آج کام کے لئے نہیں جانا چاہئے، تو میں کام پر نہیں گیا۔ واپس آیا تو آپؐ کے چہرۂ انور کو دوبارہ دیکھنے کی خواہش لے کر حاضر ہوگیا۔"

آنحضرتؐ نے اس کے حق میں دعا فرمائی۔ اس واقعے کے چند دن تک

۱۔ بحار الانوار ج ۷۱۔ چاپ خوندی ص ۳۱۰۔

آپؐ کا شیدائی دوبارہ نہ آیا۔ آپؐ نے اصحاب سے اس کے متعلق پوچھا تو اصحاب نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا۔ پھر آپؐ چند ساتھیوں کو لے کر اس کی دکان پر گئے وہ دکان پر بھی نہیں تھا اور دکان کو تالا لگا ہوا تھا۔ پھر آپؐ اس کے محلے میں تشریف لائے اور اس کے ہمسایوں سے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ فوت ہو چکا ہے۔

پھر ہمسایوں نے آپؐ سے کہا "یارسول اللہؐ! وہ ایک امین شخص تھا اور ہمیشہ سچ بولنے والا تھا لیکن اس میں یہ عیب تھا کہ وہ عورتوں کا پیچھا کیا کرتا تھا۔"

فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم: رحمہ اللّٰہ واللّٰہ لقد کان یحبنی حبا لو کان نخاسا لغفر اللّٰہ لہ

(رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اللہ اس پر رحم فرمائے، خدا کی قسم وہ مجھ سے بہت زیادہ محبت کیا کرتا تھا، اگر وہ بردہ فروش (جو آزاد کو غلام بنا کر بیچتے ہیں) بھی ہوتا تو بھی اسے ضرور معاف کردیتا)۔"(۱)

اعتقاد ولایت کے بغیر اعمال قبول نہیں ہوتے

ابوشبل کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام عالی مقام نے از خود ابتدائے کلام کرتے ہوئے فرمایا۔ "تم ہم سے محبت کرتے ہو جبکہ لوگ ہم سے دشمنی رکھتے ہیں، تم ہماری تصدیق کرتے ہو جبکہ لوگ تکذیب کرتے ہیں، تم ہمارے حقوق کا خیال رکھتے

۱۔ روضہ کافی ص ۷۸۔

ہو جبکہ لوگ ہم پر جفا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے توفیق و ہدایت و سعادت و رحمت کے لئے تمہاری زندگی کو ہماری زندگی جیسا بنایا ہے اور ہماری موت کی طرح تمہاری موت کو بھی تمہارے لئے سعادت ابدی کا ذریعہ بنایا ہے اور اس امر کی جانب ہمیشہ متوجہ رہو کہ تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان دیدار بہشت اور زیارت رسول کریمؐ اور ائمہ ہدیٰؑ ہیں اور جیسے ہی جان یہاں تک پہنچے گی تو دیدار جنت اور دیدار محمدؐ و آل محمدؑ نصیب ہو جائے گا۔"

پھر آپؑ نے انگلی سے اپنے حلق کی جانب اشارہ کیا اور بعد ازاں متعدد مرتبہ اس جملے کی تکرار فرمائی اور قسم کھا کر فرمایا: "**واللہ الذی لا الہ الا ھو لحدثنی ابی محمد بن علیؑ بذلك.** (پروردگار کی قسم! جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے یہ حدیث میرے والد محترم امام محمد باقرؑ نے میرے سامنے بیان فرمائی ہے)۔"

پھر آپؑ نے فرمایا:

"ابو شبل! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم بھی نماز پڑھتے ہو اور دوسرے بھی نماز پڑھتے ہیں مگر تمہاری نماز قبول ہوتی ہے اور ان کی نہیں۔

تم زکوٰۃ ادا کرتے ہو اور تمہارے مخالف بھی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں جبکہ تمہاری زکوٰۃ قبول ہوتی ہے اور تمہارے مخالفین کی زکوٰۃ قبول نہیں ہوتی۔

تم حج کرتے ہو اور تمہارے مخالف بھی حج کرتے ہیں جبکہ تمہارا حج قبول ہوتا ہے اور تمہارے مخالفین کا حج قبول نہیں ہوتا۔

تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم خدا کا تقویٰ اختیار کرو، اس زمانے

میں سلطنت و اقتدار تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے، تمہیں ہمیشہ امانت کی ادائیگی کا خیال رکھنا چاہئے، لوگ اگر خواہشات کی پیروی کرتے ہیں تو کرتے رہیں لیکن تم اپنے خدا کی فرماں برداری پر قائم رہو اور ہماری پیروی پر ثابت قدم رہو۔

اللہ نے اپنے بندوں میں سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتخاب کیا، تم نے بھی اللہ کے برگزیدہ پیغمبرؐ کی پیروی کی۔

خدا سے ڈرتے رہو اور لوگوں کی امانتیں ان تک پہنچاؤ، امانت کا پہنچانا بہر صورت واجب ہے، امانت خواہ سیاہ کی ہو یا سفید کی، امانت خواہ نہروان کے کسی خارجی کی ہو یا شام کے کسی ناصبی کی۔"(۱)

نجات کا حقیقی راستہ

محمد بن مسلم نے امام محمد باقر یا امام جعفر صادق علیہما السلام میں سے کسی ایک بزرگ سے روایت کی ہے کہ میں نے ان کی خدمت میں گزارش کی کہ میں ایسے افراد بھی دیکھتا ہوں جو بڑی عبادت کرتے ہیں اور خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ کی بندگی بجالاتے ہیں لیکن وہ ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کی ولایت کا اقرار نہیں کرتے اور حق کو نہیں پہچانتے تو کیا ان کی عبادت اور ان کا خشوع انہیں فائدہ دے گا؟

امام عالی مقام علیہ السلام نے فرمایا: "اہلبیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال بنی اسرائیل کے اس خانوادے کی طرح ہے کہ اس خانوادے کا ہر فرد جب بھی چالیس راتوں تک عبادت کرتا اور دعا مانگتا تو اللہ تعالیٰ اس کی

ا۔ روضہ کافی ص ۲۳۶۔

دعا ضرور قبول فرماتا تھا۔ اسی خاندان کے ایک فرد نے چالیس راتوں تک عبادت کی اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی لیکن اس کی دعا مستجاب نہ ہوئی۔

وہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور دعا کے رد ہونے کے متعلق عرض کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وضو کیا اور اس شخص کے متعلق بارگاہ احدیت میں درخواست کی۔

آواز قدرت آئی: "عیسیٰؑ! جب تک یہ شخص میرے مقرر کردہ راستے سے نہیں آئے گا میں اس کی دعا قبول نہیں کروں گا، وہ مجھ سے دعا تو مانگتا ہے لیکن اس کے دل میں تیری نبوت کا شک موجود ہے، اگر وہ مجھ سے اتنا عرصہ بھی دعا مانگے کہ اس کی گردن جدا ہو جائے اور دعا مانگتے مانگتے اس کی انگلیاں بھی گر جائیں تو بھی میں اس کی دعا قبول نہیں کروں گا۔ اس وقت میرا راستہ تو ہے جو تجھے چھوڑ کر میرے پاس آنا چاہے تو وہ نہیں آسکے گا۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کی طرف رخ کیا اور فرمایا: "خدا سے دعا مانگتے ہو اور اس کے نبی کی نبوت میں شک کرتے ہو؟"

اس شخص نے کہا: "آپؑ نے جو کچھ کہا وہ حق ہے، آپؑ دعا کریں کہ میرے دل میں آپؑ کی نبوت کے متعلق جو شک ہے وہ دور ہو جائے۔"

حضرت عیسیٰؑ نے دعا مانگی اس کے دل سے شک کی تاریکی دور ہو گئی اور اسے بھی اللہ نے اس کے خاندان کے باقی افراد کا سا مقام دے دیا۔(۱)

بحق قادر بے چون خدای سبحانی
بحق جملہ کروّبیان روحانی

۱۔ اصول کافی ج ۲ ص ۴۰۰۔

کہ دشمنان علیؑ را نماز نیست درست
اگرچہ سینہ اشتر کنند پیشانی

(قادر مطلق خداوند سبحان کی قسم اور تمام فرشتوں کی قسم دشمن علیؑ کی نماز درست نہیں ہے اگرچہ وہ اتنے سجدے کیوں نہ کرے کہ اس کی پیشانی اونٹ کے سینے کی طرح ہو جائے)۔

"امام سے دشمنی نہ رکھو" کا مفہوم

صقر بن ابی دلف کہتے ہیں کہ میں نے متوکل کے زندان میں امام علی نقی علیہ السلام سے ملاقات کی۔ اس وقت امام علی نقی علیہ السلام ایک بوریئے پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے سامنے قبر کھدی ہوئی تھی۔

میں نے آقا کو سلام کیا، آپ نے بیٹھنے کا حکم دیا اور مجھ سے فرمایا: "صقر بن ابی دلف! یہاں کیسے آئے ہو؟"

میں نے عرض کی: "میں آپؑ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔"

پھر میں قبر کو دیکھ کر بے ساختہ رونے لگا۔

امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا: "صقر! مت گھبراؤ یہ مجھے کوئی گزند نہیں پہنچا سکیں گے۔"

میں یہ سن کر مطمئن ہو گیا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی: "مولا! میں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث سنی ہے جس کا مفہوم میں آج تک سمجھ نہیں سکا۔"

آپؑ نے فرمایا: "تمہارا اشارہ کس حدیث کی جانب ہے؟"

میں نے عرض کی: "آنحضرت کی ایک حدیث ہے کہ "لا تعادوا الایام فتعادیکم. دنوں سے دشمنی نہ رکھو ورنہ دن بھی تم سے دشمنی کریں گے" اس حدیث کا مفہوم آج تک میرے ذہن میں واضح نہیں ہوا۔"

امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا: "ایام" سے مراد ہم ہیں۔ ہفتہ رسول خداؐ کا دن ہے۔ اتوار امیر المؤمنینؑ، سوموار امام حسنؑ و حسینؑ، منگل علیؑ بن الحسینؑ محمد بن علیؑ و جعفرؑ بن محمدؑ، بدھ موسیٰؑ بن جعفرؑ و علیؑ بن موسیٰؑ و محمدؑ بن علیؑ و علیؑ بن محمدؑ کا دن ہے، جمعرات میرے فرزند حسن عسکریؑ اور جمعہ میرے پوتے صاحب الزمانؑ کا دن ہے۔ اہل حق ان پر اجتماع کریں گے اور وہ اس جمعیت حق کی وجہ سے زمین کو عدل و انصاف سے یوں پر کریں گے جیسا کہ وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔ "ایام" کا یہی مفہوم ہے، خبردار دنیا میں رہ کر ان سے دشمنی نہ کرنا ورنہ یہ آخرت میں تمہاری دشمنی کریں گے۔"

پھر فرمایا: "اب تم چلے جاؤ تاکہ ظالموں کی نگاہوں میں نہ آؤ۔"(۱)

توضیح: عربی زبان میں ہفتہ کے دن اس طرح سے گنے جاتے ہیں: یوم السبت، یوم الاحد، یوم الاثنین، یوم الثلاثا، یوم الاربعاء، یوم الخمیس، یوم الجمعة.

پہلا دن یوم السبت (ہفتہ) سبت کا دن یعنی سکون کا دن تو گویا یہ دن اس شخصیت سے موسوم ہے جس نے کائنات کو رحمت و سکون عطا کیا ہے اور وہ ذات پاک وہی ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وما ارسلنک الا

۱۔ معانی الاخبار ص ۱۲۳۔

رحمة للعالمین. ہم نے آپؐ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

عربی کیلنڈر میں دوسرا دن یوم الاحد ہے، یعنی "احد" کا دن۔ بالفاظ دیگر یہ دن اس ہستی کے نام سے موسوم ہے جو مخلوقات میں احد ہے بے مثال ہے اور وہ ذات حضرت علی علیہ السلام کی ہے۔ اسی لئے یہ دن حضرت علی علیہ السلام کا دن قرار پایا۔

تیسرا دن یوم الاثنین (سوموار) ہے۔ یوم الاثنین کے لغوی معنی ہیں دو کا دن تو یہ دن دو ایسی ہستیوں کے نام سے موسوم ہے جو رتبے اور فضیلت کے اعتبار سے برابر ہیں اور وہ دو بے مثال افراد امام حسن اور امام حسین علیہما السلام ہیں۔ اسی لئے یوم الاثنین ان بھائیوں کا دن ہے۔

یوم الثلاثا (منگل) اس لفظ کے لغوی معنی ہیں تین کا دن تو یہ دن امام علی زین العابدین، امام محمد باقر، امام جعفر صادق علیہم السلام ان تین معصومین کا دن ہے۔

یوم الاربعاء (بدھ) کے معنی ہیں چار کا دن تو یہ دن امام موسیٰ کاظم، امام علی رضا، امام محمد تقی اور امام علی نقی علیہم السلام کا دن ہے۔

یوم الخمیس (جمعرات) لشکر کا دن تو یہ دن اس شخصیت کی طرف منسوب ہے جس کا تعلق لشکر و عسکر سے ہے اور معصومین میں وہ ذات امام حسن عسکری علیہ السلام کی ہے۔

یوم الجمعة (جمعہ) یعنی جمع کرنے والے کا دن۔ تو یہ دن اس عظیم شخصیت کا ہے جو لوگوں کو حق و صداقت پر جمع کرے گی اور وہ ذات والا صفات امام صاحب الزمان علیہ السلام عجل اللہ فرجہ کی ہے۔

اور اسی مناسبت سے ان ایام میں معصومین کی مخصوص زیارات پڑھی جاتی ہیں۔ (من المترجم عفااللہ عنہ).

شیعان علیؑ کتنے خوش نصیب ہیں؟

عمادالدین طبری امامی اپنی کتاب بشارۃ المصطفیٰ میں رقم طراز ہیں:

ایک دن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے خوش و خرم ہو کر علی علیہ السلام کے پاس تشریف لائے اور انہیں سلام کیا۔

علیؑ نے سلام کا جواب عرض کیا اور عرض کی: "یارسول اللہؐ! آج آپ بہت زیادہ مسرور نظر آتے ہیں اس سے پہلے میں نے آپ کو اتنا مسرور کبھی نہیں دیکھا۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "علیؑ! میں تمہیں خوش خبری سنانے آیا ہوں، ابھی جبرئیلؑ نازل ہوئے تھے اور کہا کہ اللہ آپؐ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپؐ علیؑ کو بشارت دیں اس کے تمام شیعہ خواہ مطیع ہوں یا عاصی سب کے سب جنتی ہیں۔"

حضرت علی علیہ السلام نے جیسے ہی یہ الفاظ سنے فوراً سجدے میں چلے گئے اور سجدہ کے بعد دونوں ہاتھ بلند کر کے کہا: "پروردگار! گواہ رہنا میں نے اپنی آدھی نیکیاں اپنے شیعوں کو دے دی ہیں۔"

امام حسین علیہ السلام نے بھی سجدہ کیا اور کہا: "خدایا! گواہ رہنا میں نے اپنی آدھی نیکیاں اپنے والد کے شیعوں کو دے دی ہیں۔"

امام حسن علیہ السلام نے بھی سجدہ کیا اور کہا: "خدایا! گواہ رہنا میں

نے اپنی آدھی نیکیاں شیعوں کو دے دی ہیں۔"

یہ سن کر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم مجھ سے زیادہ سخی نہیں ہو، میں نے بھی اپنی آدھی نیکیاں شیعان علیؑ کو دے دی ہیں۔"

اسی اثناء میں رب العزت نے خطاب کیا: "تمہاری سخاوت و کرم مجھ سے زیادہ تو نہیں ہے، میں نے شیعان علیؑ کے گناہوں کو معاف کیا۔

دشمنوں سے حسنِ سلوک

یاسر خادم کہتا ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے امین الرشید کے قتل کے بعد مامون الرشید کو مشورہ دیا کہ اس وقت تمہیں خراسان میں رہنے کی ضرورت نہیں ہے بہتر ہے کہ تم بغداد کو اپنا پایہ تخت قرار دو کیونکہ بغداد تمہارے آباء و اجداد کے وقت سے پایہ تخت رہا ہے۔ تمہیں بغداد جاکر امورِ مسلمین سرانجام دینے چاہئیں۔

اس مشورہ کا علم ذوالریاستین کو ہوا اور ذوالریاستین پوری طرح سے اس وقت مامون کے دل و دماغ پر مسلط تھا۔ اس کی موجودگی میں مامون کوئی رائے تک نہیں دیتا تھا۔

ذوالریاستین نے مامون کو ایسا کرنے سے منع کیا اور کہا: "میرا مشورہ مانیں آپ اس وقت بغداد مت جائیں کیونکہ اہل بغداد کو علی رضاؑ کی ولی عہدی کا صدمہ ہے اور انہوں نے ابھی تک امین کے قتل کو بھی نہیں بھلایا۔ لہذا بہتری اسی میں ہے کہ آپ بغداد مت جائیں اور اگر آپ مزید مشورہ کرنا چاہیں تو یہاں آزمودہ کار ایسے افراد بھی موجود ہیں جنہوں نے ایک مدت تک آپ

کے باپ ہارون کی خدمت کی تھی۔"

مامون نے کہا: "تم کن لوگوں کے متعلق کہنا چاہتے ہو؟"

ذوالریاستین نے کہا: "آپ علی بن ابی عمران، ابن یونس اور جلودی سے بھی مشورہ کرلیں۔"

درج بالا تینوں افراد نے امام علی رضاؑ کی ولی عہدی کی مخالفت کی تھی، اسی لئے مامون نے ان کو زندان میں ڈال دیا تھا۔

مامون نے کہا: "بہتر ہے میں ان سے بھی مشورہ کروں گا۔"

دوسری صبح امام علی رضاؑ دربار میں تشریف لائے اور مامون سے کہا: "میں نے جو تمہیں مشورہ دیا تھا، تم نے اس کے متعلق کیا سوچا؟"

مامون نے کہا: "میں نے ذوالریاستین سے گفتگو کی تھی مگر وہ اس بات سے متفق نہیں ہے اور ابھی میں تین افراد کو یہاں بلاکر بھی گفتگو کرتا ہوں۔"

پھر مامون نے کہا: "علی بن ابی عمران کو لایا جائے۔ ملازمین اسے زندان سے نکال کر دربار میں لائے۔ جیسے ہی اس کی نظر امام علی رضا علیہ السلام پر پڑی تو مامون کو خطاب کر کے اس نے کہا: "امیر المؤمنین خدا کی پناہ! آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ بنی عباس سے خلافت کو نکال کر اولاد علیؑ میں دے رہے ہیں جب کہ آپ کے آباء واجداد ان کو قتل کرتے رہے اور یہ خاندان ان کے خوف سے روپوشی اختیار کرتا تھا، آج پھر وہی خاندان دوبارہ برسر اقتدار آگیا ہے۔"

مامون نے کہا: "زنازادہ! زندان میں رہنے کے باوجود ابھی تک تو اپنی بے ہودہ بکواس سے باز نہیں آیا۔"

پھر اس نے جلاد کو حکم دیا کہ اس کا سر قلم کردو۔ جلاد نے اس کا سر قلم کردیا۔

پھر مامون نے ابن یونس کو حاضر کرنے کا حکم جاری کیا جب ابن یونس دربار میں آیا اور امام علی رضاؑ کو تخت پر بیٹھا ہوا دیکھا تو اس نے مامون سے کہا جسے تو نے اپنے پہلو میں بٹھایا ہوا ہے یہ (نعوذ باللہ) ایک بت ہے خدا کو چھوڑ کر آج جسے پوجا جارہا ہے۔"

مامون نے کہا: "گرفتاری اور زندان کے باوجود بھی تیرا دماغ ابھی تک درست نہیں ہوا۔"

پھر اس نے جلاد کو حکم دیا کہ اس کا سر قلم کردو۔ جلاد نے فوراً اس کا سر جدا کردیا۔

ان دو افراد کے بعد مامون نے حکم دیا کہ جلودی کو حاضر کیا جائے اور جلودی وہ شخص ہے کہ جب محمد بن جعفر بن محمد نے مدینہ میں ہارون کے خلاف خروج کیا تھا تو ہارون نے اسے فوج دے کر مدینہ بھیجا تھا اور کہا تھا کہ جب تو کامیاب ہو جائے تو محمد کا سر تن سے جدا کر دینا اور آل ابوطالب کے تمام گھروں کو لوٹ لینا اور ان کی مستورات تک کو لوٹ لینا اور مستورات کے تمام کپڑے اور زیوارات تک لوٹ لینا۔

جلودی نے ہارون کے حکم کی تعمیل کی تھی اور اپنے لشکر کو لے کر امام علی رضاؑ کے دروازے پر آگیا تھا۔ امام علی رضاؑ دروازے پر کھڑے ہوگئے اور اسے فرمایا کہ تمہارا مقصد ہمارا مال و سامان لوٹنا ہے۔ لہذا تجھے اپنی فوج سمیت یہیں رک جانا چاہئے میں خود تمام مستورات کا سامان لے کر تمہارے حوالے

کر دیتا ہوں۔

امام علی رضاؑ کی پیشکش کو اس لعین نے نہ مانا اور کہا: "مجھے ہارون کا حکم ہے میں گھروں میں داخل ہو کر لوٹ مار کروں گا۔"

امام علی رضا علیہ السلام نے قسم کھا کر کہا: "میں وعدہ کرتا ہوں کہ گھر میں مستورات کے پاس جو بھی سامان ہوگا میں وہ تمام سامان تیرے پاس لے آؤں گا، خاندان محمد کی بہو بیٹیاں عزت و پردہ کی مالک ہیں تم فوج لے کر غارت گری نہ کرو۔"

آخرکار کافی بحث و تمحیص کے بعد جلودی نے امام علی رضاؑ کا کہا مانا۔

امام علی رضا علیہ السلام گھر کے زنان خانے میں آئے اور فرمایا کہ تمام بیبیاں اپنے تمام زیورات اور اضافی کپڑے خود ان کے حوالے کردیں، تمام بیبیوں نے اپنے اپنے ہاتھوں سے اپنے زیور اتارے اور گٹھڑی بنا کر امام علی رضا کو دی۔ امام علیہ السلام نے زہرا زادیوں کے زیور اور ملبوسات جلودی کو دیئے۔

بہر نوع مامون کے حکم کے تھوڑی دیر بعد جلودی دربار میں حاضر ہوا۔

امام علی رضا علیہ السلام نے آہستہ سے مامون کے کان میں کہا: "جلودی کو کچھ نہ کہو میری وجہ سے اسے معاف کردو۔"

مامون نے کہا: "حضرت یہی تو وہ ملعون ہے جس نے دختران پیغمبرؐ کو لوٹا تھا میں اسے کیونکر معاف کرسکتا ہوں۔"

امام عالی مقام نے فرمایا: "میں اس کی سفارش کرتا ہوں۔"

جب جلودی نے امام علی رضاؑ کو مامون کے ساتھ سرگوشی کرتے ہوئے دیکھا تو اسے یقین ہوگیا کہ امام علی رضا مامون کو اس کے قتل کی ترغیب

دے رہے ہوں گے۔

اس نے آتے ہی کہا: "امیرالمؤمنین! میں نے آپ کے باپ کی بہت خدمت کی تھی اور آپ کو ان خدمات کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ میرے متعلق علی رضاؑ کی باتوں پر عمل نہ کرنا۔"

مامون نے امام علی رضاؑ سے کہا: "میں تو شاید آپ کی سفارش مان لیتا لیکن وہ خود ہی آپ کی بات نہ ماننے کی درخواست کررہا ہے۔ اب میں اس کی قسم کا احترام کرتا ہوں۔"

پھر اس نے جلاد سے کہا کہ اس زنازادے کو بھی اس کے دو دوسرے ساتھیوں کے ساتھ ملحق کردو۔ جلودی بھی قتل ہوگیا۔

اس واقعہ سے یہی عرض کرنا مقصود ہے کہ آل محمدؐ اتنے بڑے کریم ہیں کہ وہ اپنے دشمن کو بھی سزا دینا پسند نہیں کرتے اور جو خاندان اپنے دشمن کے لئے بھی اپنے دل میں نرم گوشہ رکھتا ہو تو کیا وہ اپنے ماننے والے گناہگار شیعوں کو بے یار و مددگار چھوڑ دیں گے؟(۱)

جس نے علیؑ کی نقالی کی

ایک بادشاہ نے دربار میں ایک مسخرہ رکھا ہوا تھا جو مختلف لوگوں کی نقالی کرکے بادشاہ اور اس کے مصاحبین کو ہنسایا کرتا تھا۔

بادشاہ کا تعلق مذہب اہلسنت سے تھا اور اس کا ایک وزیر ناصبی اور بدعقیدہ تھا لیکن بادشاہ اس پر زیادہ اعتماد کرتا تھا۔

۱۔ الکنی والالقاب ج ۲ ص ۱۳۶۔

جب کبھی بادشاہ کہیں باہر جاتا تو اس وزیر کو اپنا قائم مقام بنا کر جاتا۔ وزیر کو علم تھا کہ مسخرہ کا تعلق مذہب شیعہ سے ہے۔

ایک دن وزیر نے جو کہ اس وقت بادشاہ کا قائم مقام بنا ہوا تھا، مسخرے کو بلایا اور کہا: "آج میرے سامنے علی بن ابی طالب کی نقالی کر کے دکھا۔" (نعوذ باللہ)

مسخرے نے بڑی معذرت کی اور گڑگڑا کر معافی کی درخواست کی، مگر وزیر نے اپنے خبث باطن کی وجہ سے اس کا کوئی عذر قبول نہ کیا اور اسے مجبور کیا کہ ہر قیمت پر علیؑ کی نقالی کر کے دکھاؤ۔

مسخرے نے ایک دن کی مہلت طلب کی، پھر جب دوسرے دن دربار لگا ہوا تھا اور وزیر تخت شاہی پر بیٹھا ہوا تھا، اسی اثناء میں مسخرہ لباس اعراب پہن کر اور تلوار کو کمر میں حمائل کر کے دربار میں آیا۔

دربار میں آتے ہی بڑے رعب سے وزیر کو حکم دیا: "اللہ، رسولؐ اور میری خلافت بلا فصل پر ایمان لاؤ، ورنہ تیری گردن جدا کردوں گا۔"

وزیر سمجھا کہ مسخرہ علیؑ کی نقل کر رہا ہے اور خوب ہنسنے لگا۔

مسخرہ کچھ اور قریب آیا اور انتہائی گونج دار آواز میں اپنے پہلے الفاظ کی تکرار کی اور تلوار کو کچھ نیام سے نکالا۔

وزیر اس کی نقالی دیکھ کر پیٹ پکڑ کر ہنسنے لگا۔

پھر مسخرہ اور آگے ہوا اور اسے کہا کہ میں تجھے دو مرتبہ کہہ چکا ہوں کہ اللہ، رسولؐ اور میری خلافت بلا فصل پر ایمان لاؤ ورنہ تیری گردن اڑادونگا۔

وزیر اور زیادہ ہنسنے لگا۔ اب مسخرے نے پوری تلوار نیام سے نکالی اور

وزیر کی گردن پر ماری اس کی گردن کٹ کر دور جاپڑی، مسخرہ بھاگ گیا۔

چند دنوں بعد بادشاہ واپس آیا تو اس نے تمام حالات سنے، اس نے حکم دیا کہ مسخرے کو تلاش کر کے دربار میں حاضر کیا جائے۔

مسخرہ دربار میں پیش ہوا اور اس نے بادشاہ کو تمام واقعہ سنایا۔ بادشاہ بہت ہنسا اور کہا: "میں نے تجھے معاف کیا۔"(۱)

جس کا تو مولا ہو اس کو ناز کرنا چاہیئے

مرحوم نراقی صاحب خزائن بیان کرتے ہیں کہ شیخ محمد روضہ مقدسہ کاظمین کے کلید بردار تھے اور ان سے میری ملاقات ہوئی تھی، موصوف انتہائی دین دار انسان تھے۔ انہوں نے ایک دن مجھے بتایا تھا کہ نادر شاہ افشار کے بعد حسن پاشا عراقِ عرب کا حکمران بنا اور اس نے بغداد کو اپنا دارالحکومت قرار دیا۔

ایک دن ماہ جمادی الثانی میں جبکہ اس کے دربار میں امراء اور آفندی اور آل عثمان کے سرکردہ افراد موجود تھے، اس نے کہا: "آپ حضرات مجھے بتائیں کہ ماہ رجب کی چاند رات کو "نور باران" کیوں کہا جاتا ہے؟"

ایک درباری نے جواب دیا: "اس کی وجہ یہ ہے کہ اس رات ائمہ دین کی قبور پر نور کی بارش ہوتی ہے اسی لئے اس شب کو نور باران کہا جاتا ہے۔"

حسن پاشا نے کہا: "اچھی بات ہے یہاں عراق میں بہت سے ائمہ کے مزار ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ ان مزارات کے خدام نے باران نور کا ضرور مشاہدہ کیا ہوگا۔"

ا۔ خزائن نراقی۔

پھر اس نے کہا: "امام ابو حنیفہ اور شیخ عبدالقادر جیلانی کے مزارات کے مجاوروں کو دربار میں بلایا جائے۔"

جب مذکورہ مزارات کے مجاور حاضر ہوئے تو حسن پاشا نے ان سے کہا: "آپ ائمہ دین کے مزاروں کے مجاور ہیں، کیا کبھی آپ لوگوں نے رجب کی چاند رات کو نور کی برسات کا مشاہدہ کیا ہے؟"

مجاوروں نے کہا: "ہم نے کبھی ایسا منظر نہیں دیکھا۔"

حسن پاشا نے کہا: "حضرت موسیٰ بن جعفرؑ اور حضرت جوادؑ بھی اہل ائمہ میں سے ہیں اور جماعت روافض انہیں واجب الاطاعت قرار دیتی ہے۔ بہتر ہے کہ ہم انہیں بھی بلا لیتے ہیں اور ان سے بھی پوچھ لیتے ہیں۔"

پھر اس نے اپنا ایک نوکر بھیجا کہ جاؤ امام جوادین کے روضہ کے کلید بردار کو بلا لاؤ۔

شیخ محمد کہتے ہیں کہ اس وقت میرے والد کلید بردار تھے اور میں اس وقت بیس برس کا تھا۔ میں اپنے والد کے ساتھ حسن پاشا کے پاس گیا۔

پاشا نے میرے والد سے سوال کیا: "رجب کی چاند رات کو نور باران کہا جاتا ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ اس رات ائمہ دین کی مزارات پر نور فشانی ہوتی ہے تو کیا کبھی تم نے بھی نور کی برسات کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے؟"

میرے والد نے کہا: "جی ہاں میں نے یہ منظر اپنی زندگی میں کئی بار دیکھا ہے۔"

حسن پاشا نے کہا: "ماہ رجب شروع ہونے ہی والا ہے، میں چاند

رات روضہ اطہر میں بسر کروں گا اور یہ منظر خود اپنی آنکھوں سے دیکھوں گا۔"

میرے باپ نے کہا کہ بہتر ہے ہم آپ کا انتظار کریں گے۔

میرے والد وہاں سے نکلے تو بڑے پریشان تھے اور مجھ سے کہنے لگے:

"میں نے عجیب جرات کی ہے۔ ممکن ہے اس سے ظاہری نور مراد نہ ہو اور میں نے اس سے قبل بھی نور کی برسات ہوتا نہیں دیکھا، اب کیا ہوگا؟"

پھر [illegible] کہنے لگے: "[illegible] میں نے یہ الفاظ [illegible] اپنے آپ کو [illegible] سے دوچار کیا ہے۔"

ماہ رجب جوں جوں قریب ہونے لگا میرے والد کی حالت اتنی ہی خراب ہوتی گئی اور انہوں نے اپنی وصیت تیار کی اور جن لوگوں سے کچھ لینا دینا تھا انہوں نے لیا دیا اور ان سے ان کا کھانا تک چھوٹ گیا۔ خوف کے مارے انہیں رات کو نیند نہیں آتی تھی، سارا دن روضہ مبارک میں گریہ کرتے اور راتوں کو نوافل پڑھتے اور ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے ارواح طیبہ سے توسل کیا کرتے تھے۔

آخرکار ماہ جمادی الثانی ختم ہوا اور ماہ رجب کی چاند رات ہوئی، بادشاہ غروب آفتاب کے بعد روضہ مبارک پر آیا اور میرے والد سے کہا: "تمام زائرین کو حرم سے روانہ کر دیں اور یہ شب ہم اور تم دونوں روضہ اطہر پر بسر کریں گے۔"

تمام زائرین کو روضہ اطہر سے رخصت کر دیا گیا اور تمام دروازے بند کر دیئے گئے، نماز عشاء کے بعد پاشا نے حکم دیا کہ تمام شمعیں اور فانوس بجھ دیئے جائیں، میرے والد نے تمام روشنیاں گل کر دیں۔

حسن پاشا نے فاتحہ پڑھی اور ضریح کے ساتھ بیٹھ کر نماز و ادعیہ میں مصروف ہو گیا۔ میرے والد بڑے بے چین تھے وہ بار بار اپنے رخسار زمین پر ملتے اور نور کی برسات کے لئے دعا مانگتے، اسی طرح سے دو گھنٹے گزرے تھے کہ اچانک چھت شگافتہ ہوئی اور نور کی لہریں قبر منور پر چمکنے لگیں اور روشنی اتنی تیز اور شدید تھی کہ آنکھیں چندھیا گئیں، یوں معلوم ہوتا تھا کہ سینکڑوں سورجوں کی روشنی قبر منور پر پڑ رہی ہے۔

یہ منظر دیکھ کر حسن پاشا اٹھا اور بلند آواز سے محمدؐ و آل محمدؐ پر درود پڑھنے لگا اور میرے والد کے چہرے کو چوم کر کہا: "واقعی تمہارا مولا اس قابل ہے کہ انسان اس کی خدمت کرے۔"

پھر اس نے میرے والد اور دوسرے تمام خدام کو بہت سا انعام دیا اور نصف شب کے بعد واپس چلا گیا۔(۱)

دوستوں کی ارادت اور ائمہ کی توجہ

محمد بن مسلم کا شمار ثقہ رواۃ میں ہوتا ہے اور وہ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام کے اکابر صحابہ میں سے تھے۔

ایک مرتبہ وہ کوفے سے امام باقر علیہ السلام کی زیارت کے قصد سے مدینہ روانہ ہوئے، ان کا بیان ہے کہ راستے میں میری طبیعت انتہائی خراب ہو گئی اور میں حرکت کرنے کے قابل نہ رہا۔

جب میں مدینہ پہنچا اور امام محمد باقر علیہ السلام کے مہمان خانے میں

۱۔ خزائن نراقی ص ۲۲۷۔

وارد ہوا تو غلام میرے لئے ٹھنڈا شربت لے کر آیا، میں نے منہ سے لگایا تو انتہائی شیریں اور خوشبودار شربت تھا، جب میں نے شربت پی لیا تو امامؑ کے غلام نے مجھ سے کہا کہ امامؑ نے فرمایا ہے کہ تم شربت پی کر مسجد میں آجاؤ۔

میں نے دل میں سوچا کہ میں تو حرکت کرنے سے قاصر ہوں، پھر میں نے اپنے آپ سے کہا کہ حکم امامؑ کی تعمیل ضروری ہے، جیسے ہی میں نے حرکت کی میں نے اپنے آپ کو مکمل طور پر تندرست پایا اور یوں محسوس ہوا کہ میں اس سے قبل جن زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا وہ تمام زنجیریں یک بیک ٹوٹ گئی ہیں اور میں ان کی گرفت سے آزاد ہو چکا ہوں۔

پھر میں امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے بلند آواز میں فرمایا: "اب تندرست ہو اور سلامتی کے ساتھ ہمارے ہاں چلے آؤ۔"

میں امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور فرط عقیدت سے رونے لگا۔

آپؑ نے فرمایا: "روتے کیوں ہو؟"

میں نے عرض کی: "قربان جاؤں میں اس لئے روتا ہوں کہ میں آپؑ سے بہت دور ہوں اور ہر وقت آپؑ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتا اور اگر طویل سفر کر کے آپ کی زیارت کا شرف حاصل بھی کروں تو بھی زیادہ دیر آپ کے پاس نہیں ٹھہر سکتا۔"

یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا: "فکر کی کوئی بات نہیں ہے تم ہمارے پاس زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتے تو یہ ہمارے شیعوں کا امتحانِ عشق ہے اور اگر تم ہم سے دور ہو تو بھی کوئی فرق نہیں ہے۔ ہم اس دوری کے عادی ہیں

کیونکہ میرے جد امجد امام مظلوم علیہ السلام ہم سے بہت دور فرات کے کنارے مدفون ہیں۔

اور تمہارا یہ کہنا کہ تمہیں طویل مسافرت طے کرنی پڑتی ہے تو یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مؤمن جب تک خدا کے جوار رحمت میں نہ پہنچ جائے وہ مسافر ہی رہتا ہے۔

اور جو تم نے یہ کہا ہے کہ تم ہم سے محبت کرتے ہو اور ہمیشہ ہماری زیارت کے خواہش مند ہو تو اللہ تمہارے دل سے آگاہ ہے اور وہ تمہیں اس ولاو محبت کی جزادے گا۔"(۱)

آل محمدؑ دوستوں کی موت پر کیا کرتے ہیں؟

جب یونس بن یعقوب کی مدینہ منورہ میں وفات ہوئی تو امام علی رضا علیہ السلام نے اس کے لئے کفن اور کافور بھیجا اور اپنے غلاموں اور اس کے والد کو حکم دیا کہ اس کے جنازے میں شریک ہوں۔

پھر آپؑ نے غلاموں کو حکم دیا کہ یہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا غلام تھا اور عراق میں سکونت پذیر تھا، تم اس کے جنازے کو جنت البقیع لے جانا اور اگر اہل مدینہ اسے عراقی سمجھ کر دفن کرنے کی اجازت نہ دیں تو ان سے کہنا کہ یہ امام جعفر صادقؑ کا ایک دوست تھا جو کہ عراق میں رہتا تھا۔ اگر اہل مدینہ نے اسے دفن نہ ہونے دیا تو ہم بھی کسی مدنی کو اجازت نہیں دیں گے کہ وہ اپنے غلاموں کو جنت البقیع میں دفن کر سکیں۔

۱۔ دارالسلام نوری ج ۲ ص ۱۷۲۔

پھر آپؑ نے محمد بن حباب کو حکم دیا کہ وہ یونس بن یعقوب کی نماز جنازہ پڑھائیں۔

حکم کے مطابق محمد بن حباب نے یونس کی نماز جنازہ پڑھائی اور یونس کو جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔

محمد بن ولید کا بیان ہے کہ میں ایک دن یونس بن یعقوب کی قبر پر بیٹھا فاتحہ پڑھ رہا تھا کہ قبرستان کا متولی میرے پاس آیا اور کہا کہ یہ قبر کس کی ہے؟ مجھے امام علی رضا علیہ السلام نے حکم دیا ہے کہ میں چالیس دن تک اس قبر پر پانی چھڑکوں اور حضرت رسالت مآب صلی اللہ علی وآلہ وسلم کے جنازہ کی چارپائی میرے پاس ہے اور جب بھی بنی ہاشم میں سے کسی کی وفات ہوتی ہے تو رات کے وقت چارپائی میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور آواز پیدا ہوتی ہے۔ جس شب کو اس مؤمن کی وفات ہوئی تو اس رات چارپائی میں حرکت پیدا ہوئی تھی اور آواز پیدا ہوئی تھی۔ میں آواز سن کر پریشان ہوگیا تھا اور حیران تھا کہ بنی ہاشم میں سے کوئی بیمار نہیں ہے پھر نجانے چارپائی سے یہ آواز کیوں پیدا ہو رہی ہے۔

جب صبح ہوئی تو امام علی رضاؑ کے غلام آئے اور مجھ سے چارپائی طلب کی میں نے پوچھا کہ کون فوت ہوگیا ہے؟

انہوں نے بتایا کہ امام صادق علیہ السلام کا ایک غلام تھا جو کہ عراق میں رہائش پذیر تھا، وفات پاگیا۔(۱)

۱۔ بحارالانوار ج ۱۵ ص ۲۹۲۔

دختر فاطمہ زہرا (علیہا السلام) کی برکت سے میری امت کے بہت سے مرد و زن آتش دوزخ سے آزاد ہوں گے۔"(۱)

شیعہ اور ہیں اور محب اور ہیں

جس دور میں امام ہشتم حضرت علی رضا علیہ السلام ولی عہد تھے تو ایک گروہ ان سے ملنے کے لئے دروازے پر آیا اور کہا کہ امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرو کہ شیعان علیؑ کا ایک گروہ آپ کی زیارت کا خواہش مند ہے۔

آپؑ نے فرمایا: "میں مصروف ہوں تم واپس چلے جاؤ۔"

دوسرے دن وہ گروہ پھر آپؑ کے دروازے پر آیا اور انہوں نے دربان سے کہا: "مولا سے کہیں کہ شیعان علیؑ کا ایک گروہ آپؑ سے ملاقات کا خواہش مند ہے۔"

آپؑ نے فرمایا: "انہیں واپس بھیج دو۔"

الغرض مذکورہ گروہ پورے دو ماہ تک آپؑ کے در اطہر پر روزانہ آتا رہا اور آپؑ انہیں روزانہ واپس کرتے رہے۔

دو ماہ بعد اس گروہ نے ایک دن دربان سے کہا: "آپ [illegible] خدمت میں عرض کریں کہ آپ نے ہمیں دو ماہ سے محرومِ زیارت کیا ہوا ہے، اب دشمن ہم پر ہنستے ہیں، اگر ہم اسی طرح سے واپس چلے گئے تو لوگ ہم سے مذاق کریں گے اور ہم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔"

تب آپؑ نے ان کو باریابی کی اجازت بخشی، وہ لوگ داخل ہوئے اور

۱۔ الکنی والالقاب ج ۲ ص ۲۶۹۔

آپؑ پر سلام کیا۔

آپؑ نے انہیں نہ تو سلام کا جواب دیا اور نہ ہی انہیں بیٹھنے کیلئے کہا۔

انہوں نے عرض کی: "مولا! آپؑ نے ہم پر یہ کیسا ستم کیا ہے کہ پورے دو ماہ تک ہمیں ملاقات کی اجازت نہ دی اب بتائیں ہماری کیا توقیر باقی رہ گئی ہے؟"

آپؑ نے یہ آیت تلاوت کی: "ما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر. (تمہیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی پیدا کردہ ہوتی ہے اور اللہ بہت سی باتوں کو معاف کردیتا ہے۔)"

میں نے اس کام میں خدا اور پیغمبرؐ اور علیؑ اور اپنے آبائے طاہرین کی پیروی کی ہے، تم پر یہ ہستیاں ناراض ہیں اسی لئے میں بھی تم پر ناراض ہوں۔

انہوں نے عرض کی: "مولا! آپؑ یہ بتائیں کہ ہم سے کونسی غلطی سرزد ہوئی ہے جس کی وجہ سے آپؑ ہم سے ناراض ہیں؟"

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "تم نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ تم شیعان علیؑ ہو، تم پر افسوس، کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ علیؑ کے شیعہ حسنؑ اور حسینؑ اور ابوذرؓ، سلمانؓ، مقدادؓ اور عمارؓ اور محمد بن ابی بکرؓ ہیں۔

جس نے پوری زندگی میں حضرت علیؑ کے کسی فرمان پر عمل نہ کیا ہو وہ علیؑ کا شیعہ کہلانے کا مستحق نہیں ہے اور تم نے شیعان علیؑ ہونے کا دعویٰ کیا جبکہ تم نے اپنی زندگی میں کئی مرتبہ علیؑ کے احکام کی نافرمانی کی ہے اور بہت سے واجبات میں تم سے کوتاہی سرزد ہوئی ہے اور تم نے اپنے دینی بھائیوں کے حقوق کو صحیح طریقے پر ادا نہیں کیا اور جہاں تقیہ کی ضرورت نہیں ہوتی تم تقیہ

کرتے ہو اور جہاں تقیہ کی ضرورت ہوتی ہے تو تقیہ نہیں کرتے۔

اگر تم یہ کہتے کہ ہم آپ کے دوست ہیں اور آپ کے چاہنے والوں کے بھی دوست ہیں اور آپ کے دشمنوں کے دشمن ہیں تو میں تمہاری بات کو رد نہ کرتا، مگر تم نے بہت بڑا دعویٰ کیا ہے اور اپنے عمل سے اس دعویٰ کو اگر تم ثابت نہ کر سکے تو ہلاک ہو جاؤ گے، ہاں اگر رحمت خدا تمہیں آکر نجات دلائے تو اور بات ہے۔"

انہوں نے عرض کی: "فرزند رسولؐ! ہم اپنے سابقہ الفاظ واپس لیتے ہیں اور اس کے لئے بارگاہ احدیت میں توبہ و استغفار کرتے ہیں اور جیسا کہ آپؑ نے تعلیم دی ہے ہم وہی الفاظ کہتے ہیں کہ ہم آپ سے محبت کرتے ہیں اور آپ کے دوستوں سے بھی محبت رکھتے ہیں اور آپؑ کے دشمنوں سے نفرت و بیزاری کرتے ہیں۔"

یہ الفاظ سن کر امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "مرحبا بکم یا اخوانی واهل ودی. (اے میرے برادران و دوستان تمہیں خوش آمدید) آگے آجاؤ اور مزید آگے آجاؤ اور میرے پہلو میں آکر بیٹھو۔

جب وہ بیٹھ گئے تو آپؑ نے دربان سے کہا: "یہ کتنی مرتبہ دروازے پر بغرض سلام آئے تھے؟"

دربان نے کہا: "مولا! یہ ساٹھ مرتبہ آئے تھے۔"

آپؑ نے فرمایا: "تم میری طرف سے انہیں ساٹھ مرتبہ سلام کرو۔"

پھر آپؑ نے فرمایا "تم نے توبہ و استغفار کی تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے گناہ معاف کر دیئے اور چونکہ تم لوگ ہم سے محبت کرتے ہو اسی لیے تم احترام

کے قابل ہو۔"

پھر آپؑ نے دربان سے فرمایا کہ ان کی حاجات پوری کرو اور انہیں زاد راہ اور بہت سے تحفہ جات دے کر رخصت کرو۔(۱)

تائید مزید

ایک شخص حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "مولا! میں آپؑ کے شیعوں میں سے ہوں۔"

آپؑ نے فرمایا: "خدا کا خوف کر اور غلط دعویٰ نہ کر، ہمارے شیعہ تو وہ ہیں جن کے دل ہر طرح کی برائی اور حیلوں سے پاک ہوں۔ البتہ اس کی جائے تجھے یہ کہنا مناسب ہے کہ میں آپؑ کا محبّ اور دوست ہوں۔"

ایک اور شخص نے امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی: "مولا! میں آپؑ کا خاص شیعہ ہوں۔"

آپؑ نے فرمایا: "تو کیا تو ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جیسا ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "وان من شیعته لابراهیم اذ جآء ربه بقلب سلیم" (اور یقیناً اس کے شیعوں میں سے ابراہیمؑ تھے جب وہ اپنے رب کے حضور قلب سلیم لے کر پیش ہوئے۔)

اگر تیرا قلب ابراہیمؑ قلب کی طرح ہے تو پھر تو ہمارا شیعہ ہے۔ اگر تیرا دل ہر طرح کی ملاوٹ سے پاک ہے تو پھر تو ہمارے دوستوں میں سے ہے اور اگر ایسا نہیں ہے اور پھر بھی تو دعویٰ کرتا ہے تو اس جھوٹ کی وجہ سے اللہ

بحار الانوار ج ۱۵ حصہ اول ص ۲۳۴۔

تجھے فالج یا جذام کی بیماری میں مبتلا کرے گا جو آخری دم تک تیرے ساتھ رہے گی۔"

امام محمد باقر علیہ السلام کی موجودگی میں ایک شخص نے دوسرے پر فخر کیا تو دوسرے نے کہا: "تو مجھ پر کیسے فخر کر سکتا ہے جبکہ میں شیعان آل محمدؐ میں سے ہوں۔"

یہ سن کر امام عالی مقام نے اسے فرمایا: "رب کعبہ کی قسم! تجھے اس پر کوئی فخر حاصل نہیں ہے اور تو نے اپنی نسبت میں بھی دروغ گوئی سے کام لیا ہے، مجھے یہ بتا کہ تو اپنی دولت کو اپنے لئے خرچ کرنا بہتر سمجھتا ہے یا اپنے مؤمن دوستوں کے لئے؟"

اس نے عرض کی: "میں اپنی دولت کو اپنی ذات پر خرچ کرنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔"

آپؑ نے فرمایا: "پھر تو ہمارا شیعہ نہیں ہے، تم ہمارے شیعہ ہونے کا دعویٰ نہ کرو البتہ یہ کہو کہ تم ہمارے محب ہو اور ہماری محبت کی وجہ سے امید نجات رکھتے ہو۔"(۱)

نعمت حقیقی کیا ہے؟

ابراہیم بن عباس کاتب کہتے ہیں کہ ہم امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک فقیہ نے کہا کہ قرآن مجید کی ایک آیت ہے:

ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم. پھر اس دن تم سے نعمت کے متعلق

۱۔ یہ روایات حدائق الانوار ج ۱۵ حصہ اول ص ۱۴۳، ۱۴۴ سے ماخوذ ہیں۔

ضرور پوچھا جائے گا۔"

اس آیت مجیدہ میں "نعیم" کے متعلق باز پرس کا اعلان کیا گیا ہے کیا اس "نعیم" سے مراد ٹھنڈا پانی ہے؟

امام علی رضا علیہ السلام نے صدا دے کر فرمایا: "ٹھہرو تم کہتے ہو کہ "نعیم" سے مراد ٹھنڈا پانی ہے، بعض لوگ کہتے ہیں اس سے مراد نیند ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں اس سے مراد اچھی روٹی ہے۔

میرے والد ماجد علیہ السلام نے یہی مسئلہ اپنے والد امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ تفسیر صحیح نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑا کریم و رحیم ہے۔ دنیا میں کوئی اچھا میزبان اپنے مہمان کو روٹی اور ٹھنڈا پانی کھلا پلا کر اس سے اس کا سوال نہیں کرتا تو منعم حقیقی اپنے بندوں سے روٹی پانی کا سوال کیسے کرے گا؟ یہ اس کے حسن تفضل کے خلاف ہے۔

ولکن النعیم حبنا اھل البیت و موالاتنا یسال اللّٰہ عنہ بعد التوحید و بنوۃ رسولہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم.

(نعیم ہم اہلبیت کی محبت و ولایت ہے، اللہ تعالیٰ اپنی توحید اور رسولؐ کی نبوت کے بعد لوگوں سے اس کا سوال کرے گا۔)"

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: "یا علیؑ! ان اول مایسال عنہ العبد بعد موتہ شھادۃ ان لا الہ الا اللّٰہ وان محمد رسول اللّٰہ وانک ولی المؤمنین بما جعلہ اللّٰہ وجعلتہ فمن اقربذلک و کان مقعدہ صار الی النعیم

الذی لازوال له.

(یا علیؑ! مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان سے اللہ کی توحید اور میری نبوت اور تمہاری ولایت کا سوال کیا جائے گا اور پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے علیؑ کی ولایت کو اس طرح سے تسلیم کیا ہے جیسا اللہ نے اس کے متعلق حکم نازل کیا اور جیسا میں نے پہنچایا؟ اور جو اس کا معترف ہوگا اور اس کا اقرار کرنے والا ہوا تو وہ اس نعیم ابدی میں پہنچ جائے گا جسے زوال نہیں آئے گا۔)"(۱)

چند روایات

عن ابی اسامة زید الشحام قال: قلت لابی عبداللّٰهؑ اسمی فی تلك الاسماء یعنی فی کتاب اصحاب الیمین قال نعم و عنه ایضاً قال: قال لی ابو عبداللّٰهؑ کم اتیٰ لك سنة قلت کذا وکذا قال یا اسامة ابشر فانت معنا وانت من شیعتنا، اماترضیٰ ان تکون معنا قلت بلیٰ یاسیدی فکیف لی ان اکون معکم فقال یا زید ان الصراط الینا وان المیزان الینا وحساب شیعتنا الینا واللّٰه یازید انی ارحم بکم من انفسکم واللّٰه لکانی انظر الیك والی الحرث بن مغیرة النضری فی الجنة فی درجة واحدة.

"الکنی والالقاب ج۱ ص۳"

ابواسامہ زید شحام کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: "مولا! کیا میرا نام "اصحاب یمین" میں ہے؟"

ینابیع المودۃ ج۱ ص۱۱۱۔

آپؑ نے فرمایا: "ہاں۔"

زید شحام کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک دن مجھ سے فرمایا: "اس وقت تیری عمر کتنی ہے؟"

میں نے عرض کی: "اتنے سال ہے۔"

آپؑ نے فرمایا: "تجھے بشارت ہو تو ہمارے ساتھ ہوگا اور ہمارے شیعوں میں سے ہے اور کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ تو ہمارے ساتھ ہو؟"

میں نے عرض کی: "مولا! بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ میں آپؑ حضرات کے ساتھ رہوں؟"

آپؑ نے فرمایا: "زید! بے شک صراط، قیامت اور میزان اعمال ہمارے اختیار میں ہوگا اور ہمارے شیعوں کا حساب بھی ہمارے ہاتھ میں ہوگا۔

زید! خدا کی قسم میں تم پر تم سے بھی زیادہ مہربان ہوں، میں تجھے اور حرث بن مغیرہ نضری کو جنت کے ایک درجے میں دیکھ رہا ہوں۔"

عن الطیالسی عن العلا عن محمد قال سالت ابا جعفرؑ عن قول اللّٰه عزوجل: فاولئك یبدل اللّٰه سیئاتهم حسنات وکان اللّٰه غفوراً رحیماً.

فقال(ع): یوتی بالمؤمن المذنب یوم القیامة حتی یقام بموقف الحساب فیکون اللّٰه تعالیٰ هوالذی یتولّی حسابه لا یطلع علی حسابه احدا من الناس فیعرفه ذنوبه حتی اذا اقرَّ بسیئاته قال اللّٰه عزوجل للکتبة بدلوها حسنات واظهروها للناس فیقول الناس حینئذ ماکان لهذا العبد سیئة واحدة ثم یامراللّٰه به الی الجنة فهذا تاویل الایة فهی فی المذنبین من شیعتنا خاصة.

محمد کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے "فاولئك يبدل الله سيئاتهم حسنات. (سورۃ فرقان آیت ۷۰) تو اللہ ان کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے گا" کی آیت مجیدہ کی تفسیر پوچھی۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "قیامت کے دن مؤمن کو حساب کے موقف میں لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس کا حساب خود لے گا اور لوگوں میں سے کسی کو اس کے حساب کے متعلق مطلع نہیں کرے گا، اللہ اسے اس کے گناہ یاد دلائے گا، وہ اپنے تمام گناہوں کا اقرار کرے گا تو اللہ تعالیٰ لکھنے والوں کو حکم دے گا کہ اس کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیا جائے اور اس کی نیکیاں لوگوں میں ظاہر کی جائیں۔

لوگ اس کی نیکیاں دیکھ کر کہیں گے: "اس شخص کو دیکھو جس نے ایک بھی برائی نہیں کی۔"

پھر اللہ تعالیٰ اسے جنت جانے کا حکم دے گا تو یہ آیت مجیدہ کی تاویل ہے اور یہ ہمارے گناہگار شیعوں کے لئے مخصوص ہے۔"

عن الرضا(ع) عن ابائهٔ قال: قال رسول اللهؐ حبنا اهل البيت يكفر الذنوب ويضاعف الحسنات وان الله تعالیٰ يتحمل عن محبينا اهل البيت ماعليهم من مظالم العباد الا ماكان منهم على اضرار و ظلم للمؤمنين فيقول للسئيات كونى حسنات.

ايضاً عن الرضا(ع) عن ابائه قال: قال رسول اللهؐ اذا كان يوم القيامة ولينا حساب شيعتنا فمن كانت مظلمته فيما بينه و بين الله عزوجل حكمنا فيها فاجابنا ومن كانت مطلمة فيما بينه و بين الناس استوهبناه فوهبت لنا

ومن كانت مظلمته فيما بينه و بيننا كنا احق من عفا وصفح.

"بحار الانوار ج ۱۵ جزو اول ص ۱۲۸"

امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے حضرت رسول کریمؐ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: "ہمارے خاندان کی محبت گناہوں کو محو کر دیتی ہے اور نیکیوں کو دوگنا کر دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہمارے خاندان کے محبوں کی ان غلطیوں کو جو دوسرے لوگوں کے حق میں ان سے صادر ہوئی ہوں گی، کی خود تلافی فرمائے گا۔ مگر ان غلطیوں کی تلافی نہیں کرے گا جو انہوں نے مؤمنوں پر کی ہوں گی اور اللہ قیامت کے دن ان کی برائیوں کو حکم دے گا کہ تم نیکیاں بن جاؤ۔"

اسی اسناد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ قیامت کے دن ہم اپنے شیعوں کا حساب خود لیں گے اور جس نے ایسا گناہ کیا ہوگا جس کا تعلق اس سے اور اس کے خدا کے ساتھ ہوگا تو اللہ ہمیں اس کے متعلق اختیار دے گا۔ ہم جو بھی فیصلہ کریں گے اللہ اسے رد نہیں کرے گا اور جس نے ایسا گناہ کیا ہوگا جس کا تعلق حقوق العباد سے ہوگا تو ہم صاحب حق سے معافی کی درخواست کریں گے وہ معاف کردے گا اور جس نے ایسا گناہ کیا ہو جس کا تعلق اس سے اور ہم سے ہوگا تو ہم عفو وبخشش کے زیادہ حقدار ہیں۔

عن ابی یعفور قال قلت لابی عبداللهؑ انی اخالط الناس فيكثر عجبي من اقوام لايتولونكم ويتولون فلانا و فلانا لهم امانة و صدق و وفاء و اقوام يتولونكم ليس لهم تلك الامانة ولا الوفاء والصدق قال فاستوىٰ جالسا و اقبل عليّ كالغضبان ثم قال لا دين لمن دان بولاية امام جائر ليس من الله،

ولاعتب على من دان بولاية امام عدل من الله قال قلت لا دين لاولئك ولاعتب على هؤلآء فقال نعم لا دين لاولئك ولاعتب على هؤلآء ثم قال: اما تسمع لقول الله (الله ولى الذين امنوا يخرجهم من الظلمات الى النور) يخرجهم من ظلمات الذنوب الى نور التوبة والمغفرة لولايتهم كل امام عادل من الله وقال (والذين كفروا اولیائهم الطاغوت يخرجونهم من النور الى الظلمات) قال قلت اليس الله عنى بها الكفار حين قال والذين كفروا قال فقال واى نور للكافر وهو كافر فاخرج منه الى الظلمات انما عنى لله بهذا انهم كانوا على نور الاسلام فلما ان تولوا كل امام جائرليس من الله خرجوا بولايتهم اياهم من نور الاسلام الى ظلمات الكفر فاوجب لهم النار مع الكفار فقال اولئك اصحاب النارهم فيها خالدون.

"بحار الانوار ج ۱۵ حصہ اول ص ۱۲۹"

ابی یعفور کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی: "مولا! میں بہت سے لوگوں سے راہ و رسم رکھتا ہوں اور میں ان لوگوں کو دیکھ کر حیران رہ جاتا ہوں جو آپ کی ولایت کو تسلیم نہیں کرتے اور فلاں و فلاں سے محبت کرتے ہیں مگر ان میں امانت اور سچائی اور وفا نظر آتی ہے اور اس کے برعکس مجھے ایسے لوگ بھی نظر آتے ہیں جو آپ سے ولا رکھتے ہیں مگر ان میں وہ امانت اور وفا اور سچائی دکھائی نہیں دیتی۔

میری یہ بات سن کر امام عالی مقام اٹھ کر بیٹھے اور غضبناک شخص کی طرح مجھے دیکھ کر فرمایا: "وہ لوگ جو ظالم پیشواؤں کی پیروی کریں جنہیں اللہ نے پیشوا

نہیں بنایا، ان کا کوئی دین نہیں ہے اور جو اللہ کے مقرر کردہ امام عادل کی پیروی کریں ان کے لئے کوئی عتاب اور سرزنش نہیں ہے۔"

میں نے کہا: "تو مقصد یہ ہے کہ اُن کا دین نہیں ہے اور اِن کے لئے کوئی سرزنش نہیں؟"

آپؑ نے فرمایا: "جی ہاں! اُن کا دین نہیں ہے اور اِن کے لئے سرزنش نہیں ہے۔"

پھر آپؑ نے فرمایا: "تو کیا تو نے قرآن مجید کی یہ آیت نہیں سنی "الله ولی الذین امنوا یخرجهم من الظلمات الی النور. اللہ ان لوگوں کا سرپرست ہے جو ایمان لائے اللہ انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے۔

یعنی اللہ انہیں گناہوں کی تاریکیوں سے نکال کر توبہ و مغفرت کے نور میں لے آتا ہے اور انہیں نور توبہ و مغفرت کی ہدایت اس لئے کرتا ہے کہ وہ اللہ کے مقرر کردہ امام عادل سے دوستی رکھتے ہیں۔

اور اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "والذین کفروا اولیائهم الطاغوت یخرجونهم من النور الی الظلمات. اور جن لوگوں نے انکار کیا ان کے سرپرست طاغوت ہیں جو انہیں نور سے نکال کر تاریکیوں میں لے جاتے ہیں۔"

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ حالت کفر میں کافر کے پاس نور ہوتا ہی کب ہے کہ طاغوت اسے نور سے نکال کر تاریکیوں میں لے جائے؟

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان ظالم پیشواؤں کو تسلیم کرتے ہیں جنہیں اللہ نے مقرر نہیں کیا، اسی وجہ سے طاغوت انہیں نور اسلام سے نکال کر کفر و گمراہی کی تاریکیوں میں دھکیل دیتے ہیں اور ان کیلئے دوزخ کی سزا ہے۔

اسی لئے اللہ تعالی نے فرمایا "اولئك اصحاب النار هم فيها خالدون. وہی لوگ دوزخی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔"

عن محمد بن سليمان الديلمي عن ابيه قال: دخل سماعة بن مهران على الصادقؑ فقال يا سماعة من شرالناس قال نحن يابن رسول الله قال فغضب حتى احمرت وجنتاه ثم استوى جالسا و كان متكئا فقال ياسماعة من شرالناس عندالناس فقلت والله ماكذبتك يا بن رسول الله نحن شرالناس عندالناس لانهم سمّونا كفارا و رافضة فنظر اليّ ثم قال كيف بكم اذا سيق بكم الى الجنة وسيق بهم الى النار فينظرون اليكم ويقولون (مالنا لانرى رجالا كنا نعدهم من الاشرار) ياسماعة بن مهران انه من اسآء منكم اسائة مشينا الى الله تعالى يوم القيامة باقدامنا فنشفع فيه فنشفع والله لا يدخل النار منكم عشره رجال والله لا يدخل النار منكم خمسة رجال والله لا يدخل النار منكم ثلاثة رجال والله لا يدخل منكم رجل واحد فتنافسوا في الدرجات واكمدوا عدوكم بالورع.

"بحارالانوار ج ۱۵ حصہ اول ص ۳۳"

محمد بن سلیمان دیلمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ سماعہ بن مہران امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امام علیہ السلام نے فرمایا: "سماعہ! بدترین لوگ کون ہیں؟"

سماعہ نے کہا: "مولا! ہم ہیں۔"

سماعہ کہتے ہیں کہ امام علیہ السلام اس وقت لیٹے ہوئے تھے فوراً اٹھ بیٹھے اور غصے کی وجہ سے آپؑ کے رخسار سرخ ہوگئے اور دوبارہ فرمایا: "سماعہ! لوگوں کے

نزدیک بدترین لوگ کون ہیں؟"

سماعہ نے کہا: "فرزند رسول! میں نے آپؑ سے جھوٹ نہیں بولا، لوگوں کی نظر میں ہم ہی بدترین لوگ ہیں، لوگ ہمیں رافضی اور کافر کہتے ہیں۔"

امام علیہ السلام نے میری جانب دیکھا اور فرمایا: "اس وقت کیا حالت ہوگی جب تمہیں جنت کی طرف لے جایا جائے گا اور انہیں دوزخ کی جانب لے جایا جائے گا؟ اس وقت وہ تمہاری طرف جانب دیکھ کر کہیں گے "مالنا لانرى رجالا كنا نعدهم من الاشرار. (سورۃ صٓ آیت ۶۲) ہمیں کیا ہوا ہے ہمیں وہ لوگ آج نظر نہیں آتے جنہیں ہم اشرار سمجھتے تھے۔"

سماعہ! یاد رکھو تم میں سے جب بھی کسی سے برائی سرزد ہوگی تو ہم قیامت کے دن اپنے قدموں سے چل کر خدا کے حضور جائیں گے اور اس کی شفاعت کریں گے اور اللہ ہماری شفاعت قبول کرے گا۔

خدا کی قسم! تم میں سے دس افراد بھی دوزخ میں نہیں جائیں گے۔ خدا کی قسم! تم میں سے پانچ افراد بھی دوزخ میں نہیں جائیں گے۔ خدا کی قسم! تم میں سے تین افراد بھی دوزخ میں نہیں جائیں گے۔ خدا کی قسم! تم میں سے ایک شخص بھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔ تم جنت کے بلند درجات حاصل کرنے کی جدوجہد کرو اور تقویٰ و پرہیزگاری کے ذریعے سے اپنے دشمنوں کو غم و اندوہ میں مبتلا کرو۔

عن حذيفة بن منصور قال كنت عندابي عبداللهؑ اذ دخل عليه رجل فقال جعلت فداك ان لي اخالا يؤتى من محبتكم و اجلا لكم وتعظيمكم غير انه يشرب الخمر فقال الصادقؑ اما انه لعظيم ان يكون محبنا بهذه الحالة

ولکن الا انبئکم بشر من هذا. الناصب لنا شر منه وان ادنی المؤمنین ولیس فیهم دنی یشفع فی مائتی انسان ولو ان اهل السموات السبع والارضین السبع والبحار السبع شفعوا فی ناصب ماشفعوا فیه. الا ان هذا لایخرج من الدنیا حتی یتوب اویبتلیه الله ببلاء فی جسده فیکون تحبیطا لخطایاه حتی یلقی الله عزوجل لاذنب له. ان شیعتنا علی السبیل الا قوم ان شیعتنا لفی خیر ثم قال ان ابی کان کثیرا مایقول احبب حبیب ال محمد وان کان مرهقا ذیالا و ابغض بغیض ال محمد وان کان صواما قواما.

"بحارالانوار ج ۱۵ ص ۱۳۵"

حذیفہ بن منصور کہتے ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور اس نے عرض کی: "میں آپؑ پر قربان جاؤں، میرا ایک بھائی ہے جسے شیطان آپ کے خاندان کی محبت، احترام اور تعظیم سے روک نہیں سکا البتہ اس میں ایک عیب ہے وہ شراب پیتا ہے۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "واقعی یہ بات بہت بڑی ہے کہ ہمارے محب کی یہ حالت ہو، کیا میں تمہیں اس سے بدتر شخص کے متعلق نہ بتاؤں؟ ہمارے خاندان کا دشمن اس سے بدتر ہے۔ یاد رکھو ایک پست ترین مؤمن اور مؤمنوں میں ویسے بھی کوئی پست نہیں ہوتا وہ بھی دو سو افراد کی شفاعت کر سکے گا۔ اگر سات آسمان اور سات زمینیں اور سات سمندر مل کر بھی ہمارے دشمن کی شفاعت کریں تو بھی ان کی شفاعت قبول نہیں ہوگی اور تم نے جس شخص کا تذکرہ کیا ہے یہ دنیا چھوڑنے سے قبل یا تو توبہ کرلے گا یا اللہ اسے کسی جسمانی

اذیت میں مبتلا کرے گا جو اس کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گی اور جب وہ خدا کے حضور حاضر ہوگا تو اس کے ذمہ کوئی گناہ باقی نہیں ہوگا۔ ہمارے شیعہ صراط مستقیم پر ہیں اور ہمارے شیعوں کا انجام بخیر ہوگا۔"

پھر آپؑ نے فرمایا: "میرے والد ماجد علیہ السلام ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ آل محمد علیہم السلام کے دوست سے دوستی رکھ اگرچہ وہ فتنہ جو اور متکبر کیوں نہ ہو اور آل محمد علیہم السلام کے دشمن سے دشمنی رکھ اگرچہ وہ روزہ دار اور شب زندہ دار کیوں نہ ہو۔"

قال ابو عبداللہؑ ابلغ موالینا عنا السلام و اخبرهم انا لانغنی عنهم من الله شینا الابعمل وانهم لن ینالوا ولایتنا الا بعمل او ورع وان اشد الناس حسرة من وصف عدلا ثم خالفه الی غیره.

"بحارالانوار ج ۲ ص ۲۸"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "ہمارے دوستوں کو ہمارا سلام پہنچاؤ اور انہیں یہ بتادو کہ ہم انہیں خدا کی جانب سے ہرگز بے نیاز نہیں کرسکتے مگر عمل کے ساتھ اور ہماری ولایت کو پرہیزگاری اور عمل صالح کے بغیر وہ ہرگز حاصل نہ کرسکیں گے اور قیامت کے دن وہ شخص سب سے زیادہ حسرت و ملال کا شکار ہوگا جو نیک کام کی تعریف کرے اور پھر اس کے خلاف عمل کرے۔"

باب چہارم

دین میں استقامت

ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ. (سورۃ فصلت آیت ۳۰)

"بے شک جن لوگوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے،
پھر انہوں نے استقامت اختیار کی، ان پر فرشتے
نازل ہوتے ہیں۔"

استقامت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سبقت اسلام کا شرف حاصل کرنے والے خوش نصیب افراد میں بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ہمیشہ زندہ و تابندہ رہے گا۔ وہ بنی جمح کے غلام زادوں کی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو ابو جہل لعین انہیں گرم ریت پر لٹا کر ان کے سینے پر وزنی پتھر رکھ دیتا تھا۔ گرم ریت اور دہکتے ہوئے انگاروں پر انہیں لٹایا جاتا تھا۔ ان کی پشت گرمی کی وجہ سے جل جاتی تھی۔

ابو جہل ان سے کہتا تھا کہ محمدؐ کا دین چھوڑ دے۔ مگر وہ جواب میں ہمیشہ کہتے تھے: "احد، احد۔ یعنی اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے۔"

ایک دن بلالؓ کو اذیت دی جا رہی تھی اور وہ زبان سے احد، احد کا نعرۂ مستانہ بلند کر رہے تھے کہ وہاں سے ورقہ بن نوفل کا گزر ہوا، وہ بلالؓ کی اس جرأت ایمانی سے بہت متاثر ہوا اور کہا: "بلالؓ! اگر اس حالت میں تو مر گیا تو ہم تیری قبر کو سوز و گداز اور نالوں کا مقام قرار دیں گے۔"

ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ سے ملاقات کی اور فرمایا: "اگر میرے پاس کچھ دولت ہوتی تو میں بلالؓ کو اس کے مالک سے خرید لیتا۔"

حضرت ابو بکرؓ نے عباس بن عبد المطلبؓ سے درخواست کی کہ وہ بلالؓ کو ان کے لئے خرید کریں۔

عباسؓ، بلالؓ کی مالک عورت کے پاس گئے اور بلالؓ کی خریداری کے لئے اس سے رابطہ کیا۔

عورت نے کہا: "آپ اسے مت خریدیں یہ خبیث اور بد سیرت غلام ہے۔"

عباسؓ دوسرے دن پھر بلال کی خریداری کے لئے اس عورت کے پاس گئے، آخر کار عورت نے بلالؓ کو فروخت کر دیا۔

عباسؓ، بلالؓ کو خرید کر ابو بکرؓ کے پاس لے گئے۔ (۱) حضرت ابو بکرؓ نے بلالؓ کو آزاد کر دیا پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلالؓ کو اپنا مؤذن

۱۔ اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۰۶۔

مقرر کر دیا۔

ایک مرتبہ چند لوگوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی کہ بلالؓ کا لہجہ درست نہیں ہے وہ شین کو سین کہتے ہیں۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "سین بلالؓ شین عنداللّٰہ. (بلالؓ کی زبان سے نکلی ہوئی سین اللہ کی نظر میں شین ہے۔)"

حضرت بلالؓ، حضرت ابوبکرؓ کے آزاد کردہ غلام تھے مگر اس کے باوجود وہ حضرت علیؑ کا زیادہ احترام کرتے تھے۔

کسی نے بلالؓ کو طعنہ دے کر کہا: "تجھے آزاد تو ابوبکرؓ نے کیا لیکن تو علیؑ کا زیادہ احترام کرتا ہے۔"

بلالؓ نے کہا "میں علیؑ کا اس لیے زیادہ احترام کرتا ہوں کہ علیؑ کا مجھ پر ابوبکرؓ کی بہ نسبت زیادہ حق ہے کیونکہ ابوبکرؓ نے مجھے غلامی اور تکلیف سے نجات دلائی ہے اگر ابوبکرؓ مجھے اس غلامی سے نجات نہ دلاتے تو میں اللہ کی راہ میں صبر کرتا اور اذیت کی وجہ سے مر جاتا اگر ایسا ہوتا تو میں جنت میں چلا جاتا اور علیؑ نے مجھے ابدی عذاب اور دوزخ سے نجات دلائی ہے کیونکہ علیؑ کی دوستی اور محبت بہشت بریں کا سبب ہے اور نعمت جاودانی کی موجب ہے۔"

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد جن لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت نہیں کی تھی ان میں حضرت بلالؓ پیش پیش تھے۔

ایک دن حضرت عمرؓ نے حضرت بلالؓ کا گریبان پکڑ کر کہا: "بلالؓ!

جس نے تجھے آزاد کیا تو نے اس کی بیعت نہیں کی؟"

بلالؓ نے بے دھڑک ہو کر کہا: "اگر ابوبکرؓ نے مجھے اللہ کی خوشنودی کے لئے آزاد کیا تھا تو وہ مجھے اپنے لئے کچھ نہیں کہے گا اور اگر اس نے مجھے کسی اور کی خوشنودی کے لئے آزاد کیا تھا تو میں آج بھی اپنے آپ کو اس کی غلامی میں دے دیتا ہوں وہ جو چاہے مجھ سے سلوک کرے اور جہاں تک بیعت کرنے کا تعلق ہے تو جسے پیغمبر خداؐ نے اپنی حیات طیبہ میں اپنا جانشین مقرر کیا تھا، میں اس کے علاوہ کسی اور کی بیعت نہیں کر سکتا۔ علیؑ کی بیعت قیامت تک ہماری گردن پر باقی ہے۔"

یہ سن کر حضرت عمرؓ، بلالؓ پر سخت ناراض ہوئے اور انہیں سخت سست کہا اور حکم دیا کہ تم ہمارے ساتھ یہاں نہیں رہ سکتے۔

حضرت بلالؓ یہ حکم سن کر مدینہ کی رہائش ترک کر کے شام چلے گئے۔(۱)

استقامت خباب رضی اللہ تعالی عنہ

حضرت خبابؓ بن الارت سابقین اولین میں سے تھے اور وہ کفار مکہ میں سے ایک عورت کے غلام تھے۔

جب خبابؓ مسلمان ہوئے تو کفار مکہ انہیں اذیتیں دینے لگے۔ پتھروں پر آگ جلائی تھی اور جب پتھر اچھی طرح سے گرم ہو جاتے تو انہیں ان پتھروں پر لٹا دیا جاتا تھا۔ خبابؓ بن الارت کا گوشت پتھروں پر بھن

۱۔ سفینۃ البحار ج ۱ ص ۱۰۴۔

جاتا تو انہیں وہاں سے اٹھا لیا جاتا تھا۔

خبابؓ کہتے ہیں کہ ایک بار حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانہ کعبہ کے سایہ میں لیٹے ہوئے تھے میں نے آپ سے کفار کی ایذا رسانیوں کی شکایت کی اور عرض کی: "یارسول اللہؐ! آپ اللہ تعالیٰ سے درخواست کیوں نہیں کرتے کہ وہ ہمیں ان ظالموں کی ایذا رسانی سے نجات دلائے اور ہمیں سکھ کا سانس لینا نصیب ہو۔"

میری یہ بات سن کر آپؐ فوراً اٹھ بیٹھے اور آپ کا چہرہ غصے سے سرخ تھا اور فرمایا: "تم سے جو لوگ پہلے گزرے ہیں وہ ان تمام اذیت رسانیوں پر صبر کرتے تھے۔ کفار ان کو پکڑ لیتے تھے اور ان کے لئے ان کے سامنے قبریں کھودی جاتی تھیں، ان کے سروں پر آرے چلائے جاتے تھے، لوہے کی بنی ہوئی کنگھیاں ان کے گوشت میں داخل کی جاتی تھیں اس کے باوجود وہ اپنے دین سے منحرف نہیں ہوتے تھے۔

اللہ تعالیٰ اسلام کو اتنی قوت دے گا کہ انسان سوار ہو کر تنہا صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اللہ کے علاوہ اسے کسی کا خوف نہ ہوگا، تم جلد بازی کرتے ہو اور صبر سے کام نہیں لیتے۔"

خبابؓ لوہار تھے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لاتے اور ان سے گفتگو کیا کرتے تھے۔

خبابؓ کی مالکن کو اس کی خبر ہوئی اس نے لوہے کی سلاخ گرم کر کے خبابؓ کے سر کو داغا۔ خبابؓ نے اپنی مالکن کی شکایت حضور اکرمؐ کے پاس کی۔ آپؐ نے اس عورت کو بددعا دی۔

اس عورت کے سر میں شدید درد ہوا اور درد کی شدت سے وہ کتے کی طرح بھونکنے لگی۔ اس نے جتنا بھی علاج کرایا کوئی علاج کارگر نہ ہوا۔

عورت کو کسی نے مشورہ دیا کہ اگر درد سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہو تو لوہے کی میخ گرم کر کے سر کو داغ دلاؤ۔

عورت نے خبابؓ کو بلا کر کہا کہ لوہے کی میخ گرم کر کے میرے سر پر داغ لگاؤ۔ خبابؓ نے ایسا کیا تو اسے درد سے سکون محسوس ہوا۔ مگر چند دنوں کے بعد پھر درد کا دورہ پڑا غرضیکہ خبابؓ نے کئی مرتبہ اس کے سر کو میخوں سے داغا۔

ایک دن عمر بن خطابؓ نے خبابؓ سے پوچھا: "مشرکین تجھے کیسی اذیت دیتے تھے؟"

خبابؓ نے یہ سن کر اپنی پشت سے قمیص ہٹائی اور کہا: "تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔"

جب حضرت عمرؓ نے خبابؓ کی جلی ہوئی پشت دیکھی تو بہت متعجب ہوئے اور کہا: "خدا کی قسم میں نے اپنی پوری زندگی میں ایسی جلی ہوئی کسی کی پشت نہیں دیکھی۔"

خبابؓ نے کہا: "مشرک آگ کے دہکتے ہوئے انگاروں پر مجھے لٹا دیتے تھے اور جب تک انگارے ٹھنڈے نہ ہوتے تھے مجھے ان پر لٹائے رکھتے تھے۔"(۱)

انہی خبابؓ کا بیٹا عبداللہ بن خبابؓ امیرالمؤمنین علیہ السلام کے مشہور

۱۔ اسد الغابہ ج ۲ ص ۹۸۔

جاں نثار دوستوں میں سے تھا۔

ایک دن حضرت عبداللہ بن خبابؓ گدھے پر سوار تھے اور ان کے ساتھ ان کی حاملہ بیوی بھی تھیں۔ خبابؓ نے گلے میں قرآن مجید حمائل کیا ہوا تھا اور دریائے دجلہ کے قریب ایک نخلستان سے گزر رہے تھے کہ نہروان کے خوارج کا ایک گروہ ان سے ملا۔ خوارج نے ان سے کہا: "تحکیم قبول کرنے کے بعد تم علی کے متعلق کیا رائے رکھتے ہو؟"

عبداللہ بن خبابؓ نے کہا: "ان علیاً اعلم باللّٰہ واشد توقیا علیٰ دینہ وانفذ بصیرۃ. (علیؑ ذات خداوندی کی زیادہ معرفت رکھنے والے اور دین کی نگہبانی میں کوشاں اور امور میں کامل بصیرت رکھنے والے ہیں۔)"

خوارج نے کہا: "جس قرآن کو تو نے گلے میں لٹکایا ہوا ہے وہ ہمیں تیرے قتل کا حکم دیتا ہے۔"

پھر خوارج نے انہیں قتل کردیا اور ان کی حاملہ بیوی کا پیٹ چاک کر کے بچہ کو نکالا اور قتل کردیا۔ زوجہ خبابؓ کے ساتھ چند اور عورتوں کو بھی ناحق قتل کردیا۔

خوارج مسلمانوں کے قتل میں اس قدر جری تھے اور دوسری طرف بزعم خود پرہیزگار بھی تھے۔ اسی نخلستان میں ایک کھجور کے نیچے کچھ کھجوریں گری ہوئی تھیں، ایک خارجی نے ایک دانہ اٹھا کر منہ میں ڈالا تو دوسرے خارجی نے ڈانٹ کر کہا: "یہ کیا کررہا ہے؟" اس نے وہ دانہ منہ سے باہر اگل دیا۔ یہ خوارج کا گروہ دریا کے کنارے جارہا تھا کہ راستے میں ایک خارجی نے ایک خنزیر کو مار دیا، دوسرے خارجیوں نے اس پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ تمہیں ایسا نہیں

کرنا چاہئے تھا تمہارا یہ عمل فساد فی الارض ہے۔(۱)

ایک معلم قرآن سے کیا سلوک کیا گیا؟

خبیب بن عدی بن مالکؓ ان دس افراد میں سے ایک ہیں جنہیں سریۂ حمراء الاسد کے بعد سریۂ رجیع کے لئے بھیجا گیا تھا۔

چند افراد نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ انہیں چند صحابی ساتھ دیئے جائیں جو لوگوں کو قرآن واسلام کی تعلیم دیں۔ رحمۃ اللعالمینؐ نے دس افراد کو بھیجا، جن لوگوں نے معلمین قرآن کی درخواست کی تھی انہوں نے غداری کی اور ان دس افراد کو پکڑ لیا جن میں سے آٹھ افراد کو موقع پر شہید کردیا گیا اور خبیب بن عدیؓ اور زید بن دثنہؓ کو قید کر کے مکہ لے گئے اور وہاں جاکر ان دونوں کو فروخت کردیا۔

خبیبؓ ایک مدت تک قریش کی قید میں رہے۔ پھر قریش نے ان کے قتل کا ارادہ کیا۔ خبیبؓ کو قتل کرنے کے لئے حدود حرم سے باہر لے آئے اور جب انہوں نے قیدی کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے قاتلوں سے درخواست کی کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے۔

اجازت ملی۔ انہوں نے دو رکعت نماز ادا کی اور پھر کفار سے کہا: "خدا کی قسم میں نے آج تک ایسی مختصر نماز کبھی نہیں پڑھی تھی، آج میں نے اتنی مختصر نماز صرف اس لئے پڑھی ہے کہ مبادا تم یہ نہ کہو کہ میں موت کے خوف سے لمبی نماز پڑھ رہا ہوں۔"

۱۔ تحفۃ الاحباب ص ۱۸۱۔

پھر انہوں نے بددعا دیتے ہوئے کہا: "اللھم احصھم عدداً و اقتلھم بددا ولا تبق منھم احداً. (پروردگار! ان کی تعداد کم کر اور انہیں قتل کر اور ان میں سے کسی کو باقی نہ رکھ۔)"

پھر انہیں صلیب پر چڑھایا گیا۔ جب اسلام کا یہ شیدائی صلیب کی طرف بڑھ رہا تھا تو کہا "خدایا! تو جانتا ہے یہاں کوئی بھی ایسا شخص موجود نہیں ہے جو میرا سلام تیرے حبیبؐ کو پہنچائے۔ اب تو خود ہی میرا سلام اپنے حبیبؐ تک پہنچا۔"

تاریخ ناسخ کی روایت ہے کہ اس وقت حضرت رسول کریمؐ اپنے صحابہ کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے اور آپؐ نے زور سے فرمایا: "وعلیك السلام ورحمة الله وبركاته۔"

صحابہؓ نے آپؐ سے پوچھا: "مولا! آپؐ نے کس کے سلام کا جواب دیا؟"

آنحضرتؐ نے فرمایا: "خبیب بن عدیؓ نے مجھے اپنی زندگی کا آخری سلام کیا تھا میں نے اس کے سلام کا جواب دیا۔"

انہیں صلیب پر لٹکایا گیا، ابوعقبہ بن حرث نے ان کے جسم پر وار کیا جس سے ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ ان کا جسم مرنے کے بعد بھی بدستور صلیب پر لٹکا رہا۔

پیغمبر خداؐ کو اللہ نے ان تمام واقعات کی خبر دی۔ آپؐ نے فرمایا "تم میں سے کون ایسا ہے جو خبیب بن عدیؓ کے جسم کو صلیب سے اتار کر لے آئے؟"

یہ سن کر زبیر بن عوامؓ اور مقداد بن اسودؓ اٹھے اور عرض کی: "یارسول اللہؐ! ہم دونوں جائیں گے۔"

دونوں صحابی رات کو سفر کرتے اور دن کو چھپ جاتے تھے۔ اسی طرح سے سفر کرتے ہوئے مقام تنعیم پر پہنچے۔ اس جگہ حضرت خبیبؓ کا جسم صلیب پر لٹکا ہوا تھا اور اس کے قریب تمام پہرہ دار بیٹھے ہوئے تھے، لیکن جب حضرت زبیرؓ اور مقدادؓ وہاں پہنچے تو چالیس پہرہ دار شراب کے نشے میں دھت پڑے تھے۔ زبیرؓ اور مقدادؓ نے بڑی احتیاط سے خبیبؓ کے جسم کو صلیب سے اتارا۔

خبیبؓ کا جسم تازہ تھا اور انہوں نے اپنے زخم پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ زبیرؓ نے خبیبؓ کی میت کو اپنے گھوڑے پر رکھا اور واپس چل پڑے۔

پہرہ داروں کو ہوش آیا تو خبیبؓ کی لاش غائب تھی۔ انہوں نے مشرکین مکہ کو اطلاع دی، وہاں سے ستر افراد گھوڑوں پر سوار ہو کر زبیرؓ اور مقدادؓ کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔

آخرکار تعاقب کرنے والے ان دونوں صحابیوں کے قریب آگئے۔ انہیں قریب آتا دیکھ کر دونوں صحابی رک گئے۔

زبیرؓ نے خبیبؓ کی لاش کو زمین پر رکھ دیا اور کفار مکہ سے کہا: "مجھے تعجب ہے تمہیں ہمارے تعاقب کی جرأت کیسے ہوئی۔ میں زبیر بن عوامؓ ہوں، میں عبدالمطلب کی بیٹی صفیہ کا بیٹا ہوں اور میرے ساتھ مقداد بن اسودؓ ہے، ہم دونوں شیر ہیں اور اپنی کچھار کی جانب جارہے ہیں، جس نے لڑنا ہو وہ اپنا شوق پورا کرلے۔"

اسی اثناء میں خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کے جسم کو زمین نے نگل لیا، جب کفار نے دیکھا کہ اب وہ لاش ہی موجود نہیں ہے تو انہوں نے آپس میں کہا کہ اب لڑائی کا کیا فائدہ ہے؟

چنانچہ مشرکین واپس مکہ چلے گئے اور حضرت زبیرؓ اور مقدادؓ مدینہ واپس آئے اور رسول خداؐ نے خبیبؓ کو "بلیع الارض" کا لقب دیا یعنی جسے زمین نے نگلا ہے۔(۱)

شعب ابی طالب، استقامت کی عظیم مثال

جب کفار قریش نے یہ دیکھا کہ جو مسلمان حبشہ ہجرت کر گئے ہیں وہ نجاشی کے زیر سایہ امن و عافیت کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور جو مکہ میں ہیں وہ ابوطالبؑ کے زیر سایہ ہیں تو انہوں نے ایک ہنگامی مشاورت بلائی اور اس میں فیصلہ کیا کہ جب تک ابوطالبؑ اور بنی ہاشم محمد مصطفیؐ کو ان کے حوالے نہ کریں ان سے ہر طرح کا قطع تعلق کیا جائے اور ان سے کسی قسم کا لین دین نہ کیا جائے اور نہ ہی ان سے رشتہ داری کی جائے۔

حضرت ابوطالبؑ نے حالات کی سنگینی کو دیکھا تو انہوں نے بنی ہاشم کا اجلاس بلایا اور کہا کہ ہم محمد مصطفیؐ کو کسی قیمت پر قریش کے حوالے نہیں کریں گے۔ لہذا سلامتی اسی میں ہے کہ شہر مکہ کو چھوڑ کر پہاڑ کے دامن میں یہ ایام بسر کئے جائیں۔

ابولہب کے علاوہ تمام بنی ہاشم نے ابوطالبؑ کی اس تجویز کا خیر مقدم

۱۔ سفینۃ البحار ج ۱ ص ۳۷۲۔

کیا۔ چنانچہ ابوطالبؑ، محمد مصطفیؐ اور اپنے تمام خاندان کو لے کر پہاڑی کے ایک درہ میں منتقل ہوگئے اور درہ کے دونوں اطراف میں انہوں نے پہرہ دار کھڑے کر دیئے۔ جب رات کا وقت ہوتا اور ستارے جوان ہوتے تو ابوطالبؑ محمد مصطفیؐ کو ان کے بستر سے اٹھا کر علیؑ کے بستر پر سلاتے اور علیؑ کو آپؐ کے بستر پر سلا دیتے تھے اور حضرت امیر حمزہؓ رات کے وقت تلوار اٹھا کر پہرہ دیا کرتے تھے۔ بنی ہاشم محصور ہوگئے، کوئی انہیں سودا فروخت نہیں کرتا تھا اور ان سے کسی طرح کا لین دین نہیں کیا جاتا تھا۔

شعب ابی طالب میں بنی ہاشم نے سخت پریشانیاں دیکھیں اور بھوک کی وجہ سے پتے کھائے اور بعض اوقات چمڑے کو رات کے وقت پانی میں بھگو کر رکھ دیا جاتا تھا اور صبح کے وقت وہ کچھ نرم ہو جاتا تو بنی ہاشم کے بچے اسے چباتے، سارا سال مکہ کے بازار سے بنی ہاشم کو کوئی سودا نہیں ملتا تھا، البتہ جب ایام حج آتے اور دور دراز سے لوگ مکہ آتے تو بنی ہاشم کے افراد شعب ابی طالب سے نکل کر ان سے خورد و نوش کی اشیاء خرید کرتے اور ان اشیاء کو گھاٹی میں منتقل کر دیتے۔ اگر کوئی کافر انہیں اشیاء خریدتے ہوئے دیکھتا تو وہ ان اشیاء کی دگنی قیمت ادا کر دیتا تھا اور بنی ہاشم کو اسے محروم ہونا پڑتا تھا اور دگنی رقم کی پیشکش کے باوجود بھی اگر کوئی تاجر بنی ہاشم کو اشیاء فروخت کرتا تو قریش کے اوباش جوان اس کو لوٹ لیا کرتے تھے۔

مسلسل بھوک اور بیماری کی وجہ سے بنی ہاشم کے بچے بلکتے تھے اور ان کے جانسوز نالوں کی آواز درہ سے باہر سنائی دیتی تھی جس سے قریش کے بہت سے لوگوں کے دل پسیج جاتے تھے۔

محافظ نبوت ابو طالبؑ رسول خداؐ کے بستر کے ساتھ اپنا بستر بچھاتے اور دوسری طرف اپنے کسی بیٹے کو لٹاتے تھے۔

ابن سعد نے روایت کی ہے کہ بچے جب بھوک سے بلکتے تھے تو باہر آواز آتی تھی، قریش سن سن کر خوش ہوتے تھے لیکن بعض رحمدلوں کو ترس بھی آتا تھا۔

ایک دن حکیم بن حزام نے جو حضرت خدیجہؓ کا بھتیجا تھا، تھوڑے سے گیہوں اپنے غلام کے ہاتھ حضرت خدیجہؓ کے پاس بھیجے، راستے میں ابو جہل نے دیکھ لیا اور چھین لینا چاہا۔

اتفاق سے ابوالبختری کہیں سے آگیا، وہ اگرچہ کافر تھا لیکن اس کو رحم آیا اور کہا۔ "ایک شخص اپنی پھوپھی کو کچھ کھانے کے لئے بھیجتا ہے تو کیوں روکتا ہے؟"

مسلسل تین برس تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام آل ہاشم نے یہ مصیبتیں جھیلیں، بالآخر دشمنوں ہی کو رحم آیا اور خود انہی کی طرف سے اس معاہدہ کے توڑنے کی تحریک ہوئی۔

ہشام عامری خاندان بنی ہاشم کا قریبی عزیز اور اپنے قبیلے میں ممتاز تھا وہ چوری چھپے بنی ہاشم کو غلہ وغیرہ بھیجتا رہتا تھا۔

ایک دفعہ وہ زہیر کے پاس جو عبدالمطلبؓ کے نواسے تھے، گیا اور کہا: "کیوں زہیر! تم کو یہ پسند ہے کہ تم کھاؤ، پیو، ہر قسم کا لطف اٹھاؤ اور تمہارے ماموں کو ایک دانہ تک نصیب نہ ہو؟"

زہیر نے کہا: "کیا کروں تنہا ہوں، ایک شخص بھی میرا ساتھ دے تو

میں اس ظالمانہ معاہدے کو پھاڑ کر پھینک دوں۔"

ہشام نے کہا: "میں موجود ہوں۔" دونوں مل کر مطعم بن عدی کے پاس گئے۔ ابوالبختری، ابن ہشام، زمعہ بن الاسود نے بھی ساتھ دیا۔

دوسرے دن یہ لوگ اکٹھے گئے اور کہا: "اے اہل مکہ! یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ہم تو آرام سے بسر کریں اور بنی ہاشم کو آب و دانہ نصیب نہ ہو؟"

ابو جہل نے کہا: "ہرگز نہیں! جب تک بنی ہاشم محمدؐ کو ہمارے حوالے نہیں کرتے معاہدہ برقرار رہے گا۔"

اسی اثناء میں آنحضرتؐ نے اپنے چچا حضرت ابو طالبؑ سے کہا: "مجھے اللہ نے خبر دی ہے کہ قریش نے جو ظالمانہ معاہدہ لکھا تھا اس پورے معاہدے کی عبارت کو دیمک چاٹ گئی ہے اور اس میں صرف "باسمك اللهم" کے الفاظ باقی ہیں۔"

ابو طالب یہ سن کر حرم کعبہ میں آئے اور فرمایا: "میرے بھتیجے نے مجھے خبر دی ہے کہ اللہ نے دیمک کو تمہارے معاہدے پر مسلط کیا ہے اور اس میں "باسمك اللهم" کے الفاظ کے سوا باقی تمام معاہدے کو دیمک نے چاٹ لیا ہے۔ اگر میرے بھتیجے کی خبر صحیح ہے تو تم اس فرسودہ معاہدے کو ختم ہونے کا اعلان کردو اور اگر میرے بھتیجے کی خبر غلط ثابت ہوئی تو میں اپنے بھتیجے سے اپنی حمایت واپس لے لوں گا۔"

جب معاہدے کو اتار کر دیکھا گیا تو تمام عبارت کو دیمک چاٹ چکی تھی، اس میں صرف "باسمك اللهم" کے الفاظ باقی تھے۔

چنانچہ مطعم نے آگے بڑھ کر کرم خوردہ دستاویز چاک کردی۔ مطعم بن عدی، عدی بن قیس، زمعہ بن الاسود، ابوالبختری اور زہیر سب ہتھیار باندھ کر بنو ہاشم کے پاس گئے اور ان کو درہ سے نکال لائے۔(۱)

جنگ احد میں استقامت دکھانے والے

جنگ احد میں تیراندازوں کی غلطی کی وجہ سے کفار نے دونوں اطراف سے مسلمانوں پر یورش کی تھی، مسلمان فوج کے قدم میدان سے اکھڑ گئے اور وہ فرار کر گئے۔

زید بن اسیدؓ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھا: "میں نے سنا ہے کہ جنگ احد میں علیؑ، ابودجانہؓ اور سہل بن حنیفؓ کے علاوہ باقی تمام افراد بھاگ گئے تھے اور پھر کچھ دیر بعد عاصم بن ثابتؓ اور طلحہ بن ثابتؓ واپس آئے تھے، تو کیا یہ بات صحیح ہے؟"

ابن مسعودؓ نے کہا: "جی ہاں! درست ہے۔"

سائل نے پھر پوچھا: "یہ بتاؤ ابوبکرؓ و عمرؓ کہاں چلے گئے تھے؟"

ابن مسعودؓ نے کہا: "وہ میدان سے بھاگ کر بہت دور چلے گئے تھے اور وہ تیسرے دن حضور اکرمؐ کی خدمت میں واپس آئے تھے۔"(۱)

ناسخ التواریخ کی روایت کے مطابق جب مسلمانوں کو شکست ہوئی تو علیؑ نے دیکھا کہ پیغمبرؐ کے پاس کوئی نہیں ہے۔ تو علیؑ پہلے پہل تو فرار کرنے

۱۔ نقل از طبقات ابن سعد و بحارالانوار و ناسخ التواریخ ص ۳۹۳۔

۲۔ روضۃ الصفا۔

والوں کے پیچھے دوڑے اس گروہ میں دیگر صحابہ کے علاوہ حضرت عمرؓ بھی شامل تھے، حضرت علیؑ نے انہیں آواز دے کر کہا: "تم بیعت کو توڑ رہے ہو اور دوزخ کی طرف فرار کر رہے ہو۔"

حضرت عمرؓ خود روایت کرتے ہیں کہ اس دن میں نے حضرت علیؑ کو دیکھا کہ علیؑ کے دائیں ہاتھ میں تلوار تھی جس سے موت ٹپک رہی تھی اور غیظ و غضب کی وجہ سے علیؑ کی آنکھیں خون کی طرح سرخ تھیں، علیؑ کی آنکھیں دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے روغن زیتون میں آگ لگی ہوئی ہو۔ علیؑ کی یہ حالت دیکھ کر میں نے علیؑ سے کہا "ابوالحسنؑ! تجھے خدا کی قسم ہمیں کچھ نہ کہو، عرب کی عادت ہے کہ کبھی بھاگتے ہیں اور کبھی حملہ کرتے ہیں اور جب مناسب موقع پر حملہ کرتے ہیں تو فرار کی تلافی کر دیتے ہیں۔"

علیؑ میرے یہ الفاظ سن کر ہم سے دور چلے گئے لیکن میں جب بھی علیؑ کی اس حالت کا تصور کرتا ہوں تو میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اس دارو گیر کے مرحلے پر علیؑ کہتے ہیں: "مسلمانوں کے فرار سے مجھے بے حد دکھ ہوا۔ میں رسول خداؐ کے سامنے جنگ کرنے لگا، اس وقت آنحضرتؐ میری پشت کی جانب موجود تھے، کچھ دیر بعد میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو حضور اکرمؐ مجھے نظر نہ آئے تو میں نے گمان کیا کہ شاید آپؐ حضرت عیسیٰؑ کی طرح آسمان پر چلے گئے، حضور اکرمؐ کی مفارقت میرے لئے ناقابل برداشت صدمہ تھی، میں نے پوری قوت مجتمع کر کے مشرکین پر حملہ کر دیا اور کچھ دیر کے بعد میں نے انہیں مار مار کر بھگا دیا۔ اسی اثناء میں میں نے دیکھا کہ آنحضرتؐ ایک جگہ گرے ہوئے ہیں، میں دوڑ کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔" آپؐ نے

فرمایا: "لوگ کہاں گئے؟"

میں نے عرض کی: "مولا! لوگ آپؐ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔"

آپؐ نے فرمایا: "تم کیوں نہ گئے؟"

میں نے عرض کی: "ان لی بك اسوة. میں آپؐ کی پیروی کرنے والا ہوں۔"

اس دوران کفار کے ایک دستے نے پیغمبر اسلامؐ پر حملہ کیا تو آپؐ نے فرمایا: "علیؑ ان کے شر کو مجھ سے ہٹاؤ۔"

میں نے ان پر دائیں بائیں غرضیکہ ہر طرف سے حملہ کیا کہ وہ دستہ بھاگ کھڑا ہوا۔

پھر کفار کے حملوں میں تیزی پیدا ہو گئی۔ لڑتے لڑتے حضرت علیؑ کی تلوار ٹوٹ گئی۔

علیؑ خدمت پیغمبرؐ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: "مولا! میری تلوار ٹوٹ گئی تو اس وقت جبرئیل امینؑ نے ذوالفقار لا کر علیؑ کو دی اور ندا کر کے کہا: "لافتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار (علیؑ کے علاوہ کوئی جوان نہیں اور ذوالفقار کے علاوہ کوئی تلوار نہیں۔)"

آنحضرتؐ نے فرمایا: "علیؑ! اس آواز کو سنتے ہو؟" خوشی کی وجہ سے میری آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے اور میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

جس وقت علیؑ تن تنہا حبیب خداؐ کے دفاع میں مصروف تھے اور ان کی تلوار کفار کے جسم میں کبھی ڈوبتی اور کبھی نکلتی اور شمشیر شرربار سے حملہ

آوروں کو پسپا کر رہے تھے تو جبرئیل امینؑ نے آنحضرتؐ سے کہا: "یارسول اللہؐ! ہمدردی اور جوانمردی کا کمال یہ ہے جس کا علیؑ مظاہرہ کر رہا ہے۔"

رسول خداؐ نے فرمایا: "کیوں نہ ہو۔ انه منی وانا منه (وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔)"

یہ سن کر جبرئیلؑ نے فوراً کہا: "وانا منکما (اور میں تم دونوں میں سے ہوں۔)"

جنگ احد کے بعد علیؑ کے زخموں کا علاج کیا گیا۔ جراح نے کئی زخموں پر ٹانکے لگائے مگر زخم اتنے زیادہ تھے کہ ٹانکے باربار کھل جاتے تھے۔

پیغمبر اکرمؐ علیؑ کی عیادت کے لئے آئے تو دیکھا کہ علیؑ سخت زخمی حالت میں بستر پر لیٹے ہوئے ہیں پیغمبر اکرمؐ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے۔

جراح نے عرض کی: "یارسول اللہؐ! مجھے علیؑ کی تندرستی کی کچھ زیادہ امید نہیں ہے۔"

آپؐ نے فرمایا: "مت گھبراؤ انشاء اللہ علیؑ تندرست ہو جائیں گے اور آخری امت کے بدبخت ترین شخص کے حملے کو ابھی دیر ہے۔"

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا رو رو کر کہتی ہیں؟ "ابوالحسنؑ! تمہاری اس دلیری کی وجہ سے کہیں حسنؑ اور حسینؑ یتیم نہ ہو جائیں۔"(١)

١۔ نقل از تاریخ روضۃ الصفاء، تاریخ التواریخ اور زخموں کی تعداد اور حضرت سیدہؑ کا گریہ سفینہ ج ١ ص ١٤٩ سے اخذ کیا گیا۔

ابو دجانہؓ۔ استقامت کا کوہِ گراں

جنگ احد میں جب پیغمبر اسلامؐ اور حضرت علیؑ کفار کے نرغے میں محصور ہوئے اور باقی تمام صحابہ میدان سے بھاگ گئے، اس دوران پیغمبر اسلامؐ کی نظر ابو دجانہؓ پر پڑی، آپؐ نے ابو دجانہؓ کو بلا کر فرمایا: "ابو دجانہؓ! میں نے تیری گردن سے اپنی بیعت کا قلادہ اٹھا لیا ہے، تم جہاں جانا چاہو چلے جاؤ، لیکن علیؑ کی گردن سے میں اپنی بیعت کا قلادہ نہیں اٹھاؤں گا کیونکہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔"

یہ سن کر ابو دجانہؓ نے زارو قطار رونا شروع کیا اور کہا: "خدا کی قسم میں آپؐ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا اور میں اپنی گردن سے آپؐ کی بیعت کا قلادہ نہیں نکالوں گا، آپؐ بتائیں میں آپؐ کو چھوڑ کر کہاں جاؤں؟

کیا میں اس بیوی کے پاس واپس چلا جاؤں جو عنقریب مر جائے گی یا میں اپنے گھر چلا جاؤں جو عنقریب اجڑ جائے گا اور کیا میں اپنی مال و دولت کی طرف جاؤں جو جلدی ختم ہو جائے گا؟

کیا میں اس وقت اپنی زندگی بچا کر بھاگ جاؤں تو میری زندگی مجھ سے کب تک وفا کرے گی؟"

رسول خداؐ نے جب اپنے عاشق صادق کا یہ جذبہ دیکھا تو آپؐ نے اسے جنگ کی اجازت دے دی۔

ایک طرف سے علیؑ جنگ کرنے لگے اور دوسری طرف سے ابو دجانہؓ لڑنے لگے۔

آخر میں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے ابو دجانہؓ گر پڑے۔ علیؑ انہیں

اٹھا کر رسول خداؐ کے پاس لائے۔

ابو دجانہؓ نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کی: "یارسول اللہؐ! کیا میں نے اپنا عہد پورا کر دیا؟"

آنحضرتؐ نے فرمایا: "بے شک تو نے اپنا عہد پورا کیا۔"

پھر آپؐ نے ان کے حق میں دعا فرمائی۔(۱)

ایک مسلم خاتون کی جاں نثاری

نسیبہ بنت کعبؓ جس کی کنیت ام عمار تھی، اپنے شوہر غزیہ اور دونوں بیٹوں عمار اور عبداللہ کے ساتھ جنگ احد میں موجود تھی۔

نسیبہؓ نے اپنے کندھوں پر مشک اٹھائی ہوئی تھی اور مجاہدین اسلام کو پانی پلا رہی تھی۔

جب جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور کافروں نے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تابڑ توڑ حملے شروع کئے تو حضرت نسیبہؓ نے کندھے سے مشک اتار پھینکی اور حضور اکرمؐ کے سامنے سپر بن کر کھڑی ہو گئی، جتنے تیر اور نیزے آتے انہیں اپنے سینے پر برداشت کرتی اور اس جنگ میں اس خاتون کو تیرہ زخم آئے۔

ابن قمیہ نے ایک ایسا زخم انہیں لگایا کہ پورا ایک سال تک وہ زخم مندمل نہ ہوا اور یہ خاتون اس کی مرہم پٹی کراتی رہی۔

ابن قمیہ نے اس بہادر خاتون کو زور کی ضرب ماری مگر اسلام کی جانباز

۱۔ ناسخ التواریخ جلد اول ص ۲۵۷۔ چاپ مطبوعات دینی۔

خاتون پھر بھی پیچھے نہ ہٹی، اس نے جوابی طور پر ابن قمیئہ پر حملہ کیا مگر وہ زرہ پہنے ہوئے تھا اسی لئے نسیبہؓ کی ضرب سے اسے کوئی گزند نہ پہنچا البتہ وہ اس کے سامنے تاب مقاومت نہ لاتے ہوئے بھاگ گیا۔

مسلمان فوج میں اس وقت ابتری پھیلی ہوئی تھی اور مسلمان بھاگ رہے تھے۔ ایک دوڑتے ہوئے مسلمان سپاہی کو نسیبہؓ نے آواز دے کر کہا: "تم خود تو بھاگ رہے ہو اپنی ڈھال تو پھینک دو، دوڑتے ہوئے سپاہی نے اپنی ڈھال پھینکی، جناب نسیبہؓ نے ڈھال اٹھالی اور سپر لے کر حضور اکرمؐ کے سامنے مردانہ وار کھڑی ہوگئی۔

اسی اثناء میں ایک کافر نے اس مجاہدہ خاتون پر حملہ کیا، انہوں نے سپر سے اپنا بچاؤ کیا اور زور سے حملہ آور کو تلوار ماری جو اس کے گھوڑے کو جالگی، گھوڑا گر گیا اور اس کے ساتھ اس کا سوار بھی گرا۔

آنحضرتؐ نے اس خاتون کے بیٹے عبداللہ سے کہا کہ اپنی ماں کی مدد کرو۔ عبداللہ دوڑ کر آئے اور ماں کے ساتھ مل کر اس کافر کو تہ تیغ کیا۔

پھر ایک اور کافر نے عبداللہ پر حملہ کیا جس سے عبداللہ زخمی ہوئے، حضرت نسیبہؓ نے کوئی لحہ ضائع کئے بغیر اپنے بیٹے کو پٹی باندھی اور فرمایا "بیٹا جلدی کھڑے ہو جاؤ اور جنگ میں تاخیر نہ کرو۔"

پھر حضرت نسیبہؓ نے اپنے بیٹے پر حملہ کرنے والے کافر پر حملہ کیا، اس کے پاؤں پہ تلوار لگی، کافر نیچے گرا اور جناب نسیبہؓ نے اس کا کام تمام کردیا۔

یہ منظر دیکھ کر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے اور اتنے زور سے ہنسے کہ آپ کے دانت موتیوں کی لڑی کی طرح چمکنے لگے اور

فرمایا: "تو نے قصاص لے لیا، خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں دشمن پر فتح عطا کی۔

بارك الله عليكم من اهل بيتى لمقامك خير من فلان وفلان. (اللہ تعالیٰ تمہیں اہلبیتؑ پیغمبرؐ کی طرف سے خیر و برکت عطا کرے۔ تیرا مقام فلاں اور فلاں سے بہتر ہے۔)"

اس روایت میں راوی نے فلاں فلاں کہہ کر دو افراد کے ناموں کا اظہار نہیں کیا لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ فلاں و فلاں سے پہلے دو بزرگوار مراد ہیں۔

نسیبہؓ نے عرض کی: "یارسول اللہؐ! آپ ہمارے لئے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہمیں جنت میں آپؐ کی رفاقت عطا کرے۔"

آنحضرتؐ نے فرمایا: "اللهم اجعلهم رفقائى فى الجنة. (خداوندا! انہیں جنت میں میرا رفیق بنانا۔)"

نسیبہؓ کہتی ہیں کہ میں جنگ یمامہ میں شریک تھی اور اس جنگ میں میرا بیٹا عبداللہ بھی میرے ہمراہ تھا، جب مسیلمہ کذاب کے لشکر کو شکست ہوئی تو وہ بھاگ کر حدیقۃ الموت میں پناہ لینے لگے، اس سے قبل حدیقۃ الموت کو حدیقۃ الرحمٰن کہا جاتا تھا، اس باغ میں مسلمانوں اور مرتدین میں شدید جنگ ہوئی اور اسی جنگ میں ابودجانہ انصاریؓ شہید ہوئے۔

خالد بن ولید نے پرچم اٹھایا اور مسلمان باغ کی دیوار پھلانگ کر باغ میں داخل ہونے لگے، میں بھی لوگوں کے ساتھ باغ میں داخل ہوئی اور مسیلمہ کذاب کو تلاش کرنے لگی۔ اسی اثناء میں ایک مرتد نے مجھ پر تلوار سے حملہ کیا

جس سے میرا ایک بازو کٹ کر دور جا گرا، خدا کی قسم اس کے باوجود بھی میں جہاد میں مصروف رہی، کچھ دیر بعد میں نے اپنے اوپر حملہ کرنے والے مرتد کو دیکھا کہ وہ قتل ہو چکا تھا اور میرا بیٹا عبداللہ اس کے سر کے قریب کھڑا ہو کر اپنی تلوار کو اس کے خون سے صاف کر رہا تھا۔ اس وقت میں نے سجدۂ شکر ادا کیا اور پھر مرہم پٹی کرائی۔

حضرت عمرؓ کے دور حکومت میں ایک قیمتی اور نفیس پوشاک مال غنیمت میں لائی گئی، حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا: "بہتر یہ ہے کہ آپ یہ پوشاک اپنی بہو صفیہ زوجہ عبداللہ کو دے دیں اس لئے کہ وہ نوبیاہی دلہن ہے۔"

حضرت عمرؓ نے کہا: "میں یہ پوشاک اسے دوں گا جو تمام عورتوں میں سے اس کی زیادہ حقدار ہو گی۔"

پھر انہوں نے وہ پوشاک حضرت نسیبہؓ کے پاس بھجوا دی اور کہا کہ میں نے پیغمبر اسلامؐ سے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "جب جنگ احد میں لڑائی میں شدت پیدا ہوئی اور میرے صحابی مجھے چھوڑ کر بھاگے تو میں اس عالم میں جدھر بھی دیکھتا تھا ام عمارہ (نسیبہؓ) مجھے اپنی سپر بنی نظر آتی تھی۔"(۱)

ایک مسلم خانوادہ کی استقامت

حضرت عمرو بن جموح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک عمر رسیدہ صحابی تھے۔ وہ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے۔ ان کی ایک ٹانگ میں

۱۔ روضۃ الصفا ج ۲ ص ۱۱۲۔

لنگ تھا۔ ان کے چار جوان بیٹے جنگ احد میں حضور اکرمؐ کے ہم رکاب تھے۔

عمرو بن جموح نے خود بھی جنگ میں شریک ہونے کا ارادہ ظاہر کیا تو لوگوں نے اس سے کہا: "تمہارے چار جوان بیٹے تو جنگ میں شریک ہیں تم ایک معذور شخص ہو تمہیں جنگ میں نہیں جانا چاہئے۔"

عمرو بن جموح نے کہا: "یہ کیسے ممکن ہے کہ میرے بیٹے تو جنت میں جائیں اور میں گھر میں بیٹھا رہوں۔"

یہ کہہ کر اسلام کا جاں نثار اپنے گھر سے نکلا اور دعا کے لئے ہاتھ بلند کر کے کہا: "پروردگار! اب مجھے واپس گھر جانا نصیب نہ ہو۔"

جب عمرو بن جموح بارگاہ رسالتؐ میں حاضر ہوئے تو رسول اکرمؐ نے فرمایا: "تم معذور ہو تم پر جہاد واجب نہیں ہے۔"

عمرو بن جموح نے کہا: "یارسول اللہؐ! میں اسی لنگڑے پاؤں کے ساتھ جنت میں جانا چاہتا ہوں۔"

پھر عمرو بن جموح آپؐ سے اجازت لے کر میدان کارزار میں گئے اور شہید ہو گئے۔ ان کے بعد ان کا بیٹا خلاد شہید ہوا اور پھر ان کے برادر نسبتی عبداللہ بن عمرو بن حزام، سفیان بن عبد شمس کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ واضح رہے کہ یہ عبداللہ، مشہور صحابی جابر بن عبداللہ انصاری کے والد ہیں۔

جنگ احد اپنے اختتام کو پہنچی۔ عمرو بن جموح کی زوجہ ہند میدان میں آئی اور اپنے بھائی عبداللہ بن عمرو بن حزام اور اپنے شوہر عمرو بن جموح اور اپنے بیٹے خلاد کی لاشوں کو ایک اونٹ پر لادا اور تینوں لاشیں لئے ہوئے مدینہ کی طرف روانہ ہوئی۔

وہ تلی لی لاشیں اٹھائے مدینہ کی طرف جارہی تھیں اور مدینہ سے بہت سی عورتیں روتی پیٹتی احد کی جانب آرہی تھیں، ان عورتوں میں ام المؤمنین عائشہؓ بھی شامل تھیں، آنے والی عورتوں نے پیغمبر اکرمؐ کی خیریت دریافت کی تو ہند نے کہا: "خدا کا شکر ہے کہ رسول کریمؐ زندہ سلامت ہیں اور جب حضورؐ زندہ ہیں تو ہمارے لئے کوئی مصیبت، مصیبت نہیں ہے۔"

عورتوں نے ہند سے پوچھا کہ اونٹ پر کیا ہے؟ تو ہند نے کہا: "اونٹ پر میرے بھائی اور شوہر اور بیٹے کی لاشیں ہیں، میں یہ لاشیں مدینہ لے جارہی ہوں۔"

جب اونٹ میدان احد کے ریگستان کی آخری سرحد پر پہنچا تو لیٹ گیا۔ ہند نے اسے لاٹھی اور پتھروں سے اٹھانے کی بہت کوشش کی لیکن اونٹ بالکل نہ اٹھا لیکن جب اونٹ کا رخ تبدیل کر کے احد کی طرف کیا جاتا تھا تو اونٹ میدان احد کی طرف دوڑنے لگتا تھا اور جب مدینہ کی طرف اونٹ کا رخ موڑا جاتا تو وہ احد کی سرحد پر لیٹ جاتا اور آگے حرکت نہ کرتا۔

یہ معاملہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پیش کیا گیا تو آپؐ نے ہند سے فرمایا کہ اونٹ امر خدا کی تعمیل کر رہا ہے اور ساتھ ہی آپؐ نے ہند کو مخاطب کر کے فرمایا: "تیرے شوہر نے گھر سے روانہ ہوتے وقت کیا کہا تھا؟"

ہند نے عرض کی: "مولا! میرے شوہر نے بارگاہ احدیت میں درخواست کی تھی کہ مجھے دوبارہ مدینہ نہ لانا اور مجھے شہادت عطا فرمانا۔"

یہ الفاظ سن کر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اے گروہ انصار! تمہارے اندر ایسے افراد موجود ہیں جو خدا سے جو کچھ مانگیں خدا ان

کی دعا کو رد نہیں کرتا۔ عمرو بن جموح بھی انہی لوگوں میں سے تھا۔"

پھر آپؐ نے فرمایا: "ہندا! فرشتوں نے تیرے بھائی عبداللہ کے سر پر اپنے پر پھیلائے ہوئے ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ وہ کہاں دفن ہوتا ہے۔ تیرا شوہر اور تیرا بھائی اور تیرا بیٹا جنت میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔"

ہند نے عرض کی: "یارسول اللہؐ! پھر دعا مانگیں کہ میں بھی جنت میں ان کی رفیق ہوں۔"

عبداللہ اور عمرو کی قبر احد کے میدان میں ایک ایسی جگہ بنائی گئی جہاں سے سیلابی پانی گزرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس پہاڑی نالے میں سیلاب آیا اور ان کی قبریں منہدم ہوگئیں۔ لوگوں نے یہ عجیب منظر وہاں جاکر دیکھا کہ عبداللہ اپنے زخم پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں۔ جیسے ہی ان کے ہاتھ کو وہاں سے ہٹایا گیا تو ان کے زخم سے خون بہنے لگا۔ لوگوں نے مجبور ہو کر ان کے ہاتھ کو پھر اسی جگہ پر رکھ دیا تو خون رسنا بند ہوگیا۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ میرے والد کی قبر چھیالیس سال کے بعد منہدم ہوئی، میں قبر کی اصلاح کے لئے گیا تو میرے والد کا جسم اسی طرح سے تروتازہ تھا، یوں معلوم ہوتا تھا جیسا کہ ابھی سوئے ہوں اور حرمل گھاس جو دفن کرتے وقت ان کی پنڈلیوں پر ڈالی گئی تھی وہ بھی جوں کی توں سرسبز و شاداب تھی۔ میں نے چاہا کہ اپنے والد کے جسم پر عطر چھڑکوں تو صحابہ نے مجھے روک دیا اور کہا: "اسے اس کے حال پر رہنے دے اور اس میں کسی طرح کی تبدیلی نہ کر۔"(۱)

۱۔ ناسخ التواریخ جلد اول ص ۳۱۷، ۳۴۴۔ چاپ مطبوعات دینی۔

مسلمان کو ہمیشہ مضبوط ارادے کا مالک ہونا چاہئے

حضرت عبداللہ بن حذافہ کو سبقت اسلام کا شرف حاصل ہے۔ انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت بھی کی تھی۔

خلافت ثانیہ کے دور میں رومیوں کے ہاتھوں دیگر مسلمانوں کے ساتھ گرفتار ہوئے۔ رومیوں نے اپنے قیدیوں کو عیسائیت قبول کرنے کا حکم دیا۔

مسلمان قیدیوں نے عیسائیت قبول کرنے سے انکار کردیا۔ روغن زیتون کا ایک بڑا کڑھاؤ ان کے لئے گرم کیا گیا۔ جب زیتون کا تیل پوری طرح سے گرم ہوگیا تو رومیوں نے ایک قیدی کو پکڑ کر پھر عیسائیت قبول کرنے کا حکم دیا۔ قیدی نے عیسائیت قبول کرنے سے انکار کردیا۔ رومیوں نے اس قیدی کو پکڑ کر کڑھاؤ میں پھینک دیا۔ چند لمحات میں بے چارا جل گیا اور اس کی ہڈیاں کڑھاؤ کی سطح پر تیرنے لگیں۔ پھر عبداللہ کو پکڑ کر کڑھاؤ کے قریب لایا گیا اور اسے نصرانیت قبول کرنے کا حکم دیا گیا۔ انکار کرنے پر حکم ملا کہ اسے پکڑ کر کڑھاؤ میں پھینک دیا جائے۔

یہ دیکھ کر عبداللہ بن حذافہ زار زار رونے لگے۔ انہیں روتا دیکھ کر رومی افسر نے کہا: "معلوم ہوتا ہے یہ آگ سے ڈر گیا ہے اسے واپس لاؤ۔"

عبداللہ نے رومی افسر سے کہا "تم نے غلط سمجھا، میں اس گرم تیل کی وجہ سے نہیں رویا میں تو اس لئے روتا ہوں کہ میرے پاس صرف ایک جان ہے، کاش میرے پاس اتنی جانیں ہوتیں جتنی کہ میرے بدن پر بال ہیں اور میں اتنی ہی مرتبہ راہ خدا میں قتل کیا جاتا۔"

رومی اس کی باتیں سن کر انہیں آزاد کرنے پر مائل ہوئے، رومی سردار

نے کہا: "میں تجھے اس شرط پر رہا کرتا ہوں کہ تو میرے سر کا بوسہ لے گا۔"

عبداللہ بن حذافہ نے اس پیشکش کو مسترد کردیا۔

رومی سردار نے کہا: "تم عیسائیت کرلو تو میں اپنی بیٹی سے تمہاری شادی کردوں گا اور اپنی نصف حکومت بھی تمہیں دوں گا۔"

عبداللہ نے اس پیشکش کو بھی پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔

رومی سردار نے کہا: "اگر تو میرے سر کا بوسہ لے تو میں اس کے بدلے میں اسی (۸۰) مسلمان قیدیوں کو رہا کردوں گا۔"

عبداللہ نے اس کی پیشکش کو قبول کیا۔ رومی افسر نے عبداللہ اور ان کے ساتھ اسی (۸۰) مسلمان قیدیوں کو رہا کردیا۔

جب یہ قیدی رہا ہو کر مدینہ میں حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور انہیں اس واقعہ کی خبر دی تو حضرت عمرؓ نے اٹھ کر عبداللہ کے سر کا بوسہ لے لیا۔

بعض اوقات اصحاب پیغمبرؐ مزاحاً عبداللہ سے کہا کرتے تھے کہ تو نے ایک عیسائی کے سر کو چوما تھا تو وہ مسکرا کر کہتے تھے کہ اسی (۸۰) مسلمانوں کو آزاد بھی کرایا تھا۔(۱)

جب انسان استقامت کھو دے؟

شیخ بہاء علیہ الرحمہ کشکول کی جلد اول میں لکھتے ہیں: "ایک زمانے میں ایک عابد کوہ لبنان میں زندگی بسر کیا کرتا تھا۔ اس نے دامنِ کوہ میں اپنے لئے کٹیا سی بنائی ہوئی تھی۔ وہ دن رات پروردگار کی عبادت کیا کرتا تھا۔

۱۔ سفینۃ البحار ج ۲ ص ۱۲۷۔

روزانہ مغرب کے وقت ایک روٹی غیب سے اس کی کٹیا میں آتی۔ وہ اسی سے روزہ افطار کرتا تھا اور آدھی بچا کر اس سے سحری کیا کرتا تھا۔

اسی طرح سے ایک مدت تک اس کے شب و روز بسر ہوتے رہے۔

ایک رات اس کی کٹیا میں روٹی نہ آئی، وہ بے چینی سے غذا کا انتظار کرتا رہا، ساری رات اس نے بھوک میں بسر کی، دوسرے دن روزہ نہ رکھا اور پہاڑ سے اتر کر نیچے آبادی کی طرف آیا، قریب ہی عیسائیوں کی ایک بستی تھی، عابد وہاں آیا اور ایک عیسائی سے روٹی کا سوال کیا۔

عیسائی نے اسے ایک جو کی روٹی لا کر دی۔

عابد جو کی روٹی لے کر اپنی کٹیا کی طرف روانہ ہوا۔ اس عیسائی کا ایک کمزور اور مریل سا کتا اس عابد کے پیچھے دوڑنے لگا اور کاٹنے کو آیا۔

عابد نے آدھی روٹی کتے کو ڈالی، کتے نے وہ روٹی کھائی اور پھر دوبارہ عابد کے کاٹنے کو دوڑا۔

عابد نے اپنی جان بچانے کی خاطر باقی آدھی روٹی بھی کتے کو ڈال دی، کتے نے روٹی کا باقی آدھا ٹکڑا بھی کھالیا۔

پھر وہ تیسری مرتبہ عابد کے کاٹنے کو دوڑا۔

عابد نے کتے سے کہا: ”تو بڑا بے حیا ہے تیرے مالک نے مجھے صرف ایک روٹی دی تھی، وہ میں نے تجھے کھلادی، پھر بھی تو میرے کاٹنے کو دوڑ رہا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے کتے کو بولنے کی قوت عطا کی تو کتے نے کہا: ”میں بے حیا نہیں ہوں، تو بے حیا ہے۔ میں ایک مدت سے اس شخص کے در پر پڑا ہوں،

میں اس کے گھر اور جانوروں کی نگہبانی کرتا ہوں، اس کے باوجود وہ کبھی مجھے روٹی کا ٹکڑا یا ایک آدھ روٹی پھینکتا ہے، میں اسی پر قناعت کر لیتا ہوں اور کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ میرے مالک کے کھانے کے لئے کچھ بھی نہیں ہوتا تھا اور اس کے ساتھ مجھے بھی بھوکا رہنا پڑا، میں نے اپنی عادت بنالی ہے کہ مالک کی طرف سے کچھ مل گیا تو کھالیتا ہوں اور اگر کچھ نہ ملا تو صبر کرتا ہوں، مگر اپنے مالک کے دروازے کو چھوڑ کر کسی دوسرے کے دروازے پر نہیں جاتا اور تیری بے حیائی کی حد یہ ہے کہ اگر ایک رات تیرے مالک نے تجھے روٹی نہیں دی تو تو مالک کو چھوڑ کر ایک عیسائی کے دروازے پر چلا آیا۔

اب مجھے بتا کہ بے حیا میں ہوں یا تو ہے؟“

یہ سن کر عابد بہت شرمندہ ہوا اور شرمندگی کی وجہ سے غش کھا کر گر پڑا۔

چند روایات

قال علی(ع) ان رسول اللّٰه(ص) کان یقول: ان الجنة حفت بالمکاره، وان النار حفت بالشهوات و اعلموا انه مامن طاعة اللّٰه شیء الا ویاتی فی کره، وما من معصیة اللّٰه شیء الا یاتی فی شهوة فرحم اللّٰه رجلا نزع عن شهوته وقمع هویٰ نفسه الی ان قال قال اللّٰه تعالی: ان الذین قالو ربنا اللّٰه ثم استقاموا تتنزل علیهم الملائکة ان لاتخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون فقد قلتم ربنا اللّٰه فاستقیموا علی کتابه وعلی منهاج امره وعلی الطریقة الصالحة من عبادته ثم لا تمرقوا منها ولا

تبتدعوا فیها ولا تخالفوا عنها، فان اهل المروق منقطع بهم عندالله یوم القیامة الی انه قال ولقد قال رسول اللهؐ لایستقیم ایمان عبد حتی یستقیم قلبه ولایستقیم قلبه حتی یستقیم لسانه. فمن استطاع منکم ان یلقی الله سبحانه وهو نقی الراحة من دماء المسلمین واموالهم، سلیم اللسان من اعراضهم فلیفعل.

"نہج البلاغہ خطبہ ۱۷۴"

حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جنت ناگواریوں میں گھری ہوئی ہے اور دوزخ خواہشوں میں گھری ہوئی ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ کی ہر اطاعت ناگوار صورت میں اور اس کی ہر معصیت عین خواہش بن کر سامنے آتی ہے۔ خدا اس شخص پر رحم کرے جس نے خواہشوں سے دوری اختیار کی اور اپنے نفس کے ہوا و ہوس کو جڑ بنیاد سے اکھیڑ دیا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ بے شک وہ لوگ جنہوں نے یہ کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور پھر وہ اس (عقیدے) پر جمے رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ تم خوف نہ کھاؤ اور غمگین نہ ہو اور تمہیں اس جنت کی بشارت ہو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

جب تمہارا قول یہ ہے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے تو اب اس کی کتاب اور اس کی شریعت کی راہ اور اس کی عبادت کے نیک طریقے پر جمے رہو اور پھر اس سے نکل نہ بھاگو اور نہ اس میں بدعتیں پیدا کرو اور نہ اس کے خلاف چلو۔ اس لئے کہ اس راہ سے نکل بھاگنے والے قیامت کے دن اللہ کی رحمت سے جدا ہونے

والے ہیں۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: "کسی بندے کا ایمان اس وقت تک مستحکم نہیں ہوتا جب تک اس کا دل مستحکم نہ ہو اور دل اس وقت تک مستحکم نہیں ہوتا جب تک زبان مستحکم نہ ہو۔"

لہٰذا تم میں سے جس سے یہ بن پڑے کہ وہ اللہ کے حضور میں اس طرح پہنچے کہ اس کا ہاتھ مسلمانوں کے خون اور ان کے مال سے پاک و صاف اور اس کی زبان ان کی آبروریزی سے محفوظ رہے تو اسے ایسا ہی کرنا چاہئے۔

عن عبدالله بن مسعود(رض) قال: دخلت انا وخمسه رهط من اصحابنا یوما علیٰ رسول اللهؐ وقد اصابتنا مجاعة شدیدة لم یکن رزقنا منذاربعة اشهر الا الماء واللبن و ورق الشجر فقلنا یارسول الله الی متیٰ نحن علی هذه المجاعة الشدیدة؟ فقال رسول اللهؐ لاتزالون فیها ماعشتم فاحدثوا لله شکرا فانی قرأت کتاب الله الذی انزل علی و علی من کان قبلی فما وجدت من یدخلون الجنة الا الصابرون.

"مکارم الاخلاق طبرسی ص۵۲۲"

عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ میرے ساتھ میرے دوستوں کے پانچ گروہ تھے ہم مل کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان دنوں ہم سخت بھوک کی لپیٹ میں تھے اور چار ماہ سے ہم پانی، دودھ اور درختوں کے پتے چبا چبا کر زندگی بسر کر رہے تھے۔

ہم نے آنحضرتؐ کی خدمت میں بھوک کی شکایت کرتے ہوئے عرض کی: "یارسول اللہ! ہم کب تک اس شدید بھوک میں رہیں گے؟"

آنحضرتؐ نے فرمایا: "جب تک زندہ ہو اسی طرح سے بسر کرو گے اور بھوک میں رہ کر بھی خدا کا شکر بجالاؤ، میں نے قرآن مجید اور سابقہ کتب میں یہی پڑھا ہے کہ جنت میں صابرین ہی جائیں گے۔"

قال ابن عباس(رض) مانزل علیٰ رسول اللّٰہ ایةً کانت اشد علیه ولا اشق من قوله تعالی، فاستقم کما مرت ولذلك قال لاصحابه حین قالوا له اسرع الیك الشیب یارسول اللّٰہؐ قال: شیبتنی هود والواقعة.

"سفینۃ البحار ج ۲ ص ۳۵۵"

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فاستقم کما امرت (سورۃ ہود آیت ۱۱۲) کی آیت سے زیادہ گراں اور کوئی آیت نازل نہیں ہوئی اور یہی وجہ تھی کہ جب آپ کے اصحاب نے عرض کی: "یارسول اللہؐ! آپ جلدی بوڑھے ہوگئے ہیں۔"

تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ مجھے سورۃ ہود اور سورۃ الواقعہ نے وقت سے پہلے بوڑھا کردیا ہے۔

عقیدۂ امامت کیلئے استقامت کی ضرورت ہے

عن ابی جعفرؑ فی قوله تعالیٰ "وان لواستقاموا علی الطریقة لاسقیناهم مآء غدقا." قال یعنی لواستقاموا علیٰ ولایة علی ابن ابی طالب امیرالمؤمنینؑ والاوصیاء من بعده علیهم السلام وقبلوا اطاعتهم فی امرهم و نهیهم لاسقیناهم مآء غدقا لاشربنا قلوبهم الایمان والطریقة هی الایمان بولایة علیؑ والاوصیاء. وعن محمد بن مسلم قال سالت اباعبداللّٰہؑ عن

قول اللّٰہ عزوجل "والذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا" فقال ابو عبداللّٰہؑ استقاموا علی الائمة واحداً بعد واحد تتنزل علیهم الملائکة ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون.

"اصول کافی ج ۱ ص ۲۲۰"

قرآن مجید کی اس آیت مجیدہ "وان لواستقاموا علی الطریقة لاسقیناهم مآء غدقا" (سورۃ جن آیت ۱۶) اگر وہ راہ پر ثابت قدم رہے تو ہم انہیں خوشگوار پانی پلائیں گے۔"

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام محمد تقیؑ نے فرمایا: "اس کی ایک تاویل یہ بھی ہے کہ اگر وہ امیرالمؤمنین علیؑ اور ان کے جانشینوں کی ولایت کے عقیدے پر ثابت قدم رہے اور امرو نہی میں ان کی مکمل اطاعت کی تو ہم ان کے دلوں کو آب ایمان سے سیراب کریں گے اور اس آیت میں جس لفظ طریقہ کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد علیؑ اور ان کے اوصیاء کی ولایت ہے۔"

محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے "ان الذین قالو ربنا اللّٰہ ثم استقاموا" (سورۃ فصلت آیت ۳۰) بے شک جنہوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے اور وہ اس عقیدے پر جمے رہے، کی آیت مجیدہ کی تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا: "اس سے مراد وہ افراد ہیں جو ایک امام کے بعد دوسرے امام کے عقیدۂ امامت پر ثابت قدم رہے ہوں۔ انہی لوگوں سے فرشتے ملاقات کریں گے اور انہیں کہیں گے کہ نہ ڈرو اور نہ غم کھاؤ تمہیں اس جنت کی بشارت ہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔"

باب پنجم

چغل خوری اور غیبت

ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم
اخیه میتاً. (سورۃ حجرات آیت ۱۲)
"ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔ کیا تم میں سے کوئی اپنے
مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟"

چغل خور کا انجام

ایک ناصبی نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے ایک شیعہ سے سوال کیا: "تو دس صحابیوں کے متعلق کیا نظریہ رکھتا ہے؟"(۱)

۱۔ اہل سنت کے عقیدے کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس افراد کو جنت کی بشارت دی تھی، اسی لئے اہل سنت انہیں "عشرۂ مبشرہ" کہتے ہیں اور ان کے نام یہ ہیں:
(۱)حضرت ابوبکرؓ (۲)حضرت عمرؓ (۳) حضرت عثمانؓ (۴) حضرت علی (۵) حضرت طلحہؓ (۶)حضرت زبیرؓ (۷) حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ (۸) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ (۹)حضرت ابو عبیدہ بن جراح (۱۰) حضرت سعید بن زیدؓ۔
مگر شیعہ راویان سے یہ روایت ثابت نہیں ہے اور پھر یہ کسی طور پر بھی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

شیعہ نے توریہ سے کام لیتے ہوئے کہا: "میں ان کے متعلق اچھا نظریہ رکھتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کے ذریعے سے میرے گناہ کم ہوں گے اور میرے درجات میں اضافہ ہوگا۔"

سوال کرنے والے نے کہا: "الحمدللہ! اللہ نے مجھے تیری دشمنی سے نجات دی، جب کہ اس سے قبل میں یہ سمجھتا تھا کہ تو رافضی اور دشمن صحابہ ہے۔"

شیعہ نے کہا: "میرا نظریہ یہ ہے کہ جو ایک صحابی سے دشمنی رکھے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔"

ناصبی نے کہا: "ممکن ہے تو اس قول کی ذہنی طور پر کوئی تاویل کئے بیٹھا ہو تو مجھے ان دس صحابہ کے متعلق اپنے عقیدے اور نظریے کی خبر دے۔"

شیعہ نے کہا: "میں تجھے پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور اب مزید کہنا چاہتا ہوں کہ جو شخص تمام دس افراد سے دشمنی کرے اس پر خدا، ملائکہ اور دنیا جہان کی لعنت ہو۔"

یہ الفاظ سن کر ناصبی اٹھا اور اس کے سر کا بوسہ لیا اور کہا: "بھائی مجھے معاف کرنا میں تجھے رافضی سمجھتا رہا۔"

گزشتہ سے پیوستہ
جامع نہیں ہے جبکہ پیغمبر اکرمؐ کی مشہور حدیث ہے کہ حسنؑ اور حسینؑ جوانان جنت کے سردار ہیں اور آپؐ نے اپنی دختر کے متعلق ارشاد فرمایا کہ وہ تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔
ان دس افراد میں نہ تو حسنین کریمینؑ اور نہ ہی ان کی والدہ فاطمہ زہراؑ شامل ہیں تو اس تعداد کو کسی طرح سے بھی جامع قرار نہیں دیا جاسکتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اور ہزاروں احادیث کی طرح یہ حدیث بھی زر نقد کے بدلے بنوائی گئی ہے۔

شیعہ نے کہا: "تجھے آسودہ خاطر ہونا چاہئے تو میرا بھائی ہے۔"

اس کے بعد ناصبی اٹھ کر چلا گیا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس شیعہ کی طرف رخ کر کے فرمایا:

"مرحبا! تو نے اچھا جواب دیا اور تیرا جواب سن کر ملائکہ نے تعجب کیا اور تو نے عقل مندی اور حسن توریہ سے کام لیا، جس کی وجہ سے تو نے اپنے آپ کو ظالموں کے شر سے نجات دلائی، اللہ تعالیٰ ہمارے دشمنوں کے غم میں مزید اضافہ کرے گا اور ہمارے دوستوں کی ایذار سانی کے مقصد میں انہیں کامیابی نہیں دے گا۔"

امام عالی مقامؑ کے ایک ساتھی نے عرض کی: "اے فرزند رسول! ہمیں تو اس کے جواب کی کچھ سمجھ نہیں آئی؟"

آپؑ نے فرمایا: "تم اس کے جواب کو نہیں سمجھے اور ہم اس کا مقصود و مفہوم خوب جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس عمل کی اسے ضرور جزا عطا فرمائے گا اور جب بھی کوئی ناصبی ہمارے کسی دوست کو آزماتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے حسن جواب کی توفیق عطا کرتا ہے اور توریہ و تقیہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی جان و مال کی حفاظت کرتا ہے۔

ہمارے اس پیروکار نے ناصبی کے جواب میں کہا تھا "جو ان دس میں سے ایک پر نکتہ چینی کرے وہ غلط کرتا ہے" اس جملے سے اس کی مراد حضرت امیرالمؤمنینؑ کی ذات والا صفات تھی اور دوسری مرتبہ اس نے کہا کہ "جو ان تمام دس افراد کو برا جانے تو اس پر اللہ اور ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہو" اس نے غلط جواب نہیں دیا، ان الفاظ سے بھی اس کا مقصود مولائے کائناتؑ کی ذات

تھی کیونکہ علیؑ بھی ان دس افراد میں شامل ہیں۔"

پھر آپؑ نے فرمایا: "خربیل مؤمن آل فرعون نے بھی ایک مرتبہ اسی طرح توریہ سے کام لیا تھا۔ ہوا یوں کہ خربیل ہمیشہ لوگوں کو خدا کی وحدانیت اور حضرت موسیٰؑ کی نبوت اور محمدؐ مصطفیٰ کی تمام انبیاء پر فضیلت اور علیؑ کی تمام اوصیاء پر فضیلت کی دعوت دیتے تھے اور لوگوں کو سمجھاتے تھے کہ فرعون کو اپنا خدا تسلیم نہ کریں۔

ایک مرتبہ چند افراد نے فرعون کے ہاں جاکر اس کے خلاف چغلی کھائی کہ خربیل لوگوں کو تیری مخالفت کی دعوت دیتا ہے اور تیرے دشمنوں کی مدد کرتا ہے۔

فرعون نے ازراہ تعجب کہا: "وہ میرا چچازاد اور میرا ولی عہد ہو کر ایسا کرتا ہے؟ اگر تمہاری بات سچ ثابت ہوئی تو میں اسے سخت سزا دوں گا کیونکہ ایسا کر کے اس نے کفران نعمت کا ثبوت دیا ہے اور میری ربوبیت کا انکار کیا ہے اور اگر تم جھوٹے ثابت ہوئے تو پھر یاد رکھنا میں تمہیں بدترین سزا دوں گا۔"

الغرض مؤمن آل فرعون حضرت خربیل کو دربار میں بلایا گیا اور چغل خوروں کی موجودگی میں ان سے کہا گیا کہ تو ربوبیت فرعون کا انکار اور کفران نعمت کرتا ہے؟

حضرت خربیل نے فرعون کی طرف رخ کر کے کہا: "فرعون! آج تک تو نے میری زبان سے کبھی جھوٹ سنا ہے؟"

فرعون نے کہا: "ہرگز نہیں۔"

خربیل نے کہا: "پہلے خود ان سے دریافت کرو کہ ان کا پروردگار

کون ہے؟"

فرعون نے ان سے پوچھا: "تمہارا خالق کون ہے؟"

انہوں نے کہا: "فرعون ہمارا خالق ہے۔"

فرعون نے پھر پوچھا: "یہ بتاؤ تمہارا رازق اور تمہارے تمام معاملات کا کفیل کون ہے؟"

انہوں نے کہا: "فرعون ہمارا رازق اور معاملات کا کفیل ہے۔"

جب حضرت خربیل نے ان کے یہ الفاظ سنے تو فرمایا: "فرعون! میں تجھے اور تمام حاضرین مجلس کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ جو ان کا پروردگار ہے وہی میرا پروردگار ہے، جو ان کا خالق و رازق ہے وہی میرا خالق و رازق ہے، ان کے پروردگار اور خالق و رازق کے علاوہ میں کسی دوسرے پروردگار اور خالق و رازق کو تسلیم نہیں کرتا۔"

ان الفاظ سے خربیل کا مقصود یہ تھا کہ جو پوری کائنات کا حقیقی خالق و مالک ہے وہی ان کا خالق و مالک ہے، اسی لئے انہوں نے کہا تھا کہ جو ان کا پروردگار اور خالق و رازق ہے وہی میرا ہے۔ انہوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ جسے یہ اپنا خالق و رازق کہہ رہے ہیں وہی میرا خالق و رازق ہے۔

حضرت خربیل کے یہ الفاظ سن کر فرعون نے کہا: "اب مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ تم میرے اور میرے ابن عم کے درمیان اختلاف پیدا کرنا چاہتے ہو، پھر اس نے حکم دیا کہ انہیں زمین پر لٹادیا جائے اور لوہے کی میخیں ان کے ہاتھ اور پاؤں میں اتار دی جائیں، بعد ازاں اس نے اپنے ان جلادوں کو بلایا جن کے پاس فولادی کنگھیاں ہوا کرتی تھیں، انہیں حکم دیا کہ فولادی کنگھیوں سے

ان کے جسم کو پارہ پارہ کردیا جائے۔

چنانچہ اس طرح سے چغل خور اپنے انجام کو پہنچے۔"

پھر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "فوقاہ اللّٰہ سیئات ما مکروا وحاق بال فرعون سوء العذاب" (سورۂ غافر آیت ۴۵) اللہ نے اسے ان کی ان برائیوں سے بچالیا جو انہوں نے سوچی تھیں اور آل فرعون پر سخت ترین عذاب نے احاطہ کرلیا۔"(۱)

چغل خور کی قیامت خیزی

ایک شخص نے اپنا غلام فروخت کیا اور خریدنے والے کو بتایا کہ اس غلام میں چغل خوری کے علاوہ باقی کوئی عیب نہیں ہے۔

خریدنے والے نے کہا "کوئی حرج نہیں، یہ اپنی چغل خوری سے بھلا ہمارا کیا بگاڑ لے گا؟"

بہر نوع خریدار غلام کو ساتھ لے کر گھر آیا، غلام ایک مدت دراز تک نئے مالک کے گھر میں قیام پذیر رہا۔

ایک دن اس نے اپنے مالک کی بیوی سے کہا: "تیرا شوہر تجھ سے محبت نہیں کرتا وہ ایک جگہ دوسری شادی کرنا چاہتا ہے، اگر تو سوکن سے بچنا چاہے تو کسی طرح سے اس کی داڑھی کے چند بال مجھے لا کر دے میں ان پر وظیفہ پڑھوں گا اور اس عمل سے تیرا شوہر راہ راست پر آجائے گا۔"

عورت نے کہا: "میں آج رات جب کہ میرا شوہر سویا ہوا ہوگا اس

۱۔ بحار الانوار ج ۱۶ ص ۲۲۶۔

کی داڑھی سے کچھ بال کاٹ لوں گی اور صبح سویرے وہ بال تجھے دوں گی۔"

شام کے وقت اسی غلام نے اپنے آقا سے کہا: "میں نے آپ کا نمک کھایا ہے، میں آپ کو یہ بات کبھی نہ کہتا، مگر اس لئے کہنا چاہتا ہوں کہ اب پانی سر سے گزر چکا ہے، بات یہ ہے کہ تمہاری بیوی بدکردار ہے اس نے ایک شخص سے ناجائز تعلقات قائم کئے ہوئے ہیں اور دونوں تمہاری عدم موجودگی میں ایک دوسرے کو ملتے رہتے ہیں اور آج رات تمہاری بیوی تمہیں قتل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر قتل سے بچنا چاہتے ہو تو پھر بیدار رہنا۔"

رات ہوئی اس شخص نے کھانا کھایا اور چارپائی پر لیٹ گیا۔ لیٹنے سے پہلے اس نے تلوار اپنے بستر کے کنارے چھپا کر رکھی اور جھوٹ موٹ کے خراٹے لینے لگا۔

کچھ دیر بعد اس نے دیکھا کہ اس کی بیوی کوئی اوزار لئے دبے پاؤں اس کے قریب آرہی ہے اسے یقین ہوگیا کہ یہ اسے قتل کرنے کے لئے آرہی ہے وہ فوری طور پر جست لگا کر اٹھا اور بیوی کو قتل کردیا۔

جب عورت کے خاندان والوں نے سنا کہ اس نے ہماری عورت کو قتل کیا ہے تو انہوں نے اسے قتل کردیا اور یوں دو قبیلوں میں کافی عرصے تک جنگ کے شعلے بھڑکتے رہے۔(۱)

چغل خور اللہ کو کتنا ناپسند ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

۱۔ سفینۃ ج ۲ ص ۶۱۳۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی: "تیرے صحابیوں میں سے ایک شخص تیرے متعلق چغل خوری کرتا ہے لہٰذا اس سے ہوشیار رہو۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: "پروردگار! میں تو نہیں جانتا کہ وہ کون ہے، تو خود ہی مجھے اس کے متعلق مطلع فرما۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "موسیٰ! ایک شخص نے چغل خوری کی مجھے اس کی یہ عادت پسند نہیں آئی اور اب تو خود مجھے چغل خور بنانا چاہتا ہے؟"

حضرت موسیٰ نے عرض کی: "پھر خدایا کیسے معلوم ہو؟"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "تم اپنے تمام اصحاب کو دس دس کے گروہ میں تقسیم کرو اور قرعہ اندازی کرو، قرعہ اسی گروہ کا نکلے گا جس میں وہ شخص موجود ہوگا، پھر مزید قرعہ ڈالو وہ شخص واضح ہو کر سامنے آجائے گا۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے تمام اصحاب کو جمع کیا اور انہیں دس دس کے گروہ میں تقسیم فرمایا اور کہا: "اس طرح سے میں چغل خور کو معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

قرعہ ڈالا گیا، ایک گروہ قرعہ میں نکلا، حضرتؑ مزید قرعہ ڈالنا چاہتے تھے کہ وہ شخص اس گروہ میں سے خود ہی اٹھ کر کھڑا ہوگیا اور کہا: "حضرت آپؑ مزید قرعہ نہ ڈالیں، آپؑ کو جس کی تلاش ہے وہ مجرم میں ہوں، میں آج سے خدا کے حضور اس فعل بد سے توبہ کرتا ہوں، آپ بھی میری مغفرت کے لئے دعا فرمائیں۔"(۱)

کتاب جامع السعادات جلد دوم ص ۲۷۲ پر مرقوم ہے۔

۱۔ بحار الانوار ج ۱۳ ص ۳۵۳۔ چاپ آخوندی۔

ایک دفعہ بنی اسرائیل بارش نہ ہونے کے سبب قحط میں مبتلا ہوئے۔ لوگ پریشان ہو کر حضرت موسیٰؑ کی خدمت میں آئے اور بارش کے نزول کے لئے ان سے دعا کرنے کی درخواست کی۔

آپؑ نے لوگوں کو حکم دیا کہ فلاں دن سب جمع ہو کر فلاں میدان میں آجائیں وہاں ہم نماز استسقاء پڑھیں گے۔ اللہ تعالیٰ باران رحمت کا نزول فرمائے گا۔ اس دن سب خورد و کلاں میدان میں جمع ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نماز پڑھائی اور بارش کی دعا مانگی مگر بارش نازل نہ ہوئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ احدیت میں عرض کی: "خدایا! ہم نے دعا مانگی مگر بارش نہیں ہوئی؟"

آواز قدرت آئی: "موسیٰؑ! اس مجمع میں ایک چغل خور موجود تھا جو اپنے اس فعل بد پر اصرار کرتا ہے، اسی لئے میں نے تمہاری دعا کو قبول نہیں کیا۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: "خدایا! اس بدبخت کا نام مجھے بتا۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا "میں تو چغل خوری سے منع کرتا ہوں، بھلا خود چغل خوری کیسے کرسکتا ہوں؟ تم تمام لوگوں سے کہو کہ میری بارگاہ میں توبہ کریں میں ان کی دعا قبول کروں گا۔"

سب لوگوں نے توبہ کی اللہ نے ان کی دعا مستجاب فرمائی اور باران رحمت کا نزول ہوا۔

غیبت کی سزا

شیخ بہاء علیہ الرحمۃ اپنی کتاب کشکول جلد اول صفحہ ۱۹۷ پر تحریر کرتے ہیں کہ ایک دن کسی بڑے اجتماع میں میرا ذکر چھڑا تو بیٹھے ہوئے حاضرین میں سے ایک شخص، جو ہمیشہ میرے منہ پر دوستی کا دعویٰ کرتا تھا لیکن وہ اس دعویٰ میں جھوٹا تھا، نے میری غیبت شروع کردی اور میری طرف بہت سی ناروا چیزوں کی نسبت دی۔ اس نے قرآن مجید کی اس آیت کو فراموش کردیا "ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیه میتاً" کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کریگا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ تو جس طرح سے تمہیں مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے نفرت ہے اسی طرح سے غیبت سے بھی پرہیز کرو۔

مجھے اس "کرم فرما" کی "شفقت" کا علم ہوگیا اور اسے بھی پتا چل گیا کہ مجھے اس کی حرکت کا علم ہوچکا ہے۔ اس نے معذرت خواہی کے لئے مجھے لمبا چوڑا خط لکھا جس میں اس نے اپنے فعل پر ندامت کا اظہار کیا اور مجھ سے راضی ہونے کی درخواست کی۔

میں نے اس کے جواب میں لکھا: "خدا تمہیں جزائے خیر دے، تم نے مجھے ایسا تحفہ روانہ کیا ہے جس کی وجہ سے قیامت کے دن میری برائیوں کا پلڑا ہلکا ہوا ہے اور میری نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوا ہے۔

فقد روینا عن سیدالبشر انه قال: یجاء بالعبد یوم القیامة فتوضع حسناته فی کفة وسیئاته فی کفة فترجح السیئآت فتجیء بطاقة فتقع فی کفة الحسنات فترجح بها فیقول یارب ماهذه البطاقة؟ فما من عمل عملته فی لیلی و نهاری الا استقبلت به. فیقول عزوجل هذا ماقیل فیك

وانت منه بری ء.

ہم تک سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ روایت پہنچی ہے کہ قیامت کے دن ایک بندہ کو پیش کیا جائے گا اس کی نیکیاں ایک پلڑے میں رکھی جائیں گی اور اس کی برائیاں دوسرے پلڑے میں رکھی جائیں گی، اس کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا اور برائیوں کا پلڑا بھاری ہوگا۔ اسی اثناء میں ایک بوری لا کر اس کے نیکیوں کے پلڑے میں رکھی جائے گی جس سے اس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو جائے گا اور برائیوں کا پلڑا ہلکا ہو جائے گا، وہ عرض کرے گا کہ خدایا میں نے جو بھی نیکی کے کام کئے تھے وہ تو پلڑے میں پہلے سے موجود تھے اور یہ بوری کہاں سے آگئی؟ خداوند کریم ارشاد فرمائے گا کہ یہ ان باتوں کے عوض میں ہے جو تیرے متعلق کی گئی تھیں اور تو ان سے بری تھا۔

اس حدیث کی رو سے میں تمہارا شکر گزار ہوں، اگر تم میرے سامنے بھی ایسا کرتے تو بھی میں اس جیسا بدلہ نہ دیتا اور تم مجھ سے معافی و دوستی اور وفا کے علاوہ اور کچھ بھی نہ دیکھتے، اب تھوڑی سی عمر باقی رہ گئی ہے میں اسے مکافات عمل میں برباد کرنا پسند نہیں کرتا۔ میں تو اس وقت اپنی سابقہ زندگی کی کمی بیشی کی تلافی کرنا چاہتا ہوں۔"

مردہ بھائیوں کا گوشت نہ کھائیں

ایک مرتبہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ کل تمام مسلمان روزہ رکھیں اور افطار کے وقت پہلے مجھ سے اجازت لیں اور پھر روزہ افطار کریں۔

حکم نبوت کے تحت تمام مسلمانوں نے روزہ رکھا، افطار کے وقت ایک ایک کر کے مسلمان آتے رہے اور افطار کی اجازت لے کر روزہ افطار کرنے لگے۔

ایک مسلمان حاضر خدمت ہوا اور عرض کی: "آقا! میری دو جوان بیٹیاں ہیں، انہوں نے آپؐ کے فرمان کے تحت روزہ رکھا تھا اب انہیں یہاں آپؐ کے پاس آتے شرم محسوس ہوتی ہے ان کی طرف سے میں افطار کی اجازت لینے آیا ہوں۔"

سرور کائناتؐ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ اس نے دوبارہ گزارش کی، آپؐ نے پھر منہ پھیر لیا۔ اس نے تیسری مرتبہ عرض کی تو آپؐ نے فرمایا: "افطار کی اجازت لینے آئے ہو؟ تیری بیٹیوں نے روزہ نہیں رکھا انہیں روزہ کیسے ہو سکتا ہے جو صبح سے لوگوں کا گوشت کھاتی رہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ جاؤ اپنی بیٹیوں سے کہو کہ اگر وہ روزہ دار تھیں تو قے کریں۔"

اس شخص نے لڑکیوں سے کہا کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ تم قے کرو۔ جیسے ہی لڑکیوں نے قے کی ان کے منہ سے گوشت کے ٹکڑے برآمد ہوئے۔ اس شخص نے آکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واقعے کی خبر دی۔

آپؐ نے فرمایا: "مجھے اس ذات کے حق کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر ان کے شکم میں ایک ذرہ باقی رہ جاتا تو وہ دوزخ میں چلی جاتیں۔"(۱)

۱۔ کشف الریبہ شہید علیہ الرحمہ ص ۲۸۷۔

غیبت کرنے والے کو صحابہ ناپسند کرتے تھے

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایک جگہ چند صحابہ کرامؓ جمع تھے۔ ایک صحابی کا وہاں سے گزر ہوا تو حاضرین میں سے کسی صحابی نے کہا: "میں خدا کے لئے اس شخص سے نفرت کرتا ہوں۔"

اس کی یہ بات سن کر صحابہ کرامؓ نے اسے ملامت کی اور کہا: "تو نے انتہائی غلط بات کی ہے ہم اس شخص کو تیرے خیالات کی اطلاع دیں گے۔"

چنانچہ اس صحابی کو اس گفتگو کی اطلاع دی گئی جو اسے سخت ناگوار گزری اور وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور غیبت کرنے والے صحابی کی شکایت کی۔ آپؐ نے اس صحابی کو طلب کیا اور اس سے پوچھا: "تم نے یہ کیا کہا ہے؟"

اس صحابی نے کہا: "آقا! میں نے جو کچھ کہا ہے درست کہا ہے۔"

حضور اکرمؐ نے فرمایا: "تم اس سے کیوں دشمنی رکھتے ہو؟"

اس صحابی نے کہا: "آقا! میں اس کا قریبی ہمسایہ ہوں اور اس کے حالات سے پوری طرح آگاہ ہوں۔ یہ شخص دن رات میں واجب نمازوں کے علاوہ کوئی اور نماز نہیں پڑھتا۔"

شکایت کنندہ صحابی بولا: "یارسول اللہؐ! آپ اس سے پوچھیں کیا میں نماز تاخیر سے پڑھتا ہوں یا وضو غلط کرتا ہوں یا رکوع و سجود صحیح طرح سے بجا نہیں لاتا؟"

غیبت کرنے والے صحابی نے کہا: "نہیں! ایسی تو کوئی بات نہیں البتہ یہ شخص رمضان کے علاوہ کبھی کوئی روزہ نہیں رکھتا۔ یہ صرف اس مہینے میں

روزہ رکھتا ہے جب ہر نیک وبد قسم کے لوگ روزہ رکھتے ہیں۔"

شکایت کنندہ صحابی نے عرض کی: "یارسول اللہؐ! آپ اس سے یہ پوچھیں کہ آیا میں نے کبھی روزہ توڑا ہے یا میں نے روزہ کے شرائط سے انحراف کیا ہے؟"

غیبت کرنے والے صحابی نے کہا: "نہیں! مگر میں نے واجب زکوٰۃ کے سوا جسے ہر کوئی ادا کرتا ہے، اسے کسی غریب کی مدد کرتے نہیں دیکھا۔"

شکایت کنندہ صحابی نے عرض کی: "یارسول اللہؐ! آپ اس سے یہ پوچھیں کہ کیا کبھی میں نے زکوٰۃ کم مقدار میں دی ہے یا زکوٰۃ میں کوئی خراب جنس دی ہے؟"

غیبت کرنے والے صحابی نے کہا: "نہیں۔"

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیبت کرنے والے سے فرمایا: "میرے پاس سے اٹھ کر چلاجا۔ "فلعله خیر منك" شاید یہ شخص جس کی تو بدگوئی کرتا پھرتا ہے خدا کی نظر میں تجھ سے بہتر ہو۔"(۱)

غیبت کنندہ کو سرزنش

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک شخص نے امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی: "مولا! فلاں شخص آپ کی طرف غلط نسبت دے کر کہتا ہے کہ آپؑ (نعوذ باللہ) گمراہ اور بدعت گزار ہیں۔"

۱۔ جامع السعادات ج ۲ ص ۲۹۶۔

یہ سن کر آنجناب نے فرمایا: "تو نے اس کی بات مجھے بتا کر اس کی ہم نشینی کے حقوق کا خیال نہیں رکھا اور تو نے یہ بات کر کے میرے حق کو بھی مجروح کیا ہے کیونکہ تو نے مجھے ایمانی بھائی کی طرف سے آگر وہ باتیں بتائیں جن سے میں ناواقف تھا اور قیامت کے دن اس کی اور میری ملاقات تو ہونی ہی تھی اس دن خدا کو ہمارے درمیان فیصلہ کرنا تھا پھر اس کے باوجود تجھے کیا پڑی کہ تو نے اس کی غیبت کی، غیبت سے پرہیز کرو، غیبت دوزخ کے کتوں کی خوراک ہے اور یاد رکھو جو لوگوں کے عیب زیادہ بیان کرتا ہے وہ درحقیقت لوگوں میں اپنے عیبوں کی جستجو کرتا ہے۔"

علقمہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: "کس شخص کی گواہی قبول ہے اور کس کی گواہی قبول نہیں ہے؟"

آپؑ نے فرمایا: "جو شخص فطرت اسلام پر ہو اس کی گواہی قابل قبول ہے۔"

علقمہ نے کہا: "مولا! جس نے گناہ کئے ہوں یا گناہوں کے قریب ہو، اس کا کیا حکم ہے؟"

امام عالی مقام نے فرمایا: "اگر کسی گناہگار کی گواہی قابل قبول نہ ہو تو پھر انبیاء و اوصیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی کی گواہی قابل قبول نہیں ہے کیونکہ معصوم صرف یہی ہستیاں ہیں۔

جس شخص کو تم نے اپنی آنکھوں سے گناہ کرتے نہیں دیکھا اور جس کے متعلق دو عادل گواہوں نے گناہ کی گواہی نہ دی ہو تو وہ شخص عادل ہے اور اس کی گواہی قابل قبول ہے۔ ایسے شخص کے رازوں کی حفاظت کرنی چاہئے

اگرچہ وہ خدا کے سامنے گناہگار ہی کیوں نہ ہو، ایسے شخص کے متعلق جو ایسے امر کی نسبت دے جو اس میں موجود نہ ہو **فھو خارج عن ولایة اللّٰہ وداخل فی ولایة الشیطان** (تو ایسا شخص اللہ کی دوستی خارج ہے اور شیطان کی ولایت میں داخل ہے۔)"

پھر آپؑ نے فرمایا: "میرے آبائے طاہرین علیہم السلام کا فرمان ہے جو شخص کسی مؤمن کے اس عیب کی غیبت کرے جو اس میں ہو تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جنت میں کبھی اکٹھا نہیں کرے گا اور اگر کسی مومن کے ایسے عیب کی غیبت کرے جو اس میں موجود نہ ہو **انقطعت العصمه بینهما وکان المغتاب فی النار خالدا فیها وبئس المصیر** (تو ان دونوں کے درمیان وہ عصمت ایمان ختم ہو جاتی ہے جو حقوق مؤمنین کی محافظ ہوتی ہے اور غیبت کرنے والا ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔)"(۱)

ضروری گزارش

ایک معاشرے کے تمام افراد کا ایک دوسرے سے وہی تعلق ہے جو جسم میں اعضاء کا ہے یا جیسے ایک دیوار میں متفرق اینٹوں کا ہے۔ ہر اینٹ دوسری اینٹ کی پائیداری کا ذریعہ ہوتی ہے اور جسم کا ہر عضو دوسرے عضو کا مددگار ہوتا ہے۔ جسم کے کسی حصے میں تکلیف ہو تو پورا جسم بے آرام رہتا ہے اور ہر فرد ملت کے مقدر کا ستارہ ہوتا ہے۔ معاشرے کے تمام افراد کو فعال رکھنے کے لئے جہاں ان کی غذائی ضرورتوں کا پورا کرنا ضروری ہے وہاں ان کی

۱۔ بحار الانوار ج ۱۶ص ۱۸۵،۱۸۶۔

عزت نفس کو قائم رکھنے کی بھی اشد ضرورت ہے اور صاف ظاہر ہے کہ غیبت اور چغل خوری سے دوسرے فریق کی عزت نفس مجروح ہوتی ہے اور اس کے ساتھ غیبت کنندہ اور چغل خور بھی اہل عقل کی نگاہوں میں گر جاتا ہے۔

اسلام نے مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ کسی کی عزت نفس کے مجروح کرنے کا ذریعہ نہ بنیں اور یہ اپیل کائنات میں صرف مذہب ہی کر سکتا ہے دنیاوی حکومتوں کا کوئی قانون انسان کی عزت نفس کا محافظ نہیں ہے۔

اسی لئے اسلام نے چغل خوری اور غیبت کو حرام قرار دیا ہے تاکہ انسان ہر طرح کے سکون اور دل جمعی کے ساتھ اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہیں اور معاشرے کے لئے کارآمد شہری ثابت ہوں۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "المؤمن عز کریم و الفاجر خب لئیم و خیر المؤمنین من کان مالفة للمؤمنین ولا خیر فیمن لا یولف ولا یولف. (مؤمن ہر طرح کے مکرو فریب سے پاک وپاکیزہ زندگی بسر کرتا ہے اور فاسق مکار اور حیلہ گر ہوتا ہے۔ بہترین مؤمن وہ ہے جو لوگوں کی الفت کا محور و مرکز ہو اور اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو نہ تو کسی سے انس والفت رکھتا ہو اور نہ کوئی اس سے انس والفت رکھتا ہو۔)"

کینہ توزی اور فتنہ انگیزی ہمیشہ وہی لوگ کرتے ہیں جو انسانیت کی قدروں سے نابلد ہوتے ہیں۔ یہ زندگی اتنی تھوڑی ہے کہ انسان اس میں پوری طرح سے محبت تک نہیں کر سکتا۔ نجانے لوگ نفرتوں کے لئے کہاں سے وقت نکال لیتے ہیں اور کینہ پرور و فتنہ جو افراد انسانی صورت میں چلتے پھرتے بچھو ہیں جو انسانی معاشرے کو ڈس کر تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے افراد سے ان

کے اہل خانہ تک تنگ ہوتے ہیں اور یہ لوگ انسانیت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہیں۔

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "شر الناس المثلث. قیل یارسول اللہ وما المثلث قال الذی یسعٰی باخیه الی السلطان فیهلك نفسه ویهلك اخاه ویهلك السلطان. (انسانوں میں بدترین شخص تیسرا ہے۔)"

آپؐ سے پوچھا گیا: "یارسول اللہؐ! تیسرا سے کون مراد ہے؟"

آپؐ نے فرمایا: "(تیسرا وہ شخص ہے) جو اپنے بھائی کی کسی صاحب اقتدار کے پاس چغلی کھائے۔ ایسا شخص اپنے آپ کو ہلاک کرنے والا اور اپنے بھائی کو ہلاک کرنے والا اور صاحب اقتدار کو تباہ کرنے والا ہوتا ہے۔)"

چند روایات

قال سلیمان بن جابر اتیت رسول اللہؐ فقلت علمنی خیرا ینفعنی اللہ به قال لا تحقرن من المعروف شیئا ولو ان تصب من دلوك فی اناء المستسقی وان تلقیٰ اخاك ببشر حسن واذا ادبر فلا تغتابه.

وعن انس قال خطبنا رسول اللہؐ فذکرالربا وعظم الشأن فیه فقال ان الدرهم یصیبه الرجل من الربا اعظم عنداللہ فی الخطیئة مس ست وثلاثین زنیة یزنیها الرجل وان اربی الربا عرض الرجل المسلم.

"کشف الریبہ شہید ص ۲۸۴"

سلیمان بن جابر کہتے ہیں کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہوا اور عرض کی: "آپ مجھے کسی ایسے نیک عمل کی تعلیم دیں جس سے مجھے فائدہ پہنچے۔"

آپؐ نے فرمایا: "نیکی کو کبھی حقیر نہ سمجھنا اگرچہ اپنے ڈول سے کسی کے ظرف میں پانی ڈالنے جیسا آسان عمل کیوں نہ ہو اور جب تم اپنے بھائی سے ملو تو خندہ روئی سے ملو اور اس کی پشت پیچھے غیبت نہ کرو۔"

انسؓ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا جس میں آپؐ نے سود کا ذکر کیا اور اس کی شدید مذمت فرمائی اور ارشاد فرمایا: "یاد رکھو سود کا ایک درہم اللہ کی نظر میں چھتیس ۳۶ مرتبہ زنا کرنے سے بدتر ہے اور کسی مسلمان کی عزت و آبرو کا تباہ کرنا بدترین سود ہے۔"

قال النبیؐ من اغتاب مسلما لم یقبل اللّٰه صلاته ولا صیامه اربعین یوما ولیلة الا ان یغفرله صاحبه وقالؐ من اغتاب مسلما فی شهر رمضان لم یوحر علی صیامه وعن سعید بن جبیر عن النبیؐ انه قال انه یؤتی برجل یوم القامة ویوقف بین یدی اللّٰه ویدفع الیه کتابه فلا یریٰ حسناته فیقول الٰهی لیس هذا کتابی فانی لاارى فیها طاعتی فیقال له ان ربك لا یضل ولا ینسی ذهب عملك باغتیاب الناس ثم یؤتی باخرو یدفع الیه کتابه فیری فیها طاعات کثیرة فیقول ماهذا کتابی فانی ماعملت هده الطاعات فیقال لان فلانا اغتابك فدفعت حسناته الیك وقالؐ کذب من زعم انه ولد من حلال وهو یاکل لحوم الناس بالغیبة ایاك والغیبة فانها ادام کلاب النار وقالؐ ماعمر محلس بالغیبة الاخرب من الدین فنزهوا اسماعکم من استماع الغیبة فان القائل والمستمع لها شریکان فی الاثم.

وقالؐ ایاك و الغیبة فان الغیبة اشد من الزنا قالو و کیف الغیبة اشد من الزنا قال لان الرجل یزنی ثم یتوب فتاب اللّٰه علیه وان صاحب الغیبة لا یغفر له حتی یغفر له صاحبه.

وقالؐ عذاب القبر من النمیمة والغیبة والکذب.

"بحارالانوار ج۱۶ ص۱۷۹"

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: "جو کسی مسلمان کی غیبت کرے تو اللہ اس کی چالیس شب و روز کی نماز اور روزہ قبول نہیں کرے گا سوائے اس کے کہ جس کی غیبت کی ہے وہ معاف کردے۔"

آپؐ نے فرمایا: "جو شخص ماہ رمضان میں کسی کی غیبت کرے تو اسے روزوں کا کوئی اجر نہیں ملے گا۔"

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے روز ایک شخص کو مقام حساب میں لایا جائے گا اور اس کا نامہ اعمال اسے دیا جائے گا۔ اسے اپنے نامہ اعمال میں کوئی نیکی نظر نہیں آئے گی تو وہ کہے گا کہ پروردگار! یہ تو میرا نامہ اعمال نہیں ہے کیونکہ اس میں مجھے اپنی کوئی اطاعت نظر نہیں آتی۔ فرشتے اس سے کہیں گے کہ تیرا رب بھولنے اور بھٹکنے والا نہیں ہے، تو لوگوں کی غیبت کیا کرتا تھا اس لئے تیرے عمل ختم ہوگئے۔

پھر ایک اور شخص پیش ہوگا۔ اس کا نامہ اعمال اسے دیا جائے گا تو اسے اس میں کئی نیکیاں نظر آئیں گی۔ وہ عرض کرے گا خدایا! یہ میرا نامہ اعمال نہیں ہے کیونکہ میں نے یہ نیکیاں نہیں کی تھیں۔ جواب ملے گا کہ فلاں شخص نے تیری

غیبت کی تھی اس کی نیکیاں تیرے نامہ اعمال میں منتقل کردی گئی ہیں۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: "وہ شخص جھوٹا ہے جو خود کو حلال زادہ سمجھتا ہے اور وہ غیبت کر کے انسانوں کا گوشت کھاتا ہے۔ غیبت سے پرہیز کرو یہ دوزخ کے کتوں کی خوراک ہے۔"

آپؐ نے فرمایا: "غیبت سے جو مجلس آباد ہوتی ہے وہ دینی لحاظ سے تباہ ہوتی ہے۔ اپنے کانوں کو غیبت سے پاک رکھو کیونکہ غیبت کرنے والا اور سننے والا گناہ میں دونوں شریک ہیں۔"

آپؐ کا فرمان ہے: "غیبت سے پرہیز کرو۔ غیبت زنا سے بھی بڑا جرم ہے۔"

صحابہ نے پوچھا: "یارسول اللہؐ! غیبت زنا سے بڑا جرم کیسے ہے؟"

آپؐ نے فرمایا: "جب زانی توبہ کر لے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے مگر غیبت کرنے والے کی توبہ اس وقت تک قبول نہیں جب تک متاثرہ فریق اسے معاف نہ کرے۔"

آپؐ نے فرمایا: "تین عمل عذاب قبر کا سبب ہیں:

۱۔ چغلی کھانا۔

۲۔ غیبت کرنا۔

۳۔ جھوٹ بولنا۔

عن ابی عبداللہؑ قال . قال رسول اللہؐ الا انبئکم بشرارکم قالوابلی یارسول اللہؐ قال المشاؤن بالنمیمة المفرقون بین الاحبة الباغون للبراء المعایب

"کشف الریبہ شہید ص ۳۰۴"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کیا میں تمہیں تم میں سے بدترین افراد کی خبر نہ دوں؟"

صحابہ نے کہا: "ضرور بتائیں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے اندر بدترین لوگ وہ ہیں جو چغل خوری کر کے دوستوں میں جدائی ڈالتے ہیں اور ہمیشہ بے گناہ افراد کے عیب تلاش کرتے ہیں۔"

اوحی اللہ تعالیٰ الی موسیٰؑ من : مات تائبا من الغیبة فھو اخر من یدخل الجنة ومن مات مصرا علیھا فھو اول من یدخل النار.

"ارشاد القلوب دیلمی ص ۱۵۶"

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی: "جو غیبت سے تائب ہو کر مرے وہ سب لوگوں کے بعد جنت میں داخل ہوگا اور جو غیبت پر اصرار کرتے ہوئے مراوہ سب سے پہلے دوزخ میں جائے گا۔"

باب ششم

توکل و تسلیم

ومن یتوکل علی اللّٰہ فھو حسبہ ان اللّٰہ بالغ امرہ. (سورۃ طلاق آیت ۳)

"اور جس نے خدا پر بھروسہ کیا تو وہ اس کے لئے کافی ہے،
بے شک خدا اپنے کام کو پورا کر کے رہتا ہے۔"

خدا کے سوا سب سہارے عارضی ہیں

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام زندان میں گئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں خوابوں کی تعبیر کا علم عطا کیا تو اسی دن دو نئے قیدی زندان میں آئے۔ رات کو انہوں نے خواب دیکھا اور کہا "اے یوسفؑ! ہم نے خواب دیکھے ہیں، آپؑ ان کی تعبیر بتائیں۔"

ایک نے کہا: "میں نے رات خواب میں دیکھا کہ میں انگور نچوڑ رہا ہوں۔"

دوسرے نے کہا: "میں نے دیکھا کہ میرے سر پر ایک ٹوکری ہے جس میں روٹیاں ہیں اور پرندے آکر اس میں سے ٹکڑے اٹھا اٹھا کر کھا

رہے ہیں۔"

آپؑ نے فرمایا: "زندان کا کھانا آنے سے قبل میں تمہیں اس کی تعبیر بتادوں گا۔"

پھر آپؑ نے قیدیوں کو دین حق کی تبلیغ کی اور تعبیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: "جس نے اپنے سر پر روٹیاں دیکھی ہیں وہ صلیب پر لٹکایا جائے گا اور پرندے اس کا بھیجا نوچ نوچ کر کھائیں گے اور جس نے اپنے آپ کو انگور نچوڑتے ہوئے دیکھا وہ رہا ہوگا اور بادشاہ کا ساقی بنے گا۔"

آپؑ نے جیسے ہی یہ تعبیر بیان کی تو جس نے روٹیوں کا خواب دیکھا تھا کھل کھلا کر کہنے لگا: "میں نے تو یوں ہی مذاق کیا تھا، دراصل میں نے کوئی خواب دیکھا ہی نہیں تھا۔"

یوسف علیہ السلام نے فرمایا: "اہمیت اس بات کی نہیں کہ تو نے دیکھا ہے یا نہیں دیکھا اب میری زبان سے یہ الفاظ نکل چکے ہیں۔ اب یہ اللہ کی تقدیر کا فیصلہ ہے اب ایسا ہی ہوگا جیسا کہ میں تجھے بتا چکا ہوں۔"

پھر جس قیدی کی رہائی کا یوسف علیہ السلام کو یقین تھا اس سے فرمایا: "جب تو رہا ہو کر بادشاہ کا ساقی بن جائے تو وہاں میرا ذکر کرنا اور مجھے قید سے رہائی دلانا۔"

قیدی نے وعدہ کرلیا۔ جب وہ آزاد ہوگیا اور بادشاہ کا ساقی بھی بن گیا تو شیطان نے اسے یوسف علیہ السلام کا ذکر فراموش کرادیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام مزید سات سال تک اس قید خانے میں قید رہے۔

ایک دن اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا: "اے یوسفؑ!

باپ کے گھر میں تجھے خواب کس نے دکھایا تھا؟"

یوسف علیہ السلام نے عرض کی: "اے پروردگار! تو نے ہی خواب دکھایا تھا۔"

پھر ارشاد ہوا: "یعقوبؑ کے دل میں تیری محبت کس نے ڈالی تھی؟"

یوسف علیہ السلام نے عرض کی: "اے پروردگار! تو نے ڈالی تھی؟"

پھر آواز آئی: "جب بھائیوں نے تجھے کنوئیں میں ڈالا تو نجات کے لئے دعا تجھے کس نے تعلیم دی تھی؟"

یوسف علیہ السلام نے عرض کی: "خدایا! تو نے ہی دعا مجھے تلقین کی تھی۔"

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "قافلہ کو اس ویران کنوئیں پر کون لایا تھا؟"

یوسف علیہ السلام نے عرض کی: "خدایا! تو ہی قافلے کو وہاں لایا تھا؟"

آواز قدرت آئی: "تجھے شاہِ مصر کے گھر پناہ دینے والا کون تھا؟"

یوسف علیہ السلام نے عرض کی: "پروردگار! تو نے مجھے شاہ مصر کے گھر پناہ دی۔"

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "عزیز مصر کی بیوی کے شر اور زنانِ مصر کے شر سے تجھے کس نے بچایا اور چھوٹے بچے سے تیری پاکدامنی کی گواہی کس نے دلائی؟"

یوسف علیہ السلام نے عرض کی: "خدایا! تو نے ہی سب کچھ کیا۔"

قدرت کی آواز آئی: "اے یوسفؑ! تجھے زندان میں میں نے تو نہیں

بھیجا تھا تو نے خود ہی "رب السجن احب الی" کہہ کر مجھ سے زندان جانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا اور اگر تو زندان سے تنگ آگیا تھا اور رہائی چاہتا تھا تو کیا تو مجھے نہیں کہہ سکتا تھا "**فکیف استغثت بغیری ولم تستغث بی وتسالنی ان اخرجك من السجن**" آخر تجھے کیا ضرورت محسوس ہوئی کہ مجھے چھوڑ کر دوسروں سے کیوں مدد مانگی اور کیا میں تجھے زندان سے رہائی نہ دلا سکتا تھا؟"

اب اس کی سزا یہ ہے کہ تو مزید سات سال اس زندان میں بسر کرے گا۔

اسی داستان کا ایک اور حصہ

جب یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی "بن یامین" کو اپنے پاس روک لیا تو حضرت یعقوبؑ نے انہیں خط لکھا تھا جس میں انہوں نے تحریر کیا تھا:

"ہمارا خاندان اس وقت آزمائش کی بھٹی سے گزر رہا ہے۔ اس سے پہلے میرا نور نظر یوسفؑ مجھ سے بچھڑ گیا اور اس کا چھوٹا بھائی بن یامین میرے پاس تھا اور میں اسے دیکھ کر زندگی کے ایام گزار رہا تھا مگر آپ نے میرے اس بیٹے کو بھی اپنے پاس روک لیا، آپ مہربانی کر کے میرے بیٹے کو رہائی دیں اور میرے پاس روانہ کریں۔"

جب فرزندان یعقوبؑ باپ کا خط لے کر روانہ ہوئے تو جبرئیل امینؑ اللہ کی طرف سے حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور کہا کہ خدا تم سے یہ کہتا ہے: "تم نے جن مصائب و آلام کی شکایت عزیز مصر سے کی ہے ان مصائب میں تمہیں کس نے مبتلا کیا؟"

یعقوب علیہ السلام نے عرض کی: "اے پروردگار! تو نے تادیب کی غرض سے مبتلا کیا ہے۔"

آواز قدرت آئی: "کیا کوئی میرے علاوہ تمہاری اس مصیبت کو دور کرنے کی قدرت رکھتا ہے؟"

یعقوب علیہ السلام نے عرض کی: "نہیں کوئی قدرت نہیں رکھتا۔"

خداوند عالم نے فرمایا: "تو پھر مجھے چھوڑ کر اور سے شکایت کرتے ہوئے تمہیں خجالت محسوس نہیں ہوئی؟"

یعقوب علیہ السلام نے عرض کی: "خدایا! میں توبہ و استغفار کرتا ہوں، اس عمل پر میرا مواخذہ نہ کرنا۔"

خداوند عالم نے فرمایا: "اے یعقوبؑ! اب جب کہ تم میری بارگاہ میں متوجہ ہو چکے ہو اور توبہ و استغفار کر چکے ہو تو میں نے تمہیں معاف کیا اور تمہاری آزمائش میں نے ختم کر دی اب تمہیں صرف بن یامین ہی نہیں بلکہ یوسفؑ گم گشتہ بھی ملے گا اور تمہاری کھوئی ہوئی بینائی بھی لوٹاؤں گا۔"(۱)

خدا کے علاوہ کسی سے نہ ڈریں

قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ولقد فتنا سلیمان والقینا علی کرسیه جسدا ثم اناب. (بے شک ہم نے سلیمان کو آزمایا اور اس کی کرسی پر ایک جسم کو ڈالا پھر اس نے خدا کی بارگاہ میں رجوع کیا اور توبہ کی۔)"

۱۔ بحار الانوار ج ۱۲ ص ۳۱۴۔

سورۃ صؔ کی اس آیت ۳۴ کے متعلق تفسیر صافی ص ۴۴۷ پر امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ روایت نقل ہوئی ہے:

"جب اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کو بیٹا عطا کیا تو جنات و شیاطین نے آپس میں مشورہ کیا کہ اگر سلیمانؑ کا یہ بیٹا زندہ رہا اور باپ کے بعد سریر آرائے سلطنت ہوا تو یہ بھی ہم سے وہی سلوک کرے گا جو اس کا باپ سلیمانؑ ہم سے کر رہا ہے۔ لہذا اس سے کسی نہ کسی طرح سے جان چھڑا لینی چاہئے۔

حضرت سلیمانؑ کو ان کی سازش کا علم ہوا تو آپؑ نے اپنے بیٹے کو شر شیاطین سے بچانے کے لئے ایسی جگہ کے متعلق سوچنے لگے جہاں ان کے ہاتھوں کی رسائی نہ ہو۔ آخرکار حضرت سلیمانؑ نے اپنے بیٹے کو بادلوں کے درمیان بھیج دیا تاکہ وہاں رہ کر وہ شر شیاطین سے محفوظ رہ سکے۔

چند دن گزرے تھے کہ ایک بے جان لاشہ ان کے تخت پر آگرا۔ حضرت سلیمانؑ نے دیکھا تو وہ لاشہ ان کے بیٹے کا تھا۔

سلیمانؑ کے بیٹے کی موت سے اللہ تعالیٰ نے حقیقت میں سلیمانؑ کو یہ پیغام دیا تھا کہ اس بادشاہ حقیقی کی تقدیر سے کوئی بچ نہیں سکتا اور جن و شیاطین کا خوف بے سود ہے۔"

ابو حمزہ ثمالی امام زین العابدین علیہ السلام کی زبانی نقل کرتے ہیں کہ فتنہ ابن زبیر کے ایام میں ایک دن میں پریشان ہو کر گھر سے نکلا اور بیرونی دیوار کا سہارا لئے میں کھڑا سوچ رہا تھا کہ ناگہاں ایک شخص جس نے دو سفید چادریں پہنی ہوئی تھیں، میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور میری طرف دیکھ کر اس نے کہا: "علی بن الحسینؑ! آخر تم پریشان کیوں ہو اگر تم دنیا کی وجہ سے پریشان ہو تو

تمہیں اس کے لئے پریشانی کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ رازق حقیقی نے تمام نیک و بد افراد کا رزق مقرر کردیا ہے جو انہیں بہر صورت مل کر رہے گا۔"

یہ بات سن کر میں نے کہا: "میں رزق کی وجہ سے قطعاً پریشان نہیں ہوں، رزق کے متعلق جو کچھ تم نے کہا ہے وہ بالکل درست ہے۔"

اس نے کہا: "اگر آخرت کی وجہ سے فکرمند ہو تو تمہیں اس کے لئے بھی فکر مندی کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ آخرت کا مالک عادل و قادر ہے وہ کسی پر رائی برابر ظلم نہیں کرے گا۔"

میں نے کہا: "تم درست کہتے ہو میں آخرت کی وجہ سے بھی فکر مند نہیں ہوں۔"

اس نے کہا: "تو تم کس وجہ سے پریشان ہو؟"

میں نے کہا: "میں ابن زبیر کے فتنے اور اس کے ظلم و تشدد کی وجہ سے پریشان ہوں۔"

اس نے ہنس کر کہا: "علی بن الحسینؑ! کیا تم نے کبھی کسی ایسے شخص کو دیکھا جس نے خدا کو پکارا ہو اور خدا نے اسے جواب نہ دیا ہو؟"

میں نے کہا: "نہیں۔"

اس نے کہا: "بھلا تم نے کسی ایسے شخص کا بھی مشاہدہ کیا جس نے خدا پر توکل کیا ہو اور اللہ نے اس کی حفاظت نہ کی ہو؟"

میں نے کہا: "نہیں۔"

اس نے کہا: "تو کیا تم نے کبھی کسی ایسے سائل کو بھی دیکھا ہے جس نے خدا سے کسی چیز کا سوال کیا ہو اور اللہ نے اس کا سوال پورا نہ کیا ہو؟"

میں نے کہا: "نہیں۔"

اس کے بعد وہ شخص اچانک میری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔(۱)

مشکلات میں کس کا سہارا لینا چاہئے؟

محمد بن عجلان کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ سخت تنگ دستی میں مبتلا ہوا اور میری اس تنگ دستی کی وجہ سے میرے تمام دوست مجھے چھوڑ گئے۔ تنگ دستی کے ساتھ ساتھ میں قرضے کے بوجھ تلے دبا ہوا تھا اور قرض خواہ مجھ سے بڑی شدت سے قرضہ کا تقاضہ کرتے تھے۔

اس وقت مدینے کا حاکم حسن بن زید تھا اور وہ میرا واقف تھا، میں نے دل میں سوچا کہ اس مشکل گھڑی میں اس سے مدد کی درخواست کرنی چاہئے۔

۱۔ بحار الانوار ج ۱۵ص ۱۵۲۔

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد علامہ مجلسیؒ لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد اکثر اہل حجاز نے عبداللہ بن زبیر کی بیعت کرلی تھی۔ یہ شخص اہلبیت طاہرینؑ کا بدترین دشمن تھا۔ اس کی دشمنی کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگ سکتا ہے کہ اس نے نماز میں درود پڑھنا چھوڑ دیا تھا اور کہتا تھا کہ درود سے بنی ہاشم مغرور ہو جاتے ہیں۔

اس کا باپ زبیر، حضرت علی کے ہوا خواہوں میں شمار ہوتا تھا لیکن جب یہ جوان ہوا تو باپ کو مولائے کائنات کا مخالف بنادیا۔ حضرت علیؑ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک زبیر کا بیٹا جوان نہیں ہوا زبیر ہمارے ساتھ رہا۔

جس شخص نے امام زین العابدینؑ سے گفتگو کی تھی ممکن ہے کہ وہ کوئی فرشتہ ہو اور انسانی صورت میں آپؑ کے پاس آیا ہو یا حضرت خضرؑ یا الیاسؑ میں سے کوئی بزرگ ہوں اور اس حقیقت کو ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ امام زین العابدینؑ ان سب سے زیادہ عالم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی فرشتے یا جناب خضرؑ و الیاسؑ میں سے بطور یاددہانی امام عالی مقام کے پاس بھیجا تھا اور یاددہانی کے مقصد کے حصول کے لئے پیغمبر اکرمؐ پر بھی فرشتے نازل ہوتے تھے۔

میں یہ سوچ کر گھر سے باہر نکلا۔ راستے میں امام زین العابدین علیہ السلام کے پوتے محمد بن عبداللہ کی ملاقات ہوئی اور وہ بھی میری تنگ دستی سے بخوبی واقف تھے۔

انہوں نے مجھ سے پوچھا: "کہاں جارہے ہو؟"

میں نے بتایا کہ میں تنگ دستی کی وجہ سے مجبور ہو کر والی کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ ممکن ہے کہ وہ ان حالات میں میری مدد کردے۔

انہوں نے کہا: "اگر ایسا ہی ہے تو یاد رکھو تمہیں اس سے کچھ بھی وصول نہ ہوگا۔ تم اس کی بجائے اس کی طرف رجوع کرو جو تمہاری حاجت پوری کرسکتا ہے اور وہ اکرم الاکرمین ہے۔ میں نے اپنے چچازاد بھائی امام جعفر صادق علیہ السلام سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نبی کو وحی فرمائی:

وعزتي وجلالي لاقطعن امل كل مؤمل غيري بالبأس ولا كسونه ثوب الذلة في النار ولا بعدنه من فرجي و فضلي ايؤمل عبدي في الشدائد غيري والشدائد بيدي اويرجو سواي وانا الغني الجواد بيدي مفاتيح الابواب وهي مغلقة و بابي مفتوح لمن دعاني. الم يعلم انه ما ادهته نائبة لم يملك كشفها غيري فمالي اراه يأمله معرضا عني قد اعطيته بجودي وكرمي مالم يسالني وسأل في نائبته غيري وانا الله ابتداء بالعطية قبل المسئلة افسئل فلا اجيب كلا. اوليس الجود والكرم لي اوليس الدنيا والاخرة بيدي؟ فلو ان اهل سبع سموات والارضين سألوني جميعا فاعطيت كل واحد منهم مسألته مانقص ذمك

من ملكي مثل جناح بعوضة وكيف ينقص ملك انا قيمه فيا بأس لمن عصاني ولم يراقبني.

مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! جو مجھے چھوڑ کر کسی اور سے امید وابستہ کرے گا میں اسے ناامید کروں گا اور دوزخ میں اسے ذلت کا لباس پہناؤں گا اور اسے کشائش اور اپنے فضل سے دور رکھوں گا۔ میرا بندہ شدائد و مشکلات میں مجھے چھوڑ کر میرے غیر سے امید وابستہ کرتا ہے جبکہ شدائد میرے ہاتھ میں ہیں۔ یا میرے علاوہ کسی اور سے دل لگاتا ہے جبکہ میں بے نیاز اور سخی ہوں۔ تمام بند دروازوں کی چابیاں میرے ہاتھ میں ہیں اور میرا دروازہ ہر پکارنے والے کیلئے ہر وقت کھلا ہوا ہے۔ تو کیا مصائب میں گرفتار ہونے والوں کو یہ علم نہیں ہے کہ میرے علاوہ انہیں اس گرفتاری سے کوئی نجات نہیں دے سکتا؟

آخر انسانوں کو کیا ہوگیا ہے کہ مجھ سے منہ موڑ کر اور طرف جاتے ہیں؟ جبکہ میں سوال سے بھی پہلے جود و کرم کرتا ہوں۔ کیا کبھی کسی نے مجھ سے سوال کیا تو میں نے قبول نہیں کیا؟ یہ بات ناممکن ہے تو کیا سخاوت و کرم کا مالک میں نہیں ہوں اور کیا دنیا و آخرت میرے ہاتھ میں نہیں ہے؟

اگر سات آسمان اور سات زمینوں پر رہنے والے مجھ سے اپنی حاجت طلب کریں اور میں ہر سائل کی درخواست پر اسے عطا کرتا رہوں تو مچھر کے پر کے برابر بھی میرے خزانے میں کمی واقع نہ ہوگی اور وہ ملکیت کم کیسے ہوسکتی ہے جس کا نگہبان میں ہوں؟

پس وہ شخص بڑا بدبخت ہے جو میری نافرمانی کرتا ہے اور میری اطاعت کا لحاظ نہیں کرتا۔"

محمد بن عجلان کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی: "اے فرزند رسول! یہ حدیث آپ مجھے دوبارہ سنائیں، انہوں نے وہ حدیث مجھے تین مرتبہ سنائی تو میں نے کہا کہ خدا کی قسم میں اب کسی کے دروازے پر نہیں جاؤں گا اور کسی سے دست سوال دراز نہیں کروں گا۔"

چند دنوں کے اندر اللہ تعالیٰ نے میرے حالات درست کر دیئے اور اللہ نے مجھے تنگ دستی سے نجات دلائی اور میرے تمام قرض ادا کر دیئے۔(۱)

یقین حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ

جب ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے بت توڑے تو نمرود نے اپنے درباریوں سے مشورہ کیا کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔

قالوا حرقوہ و انصروا آلھتکم ان کنتم فاعلین. (سورۃ انبیاء آیت ۶۸) انہوں نے کہا: "اگر کچھ کرنا ہے تو اسے آگ میں جلا کر اپنے خداؤں کی مدد کرو۔"

ایک بہت بڑا آتش کدہ ابراہیم کے لئے بنایا گیا جس میں ایک مدت تک لکڑیاں ڈالی گئیں۔ بت پرستوں کے لئے ابراہیم کو آگ میں جلانا اس قدر اہم تھا کہ کئی بوڑھے اور بیمار افراد نے اس زمانے میں مرنے سے قبل وصیت کی کہ ان کی جائیداد کا اتنا حصہ بیچ کر لکڑیاں خرید کی جائیں جن سے ابراہیم کو جلایا جائے۔ بہت سی غریب عورتوں نے اون کاتنے کی اجرت آتش کدے کے متولیوں کے حوالے کی کہ اس کار خیر میں ہمارا حصہ بھی شامل کرلو۔

---

(۱) [illegible] ج ۱۵ ص ۹۰۔

آتش کدہ کے قریب ایک اونچا چبوترا بنایا گیا تاکہ نمرود اس پر بیٹھ کر خلیلؑ کے جلنے کا تماشہ دیکھ سکے۔

الغرض آگ بھڑکائی گئی یہ آتش کدہ کوفے کے قریب نہر کوثا کے قریب بنایا گیا تھا۔ چشم زدن میں آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے اور ابراہیم کو آگ میں ڈالنا ناممکن ہوگیا۔

شیطان نے انہیں بتایا کہ تم ایک منجنیق تیار کرو اور ابراہیم کو اس میں بٹھا کر آگ میں پھینکو۔

چنانچہ ابراہیم کو منجنیق میں بٹھا کر آگ کی طرف پھینکا گیا، کائنات کی ہر چیز نے زبان حال سے ابراہیم کی سفارش کی، زمین نے زبان حال سے کہا: "خدایا! میری پشت پر اکیلا ابراہیم ہی تیری عبادت کرتا ہے اور ظالم اسے بھی نذر آتش کرنا چاہتے ہیں۔"

ملائکہ نے عرض کی: "خدایا! آج تیرا دوست اور خلیل آگ میں ڈالا جارہا ہے کیا تو اسے نہیں بچائے گا؟"

آواز قدرت آئی: "اگر ابراہیمؑ نے مجھے پکارا تو میں ضرور اس کی مدد کروں گا۔"

جبرئیلؑ نے عرض کی: "خدایا! روئے زمین پر اکیلا ابراہیمؑ ہی تیری عبادت کرنے والا ہے آج وہ بھی آگ کے شعلوں میں جارہا ہے۔"

ندائے قدرت آئی: "اے جبرئیل! خاموش رہو، میں ہر چیز پر قدرت رکھتا ہوں، میں اسے نجات دوں گا اور اس کی دعا قبول کروں گا۔"

جبرئیلؑ، ابراہیم کے پاس آئے اور کہا: "تمہاری کوئی حاجت ہو تو

بیان کرو میں تمہاری حاجت پوری کروں گا۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: "اما الیك فلا ، حسبی الله ونعم الوکیل.

(تیری طرف میری کوئی حاجت نہیں، مجھے میرا اللہ کافی ہے اور وہی میرا بہترین کارساز ہے۔)"

میکائیلؑ آئے اور عرض کی: "اگر آپؑ پسند کریں تو میں بارش اور پانی کے ذریعے سے آگ کو بجھادوں؟"

آپ علیہ السلام نے فرمایا: "نہیں۔"

پھر ہوا کا فرشتہ آپؑ کے پاس آیا اور کہا: اگر آپؑ حکم کریں تو میں ہوا کے زور سے اس تمام آگ کو پراگندہ کردوں اور آپؑ کو بچالوں؟"

آپ علیہ السلام نے فرمایا: "نہیں۔"

پھر جبرئیل امینؑ نے عرض کی: "پھر آپؑ اپنے خدا سے دعا مانگیں تاکہ وہ آپؑ کو نجات دلائے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: "حسبی من سوالی علمه بحالی.

(مجھے سوال کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے وہ میرے حال سے بخوبی واقف ہے۔)"

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا مانگی تھی "یااللّٰہ و یاواحد یااحد یاصمد یامن لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفواً احد نجنی من النار برحمتك"

(اے اللہ، اے واحد، اے احد، اے صمد، اے وہ ذات جو کسی کا باپ نہیں اور جو کسی کا بیٹا نہیں اور جس کا کوئی ہمسر نہیں، اپنی رحمت سے مجھے آگ سے نجات دے۔)

دعا مانگنے کی دیر تھی کہ آگ کو حکم پروردگار ہوا: "یانار کونی برداً. اے آگ! ٹھنڈک بن جا۔" آگ فوراً ٹھنڈی ہوگئی اور سردی کی وجہ سے ابراہیم علیہ السلام کے دانت بجنے لگے۔ پھر قدرت کی آواز آئی: "وسلاماً. سلامتی بن جا۔" اتنی ٹھنڈک نہ ہو کہ ابراہیمؑ کو سردی لگے اور اتنی گرمی نہ ہو کہ ابراہیمؑ کو پسینہ آئے معتدل بن جا اور سلامتی بن جا۔

آگ گلزار ہوگئی، نمرود نے دیکھا کہ ابراہیمؑ کے ساتھ جبرئیلؑ بیٹھے ہیں اور ابراہیمؑ ان سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہے ہیں۔

"فنظر الیه نمرود فقال من اتخذ الها فلیتخذ مثل اله ابراهیمؑ.

نمرود نے یہ منظر دیکھ کر بے ساختہ کہا: "جو اپنے لئے خدا بنانا چاہتا ہو تو اسے چاہئے کہ رب ابراہیمؑ کی طرح اپنے لئے خدا بنائے۔"(۱)

پتھر کے اندر حضرت موسیٰؑ نے کیا دیکھا؟

ملک الموت ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "دیدار کے لئے آئے ہو یا قبض روح کے لئے آئے ہو؟"

۱۔ استفادہ از چند روایات بحار الانوار ج ۱۳ ص ۳۲،۲۲ و آمدن ملائکہ برائے نجات ابراہیمؑ از سفینۃ ج ۲ ص ۲۹۳

ملک الموت نے کہا: "میں قبض روح کے لئے آیا ہوں۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "تو اتنی اجازت دو کہ میں اپنی والدہ اور خاندان سے الوداع کہہ سکوں۔"

ملک الموت نے کہا: "میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: "تو اتنی اجازت دو کہ میں پروردگار کا سجدہ کر سکوں۔"

ملک الموت نے کہا: "اجازت ہے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سجدہ کیا اور خدا کے حضور عرض کی: "خدایا! ملک الموت کو حکم دے تاکہ وہ مجھے اتنی مہلت دے دے کہ میں اپنی والدہ اور خاندان سے الوداع کر سکوں۔"

اللہ تعالیٰ نے عزرائیلؑ کو حکم دیا کہ موسیٰؑ کو اتنی مہلت دے دو کہ وہ اپنی والدہ اور خاندان کو الوداع کہہ سکیں۔

اجازت ملی، حضرت موسیٰ علیہ السلام والدہ کی خدمت میں آئے اور عرض کی: "امی جان! مجھے اجازت دیں مجھے سفر پر جانا ہے۔"

والدہ نے فرمایا: "کون سے سفر پر جارہے ہو؟"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: "سفر آخرت درپیش ہے۔"

یہ سن کر والدہ بہت روئیں اور بیٹے کو الوداع کہا۔

پھر آپ اپنے بیوی بچوں کے پاس گئے اور انہیں الوداع کہا۔ آپؑ کا ایک بچہ چھوٹا تھا وہ آپؑ سے لپٹ گیا، کسی طریقے سے آپؑ کو چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوا، حضرت موسیٰ علیہ السلام بچے کی محبت سے بہت متاثر ہوئے اور عرض

کی: "خدایا! میں مزید مہلت چاہتا ہوں کیونکہ میں اپنے اس بچے سے بہت مانوس ہوں اور نجانے میرے بعد اس کے نان و نفقہ کا کیا بنے۔"

اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی: "موسیٰؑ! دریا پر جاؤ اور اپنا عصا پانی پر مارو، دریا شگافتہ ہوگا اور دریا کے درمیان سفید رنگ کا پتھر نمودار ہوگا، پتھر پر عصا مارنا اور میری قدرت کا کرشمہ ملاحظہ کرنا۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام دریا پر گئے، عصا مارا، دریا شگافتہ ہوا اور سفید رنگ کا پتھر وہاں دیکھا، پھر آپؑ نے پتھر پر عصا مارا تو وہ دو حصوں میں تقسیم ہوگیا۔ آپؑ نے دیکھا کہ پتھر کے عین درمیان میں ایک کیڑا بیٹھا تھا جس کے منہ میں سبز پتہ تھا جسے وہ چبا رہا تھا اور اس کے ساتھ ہی پانی کا ایک چھوٹا سا گڑھا تھا۔

جب حضرت موسیٰ نے یہ منظر یہ دیکھا تو اس وقت آواز قدرت آئی: "اے موسیٰؑ! تم نے میری رزاقیت کا یہ منظر دیکھا، جب دریا کے درمیان اور سخت پتھر کے اندر میں نے ایک کیڑا پیدا کیا ہے تو میں نے اسے بھی رزق روزی سے محروم نہیں رکھا۔ جب میں نے اسے پتھر کے اندر بھی رزق فراہم کیا ہے تو کیا میں تمہارے بچے کو فراموش کردوں گا؟ اولاد کے لئے تمہیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں، میں ان کا نگہبان ہوں۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت سے فرمایا: "تم اپنے رب کے فرمان کی تعمیل کرو۔"

ملک الموت نے فوراً ان کی روح قبض کرلی۔(۱)

۱۔ شجرہ طوبیٰ ص ۲۷۹۔

توکل کرنے والا کبھی نہیں بھٹکتا

حماد بن حبیب کوفی کا بیان ہے کہ ایک سال میں ایک قافلہ کے ساتھ حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوا۔ جب ہم نے منزل زبالہ سے کوچ کیا تو سخت سیاہ آندھی چلی اور آندھی اتنی سخت تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا اس دوران میں قافلے سے بچھڑ گیا۔

جب تاریکی کا زور کچھ کم ہوا تو میں نے اپنے آپ کو ایک بے آب و گیاہ میدان میں تنہا پایا، دور سے مجھے ایک درخت نظر آیا، میں اس درخت کے پاس گیا، میں نے دیکھا کہ ایک جوان جس نے سفید لباس پہنا ہوا تھا اور اس کے جسم سے مشک و عنبر کی خوشبو آرہی تھی، وہ بھی اسی درخت کی طرف آرہا ہے۔

میں نے دل میں کہا کہ یہ اللہ کا ولی ہوگا، میں نے اپنے آپ کو پوشیدہ کرلیا تاکہ وہ جوان مجھے یہاں دیکھ کر کسی اور طرف نہ چلا جائے۔

کچھ دیر بعد وہ جوان آیا اور نماز کی تیاری کرنے لگا اور اس نے یہ دعا پڑھی: "یامن حاذ کل شیء ملکوتا و قهر کل شیء جبروتا صل علیٰ محمد وآل محمد و اولج قلبی فرح الاقبال علیك فالحقنی بمیدان المطیعین لك.

(اے وہ ذات جس کی قدرت و جبروت ہر چیز پر حاوی ہے، محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیج اور میرے دل میں اپنے حضور حاضر ہونے کی خوشی داخل فرما اور اپنے اطاعت گزاروں کے میدان میں مجھے ملحق فرما۔)"۔

پھر جوان نے نماز شروع کی۔ میں نے دیکھا کہ جوان کی آنکھوں سے

آنسوؤں کا چشمہ بہہ رہا تھا۔

میں نے بھی نماز شروع کی اور جوان کی اقتداء میں کھڑا ہوگیا اور اس وقت مجھے یوں محسوس ہوا کہ میرے لئے ایک محراب سا بن گیا ہے، جوان جب کسی ایسی آیت کی تلاوت کرتا جس میں وعدہ وعید ہوتی تو اس کی آہ و نالہ کی صدائیں بلند ہوتیں۔

نماز کی تکمیل کے بعد جوان نے رو رو کر یہ دعا مانگی: "یامن قصده الضالون فاصابوه مرشدا وامه الخائفون فوجدوه معقلا ولجا الیه العابدون فوجدوه موئلا متی راحة من نصب لغیرك بدنه ومتی فرح من قصد سواك بهمته، الهی قد تقشع الظلام ولم اقض من خدمتك وطرا ولا من حیاض مناجاتك صدرا صل علی محمد و آل محمد وافعل بی اولی الامرین بك یا ارحم الراحمین.

(اے وہ ذات جس کا قصد راہ گم کرنے والوں نے کیا تو انہوں نے اسے راہ نما پایا اور خوف زدہ لوگوں نے اس کی بارگاہ کا ارادہ کیا تو اسے پناہگاہ پایا اور جس کی طرف عابدوں نے رجوع کیا تو انہوں نے اسے اپنا ملجا و ماویٰ پایا، اسے راحت نصیب نہ ہوگی جو تیرے غیر کی خدمت میں اپنے بدن کو پیش کرے گا اور اسے کبھی خوشی نصیب نہ ہوگی جو تیرے علاوہ کسی اور کا قصد کرے گا۔

پروردگار! اب جبکہ تاریکی چھٹ چکی ہے لیکن ابھی تک میں تیری کماحقہ خدمت نہ کرسکا اور تیری مناجات کے سرچشمے سے ابھی تک میرا سینہ نہیں بھرا۔ محمدؐ وآل محمدؐ پر درود بھیج اور مجھ سے وہ سلوک کر جو تیری شان کریمی کے مطابق ہو، اے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے۔)"

حماد کہتا ہے کہ مجھے خوف ہوا کہ یہ جوان کہیں اب میری آنکھوں سے اوجھل نہ ہو جائے اور پھر مجھے نہ مل سکے تو جلدی سے میں اٹھا اور اس کے دامن کو پکڑا اور کہا: "تجھے اس ذات کا واسطہ جس نے تجھ سے ملال و رنج کو دور رکھا ہے اور جس نے تجھے لذت عبادت عطا کی ہے مجھ پر رحم کر میں راستے سے بھٹکا ہوا مسافر ہوں مجھے منزل مقصود پر پہنچا۔"

جوان نے میری درخواست سنی تو کہا: "اگر تو سچائی اور دل کی پاکیزگی سے اللہ پر بھروسہ کرے گا تو کبھی بھی نہیں بھٹکے گا، اب میرے پیچھے چلا آ اور میری قمیص کے دامن کو پکڑ لے۔"

میں نے ایسا ہی کیا، مجھے اس وقت یوں محسوس ہوا گویا میرے پاؤں سے زمین نکل رہی ہے، تھوڑی دیر کے بعد جوان نے کہا: "لو تمہیں مبارک ہو یہ مکہ معظمہ ہے اور امید ہے کہ تمہارے کانوں میں حاجیوں کی آوازیں آ رہی ہوں گی۔"

حماد کہتے ہیں کہ میں نے جوان کو قسم دے کر کہا: "تجھے اس ذات کی قسم جس سے روز قیامت تمہاری امید وابستہ ہے، اپنا تعارف کراؤ۔"

جوان نے کہا: "تو نے قسم دی ہے تو پھر سن لے میں علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہوں۔"(۱)

بر توکل زانوئے اشتر بہ بند

توکل کے لئے اسباب کی ضرورت ہے۔ اسباب فراہم کئے بغیر توکل

۱۔ بحار الانوار ج ۱۱ ص ۲۴۔

کا کوئی معنی و مفہوم نہیں ہے۔ جیسا کہ ذیل کی روایات اس کی مؤید ہیں:

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بیمار ہوئے تو بنی اسرائیل ان کی عیادت کے لئے آئے اور ان سے کہا: "آپؑ فلاں جڑی بوٹی کو بطور دوا استعمال کریں تو آپؑ تندرست ہو جائیں گے۔"

حضرت موسیٰؑ نے کہا: "لا اتداوی حتی یعافینی اللّٰہ من غیر دواء.
(میں دوا نہیں کروں گا اللہ تعالیٰ مجھے بغیر دوا کے تندرستی عطا کرے گا۔)"

آپؑ کافی مدت بیمار رہے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی فرمائی: "مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم جب تک تم اس جڑی بوٹی سے اپنا علاج نہیں کرو گے جس کے متعلق بنی اسرائیل نے تمہیں کہا ہے، اس وقت تک میں تمہیں تندرستی نہیں دوں گا۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں بلا کر کہا کہ جو دوائی تم نے تجویز کی تھی وہ میرے پاس لاؤ۔ دوائی لائی گئی۔ انہوں نے استعمال فرمائی اور چند دنوں میں صحتیاب ہو گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں یہ بات کئی دنوں تک چبھتی رہی کہ اللہ اگر بغیر وسیلے کے شفا عطا کر دیتا تو اس میں کیا عیب تھا؟

جب آپؑ طور سینا پر گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اردت ان تبطل حکمتی بتوکلک علیّ فمن اودع العقاقیر منافع الاشیاء.
(اے موسیٰ! تم مجھ پر توکل کر کے میری حکمت کو باطل کرنا چاہتے ہو ان بوٹیوں میں یہ فوائد کس نے رکھے ہیں؟)"

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک عابد و زاہد شخص عبادت کی غرض

سے آبادی کو چھوڑ کر پہاڑوں میں جا بیٹھا اور دل میں عہد کیا کہ میں رزق و روزی کے لئے کسی قسم کے اسباب فراہم نہیں کروں گا، میرا اللہ غیب سے مجھے رزق عطا کرے گا۔

ایک دن گزرا کہیں سے عابد کے پاس رزق نہ آیا، دو دن گزرے کہیں سے رزق نہ آیا، علی ہذا القیاس عابد کو پورے سات دن گزر گئے کہیں سے رزق نہ آیا، عابد بھوک کی وجہ سے نڈھال ہو گیا اور عرض کی: "خدایا! جو تو نے میرا رزق مقرر کیا ہے یہیں عطا فرما ورنہ مجھے موت دے دے۔"

ہاتف کی اسے یہ ندا سنائی دی: "**وعزتی و جلالی لا ارزقك حتی تدخل الامصار وتقعد بین الناس.**

(مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم اس طرح سے میں تجھے رزق نہیں دوں گا جب تک تو کسی آبادی میں جاکر کوئی کام نہ کرے) تو میری حکمت خلقت کو ضائع نہ کر میں بندوں کے ہاتھوں بندوں کو رزق پہنچانا بہتر سمجھتا ہوں اور براہ راست رزق دینا میری حکمت کے خلاف ہے۔"(۱)

تسلیم و رضا کا مفہوم

حضرت جابرؓ بن عبداللہ انصاری امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس آئے۔ اس وقت وہ ضعیف و لاغر ہو چکے تھے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "جابرؓ کیسا مزاج ہے؟"

انہوں نے کہا: "مولا! اب تو میرا حال یہ ہے کہ ضعیفی کو جوانی اور

۱۔ درج بالا دونوں روایات جامع السعادات ج ۳ ص ۲۲۷ سے ماخوذ ہیں۔

مرض کو صحت اور موت کو زندگی سے بہتر جانتا ہوں۔"

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "لیکن میرا حال ایسا نہیں ہے، اگر اللہ مجھے پیری دے تو میں پیری کو اور اگر جوانی دے تو جوانی کو اگر مرض دے تو بیماری کو اور اگر شفا دے تو صحت کو اور اگر موت دے تو موت کو اور زندگی دے تو زندگی کو اچھا سمجھتا ہوں۔"

یہ سن کر جابرؓ اپنے مقام سے اٹھے اور امام محمد باقرؑ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا: "آپؑ کے نانا جان رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا تھا کہ جابرؓ! تم لمبی عمر پاؤ گے اور حسینؑ کے پوتے سے ملو گے جو دفن شدہ علم کو زمین سے ایسے ہی شگافتہ کر کے نکالے گا جیسا کہ بیل زمین کو شگافتہ کرتا ہے اور اس کا لقب باقر ہوگا۔

اہل تسلیم و رضا کا مقام

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ روز قیامت میری امت کے ایک گروہ کو پَر عطا کئے جائیں گے اور وہ پرواز کر کے سیدھے جنت میں پہنچ جائیں گے اور نعمات جنت سے استفادہ کریں گے۔

فرشتے ان سے پوچھیں گے: "کیا تم نے حساب کی سختی دیکھی ہے؟"

وہ کہیں گے: "ہم سے کوئی حساب نہیں لیا گیا۔"

فرشتے پوچھیں گے: "کیا تم صراط سے گزر کر آئے ہو؟"

وہ کہیں گے "ہم نے کوئی صراط نہیں دیکھی۔"

فرشتے ان سے پوچھیں گے: "کیا تم نے دوزخ دیکھی ہے؟"

وہ کہیں گے: "ہمارے راہ میں دوزخ نہیں آئی۔"

پھر فرشتے ان سے پوچھیں گے: "تم کس نبی کی امت ہو؟"

وہ کہیں گے: "ہم محمد مصطفیٰؐ کی امت ہیں۔"

فرشتے ان سے کہیں گے: "تمہیں خدا کی قسم! یہ بتاؤ تم دنیا میں کونسا عمل کرتے تھے جس کی بدولت تمہیں یہ مقام نصیب ہوا؟"

وہ جواب دیں گے: "ہمارے اندر دو خصلتیں تھیں جن کی وجہ سے اللہ نے ہم پر اپنا خصوصی فضل و کرم کیا ہے، ہماری پہلی خصلت یہ تھی "اذخلونا نستحی ان نعصیه" ہم خلوت کے لحات میں اللہ کی نافرمانی کرنے سے حیا کرتے تھے اور ہماری دوسری خصلت یہ تھی "ونرضی بالیسیر مما قسم لنا" اور ہم اپنے مقدر کے تھوڑے حصے کو پاکر بھی راضی رہتے تھے۔"

یہ سن کر فرشتے کہیں گے کہ واقعی تم اسی مقام کے حقدار تھے۔(۱)

تسلیم نہ کرنے والے نقصان اٹھاتے ہیں

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی: "آپ اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں کہ بارشوں کا نظام ہماری مرضی کے مطابق ہونا چاہئے، جب ہم ضرورت محسوس کریں تو بارش ہو جائے اور جب ضرورت نہ ہو تو بارش نہ برسے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ احدیت میں ان کی درخواست پیش کی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔

۱۔ جامع السعادات ج ۳ ص ۲۰۲۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو بتایا کہ اب بارش تمہاری مرضی سے برسا کرے گی۔

چنانچہ اس سال بنی اسرائیل نے بہت بڑے رقبے پر فصل کاشت کی، جب انہیں ضرورت ہوتی بارش برستی اور جب ضرورت نہ ہوتی تو بارش نہ برستی۔

اس سال ان کی کھیتیاں لہلہانے لگیں اور کھیتوں میں خوب ہریالی پیدا ہوئی جب ان کی فصل پک کر تیار ہوگئی اور انہوں نے فصل کاٹی اور گہائی کا وقت آیا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ خوشوں میں دانے نہیں تھے۔

بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے اور کہا: "ہم نے بارش کا نظام الاوقات اپنی مرضی سے مقرر کرایا، ہم چاہتے تھے کہ ہمیں فائدہ ہو لیکن اس کا نتیجہ صحیح نہیں نکلا ہمیں فائدہ کی جائے نقصان ہوا۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے مناجات کے دوران عرض کی کہ خدایا میری قوم کو شکوہ ہے کہ اس مرتبہ فصلوں میں انہیں سخت نقصان اٹھانا پڑا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا "یا موسی انا کنت المقدر لبنی اسرائیل فلم یرضوا بتقدیری فاجبتهم الی ارادتهم فکان ما رایت"

(موسیٰ میں جیسے چاہتا تھا بنی اسرائیل کے لئے فیصلہ کیا کرتا تھا لیکن وہ میری تقسیم اور تقدیر پر راضی نہیں ہوئے، میں نے ان کی خواہش پوری کردی تو اس کا نتیجہ وہی نکلا جو تم نے دیکھا۔)"(۱)

۱۔ بحار الانوار ج ۱۳ ص ۳۴ نقل از کافی۔

سر بھی تسلیم محبت سے ہلایا نہ گیا

اشعث بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن اپنے چچا حضرت صعصعہ بن صوحان کے پاس اپنے حالات کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے سرزنش کی اور کہا: "بھتیجے! جب تم کسی تکلیف کی کسی کے پاس شکایت کروگے تو وہ دو حال سے خالی نہ ہوگی:

(۱) جس سے شکایت کروگے وہ تمہارا دوست ہوگا تو وہ تمہاری تکلیف سن کر افسردہ اور پریشان ہو جائے گا۔

(۲) یا جس سے شکایت کروگے وہ تمہارا دشمن ہوگا اور وہ تمہاری تکلیف سن کر الٹا خوش ہوگا۔

مخلوق کے سامنے اپنی تکلیف کی شکایت مت کرو کیونکہ وہ تمہاری تکلیف دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، اپنی مصیبت اور درد کی شکایت کرنی ہے تو اس کے سامنے کرو جس نے تمہیں اس میں مبتلا کیا ہے اور جو تمہاری تکلیف دور کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہے۔

پیارے بھتیجے! میری ایک آنکھ چالیس سال سے ناکارہ ہے مجھے اس سے کچھ دکھائی نہیں دیتا لیکن میں نے اس کے متعلق آج تک کسی کو خبر نہیں دی حتی کہ میری بیوی کو بھی اس کا علم نہیں ہے۔"(۱)

۲۔ الکنی والالقاب ج۲ ص ۱۳۔

حقیقت توکل

توکل کا یہ مقصد ہے کہ خنجر تیز رکھ اپنا
نتیجہ اس کی تیزی کا مقدر کے حوالے کر

اسلام نے روحانی ارتقاء کے لئے اخلاقیات پر بہت زیادہ زور دیا ہے تاکہ انسان اعلیٰ اخلاق کے مراحل طے کر کے معاشرے میں اہم مقام حاصل کرے۔ لیکن آج کا مادیت پرست مغرب زدہ شخص اخلاقیات کی قدر و قیمت سے واقف نہیں ہے۔ اسی لئے وہ کبھی اخلاقی اقدار کو اساطیر الاولین سے تعبیر کرتا ہے اور کبھی اسے کمزوروں کا ہتھیار قرار دیتا ہے اور جہاں اور بہت سی اخلاقی اقدار کا آج کل مذاق اڑایا جاتا ہے ان میں توکل سرفہرست ہے۔

مغرب زدہ طبقہ اس کی غلط تعبیر و تشریح کر کے لوگوں کی نظر میں سے بدنما قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ توکل کا یہ مقصد ہے کہ انسان دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے اور رزق کا انتظار کرنے لگ جائے۔ یا زراعت کے بغیر گندم کے کھلیان کی امید کی جائے اور ہتھیاروں کے بغیر جنگ جیتنے کی توقع کی جائے۔

ہم علی وجہ البصیرت کہہ سکتے ہیں کہ یہ تعبیر و تشریح بالکل غلط ہے، اسلام اس طرح کی تعلیم ہرگز نہیں دیتا، اسلام ہمیشہ حقائق کی تعلیم دیتا ہے، توکل قطع اسباب کا نام نہیں ہے، اسلام یہ چاہتا ہے کہ اسباب مہیا کئے جائیں اور نتیجے کے لئے اللہ پر بھروسہ کیا جائے۔

ہم ایک مثال کے ذریعے سے حقیقت توکل کو واضح کرنا چاہتے ہیں:

جنگ کے میدان میں ایک سپاہی ایسا موجود ہے جو ضعیف الاعتقاد ہے، اگرچہ اس کے پاس اسلحہ موجود ہے لیکن پھر بھی وہ ہر وقت خوف زدہ ہے

اور جب اس کا مقابلہ اپنے سے کئی گنا زیادہ طاقتور حریف سے ہو تو وہ فوراً شکست کھا جائے گا لیکن اس کے برعکس وہ سپاہی جو خدا پر توکل رکھتا ہو اور اس کی عنایات پر اس کی نظر ہو تو وہ اپنے سے کئی گنا زیادہ طاقتور دشمن سے ہرگز مغلوب نہیں ہوگا کیونکہ اسے یقین حاصل ہوگا کہ بذات خود وہ کمزور ہے لیکن ایک عظیم قوت اس کی مدد کے لئے موجود ہے اور اس کا مددگار وہ ہے جو علیٰ کل شیء قدیر ہے۔ تو ایسا شخص کبھی خوف زدہ نہیں ہوگا اور اسی جذبہ توکل کی بدولت تین سو تیرہ افراد اپنے سے تین گنا بڑی قوت سے ٹکرا گئے تھے اور مٹھی بھر مجاہدین نے ایران و روم کی حکومتوں کو تہ وبالا کر کے رکھ دیا تھا۔

ان مجاہدین کی کامیابی کا راز یہی تھا کہ وہ دل کی گہرائیوں سے یقین رکھتے تھے کہ ان کی پشت پر حی و قیوم خدا کی قدرت موجود ہے۔

اسلام نے ترک اسباب کی تعلیم نہیں دی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ فوج کو ہتھیاروں سے لیس کیا اور انہیں فوجی تربیت دلائی۔

ایک دفعہ جب ایک عرب آپؐ کی خدمت میں آیا تو آپؐ نے فرمایا:

"تم نے اونٹ کو کہاں چھوڑا؟"

عرب نے جواب دیا: "میں نے مسجد کے باہر اسے اللہ پر توکل کرتے ہوئے چھوڑ دیا۔"

آپؐ نے فرمایا: "نہیں یہ طریقہ غلط ہے "اعقلها وتوكل" (جاؤ اس کا زانو باندھو اور توکل کرو۔)"

قرآن مجید نے ہمیشہ اسباب مہیا کرنے پر زور دیا ہے، مثلاً قرآن مجید نے مجاہدین کو یہ درس دیا کہ جب عین جنگ میں وقت نماز آجائے تو "فلیا

خذوا حذرهم و اسلحتهم" (سورۃ نساء آیت ۱۰۲)

(وہ اپنے ہتھیار اور بچاؤ کا سامان لے کر نماز پڑھیں۔)"

علاوہ ازیں قرآن نے یہ حکم دیا ہے "و اعدوا لهم ما استطعتم...."

(دشمنوں کے مقابلے میں اپنی قوت آمادہ کرو اور گھوڑے تیار رکھو۔)"

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے حکم دیا "فاسر بعبادی لیلا" (سورۃ دخان آیت ۲۳)

(میرے بندوں کو لے کر رات کے وقت سفر کرو تاکہ دشمن تمہیں دیکھنے نہ پائے۔)"

اگر توکل کا مفہوم ترک اسباب ہوتا تو حالت نماز میں اسلام ہتھیار پکڑنے کا حکم کیوں دیتا اور موسیٰ علیہ السلام کو رات کے وقت ہجرت کا حکم کیوں ملتا؟

ہاں اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ دشمن کے مقابلے کے لئے قوت آمادہ رکھو لیکن نتیجہ خدا کے سپرد کر دیا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ مفسر اسلام امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"اوجب الله لعباده ان يطلبو منه مقاصد هم بالاسباب التى سببها لذلك و امرهم بذلك.

(اللہ تعالیٰ نے بندوں پر فرض کیا ہے کہ وہ اپنی ضرورتوں کو ان اسباب کے ذریعے سے حاصل کریں جو اللہ نے مقرر کئے ہیں اور حکم دیا ہے کہ وہ ان وسائل سے استفادہ کریں۔)"

چند روایات

قال رسول اللہؐ قال الله عزوجل ان من عبادی المؤمنین عبادا لا یصلح لهم امر دینهم الا بالغنیٰ والسعة والصحة فی البدن فابلوهم بالغنیٰ والسعة وصحة البدن فیصلح لهم امر دینهم وان من عبادی المؤمنین لعبادالا یصلح لهم امر دینهم الا بالفاقه والمسکنة والسقم فی ابدانهم فابلوهم بالفاقة والمسکنة والسقم لیصلح علیهم امر دینهم وانا اعلم بما یصلح علیه امر دین عبادی المؤمنین.

"اصول کافی ج ۲ ص ۶۰"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میرے مؤمن بندوں میں ایسے بندے ہیں جن کا دین ثروت اور وسعت رزق اور جسمانی صحت سے قائم رہتا ہے تو میں انہیں ثروت و وسعت رزق اور جسمانی صحت دے کر آزماتا ہوں اور میرے کچھ ایسے بندے بھی ہیں جن کا دین فقر و فاقہ اور جسمانی بیماری سے قائم رہ سکتا ہے تو میں انہیں غربت و افلاس اور بیماری سے آزماتا ہوں تاکہ ان کا دین قائم رہے اور میں خوبی جانتا ہوں کہ مؤمن بندوں کا دین کس چیز سے قائم رہ سکتا ہے۔"

عن ابی عبداللہؑ قال اوحی الله عزوجل الی داؤدؑ ما اعتصم بی عبد من عبادی دون احد من خلقی عرفت ذلك من نیته ثم تکیده السماوات والارض ومن فیهن الاجعلت له المخرج من بینهن وما اعتصم عبد من عبادی باحد من خلقی عرفت ذلك من نیته الاقطعت اسباب السماوات

والارض من یدیه واسخت الارض من تحته ولم ابال بای واد هلك.

"اصول کافی ج ۲ ص ۶۳"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ جب بھی کوئی بندہ مجھ سے تمسک کرتا ہے اور میرے علاوہ باقی لوگوں سے قطع تعلق کرتا ہے اور میں جب اس کی نیت کے اخلاص کا مشاہدہ کرلیتا ہوں تو پھر چاہے ساتوں آسمان اور زمینیں اس کو جال میں پھنسانا چاہیں تو بھی میں اس کے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہوں اور جب کوئی بندہ مجھے چھوڑ کر مخلوق سے اپنی امیدیں وابستہ کرتا ہے اور میں اس کی نیت کا مشاہدہ کر لیتا ہوں تو میں اس کے سامنے سے زمین و آسمان کے تمام اسباب قطع کر دیتا ہوں اور اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھینچ لیتا ہوں اور اس کے متعلق کوئی پرواہ نہیں کرتا کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہو۔"

عن ابی عبدالله قال ایما عبدا قبل قبل مایحب الله عزوجل اقبل الله قبل ما مایحب ومن اعتصم بالله عصمه الله ومن اقبل الله قبله وعصمه لم یبال لوسقطت السماء علی الارض اوکانت نازلة نزلت علی اهل الارض فتملتهم بلیة کان فی حزب الله بالتقویٰ من کل بلیة الیس الله یقول ان المتقین فی مقام امین.

"اصول کافی ج ۲ ص ۶۵"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "جو بندہ اس امر کی طرف توجہ کرے جسے خدا پسند کرتا ہے تو خدا بھی اس کے لئے اس امر کی طرف متوجہ ہوگا جسے وہ پسند کرتا ہوگا۔ جس نے خدا سے تمسک کیا اور توکل سے کام لیا، اللہ تعالیٰ اس کی نگہبانی کرے گا اور اسے کوئی پرواہ نہ ہوگی چاہے آسمان زمین پر گرے یا

اہل زمین پر مصیبت نازل ہو جو تمام لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے۔ تو اس عالم میں بھی وہ خدا کے گروہ میں ہر بلا سے محفوظ رہے گا۔ کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں کہا کہ پرہیزگار امن کے مقام میں ہوں گے۔"

عن ابی عبداللهؑ قال من اعطی ثلاثا لم یمنع ثلاثا. من اعطی الدعاء اعطی الاجابة ومن اعطی الشکر اعطی الزیادة ومن اعطی التوکل اعطی الکفایة ثم قال اتلوت کتاب الله عزوجل ادعونی استجب لکم وقال لئن شکرتم لازیدنکم وقال من یتوکل علی الله فهو حسبه.

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "جسے تین چیزیں نصیب ہوئیں وہ تین چیزوں سے محروم نہیں رہے گا:

۱۔ جسے دعا نصیب ہوئی وہ قبولیت سے محروم نہ رہے گا۔

۲۔ جسے شکر ملا وہ اضافہ سے محروم نہ رہے گا۔

۳۔ جسے توکل ملا وہ کفایت سے محروم نہ رہے گا۔"

کیا تو نے قرآن مجید نہیں پڑھا؟ اللہ فرماتا ہے: "تم مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا۔"

اس کے علاوہ اللہ فرماتا ہے: "اگر تم نے شکر کیا تو میں تمہاری نعمتوں میں اضافہ کروں گا۔"

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے "جو اللہ پر بھروسہ کرے گا تو وہ اس کے لیے کافی ہے۔"

عن علی ابن الحسینؑ قال الصبر والرضا عن الله راس طاعة الله ومن صبرو رضی عن الله فیما قضیٰ علیه فیما احب او کره لم یقض الله

عزوجل له فیما احب او کره الا ما هو خیر له.

عن ابی عبداللهؑ ان فیما اوحی الله تعالیٰ الی موسی بن عمرانؑ یا موسی بن عمران ماخلقت خلقا احب الی من عبدی المؤمن فانی انما ابتلیه لما هو خیرله واعافیه لم هو خیر له و ازذی عنه لما هو خیر له انا اعلم بما یصلح علیه عبدی فلیصبر علی بلائی ویشکر نعمائی ویرض بقضائی اکتبه فی الصدیقین عندی اذا عمل برضائی واطاع امری.

"اصول کافی ج ۲ ص ۶۱،۶۲"

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: "اللہ کی تقدیر پر صبر و رضا اللہ کی بہت بڑی اطاعت ہے۔ جو اللہ کی قضا پر خواہ اسے پسند ہو یا ناپسند صابر و راضی رہا تو اللہ بھی اس کے پسند و ناپسند کے لئے وہی فیصلہ کرے گا جو اس کے لئے بہتر ہو گا۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی تھی اس میں یہ وحی بھی شامل تھی: "اے موسیٰ بن عمران! مجھے اپنی مخلوق میں سے مؤمن بندہ سب سے زیادہ محبوب ہے، میں اگر اس کی آزمائش کرتا ہوں تو اس میں اس کی بھلائی ہوتی ہے اور اگر اسے سلامتی دیتا ہوں تو بھی اس کی اس میں بھلائی ہی ہوتی ہے، اگر میں اس سے کسی چیز کو دور رکھتا ہوں تو بھی اس کی بھلائی اسی میں ہوتی ہے، میں خود بہتر جانتا ہوں کہ میرے بندے کی بھلائی کس چیز میں ہے، مؤمن کو چاہئے کہ وہ میری آزمائش پر صبر کرے اور میری نعمتوں کا شکر ادا کرے اور میری قضا پر راضی رہے، میں اس کا نام اپنے پاس صدیقین میں لکھوں گا جب وہ میری رضا پر عمل کرے گا

اور میرے امر کی اطاعت کرے گا۔"

عن ابی جعفرؑ قال: احق خلق اللّٰہ ان یسلم لما قضی اللّٰہ عزوجل من عرف اللّٰہ عزوجل ومن رضی بالقضاء اتی علیه القضاء وعظم اللّٰہ اجره ومن سخط القضاء مضٰی علیه القضاء واحبط اللّٰہ اجره.

قال علی بن الحسینؑ الزهد عشرة اجزاء اعلٰی درجة الزهد ادنٰی درجة الورع و اعلٰی درجة الورع ادنٰی درجة الیقین و اعلٰی درجة الیقین ادنٰی درجة الرضا.

"اصول کافی ج۱ص ۶۲"

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "اللہ کی قضا کو تسلیم کرنے کا سب سے زیادہ حقدار وہ ہے جو اللہ کی معرفت رکھتا ہو اور جو قضائے خداوندی پر راضی رہے گا تو قضا اس پر وارد ہوگی اور رضا کی وجہ سے اللہ اس کے اجر میں اضافہ کردے گا اور جو قضائے الٰہی پر ناراض ہوگا تو قضا تو جاری ہو کر رہے گی مگر اللہ اس کا اجر ضائع کردے گا۔

امام علی زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: "زہد کے دس اجزاء ہیں: زہد کا اعلیٰ ترین درجہ "ورع" کا پست ترین درجہ ہے اور "ورع" کا اعلیٰ ترین درجہ یقین کا پست ترین درجہ ہے اور یقین کا اعلیٰ ترین درجہ رضا کا پست ترین درجہ ہے۔"

باب ہفتم

اخلاص عمل

انا انزلنا الیک الکتاب بالحق فاعبداللّٰہ مخلصا له الدین.

الاللّٰہ الدین الخالص. (سورۂ زمر آیت ۲)

"اے رسول! بے شک ہم نے کتاب کو حق کے ساتھ آپ پر نازل کیا، تم عبادت کو اس کے لئے کھرا کر کے خدا کی بندگی کیا کرو، آگاہ رہو کہ عبادت تو خالص اللہ کے لئے ہے۔"

اخلاصِ تالیف کی قدر و قیمت

محقق خاتون آبادی اپنی کتاب "حدائق المقربین" میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ چند بزرگ علمائے شیعہ جن میں حمدانی قزوینی، عبدالجبار بن عبداللہ مقری اور حسن بن بابویہ مشہور بہ حسکا بغداد میں جمع ہوئے اور شیخ طوسی کی کتاب نہایہ کی ترتیب ابواب و فصول کے متعلق بحث کی اور سب نے اتفاق رائے سے کہا کہ اس کتاب کی ترتیب غلط ہے۔

پھر تمام بزرگ علماء امیرالمؤمنین علیہ السلام کی زیارت سے مشرف

ہونے کے لئے نجف اشرف روانہ ہوئے، یہ اس دور کی بات ہے جب شیخ طوسی زندہ تھے۔

ان تمام بزرگوں نے تین دن روزے رکھے اور تیسری رات غسل کر کے حرم امیر المؤمنین علیہ السلام میں داخل ہوئے اور امیر المؤمنین علیہ السلام سے درخواست کی کہ وہ کتاب نہایہ کے متعلق ان کی راہ نمائی فرمائیں۔

اس رات تینوں بزرگوں کو علیحدہ علیحدہ خواب میں امیر المؤمنین علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی اور آپؑ نے فرمایا: "فقہ اہلبیت علیہم السلام کی ایسی کتاب جو بااعتماد ہو اور جو رجوع کے لائق ہو، وہ وہی کتاب نہایہ ہے جس سے تمہیں اختلاف ہے اور اس سے بہتر کتاب ابھی تک تالیف نہیں ہوئی اور اس کتاب کی قدر و قیمت کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ کتاب کے مصنف نے رضائے الٰہی کے جذبے سے اسے اخلاص کے ساتھ تصنیف کیا ہے، کتاب کے موضوعات کے متعلق کسی قسم کا شک نہ کرو اور اس کے مطابق فتویٰ دو، یہ کتاب جس ترتیب و تفصیل سے لکھی گئی ہے وہ تمہیں دوسری کتابوں سے بے نیاز کرنے والی ہے۔"

جیسے ہی علماء نے یہ خواب دیکھا تو ایک دوسرے سے کہا کہ ہم نے شیخ کی کتاب نہایہ کے متعلق خواب دیکھا ہے، پھر علماء نے کہا کہ ہمیں علیحدہ بیٹھ کر اپنا خواب لکھنا چاہئے، پھر ہم تینوں تحریریں دیکھ کر کوئی فیصلہ کر سکیں گے۔

تینوں بزرگوں نے علیحدہ علیحدہ بیٹھ کر اپنا خواب تحریر کیا، جب تینوں تحریروں کو جمع کیا گیا تو سب تحریریں ایک جیسی تھیں، ان میں رائی برابر

اختلاف نہیں تھا۔

اس کے بعد تینوں مذکورہ علماء شیخ طوسی کو مبارک باد دینے کے لئے گئے تو جیسے ہی شیخ کی نظر ان پر پڑی تو ان کے کہنے سے پہلے ہی انہوں نے کہا: "میں نے جو کچھ نہایہ کے متعلق کہا تھا تم نے اس پر اعتماد نہیں کیا یہاں تک کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے تمہیں اس کے متعلق بتایا۔"

یہی وجہ ہے کہ شیخ طوسی کی وفات کے بعد علمائے شیعہ مدت مدید تک نہایہ کے مطابق فتویٰ دیتے رہے۔

بعض علماء کا قول ہے کہ شیخ طوسی کے بعد اسی سال تک ملت شیعہ میں کوئی مجتہد پیدا نہیں ہوا۔ اس عرصے میں علمائے شیعہ نہایہ پر ہی عمل کرتے رہے۔(۱)

علیؑ سے اخلاصِ عمل سیکھو

عمرو بن عبدود عرب کا جری اور مشہور پہلوان تھا۔ وہ اکیلا ایک ہزار افراد سے جنگ کرتا تھا۔ جنگ خندق میں یہ پہلوان بھی مشرکین کے لشکر میں شامل تھا۔ جب ابوسفیان ہزاروں کا لشکر لے کر مدینہ کو تاراج کرنے آیا تو یہ دیکھ کر متحیر ہوگیا کہ پورے مدینے کے اردگرد خندق کھدی ہوئی تھی۔ اس نے کہا: "عرب اس طرح کی لڑائی کبھی نہیں لڑتے تھے، یہ انداز ایران کا ہے معلوم ہوتا ہے کہ کسی ایرانی نے محمدؐ کو ایسا کرنے کا مشورہ دیا ہے۔"

لشکر کفار نے خندق کے گرد خیمے نصب کر دیئے، عمرو بن عبدود

۱۔ روضات الجنات ص۶۰۹۔

خندق کا جائزہ لینے لگا۔

ایک مقام سے اسے خندق کچھ تنگ نظر آئی تو اس نے گھوڑے کو جولان دی اور خندق کے پار آگیا اور اس خیمے کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا جہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔

اس نے آتے ہی مبارز طلبی کی لیکن اس کے رعب کی وجہ سے کوئی بھی اس کے سامنے جانے کے لئے آمادہ نہ ہوا۔

آخرکار حضرت علیؑ نے کھڑے ہو کر کہا: "یارسول اللہؐ! اس کے مقابلے میں میں جاؤں گا۔"

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہ عمرو بن عبدود ہے۔"

حضرت علیؑ نے کہا: "مولا! یہ عمرو بن عبدود ہے تو میں بھی علیؑ بن ابی طالب ہوں۔"

بہرنوع حضرت علیؑ رسول خداؐ کی دعائیں لے کر عمرو بن عبدود کے مقابلے میں چلے تو رسول خداؐ نے فرمایا "برز الاسلام کلہ الی الکفر کلہ (سارے کا سارا اسلام سارے کے سارے کفر کی طرف جارہا ہے۔)"

حضرت علیؑ نے جاتے ہی اس سے کہا: "میں نے سنا ہے کہ تو کہتا ہے کہ جو شخص میرے سامنے تین چیزیں رکھے گا تو میں ایک بات ضرور قبول کروں گا۔"

عمرو بن عبدود نے کہا: "ہاں! یہ درست ہے۔"

حضرت علیؑ نے فرمایا: "میری پہلی بات یہ ہے کہ اسلام قبول کرلے

اور ابدی نجات حاصل کرلے۔"

عمرو نے کہا: "یہ ناممکن ہے۔"

تو حضرت علیؑ نے فرمایا: "پھر میدان چھوڑ کر واپس چلا جا۔"

عمرو نے کہا: "یہ بھی ناممکن ہے اگر آج میں میدان چھوڑ کر واپس چلا گیا تو عرب کی عورتیں مجھے طعنے دیں گی۔"

حضرت علیؑ نے فرمایا: "تو سوار ہے اور میں پیادہ ہوں، گھوڑے سے اتر آ اور مجھ سے جنگ کر۔"

عمرو نے کہا: "یہ بات مبنی بر انصاف ہے" گھوڑے سے اترا اور حضرت علی علیہ السلام پر وار کیا، حضرت علیؑ نے اس کے تمام وار رد کئے۔

پھر حضرت علیؑ نے اس پر حملہ کیا، عمرو بن عبدود پشت کے بل گرا۔

حضرت علیؑ اس کے سینے پر سوار ہوئے، تمام صحابہ یہ منظر دیکھ رہے تھے، پھر اچانک لوگوں نے یہ منظر بھی دیکھا کہ علیؑ اس کے سینے سے اتر گئے اور ٹہلنے لگے۔

صحابہ کرامؓ نے عرض کی: "یارسول اللہؐ! علیؑ سے کہیں اسے جلدی قتل کرے۔"

حضور اکرمؐ نے فرمایا: "اسے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے، علیؑ اپنے کام کو بخوبی جانتا ہے۔" کچھ دیر بعد حضرت علیؑ نے اسے دوبارہ پچھاڑا اور قتل کردیا۔

رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا: "ضربة علی یوم الخندق افضل من عبادة الثقلین (خندق کے روز علیؑ کا وار جن وانس کی عبادت سے افضل ہے۔)"

جب حضرت علیؑ عمرو بن عبدود کا سر لے کر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے تو آپؐ نے علیؑ سے پوچھا: "یاعلیؑ! تم نے دشمن کو زیر کر کے کیوں چھوڑ دیا تھا؟"

حضرت علیؑ نے عرض کی۔ "مولا! جب میں نے اسے زیر کیا تو اس نے میرے ساتھ بے ادبی کی، اس نے میرے چہرے پر تھوکا تھا جس کی وجہ سے مجھے غصہ آگیا میں نے دل میں سوچا اگر اس حالت میں اسے میں نے قتل کیا تو رضائے الٰہی میں میرا غصہ بھی شامل ہوگا اور مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ کل قیامت کے دن اگر اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا کہ تو نے فلاں کافر کو جب قتل کیا تھا تو اس میں تمہارا اپنا غصہ بھی شامل تھا۔ اسی لئے میں نے اسے چھوڑ دیا، جب میرا غصہ ٹھنڈا ہوگیا تو میں نے اسے پھر زیر کیا اور قتل کیا۔"

عارف رومی نے اس واقعے کو یوں قلم بند کیا ہے:

از علیؑ آموز اخلاص عمل
شیر حق را دان منره ار دغل
در غزایو پهلوانی دست یافت
زود شمشیری برآورد و شتافت
اوخیو انداخت برروی علیؑ
افتخار هر نبی و هر ولی
در رمان انداخت شمشیر آن علیؑ
کرد او امدر غزایش کاهلی
گفت برمن تیغ تیر افراشتی
از چه افکندی مرا بگراشتی

گفت امیرالمؤمنین باآن جوان
که بهنگام نبرد ای پهلوان
چون خیو انداختی بر روی من
نفس جنبید و تبه شد خوی من
نیم بهر حق شد و نیمی هوا
شرك اندر کار حق نبود روا

(۱)

عمل خالص کی تاثیر

ایک عابد نے دیکھا کہ بنی اسرائیل کے چند افراد ایک درخت کی پوجا کرتے ہیں۔ اسے یہ دیکھ کر بے حد دکھ ہوا۔ اس نے گھر سے کلہاڑا اٹھایا اور درخت کاٹنے کے لئے چل پڑا۔

ابھی وہ راستے ہی میں تھا کہ شیطان انسانی صورت میں اس کے سامنے نمودار ہوا اور اس سے کہا۔ "بندۂ خدا تو یہ فضول کام کیوں کرنا چاہتا ہے اس کام سے تجھے کیا فائدہ حاصل ہوگا؟ خواہ مخواہ تو نے اپنی عبادت کو چھوڑا اور بے فائدہ کام کے لئے چل پڑا، تو نے اپنا وقت ضائع کیا ہے اس وقت میں تو اچھا خاصا ذکر الٰہی کر سکتا تھا۔"

عابد کو اس کی باتوں پر غصہ آیا آخرکار دونوں گتھم گتھا ہوگئے۔ چند ثانیوں میں شیطان مغلوب ہوگیا اور عابد اس کے سینے [illegible] گیا۔

۱۔ انوار نعمانیہ، عین الحیاۃ، مثنوی مولوی۔

شیطان نے جب اپنے آپ کو مغلوب پایا تو اس نے عابد سے کہا: "ہم تم آپس میں مصالحت کر سکتے ہیں، تم اس درخت کو ہاتھ نہ لگاؤ میں وعدہ کرتا ہوں کہ روزانہ دو دینار تمہیں دوں گا اور وہ دینار روزانہ تمہارے سرہانے کے نیچے موجود ہوں گے، ان دیناروں سے تم اپنی حاجات پوری کرنا اور غریب لوگوں کی مدد بھی کرنا۔"

عابد راضی ہو گیا اور درخت کاٹے بغیر واپس آگیا۔ دو دن تک عابد کے سرہانے تلے دینار پائے گئے لیکن تیسرے دن اسے سرہانے کی نیچے کچھ بھی نظر نہ آیا، اب کی بار عابد کو پھر غصہ آیا اور کلہاڑا اٹھا کر درخت کاٹنے کے لئے چل پڑا۔ راستے میں پھر شیطان انسانی صورت میں اسے کھڑا نظر آیا۔

شیطان نے ڈانٹ کر کہا: "کہاں جارہا ہے؟"

عابد نے کہا: "درخت کاٹنے جارہا ہوں۔"

شیطان نے کہا: "میں تجھے ایسا ہرگز نہیں کرنے دوں گا۔"

بالآخر وہ دونوں ایک بار پھر گتھم گتھا ہو گئے اور دونوں میں لپاڈگی ہونے لگی۔ چند ثانیوں میں شیطان نے عابد کو مغلوب کر لیا اور اس کے سینے پر چڑھ گیا اور کہا: "اگر تو نے درخت کاٹنے کا دوبارہ نام لیا تو میں تجھے قتل کر دوں گا۔"

عابد نے کہا: "میں وعدہ کرتا ہوں کہ درخت کو ہاتھ تک نہیں لگاؤں گا، بس تم مجھے چھوڑ دو اور یہ بھی بتاؤ کہ پہلی مرتبہ تو مغلوب ہو گیا تھا اور اس مرتبہ تو مجھ پر کیسے غالب آیا؟"

شیطان نے کہا: "پچھلی مرتبہ تو رضائے الٰہی کی غرض سے درخت کاٹنے جارہا تھا، اسی لئے میں ہار گیا کیونکہ ہم ان پر کبھی غلبہ نہیں پاسکتے جو اللہ

کے لئے خالص عمل کرتے ہیں۔ اور اس مرتبہ تو محبت توحید کے جذبے سے نہیں آیا تھا، تجھے رقم کے نہ ملنے کا افسوس تھا، اسی وجہ سے تو نے کلہاڑا اٹھایا تھا اسی لئے اس مرتبہ تو مغلوب ہو گیا اور میں غالب ہو گیا۔"(۱)

عمل خالص کا نتیجہ

جابر جعفی نے یہ داستان حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بہت عرصہ قبل تین دوستوں نے ایک ساتھ سفر کیا اور راستہ چلتے ہوئے بارش آگئی، بارش سے بچنے کے لئے وہ ایک غار میں جا گھسے۔

آندھی چلتی رہی، بارش اور اولے برستے رہے اور تینوں سہمے ہوئے اس منظر کو دیکھتے رہے وہ دعائیں مانگ رہے تھے کہ الٰہی! اس طوفان سے نجات دلا۔ اتنے میں پہاڑ کی چوٹی سے ایک بڑا سا پتھر گرا اور غار کا منہ بند ہو گیا، اب تو وہ سخت گھبرائے، پتھر ہٹانے کے لئے تینوں نے مل کر زور لگایا مگر وہ پتھر اتنا بھاری تھا کہ اپنی جگہ سے ذرا نہ سرکا۔

غار سے باہر نکلنے کا اور کوئی راستہ نہ تھا، تینوں مسافر مایوس ہو کر بیٹھ گئے اور موت کا انتظار کرنے لگے۔

ان میں سے ایک نے کہا: "دوستو! آؤ اپنے اپنے اچھے کاموں کو یاد کر کے خدا سے دعا مانگیں، شاید اللہ تعالیٰ ہمیں اس مصیبت سے بچالے۔"

ایک مسافر نے کہا: "اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں اپنے بچوں کو حلال

۱۔ مستطرف ج ۲ ص ۱۵۴۔

روزی کھلانے کے لئے دن رات محنت کرتا ہوں، میں نے حرام کا لقمہ نہ کبھی خود کھایا اور نہ کبھی بچوں کو کھلایا ہے۔ خدایا! اگر میرا یہ کام تجھے پسند ہے تو اس پتھر کو ہٹا کر ہمیں موت کے منہ سے نکال۔"

پتھر ذرا سا سرکا اور باہر سے روشنی کی ایک ہلکی سی لکیر آنے لگی۔

دوسرا مسافر بولا: "اے خدا! تو جانتا ہے کہ میں نے ہمیشہ غریبوں اور محتاجوں کی مدد کی ہے اور کسی سائل کو اپنے دروازے سے کبھی خالی ہاتھ نہیں پھیرا، اگر میرا یہ کام تجھے پسند ہے تو ہمیں ہلاکت سے نجات بخش۔"

پتھر اور ذرا سرک گیا مگر ابھی اتنی جگہ خالی نہ ہوئی تھی کہ اس میں سے آدمی باہر نکل سکے۔

تیسرے مسافر نے کہا: "الٰہی! تو جانتا ہے کہ میں سارا دن اپنی بکریاں چراتا ہوں، شام کو گھر آتا ہوں اور بکریوں کا دودھ دوہتا ہوں اور وہ دودھ سب سے پہلے اپنے بوڑھے ماں باپ کو پلاتا ہوں، اس کے بعد اپنی بیوی بچوں کو دیتا ہوں، میرے ماں باپ مجھ سے خوش ہیں۔ اگر میرا یہ کام تجھے پسند ہے تو ہمیں اس مصیبت سے بچالے۔

جوں ہی دعا ختم ہوئی پتھر لڑھکا اور نیچے جا گرا اور غار کا منہ کھل گیا، اس وقت تک آندھی اور بارش کا طوفان ختم ہو چکا تھا۔ تینوں مسافروں نے خدا کا شکر ادا کیا اور غار سے باہر نکل کر اپنے راستے پر چل دیئے۔

پھر رسول خداؐ نے فرمایا: "من صدق اللّٰہ نجی. جو صدق و راستی کے در سے خدا کے پاس آیا اس نے نجات پائی۔(۱)

۱۔ محاسن برقی ص ۲۵۳

اجر بقدر خلوص

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں جہاد کی غرض سے گھر سے روانہ ہوا اور راستہ میں ایک شخص کو میں نے توبرے فروخت کرتے ہوئے دیکھا۔ دل میں سوچا کہ ایک توبرہ خرید کر لینا چاہئے، اس سے چند دن استفادہ بھی کروں گا اور جب فلاں مقام پر پہنچوں گا تو یہ توبرہ فروخت کردوں گا جس سے مجھے کچھ منافع بھی حاصل ہوگا۔

یہ سوچ کر میں نے توبرہ خرید لیا۔ رات ہوئی، میں سو گیا تو خواب میں دو فرشتوں کو آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا۔ ان میں سے ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا: "مجاہدین کے نام لکھو۔"

اس نے نام لکھنے شروع کئے، ایک فرشتے نے دوسرے فرشتے سے کہا "اس کے متعلق لکھو کہ یہ تجارت کے لئے آیا تھا اور میرے علاوہ ایک اور شخص کے لئے کہا کہ اس کے متعلق لکھو کہ وہ خود نمائی اور ریا کے تحت شریک ہوا تھا۔"

میں نے رو رو کر فرشتوں سے کہا: "میرے پاس سرمایہ نہیں ہے میں تجارت کے لئے نہیں خالص جہاد کے لئے گھر سے نکلا ہوں۔"

فرشتے نے کہا: "تو کیا تو نے حصول منفعت کی غرض سے توبرہ نہیں خریدا؟"

میں نے کہا: "خدا گواہ ہے میں تاجر نہیں ہوں میں جہاد کے لئے گھر سے چلا تھا، تجارت کے لئے نہیں چلا تھا۔" اور اس کے ساتھ میں نے زار و قطار رونا شروع کیا۔

یہ سن کر اس فرشتے نے دوسرے سے کہا: "اچھا تم یہ لکھو کہ یہ گھر سے جہاد کی نیت سے نکلا تھا، البتہ راستے میں اس نے تودہ کو تجارت کی غرض سے خریدا اس کے متعلق جو اللہ مناسب سمجھے خود ہی فیصلہ کرے گا۔"(۱)

اخلاص کی تاثیر ہمیشہ قائم رہتی ہے

محدث قمی نے سفینہ کی جلد اول میں شیخ شرف الدین بن مونس کی کتاب مختصر الاحیاء سے نقل کیا ہے کہ:

جب آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے تو زمین پر رہنے والے مختلف حیوانات ان کی زیارت اور سلام کے لئے حاضر ہوئے۔ آپؑ نے آنے والے جانوروں کو ان کی حیثیت کے مطابق دعا فرمائی۔

ہرنوں کا ایک دستہ آدم علیہ السلام کے سلام کے لئے ان کے پاس آیا، حضرت آدمؑ نے ان کی پشت پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور ان کے حق میں دعا فرمائی، جس کے نتیجے میں اللہ نے انہیں نافہ مشک عطا فرمایا۔

جب یہ ہرن مشک کے امین بن کر اپنی قوم میں گئے تو دوسرے ہرنوں نے کہا "آج ہمیں تم سے عجیب سی خوشبو محسوس ہو رہی ہے اور آج سے قبل یہ خوشبو تم میں نہیں ہوتی تھی، یہ خوشبو کہاں سے لائے ہو؟"

ہرنوں نے کہا "ہم صفی اللہ کی زیارت اور سلام کے لئے گئے تھے انہوں نے ہماری پشت پر دست شفقت پھیرا اور ہمارے حق میں دعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے ہمیں نافہ مشک کا حامل بنا دیا۔"

۱۔ نزہۃ المجالس ج۱ ص ۴۔

جب دوسرے ہرنوں نے سنا تو انہوں نے کہا: "تو ہم بھی آدم کے پاس نافہ مشک حاصل کرنے جاتے ہیں۔"

یہ کہہ کر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئے اور ان کو سلام کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کی پشت پر شفقت کا ہاتھ پھیرا اور ان کے لئے دعا فرمائی۔ مگر ان میں وہ خوشبو پیدا نہ ہوئی۔

انہوں نے واپس آکر ہرنوں کی پہلی ٹولی سے کہا: "ہم نے بھی آدم علیہ السلام کو سلام کیا، انہوں نے ہماری پشت پر دست شفقت پھیرا اور دعا بھی فرمائی، مگر ہمارے اندر وہ خوشبو پیدا نہیں ہوئی جو تمہارے اندر پیدا ہوئی ہے۔"

تو دوسرے ہرنوں نے جواب دیا: "ہماری اور تمہاری نیت میں فرق تھا، ہماری نیت سلام کی تھی لہٰذا اللہ نے ہمیں خوشبو سے نوازا اور تمہاری نیت خوشبو کی تھی اسی لئے تم محروم رہے۔"

حضرت بہلولؒ اور زبیدہ خاتون

ایک دن حضرت بہلول بچوں کی طرح تنکوں کے مکان بنا رہے تھے کہ ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ کا وہاں سے گزر ہوا تو پوچھا: "بھائی! آپ کیا کر رہے ہیں؟"

بہلول نے کہا: "جنت کے مکان بنا کر فروخت کر رہا ہوں۔"

زبیدہ نے کہا: "پھر ایک مکان مجھے بھی عنایت کریں۔"

بہلول نے تنکوں کا بنا ہوا ایک مکان زبیدہ کو دے دیا۔

زبیدہ نے اس کے بدلے میں اپنے گلے کا ہار اتار کر بہلول کے حوالے کیا اور تنکوں کا ننھا سا گھروندا اٹھا کر اپنے گھر میں لے آئی۔

ہارون الرشید گھر میں آیا تو تنکوں کا گھروندا دیکھ کر بیوی سے کہا: "یہ کیا ہے؟"

زبیدہ نے کہا: "یہ جنت کا گھر ہے جسے میں نے ہار کے بدلے میں بہلول سے خریدا ہے۔"

ہارون ہنسنے لگا اور کہا: "آج دیوانے نے تجھے بے وقوف بنایا ہے۔"

رات ہوئی، ہارون سویا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور اسے بہت سخت پیاس لگی ہوئی ہے، پانی کی تلاش میں وہ ادھر ادھر مارا مارا پھرنے لگا۔

اسی اثناء میں اسے ایک عظیم الشان محل نظر آیا وہ اس محل کی طرف چل پڑا، جب وہ محل کے قریب آیا تو اس پر "قصر زبیدہ" کے الفاظ تحریر تھے۔ خوش ہو کر اندر جانے لگا تو دربانوں نے اسے روک لیا، اسی اثناء میں اس کی آنکھ کھل گئی۔

دوسرے دن ہارون بہلول کے پاس گیا وہ تنکوں کے گھروندے بنا کر کھیل رہے تھے۔

ہارون نے کہا: "بہلول یہ کیا ہے؟"

بہلول نے کہا: "یہ جنت کے گھر بنا کر بیچ رہا ہوں۔"

ہارون نے کہا: "پھر ایک گھر مجھے بھی عطا کرو۔"

بہلول نے کہا: "اس کی قیمت پوری حکومت ہے۔"

ہارون نے کہا: "تم نے میری بیوی کو ایک ہار کے بدلے میں جنت کا محل دیا تھا اور مجھ سے اتنی بڑی قیمت مانگ رہے ہو؟"

بہلول نے کہا: "اس نے مجھ سے ان دیکھا سودا کیا تھا اور تم دیکھنے کے بعد سودا کر رہے ہو۔"(۱)

بہلولؒ اور ہارون الرشید

ہارون الرشید نے بغداد میں ایک نہایت ہی خوبصورت مسجد تعمیر کرائی، کئی سال تک مسجد تعمیر ہوتی رہی، برسا برس کی محنت کے بعد مسجد پایۂ تکمیل کو پہنچی۔

ایک دن ہارون اس مسجد میں نماز پڑھ کر نکل رہا تھا کہ دروازے پر بہلول نظر آئے۔

ہارون نے بہلول سے کہا: "بہلول! تم نے مسجد دیکھی، کیسی خوبصورت اور لاجواب مسجد ہے۔"

بہلول نے کہا: "مسجد بہت خوبصورت ہے، آپ مہربانی کر کے اس کے صدر دروازے پر میرا نام کندہ کرا دیں۔"

ہارون نے ناراض ہو کر کہا: "بھلا یہ بھی کوئی تک ہے کہ کروڑوں دینار میں خرچ کروں اور دروازے پر تیرا نام لکھا ہوا ہو؟"

بہلول نے ہنس کر کہا: "اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ تو نے یہ مسجد خدا کے لئے نہیں بلکہ نمود و نمائش کے لئے تعمیر کرائی ہے، اگر تو نے یہ مسجد

۱۔ آل محمد کا دیوانہ بہلول دانا۔

اللہ کے لئے بنائی ہوتی تو تیرے ذہن میں یہ بات کبھی نہ آتی۔"

بہلول کی یہ بات سن کر ہارون سخت شرمندہ ہوا۔(۱)

علامہ مجلسیؒ کو نجات کیسے ملی؟

کتاب دارالسلام میں خزائن نراقی سے یہ روایت نقل کی گئی کہ ایک عالم غالباً امیر محمد صالح خاتون آبادی علامہ مجلسیؒ کے داماد بیان کرتے ہیں کہ علامہ مجلسی کی وفات کو ایک سال گزرا تو ایک رات عالم خواب میں علامہ مرحوم کی زیارت نصیب ہوئی۔

میں نے ان سے شکوہ کیا کہ آپ کو جلد زیارت کرانی چاہئے تھی آپ نے اس قدر دیر کیوں کردی؟

انہوں نے فرمایا: "اب تک حساب میں مصروف تھا۔ اب حساب سے نجات ملی تو میں تمہارے پاس آگیا۔"

میں نے پوچھا: "اللہ نے آپ کا حساب کس طرح سے کیا؟"

علامہ مرحوم نے فرمایا: "جب میری روح وہاں پہنچی تو ندائے قدرت آئی کہ مجلسی! ہمارے پاس کیا لے کر آئے ہو؟"

میں نے عرض کی: "پروردگار! میں نے پوری زندگی تالیف و تصنیف قرآن و حدیث کی شرح لکھتے گزاری ہے۔"

خداوند عالم نے فرمایا: "سچ ہے تو نے بہت سی کتابیں تحریر کی ہیں لیکن تم کتابوں کا انتساب سلاطین کے نام سے کرتے تھے اور جب لوگ تمہاری

۱۔ آل محمد کا دیوانہ بہلول دانا۔

کتابوں کی تعریف کرتے تو تم خوش ہوتے تھے، تمہاری کتابوں کی اجرت تمہیں زندگی میں ہی مل گئی تھی۔"

میں نے پھر عرض کی: "پروردگار! میں نے زندگی کا طویل حصہ امامت جمعہ میں صرف کیا ہے۔"

خداوند عالم نے فرمایا: "سچ ہے تو جمعے کی امامت کیا کرتا تھا لیکن جب مقتدی زیادہ ہوتے تو تو خوش ہوتا تھا اور جب مقتدی کم ہوتے تھے تو تو اداس ہوتا تھا، ایسے عمل ہماری بارگاہ کے شایان شان نہیں ہیں۔"

پھر میں نے ایک ایک کر کے اپنی نیکیاں گنوائیں، مگر اللہ تعالیٰ نے میری کسی نیکی کو بھی قبول نہ کیا۔

آخرکار میں مایوس ہوگیا تو اس اثناء میں یہ آواز مجھے سنائی دی:

"مجلسی! ہماری بارگاہ میں تمہارا ایک عمل اخلاص پر مبنی ہے اور تمہارا وہ عمل ہماری بارگاہ میں مقبول ہے اور تمہارا وہ عمل یہ ہے کہ ایک دن تم بازار سے گزر رہے تھے اور تمہارے ہاتھ میں ناشپاتی تھی، ایک چھوٹا بچہ اپنی ماں کے ساتھ گزر رہا تھا، اس نے تمہارے ہاتھ میں ناشپاتی دیکھ کر ماں سے ناشپاتی کی ضد کی۔

بچے کی ماں نے کہا کہ بیٹا صبر کرو میرے پاس رقم نہیں ہے۔

یہ سن کر تمہارا دل پسیجا تھا اور تم نے بچے کو ناشپاتی دے دی تھی۔

ہم نے تمہارا وہ عمل قبول کیا اور اسی وجہ سے ہم نے تمہاری مغفرت فرمائی ہے۔"(۱)

۱۔ منتخب التواریخ ص ۱۷۷۔

چند روایات

عن ابی الحسن الرضاؑ ان امیرالمؤمنین صلوات اللّٰہ علیہ کان یقول طوبی لمن اخلص للّٰہ العبادۃ و الدعاء ولم یشغل قلبہ بما تری عیناہ ولم ینس ذکر اللّٰہ بما تسمع اذناہ ولم یحزن صدرہ بما اعطیٰ غیرہ.

"اصول کافی ج۲ ص۱۵"

امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے: "خوشا حال اس کا جو اللہ کے لئے عبادت اور دعا اخلاص کے ساتھ بجالائے اور جو کچھ اس کی آنکھیں دیکھیں اس کی وجہ سے اس کا دل حق سے منحرف نہ ہو اور جو کچھ اس کے کان سنیں اس کی وجہ سے اللہ کی یاد کو نہ بھلائے اور اپنے غیر کو ملنے والی نعمات دیکھ کر اس کے سینے میں کسی قسم کا دکھ پیدا نہ ہو۔"

عن ابی عبداللّٰہؑ فی قول اللّٰہ عزوجل. "لیبلوکم ایکم احسن عملا." قال لیس یعنی اکثر عملا ولکن اصوبکم عملا و انما الاصابۃ خشیۃ اللّٰہ والنیۃ الصادقۃ والحسنۃ ثم قال الا بقاء علی العمل حتی یخلص اشد من العمل والعمل الخالص: الذی لا ترید ان یحمدک علیہ احد الا اللّٰہ عزوحل والنیۃ افضل من العمل والا وان النیۃ ھی العمل ثم تلا قولہ عزوجل: "قل کل یعمل علی شاکلتہ." یعنی علی نیتہ.

"اصول کافی ج۲ ص۱۶"

امام جعفر صادق علیہ اسلام نے قرآنی آیت "ھوالذی خلق الموت والحیاۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا" (سورۃ ملک آیت ۲) (وہی خدا تو ہے جس نے

موت و حیات کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے بہتر عمل کس کا ہے۔) کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اللہ نے کثرت عمل کا مطالبہ نہیں کیا اس کی بجائے حسن عمل کا مطالبہ کیا ہے اور حسن عمل خوف خدا اور سچی نیت اور نیکی سے عبارت ہے۔"

پھر آپؑ نے فرمایا: "کسی عمل پر مداومت کرنا یہاں تک کہ وہ خالص ہو جائے، عمل سے زیادہ مشکل ہے اور عمل خالص کی تعریف یہ ہے کہ جس پر اللہ کے علاوہ کسی کے تعریف و ثناء کی امید نہ رکھی جائے اور نیت، عمل سے افضل ہے بلکہ نیت ہی عین عمل ہے۔"

پھر آپؑ نے بطور استشہاد یہ آیت پڑھی "قل کل یعمل علی شاکلتہ" (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۴) (کہہ دو کہ ہر شخص اپنی نیت کے مطابق عمل کرتا ہے۔) اس آیت میں لفظ "شاکلتہ" سے مراد نیت ہے۔"

عن ابی جعفرؑ قال ما اخلص العبد الایمان باللّٰہ عزوجل اربعین یوما اوقال ما احمل عبد ذکر اللّٰہ اربعین یوما الا زھدہ اللّٰہ عزوجل فی الدنیا و بصرہ دائھا و دوائھا فاثبت الحکمۃ فی قلبہ و انطق بھا لسانہ ثم قال ان الذین اتخذوا العجل سینا لھم غضب من ربھم و ذلۃ فی الحیاۃ الدنیا وکذلک نجزی المفترین فلا تریٰ صاحب بدعۃ الاذلیلا و مفتریاً علی اللّٰہ وعلی رسولہ وعلی اھل بیتہ صلوات اللّٰہ علیھم الاذلیلا.

"اصول کافی ج۲ ص۱۶"

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "جو شخص پورے چالیس روز اللہ پر ایمان خالص رکھے، یا آپ کے الفاظ یہ تھے: جو شخص چالیس روز تک اچھے طریقے

سے خدا کا ذکر کرے تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا سے بے اعتنائی کا جذبہ عطا کر دیتا ہے اور اسے دنیا کے درد اور اس کے دوا کے متعلق آگاہی عطا کرتا ہے اور اس کے دل میں حکمت کو جگہ دیتا ہے اور اس کی زبان پر حکمت جاری کرتا ہے۔"

پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: "ان الذین اتخذوا العجل ..... الخ (سورۃ اعراف آیت ۱۵۲) بے شک جن لوگوں نے گوسالہ کو معبود بنایا تو ان کے رب کی طرف سے ان پر غضب نازل ہوگا اور دنیاوی زندگی میں انہیں ذلت نصیب ہوگی اور ہم افتراء کرنے والوں کو اسی طرح سے بدلہ دیتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: "یہی وجہ ہے کہ تم بدعتی کو ہمیشہ ذلیل اور افترا پرداز دیکھو گے اور اللہ، رسول اور اہلبیت پر جو افترا پردازی کرے وہ ذلیل ہوتا ہے۔"

عن سفیان بن عیینه قال سألت ابا عبدالله عن قول الله عزوجل "الا من اتی الله بقلب سلیم" قال القلب السلیم الذی یلقی ربه ولیس فیه احد سوره قال وکل قلب فیه شرك اوشك فهو ساقط وانما اراد بالزهد فی الدنیا لتفرغ قلوبهم للآخرة.

"اصول کافی ج ۲ ص ۱۶"

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "الا من اتی اللہ بقلب سلیم" (سورۃ شعراء آیت ۸۹) وائے اس کے جو اللہ کے حضور "قلب سلیم" لے کر پیش ہو۔ کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: "قلب سلیم وہ صاف ستھرا دل ہے جو اللہ کے سامنے پیش ہو تو اس میں اللہ کے علاوہ اور کچھ نہ ہو اور ہر وہ دل جس میں شرک یا شک ہو وہ قابل قبول نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں زہد کا اسی لئے حکم دیا تاکہ انسان کا

دل دنیاوی آلائشوں سے پاک صاف ہو اور آخرت کے لائق ہو جائے۔"

عن اسماعیل بن یسار قال سمعت ابا عبداللهؑ یقول ان ربکم لرحیم یشکر القلیل، ان العبد لیصلی رکعتین یرید بهما وجه الله فیدخله الله بهما الجنة وانه لیتصدق بالدرهم یرید به وجه الله فیدخله الله به الجنة. عن ابی عبداللهؑ قال من ارادالله بالقلیل من عمله اظهر الله له اکثر مما اراده به ومن ارادالناس بالکثیر من عمله فی تعب من بدنه وسهر من لیله ابی الله الا ان یقلله فی عین من سمعه.

"محاسن برقی ج ۱ ص ۲۵۳، ۲۵۵"

اسماعیل بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے: "تمہارا رب بڑا ہی قدردان ہے۔ ایک شخص دو رکعت نماز خالص خدا کی رضا کے لئے پڑھتا ہے تو اللہ ان دو رکعات کی وجہ سے اسے جنت میں داخل کر دیتا ہے اور ایک شخص رضائے خداوندی کے لئے ایک درہم بطور صدقہ دیتا ہے تو اللہ اسے اس کے بدلے میں جنت عطا کرتا ہے۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "جو شخص تھوڑے عمل کے ذریعے سے خدا کی رضا کو طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اس تھوڑے سے عمل کو بھی بڑا عمل کر کے دکھائے گا اور جو لوگوں کے دکھانے کے لئے اپنے جسم کو عبادت میں تھکائے اور شب زندہ داری بھی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے یہ بدلہ دے گا کہ جو بھی اس کے عمل کو سنے گا وہ اس کے عمل کو قلیل ترین خیال کرے گا۔"

فیا من یقبل الیسیر ویعفو عن الکثیر تقبل منا الیسیر واعفعنا الکثیر برحمتك یا ارحم الراحمین.

باب ہشتم

دینی فرائض کی اہمیت

قد افلح المؤمنون الذین هم فی صلاتهم خاشعون والذین هم عن اللغو معرضون والذین هم للزکوة فاعلون. (سورۂ مؤمنون آیات ۱ تا ۴)

"بے شک ان مؤمنین نے نجات حاصل کی جو اپنی نماز خشوع سے ادا کرتے ہیں اور جو بے ہودہ باتوں سے منہ موڑنے والے ہیں اور جو زکوۃ ادا کرتے ہیں۔"

حضرت علیؑ کی نماز

جب بھی نماز کا وقت ہوتا امیر المؤمنین علیہ السلام کی حالت متغیر ہو جاتی اور ان کے بدن پر رعشہ طاری ہو جاتا تھا۔

آپؑ سے پوچھا گیا کہ آپؑ کا چہرہ کیوں مضطرب ہو جاتا ہے اور آپؑ کے روئیں کیوں کانپنے لگتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: "اس امانت کی ادائیگی کا وقت آگیا جس کا بوجھ زمین و آسمان اور پہاڑ برداشت نہ کر سکے تھے۔"

جنگ صفین میں آپؑ کی ران پر تیر لگا۔ جراح نے نکالنے کی کوشش کی تو آپؑ کو سخت تکلیف ہوئی، جراح نے امام حسنؑ مجتبیٰ سے شکایت کی کہ آپؑ کے والد تیر نہیں نکالنے دیتے اور مجھے خطرہ ہے کہ اگر تیر یونہی ان کی ران میں پیوست رہا تو زخم زیادہ خراب ہو جائے گا۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: "کچھ دیر صبر کرو جب میرے والد نماز میں مصروف ہوں تو تم تیر نکال لینا۔

امیر المؤمنینؑ جیسے ہی نماز میں مصروف ہوئے جراح نے چیرا دے کر تیر نکال لیا اور آپؑ نے اف تک نہ کی۔

نماز کے بعد آپؑ نے دیکھا کہ مصلیٰ خون سے رنگین ہے تو آپؑ نے پوچھا "یہ خون کیسا ہے؟"

آپؑ کو بتایا گیا کہ جراح نے آپؑ کی ران سے تیر نکالا ہے۔(۱)

آپؑ کی شہادت کے بعد آپؑ کے غلام حضرت قنبرؓ سے آپؑ کے زہد و تقویٰ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: "تفصیل سے [illegible] یا اختصار سے کام لوں؟"

کہا گیا کہ اختصار سے کام لو۔

یہ سن کر حضرت قنبرؓ نے کہا: "میرے مولا کے زہد و تقویٰ کے لئے یہی بات کافی ہے کہ میں نے رات کو ان کے لئے کبھی بستر نہیں بچھایا اور دن کو ان کے سامنے کھانا کبھی پیش نہیں کیا۔"(۲)

۱۔ انوار نعمانیہ ص ۳۴۲۔

۲۔ انوار نعمانیہ ص ۳۴۲۔

امام عابدؑ کی عبادت کی ایک جھلک

ابوحمزہ ثمالی کہتے ہیں کہ میں نے امام زین العابدین علیہ السلام کو حالت نماز میں دیکھا کہ ان کے کندھے سے ردا گر گئی مگر انہوں نے اس کی پروا تک نہ کی۔ نماز مکمل ہوئی تو میں نے عرض کی: "مولا! آپؑ اگر نماز میں ردا کو اٹھا لیتے تو کیا تھا؟"

آپؑ نے فرمایا: "بڑے افسوس کی بات ہے، کیا تجھے معلوم نہیں کہ میں کس کے سامنے کھڑا تھا؟ بندہ کی نماز کا صرف وہی حصہ قابل قبول ہے جو اس نے حضور قلب سے ادا کیا ہو۔"

میں نے عرض کی: "پھر تو ہم ہلاک ہوگئے ہماری نماز کی جو کیفیت ہے ہم اسے خوبی جانتے ہیں۔"

آپؑ نے فرمایا: "ایسا نہیں ہے اللہ تعالیٰ فریضہ کی کمی کی تلافی نوافل سے کرے گا۔"(۱)

اس مجاہد کی عبادت کو دیکھیں

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جنگ سے ظفریاب ہو کر واپس مدینہ منورہ آرہے تھے۔ رات ہوگئی، آپؐ نے عمار بن یاسرؓ اور عباد بن بشیرؓ کو ذمہ داری سونپی کہ وہ پوری رات جاگ کر پہرہ دیں۔

سارا اسلامی لشکر سوگیا اور دونوں صحابیوں نے رات کو آپس میں تقسیم کرلیا۔ شب کا پہلا حصہ آدھی رات تک عباد بن بشیرؓ نے اپنے ذمہ لیا اور آخری

۱۔ انوار نعمانیہ ص۲۳۸۔

حصہ عمار یاسرؓ کے ذمہ لگایا۔ عمارؓ سوگئے، عباد بن بشیرؓ نے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے نوافل پڑھنی شروع کیں۔

ایک یہودی اتفاق سے تعاقب کرتا ہوا پڑاؤ کے قریب آیا، اس نے دیکھا کہ سب لوگ سوئے ہوئے ہیں، البتہ اس نے ایک شخص کو کھڑا ہوا دیکھا تو تاریکی کی وجہ سے وہ فیصلہ نہ کرسکا کہ یہ انسان کا ہیولا ہے یا کوئی درخت کھڑا ہوا ہے۔

چنانچہ اس بات کا پتہ کرنے کے لئے اس نے ایک تیر عبادؓ کو مارا۔ عبادؓ تیر کھا کر بھی اسی طرح سے کھڑے رہے۔ یہودی نے دوسرا تیر مارا، وہ پھر بھی کمال صبر سے اسی طرح سے کھڑے رہے۔ یہودی نے تیسرا تیر ان کے مارا تو انہوں نے اپنی نماز کو مختصر کیا اور عمار یاسرؓ کو جگایا۔

عمارؓ نے ان کی جب یہ حالت دیکھی تو تعجب سے کہا: "بندۂ خدا! تو نے پہلے تیر پر مجھے کیوں نہ جگایا؟"

عباد بن بشیرؓ نے کہا: "دراصل بات یہ ہے کہ میں نماز میں مصروف تھا اور میں نے سورۂ کہف شروع کر رکھی تھی، مجھے یہ بات پسند نہ آئی کہ میں سورہ کو ادھورا چھوڑدوں اسی لئے میں کھڑا رہا۔ اس نے دوسرا تیر مارا تو بھی میں کھڑا رہا۔ جب اس نے تیسرا تیر مارا تو میں نے سوچا کہ اگر میں نے نماز مختصر نہ کی تو ممکن ہے دشمن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گزند پہنچائے، اسی لئے میں نے نماز مختصر کر کے تمہیں جگایا۔

جب دشمن نے ان کے بولنے کی آواز سنی تو وہ بھاگ گیا۔(۱)

۱۔ انوار نعمانیہ ص۳۲۵۔

ائمہ کے اصحاب عبادت کو کتنی اہمیت دیتے تھے؟

محمد بن ابی عمیرؒ ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے باوثوق اصحاب میں سے تھے۔ سنی و شیعہ محدثین ان کی وثاقت اور جلالت کے معترف ہیں۔

ہارون الرشید کے دور اقتدار میں انہیں بہت سے کوڑے مارے گئے تھے اور چار برس وہ قید میں بھی رہے۔ ان کی بہن نے ان کی کتابوں کو جمع کر کے ایک کمرے میں رکھ دیا تھا۔ ایک مرتبہ تیز بارش آئی چھت ٹپکنے لگی اور ان کی کتابیں بارش میں بھیگ گئیں۔ اسی وجہ سے ابن ابی عمیرؒ اپنے حافظہ کی مدد سے احادیث بیان کرتے تھے۔ ان کی بیان کردہ "مرسل" احادیث بھی "مسند" کے حکم میں شمار کی جاتی ہیں۔

ہارون الرشید کے حکم سے سندی بن شاہک نے انہیں ایک سو بیس کوڑے جرم تشیع میں مارے تھے اور وہ کافی عرصے تک اس کے زندان میں قید رہے۔ آخر کار ایک لاکھ اکیس ہزار درہم جرمانہ ادا کر کے انہوں نے رہائی پائی۔

فضل بن شاذان رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں ایک دن ابن ابی عمیرؒ کے پاس گیا تو انہیں حالت سجدہ میں پایا۔ انہوں نے طویل ترین سجدہ کیا۔ سجدے سے فارغ ہوئے تو میں نے ان سے کہا: "آپ بہت طویل سجدہ کرتے ہیں۔"

ابن ابی عمیرؒ نے کہا: "میرے سجدے کی تو کوئی حقیقت نہیں، اگر تم جمیل بن دراجؒ کے سجدے کو دیکھتے تو نجانے تم کیا کہتے؟ میں ایک مرتبہ جمیل بن دراج سے ملنے ان کے گھر گیا تو میں نے انہیں سجدے میں پایا اور انہوں نے ایک طویل سجدہ کیا، جب وہ سجدے سے فارغ ہوئے تو میں نے بھی ان

سے یہی بات کی تھی جو تم نے مجھ سے کہی ہے۔ انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ میرے سجدے کی تو کوئی حقیقت نہیں، اگر تم معروف بن خربوذؒ کے سجدے کو دیکھتے تو نجانے تم کیا کہتے؟"

فضل بن شاذانؒ کا بیان ہے کہ میں عراق گیا تو میں نے وہاں دیکھا کہ ایک شخص اپنے ایک ساتھی کو طولِ سجدہ کی وجہ سے ملامت کر رہا تھا اور اسے کہہ رہا تھا کہ بندۂ خدا! تو اتنے طویل سجدے آخر کیوں بجالاتا ہے؟ تو عیالدار شخص ہے، مجھے اندیشہ ہے اگر تیرے سجدے اسی طرح سے جاری رہے تو پھر تو نابینا ہو جائے گا۔

دوسرے ساتھی نے کہا: "تم نے کافی ملامت کرلی۔ بات یہ ہے کہ اگر سجدوں کی وجہ سے کسی کی بینائی ختم ہوتی تو ابن ابی عمیرؒ مدت سے نابینا ہو چکا ہوتا کیونکہ وہ صبح کے بعد سر سجدے میں رکھتا ہے اور ظہر کے وقت سر اٹھاتا ہے۔"

قیس بن سعدؓ کا ذوقِ سخاوت و عبادت

قیس بن سعد بن عبادہؓ امیرالمؤمنینؑ کے طرفداروں میں سے تھے وہ انتہائی سخی اور کریم الطبع انسان تھے۔ ان کی سخاوت ضرب المثل تھی۔

ایک مرتبہ بیمار ہوئے تو ان کی عیادت کے لئے بہت کم افراد آئے، انہوں نے تعجب سے کہا: "حیرت ہے دوست میری عیادت کے لئے کیوں نہیں آئے؟"

ان کے ایک دوست نے کہا: "اصل بات یہ ہے کہ آپ کے اکثر

دوست آپ کے مقروض ہیں اور اسی شرمندگی کی وجہ سے وہ آپ کی عیادت کو نہیں آئے۔"

حضرت قیسؓ نے کہا: "اخزی اللہ مالا یمنع الاخوان من العیادۃ.
(خدا ایسی دولت کو رسوا کرے جو بھائیوں کو عیادت سے روک دے۔)"

پھر انہوں نے کہا کہ جاکر مسجد میں اعلان کردو کہ قیسؓ نے اپنا تمام قرض معاف کردیا ہے۔ جب یہ اعلان ہوا تو ان کی عیادت کرنے والوں کا اتنا تانتا بندھا کہ ان کے گھر کی ڈیوڑھی کثرت اژدہام کی وجہ سے ٹوٹ گئی۔

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ میں قیسؓ ایک سفر میں آپؐ کے ساتھ تھے اور اس سفر میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ شامل تھے۔ قیسؓ سارے راستے دوستوں میں سخاوت کرتے رہے اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ پر بھی سخاوت کرتے رہے۔ دونوں بزرگوں نے قیسؓ سے کہا "بھتیجے! اتنی سخاوت کرو گے تو اپنے والد کی تمام دولت جلد ختم کر بیٹھو گے۔"

جب سفر سے واپس مدینہ آئے تو ایک دن حضرت سعدؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا: "آپ میرے بیٹے کو بخیل بنانا چاہتے ہیں، ہمارے خاندان میں بخل و پستی کو سخت ناپسند کیا جاتا ہے۔"(۱)

مؤرخ مسعودی مروج الذہب کی جلد دوم صفحہ ۴۳ پر رقم طراز ہے
قیس بن سعدؓ اپنے دور کے مشہور زاہد اور متدین انسان تھے، حضرت علی علیہ السلام کے دوستوں میں نمایاں مقام رکھتے تھے، ان کی عبادت، زہد ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گئی تھی۔

۱۔ تتمۃ المنتہیٰ ص ۱۲۳،۱۲۴۔

ایک مرتبہ قیسؓ نماز پڑھ رہے تھے جیسے ہی سجدے کے لئے جھکے تو انہوں نے دیکھا ان کے مقام سجدہ پر بہت بڑا سانپ کنڈلی مارے بیٹھا ہے۔ انہوں نے اس کے قریب ہی سجدہ کیا، سانپ ان کے گلے میں لپٹ گیا "فلم یقصر من صلاتہ ولا نقص منہا شیئا حتی فرغ ثم اخذ الثعبان فرمی بہ" قیسؓ نے نہ تو نماز مختصر کی اور نہ ہی اس میں کسی طرح کی کمی کی۔ پوری دلجمعی سے نماز پڑھتے رہے، جب نماز سے فارغ ہوئے تو سانپ کو پکڑ کر پھینک دیا۔

حضور قلب سے دو رکعت نماز

سید نعمت اللہ جزائری انوار نعمانیہ کے صفحہ ۲۳۸ پر لکھتے ہیں:

میرے ایک قابل اعتماد دوست کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے دل میں سوچا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: "جس کی دو رکعت نماز قبول ہوگئی اسے عذاب نہیں ہوگا۔"

اس حدیث کے تحت میں نے دل میں تہیہ کیا کہ مجھے مسجد کوفہ میں جاکر دو رکعت نماز ہر خیال و فکر سے آزاد ہو کر پڑھنی چاہئے۔ چنانچہ میں یہ سوچ کر مسجد کوفہ میں گیا اور دو رکعت نماز نوافل کی نیت کر کے تکبیرۃ الاحرام کہی، اس وقت میں نے اپنے خانہ دل کو تمام ابلیسی وساوس سے پاک کیا ہوا تھا، نماز پڑھتے وقت اچانک میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ مسجد کوفہ اتنی بڑی مسجد ہے مگر اس کا مینار نہیں ہے، پھر یہ فکر آہستہ آہستہ لمبی ہوتی گئی، میں نے سوچا کہ اگر اس مسجد کا مینار بنایا جائے تو کتنا چونا درکار ہوگا اور کتنی اینٹیں کام آئیں گی اور ریت کہاں سے لی جائے گی۔ الغرض میری دو رکعت نماز بھی مکمل ہوئی اور

ذہن میں جس مینار کے متعلق سوچ رہا تھا وہ فرضی مینار بھی مکمل ہوا۔ جب نماز ختم ہوئی تو میں نے اپنے دل میں فیصلہ کیا کہ میں اس مسجد میں نماز پڑھنے نہیں آیا تھا میں تو مینار بنانے آیا تھا۔

جب گمشدہ چیزیں بھی نماز میں یاد آئیں تو.....

ایک شخص نے اپنی فاضل دولت کو کسی مقام پر دفن کیا لیکن چند دنوں بعد اسے وہ مقام بھول گیا۔ اسے جہاں جہاں شبہ ہو سکتا تھا تمام جگہیں اس نے کھود کر دیکھ لیں مگر کہیں بھی دفینہ کا نام و نشان نہ ملا۔

وہ شخص امام ابو حنیفہؒ کے پاس گیا اور اپنی مشکل ان کے سامنے بیان کی اور کہا: ''آپ مجھے کوئی ایسا وظیفہ بتائیں کہ فراموش شدہ مقام یاد آجائے۔''

ابو حنیفہؒ نے کہا: ''بھائی فقہی لحاظ سے تو کوئی چیز میرے پیش نظر نہیں البتہ میں تجھے اس کا طریقہ تلاش بتا دیتا ہوں، تو ایسا کر آج کی پوری رات عبادت خدا میں بسر کر، امید ہے تجھے دفینہ کا مقام معلوم ہو جائے گا۔''

وہ شخص گھر آیا اور رات کے وقت اس نے نماز شروع کی، ابھی رات کا چوتھائی حصہ ہی بیتا تھا کہ اس کے ذہن میں فراموش شدہ مقام آگیا، اس نے نماز ختم کی اور جا کر اس مقام سے اپنا دفینہ نکال لیا۔

دوسری صبح وہ امام ابو حنیفہ کے پاس گیا اور کہا ''واقعی آپ نے صحیح طریقہ بتایا تھا، مجھے ساری رات عبادت کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی، جیسے ہی

رات عبادت نہیں کرنے دے گا لیکن بندۂ خدا تیرا حق بنتا تھا کہ مقام دفینہ دریافت ہونے کے شکرانے میں ساری رات عبادت کرتا۔''(۱)

ایسے افراد کو اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے جو نماز کو گمشدہ اشیاء کی یاد دہانی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ قرآن مجید میں جہاں نمازیوں کی نجات کا تذکرہ ہے تو وہاں خشوع اور اخلاص کی شرط کے ساتھ اسے مشروط کیا گیا ہے۔ احادیث میں ہے کہ بے دلی سے پڑھی جانے والی نماز انسان کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔

بے نمازی کس کے پیرو ہیں؟

یمامہ کے مسیلمہ کذاب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کے آخری ایام میں نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ جیسے ہی رسالت مآبؐ کی وفات ہوئی اس کے پیروکاروں میں اضافہ ہو گیا۔

وہ بدبخت اہل یمامہ کے علاقائی اور نسلی تعصب کو بھڑکا کر کہتا تھا کہ نبوت و امامت آخر خاندان قریش میں ہی کیوں ہو آخر ہمارا اس پر حق کیوں نہیں مانا جاتا جبکہ ہم قریش کی بہ نسبت زیادہ شان و شوکت کے مالک ہیں اور ہمارے شہر ان کے شہروں سے زیادہ آباد اور زرخیز ہیں، جس طرح سے محمدؐ بن عبداللہ پر جبرئیل آتے تھے اسی طرح مجھ پر بھی جبرئیل نازل ہوتے ہیں اور رحال بن نہشل اور محکم بن طفیل اس بات کے گواہ ہیں کہ محمد بن عبداللہؐ نے اپنی زندگی میں ہی میری نبوت کی شراکت کا اعتراف کیا تھا۔

میں مصروف تھا، بنی تمیم میں سجاح دختر منذر نے بھی اعلان نبوت کر دیا اور بہت سے لوگ اس عورت کو بھی نبی ماننے لگے۔

جب وقت نماز ہوتا تو سجاح کے پیروکار اذان میں یہ الفاظ کہتے تھے:

"اشهد ان سجاحا نبية الله. (میں گواہی دیتا ہوں کہ سجاح اللہ کی نبیہ ہے۔)"

سجاح اپنے پیروکاروں کی ایک جماعت کو لے کر مسیلمہ سے ملاقات کے لئے روانہ ہوئی اور یمامہ میں چشم فلک نے یہ عجیب منظر بھی دیکھا کہ ایک ہی وقت میں نبوت کے دو جھوٹے دعویدار آپس میں مل کر بیٹھے اور باہمی مذاکرات کئے۔

سجاح نے مسیلمہ سے کہا: "میں چاہتی ہوں کہ اللہ نے جو کلام تم پر نازل کیا ہے اس میں سے کچھ کلام مجھے بھی سناؤ۔"

مسیلمہ نے کہا: "ضرور سناتا ہوں، لو کلام الٰہی سنو! لا اقسم بهذا البلد لا تبرح من هذا البلد حتى تكون ذا مال في ولد وفرد وسفر وعدد على رغم من حسد. میں اس شہر کی قسم نہیں اٹھاتا، تو اس شہر سے اس وقت تک نہ جائے گا جب تک تو مال و اولاد کا مالک نہ بن جائے، اگرچہ حسد کرنے والے حسد کرتے رہیں۔"

سجاح نے یہ کلام سن کر کہا: "بے شک میں تصدیق کرتی ہوں کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔"

پھر مسیلمہ نے سجاح سے کہا: "میرا مشورہ یہ ہے کہ تم میرے عقد میں آجاؤ تاکہ دونوں نبوتیں اکٹھی ہو جائیں۔"

سجاح نے مسیلمہ کا مشورہ قبول کرتے ہوئے کہا: "ٹھیک ہے مجھے اس

پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن میں چاہتی ہوں کہ میرا مہر اتنا عظیم الشان ہو کہ ہماری امت بھی اس مہر پر خوش ہو جائے۔"

مسیلمہ نے کہا: "اللہ نے میری اس شادی کی خوشی کی وجہ سے صبح اور مغرب اور عشاء کی نمازیں ہمارے پیروکاروں پر معاف فرمادی ہیں۔"

سجاح نے فوراً کہا: "اللہ نے تمہیں تین نمازیں معاف کی ہیں اور اس عقد سعید کی خوشی میں اللہ نے ہمارے ماننے والوں پر ظہر اور عصر کی نمازیں بھی معاف کر دی ہیں۔"

جب مسیلمہ اور سجاح کے پیروکاروں نے اس عقد کی یہ برکت دیکھی تو بے حد خوش ہوئے کہ کسی طرح سے نماز سے تو جان چھوٹ گئی۔(۱)

تارک الصلاۃ افراد کو غور کرنا چاہئے کہ آیا وہ مسیلمہ اور سجاح کے پیروکار تو نہیں ہیں جس کی وجہ سے انہوں نے نماز چھوڑ دی ہے؟

اور اگر وہ مسیلمہ اور سجاح کے پیروکار نہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہیں تو امت محمدیہ پر اللہ نے نماز معاف نہیں کی ہے انہیں ہر صورت میں نماز ادا کرنی چاہئے۔

نماز کی اہمیت

ابو بصیر کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کے بعد میں سوگوار خاندان سے تعزیت کرنے کے لئے مدینہ گیا۔

مجھے امام عالی مقام کے لواحقین کی طرف سے امام علیہ السلام کے

۱۔ تاریخ اعثم کوفی ص ۱۰۔

آخری لمحات کے متعلق یہ بتایا گیا کہ جب آپؑ کا وقت آخر قریب آیا تو آپؑ نے حکم دیا میرے تمام رشتہ داروں کو بلایا جائے۔

حکم کے تحت تمام رشتہ دار آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے سب کو گواہ کر کے کہا: "ان شفاعتنا لا تنال مستخفاً بالصلوۃ. (جو شخص نماز کو حقیر جانے اسے ہماری شفاعت نصیب نہ ہو گی۔)"

ان الفاظ کے ساتھ ہی آپؑ رحمت الٰہی سے ملحق ہو گئے۔(۱)

سب سے بڑا چور

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جو کوے کی طرح زمین پر ٹھونگے مار رہا تھا۔

جب اس نے نماز ختم کی تو آپؑ نے اسے اپنے پاس بلا کر فرمایا: تم کتنے عرصے سے نماز پڑھ رہے ہو؟"

اس نے کہا: "ایک طویل عرصے سے نماز پڑھ رہا ہوں۔"

آپؑ نے فرمایا: "تیرا عمل خدا کے سامنے کوے کے ٹھونگے مارنے سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

لو مت مت علی غیر ملة ابی القاسم صلوات اللّٰہ علیہ والہ وسلم. (اگر اسی حالت میں تو مر گیا تو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

۱۔ محاسن برقی ج ۱ص ۸۰۔

ملت پر نہیں مرے گا۔)

پھر آپؑ نے فرمایا: "ان اسرق الناس من سرق صلاته. (لوگوں میں سب سے بڑا چور وہ ہے جو نماز کی چوری کرے۔)"(۱)

خواجہ ربیع کی عبادت

شاہ عباس اول نے شیخ بہاء رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا جس میں اس نے خواجہ ربیع کی شخصیت کے متعلق ان سے استفسار کیا۔(۲)

شیخ بہاء رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں لکھا: "آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ خواجہ ربیع کا تعلق امیر المؤمنین علیہ السلام کے باوفا اصحاب سے ہے اور خلیفہ ثالث کے قتل میں بھی ان کا دخل تھا۔ جب اسلامی لشکر جہاد کے لئے یہاں آیا تو خواجہ ربیع بھی ان کے ساتھ یہاں آئے اور یہیں ان کی وفات ہو گئی۔"

امام علی رضا علیہ السلام کا فرمان ہے کہ خراسان آنے کا ہمیں بس یہی فائدہ ہوا کہ ہم نے خواجہ ربیع کی زیارت کر لی۔

ابن اثیر اپنی کتاب الکامل فی التاریخ میں لکھتے ہیں کہ خواجہ ربیع کے پاس اعلیٰ نسل کا ایک اصیل گھوڑا تھا اس وقت اس گھوڑے کی قیمت بیس ہزار درہم تھی۔ خواجہ ربیع نماز پڑھنے لگے اور گھوڑا ان کے سامنے بندھا ہوا تھا، چور آیا اور اس نے گھوڑے کو کھولا اور اس پر سوار ہو کر چلا گیا۔ خواجہ ربیع یہ سب کچھ دیکھتے رہے اور انہوں نے نہ تو نماز توڑی اور نہ ہی نماز کو مختصر کیا۔

۱۔ محاسن برقی ج ۱ص ۸۲۔

۲۔ خواجہ ربیع کا مزار مشہد مقدس میں ہے اور مرجع خلائق ہے۔

لوگ خواجہ ربیع کے پاس تسلی دینے کے لئے آئے تو انہوں نے کہا: "میں نے خود اپنی آنکھوں سے چور کو چوری کرتے ہوئے دیکھا۔"

لوگوں نے کہا: "پھر آپ نے چور کو کیوں نہ پکڑا؟"

خواجہ ربیع نے کہا: "کنت فیما احب الی من ذلك یعنی الصلوٰة. (میں اس سے کہیں زیادہ محبوب کام یعنی نماز میں معروف تھا۔)"

خواجہ ربیع کے پاس بیٹھے ہوئے افراد نے چور پر لعنت وبددعا شروع کی تو خواجہ نے فرمایا: "نہیں اسے بددعامت دو، میں نے اسے معاف کردیا ہے۔"

جب خواجہ ربیع کی وفات ہوگئی تو ان کے ہمسایہ کی بیٹی نے اپنے باپ سے پوچھا: "ابا جان! ہمارے گھر کے قریب پہلے ایک ستون ہوتا تھا اب نظر نہیں آتا وہ ستون کہاں گیا؟"

باپ نے بیٹی کے جواب میں کہا: "جان پدر! تمہیں مغالطہ ہوا ہے دراصل رات کے وقت تم کوٹھے کی چھت پر جاکر دیکھتی تھیں تو تمہیں ایک ستون سا نظر آتا تھا وہ کوئی ستون نہیں تھا وہ اللہ کا صالح ترین بندہ خواجہ ربیع ہوتا تھا جو ساری رات قیام و قرأت میں بسر کیا کرتا تھا۔

خواجہ ربیع نے گھر میں اپنے ہاتھوں سے اپنے لئے قبر کھودی ہوئی تھی جب کبھی انہیں اپنے اندر قساوت قلبی کا احساس ہوتا تو قبر میں جاکر بیٹھ جاتے اور یہ آیت پڑھتے "رب ارجعون O لعلی اعمل صالحا فیما ترکت (سورۂ مؤمنون آیت ۹۹۔ ۱۰۰) خدایا! مجھے واپس بھیج تاکہ جو عمل میں نہیں بجالایا تھا وہ اب بجالاؤں۔"

کئی مرتبہ وہ اسی آیت کی تکرار کرتے اور جب انہیں محسوس ہوتا کہ

قلب کی سختی دور ہوچکی ہے تو اپنے آپ سے کہتے: "یاربیع قد رجعناك فاعمل. (ربیع! ہم نے تجھے واپس بھیج دیا ہے اب جاکر نیک عمل کر۔)"(۱)

سیدہ نفیسہؒ کی عبادت

حضرت سیدہ نفیسہؒ اپنے زمانے کی عابدہ و زاہدہ خاتون تھیں۔ ان کا نسب اس طرح سے ہے: سیدہ نفیسہؒ بنت حضرت حسن بن حضرت زید بن امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام۔

سید مؤمن شبلنجی نورالابصار میں اور شیخ محمد صبان اسعاف الراغبین میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت سیدہ نفیسہؒ کی ولادت ۱۴۵ھ میں مکہ معظمہ میں ہوئی اور مدینہ میں انہوں نے پرورش پائی۔

آپ کے دن روزہ اور راتیں عبادت الٰہی میں بسر ہوتی تھیں۔ آپ دولت مند خاتون تھیں اس لئے ہمیشہ فقراء و مساکین اور معذوروں کی مدد فرماتی تھیں۔ آپ نے تیس بار حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا اور اکثر مرتبہ پاپیادہ حج کئے۔

حضرت زینب جوکہ حضرت نفیسہؒ کی بھتیجی تھیں، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے چالیس سال تک اپنی پھوپھی کی خدمت کی اور اس پوری مدت میں میں نے انہیں رات کو سویا ہوا نہیں دیکھا اور دن کے انہیں وقت کھانا کھاتے نہیں دیکھا۔

میں نے پھوپھی جان سے کہا: "آپ اپنی جان پر رحم کریں۔"

تحفۃ الاحباب محدث قمی ص ۹۸،۹۷۔

میری پھوپھی نے جواب دیا: "بیٹی! میں اپنی جان پر کس طرح سے شفقت کروں جبکہ میرے راستے میں بہت سی گھاٹیاں ہیں جن سے عباد صالحین کے علاوہ کوئی گزر نہیں سکتا۔"

سیدہ نفیسہؒ کا نکاح حضرت اسحاق مؤتمن فرزند امام جعفر صادق علیہ السلام سے ہوا اور ان سے دو اولادیں بنام قاسم و ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

حضرت سیدہ نفیسہؒ اپنے شوہر کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیارت کے لئے فلسطین گئیں، وہاں سے واپسی پر مصر تشریف لائیں، ایک مکان لے کر رہائش اختیار کی۔ ان کے پڑوس میں ایک نابینا یہودی عورت رہائش پذیر تھی، وہ سیدہ کی عبادت کی شہرت سے متاثر ہو کر سیدہ کی زیارت کے لئے آئی اور اس نے سیدہ کے وضو کا پانی لے کر آنکھوں پر لگایا تو اس کی بینائی بحال ہوگئی۔ سیدہ نفیسہؒ کی کرامت سے متاثر ہو کر بہت سے یہودی گھرانے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

اہل مصر سیدہ نفیسہؒ سے والہانہ عقیدت رکھنے لگے۔ دور دراز مقامات سے مستورات ان کی زیارت کے لئے آتیں اور سیدہ کے روحانی فیوض سے استفادہ کرتیں۔ قیام مصر کے دوران ہی آپ نے وفات پائی۔

سیدہ نے اپنی صحن میں ایک قبر کھودی ہوئی تھی اور ہمیشہ اپنی قبر میں بیٹھ کر نماز اور تلاوت قرآن کیا کرتی تھیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سیدہ نے اس قبر میں بیٹھ کر چھ ہزار مرتبہ قرآن مجید کا ختم کیا تھا۔

ماہ رمضان ۲۰۸ھ حالت روزہ میں تھیں کہ ان پر نزع کا عالم طاری ہوا ان سے کہا گیا کہ روزہ افطار کریں۔

انہوں نے فرمایا: "میری مدت سے حسرت تھی کہ موت آئے تو روزہ کی حالت میں آئے اب جب کہ مجھ پر موت وارد ہو رہی ہے تو میں روزہ افطار کرلوں؟"

پھر سیدہ نے سورۂ انعام کی تلاوت شروع کی جب وہ "لھم دارالسلام عند ربھم" کی آیت مجیدہ پر پہنچیں تو ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔

سیدہ کی موت سے مصر کے ہر گھر میں صف ماتم بچھ گئی۔ شہر کے تمام چھوٹے بڑے بی بی کے جنازے میں شامل ہوئے۔ سیدہ کو اس قبر میں دفن کیا گیا جو انہوں نے اپنی صحن میں بنائی ہوئی تھی۔

سیدہ کے خاوند حضرت اسحاق مؤتمن بن امام جعفر صادق علیہ السلام نے بی بی کے جنازے کو مدینہ لے جانے کا ارادہ کیا۔

تمام اہل مصر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ ایسا نہ کریں، اہلبیت رسولؐ میں سے ایک سیدہ کا مزار ہمارے پاس بطور برکت ضرور ہونی چاہئے۔

مگر حضرت اسحاق مدینہ میت لے جانے پر اصرار کرتے رہے۔

اس رات سوئے تو عالم خواب میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔

آپؐ نے فرمایا: "میری بیٹی کو مصر ہی میں رہنے دو اس کی برکت کی وجہ سے مصر والوں پر اللہ کی رحمت نازل ہوگی۔"(۱)

۱۔ تحفۃ الاحباب ص ۳۹۳۔

مالک اشترؓ کب روزہ رکھتے تھے؟

نہج البلاغہ کے شارح ابن ابی الحدید معتزلی رقم طراز ہیں:

مالک اشترؓ شجاع و بزرگوار، حلیم و بردبار اور شاعر شیریں گفتار تھے اور امیرالمؤمنین علیہ السلام کے شیعوں میں انہیں ممتاز مقام حاصل تھا۔ نصرت امیرالمؤمنینؑ کے لئے آپ ہمیشہ کوشاں رہتے تھے۔

لله ام قامت عن الاشتر لو ان انسانا یقسم ان الله تعالی ماخلق فی العرب ولا فی العجم اشجع منه الا استاذه علی بن ابی طالب علیه السلام لما خشیت علیه الاثم.

اس ماں پر آفرین ہے جس نے مالک کی تربیت کی، اگر کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ عرب و عجم میں خداوند عالم نے مالک سے بڑا بہادر سوائے اس کے استاد علی بن ابی طالب علیہ السلام کے پیدا نہیں کیا تو قسم کھانے والا گناہگار نہیں ہوگا۔

ابن الحدید مزید لکھتے ہیں کہ آفرین ہے مالک پر جب مالک کی شہادت کے بعد کسی نے اس کے متعلق دریافت کیا کہ مالک کیا تھے؟ تو کسی نے کیا خوب جواب دیتے ہوئے کہا تھا: "میں مالک کے متعلق کیا کہہ سکتا ہوں جس کی زندگی شامیوں کے لئے شکست و ناکامی کا باعث تھی اور جس کی موت اہل عراق کی شکست کا ذریعہ بنی۔"

حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام نے مالک کی شخصیت کے متعلق ایک جامع تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: "**کان الاشتر لی کما کنت لرسول الله صلی الله علیه وآله وسلم.** (مالک میرے لئے ایسے ہی تھے جیسے میں رسول

خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تھا۔)"

جنگ جمل میں مالک اشتر اور عبداللہ بن زبیر آپس میں نبرد آزما ہوئے، مالک اور عبداللہ پہلے تو ایک دوسرے پر نیزوں سے حملہ کرتے رہے آخرکار مالک نے پے درپے حملے کر کے ابن زبیر کو گھوڑے سے گرایا اور خود اس کے سینے پر سوار ہوئے، عبداللہ بن زبیر نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو مالک کے شکنجے سے آزاد کرایا اور پھر مالک کے سامنے سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔

اس دن حضرت مالک روزے سے تھے اور اس سے دو دن قبل مسلسل بیمار رہے تھے اور بیماری کی وجہ سے انہوں نے کھانا نہیں کھایا تھا۔

اس طرح سے مالک مسلسل تین روز سے بھوکے تھے ورنہ عبداللہ بن زبیر کا ان کے شکنجے سے نکلنا محال تھا۔

جنگ جمل کے بعد ایک دن حضرت عائشہؓ نے مالک سے کہا:
"میرے بھانجے کو جنگ جمل میں تو قتل کرنا چاہتا تھا؟"

اس کے جواب میں حضرت مالک اشتر نے یہ دو شعر پڑھے:

اعایش لولا اننی کنت طاویا
ثلاثا لالقیت ابن اختك هالكا
فنجاه منی اکله وشبابه
وخلوة جوف لم یکن متماسکا

عائشہؓ! اگر میں تین دن سے مسلسل بھوکا نہ ہوتا تو تو اپنے بھانجے کو مقتول پاتی۔ اس کو اس کی جوانی اور سیر شکمی نے نجات دلائی اور میں خالی پیٹ ہونے کی وجہ سے اس پر اپنی گرفت برقرار نہ رکھ سکا تھا۔

زہیر بن قیس کہتا ہے کہ ایک دن میں ایک حمام میں عبداللہ بن زبیر کے ساتھ تھا میں نے اس کے سر پر ایک ضربت کا نشان دیکھا اور وہ نشان اتنا گہرا تھا کہ تیل کی پوری شیشی اس میں ڈالی جاتی تو ایک قطرہ بھی باہر نہ نکلتا۔

ابن زبیر نے ضربت کا نشان دکھاتے ہوئے مجھ سے کہا: "جانتے ہو یہ کس کا لگایا ہوا زخم ہے؟"

میں نے کہا: "مجھے معلوم نہیں ہے۔"

ابن زبیر نے کہا: "یہ زخم تیرے ابن عم مالک اشتر کا لگایا ہوا ہے۔"(۱)

عبادت کے لئے وقت کو غنیمت جانیں

فتح موصلی، ابراہیم بن ادہم سے نقل کرتے ہیں کہ میں حجاج کے قافلے کے ساتھ سفر کر رہا تھا اور ہمارا قافلہ ایک بیابان سے گزر رہا تھا۔

میں انسانی حاجت کے لئے قافلے سے جدا ہوا تو میں نے اس بیابان میں ایک بچے کو دیکھا جو کہ تن تنہا اکیلا محو سفر تھا۔ اسے دیکھ کر میں نے دل میں کہا: "سبحان اللہ! ایک بچہ بغیر قافلے کے نجانے کہاں جارہا ہے؟"

میں اس بچے کے قریب گیا اور اسے سلام کیا اور پوچھا: "آپ کہاں جارہے ہیں؟"

بچے نے جواب دیا: "میں خانہ خدا کی زیارت کے لئے جارہا ہوں۔"

۱۔ الکنی والالقاب ج۲ ص۲۶،۲۷۔ مالک اور ابن زبیر کے جنگ کا واقعہ مجالس المؤمنین ص۲۸۶ سے ماخوذ ہے۔

میں نے کہا: "ابھی تو آپ کا سن چھوٹا ہے اور آپ پر اس وقت حج فرض نہیں ہوا تو آپ نے یہ زحمت کیوں کی؟"

بچے نے کہا: "شیخ! کیا تو نے مجھ سے بھی چھوٹے بچوں کو کبھی مرتے نہیں دیکھا؟"

میں نے کہا: "آپ کی سواری کہاں ہے اور زاد راہ کہاں ہے؟"

بچے نے کہا: "**زادی تقوی و راحلتی رجلای و قصدی مولای.** (میرا تقویٰ میرا زاد راہ ہے، میرے پاؤں میری سواری ہیں اور میرا مقصود میرا مولا ہے۔)"

میں نے کہا: "آپ کے پاس کھانے کے لئے خوراک تک نہیں ہے تو بھلا آپ اتنا لمبا سفر خوراک کے بغیر کیسے طے کریں گے؟"

بچے نے جواب دیا: "اگر کوئی شخص تمہیں اپنے گھر آنے کی دعوت دے تو کیا تم کھانا اپنے گھر سے لے کر جاؤ گے؟"

میں نے کہا: "نہیں۔"

تو بچے نے کہا: "جس نے مجھے اپنے گھر آنے کی دعوت دی ہے تو مجھے خوراک بھی وہی فراہم کرے گا۔"

میں نے کہا: "تو تیزی سے چلیں تاکہ آپ قافلے سے مل جائیں۔"

بچے نے کہا: "میرے ذمہ سعی و کوشش ہے اور رہنمائی کرنا اس کا کام ہے۔ کیا تو نے قرآن کی یہ آیت نہیں سنی جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "**والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین**" (سورۃ عنکبوت آیت ۶۹) (جو لوگ ہمارے لئے کوشش کریں گے ہم ضرور انہیں

اپنے راستوں کی ہدایت کریں گے اور بیشک اللہ نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔)"

جب میں اس بچے سے محو گفتگو تھا تو میں نے دیکھا ایک خوش اندام سفید لباس پہنے ہوئے جوان آیا اور اس نے بچے کو سلام کیا اور اس سے معانقہ بھی کیا۔

میں نے اس جوان سے کہا: "تمہیں اس ذات کی قسم جس نے تجھے اخلاق حمیدہ کی تعلیم دی ہے اور جس نے تیرے ظاہر کو آراستہ کیا ہے، مجھے بتاؤ یہ بچہ کون ہے؟"

جوان نے کہا: "تم نہیں جانتے یہ علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام ہے۔"

پھر میں نے بچے کو قسم دے کر کہا: "تجھے تیرے آبائے طاہرین کی قسم! یہ جوان کون ہے؟"

بچے نے کہا: "یہ میرے بھائی خضر علیہ السلام ہیں، یہ روزانہ ہمیں سلام کرنے آتے ہیں۔"

پھر میں نے زین العابدین علیہ السلام سے کہا: "آپ کو آپ کے آبائے طاہرین کی قسم آپ اس بیابان کو بغیر کسی زاد راہ کے کیسے طے کرتے ہیں؟"

امام زین العابدینؑ نے فرمایا: "میں ان بیابانوں کو چار چیزوں سے طے کرتا ہوں:

۱۔ تمام دنیا کو اللہ کے زیر اختیار اور اس کی ملکیت میں سمجھتا ہوں۔

۲۔ تمام لوگوں کو خدا کا غلام اور اسکے دستر خوان پر پلنے والا سمجھتا ہوں۔

۳۔ میں یہ اعتقاد رکھتا ہوں کہ اسباب اور وسائل زندگی خداوند عالم کے ہاتھ میں ہیں۔

۴۔ اس کی قضا و قدر کو تمام چیزوں میں جاری اور نافذ جانتا ہوں۔"

یہ سن کر میں نے کہا: "واہ واہ آپ اس زاد راہ سے دنیاوی بیابان تو کیا آخرت کی تمام گھاٹیاں بھی طے کر سکتے ہیں۔"(۱)

تارک حج و زکوٰۃ یہودی کہ نصرانی؟

آقائے شیخ اسماعیل جابلقی مقیم تہران نے شیخ حسن وکیل عراقی کی زبانی نقل کیا ہے کہ میں نے ایک رات خواب دیکھا کہ فلاں شخص بیمار ہے اور اس پر نزع کا عالم طاری ہے اس کی عیادت کے لئے میں اور علمائے عراق میں سے آقا نورالدین اور حاج محمد خان اور آقائے سید احمد اس کے سرہانے بیٹھے ہیں اور دو اور اشخاص اس کی پائنتی کی جانب بیٹھے ہیں جنہیں میں نہیں پہچانتا۔

اس کی پائنتی کی جانب بیٹھے ہوئے اشخاص اس سے باربار اصرار کر رہے ہیں کہ یہودی ہو کر مرو یا نصرانی ہو کر مرو۔

ہم جو عیادت کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں ہم سب خاموش بیٹھے ہیں۔

آخرکار اس نے کہا: "میں نصرانی ہو کر مرتا ہوں۔"

جیسے ہی صبح ہوئی میں اس شخص کے گھر کی طرف گیا تاکہ جاکر دیکھوں کہ معاملہ کیا ہے؟ ابھی میں راستے میں ہی تھا کہ ایک دوست ملے اور کہا کہ فلاں شخص بیمار ہے آئیں اس کی عیادت کریں۔

۱۔ بحار الانوار ج ۱۱ ص ۱۱۔

ہم دونوں جب وہاں پہنچے تو مجھ سے پہلے تینوں عراقی علماء وہاں اس کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے، میں بھی جا کر ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔

چند لحات میں بیمار پر نزع کا عالم طاری ہوا، مجھے اس کی پائنتی کوئی فرد نظر نہیں آیا، ہمارے سامنے ہی اس شخص کی روح نے پرواز کی، میں نے مرنے والے کے لواحقین سے پوچھا کہ آیا یہ شخص تارک حج تھا؟ (کیونکہ احادیث میں وارد ہے کہ جس پر حج فرض ہو اور وہ حج نہ کرے تو وہ یہودی یا نصرانی ہو کر مرتا ہے)۔

اس کے لواحقین نے کہا: "نہیں وہ تارک حج نہیں تھا۔"

پھر میں نے پوچھا: "کیا یہ شخص مانع زکوٰۃ تھا؟"

اس کے لواحقین نے بتایا: "جی ہاں! یہ شخص صاحب نصاب تھا لیکن زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تھا۔"

مجھے اپنے خواب کی صداقت کا یقین ہوگیا کیونکہ احادیث میں مانع زکوٰۃ کے لئے بھی یہی الفاظ وارد ہیں کہ مانع زکوٰۃ یہودی یا نصرانی ہو کر مرے گا۔(۱)

چند روایات

ان النبیؐ قال لاصحابه الا اخبرکم بشیء ان انتم فعلتموه تباعد الشیطان منکم کما تباعد المشرق من المغرب قالو بلیٰ یارسول اللّٰه قال الصوم یسود وجهه والصدقة یکسر ظهره والحب فی اللّٰه والموازرة علی العمل

۱۔ ااکلام ۔بحر ارکلام ج ۲ ص ۲۵۲۔

الصالح یقطع دابره والاستغفار یقطع وتینه ولکل شیء زکوٰة و زکوٰة الابدان الصیام۔

عن ابی عبداللّٰهؑ فی قول اللّٰه عزوجل واستعینوا بالصبر والصلوة قال الصبر الصیام وقال اذا نزلت بالرجل النازلة الشدیده فلیصم فان اللّٰه تعالی یقول واستعینوا بالصبر والصلوٰة یعنی الصیام۔

"وافی ج ۲ باب صوم ص ۶"

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: "کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ اگر تم نے اس پر عمل کیا تو شیطان تم سے اتنا دور ہو جائے گا جتنا کہ مغرب سے مشرق دور ہے؟"

صحابہ نے عرض کی: "یارسول اللہؐ! ضرور بتائیں۔"

آپؐ نے فرمایا: "روزہ شیطان کے چہرے کو سیاہ کر دیتا ہے اور صدقہ اس کی کمر توڑ دیتا ہے اور خدا کے لئے کسی سے محبت رکھنا اور عمل صالح کے لئے مدد کرنا شیطان کی قوت کو سلب کر دیتا ہے۔ توبہ و استغفار سے اس کی رگ گردن کٹ جاتی ہے اور ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے اور اجسام کی زکوٰۃ روزے ہیں۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "واستعینوا بالصبر والصلوة" کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: "صبر سے مراد روزے ہیں، جب کبھی کسی پر سخت مصیبت نازل ہو تو اسے روزہ رکھنا چاہئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ صبر اور نماز کے ذریعے سے مدد طلب کرو، صبر سے مراد روزے ہیں۔"

عن ابی جعفرؑ قال لاتهاون بصلاتك فان النبیؐ قال عند موته لیس منی من

استخف بصلاته ليس منی من شرب المسكر لايرد علی الحوض لاوالله.

عن ابی عبداللهؑ قال: قال رسول اللهؐ لايزال الشيطان ذعرا من المؤمن ماحافظ علی الصلوات الخمس فاذا ضيعهن تجرأ عليه فادخله فی العظائم.

"وافی ج۲ ص ۱۲، ۱۳"

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "اپنی نماز کو معمولی خیال نہ کرنا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت فرمایا تھا کہ وہ شخص مجھ سے نہیں جو اپنی نماز کو خفیف سمجھے، وہ شخص مجھ سے نہیں جو نشہ آور چیز پیئے، خدا کی قسم وہ حوض کوثر پر کبھی وارد نہ ہوگا۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب تک مؤمن نماز پنجگانہ کی حفاظت کرے اس وقت تک ابلیس اس سے خوف زدہ رہتا ہے اور جب وہ نماز کو ضائع کردے تو ابلیس اس پر جرأت پالیتا ہے اور اسے گناہان کبیرہ میں داخل کر دیتا ہے۔"

عن ابی عبداللهؑ قال جاء رجل الی النبیؐ فقال يارسول اللهؐ اوصنی فقال لاتدع الصلاة متعمداً فان من تركها متعمداً فقد برأت منه ملة الاسلام.

مسعده بن صدقة انه قال سئل ابو عبداللهؑ مابال الزانی لانسميه كافرا وتارك الصلاة نسميه كافرا وما الحجة فی ذلك فقال لان الزانی وما اشبهه انما يفعل ذلك لمكان الشهوة لانها تغلبه وتارك الصلاة لايتركها الا استخفافا بها و ذلك لانك لاتجد الزانی يأتی المرأة الا وهو مستلذ

باتيانه اياها قاصدا اليها وكل من ترك الصلاة قاصدا لتركها فليس يكون قصده لتركها اللذة فاذ انفيت اللذة وقع الاستخفاف واذا وقع الاستخفاف وقع الكفر.

"وافی ج۲ ص ۱۳"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھے کسی نیک عمل کی نصیحت فرمائیں۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا: "جان بوجھ کر نماز ترک نہ کرنا کیونکہ جان بوجھ کر نماز ترک کرنے والے سے ملت اسلام بیزار ہے۔"

مسعدہ بن صدقہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا: "مولا! اس کی کیا وجہ ہے کہ ہم زانی کو کافر کا نام نہیں دیتے اور تارک الصلوٰۃ کو کافر کہتے ہیں، اس بات کی کیا دلیل ہے؟"

امام عالی مقام نے فرمایا: "زانی اور اس جیسا کوئی اور شخص جب بدکاری کرتا ہے تو وہ جذبہ شہوت سے مغلوب ہو کر ایسا کرتا ہے، مگر تارک الصلوٰۃ جب نماز کو ترک کرتا ہے تو وہ اسے حقیر سمجھ کر ترک کرتا ہے۔ جب بھی کسی زانی کا عورت سے آمنا سامنا ہوتا ہے تو وہ لذت محسوس کرتا ہے، لیکن جب تارک الصلوٰۃ نماز کو ترک کرتا ہے تو اسے کسی طرح کی لذت محسوس نہیں ہوتی۔ جب تم تارک الصلوٰۃ سے لذت کو نفی کروگے تو باقی نماز کو حقیر سمجھنا رہ جائے گا اور جہاں ذہن میں نماز کو حقیر سمجھنے کا خیال آجائے تو اس وقت کفر لازم آتا ہے۔"

عن ابی جعفرؑ قال: قال رسول اللهؐ لوکان علی باب دار احدکم نهر فاغتسل منه فی کل یوم خمس مرات کان یبقی فی جسده شیء من الدرن؟ قلنا لا۔ قال فان مثل الصلاة کمثل النهر الجاری کلما صلی صلوٰة کفرت مابینهما من الذنوب.

عن ابی جعفرؑ عن النبیؐ قال فاذ اقمت الی الصلوٰة وتوجهت و قرأت ام الکتاب وما تیسر لك من السور ثم رکعت فاتممت رکوعها و سجودها وتشهدت وسلمت غفر لك کل ذنب فیما بینك وبین الصلوٰة التی قدمتها الی الصلوٰة المؤخرة فهذالك فی صلاتك.

"وافی ج۲ ص۱۰"

امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "تم میں سے اگر کسی کے دروازے پر ایک نہر بہتی ہو اور وہ روزانہ پانچ مرتبہ اس میں غسل کرے تو کیا اس کے جسم پر کوئی میل کچیل باقی رہے گی؟"

لوگوں نے کہا: "نہیں۔"

آپؐ نے فرمایا: "نماز کی مثال بھی بہتی ہوئی نہر کی طرح ہے، جب کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو پچھلی نماز کے بعد والے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔"

اسی اسناد سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب تم نماز کی تیاری کرتے ہو اور قبلہ رُو ہو کر نماز شروع کرتے ہو پھر اس میں سورۂ فاتحہ اور دوسری کوئی سورت جو آسانی سے پڑھ سکتے ہو، پڑھتے ہو، پھر رکوع کرتے ہو اور رکوع کو صحیح طریقے سے انجام دیتے ہو اور سجود و تشہد و سلام بجالاتے ہو تو

پچھلی نماز کے بعد سے جو تم نے اس نماز تک گناہ کئے تھے تمہارے وہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ تمہیں اپنی نماز سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔"

عن ابی عبداللهؑ قال مربالنبی رجل وهو یعالج بعض حجراته فقال یارسول الله الا اکفیك فقال شانك فلما فرغ قال له رسول اللهؐ حاجتك قال الجنة فاطرق رسول اللهؐ ثم قال نعم فلما ولیٰ قال له یاعبدالله اعنا بطول السجود.

عن الشحام عن ابی عبداللهؑ قال سمعته یقول احب الاعمال الی الله عزوجل الصلوٰة وهی اخر وصایا الانبیاء فما احسن من الرجل ان یغتسل او یتوضا فیسبغ الوضوء ثم یتنحی حیث لا یراه انیس فیشرف علیه وهو راکع اوساجد ان العبد اذ سجد فاطال السجود نادی ابلیس یا ویله اطاع وعصیت وسجد وابیت.

"وافی ج۲ ص۹، ۱۰"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ بنانے میں مصروف تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے عرض کی:

"یارسول اللہؐ! میں آپؐ کی مدد کروں؟"

آپ نے فرمایا: "اگر چاہو تو ضرور کرو۔"

جب کام مکمل ہوگیا تو آپؐ نے اس سے اس کی حاجت دریافت کی۔

اس نے عرض کی: "میں جنت چاہتا ہوں۔"

آپؐ نے فرمایا "اچھا!"

جب وہ جانے لگا تو آپؐ نے فرمایا: "لمبے سجدے کر کے ہماری مدد کرو۔"

زید شحام کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ کہتے سنا: "اللہ کو تمام اعمال میں سے نماز زیادہ پسند ہے اور یہ انبیائے کرام صلوات اللہ علیہم کی آخری وصیت ہے اور کسی انسان کے لئے یہ بات کتنی اچھی ہے کہ انسان غسل یا وضو کر کے ایسی جگہ چلا جائے جہاں اسے کوئی شخص دیکھنے والا نہ ہو اور وہاں جاکر خدا کے حضور رکوع اور سجدہ کرے، جب بھی کوئی شخص لمبا سجدہ کرتا ہے تو اس وقت ابلیس آواز دے کر کہتا ہے کہ ہائے افسوس اس نے اطاعت کی اور میں نے نافرمانی کی، اس نے سجدہ کیا اور میں نے انکار کیا۔"

باب نہم

زہد و پارسائی

لاتمدن عینیك الی ما متعنا به ازواجا منهم زهرة.

الحیاة الدنیا......الخ (سورۃ حجر آیت ۸۸)

"ان میں سے کچھ لوگوں کو جو دنیا کی اس ذراسی زندگی کی رونق سے نہال کردیا ہے تاکہ ہم ان کو آزمائیں، تم اپنی نظریں ادھر نہ بڑھاؤ۔"

مولائے متقیان کا زہد

سوید بن غفلہ روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دن امیرالمؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ کو ظاہری خلافت مل چکی تھی۔ میں نے دیکھا کہ آپؑ ایک چھوٹی سی چٹائی پر بیٹھے ہوئے تھے اور اس گھر میں اس چٹائی کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا۔

میں نے آپؑ سے عرض کی: "یاعلی! اس وقت پورا بیت المال آپؑ کے اختیار میں ہے اور آپؑ کی حالت یہ ہے کہ گھر میں ایک چٹائی کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آتا۔"

آپؑ نے فرمایا: "سوید بن غفلہ! عقل مند شخص کو جس گھر سے نقل مکانی کرنی ہو وہاں کچھ سامان جمع نہیں کرتا، یہ دنیا ہمارے لئے ایک عارضی سرائے اور مسافر خانہ ہے، ہمارے لئے امن و راحت کا ایک گھر ہے جہاں ہم اپنا اسباب بھیج رہے ہیں اور عنقریب میں اس گھر کی طرف منتقل ہو جاؤں گا۔"

پادشاه و کلبهٔ ایوان او
یك حسام و یك زره سامان او

اقبالؔ

علیؑ ایسے بادشاہ تھے جن کا ایوان جھونپڑی تھی اور جن کا کل اثاثہ ایک زرہ اور ایک تلوار پر مشتمل تھا۔

اسود اور علقمہ کہتے ہیں کہ ہم امیرالمؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپؑ کے سامنے آپؑ کی روٹی لائی گئی۔ روٹی لیف خرما کے بنے ہوئے ایک طبق میں تھی اور اس میں جو کی دو سوکھی روٹیاں تھیں، روٹیوں پر چھان صاف نظر آرہا تھا، آپؑ نے روٹی اٹھا کر زانو پر رکھی اور اس خشک روٹی کو توڑ کر نمک کے ساتھ تناول فرمانے لگے۔

آپؑ کی کنیز کا نام فضہ تھا، میں نے فضہ سے کہا: "کم از کم تم جو کے آٹے کو چھان ہی لیتیں تو بھی بہتر تھا۔"

فضہ نے کہا: "مولا خود ہی چھاننے کی اجازت نہیں دیتے۔"

امیرالمؤمنین علیہ السلام نے تبسم فرما کر ہماری طرف دیکھا اور فرمایا: "میں نے آٹا چھاننے سے انہیں خود منع کیا ہے۔"

میں نے عرض کی: "مولا! وہ کس لئے؟"

آپؑ نے فرمایا: "اس سے نفس بہتر طور پر رسوا ہوتا ہے۔ میرے طرز زندگی کو دیکھ کر مؤمن میری پیروی کریں گے اور جب تک میں اپنے دوستوں سے ملحق نہ ہو جاؤں اسی طرح سے زندگی بسر کرتا رہوں گا۔"(۱)

ایک اور داستان

ابو رافع کہتے ہیں کہ عید کے دن میں امیرالمؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں ان کے بیت الشرف میں حاضر ہوا، آپؑ کے سامنے مہر لگی ہوئی ایک تھیلی پیش کی گئی، آپؑ نے اس کی مہر کو توڑا۔ تھیلی کھلی تو میں نے دیکھا کہ اس میں جو کی خشک روٹیاں تھیں۔

آپؑ نے روٹیاں نکال کر کھانی شروع کیں، میں نے عرض کی: "مولا! جو کی روٹیوں کو تھیلی میں بند کر کے مہر لگانے کی کیا ضرورت ہے؟"

آپؑ نے فرمایا: "اس لئے میں نے انہیں سربمہر کردیا ہے کہ تاکہ حسنؑ و حسینؑ روٹیوں کو گھی یا روغن زیتون سے تر نہ کردیں۔"

آپؑ کے لباس کو کئی دفعہ لیف خرما کے پیوند لگے ہوئے ہوتے تھے۔ جب آپؑ کھانا تناول کرتے تو زیادہ تر سالن کی بجائے روٹی کو نمک یا سرکہ سے تناول فرماتے تھے اور کبھی کبھار سبزی سے بھی روٹی کھایا کرتے تھے، اگر اس سے بھی بہتر طور پر کھانا کھانے کا ارادہ کرتے تو پھر اونٹنی کے دودھ سے کھانا کھاتے۔ آپؑ گوشت بہت ہی کم استعمال کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اپنے شکم کو حیوانات کا قبرستان مت بناؤ۔ مگر اس کے باوجود بھی آپؑ سب لوگوں سے

۱۔ انوار نعمانیہ ص ۱۸۔

زیادہ طاقتور تھے اور آپؑ کی قوت بازو کا اندازہ لگانا ناممکن تھا۔ کم خوری کی بدولت آپؑ کی قوت میں کسی طرح کی کمی پیدا نہیں ہوئی تھی۔(۱)

عرض مترجم: موقع کی مناسبت سے علامہ اقبالؒ کی ایک رباعی یاد آرہی ہے:

دلوں کو مرکز مہر و وفا کر
حریم کبریا سے آشنا کر
جسے نانِ جویں بخشی ہے تو نے
اسے بازوئے حیدر بھی عطا کر

شیخ مرتضیٰ انصاری کا انداز زندگی

شیخ مرتضیٰ انصاری نے جب تعلیم دین کا ارادہ کیا تو پہلے پہل اپنے وطن کاشان سے ثامن الائمہ امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے پھر تہران آئے اور حوزۂ علمیہ میں داخل ہوئے اور مدرسہ مادر شاہ کے ایک کمرے میں رہائش اختیار کی، ان کے ساتھ اس کمرے میں ایک طالب علم اور بھی قیام پذیر تھا۔

ایک دن شیخ نے اپنے ساتھی کو روٹی لینے کے لئے بھیجا اور اسے روٹی کے پیسے دیئے، جب ساتھی واپس آیا تو اس روٹی پر حلوہ بھی رکھا ہوا تھا۔

شیخ نے تعجب سے کہا: "بھائی آپ نے حلوہ کہاں سے لے لیا؟"

ساتھی نے جواب دیا: "میں حلوہ ادھار پر لایا ہوں۔"

شیخ نے روٹی کا سوکھا حصہ کھایا اور حلوے کو ہاتھ تک نہ لگایا، جب

۱۔ شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۷۔

ساتھی نے حلوے کے لئے اصرار کیا تو شیخ نے کہا: "بھائی آپ کھاتے ہیں تو کھائیں میں نہیں کھاسکتا۔ کیونکہ قرض کی ادائیگی تک مجھے اپنے زندہ رہنے کا یقین نہیں ہے۔"

تہران سے اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ نجف اشرف چلے گئے اور چند سال بعد شیعیان جہان کے مرجع عالی قدر کی حیثیت سے متعارف ہوئے۔

ایک دن آپ کا وہی پرانا ساتھی نجف اشرف میں آپ سے ملا اور کہا: "آپ نے ایسا کونسا کام کیا جس کی وجہ سے توفیق الٰہی آپ کے شامل حال ہوئی اور آپ مرجعیت کے عظیم مقام پر فائز ہوگئے؟"

آپ نے فرمایا: "بھائی میں تو حلوہ کے نیچے والی روٹی کا ٹکڑا بھی نہیں کھاتا تھا اور آپ نان و حلوہ کھاتے تھے۔"(۱)

شیخ انصاری کی ایک بیٹی مدرسہ میں زیر تعلیم تھی اور تمام طالبات کے دوپہر کا کھانا ان کے گھر سے آیا کرتا تھا۔

ایک دن بچی نے ماں سے شکایت کی: "امی جان! ہمارے مدرسے میں ہر بچی کا کھانا ان کے گھر سے آتا ہے جو پرتکلف ہوتا ہے اور آپ میرے لئے جو کھانا بھیجتی ہیں وہ خشک روٹی اور پنیر کے ایک ٹکڑے پر مشتمل ہوتا ہے جس کی وجہ سے مجھے اپنی سہیلیوں سے شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔"

جب شیخ نے بچی کی بات سنی تو بیوی سے کہا: "آئندہ اس کے لئے صرف خشک روٹی بھیجا کریں تاکہ اسے پنیر کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوسکے۔"

۱۔ زندگی و شخصیت شیخ انصاری ص ۷۰۔

ایک مرتبہ چند حاسدوں نے نجف کے حاکم کے پاس شکایت کی کہ شیخ انصاری کے گھر میں حکومت کے مخالفین کا اجتماع منعقد ہوتا ہے اور ان کا گھر اسلحہ سے بھرا ہوا ہے۔

نجف کا حاکم ایک متعصب سنی تھا۔ اس نے ایک فوجی دستہ تشکیل دیا اور انہیں ہدایت کی کہ وہ رات کے وقت ان کے گھر میں داخل ہو کر تلاشی لیں اور ہتھیار برآمد کریں۔

رات کے وقت ان کے گھر فوجیوں نے چھاپہ مارا اور پورا گھر چھان مارا۔ ایک ایک کونے کی تلاشی لی گئی۔ انہیں کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔ گھر میں دینی کتابوں اور استعمال شدہ لحافوں کے سوا کچھ بھی برآمد نہ ہوا۔

فوجی دستہ کے افسر نے نجف کے حاکم کو جاکر اطلاع دی کہ لوگوں نے آپ کو غلط کہا تھا۔ ہم نے شیخ انصاری کے گھر کی مکمل تلاشی لی وہاں سے کچھ بھی برآمد نہ ہوا۔ ان کے گھر میں معمولی سازوسامان کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ تو درویش صفت انسان ہیں۔

"کانہ سیدنا عمر بن الخطاب" وہ تو حضرت عمر بن خطابؓ کی طرح درویشانہ زندگی بسر کررہے ہیں۔

جب فوجی افسر کے ان کلمات کی اطلاع شیخ انصاری کو ملی تو مسکرا کر کہا: "ہم تو زیادہ ترقی کر گئے اور حضرت عمرؓ کی شبیہ بن گئے۔"(۱)

۱۔ شخصیت شیخ مرتضیٰ نصاری ص ۸۷، ۸۸۔

زہد کی بھی حدود ہیں

حضرت عثمان بن مظعون رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم المرتبت صحابہ میں سے تھے۔

جب انہوں نے دنیائے فانی کی فنا پذیری اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مواعظ سنے تو وہ اتنا متاثر ہوئے کہ انہوں نے گھربار کو خیرباد کہا اور اون کا لباس پہن کر ایک پہاڑ کی طرف چلے گئے۔

ایک دن ان کی بیوی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیت الشرف میں آئی۔ جناب رسول خداؐ نے اس مخدرہ کو دیکھا تو پہچان لیا اور فرمایا:

"کیا یہ ہمارے بھائی عثمان کی زوجہ نہیں ہے؟"

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ نے عرض کی: "جی ہاں! یہ عثمان کی بیوی ہے لیکن اس کا شوہر اسے چھوڑ کر پہاڑوں میں چلا گیا ہے اور وہ وہیں اللہ کی عبادت کررہا ہے۔ اسی وجہ سے اس نے کافی عرصے سے اچھا لباس نہیں پہنا اور عطر استعمال نہیں کیا۔"

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ماجرا سنا تو آپؐ سخت ناراض ہوئے اور گھر سے مسجد کی طرف اس حالت میں چلے کہ آپؐ کی ردا زمین پر گھسٹ رہی تھی۔ آپؐ منبر پر بیٹھے اور حکم صادر کیا کہ عثمان بن مظعون کو حاضر کیا جائے۔

حکم کے مطابق عثمان بن مظعون حاضر ہوئے تو آپؐ نے ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا پھر آپؐ نے فرمایا: "کیا تم میرے لائے ہوئے دین سے کوئی بہتر دین اور میری سنت سے بہتر کسی اور کی سنت کی ضرورت محسوس کرتے ہو؟

خدا کی قسم! اگر آج میرا بھائی موسیٰ بن عمرانؑ زندہ ہوتا تو وہ بھی میری پیروی کرتا۔

دیکھو اور غور کرو کہ میں کیا کرتا ہوں، میں کبھی روزہ رکھتا ہوں اور کبھی افطار کرتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں اور میری بیویاں بھی ہیں۔ میں کھانا کھاتا ہوں، پانی پیتا ہوں۔"

پھر آپؐ نے عثمان بن مظعون کی طرف رخ کر کے فرمایا: "اللہ تعالیٰ تمہارے کھدر کے لباس سے بے نیاز ہے، اٹھو اور جاکر یہ لباس اتارو اور اپنے خاندان میں جاکر رہائش اختیار کرو اور ان کے ساتھ گھل مل جاؤ، ان کے لئے رزق تلاش کرو۔"

عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ فوراً اٹھے اور آپؐ کے فرمان پر عمل کیا۔(۱)

لائقِ توجہ

اس مقام پر ہم اپنے محترم قارئین کی توجہ اس امر کی جانب مبذول کرانا پسند کریں گے کہ آپ نے حضرت عثمان بن مظعونؓ کی داستان پڑھی اور یہ بھی ملاحظہ فرمایا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ترک دنیا کی اس روش کو پسند نہیں کیا۔

خود اسی طرح کا واقعہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی حیات طیبہ

۱۔ انوار نعمانیہ ص۱۸۰۔ اسی کتاب کی تیسری جلد کے میانہ روی کے باب میں بھی ایسی روایت نقل کی جاچکی ہے۔

میں بھی پیش آیا۔

آپؑ علاء بن زیاد حارثی کی عیادت کے لئے گئے تو اس نے آپؑ سے اپنے بھائی کی شکایت کی کہ وہ ترک دنیا کر کے رہبانیت کی طرف مائل ہو چکا ہے تو آپؑ نے فرمایا: "اسے میرے سامنے حاضر کیا جائے۔"

جب وہ آیا تو اس نے اونٹ کے بالوں کی چادر اوڑھی ہوئی تھی۔

آپؑ نے اس سے فرمایا: "**يا عدى نفسه لقد استهام بك الخبيث اما رحمت اهلك و ولدك اترى الله احل لك الطيبات وهو يكره ان تاخذها؟ انت اهون على الله من ذلك. قال يا امير المؤمنين هذا انت من خشونة ملبسك وجشوبة ماكلك.**

قال ويحك انى لست كانت. ان الله فرض على ائمة العدل ان يقدروا انفسهم بضعفة الناس يستبيغ بالفقير فقره.

اے اپنی جان کے دشمن! تمہیں شیطان خبیث نے بھٹکایا ہے، تمہیں اپنی آل اولاد پر ترس نہیں آتا اور کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اللہ نے جن پاکیزہ چیزوں کو تمہارے لئے حلال کیا ہے، اگر تم انہیں کھاؤ اور برتو گے تو اسے ناگوار گزرے گا؟ تم اللہ کی نظروں میں اس سے کہیں زیادہ گرے ہوئے ہو کہ وہ تمہارے لئے یہ چاہے۔

اس نے کہا: "یا امیر المؤمنین! آپ کا پہناوا بھی تو موٹا جھوٹا اور کھانا روکھا سوکھا ہوتا ہے۔"

آپؑ نے فرمایا: "تم پر حیف ہے، میں تمہارے مانند نہیں ہوں۔ خدا نے ائمہ حق پر فرض کیا ہے کہ وہ خود کو مفلس و نادار لوگوں کی سطح پر رکھیں

تاکہ مفلوک الحال اپنے فقر کی وجہ سے پیچ و تاب نہ کھائے۔"(۱)

اضافۂ مترجم: اس خطبہ کی شرح میں علامہ مفتی جعفر حسین اعلی اللہ مقامہ نے تصوف اور متصوفہ پر گفتگو کی ہے جو کہ قارئین کی نذر کی جاتی ہے:

رہبانیت و تصوف

رہبانیت و ترکِ علائق کو قدیم زمانے سے طہارت نفس اور درستگی اعمال کا ذریعہ سمجھا جاتا رہا ہے۔ چنانچہ جو لوگ زہد و استغراق میں زندگی بسر کرنا چاہتے تھے وہ شہروں اور بستیوں سے نکل کھڑے ہوتے اور جنگلوں اور پہاڑوں کی غاروں میں سکونت اختیار کر کے بزعم خویش اللہ سے لو لگائے پڑے رہتے۔ اگر کسی راہ گیر یا آس پاس کی بستی والے نے کچھ کھانے کو دے دیا تو کھا لیا ورنہ جنگلی درختوں کے پھلوں اور چشموں کے پانی پر قناعت کر لیتے اور اس طرح زندگی کے لمحات گزار دیتے۔

اس طریقہ عبادت کی ابتدا یوں ہوئی کہ کچھ لوگ حکمرانوں کے ظلم و تشدد سے تنگ آکر اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے اور ان کی گرفت سے بچنے کے لئے کسی سنسان جنگل یا کسی پہاڑ کی کھو میں جا چھپے اور وہاں اللہ کی عبادت و پرستش میں منہمک ہو گئے۔ بعد میں اس قہری زہد و انزوا نے اختیاری صورت اختیار کر لی اور لوگ باختیار خود کھوؤں اور غاروں میں گوشہ نشین ہونے لگے اور یہ طریقہ رائج ہو گیا کہ جو روحانی ترقی کا خواہش مند ہوتا وہ تمام دنیوی بندھنوں کو توڑ کر کسی گوشے میں معتکف ہو جاتا۔ چنانچہ صدیوں تک اس پر

۱۔ نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۲۰۷۔

عمل درآمد ہوتا رہا اور اب تک اس طریقے کے آثار بدھوں اور عیسائیوں میں پائے جاتے ہیں۔

اسلام کا اعتدال پسند مزاج اس خانقاہی زندگی سے سازگار نہیں ہے۔ وہ روحانی ترقی کے لئے دنیا کی نعمتوں اور سعادتوں سے ہاتھ اٹھا لینے کی تعلیم نہیں دیتا اور نہ اس چیز کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ مسلمان گھر بار چھوڑ کر اور ابنائے جنس سے علیحدہ ہو کر کسی گوشے میں چھپ کر بیٹھ جائے اور صرف رسمی عبادت میں لگا رہے۔ اسلام میں عبادت کا مفہوم صرف چند مخصوص اعمال تک محدود نہیں ہے بلکہ جائز ذریعہ معاش سے روزی کی تلاش اور باہمی سلوک و ہمدردی اور تعاون و سازگاری کو بھی عبادت کا ایک اہم جزو قرار دیتا ہے۔ اگر انسان دنیوی حقوق و فرائض کو نظر انداز کر دے کہ نہ اہل و عیال کی ذمہ داریوں کو محسوس کرے، نہ کسب معاش کے لئے سعی و کوشش کو بر سر کار رکھے اور دوسروں پر سہارا کر کے ہر وقت مراقبہ میں پڑا رہے تو وہ اپنے مقصد حیات کو پورا کرنے کے بجائے اپنی زندگی کو تباہ کر رہا ہے۔ اگر اللہ کو یہ چیز مطلوب ہوتی تو پھر دنیا کو بسانے اور آباد کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی جبکہ پہلے ہی سے ایک ایسی مخلوق موجود تھی جو ہمہ وقت اس کی عبادت میں مشغول رہتی تھی۔ انسان کو تو قدرت نے اس دوراہے پر کھڑا کیا ہے کہ جس میں حدِ وسط ہی ہدایت کا مرکز ہے اگر ذرا اس نقطہ اعتدال سے اِدھر اُدھر ہوا تو اس کے لئے گمراہی ہی گمراہی ہے اور حدِ وسط یہ ہے کہ انسان نہ دنیا کی طرف اتنا جھکے کہ آخرت کو نظر انداز کر کے صرف دنیا ہی کا ہو کر رہ جائے اور نہ دنیا سے اتنا کنارہ کش ہو جائے کہ کسی چیز سے کوئی لگاؤ نہ رکھے اور ہر چیز سے دست

بردار ہو کر کسی گوشہ میں معتکف ہو جائے۔ جب اللہ نے انسان کو دنیا میں پیدا کیا ہے تو اسے اس دنیا میں رہتے ہوئے دستور حیات پر عمل پیرا ہونا چاہئے اور حد اعتدال میں رہتے ہوئے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں اور آسائشوں سے بہرہ اندوز ہونا چاہئے۔

ایسا نہیں کہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو کھانا، برتنا خدا پرستی کے خلاف ہو بلکہ قدرت نے ان نعمتوں کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ ان سے فائدہ اٹھایا جائے۔

چنانچہ جو خاصان خدا تھے وہ دنیا میں گھل مل کر رہتے سہتے اور دنیاداروں کی طرح کھاتے پیتے تھے، انہیں ویرانوں اور پہاڑوں کی غاروں کو اپنا مسکن بنانے اور دنیا والوں سے منہ موڑ کر کسی دور دراز جگہ پر منزل کرنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی بلکہ دنیا کے جھمیلوں میں پڑکر اللہ کو یاد رکھتے تھے اور زندگی کی آسائشوں اور راحتوں کے باوجود موت کو نہ بھولتے تھے۔

رہبانیت کی زندگی عموماً ایسے مفاسد کا باعث ہوتی ہے جو دنیا کے ساتھ عقبیٰ کو بھی تباہ و برباد کر دیتے ہیں اور انسان صحیح معنوں میں خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق ہو کر رہ جاتا ہے۔ چنانچہ جب فطری خواہشات کو حلال و مشروع طریقے سے پورا نہیں کیا جاتا تو انسان کا ذہن خیالات فاسدہ کا مرکز بن جاتا ہے اور اطمینان و یکسوئی سے عبادت کو سرانجام دینے سے قاصر رہتا ہے اور کبھی ہوائے نفس اس طرح اس پر غلبہ پالیتی ہے کہ وہ تمام اخلاقی بندھنوں کو توڑ کر نفسانی خواہشوں کے پورا کرنے کے درپے ہو جاتا ہے اور پھر ہلاکت کے ایسے گڑھے میں جا پڑتا ہے کہ جس سے نکلنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اسی لئے

شریعت نے متاہل (شادی شدہ) کی عبادت کو غیر متاہل کی عبادت پر فضیلت دی ہے کیونکہ وہ عادات و اعمال میں ذہنی سکون و یکسوئی بہم پہنچا سکتا ہے۔

وہ افراد جو جامہ تصوف پہن کر زہد، دنیا سے بے تعلقی اور روحانی عظمت کا ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں وہ اسلام کی عملی راہ سے الگ اور اس کی حکیمانہ تعلیم سے نا آشنا ہیں اور صرف شیطان کے بہکانے سے خودساختہ سہاروں پر بھروسہ کر کے ضلالت کے راستے پر گامزن ہیں، چنانچہ ان کی گمراہی اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ وہ اپنے پیشواؤں کو اس سطح پر سمجھنے لگتے ہیں کہ گویا ان کی آواز خدا کی آواز اور ان کا عمل خدا کا عمل ہے اور کبھی شرعی حدود و قیود سے اپنے کو آزاد سمجھتے ہوئے ہر امر قبیح کو اپنے لئے جائز قرار دے لیتے ہیں۔ اس الحاد و بے دینی کو تصوف کے نام سے پیش کیا جاتا ہے اور اس کے غیر شرعی اصولوں کو طریقت کے نام سے پکارا جاتا ہے اور یہ مسلک اختیار کرنے والے صوفی کہلائے جاتے ہیں۔

سب سے پہلے ابوہاشم کوفی و شامی نے یہ لقب اختیار کیا جو اموی النسب اور جبری العقیدہ تھا۔ اسے اس لقب سے پکارنے کی وجہ یہ تھی کہ اس نے زہد و تقویٰ کی نمائش کے لئے صوف کا لباس پہن رکھا تھا بعد میں اس لقب نے عمومیت اختیار کرلی اور اس کی وجہ تسمیہ میں مختلف توجیہات گڑھ لی گئیں۔

چنانچہ ایک توجیہ یہ ہے کہ صوف کے تین حرف ہیں: ص۔و۔ف۔

صاد سے مراد صبر، صدق اور صفا ہے۔

واؤ سے مراد ود، ورد اور وفا ہے۔

فا سے مراد فقر اور فنا ہے۔

اور اس کے متعلق دوسرا قول یہ ہے کہ یہ صُفّہ سے مشتق ہے اور صُفّہ مسجد نبوی کے قریب ایک چبوترا تھا جس پر کھجور کی شاخوں کی چھت پڑی ہوئی تھی جس میں رہنے والے اصحاب صفہ کہلاتے تھے اور غربت اور بے چارگی کی وجہ سے وہیں پڑے رہتے تھے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ عرب کے ایک قبیلے کے جد اعلیٰ کا نام صوفہ تھا اور یہ قبیلہ خانہ کعبہ اور حجاج کی خدمت کے فرائض سرانجام دیتا تھا اور اسی قبیلے کی نسبت سے یہ لوگ صوفی کہلاتے ہیں۔

یہ گروہ متعدد فرقوں میں بٹا ہوا ہے لیکن بنیادی فرقے صرف سات ہیں:

۱۔ وحدتیہ:

یہ فرقہ وحدۃ الوجود کا قائل ہے۔ چنانچہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز خدا ہے۔ یہاں تک کہ ہر نجس و ناپاک چیز کو بھی یہ اسی منزل الوہیت پر ٹھہراتے ہیں اور اللہ کو دریا سے اور مخلوقات کو اس میں اٹھنے والی لہروں سے تشبیہ دیتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ دریا کی لہریں دریا کے علاوہ کوئی جداگانہ وجود نہیں رکھتیں بلکہ ان کا وجود بعینہ دریا کا وجود ہے جو کبھی ابھرتی ہیں اور کبھی دریا کے اندر سمٹ جاتی ہیں۔ لہٰذا کسی چیز کو اس کی ہستی سے الگ نہیں قرار دیا جاسکتا۔

۲۔ اتحادیہ:

اس فرقہ کا خیال یہ ہے کہ وہ اللہ سے اور اللہ اس سے متحد ہو چکا ہے۔ یہ اللہ کو آگ سے اور اپنے کو اس لوہے سے تشبیہ دیتے ہیں کہ جو آگ میں پڑا رہنے کی وجہ سے اس کی صورت و خاصیت پیدا کرچکا ہو۔

۳۔ حلولیہ:

اس کا عقیدہ یہ ہے کہ خداوند عالم عارفوں اور کاملوں کے اندر حلول کر جاتا ہے اور ان کا جسم اس کی فرودگاہ ہوتا ہے۔ اس لئے وہ بظاہر بشر اور بباطن خدا ہوتے ہیں۔

۴۔ واصلیہ:

یہ فرقہ اپنے کو واصل باللہ سمجھتا ہے اور اس کا نظریہ یہ ہے کہ احکام شرع، تکمیل نفس و تہذیب اخلاق کا ذریعہ ہیں اور جب نفس حق سے متصل ہو جاتا ہے تو پھر اسے تکمیل و تہذیب کی احتیاج نہیں رہتی۔ لہٰذا واصلین کے لئے عبادات و اعمال بیکار ہو جاتے ہیں کیونکہ "اذا حصلت الحقیقة بطلت الشریعة" جب حقیقت حاصل ہو جاتی ہے تو شریعت بے کار ہو جاتی ہے۔ لہٰذا وہ جو چاہیں کریں ان پر حرف گیری نہیں کی جاسکتی۔

۵۔ زراقیہ:

یہ فرقہ نغمہ و سرود کی دھنوں اور حال و قال کی سرمستیوں کو سرمایہ عبادت سمجھتا ہے اور درویشی و دریوزہ گری سے دنیا کماتا ہے اور اپنے پیشواؤں کی من گھڑت کرامتیں سنا کر عوام کو مرعوب کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔

۶۔ عشاقیہ:

اس فرقہ کا نظریہ یہ ہے کہ المجازة قنطرة الحقیقة. عشق مجازی، عشق حقیقی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ لہٰذا عشق الٰہی کی منزل تک پہنچنے کے لئے کسی مہوش سے عشق کیا جائے لیکن جس عشق کو یہ عشق الٰہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں وہ صرف اختلال دماغی کا نتیجہ ہوتا ہے کہ جس کی وجہ سے عاشق قلب و روح کی

پوری توجہ کے ساتھ ایک فرد کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور اس تک رسائی ہی اس کی منزل آخر ہوتی ہے۔ یہ عشق فسق و فجور کی راہ پر تو لگا سکتا ہے مگر عشق حقیقی کی منزل سے اسے کوئی لگاؤ نہیں ہوتا۔

عشق مجاز چون بہ حقیقت نظر کنی
دیو است و دیورانہ بود پائے رہبری

۷۔ تلقیہ:

اس فرقے کے نزدیک علوم دینیہ کا پڑھنا اور کتب علمیہ کا مطالعہ کرنا قطعاً حرام ہے بلکہ جو مرتبہ علمی، ستر (۷۰) برس تک پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا وہ ایک ساعت میں مرشد کے تصرف روحانی سے حاصل ہو جاتا ہے۔

علمائے شیعہ کے نزدیک یہ تمام فرقے گمراہ اور اسلام سے خارج ہیں چنانچہ اس سلسلے میں ائمہ اطہار کے بکثرت ارشادات موجود ہیں اور اس خطبہ میں بھی امیرالمؤمنین علیہ السلام نے عاصم ابن زیاد کے قطع علائق دنیا کو شیطانی وسوسہ کا نتیجہ قرار دیا ہے اور اسے اس راہ پر چلنے سے بشدت منع کیا ہے۔(۱)

خرافاتِ صوفیہ

اس باب کا اختتام ہم خرافات صوفیہ سے کرنا چاہتے ہیں تاکہ قارئین کرام کو کچھ تفریح طبع حاصل ہو اور اس کے ساتھ سامان عبرت بھی میسر آئے اور انہیں بخوبی معلوم ہو سکے کہ زہد و پارسائی کے یہ دعویدار کتنے بڑے مکار اور فریبی ہیں اور انہوں نے اپنی کرامات کے لئے کیا کیا جھوٹ تراشے ہیں۔

۱۔ نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۲۰۷۔

رابعہ بصری کی کرامت

رابعہ بصری کے متعلق شیخ عطار تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۵۵ پر رقم طراز ہیں:

ایک گروہ کا بیان ہے کہ جب رابعہ کے ماں باپ جہان فانی سے رخصت ہوئے تو رابعہ نے ایک مغنی کے ہاں پرورش پائی۔ آخر میں حسن بصری کے ہاتھ پر بیعت کی۔(۱) اور ایک ویرانے میں طویل عرصے تک بیٹھ کر ذکر حق کرتی رہیں۔

پھر ویرانے سے ایک گرجا میں منتقل ہو گئیں اور اس گرجا میں رہ کر اللہ کی عبادت میں مصروف رہیں۔

پھر انہوں نے حج کا ارادہ کیا۔ حج کے لئے پہلے پہل وہ ایک آبادی میں آئیں، یہاں سے انہوں نے ایک گدھا خریدا اور قافلے کے ساتھ چل پڑیں۔ راستے میں ان کا گدھا مر گیا۔ اہل قافلہ نے انہیں پیشکش کی کہ ہم آپ کا سامان اٹھالیں گے لیکن انہوں نے ان کی اس پیشکش کو ٹھکرا دیا اور کہا: "میں نے تمہارے بھروسے پر سفر نہیں کیا تھا۔"

قافلہ انہیں تنہا چھوڑ کر چلا گیا۔ انہوں نے بارگاہ احدیت میں عرض کی: "خدایا! بادشاہ ایک مسافر عورت کے ساتھ یہی سلوک روا رکھتے ہیں؟ تو نے مجھے اپنے گھر آنے کی دعوت دی اور راستے میں میرے گدھے کو مار دیا اور مجھے بیابان میں تن تنہا کھڑا کر دیا۔"

۱۔ حسن بصری وہی شخص ہیں جن کے متعلق مولائے کائنات حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ "ہر امت میں ایک نہ ایک سامری ہوتا ہے اور حسن بصری اس امت کا سامری ہے۔" احتجاج طبرسی۔

بس یہ کہنے کی دیر تھی کہ گدھے کے مردہ جسم میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ زندہ ہو گیا۔ رابعہ بصری نے اس پر اپنا سامان لادا اور چل پڑیں۔

راوی کہتا ہے کہ میں اسی گدھے کو ایک سال بعد منڈی میں فروخت ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

جب رابعہ مکہ کے قریب پہنچیں تو انہوں نے دیکھا کہ کعبہ ان کے استقبال کے لئے خود چلا آتا ہے۔(نعوذ باللہ)

بی بی رابعہ نے کعبہ کو اپنی جانب آتے ہوئے دیکھا تو کہا: "مجھے صاحب خانہ (خدا) کی ضرورت ہے میں اس کے گھر کو لے کر بھلا کیا کروں گی۔"

(تعجب ہے کہ آج تک کسی صوفی نے یہ نہیں کہا کہ کعبہ خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال کے لئے آیا ہو، مگر جو کعبہ آج تک کسی نبی و امام کے استقبال کے لئے نہیں آیا تھا وہ رابعہ بصری کے استقبال کے لئے چل پڑا)۔

اسی سال ابراہیم ادہم بھی ایک عجیب رنگ سے حج کرنے گئے ہوئے تھے، ابراہیم ادہم نے مکہ کا سفر چودہ برس میں طے کیا تھا، وہ قدم قدم پر سجدہ کرتے ہوئے آئے تھے اور یوں چودہ برس کے طویل سفر کے بعد وہ مکہ میں پہنچے تو دیکھا کہ کعبہ اپنے مقام پر موجود نہ تھا۔

ابراہیم نے چیخ کر کہا: "یہ کیا حادثہ ہو گیا ہے یا میری بینائی میں کچھ خلل آگیا ہے؟ آج مجھے کعبہ اپنے مقام پر نظر نہیں آتا۔"

ہاتف غیبی کی آواز آئی: "تیری آنکھوں میں کوئی خلل نہیں ہے، کعبہ

ایک عورت کے استقبال کے لئے گیا ہے۔"

یہ سن کر ابراہیم کو غصہ آیا اور کہا: "یہ عورت کون ہے؟"

ابراہیم ادہم دوڑتا ہوا آیا تو دیکھا کہ کعبہ رابعہ کا طواف کر رہا تھا۔ کچھ دیر بعد کعبہ اپنے اصلی مقام پر آگیا۔

ابراہیم ادہم نے رابعہ سے کہا: "تم نے یہ کیسا شور برپا کیا ہوا ہے؟"

رابعہ نے جواب دیا: "میں نے جہان میں کوئی شور برپا نہیں کیا، شور تو نے برپا کیا ہوا ہے کہ چودہ سال سفر کر کے کعبہ آیا ہے۔"

ابراہیم ادہم نے کہا: "جی ہاں مجھے چودہ سال اس لئے لگے کہ میں قدم قدم پر سجدہ کرتا ہوا آیا ہوں۔"

رابعہ نے کہا: "ابراہیم! میرے اور تیرے درمیان بس یہی فرق ہے تو نے یہ راستہ نماز میں طے کیا اور میں نے یہ راستہ نیاز میں طے کیا۔"

پھر رابعہ بیت اللہ کی طرف آئیں اور مناسک حج ادا کئے اور مقام عرفات میں زارو زار گریہ کر کے کہا: "خدایا! تو نے حج کے لئے عظیم ثواب مقرر کیا ہے اور مصیبت پر بھی تو نے بہت سے اجر کا وعدہ کیا ہے، اگر تو نے میرا حج قبول کر لیا ہے تو مجھے اس کا اجر دے، اگر میرا حج قبول نہیں کیا ہے تو یہ میرے لئے مصیبت ہے اور تو نے مصیبت پر اجر دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اس صورت میں مجھے میری مصیبت کا اجر دے۔"

پھر بی بی بصرہ چلی گئیں اور وہاں پورا سال معروف عبادت رہیں۔ ایک سال بعد انہوں نے کہا کہ پچھلے سال کعبہ میرے استقبال کو آیا تھا اس سال میں اس کے استقبال کے لئے جاؤں گی۔

شیخ ابو علی فارمدی کہتے ہیں کہ بی بی رابعہ نے حج کے لئے پہلو کے بل لیٹ کر سفر کرنا شروع کیا۔ سات سال سفر میں طے ہوئے، آخرکار عرفات میں پہنچ گئیں۔

اس وقت انہیں یہ ندا سنائی دی: "رابعہ کیا چاہتی ہو؟ اگر تمہیں ہم سے محبت ہے تو ہم تجلی کئے دیتے ہیں۔"

رابعہ نے کہا: "نہیں خدایا! میرے پاس اتنا حوصلہ و سکت ہی نہیں ہے کہ میں تیری تجلی کی تاب لاسکوں، مجھے تیری تجلی کی نہیں، مجھے تو فقر کے ایک نقطہ کی ضرورت ہے۔"

ندا آئی: "رابعہ! فقر تو ہمارا ایک قہر ہے اور فقر ایک مسلسل خشک سالی ہے جہاں سے ہمارے عشاق کا گزر ہوتا ہے اور جب وہ ہم سے صرف ایک بال برابر فاصلے پر آجاتے ہیں تو یکایک ان کا وصل فراق میں بدل جاتا ہے، ابھی تیرے سامنے ستر حجاب ہیں اور جب تک تو ان ستر حجابوں کو طے نہ کرے اور ہماری راہ میں قدم نہ رکھے اس وقت تک تجھ سے فقر کی گفتگو نہیں کی جاسکتی لیکن ذرا اوپر نگاہ کرو۔"

جیسے ہی رابعہ نے اوپر نظر کی تو اسے ہوا میں خون کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا دریا نظر آیا اور ندا آئی: "رابعہ! یہ خون ہمارے عشاق کی آنکھوں سے ٹپکا ہوا ہے یہ سب ہمارے طالب وصال تھے اور جب یہ پہلی منزل پر پہنچے تو اسی دریائے خون میں غرق ہوگئے اور ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔"

رابعہ نے کہا: "خدایا! مجھے بھی ان جیسی کوئی علامت درکار ہے۔"

یہ کہنے کی دیر تھی کہ فوراً انہیں خون حیض آنا شروع ہوگیا۔

اس وقت ہاتف نے ندا دی: "ان کا پہلا مقام تو یہ ہے۔ تو نے سات سال تک پہلو کے بل لیٹ کر سفر کیا تاکہ ہمارے راہ کے ایک پتھر کی زیارت کرسکے لیکن جب تو اس سنگ راہ کے قریب آئی تو تجھے اس ناپاکی کی وجہ سے دور کردیا گیا۔"

دو صوفیوں کا مقابلہ

ایک دن رابعہ کا گزر حسن بصری کے مکان کے قریب سے ہوا۔ حسن بصری نے دریچہ سے سر نکالا ہوا تھا اور رو رہے تھے۔ اس میں سے چند آنسو رابعہ کے کپڑوں پر پڑے۔ پہلے تو رابعہ سمجھیں کہ بارش کے قطرے ہیں لیکن انہیں جلد ہی معلوم ہوگیا کہ یہ قطرے حسن بصری کے قطراتِ اشک میں سے ہیں۔ پھر انہوں نے حسن بصری کی طرف منہ کر کے کہا: "محترم استاد! یہ آنسو رعونتِ نفس کا ذریعہ ہیں۔ ان آنسوؤں کو اپنے دماغ کے نہاں خانے میں محفوظ رکھو اور اس سے ایک دریا بناؤ اور اس دریا میں تیر کر اپنے خدا کو تلاش کرو۔"

حسن بصری کو رابعہ کے یہ جملے گراں گزرے۔

ایک دن حسن بصری دریا کے قرب سیر کر رہے تھے۔ وہاں سے رابعہ کا گزر ہوا تو حسن بصری نے دریا پر مصلیٰ بچھایا اور رابعہ سے کہا: "آؤ اس مصلیٰ پر نماز پڑھیں۔"

رابعہ نے کہا: "استاد محترم! دین کے بازار میں مردانِ آخرت کو ایسی چیز کا مظاہرہ کرنا چاہئے جس کا اظہار دوسروں سے مشکل ہو۔"

پھر رابعہ نے اپنا مصلیٰ ہوا میں پھینکا، قدرت خدا سے وہ مصلیٰ ہوا میں بچھ گیا، رابعہ پرواز کر کے مصلیٰ پر جا کھڑی ہوئیں اور حسن بصری سے کہا: "آؤ یہاں نماز پڑھیں۔"

حسن بصری کو یہ مقام حاصل نہ تھا، لہذا حسن بصری نے خاموشی میں ہی عافیت محسوس کی۔

پھر رابعہ نے حسن بصری کی تالیف قلب کے لئے کہا: "استاد محترم! جو کچھ آپ نے کیا ہے وہ چنداں لائق تعجب نہیں ہے، یہ کام تو دریا کی مچھلیاں بھی کرتی ہیں اور جو کچھ میں نے کیا ہے یہ بھی کوئی تعجب خیز نہیں ہے کیونکہ یہ کام تو مکھی بھی کرتی ہے۔ اس سے زیادہ لائق توجہ امر یہ ہے کہ کارِ حق میں مصروف رہو۔"(۱)

قارئین کرام!

خدارا انصاف کریں، کیا اس طرح کی وضعی و من گھڑت روایات سے کسی مذہب کی تائید ممکن ہے؟ آج جب کہ تعلیم کا دور دورہ ہے اور انسان آسمانوں کرات پر کمند ڈال چکا ہے تو کیا آج کا روشن خیال جوان اس طرح کی خرافات پر یقین کر سکتا ہے؟

دعا ہے کہ خداوند عالم مسلمانوں کو ان خرافات سے محفوظ رکھے۔

آمین ثم آمین۔

۱۔ تذکرۃ الاولیاء ص ۵۷۔

سفید جھوٹ

ابراہیم بن ادہم کہتے ہیں کہ میں حج کے لئے جارہا تھا۔ جب میں ذات العرق پہنچا تو میں نے ستر احرام پوش دیکھے جو کہ مر چکے تھے اور ان کے ناک اور منہ سے خون بہہ رہا تھا، ان میں سے ایک میں رمق جان باقی تھی، میں اس کے قریب گیا اور اس سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟

اس نے کہا: "ادہم کے بیٹے! **عليك بالماء والمحراب.** تو وضو کر اور نمازیں پڑھ۔ حضرت حق سے دور نہ ہونا، مہجور قرار پاؤ گے اور نزدیک ہونے کی کوشش نہ کرنا، تکلیف میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بساطِ سلاطین پر گستاخی کر بیٹھو اور ان سے دوستی نہ کرنا جو حاجیوں سے وہی سلوک کرتے ہیں جو مسلمان کافران روم کے ساتھ کرتے ہیں اور ان سے جنگ کرتے ہیں۔

تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہم لوگ صوفی ہیں اور ہم نے اس بیابان میں قدم توکل رکھا اور یہ فیصلہ کر کے روانہ ہوئے تھے کہ اس پورے سفر میں کسی سے گفتگو نہیں کریں گے اور خدا کے بغیر کسی سے نہیں ڈریں گے اور ہماری تمام حرکت و سکون رضائے الٰہی کے لئے ہوگی اور کسی طرف التفات نہیں کریں گے۔

جب ہم نے بیابان کا کچھ حصہ طے کیا اور میقات پر پہنچے تو حضرت خضرؑ ہمارے پاس آئے اور انھوں نے ہمیں سلام کیا، ہم نے خوش ہو کر انھیں سلام کا جواب دیا اور ایک دوسرے سے کہا کہ الحمدللہ ہمارے سفر کا آغاز بہتر ہو گیا، خضرؑ ہمارے استقبال کے لئے آئے۔

اسی وقت ندا بلند ہوئی کہ اے جھوٹے لوگو! تم نے اپنے قول پر عمل نہیں کیا، اب تم نے میرے ایک بندے کو دیکھا تو تم نے مجھے بھلا دیا اور غیر اللہ کی طرف متوجہ ہو گئے اور جب تک میں تمہیں غارت نہ کروں اور غیرت کی تیغ سے تمہارا خون نہ بہاؤں اس وقت تک تم سے صلح نہیں کروں گا۔

تمہیں یہ جو افراد مرے ہوئے نظر آتے ہیں یہ سب کے سب کشتگان ناز ہیں۔

اے ابراہیم! اگر تمہیں جرأت ہے تو اس وادی میں قدم رکھو ورنہ دور ہو جاؤ۔"

ابراہیم نے کہا: "اس کی کیا وجہ ہے کہ باقی افراد تو تیغ ناز سے قتل ہو گئے لیکن تم ابھی تک زندہ ہو؟"

اس نے جواب دیا: "مجھے یہ کہا گیا تھا کہ یہ پختہ ہیں اور تو ابھی تک خام ہے، تو ابھی کچھ دیر صبر کر یہاں تک کہ تو پختہ ہو جائے اور جب تو پختہ ہو جائے گا تو تو بھی ان کے پیچھے روانہ ہو جائے گا۔"

اس نے یہ الفاظ کہے اور جان دے دی۔(۱)

عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ ایک سفر میں ابراہیم کا زاد راہ ختم ہو گیا اور وہ مسلسل چالیس دن تک ریت کھا کر گزارہ کرتے رہے لیکن کسی کو اپنی پریشانی سے آگاہ نہ کیا۔

سہل بن ابراہیم کا بیان ہے کہ میں ایک سفر میں ابراہیم بن ادہم کا ہمسفر تھا۔ دوران سفر میں بیمار ہو گیا۔ ابراہیم کے پاس جو بھی اثاثہ تھا اس نے

۱۔ تذکرۃ الاولیاء ص ۷۶۔

فروخت کر کے میرا علاج کرایا۔ میں پھر بھی صحتیاب نہ ہو سکا تو انہوں نے اپنا گدھا بھی فروخت کر کے میرا علاج معالجہ کرایا۔ جب میں صحتیاب ہوا تو میں نے پوچھا: "گدھا کہاں ہے؟"

انہوں نے کہا: "میں نے بیچ ڈالا ہے۔"

میں نے کہا: "اب ہم کس چیز پر سوار ہوں گے؟"

ابراہیم نے کہا: "تم مجھ پر سواری کرنا۔"

الغرض تین منزلوں تک وہ مجھے اپنی گردن پر اٹھا کر سفر کرتے رہے۔

عطا سلمی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ابراہیم کے پاس سفر خرچ ختم ہو گیا۔ انہوں نے کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کیا اور مسلسل پندرہ دن تک ریت کھاتے رہے۔

سفیان ثوری کے اساتذہ کا انجام

سفیان ثوری جوانی میں ہی کبڑا ہو گیا تھا۔ کسی نے اس سے کہا: "تو مسلمانوں کا رہنما ہے اور ایک مسلم رہنما کی کمر یوں خمیدہ نہیں ہونی چاہئے۔"

سفیان نے اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیا، جب سوال کرنے والے کا اصرار بڑھا تو سفیان نے کہا "بات یہ ہے کہ میرا ایک استاد تھا جس سے میں تعلیم حاصل کیا کرتا تھا۔ جب اس کی موت کا وقت آیا تو میں اس وقت اس کے سرہانے بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت اس نے آنکھ کھول کر مجھے دیکھا اور کہا کہ دیکھ رہے ہو میرے ساتھ اس وقت کیا سلوک ہو رہا ہے؟ میں پچاس برس سے

لوگوں کی رہنمائی کر رہا ہوں اور اس وقت مجھے راندۂ درگاہ بنایا جا رہا ہے اور مجھ سے کہا جا رہا ہے کہ تو ہمارے لائق نہیں ہے۔"

سفیان نے کہا: "میں نے تین استادوں کی خدمت کی اور ان سے علم حاصل کیا۔ ان میں سے ایک مرنے کے وقت یہودی ہو گیا تھا اور اس کی موت مذہب یہود پر واقع ہوئی تھی۔ میرا دوسرا استاد مجوسی ہو گیا تھا اور تیسرا استاد نصرانی ہو کر مرا۔ اسی خوف کی وجہ سے جوانی میں ہی میری کمر خم ہو گئی۔"

وان دگریلک کرده صوفی نام خود
کفر ها بنهاده اندر دام خود
هیچ دانی چیست صوفی مشربی
ملحدی ، بنگی ، مباحی ، مذهبی

علامہ نراقی مرحوم

جن لوگوں نے اپنا نام صوفی رکھا ہوا ہے، انہوں نے اپنے دام میں کئی کفر چھپائے ہوئے ہیں۔

صوفی مشرب کو جانتے ہو کہ کیا ہے، صوفیت نرا الحاد، نشہ بازی اور اباحیت پسندی سے عبارت ہے۔

جھوٹ میں ہڈی ہوتی تو گلے میں ضرور اٹکتی

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک عباسی خلیفہ مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا اور اس کے قریب ہی سفیان ثوری تعقیبات میں مصروف تھا۔

نماز کے دوران خلیفہ اپنی داڑھی سے کھیلتا رہا۔ جب اس نے نماز ختم

کی تو سفیان ثوری نے کہا: "قیامت کے دن تیری یہ نماز ایک نجس گیند کی طرح تیرے منہ پر ماری جائے گی۔"

خلیفہ نے کہا: "آہستہ سے بات کرو۔"

سفیان نے کہا: "اگر میں حق بات پر پردہ ڈالوں تو خدا کرے کہ میرا پیشاب خون بن جائے۔"

خلیفہ کو دل ہی دل میں سفیان پر سخت غصہ آیا اور وہ مسجد سے اٹھ کر گھر چلا گیا اور اس نے اپنے ملازمین کو حکم دیا کہ سولی تیار کی جائے۔ جب سولی تیار ہو گئی تو اس نے کہا: "سفیان کو اس سولی پر لٹکایا جائے تاکہ آئندہ کسی کو خلیفہ پر جسارت کرنے کی ہمت نہ ہو سکے۔

اس وقت سفیان دو بزرگ صوفیوں کے قریب لیٹے ہوئے تھے، ان دو میں سے ایک سفیان بن عیینہ تھے، سفیان کے دوستوں کو خلیفہ کے حکم کا پتا چل چکا تھا، وہ سفیان ثوری کے لئے بڑے پریشان تھے، دونوں بزرگوں نے سفیان کو سویا ہوا سمجھ کر آپس میں بات کی کہ ہمیں سفیان کو عتاب شاہی کے متعلق کچھ نہیں بتانا چاہئے۔

سفیان جو کہ آنکھیں بند کئے ہوئے تھے در حقیقت بیدار تھے۔ فوراً اٹھ بیٹھے اور کہا: "کیا معاملہ ہے؟"

بزرگوں نے بتایا کہ تمہارے لئے دار تیار ہو چکی ہے اور خلیفہ تمہیں اس پر لٹکانا چاہتا ہے۔

جیسے ہی سفیان نے یہ سنا تو ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور بارگاہ

۱۔ تذکرۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۵۸۔

احدیت میں عرض کی: "خدایا! اس ظالم کو ساتھیوں سمیت ابھی ابھی پکڑ اور انہیں مہلت نہ دے۔"

بس چند لمحات گزرے کہ خلیفہ کے محل سے گریہ و فریاد کی صدائیں بلند ہوئیں، معلوم کرنے پر پتا چلا کہ زمین پھٹ گئی اور خلیفہ اپنے ساتھیوں سمیت قارون کی طرح زمین میں دھنس گیا۔

یہ منظر دیکھ کر بزرگوں نے کہا کہ خدا نے بہت جلد سفیان ثوری کی دعا کو قبول کرلیا۔(۱)

سفیان ثوری کی شخصیت

واضح رہے کہ یہ سفیان ثوری وہی ہیں جنہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو اچھا لباس پہنے ہوئے دیکھا تو ان پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ آپؑ کا تعلق خاندان رسالت سے ہے آپؑ کو یہ لباس زیب نہیں دیتا۔

امام علیہ السلام نے وہ جبہ ہٹا کر اندرونی جبہ دکھایا جو کہ انتہائی موٹا جھوٹا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا: "میں نے لوگوں کو دکھانے کے لئے یہ اوپر والا لباس پہنا ہے اور اپنے نفس کے لئے اندر میں نے موٹا جھوٹا لباس پہنا ہوا ہے۔"

پھر آپؑ نے سفیان ثوری کے اوپر والا جبہ ہٹایا تو اس نے اندر سے ریشمی لباس پہنا ہوا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: "تم نے لوگوں کو دکھانے کے لئے درویشانہ لباس پہن رکھا ہے جبکہ اپنے نفس کو راضی رکھنے کے لئے تم نے ریشم کا لباس پہنا

ہوا ہے۔"

قارئین کرام! خدا لگتی کہئے اگر کوئی بھی عباسی خلیفہ زمین میں دھنسا ہوتا تو یہ تاریخ کا مشہور ترین واقعہ ہوتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یہ واقعہ شیخ عطار کے علاوہ کسی نے آج تک بیان نہیں کیا۔ اسی لئے ہم نے اس داستان کے آغاز میں لکھا ہے:

"اگر جھوٹ میں ہڈی ہوتی تو گلے میں ضرور اٹکتی"

بارک اللہ، ایسی کھانسی؟

شیخ عطار اپنی کتاب تذکرۃ الاولیاء کے حصہ اول صفحہ ۲۰۰ پر لکھتے ہیں:

اکابر صوفیہ میں سے ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ میں روم میں اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک میں نے دیکھا کہ شیطان یک لخت زمین پر گرا۔

میں نے اس سے کہا: "لعین! تجھے کیا ہوا؟"

شیطان نے کہا: "شیخ محمد اسلم طوسی اپنے گھر میں بیٹھے وضو کر رہے تھے کہ دوران وضو وہ کھانسے، ان کی کھانسی کی آواز سن کر میں نیچے آکر گرا۔ شکر ہے کہ میں مرنے سے بچ گیا۔"

علاوہ ازیں اسی کتاب کے ص ۲۵۹ پر شیخ عطار لکھتے ہیں: شاہ شجاع کرمانی مسلسل چالیس برس تک جاگتے رہے اور اس تمام عرصے میں وہ ایک لمحہ کے لئے نہ سوئے اور اپنی آنکھوں میں نمک ڈالتے تھے اور ان کی آنکھیں خون کے پیالے کی مانند سرخ ہوگئی تھیں۔

چالیس سال بعد ان کی آنکھ لگ گئی۔ جیسے ہی سوئے انہیں خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوئی۔

انہوں نے کہا: "خدایا! میں تو عالم بیداری میں تجھے تلاش کرتا رہا اور تو مجھے خواب میں ملا۔"

خداوند عالم نے فرمایا: "اگر تمہاری وہ بیداری نہ ہوتی تو آج خواب میں میرا دیدار نہ کرسکتے تھے۔"

اس کے بعد شاہ شجاع کرمانی کی یہ عادت بن گئی تھی کہ وہ جہاں بھی جاتے فوراً سرہانہ رکھ کر سو جاتے تھے اور کہتے تھے کہ میں اس نیند پر کائنات کی بیداری قربان کرسکتا ہوں۔

قارئین کرام! آپ نے دونوں داستانیں پڑھیں، ہم پورے یقین سے یہ کہتے ہیں کہ دونوں داستانیں جھوٹی ہیں اور فارسی کی یہ ضرب المثل ان داستانوں پر صادق آتی ہے: "پیران خود نہ پرند، مریدان می پرانند۔ (پیر خود نہیں اڑتے، مرید اڑایا کرتے ہیں۔)"

کیا خداوند عالم قابل دید ہے؟ ہرگز نہیں۔ جس کا دیدار موسیٰ علیہ السلام کرنے گئے تو دیدار نصیب نہ ہوا۔ جس کے ایک جلوے کی تاب موسیٰ علیہ السلام نہ لاسکے، طور سینا جس کی تجلی برداشت نہ کرسکا، مگر شاہ شجاع نے اسے دیکھ لیا۔

ذعلب یمانی نے حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام سے سوال کیا: "آپؑ نے خدا کو دیکھا ہے؟"

تو آپؑ نے اس کے جواب میں فرمایا: "کیا میں اس اللہ کی عبادت کرتا

ہوں جسے میں نے دیکھا تک نہیں؟"

اس نے کہا: "آپؑ کیوں کر دیکھتے ہیں؟"

آپؑ نے فرمایا: "**لا تراه العيون بمشاهدة العيان ولكن تدركه القلوب بحقائق الايمان، قريب من الاشياء غير ملامس بعيد منها غير مباين متكلم لا بروية، مريد لا بهمة، صانع لا بجارحة، لطيف لا يوصف بالخفاء، كبير لا يوصف بالجفاء، بصير لا يوصف بالحاسة، رحيم لا يوصف بالرقة، تعنو الوجوه لعظمته وتجب القلوب من مخافة.**

آنکھیں اسے کھلم کھلا نہیں دیکھتیں بلکہ دل ایمانی حقیقتوں سے اسے پہچانتے ہیں، وہ ہر چیز سے قریب ہے لیکن جسمانی اتصال کے طور پر نہیں، وہ ہر شے سے دور ہے مگر الگ نہیں، وہ غور و فکر کئے بغیر کلام کرنے والا اور بغیر آمادگی کے قصد و ارادہ کرنے والا اور بغیر اعضاء کی مدد کے بنانے والا ہے، وہ لطیف ہے، لیکن پوشیدگی سے اسے متصف نہیں کیا جاسکتا۔ وہ بزرگ و برتر ہے مگر تندخوئی اور بدخلقی کی صفت اس میں نہیں، وہ دیکھنے والا ہے مگر حواس سے اسے موصوف نہیں کیا جاسکتا، وہ رحم کرنے والا ہے مگر اس صفت کو نرم دلی سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا، چہرے اس کی عظمت کے آگے ذلیل و خوار اور دل اس کے خوف سے لرزاں و ہراساں ہیں۔"(۱)

ائمہ اطہار کے دوستوں کو نعمت ولایت کی قدر کرنی چاہئے اور آل محمدؐ کا احسان سمجھنا چاہئے جنہوں نے ہمیں توحید کے حقائق سے آگاہ کیا ورنہ ہم بھی صوفیہ کی طرح سے رؤیت خداوندی کے قائل ہوتے اور ہم دل پر جبر کر کے

۱۔ نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۷۷۔ ترجمہ علامہ مفتی جعفر حسین مرحوم۔

چند مزید صوفیوں کی خرافات نقل کرتے ہیں تاکہ دوستان آل محمدؐ کو اندازہ ہو سکے کہ اہلبیت طاہرینؑ نے انہیں کتنا صاف و شفاف دین عطا کیا ہے۔

بچہ صوفی کی دعا کے انتظار میں رحم مادر میں ٹکا رہا

ایک دن مالک بن دینار بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہا: "حضرت! آپ دعا کریں میری بیوی چار سال سے حاملہ ہے مگر ابھی تک بچہ پیدا نہیں ہوا۔ آج میری بیوی بہت ہی بے تاب ہے، آپ دعا کریں کہ خیریت سے زچگی کا مرحلہ طے ہو جائے۔"

مالک جو کہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے انہوں نے قرآن بند کیا اور ناراض ہو کر کہا: "ان لوگوں نے کیا ہمیں نبی سمجھ رکھا ہے؟"

پھر انہوں نے دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے اور کہا: "بار الٰہی! تو بہتر جانتا ہے کہ اس عورت کے شکم میں کیا ہے؟ ہم درخواست کرتے ہیں کہ اسے بیٹا ہونا چاہئے۔"

حاضرین نے بھی ہاتھ اٹھا کر آمین کہی۔ اسی اثناء میں ایک بچہ دوڑتا ہوا آیا اور اس شخص سے کہا کہ آپ فوراً گھر آئیں۔

وہ شخص گھر گیا اور تھوڑی دیر بعد اپنے کندھے پر ایک لڑکے کو اٹھائے ہوئے آیا جس کے دانت پورے نکلے ہوئے تھے مگر اس کی ناف ابھی تک نہیں کاٹی گئی تھی۔(۱)

۱۔ المستغیثین باللہ۔ لابن بشکوال۔

ایک سے بڑھ کر ایک

ڈاکٹر قاسم غنی تاریخ تصوف کے صفحہ ۳۰۳ پر شیخ عبداللہ تروغیذی کے حالات کے تحت لکھتے ہیں:

ایک مرتبہ شیخ عبداللہ تروغیذی اپنے دوستوں کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔ منصور حلاج کشمیر سے آرہا تھا، اس نے سیاہ قبا پہنی ہوئی تھی اور اس کے ہاتھ میں دو سیاہ کتے تھے۔

شیخ عبداللہ نے کشف کے ذریعے سے منصور کی آمد کو معلوم کر لیا اور مریدوں سے کہا: "ابھی ہمارا ایک معزز مہمان آرہا ہے جس نے سیاہ قبا پہنی ہوئی ہے اور اس کے ہاتھ میں کتے ہیں، آنے والا عظیم شخصیت کا مالک ہے، تم جا کر اس کا استقبال کرو اور ادب سے انہیں یہاں لے آؤ۔"

مرید باہر نکلے تو واقعی منصور آرہے تھے۔ چنانچہ م انہیں ادب و احترام سے اپنے شیخ کے پاس لے آئے۔ شیخ نے اٹھ کر ان کا استقبال کیا اور ان کے لئے اپنی مسند خالی کر دی۔ چنانچہ منصور کتوں کو ساتھ لے کر شیخ کی مسند پر بیٹھ گئے اور کھانا کھانے لگے اور انہوں نے کتوں کو بھی اپنے ساتھ بٹھایا اور انہیں بھی کھانا کھلایا۔

مرید خاموش ہو کر سارا منظر دیکھتے رہے اور دل میں پیچ و تاب کھاتے رہے، مگر مہمان کے سامنے خاموش رہے۔

کچھ دیر بعد منصور چلے گئے تو مریدوں نے شیخ سے شکوہ کیا کہ یہ کیسا مہمان تھا جو کتوں کو بھی ہمارے دستر خوان پر لے آیا اور ہمارے دستر خوان کو نجس کیا۔

شیخ عبداللہ نے کہا: "نادانو! تم حقیقت سے بے خبر ہو۔ تم نے جو سیاہ رنگ کے کتے دیکھے یہ حقیقی کتے نہیں تھے۔ یہ دراصل منصور کا نفس تھا جو اس کے اندر سے نکل گیا اور اب اس کی باگ ڈور خود شیخ کے اپنے ہاتھ میں ہے اور ہماری حالت یہ ہے کہ ہم پر ہمارا نفس حکومت کرتا ہے اور شیخ نفس کے شکنجے سے نجات حاصل کر چکے ہیں۔"

اسی کتاب کے صفحہ ۳۰۲ پر محمد بن علیان نسوی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ جنید بغدادی کے اصحاب میں سے تھے۔

وہ بیان کرتے ہیں کہ ابتدائے حال میں مَیں نفس کی چیرہ دستیوں سے واقف ہوگیا تھا اور نفس کے حملے کے مقامات سے بھی میں نے واقفیت حاصل کرلی تھی۔ میرا دل نفس سے سخت کراہت کرتا تھا۔

ایک دن مجھے قے سی آئی اور لومڑی کے چھوٹے بچے کی طرح کی ایک چیز میرے منہ سے خارج ہوئی۔

اللہ نے مجھے اس کے متعلق فہم عطا کی اور میں سمجھ گیا کہ یہ میرا نفس ہے، میں نے اسے لاتیں مارنا شروع کیں، عجیب بات یہ تھی کہ میں اسے جتنا لاتیں مارتا تھا وہ اتنا ہی بڑا اور طاقتور ہوتا جاتا تھا، میں نے اس سے کہا: "بدنصیب! ہر چیز زخم کی وجہ سے کمزور ہوتی ہے لیکن تو الٹا طاقتور ہوتا جاتا ہے۔"

نفس نے جواب دیا: "جب تک توفیق ایزدی کسی کے شامل حال نہ ہو اس وقت تک میں کسی کے مارنے سے مر نہیں سکتا۔"

نمازِ متصوفہ

قرآن مجید میں مشرکین کی نماز کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ماکان صلاتھم عندالبیت الا مکاء و تصدیة. (بیت اللہ کے پاس ان کی نماز سیٹیوں اور تالیوں ہی کی شکل میں ہوتی ہے۔)"

اب نماز متصوفہ کا کچھ حال بھی پڑھ لیں۔

ڈاکٹر قاسم غنی افکار و احوال حافظ کی بحث میں تحریر کرتے ہیں کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر محفل سماع میں شریک تھے۔ ان پر وجد و حال کی کیفیت طاری تھی۔ شیخ اور ان کے مرید اچھل اچھل کر تالیاں بجا رہے تھے کہ مؤذن نے اذان دی اور مسجد کے امام نے آکر کہا: "شیخ! اذان ہوچکی ہے اب آپ آکر نماز پڑھیں۔"

شیخ نے کہا: "تم جاؤ، ہم تو پہلے سے ہی نماز میں مصروف ہیں اور شیخ بدستور وجد و سرور میں مصروف رہے۔"

حقیقت تصوف

ڈاکٹر قاسم غنی تاریخ تصوف کے صفحہ ۳۷ پر لکھتے ہیں بنو امیہ کے تسلط کے بعد دنیا پرستی تقویٰ پر غالب آگئی اور ہر شخص مادیت کے جال میں پھنس گیا۔ بس معدودے چند افراد تقویٰ و زہد پر قائم رہے۔ معاشرے میں اکثریت بے عمل لوگوں کی تھی، اسی لئے جو افراد نماز و روزہ کے پابند ہوتے انہیں "زُھّاد و عُبّاد" کے نام سے پکارا جاتا تھا اور پھر جیسے جیسے امت اسلامیہ

فرقوں میں تقسیم ہوتی گئی ہر فرقہ دعویٰ کرنے لگا کہ "زُھّاد و عُبّاد" افراد صرف ان کے فرقے میں پائے جاتے ہیں اور دوسرے فرقے میں نیک سرشت افراد موجود نہیں ہیں۔

اسی دوران ایک مخصوص فرقہ پیدا ہوا جنہیں "صوفیہ یا متصوفہ" کا نام دیا گیا اور سن دو سو ہجری تک یہ نام مشہور ہو چکا تھا۔

بنو امیہ اور بنو عباس کے حکمرانوں نے ائمہ اہلبیتؑ پر بے پناہ مظالم ڈھائے اور انہیں تنگ و تاریک قیدخانوں میں صرف اس لئے قید رکھا گیا کہ عوام الناس ان سے متعارف نہ ہوں اور آل محمدؐ کی روحانیت کا خلا پر کرنے کے لئے حکومتوں نے ہمیشہ فرقہ صوفیہ کی حوصلہ افزائی کی اور ان کی کرامات کے جھوٹے واقعات تیار کئے گئے تاکہ عوام الناس آل محمدؐ سے کٹ کر ان خود ساختہ افراد کے گرویدہ ہو جائیں۔ چنانچہ ایک منظم سازش کے تحت شفیق بلخی، سفیان ثوری اور جنید بغدادی کے روحانی تصرفات کا چرچا کیا گیا۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ صوفیہ کے لئے جو پہلی خانقاہ تعمیر ہوئی وہ رملہ شام میں ایک عیسائی نے تعمیر کرائی تھی۔

صوفیہ کی اسلام دشمن تعلیمات

شیخ عطار اپنی کتاب تذکرہ کے حصہ اول کے صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں:

جنید بغدادی اپنے مریدوں کے ہمراہ رات کے وقت کہیں جا رہے تھے کہ ایک کتا انہیں دیکھ کر بھونکنے لگا۔ جنید نے جیسے ہی کتے کی آواز سنی تو کہا: "لبیك لبیك."

ایک مرید نے کہا: "آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟"

جنید نے کہا: "کتے کی غراہٹ بھری آواز قہر الٰہی کا مظہر ہے۔ جیسے ہی میں نے اس کی آواز سنی تو میں نے درمیان میں سے کتے کو نکال دیا، اسی لئے میں نے لبیک کہا۔" (نعوذ باللہ)

شیخ عطار بایزید بسطامی کے متعلق تحریر کرتے ہیں:

بایزید بسطامی نے حج کا ارادہ کیا اور گھر سے نکلے کچھ دور جا کر پھر واپس آگئے۔ لوگوں نے کہا: "یاحضرت! آپ نے یہ کیا کیا حج کئے بغیر واپس چلے آئے؟"

شیخ نے کہا: "اصل بات یہ ہے کہ میں حج کے لئے جارہا تھا کہ راستے میں ایک زنگی تلوار لئے کھڑا تھا اور اس نے تلوار لہرا کر کہا کہ اگر واپس چلے جاؤ تو بہتر ورنہ تیرا سر بدن سے جدا کردوں گا۔ "ترکت اللّٰہ ببسطام وقصدت البیت الحرام" (اللہ کو بسطام میں چھوڑ آیا اور بیت اللہ الحرام کا قصد کرلیا۔)"

کتاب کے اسی صفحہ پر مزید لکھا ہے کہ ایک دن بایزید بسطامی کی زبان سے یہ الفاظ جاری ہوئے: "سبحانی اما اعظم شانی. (میں ہر عیب سے پاک و منزہ ہوں میری شان کتنی عظیم ہے۔)"

شیخ سری سقطی کے متعلق اسی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ سری سقطی ایک ولی کو ملنے کیلئے گئے۔ جب سری سقطی وہاں پہنچے تو اسے سلام کیا۔

اس ولی نے پوچھا: "تو کون ہے؟" سری سقطی نے کہا: "وہ۔"

اس نے پوچھا: "کیا کرتے ہو؟" سری سقطی نے کہا: "وہ۔"

اس نے کہا: "کیا کھاتے ہو؟" سری سقطی نے کہا: "وہ۔"

اس صوفی نے کہا: "جب تو "وہ" ہے تو پھر کسے تلاش کر رہا ہے؟"
یہ لفظ سری سقطی نے سنے تو نعرۂ مستانہ بلند کیا اور بے ہوش ہو گئے اور حقیقت یہی ہے کہ ہر صوفی اپنی ذات کی نفی کر کے خدا سے اتصال کا خواہش مند ہوتا ہے اور وہ شرک ہستی کو دور کر کے منصور کی طرح انا الحق کا نعرہ لگانے کے لئے بے چین رہتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام نے اپنے پیروکاروں کو صوفیہ کے ساتھ نشست و برخاست سے منع کیا ہے تاکہ وہ ان کے دام تزویر میں نہ پھنس جائیں۔

چند روایات

عن البرنطی و اسماعیل بن بزیع عن الرضاً قال من ذکر عنده الصوفیة ولم ینکرهم بلسانه وقلبه فلیس منا ومن انکرهم فکانما جاهد الکفار بین یدی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم.

وعن البزنطی انه قال: قال رجل من اصحابنا للصادق جعفر بن محمدً قد ظهر فی هذا الزمان قوم یقال لهم الصوفیة فما تقول فیهم؟

قال انهم اعداءنا فمن مال الیهم فهو منهم ویحشر معهم وسیکون اقوام یدعون حبنا ویمیلون الیهم ویتشبهون بهم ویلقبون بلقبهم ویأولون اقوالهم الا فمن مال الیهم فلیس منا وانا منه براء ومن انکرهم ورد علیهم کان کمن جاهد الکفار بین یدی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم.

"سفینۃ البحار ج ۲ ص ۵۷"

بزنطی اور اسماعیل بن بزیع بیان کرتے ہیں کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:
"جس کے سامنے صوفیہ کا ذکر ہو اور وہ اپنی زبان اور دل سے ان کی مخالفت نہ کرے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے اور جو ان کی مخالفت کرے تو گویا اس شخص نے جناب رسالت مآبؐ کی موجودگی میں کافروں سے جہاد کیا ہے۔

بزنطی کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب میں سے ایک نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی: "مولا! اس دور میں ایک قوم پیدا ہو چکی ہے جنہیں صوفیہ کہا جاتا ہے آپ ان کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "وہ ہمارے دشمن ہیں، جو بھی ان کی طرف مائل ہوا وہ ان میں سے ہے اور وہ قیامت کے دن انہیں کے ساتھ محشور ہوگا اور عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو ہماری محبت کا دعویٰ کریں گے اور ان کی طرف مائل ہوں گے اور ان سے مشابہت اختیار کریں گے اور انہیں کے لقب اپنائیں گے۔ ان کے اقوال کی تاویل کریں گے۔ آگاہ رہو جو بھی ان کی طرف مائل ہوا وہ ہم میں سے نہیں ہے اور ہم اس سے بیزار ہیں اور جس نے ان کا انکار کیا اور ان کی تردید کی تو اس نے گویا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کفار سے جہاد کیا۔"

السید مرتضیٰ الرازی عن محمد بن الحسین بن ابی الخطاب قال کنت مع الهادی علی بن محمدً فی مسجد النبیً فاتاه جماعة من اصحابه منهم ابوهاشم الجعفری وکان رجلا بلیغا وکانت له منزلة عظیمة عنده ثم دخل جماعة من الصوفیة وجلسوا فی جانب مستدبرا واخذوا بالتهلیل فقالً لا تلتفتوا الی هؤلاء الخداعین فانهم حلفاء الشیاطین و مخربوا

قواعد الدين يتزهدون لراحة الاجسام ويتهجدون لتصيد الانعام يتجوعون عمرا حتى يديخوا للايكاف حمرا لا يهللون الا لغرور الناس ولا يقللون الغذاء الالملا العاس واختلاس قلب الدفناس يتكلمون الناس باملائهم فى الحب ويطرحونهم باداليلهم فى الجب، اورادهم الرقص والتصدية واذكارهم الترنم والتغنية فلا يتبعهم الا السفهاء ولا يعتقد بهم الا الحمقاء فمن ذهب الى زيارة احد منهم حيا وميتا فكانما ذهب الى زيارة الشيطان وعبدة الاوثان ومن اعان احدا منهم فكانما اعان يزيد و معاوية و ابا سفيان فقال له رجل من اصحابه وان كان معترفا بحقوقكم قال فنظر اليه شبه المغضب وقال دع ذاعنك من اعترف بحقوقنا لم يذهب فى عقوقنا اما تدرى انهم اخس طوائف الصوفية والصوفية كلهم من مخالفينا وطريقتهم مغايرة لطريقتنا وان هم الا نصارى و مجوس هذه الامة اولئك الذين يجهدون فى اطفاء نور الله والله يتم نوره ولو كره الكافرون.

"سفینہ ج ۲ ص ۵۸"

سید مرتضیٰ رازی محمد بن حسین بن ابی الخطاب سے روایت کرتے ہیں کہ میں مسجد نبویؐ میں امام علی نقی علیہ السلام کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت آپ کے چند اور ساتھی بھی مسجد میں وارد ہوئے جن میں ابوہاشم جعفری بھی تھے۔ ابوہاشم جعفری بلیغ انسان تھے اور امام علیہ السلام کے نزدیک ان کا [illegible] مقام تھا۔ پھر صوفیہ کا ایک گروہ بھی مسجد میں وارد ہوا اور مسجد کے [illegible] میں انہوں نے اپنا حلقہ قائم کر کے لا الہ الا اللہ کا ورد شروع کیا۔

امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا: "ان مکاروں کی طرف التفات نہ کرو یہ لوگ

شیاطین کے حلیف ہیں اور دین کی بنیادوں کو تباہ کرنے والے ہیں۔ یہ اپنے آپ کو مادی فوائد کے حصول کے لئے زہد کے رنگ میں پیش کرتے ہیں اور یہ حیوان صفت افراد کو شکار کرنے کے لئے شب زندہ داری کرتے ہیں اور یہ لوگ خر صفت لوگوں پر پالان رکھنے کے لئے فاقہ کشی کرتے ہیں تاکہ انہیں لگام دے کر اچھی طرح سے سوار ہو سکیں۔ ان کا ذکر بھی لوگوں کو فریب دینے کے لئے ہوتا ہے۔ یہ مکار اپنا کاسہ پر کرنے کے لئے کم خوراک کھاتے ہیں اور لوگوں کو لوٹتے ہیں۔ یہ لوگوں سے بظاہر دوستی اس لئے کرتے ہیں کہ انہیں کنوئیں میں دھکیل سکیں، ان کا ورد رقص اور تالیاں بجانا ہے اور ان کا ذکر سُر لگانا اور غنا ہے، ان کی پیروی احمق کرتے ہیں اور نادان ہی ان کے معتقد ہوتے ہیں۔ جو کوئی ان میں سے کسی زندہ یا مردہ کی زیارت کو جائے تو گویا وہ شیطان کی زیارت کے لئے گیا اور جو کوئی ان کی کسی طرح سے مدد کرے تو گویا اس نے یزید، معاویہ اور ابوسفیان کی مدد کی۔"

آپؑ کے اصحاب میں سے ایک نے عرض کی: "مولا! اگرچہ وہ آپؑ کے حقوق کا معترف ہی ہو؟"

امام علی نقی علیہ السلام نے ناراض ہو کر اسکی طرف دیکھا اور فرمایا: "اس بات کو جانے دو، بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمارے حقوق کا اعتراف کرنے والا ہماری مخالفت کرے؟ کیا تمہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ صوفیہ ایک پست ترین گروہ ہے اور تمام صوفیہ ہمارے مخالف ہیں اور انکا طریقہ ہمارے طریقے سے جدا ہے، یہ لوگ اس امت کے نصرانی اور مجوسی ہیں۔ یہ لوگ خدا کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں جبکہ اللہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا اگرچہ کافروں کو یہ بات ناگوار گزرے۔"

عن السید المرتضیٰ الرازی بسنده عن الامام الحسن العسکریؑ انه قال: لابی هاشم الجعفری سیأتی زمان علی الناس وجوههم ضاحکة مستبشرة وقلوبهم مظلمة منکدرة ، السنة فیهم بدعة والبدعة فیهم سنة ، المؤمن بینهم محقر و الفاسق بینهم موقر ، امراؤهم جائرون و علمائهم فی ابواب الظلمة ، سائرون اغنیاؤهم یسرقون زادالفقراء و اصاغرهم ، یتقدمون علی الکبراء ، کل جاهل عندهم خبیر وکل محیل عندهم فقیر ، ولا یمیزون بین المخلص والمرتاب ، ولا یعرفون الضأن من الذئاب علماؤهم شرار خلق الله علی وجه الارض لأنهم یمیلون الی الفلسفة والتصوف وایم الله انهم من اهل العدوان والتحرف یبالغون فی حب مخالفینا ویضلون شیعتنا و موالینا وان نالوا لا یشبعون عن الرشا وان خذلوا عبدوا الله علی الریا الا انهم قطاع طریق المؤمنین والدعاة الیٰ نحلة الملحدین. فمن ادرکهم فلیحذرهم ولیصن دینه وایمانه ثم قال یا اباهاشم هذا ما حدثنی ابی عن ابائه عن جعفر بن محمد علیهم السلام وهو من اسرارنا فاکتمه الا عن اهله.

"سفینۃ البحار ج ۲ ص ۵۷"

سید مرتضیٰ رازی نے اپنے اسناد سے امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے ابوہاشم جعفری سے فرمایا: "لوگوں پر عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے جبکہ ان کے چہرے خوشی سے چمکتے دمکتے ہونگے اور ان کے دل تیرہ و تاریک ہونگے۔ ان کی نظر میں سنت بدعت ہوگی اور بدعت ان کے ہاں سنت قرار پائے گی، ان میں مؤمن کو ذلیل و خوار سمجھا جائے گا اور ان میں فاسق قابل

احترام ہونگے، ان کے حاکم ستمگر ہوں گے اور ان کے علماء ظالموں سے سازباز رکھتے ہونگے، ان کے دولتمند ضرور تمندوں کی خوراک چوری کرنے والے ہونگے اور ان کے چھوٹے بزرگوں پر مقدم ہونگے، ان کی نظر میں جاہل، علامہ تصور ہونگے اور ہر شعبدہ باز ان کی نظر میں فقیر ہوگا۔ ان میں اہل خلوص اور اہل شک کا امتیاز نہیں ہوگا اور ان میں بھیڑ اور بھیڑیئے کی کوئی تمیز نہ ہوگی۔

ان کے عالم زمین پر بسنے والوں میں سے بدترین لوگ ہوں گے کیونکہ وہ فلسفہ اور تصوف کی طرف راغب ہوں گے۔

خدا کی قسم یہ لوگ کینہ و عداوت رکھنے والے ہونگے اور ہمارے دشمنوں سے دوستی کرنے کا بہت زیادہ اہتمام کرینگے اور ہمارے شیعوں اور دوستوں کو گمراہ کرینگے اور اگر انہیں کوئی عہدہ و منصب حاصل ہو جائے تو وہ رشوت سے سیر نہ ہونگے اور جب ان کے پاس کچھ نہ ہوگا تو ریاکاری کے لئے عبادت کرینگے۔

گواہ رہو یہ مؤمنوں کے لئے رہزن ہیں اور ہمیشہ لوگوں کو بے دینی کی دعوت دینے والے ہیں۔

مؤمنین کو چاہئے کہ ان سے پرہیز کریں اور اپنے دین و ایمان کو ان کے ہاتھوں سے محفوظ رکھیں۔"

پھر آپؑ نے فرمایا: "ابوہاشم! میں نے جو کچھ بیان کیا ہے میرے آبائے طاہرین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اور یہ ہمارا راز ہے۔ نااہل لوگوں سے اسے پوشیدہ رکھو۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

مدارک وماخذ

(پند تاریخ جلد اول تا پنجم)

اس کتاب کی تدوین میں ان کتب سے استفادہ کیا گیا ہے

کتب احادیث

۱.	اصول کافی	ثقۃ الاسلام شیخ کلینیؒ	متوفی ۳۲۹
۲.	فروع کافی	ثقۃ الاسلام شیخ کلینیؒ	متوفی ۳۲۹
۳.	روضہ کافی	ثقۃ الاسلام شیخ کلینیؒ	متوفی ۳۲۹
۴.	وسائل الشیعہ	شیخ حر عاملیؒ	متوفی ۱۱۰۳
۵.	اثبات الہداۃ	شیخ حر عاملیؒ	متوفی ۱۱۰۳
۶.	مستدرک الوسائل	حاج میرزا حسین نوریؒ	متوفی ۱۳۲۰
۷.	کلمۂ طیبہ	حاج میرزا حسین نوریؒ	متوفی ۱۳۲۰
۸.	وافی شرح کافی	ملا محسن فیض کاشانی	متوفی ۱۰۹۱
۹	بحار الانوار	علامہ مجلسیؒ	متوفی ۱۱۱۰
۱۰.	انوار نعمانیہ	سید نعمت اللہ جزائری	متوفی ۱۱۱۲
۱۱.	امالی صدوق	ابوجعفر شیخ صدوق	متوفی ۳۸۱

۱۲.	الخصال	ابوجعفر شیخ صدوق	متوفی ۳۸۱
۱۳.	علل الشرائع	ابوجعفر شیخ صدوق	متوفی ۳۸۱
۱۴.	عیون اخبار الرضا	ابوجعفر شیخ صدوق	متوفی ۳۸۱
۱۵.	معانی الاخبار	ابوجعفر شیخ صدوق	متوفی ۳۸۱
۱۶.	مناقب شہر آشوب	شہر آشوب مازندرانی	متوفی ۵۸۸
۱۷.	منہاج البراعہ	میرزا حبیب اللہ خوئی	متوفی ۱۳۲۶
۱۸.	مجموعہ ورام	ورام بن ابی فراس	متوفی ۶۰۵
۱۹.	تحف العقول	ابو محمد حسن بن علی	متوفی ۳۳۶
۲۰.	اربعین	شیخ بہاء الدین محمد بن حسین عاملی	متوفی ۱۰۳۰
۲۱.	امالی	شیخ الطائفہ محمد بن حسن طوسی	متوفی ۴۶۰
۲۲.	سفینۃ البحار	حاج شیخ عباس قمی	متوفی ۱۳۵۹
۲۳.	الاحتجاج	ابومنصور احمد بن علی بن ابی طالب	متوفی ۵۸۸
۲۴.	روضۃ الواعظین	ابو جعفر محمد بن فتال شہید	متوفی ۵۰۷
۲۵.	کشف الریبہ	شہید ثانی زین الدینؒ	متوفی ۵۰۷
۲۶.	کبریت احمر	شیخ محمد باقر بیرجندی	متوفی ۱۳۵۲
۲۷.	حیاۃ القلوب	علامہ مجلسیؒ	متوفی ۱۱۱۰
۲۸.	قضاوتہای امیر المؤمنینؑ	شیخ ذبیح اللہ محلاتی	ہم عصر
۲۹.	ترجمہ و شرح نہج البلاغہ	ملا فیض کاشانی	ہم عصر
۳۰.	اثنی عشریہ	محمد بن محمد نواسہ شہید ثانیؒ	قرن اول
۳۱.	ارشاد القلوب	ابی محمد حسن بن ابی الحسن دیلمی	

کتب اخلاق

۳۲. جامع السعادات	مولی محمد مہدی نراقی	متوفی ۱۲۰۹
۳۳. اخلاق محسنی	ملا حسین کاشفی	متوفی ۹۱۰
۳۴. اخلاق روحی	عطاء اللہ روحی	ہم عصر
۳۵. تعلیمات قرآن	حسام الدین فال اسیری	
۳۶. مکارم الاخلاق	رضی الدین ابو نصر طبری	

کتب تاریخ

۳۷. مروج الذہب	حسین بن علی مسعودی	متوفی ۳۴۶
۳۸. اثبات الوصیۃ	حسین بن علی مسعودی	متوفی ۳۴۶
۳۹. تاریخ طبری	ابو جعفر محمد بن جریر طبری	متوفی ۳۱۰
۴۰. نور العین	سید نعمت اللہ جزائری	متوفی ۱۱۱۲
۴۱. الفخری	فخر الدین محمد بن نقیب	متوفی ۷۰۹
۴۲. شرح ابن ابی الحدید	عبدالحمید بن محمد بن محمد	متوفی ۶۵۵
۴۳. روضۃ الصفا	میر خواند محمد بن خاوند شاہ ابن محمود	متوفی ۹۰۳
۴۴. مجالس المؤمنین	قاضی نور اللہ شوستری شہید ثالثؒ	متوفی ۱۰۱۹

۴۵. ناسخ التواریخ	میرزا محمد تقی سپہر لسان الملک	متوفی ۱۲۹۷
۴۶. کامل التواریخ	عزالدین ابو الحسن علی بن محمد بن عبدالکریم	متوفی ۶۳۵
۴۷. قصص العلماء	میرزا محمد بن سلیمان تنکابنی	متوفی ۱۳۰۸
۴۸. تتمۃ المنتہی	محدث جلیل شیخ عباس قمی	متوفی ۱۳۵۹
۴۹. منتہی الآمال	محدث جلیل شیخ عباس قمی	متوفی ۱۳۵۹
۵۰. بیت الاحزان	محدث جلیل شیخ عباس قمی	متوفی ۱۳۵۹
۵۱. نفس المہموم	محدث جلیل شیخ عباس قمی	متوفی ۱۳۵۹
۵۲. مقتل خوارزمی ابی المؤید موفق بن احمد مکی		متوفی ۵۶۸
۵۳. وقائع الایام	ملا علی بن عبدالعظیم خیابانی	متوفی ۱۳۶۷
۵۴. ارشاد مفید	شیخ مفید محمد بن محمد بن نعمان	متوفی ۴۱۳
۵۵. تذکرۃ الاولیاء	شیخ فرید الدین عطار	متوفی ۶۲۸
۵۶. ریاحین الشریعہ	شیخ ذبیح اللہ محلاتی	ہم عصر
۵۷. شجرہ طوبی	شیخ محمد مہدی حائری	ہم عصر
۵۸. تاریخ تصوف	ڈاکٹر قاسم غنی	ہم عصر
۵۹. ترجمہ تاریخ اعثم کوفی	خواجہ احمد بن محمد	اوائل قرن چہارم
۶۰. حبیب السیر	غیاث الدین خواند امیر شیعی	
۶۱. بہارستان	شیخ محمد حسین آیتی بیر جندی	
۶۲. منتخب التواریخ	حاج ملا ہاشم خراسانی	
۶۳. تاریخ بحیرہ		

کتب تفسیر

۶۴.	تفسیر صافی	ملا محسن فیض کاشانی	متوفی ۱۰۹۱
۶۵.	تفسیر البرہان	سید ہاشم بحرانی	متوفی ۱۱۰۷
۶۶.	تفسیر مجمع البیان	فضل بن حسن بن فضل طبرسی	متوفی ۵۴۸
۶۷.	تفسیر ابوالفتوح رازی		از اعلام قرن ششم
۶۸.	خلاصۃ المنہج	ملا فتح اللہ کاشانی	

کتب رجال و تراجم

۶۹.	الکنی والالقاب	محدث قمی	متوفی ۱۳۵۹
۷۰.	تحفۃ الاحباب	محدث قمی	متوفی ۱۳۵۹

۷۱. زندگانی و شخصیت شیخ مرتضی انصاری۔ مؤلف مرتضی انصاری ہم عصر

۷۲. روضات الجنات میرزا محمد باقر خوانساری

۷۳. نامہ دانشوران جمع آوری: (۱) حاج میرزا ابوالفضل ساوجی (۲) میرزا حسین ساوجی (۳) عبدالوہاب قزوینی (۴) شمس العلماء۔

کتب کلام

۷۴.	کفایۃ الموحدین	حاج سید اسماعیل بن احمد عقیلی	متوفی ۱۳۱۷
۷۵.	الغدیر	شیخ عبدالحسین احمد امینی	

حکایات و متفرقہ

۷۶.	کشکول	شیخ بہاء الدین محمد بن حسین عاملی	متوفی ۱۰۳۰
۷۷.	خزائن نراقی	ملا حاج احمد نراقی کاشانی	متوفی ۱۲۴۴
۷۸.	محاضرات	راغب اصفہانی	متوفی ۵۰۲
۷۹.	ثمرات الاوراق	ابوبکر بن علی بن عبداللہ حموی	متوفی ۸۳۷
۸۰.	لطائف الطوائف	فخر الدین علی صفی	متوفی ۹۳۹
۸۱.	جامع الحکایات	محمد عوفی	متوفی ۶۲۵
۸۲.	الاذکیاء ابوالفرج	عبدالرحمن بن علی جوزی	متوفی ۵۹۷
۸۳.	چہار مقالہ عروضی	ابو محمد شاعر مشہور بہ نظامی	متوفی ۵۸۲
۸۴.	مجمع النورین	حاج ملا اسمعیل	متوفی ۱۳۱۲
۸۵.	زہر الربیع	سید نعمۃ اللہ جزائری	متوفی ۱۱۱۲
۸۶.	خزینۃ الجواہر	حاج شیخ علی اکبر نہاوندی	متوفی ۱۳۶۹
۸۷.	ینابیع المودۃ	شیخ سلیمان المعروف خواجہ کلاں	متوفی ۱۲۹۴
۸۸.	المحجۃ البیضاء	ملا محسن فیض کاشانی	متوفی ۱۰۹۱
۸۹.	الملل والنحل	ابوالفتح محمد بن عبدالکریم شہرستانی	متوفی ۵۴۸
۹۰.	دارالسلام	میرزا حسین نوری	متوفی ۱۳۲۰
۹۱.	فرج المہموم	علی بن طاؤس حلی	متوفی ۶۶۴
۹۲.	عقد الفرید	شہاب الدین احمد بن عبدربہ اندلسی	متوفی ۳۲۸

۹۳. منتخبات ادبی	اسماعیل امیر خیزی	ہم عصر
۹۴. المستطرف	محمد بن احمد خطیب الیشہی	قرن نہم
۹۵. تحفۃ الیمن	احمد بن محمد انصاری یمنی	
۹۶. نوادر الادباء	ابراہیم زیدان	
۹۷. الکلام یجر الکلام	سید احمد زنجانی	
۹۸. اعلام الناس	اتلیدی	
۹۹. کشکول بحرانی	شیخ یوسف بحرانی	
۱۰۰. نزہۃ المجالس	شیخ عبدالرحمٰن صفوری شافعی	
۱۰۱. نخبۃ الادب		
۱۰۲. نزہۃ الابصار		
۱۰۳. مفتراث توشابہ ہای الکی		

لغت و فرہنگ

۱۰۴. مجمع البحرین	فخر الدین بن محمد علی بن احمد طریح	متوفی ۱۰۸۵ھ
۱۰۵. اقرب الموارد	سعید بن عبداللہ بن میخائیل	تالیف ۱۸۹۰ء
۱۰۶. اختر کبیر	مصطفیٰ بن شمس الدین قرہ حصاری	
۱۰۷. المنجد	قس لویس شیخویسوعی	

اشعار اور دیوان

۱۰۸. دیوان حافظ	حافظ محمد شمس الدین شیرازی	متوفی ۷۹۱ھ
۱۰۹. دیوان شمس تبریز	مولانا جلال الدین رومی	متوفی ۶۷۲ھ
۱۱۰. دیوان حاجی	میرزا حبیب اللہ خراسانی	متوفی ۱۳۲۷ھ
۱۱۱. گنجوی	نظامی گنجوی	متوفی ۵۸۲ھ
۱۱۲. مثنوی مولوی	مولانا جلال الدین رومی	متوفی ۶۷۲ھ
۱۱۳. فؤاد کرمانی	آقا فتح اللہ قدسی متخلص بفؤاد	متوفی ۱۳۴۰ھ
۱۱۴. سنائی غزنوی	مجدود بن آدم حکیم غزنوی	متوفی ۵۳۵ھ
۱۱۵. اوحدی مراغہ ای	صاحب کتاب جام جم	متوفی ۷۳۸ھ
۱۱۶. دیوان پروین اعتصامی	بانو پروین ملقب بہ مارشال پیرغیبی	ہم عصر
۱۱۷. الٰہی قمشہ ای	از شعرائے ہم عصر	
۱۱۸. دیوان شہریار	از شعرائے ہم عصر	
۱۱۹. دیوان ایرج میرزا		
۱۲۰. صائب تبریزی		

حسن علی بک ڈپو کی مطبوعہ دیدہ زیب

علمی کتابیں

سورۂ یٰسٓ	باترجمہ	شرح قرآن	جلداوّل
سورۂ یٰسٓ سات مبین	باترجمہ	پندِ تاریخ	۵ جلدیں
پنج سورہ	باترجمہ	قلبِ سلیم	۲ جلدیں
دعائے کمیل	باترجمہ	گناہان کبیرہ	۲ جلدیں
حدیث کساء	باترجمہ	کیفر گناہان کبیرہ	
دعائے جوشن کبیر	باترجمہ	معراج	
دعائے ندبہ	باترجمہ	ہدیۃ الشیعہ	
دعائے نور	باترجمہ	درسِ اخلاق	
دعائے مشلول	باترجمہ	گلدستہ مناجات	
دعائے عرفہ	باترجمہ	جواب حاضر ہے	
دعائے سمات اتوسل	باترجمہ	زیارات چہاردہ معصومین	
اعمال ماہ رمضان	باترجمہ	زیارت آل یٰسٓ	
تعقیباتِ نماز	پاکٹ سائز	گھر ایک جنت	
تحفۃ المومنین	پاکٹ سائز	مثالی خواتین	

بچوں کیلئے باتصویر کہانیاں بھی دستیاب ہیں

ملنے کا پتہ

حسن علی بک ڈپو

بالمقابل بڑا امام باڑہ، کھارادر، کراچی۔ فون: ۲۲۳۳۰۵۵

E-mail: hassanalibookdepot@yahoo.com